انسائیکلوپیڈیا

اولیائے کرام

سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ

کے 146 بزرگان دین کی سوانح حیات کا حسین مرقع

تصنیف و تالیف

صاحبزادہ مقصود احمد صابری

عبداللہ اکیڈمی

الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور (پاکستان)

انسائیکلوپیڈیا

اولیائے کرام

سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ

کے 146 بزرگان دین کی سوانح حیات کا حسین مرقع

تصنیف و تالیف

صاحبزادہ مقصود احمد صابری

عبداللہ اکیڈمی

الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور (پاکستان)

ISBN-978-969-8904-08-1

نام کتاب ــــــــ انسائیکلوپیڈیا اولیاء کرام

سلسلہ عالیہ ــــــــ چشتیہ نظامیہ

تصنیف وتالیف ــــــــ صاحبزادہ مقصود احمد صابری

صفحات ــــــــ 756

ایڈیشن: ــــــــ دوئم جنوری 2015

ناشر اینڈ پبلشر: ــــــــ عبداللہ اکیڈمی (الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور)

قیمت ــــــــ

مین اسٹاکسٹ

مشتاق بک کارنر

الکریم مارکیٹ۔ اُردُو بازار، لاہور

نوٹ: کتاب ہذا میں اگر کہیں کوئی کمپوزنگ کی غلطی ہو تو ادارہ کو اطلاع فرما کر اپنا دینی فرض پورا کریں تاکہ ان شاءاللہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہوسکے۔ شکریہ

عرض ناشر

اولیاء کرام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پاکیزہ زندگیوں اور ان کی کرامات کے حوالے سے بہت سے مصنفین و مؤلفین نے اپنے اپنے انداز میں کتب مرتب کی ہیں مگر اس کام میں ابھی بہت تشنگی باقی تھی اولیاء کرام کی سوانح حیات کے موضوع پر ایک مستند اور جامع انسائیکلو پیڈیا کی ضرورت تھی چنانچہ اس عظیم سعادت کو حاصل کرنے کا شرف خادم الفقرا والاولیاء، محبّ الاصفیاء والاتقیاء صاحبزادہ مقصود احمد صابری صاحب کو ہوا جنہوں نے شبانہ روز پندرہ برسوں کی مسلسل محنت، تحقیق، مشاہدے اور عرق ریزی کے بعد بزرگان دین کی سوانح حیات پر مشتمل ایک حسین مرقع انسائیکلو پیڈیا کی شکل میں تالیف کیا جو کہ اہل علم، متلاشیان حق اور اولیاء کرام سے محبت رکھنے والوں کے لیے ایک منفرد و اعلیٰ تحفہ ہے جس کا مطالعہ ہر ایک کے لیے سکون و راحت قلبی کا باعث ہے اس کے مطالعہ سے صراط مستقیم کی روشن شاہراہ دکھائی دیتی ہے جو منزل حقیقی کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

برصغیر کی تاریخ میں اولیاء کرام کی سوانح حیات کے بارے میں محققانہ انداز میں نہایت اچھے پیرائے و اسلوب اور تحریر کی تمام ترخوبیوں کے ساتھ لکھے گئے اس عظیم الشان انسائیکلو پیڈیا کو دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ پہلی مرتبہ شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ خوبصورت انسائیکلو پیڈیا چھ حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے میں سلسلہ قادریہ سے تعلق رکھنے والے اولیاء کرام کی زندگیوں اور انسانیت کی رہنمائی کے حوالے سے ان کی خدمات کا بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے حصے میں سلسلہ نقشبندیہ کے اولیاء کرام کی حیات طیبہ کا نہایت متاثر کن اور جامع تذکرہ ہے۔ تیسرے حصے میں چشتیہ صابریہ و چشتیہ نظامیہ کے اولیاء کرام کی حیات مبارکہ کے روحانی پہلو اجاگر کیے گئے ہیں۔ چوتھے حصے میں سہروردیہ، قادریہ چشتیہ سلاسل کے اولیاء کرام کی سوانح حیات کو صفحات کی زینت بنایا گیا ہے۔ پانچواں حصہ قادریہ نوشاہیہ اور قلندریہ سلسلے کے اولیاء کرام کی سوانح حیات پر مشتمل ہے جبکہ چھٹے حصے میں چشتیہ تاجیہ، وارثیہ، اویسیہ سلاسل کے بزرگان دین کی پاکیزہ زندگیوں ان کی کرامات اور خدمات اسلام کا نہایت خوبصورت بیان کیا گیا ہے۔

بزرگان دین کی سوانح حیات کے اس حسین مرقع کو انسائیکلو پیڈیا کی شکل میں تصنیف کرنا بلاشبہ صاحبزادہ مقصود احمد صابری دامت برکاتہم العالیہ کی ایک بہت بڑی کاوش اور دینی خدمت ہے۔ برصغیر میں اردو زبان میں پہلی مرتبہ اس انسائیکلو پیڈیا کو پیش کرنے کی سعادت بھی حسب روایت ادارہ ہذا ''مشتاق بک کارنر'' کو حاصل ہوئی ہے جو صرف اور صرف اللہ رب العزت کے فضل و کرم اور قارئین کی محبت اور ان کی ہماری کتب کی پسندیدگی و پذیرائی کے باعث ممکن ہوئی۔

ناشر

دعـــــــــا

اے خالقِ ارض و سما، بہرِ جنابِ مصطفےٰ
ہر دو جہاں میں کر عطا مجھ کو وِلائے مرتضےٰؓ

حسنینؓ کا طالب رہوں زین العباؑ کا نام لوں
باقرؓ کی الفت میں مروں جعفرؓ کی ہو مجھ پہ عطا

کاظمؓ کے صدقے سے مرے حُبّ رضاؑ دِل میں رہے
سیّد تقیؓ کے جام سے دست نقیؓ سے مَے پلا

عسکری سیّد حسنؓ مجھ پر رہیں سایہ فگن
مہدیؓ امامِ ہر زمن کرتے رہیں جُود و سخا

امیر صابری کہہ برملا بارہ اماموں کی وِلا
دیتی ہے اللہ سے مِلا ہے ضامنِ روزِ جزا

از قلم

حمد باری تعالیٰ

میرے پاس ایسی زباں کہاں تیری شان جل جلالہٗ
تیری حمد کو جو کرے بیاں تیری شان جل جلالہٗ

ہیں چمن میں سینکڑوں بجلیاں مجھے کون جز تیرے دے اماں
میرا چار تنکوں کا آشیاں تیری شان جل جلالہٗ

جہاں شیطنت کا ظہور ہے جہاں ظلمتوں کا وفور ہے
تیرا حُسن ہے وہیں ضوفشاں تیری شان جل جلالہٗ

نہ مٹا سکیں نہ مٹا سکے مجھے کائنات کے حادثے
میری زندگی کی ہے پاسباں تیری شان جل جلالہٗ

جو تھے ظلمتوں میں گرے ہوئے جو تھے تیرے دین سے پھرے ہوئے
اُنہیں راہ حق کے ملے نشاں تیری شان جل جلالہٗ

تیرا حسن ہے میرا مدعا تیرا عشق ہے میرا رہنما
تیرا ذکر ہے میری داستاں تیری شان جل جلالہٗ

مجھے ہر قدم تیری جستجو مجھے ہر نفس تیری آرزو
مجھے اپنا غم ہے نہ غم جہاں تیری شان جل جلالہٗ

از قلم مائل صدیقی الوارثی

نعت شریف

چاند تارے ہی کیا دیکھتے رہ گئے
اُن کو ارض و سما دیکھتے رہ گئے

ہم درِ مصطفٰےؐ دیکھتے رہ گئے
نور ہی نور تھا دیکھتے رہ گئے

پڑھ کے رُوح الامینؑ سُورت والضحیٰ
صورت مصطفٰےؐ دیکھتے رہ گئے

وہ امامت کی شب وہ صفِ انبیاء
مقتدی، مقتدیٰ دیکھتے رہ گئے

نیک و بد پر ہوا اُن کا یکساں کرم
لوگ اچھا بُرا دیکھتے رہ گئے

وہ گئے عرش تک اور رُوح الامینؑ
سِدرۃُ المنتہیٰ دیکھتے رہ گئے

معجزہ تھا وہ ہجرت میں اُن کا سفر
دشمنانِ خدا دیکھتے رہ گئے

مرحبا شانِ معراجِ ختمِ رُسل
سب کے سب انبیاؑ دیکھتے رہ گئے

کیا خبر کِس کو کب جامِ کوثر مِلا
ہم تو اُن کی ادا دیکھتے رہ گئے

ہم گنہگار تھے مغفرت ہو گئی
خود نگر پارسا دیکھتے رہ گئے

جب سواری چلی، جبرائیلؑ امیں
صورتِ نقش پا دیکھتے رہ گئے

اہلِ دانش، محمدؐ پہ تھے حیرتی
رُوئے قرآں نُما دیکھتے رہ گئے

ہو کے گُم اے نصیرؔ اُن کے جلووں میں ہم
شانِ ربُّ العلیٰ دیکھتے رہ گئے

میں نصیرؔ آج لایا وہ نعتِ نبیؐ
نعت گو مُنہ مِرا دیکھتے رہ گئے

پیر سید نصیر الدین نصیر

قطعہ تاریخ اشاعت (ازقلم)

نامور ادیب و محقق ممتاز شاعر **صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی سیالوی** ایم اے

اصدق التواریخ گلدستہ اولیاء

۲۰۱۰

گ ☆ گوہر کانِ عِلم و خلوص و وفا — پیر مقصود احمد خجستہ لقا

ل ☆ لائق داد و تحسین ہے ذات آپ کی — عاشقِ مصطفےٰ ہیں محب خدا

د ☆ دولتِ دین و دانش سے ہیں مالا مال — عظمت کلک و قرطاس سے آشنا

س ☆ سامنے ہے مرے اِک کتاب آپ کی — ہے صحیفہ یہ پاکیزہ احوال کا

ت ☆ تیرگی میں جہالت کی ہے شمعِ نُور — مثل نیّر ہر اک لفظ ہے پُرضیا

ہ ☆ ہوگی مقبول شرق و غرب یہ ضرور — روشنی اس سے پائیں گے شیخ و فتا

ا ☆ اک اضافہ ہے سیرت نگاری میں خوب — سب سلاسل کا نشان اِس سے ظاہر ہوا

و ☆ واقعی ہے یہ تالیف اِک شاہکار — ہے یہ احسان اہلِ سنت پر بڑا

ل ☆ لمحہ لمحہ رہیں دہر میں ارجمند — آپ کو حق سے عُمرِ خضر ہو عطا

ی ☆ یہ یقیناً ہو گی توشۂ آخرت — وجہِ غفران بنے گی یہ روزِ جزا

ا ☆ اس کا سالِ رسا کہہ دو فیض الامین — پُرتونورگلدستہ اولیاء

۱۴۳۱

صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی سیالوی ایم اے

سجادہ نشین مونیاں شریف ضلع گجرات

نذرانہ عقیدت

پیکرِ علم و عرفان، محدث حقائق و وجد و پیمان

شیخ السلام والمسلمین، قمر الملت والدین

حضرت خواجہ

پیر محمد قمر الدین سیالوی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

دربار عالیہ سیال شریف سرگودھا

کے حضور پیش کرتا ہوں

جن کے علم و عرفان اور روحانی فیضان سے

ایک جہان نے روشنی پائی

انتساب

جگر گوشہ غوث الاعظم، فخر السادات، مناظر اسلام، حکیم اہل سنت، نباض قوم

حضرت علامہ **پیر سید شبیر حسین گیلانی قادری** مدظلہ العالی

زیب آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ، گلشن رضا، غازی آباد، ڈھوک سیداں، راولپنڈی

مقبول عرب وعجم، زینت شہر خطابت، بلبل بستان رسالت وولایت، پیر طریقت

حضرت علامہ الحاج صاحبزادہ **محمد ابوبکر چشتی**

سجادہ نشین دربار عالیہ فتح شاہ پور شریف ملکوال

عالم باعمل، پیکر اخلاص ومحبت، پیر طریقت، رہبر شریعت، مفکر اسلام

حضرت علامہ **پیر عبد القادر قادری** ایم اے ایل ایل بی

پرنسپل جامعہ رضویہ انوار العلوم واہ کینٹ

اپنے ان محسنین کے نام کرتا ہوں

قطعہ تاریخ کتاب (از قلم)

معروف ادیب و محقق مخدوم اہل سنت جناب

عبدالقیوم طارق سلطانپوری صاحب مدظلہ العالی

کی رقم مقصود احمد صابری نے ایک اور بے مثال و طرفہ جامع کتابِ معرفت

کی رقم مردانِ حق کی یاد میں اس نے کتب قابل صد فخرِ اہل حق ہے اس کی شخصیت

خاندان علم و عرفان کا ہے وہ ممتاز فرد — ہے مُسلم دہر میں اس کا مقامِ تمکنت

وہ مُفسر وہ محقق و قلم کارو ادیب — اس کے پیکر کی ہے دیدہ زیب و دلکش ہر جہت

معتبر اہل قلم اس کے ہنر کے معترف — اس کے واصف نامور علم و معرفت

اس کی ہر تحریر ہے ذوق آفریں و کیف بخش — اس کے خاصہ کا ہے ہر نقشِ حسیں با منفعت

اس کی عمدہ تر کتابوں سے بخوبی ہے عیاں — اس کی تصنیفی مہارت اس کی تخلیقی سکت

یہ کتاب نو عظیم اربابِ حق کا ذکرِ خوب — اہلِ دل اہلِ نظر دیکھیں تو اس کی خاصیت

اس میں شامل جھلکیاں ان کی حیاتِ پاک کی — صالحین و متقی جن کے لئے عاقبت

اولیاء بارہ سلاسل بصد شانوں شکوہ — جلوۂ اس میں ہیں والا شاہ و عالی مرتبت

اس صد تحسین و تبریک اس کو بے حد آفرین — یہ دعا دی وہ رہے یارب بخیر و عاقبت

اس کتابِ خوب کی طارق کہی تاریخ چاپ

یہ ہے نادر مجلسِ فیضانِ علم و معرفت

2010ء

ولدادۂ چراغ چشت — باحُب خوبانِ چشت

1955ء — ۱۳۷۵ھ

تقریظ از قلم

از قلم سرمایۂ دین وملت فخر السادات

سید محمد جمیل الرحمٰن

حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر سید محمد جمیل الرحمٰن چشتی صابری مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم. الحمدللہ و کفی و سلام علیٰ عبادہ الذین مصطفیٰ! امابعد!

اللہ رب العزت نے انسانیت کی ہدایت کیلئے ابتدائے آفرینش ہی سے انبیاء ورسل کی بعثت کا اجرا فرمایا۔ اس کے ساتھ ساتھ مصاحف وصحائف کی تنزیل کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام سے ہمارے آقا ومولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک رشد وہدایت ہوتی رہی۔ حضور رسالت مآب رحمۃ للعالمین افضل الصلاۃ والسلام پر نبوت ورسالت کا سلسلہ اختتام کو پہنچا۔ اب جبکہ ختم نبوت کا تاج نبی پاک کے سر پر سج گیا تو قیامت تک کیلئے سلسلہ نبوت ورسالت بند کردیا گیا اور یہ ذمہ داری برگزیدہ اولیائے عظام بلند مرتبہ کاملین اور راہ ہدایت کے چمکتے ہوئے نگینوں کے سر پہ آپڑی۔ انہوں نے انسانیت کے اخلاق واطوار کو سنوارا، عالم ناسُوت سے جبروت اور جبروت سے لاہور اور پھر حقیقت تک آشنائی بخشی اور

کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام بادشاہی

یہی بزرگ شخصیات خواہ ان کا تعلق ماضی سے ہو یا حال سے یا مستقبل سے یہ بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔

ان نمائندہ شخصیات کا تعلق مختلف سلاسل سے ہے۔ سلسلہائے عالیہ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، اویسیہ، طرطوسیہ اور دیگر خاندان اور ان کی فروعات میں اغیاث، اقطاب، اوتاد، ابدال رہنمائے خلق ہیں۔

صاحبزادہ مقصود احمد صابری زید مجدہ نامور محقق ومدقق ہیں میدان تحقیق وتدقیق کے سرخیل ہیں بحر معرفت وحقیقت کے شناور ہیں، صابری انسائیکلوپیڈیا، گلدستہ اولیا، تذکرۃ العارفین، تذکرۂ خواجگان چشت اہل بہشت، تجلیات خواجگان چشت تذکرہ اولیائے پوٹھوہار اور صداقت اہل سنت'' مجموعہ کرامات اولیاء اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

حضرت موصوف زید مجدہ نے بارہ سلاسل کے متعلق اور چھ جلدوں میں یہ ضخیم کتاب بعنوان انسائیکلوپیڈیا اولیائے کرام المعروف بہ گلدستہ اولیاء تالیف فرما کر اہل محبت پر بالخصوص اور عوام الناس پر بالعموم احسان فرمایا ہے۔

مذکورۃ الصدر کتاب میں ہر سلسلے کی ابتدأ۔ اس کے مراکز اشاعت ان کی تعلیمات، معمولات، ان کا ارتقاء اور ان کے خواص کا تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ یقیناً یہ کتاب ہر قاری کے لئے معلومات کا ایک خزانہ فراہم کرتی ہے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ حضرت مولف زید مجدہ کے علم، عمل، عمر اور صحت میں برکت عطا فرمائے اور کتاب کو مقبولیت عامہ نصیب فرمائے۔

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

ناکارہ سید محمد جمیل الرحمٰن

خادم آستانہ عالیہ چشتیہ آباد شریف کامونکی گوجرانوالہ

پرنسپل گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ

تقریظ از قلم

جوہر ملت، مجاہد اہلسنت، اُستاذ العلماء

حضرت پروفیسر علامہ محمد افضل جوہر صاحب

چیئرمین شعبہ علوم اسلامیات (جی ایٹ کالج، اسلام آباد)

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرحمٰنِ الرَّحِیم ○ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیَان ○ بَیْنَھُمَا بَرْزَخٌ لَایَبْغِیٰن ○ فَبِاَیِّ اٰلَاۤءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَان ○ یَخْرُجُ مِنْھُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَان ○ فَبِاَیِّ اٰلَاۤءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَان ○ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْم ○

اللہ منعم وکریم نے حضرت انسان پر بے حد وشمار انعام واکرام فرمایا یہاں تک ارشاد ربانی ہے وَاِنْ تَعُدُّوْ نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا اگر اللہ کی نعمتوں کوشمار بھی کرنا چاہوتو اعداد کا تعین نہیں کر سکتے، تم انہیں شمار نہیں کر سکتے تم صرف اپنی بساط کے مطابق شکر بجا لاؤ۔

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَ زِیْدَنَّکُمْ اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شکر بجالاؤ گے، تو وہ تمہیں مزید انعام واکرام سے نوازے گا، اسی لئے رب ذوالجلال نے سورہ رحمٰن میں بہ تسلسل تکرار ارشادفرمایا فَبِاَیِّ اٰلَاۤءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَان تم میری کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، یوں تو بے شمار نعمتوں میں سے ہر نعمت انمول ہے، پرایک نعمت ایسی ہے جو نہ صرف تسلسل کے ساتھ جاری ہے بلکہ سب نعمتوں کی اصل ہے، اس کا تذکرہ سورۃ الرحمٰن کی اس آیت مبارکہ میں کیا گیا ہے مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ بَیْنَھُمَا بَرْزَخٌ لَّایَبْغِیٰن ○ اب آپ صرف لفظ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ کو لے لیں۔ رب کریم نے فرمایا مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ اس نے دو دریا جاری کئے۔ بحر سمندر کو بھی کہتے ہیں، اور دریا کو بھی۔ مگر یہاں دریا ہی موزوں ترین ترجمہ ہے۔ اس لئے کہ سمندر جاری نہیں ہوتا وہ ساکت ہوتا ہے، مگر دریا بہتا ہے چلتا ہے،

جاری رہتا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ دریا کونسے ہیں، جو پروردگار نے چلائے، مفسرین کرام نے اپنی اپنی علمی ذوق کی گہرفشانی فرمائی، کسی نے دریائے ظاہر مراد لئے، کسی نے شیریں وستو پانیوں کے سمندر کہا، کسی نے فرات ونیل مراد لئے، یہاں تک کہ کسی نے جمنا اور گنگا تک کہہ دیا، الغرض جو جس نے سمجھا، جانا، اور چاہا کہہ دیا۔ اس لئے کہ **لِلنَّاسِ فِيمَا يَعْشَقُونَ مَذَاهِبُ** مگر ان آیات کی تفسیر ان علمائے ربانیین نے کی جن کے سینے عشق کے سفینے تھے، ان کے قول کے مطابق یہ دریا ظاہر نہیں بلکہ دریائے باطن ہیں، روحانی دریا ہیں، اس کی ایک اصل جسے رسالت کہتے ہیں، اسی کی شاخ و پرتو ہے، جسے ولایت سے موسوم کیا گیا ہے۔

مگر دیکھنا یہ ہے کہ جب کوئی دریا جاری ہوتا ہے اس کا کوئی دھانا ہوتا ہے، منبع ہوتا ہے، جیسا کہ دریائے جہلم پورے پاکستان کو سیراب کرتا ہے، مگر اس کا منبع کشمیر کا ایک چشمہ ویری ناگ ہے، اسی طرح ہر دریا کا کوئی نہ کوئی منبع ہوتا ہے۔

تو پھر دو دریائے باطن کا منبع کون سا ہے؟ جس سے دو دریا نکلے، یہاں مفسرین نے فرمایا ان کا منبع و مرکز مخزن جدالانبیا سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

ان سے دو دریا نکلے۔ ایک بحرِ اسحاق اور ایک بحرِ اسماعیل۔ قرآن کہتا ہے: **يَلْتَقِيَانِ** کبھی یہ ملتے رہے اور کبھی جدا ہوتے رہے اور جہاں یہ بہتے رہے نہریں بنتی گئیں۔

بحرِ اسحاق سے کہیں یعقوب کی نہر کہیں یوسف کی نہر کہیں موسیٰ کی نہر کہیں داؤد و سلیمان کی نہر کہیں عیسیٰ کی نہر کہیں خضر جیسے موتی نکلتے رہے، نہ جانے اور کتنے موتی نکلے۔

دوسری طرف بحرِ اسماعیل بھی جاری رہا۔ اور اس بحر سے بھی مسلسل ہدایت کے موتی نکلتے رہے، یہاں تک کے بحرِ اسماعیل چلتے چلتے کائنات کا عریض وطویل دریا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں بہنے لگا۔

پھر اس دریا سے ایک نہر ولایت حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کی شکل میں چل نکلی، پھر بحر نبوت کا فیضان پا کر ولایت کی ایک اور صورت میں ایک نہر، نہر فاطمہ کی شکل میں جاری ہوئی۔ پھر ان نہروں کے کیف وسرور سے لبریز موتی نکلے، ارشاد باری ہے۔ **يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَانُ** موتی اور مونگے نکلے لؤلؤ بڑا موتی ہوتا ہے۔ مرجان چھوٹا موتی، پر ہوتے دونوں موتی ہیں۔ وہ بحر کون سا ہے؟ وہ برزخ کون سا ہے؟ وہ موتی کون سے ہیں؟ اس کی تفسیر میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمائی۔ امام سیوطی نے الدرالمنثور میں حضرت انس سے نقل فرمایا: **فِي قَوْلِهِ تَعَالَىٰ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ قَالَ عَلِي وَ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ قَالَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا**

حضرت گرامی قدر! پھر اس دریائے فتوت سے نہریں نکلتی چلی آ رہی ہیں اور ان نہروں سے کیسے کیسے مونگے اور موتی پیدا ہوتے آئے ہیں، کہیں اویس قرنی، کہیں کمیل بن زیاد، کہیں حسن بصری، کہیں عبدالواحد بن زید، کہیں ابواسحاق شامی، کہیں جنید بغدادی، کہیں معروف کرخی، کہیں سری سقطی، کہیں ابونجیب سہروردی، کہیں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، کہیں شیخ شہاب الدین، سہروردی، کہیں شیخ

بہاؤالدین نقشبند، کہیں خواجہ سید معین الدین چشتی اجمیری، کہیں حضرت نظام الدین کہیں حضرت علاؤالدین صابر، کہیں شیخ نصیر الدین، کہیں خواجہ شمس الدین ترک، کہیں حاجی محمد نوشہ گنج بخش، کہیں حضرت سید حاجی وارث علی، کہیں بابا تاج الدین ناگپوری، کہیں بوعلی شاہ قلندر، کہیں شہباز قلندر، کہیں حضرت سید جماعت علی کہیں حضرت سید مہر علی اوران جیسے لاکھوں اولیائے کاملین وخاصان خدا جیسے مونگے اورموتی ان نہروں سے نکلے جوآسمان ولایت پرآفتاب وماہتاب بن کر چمکتے رہے، اور پوری کائنات میں آج بھی جگمگا رہے ہیں۔اور پوری کائنات میں عاشقان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وغلامان اولیائے کباران کی چمک سے ضیاء پاکر اپنی روح کو پُرنور بنا رہے ہیں۔

انہی پاکبازان امت کے 1275 بزرگوں کی سوانح حیات کا یہ حسین مرقع انسائیکلوپیڈیا اولیائے کرام المعروف گلدستہ اولیاء جو کہ مقصود اہل سنت علامہ صاحبزادہ مقصود احمد صابری صاحب نے مرتب کیا ہے۔اس میں بارہ سلاسل طریقت کے بزرگان کا بڑے ہی اچھوتے عام فہم مگر جدت پسندی کو اختیار کرتے ہوئے ترتیب دیا ہے وہ یہ کہ ہر سلسلہ کے بزرگوں کا تذکرہ شروع کرنے سے قبل اس سلسلہ کا ایک تعارف لکھا ہے جس سے اس سلسلہ کا تعارف قاری کے لئے آسان ہوجاتا ہے، میرے خیال اور معلومات کے مطابق چھ ضخیم جلدوں پراس انداز سے ایسی کتاب اس سے قبل معرض وجود میں نہ آئی ہے، اگرچہ اس سے قبل بھی صاحبزادہ مقصود احمد صابری صاحب کی 25 میں سے سترہ سے زیادہ کتابیں چھپ کر منظر عام پرآ چکی ہیں، جن میں صداقت اہل سنت، تجلیات خواجگان چشت، گلدستہ اولیاء، تذکرہ اولیائے پوٹھوہار (جلد اول، دوم) اورگلزار صابری المعروف صابری ''انسائیکلوپیڈیا، مجموعہ کرامات اولیاء'' دوحصے عوام میں بے حد مقبول ہوئی ہیں۔یہ تمام کتابیں دو دو سے زیادہ ایڈیشنوں میں چھپ چکی ہیں۔اس عظیم کامیابی کو دیکھ کر صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ صابری صاحب کی محنت خدا کے ان مقبول بندوں میں مقبول ہو چکی ہے، مالک کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ رب لم یزل اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوراپنے محبوب کے محبوبوں کا صدقہ صابری صاحب کی اس عظیم محنت کو شرف قبولیت عطا فرما کر اس محنت اور بزرگوں کے تذکروں کو روز قیامت نجات وبخشش اور سرکار علیہ السلام کے قرب کا ذریعہ بنائے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

دعا گو

پروفیسر محمد افضل جوہر

پرنسپل جامعہ مہریہ

جان کالونی ٹینچ بھاٹہ، راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روشنیوں کا سفر

انسائیکلوپیڈیا اولیائے اکرام

(کے مولف صاحبزادہ مقصود احمد صابری کا مختصر سوانحی خاکہ)

ازقلم: راشد حمید کلیامی

(قومی ایوارڈ یافتہ مصنف وفاقی وزارت تعلیم، حکومت پاکستان)

﴿1﴾
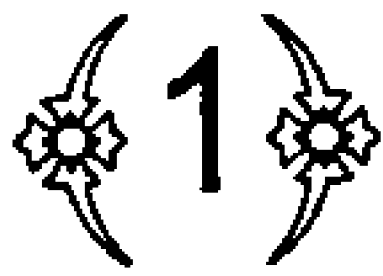
خدا کی بنائی کائنات بہت وسیع ہے۔ اس کائنات میں جاندار اور بے جان مخلوقات لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ہر شے اپنے اپنے دائرے میں ہمیشہ حرکت کرتی اور اپنے اپنے مدار میں گھومتی رہتی ہے۔ حرکت زندگی کی علامت ہے اور سکون موت کی۔ لیکن جزوی اختیارات کی حامل مخلوق ''انسان'' کی چاہتیں اور آرزوئیں بھی انوکھی اور نرالی ہیں۔ انسان زندگی کا دوام بھی مانگتا ہے اور سکون کی چاہت بھی اسے سکون نہیں لینے دیتی۔ سب کچھ عطا کرنے کا وصف رکھنے والی ربّ کی ذات، انسان کی ان دونوں تمناؤں کی تکمیل اپنے جن خاص بندوں کے توسّط اور توسّل سے کرتی ہے، انہیں انبیاء اور اولیاء کے ناموں سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جن کی حیات کا ہر ثانیہ اور جن کی شخصیت کا ہر زاویہ، جن کی تعلیمات کا ہر عقدہ اور جن کے پیغام کا ہر نکتہ بندے کو اس کے خالق سے ملوا کر اسے دائمی حیات اور ابدی سکون کی سوغات عطا کرتا ہے۔

زمانہ مصدّق اور انسانیت گواہ ہے کہ دنیا کی کسی بستی کے کسی کوچے میں اور کسی نگر کے کسی آنگن میں، کم نصیبی اور لاچارگی کا روگ

لے کر جب بھی انسانوں کا کوئی گروہ اپنی اُجڑی جھوک، اپنی ویران روح اور بے سکونی کی سلوں تلے پسے اپنے دل کے ٹکڑوں کو اپنے دریدہ دامن اور شکستہ و مجروح ہاتھوں میں سمیٹ کر کھلے آسماں کے نیچے کھڑا ہوا اور آسمانوں کے مولا کو اپنے رخساروں پہ سجے آنسوؤں کے ستارے پیش کیئے تو ان ستاروں کی چمک ماند پڑنے سے پہلے ہی کریم رب نے اپنے کسی محبوب بندے کو سکون کا بیوپاری اور دلوں کا سوداگر بنا کر وہاں بھیج دیا۔ پھر کیا تھا؟ دیکھتے ہی دیکھتے ہجوم لگ گیا۔ نفرتوں کے مقابل محبتیں بٹنے لگیں۔ تشنگیوں کے ٹوٹے کاسے لے کر، سیرابیوں کے بھرے ساغر تقسیم ہونے لگے۔ جان کُنی کے بجائے حیات آفرینی کے سودے ہونے لگے، شخصی امتیاز کی کرسیں، روحانی مساوات کی قمریوں سے مات کھانے لگیں۔ بے سکون، ٹوٹے دلوں کی دراڑوں پہ یادِ خدا کا مرہم رکھ دیا گیا اور روح کی اُجڑی کھیتیاں، فضلِ باری کی برکھا سے شاداب ہو کر لہلہانے لگیں۔

امام الانبیا ﷺ کے بعد اولیائے کرام کی ذواتِ اعلیٰ صفات ہی ہیں جنھوں نے دلوں کی دنیا میں قائم خیر کی حکومتوں کو دوام اور استحکام بخشا۔ یہی پاکانِ امت ہیں جو اپنی پوری پوری ظاہری حیات، گدڑیوں میں یا پھر پتھر کی سِلوں پہ بیٹھ کر، بارگاہِ صمدیت میں اپنی انا اور خواہشوں کو نثار کر، بے سکون دنیا کے باسیوں کو اطمنان کی جنتوں سے متعارف کرا گئے۔ یہی وہ سعید روحیں ہیں جن کی قبروں پر جلنے والے دیئے آج بھی طالبانِ حقیقت اور تشنگانِ معرفت کے دلوں کی بے قرار بستیوں میں یادِ مولا اور اتباعِ سنّت کے چراغ اُجالتے ہیں۔ یہی وہ آشنائے نسخہ ہائے حیات ہیں جن کی قبریں جیتی ہے، جن کے مقبروں میں جمع دھول خاکِ شفا اور جن کے مزاروں پہ رکھے پھول اور پتھر بصارتوں کے حجاب اور دلوں کے آزار مٹا دیتے ہیں۔

2

راولپنڈی کنارے، ایک شخص خدامست، سجادہ بچھائے، چھوٹے سے بوسیدہ کمرے میں گذشتہ کئی سالوں سے بیٹھا اپنے بیگانے کو گلے لگاتا، ہر آنے والے کو کھانا کھلاتا، ہردم مسکراتا اور اپنی دھن میں مگن ایک ہی گیت گاتا چلا جا رہا ہے کہ

دل کے ٹکڑوں کو بغل بیچ لئے پھرتا ہوں
کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں؟

یہ درویش مقصود احمد صابری ہے۔ اور کسی چارہ گر کو ڈھونڈنے نکلا تو اَن گنت بندگانِ پاکِ طینت کی زندگیوں کے روشن تر حوالے ساتھ ڈھونڈ لایا۔ بزرگانِ دین کی سیرۃ وسوانح جمع کرنے کا شوق دل میں اُٹھا تو اسے عشق کی چنگاری نے آن لیا۔ پھر پاکستان کے شہر اور دیہات، قصبے اور مضافات میں سے کوئی ایسا نہ تھا جہاں کی خاک اس درویش نے نہ چھانی ہو۔ پاکستان اور ملحقہ ممالک کا کوئی سجادہ ایسا نہ ہوگا جس پہ بیٹھنے والے شیخ نے درویش کو اپنے سامنے کھڑا نہ پایا ہو۔ وطن عزیز کی کوئی ایسی درگاہ نہ ہوگی جس کی چوکھٹ پہ درویش نے

محبت وادب کے نذرانے پیش نہ کیے ہوں۔ روحانی دنیا کے بغدادی تاجدارؒ سے لے کر'' پکھیوں والی سرکار'' جیسے حوالوں سے پہچانے جانے والے لاتعداد بے نام شہنشاہانِ بے سریر و بے تاج کے احوال، روحانی تصرفات، نظری کمالات، شرعی پابندیوں، سالکانہ اداؤں اور خارق عادات وکرامات کو قرطاس وقلم کی زینت بنا ڈالا۔ ایک دہائی کے محدود دورانیے میں تیرہ ہزار سے زائد صفحات صوفیۂ کاملین کے خداپرستانہ جذبوں کی نذر کردیئے درویش نے بزرگانِ دین کی پاکیزہ حیات اور مطہر زندگیوں پہ جتنا لکھا اردو لکھائی کی تاریخ میں اس کی مثال ڈھونڈے سے نہ ملے گی۔

﴿3﴾

صاحبزادہ مقصود احمد صابری کو اپنے دل کے ٹکڑوں کے علاج کیلئے کسی چارہ گر کی تلاش ہوئی تو وہ تحصیل وضلع راولپنڈی کے دورافتادہ گاؤں ماڑی بنگیال پہنچے اور بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ سے اکتسابِ فیض کرنے والی عظیم ہستی، پیکرِ صبر و رضا، منبع رشد وہدیٰ حضرت صاحبزادہ حاجی منیر احمد صابری رحمتہ اللہ علیہ کی معہدِ تربیت میں وقت گزارنا شروع کیا۔ عشق کی تپش دوآتشہ ہوئی تو 23 دسمبر 1995ء کو سلسلۂ چشتیہ میں شیخ کے ہاتھ پر بیعتِ توبہ کرلی۔ یہ بیعت درحقیقت منزل تھی اُس راستے کی جس راستے کو آپ کے والد گرامی اور ان کے پیر بھائی قمر المشائخ الحاج حافظ قمر الدین چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے لیئے آپ کے بچپنے میں تلاشا تھا۔

مرشد کے ہاتھ ''بِک'' جانے کے بعد مرشد کی ایک نگاہ نے ہی دل کا قصہ تمام کردیا اور جذب و ذوق اور عرفان و آگہی کے ایسے دروازے کھول دیئے جہاں سے ہمیشہ محبتِ اولیاء کی ہواؤں کا گزر ہوتا رہے گا۔ صاحبزادہ مقصود احمد صابری نے اپنے شیخ سے بے پناہ عقیدت اور محبت وارادت کے بے پایاں جذبے اپنے دل میں سمیٹنا شروع ہی کیے تھے کہ آسمانِ طریقت کا یہ مہرِ تاباں اور گلشنِ تصوف کا گلِ تازہ، طالبانِ راہِ ہدایت تک اپنی مہک اور روشنیوں کے ہمہ دم روشن اور صدا بہار، اَن گنت ہالے چھوڑ کر داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گیا، مرشد سے جدائی نے آپ کو بے قرار و بے تاب کیا تو آپ جلوتوں کی گہما گہمی سے کنارہ کش ہوگئے۔ اور خلوتوں کا نور سمیٹنا شروع کردیا۔ دیپ سے دیپ جلا، پروانے جمع ہوئے اور اصلاحِ نفس، تزکیہ ذات، تشکیلِ کردار اور ہدایتِ طالبانِ طریقت کے فریضہ کی ادائیگی شروع ہوگئی۔ اس منصب کو نبھانے کی باقاعدہ اجازت تو پیر سید دلدار حسین شاہ قادری گیلانی (نارووال) نے آپ کو والد گرامی کی وفات کے فوراً بعد ہی سلسلہ قادریہ کا خرقۂ خلافت عطا کر کے دے دی تھی لیکن جنابِ صابری اپنا حلقہ ارادت وسیع کرنے کیلئے کبھی متحرک دکھائی نہیں دیئے۔ باطنی دنیا کے سفر اور سلوک کی راہوں پہ چلتے ہوئے ہدایت کا علم اپنے اردگرد بیٹھے لوگوں کو تھماتے ہوئے جناب صابری نے حد درجہ احتیاط کو اختیار کیا اور ہمیشہ اپنے مرشد اور اولیائے کاملین سے استمداد کرتے رہے۔ مشکلات سہیں اور تنگیوں کو کشادہ روئی سے برداشت کیا۔ دکھوں اور آلام کو عزیز جان جانا۔ فقر کی آزمائشوں سے خوب پنجہ آزمائی کی۔ والد گرامی کی عنایات بھری روحانی نگاہ بھی

زیست کی الجھنوں اور حیات کی تلخیوں میں ہمیشہ جام وجلا کا کام دیتی رہی۔

راہ ہموار جو ہوتی تو بھٹک جاتے ہم
ہم کو چلنے کے ہنر، ٹھوکریں کھانے سے ملے

﴿4﴾

وہ لمحے اور خطے اپنی قسمت پہ ناز کرتے ہیں جن میں اور جہاں کوئی ایسا انسان جنم لیتا ہے جو کارگاہِ زیست میں لگا تار جدوجہد سے دکھوں کی جھاڑیوں پہ شادمانیوں کے پھول اگا تا ہے۔ اور اشک چھلکاتی آنکھوں میں مسرتوں کی چمک لاتا ہے۔ بزرگانِ دین کی زندگیوں کے نادیدہ گوشے عام انسانوں کے سامنے لاکر صاحبزادہ مقصود احمد صابری نے بلاشبہ سکون وراحت کی ایک بہار قائم کردی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مقلّد اور امام احمد رضا خان فاضل بریلویؒ کے پیروکار، چشتیہ صابریہ سلسلہ کی روایات کے امین اور سروہی راجپوت کا خاندانی پس منظر رکھنے والے صاحبزادہ مقصود احمد صابری 11 اگست 1955ء (۱۱ ذی الحج ۱۳۷۵) کو راولپنڈی شہر کے ایک علاقہ جھنگی محلّہ میں پیدا ہوئے۔ صاحبزادہ جمیل اختر صابری سجادہ نشین دربار عالیہ صابریہ صدیقیہ نے آپ کا قطعہ تاریخ پیدائش یوں رقم کیا ہے

ہجری تیرہ سو پچھتر اور دن تھا سوموار — ایسے میں پیدا ہوئے ایک پسرِ نامدار
اور صدائیں چار سو آئیں مبارکباد کی — حافظ فیض محمد کا گھر ہوگیا پُر بہار
اے جمیل صابری اس عالمِ بے بدل کا — نام مقصود احمد رکھا، مقصود تھا ہر چہار

نامور قلم کاروں نے صاحبزادہ مقصود احمد صابری کی تاریخ پیدائش ہجری وعیسوی کا استخراج یوں کیا ہے۔

''خاکپائے درمخدوم صابر نواز''	______	1955ء	(میاں غلام فرید وارثی لاہور)
''خادمِ فقراء میاں مقصود احمد صابری عفی عنہٗ''	______	1955ء	(صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی)
''صاحب دردِ عشق مقصود احمد صابری''	______	1375ھ	(صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی)
''دلدادۂ چراغ چشت''	______	1955ء	(عبدالقیوم طارق سلطان پوری)
''باحب خوبانِ چشت''	______	1375ھ	(عبدالقیوم طارق سلطان پوری)

صاحبزادہ مقصود احمد صابری کے والد گرامی حضرت مولانا فیض محمد چشتی صابری، صاحب طریقت بزرگ اور اعلیٰ علم وفضل کے حامل عالم

دین تھے۔ جو ضلع سہارنپور یوپی انڈیا سے ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے تھے۔ جناب صاحبزادہ نے تحصیلِ علوم دینیہ کا آغاز اپنے والدِ گرامی کے مدرسہ تجوید القرآن سے کیا۔ اور ساتھ ہی عصری علوم کے حصول کیلئے مقامی سکول میں داخلہ لے لیا۔ جامعہ نعیمیہ غوثیہ گجرات سے درس نظامی کی سند لی۔ جبکہ علامہ مختار احمد نعیمیؒ، شیخ الحدیث علامہ محمد یعقوب ہزارویؒ اور مفتی مختار احمد درانیؒ سے الگ الگ دورہ تفسیر القرآن کیا۔ علاوہ ازیں امام المناطقہ مفتی محمد سلیمان رضوی مدظلہ سے بھی کسبِ فیض کیا۔

5

عِلم جب زور کرتا ہے تو اظہار چاہتا ہے اور سجادہ و منبر علم کے اظہار کا ہمیشہ سے موثر ذریعہ رہے ہیں۔ سجادہ و منبر سے اُٹھنے والی آوازوں نے ہزاروں دلوں کیلئے خداشناسی کے اسباب مہیا کئے، لاکھوں دماغوں کو معرفت کے نور سے جلا بخشی اور کروڑوں پیشانیوں کو سجدہ ریزی کی لذت سے آشنا کیا، انہی آوازوں کو سن کر کانوں کو حق کی پہچان ملی اور آنکھوں کو یادِ محبوب ﷺ میں رونے کا ہنر آیا لیکن اس بات پر مزید تحقیق کی ضرورت نہیں کہ اصل زور لفظوں میں نہیں کردار میں ہوتا ہے۔ وہ الفاظ جن کی صداقت کی گواہی لفظ ادا کرنے والے کا کردار نہ دے اُس پھیری والے کی بولی کی طرح ہیں جو گندہ اور بے کار پھل بیچنے گلیوں میں نکل آتا ہے۔ صاحبزادہ مقصود احمد صابری نے تحصیل علم کے بعد 1979ء میں 24 سال کی عمر میں پہلی مرتبہ منبر رسول ﷺ پہ قدم رکھا۔ دل دھڑکا اور آنکھیں ڈبڈبائیں کہ اس منصب کے تقاضے نبھانے کی اہلیت بھی ہے کہ نہیں؟ مرشد کی نگاہ اور والد کی توجہ نے سہارا دیا۔ اور غوث اعظم روڈ راولپنڈی کی جامع مسجد غوثیہ میں امامت و خطابت کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ پھر راولپنڈی کے مختلف علاقوں ڈھوک حسو، مورگاہ، چٹہ موڑ مری، خیابان سرسید، بنی چوک، کمال آباد، دھمیال کیمپ، میرا کلاں، اور حاجیا گلی ایبٹ آباد میں خطابت کی ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔ 1980 میں آپ رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے 1988ء میں صاحبزادہ مقصود احمد صابری کو اپنی زندگی کی محنت شاقہ اور اپنی حیات کی شب زندہ داریوں کا صلہ ربِ قدوس نے اس طرح سے دیا کہ غوث اعظمؒ روڈ (سابقہ چکری روڈ) پہ آپ کو معیاری درسگاہ کے قیام کیلئے ایک قطعہ اراضی تفویض کر دیا۔ بنیادی تعمیراتی کام دو سال میں مکمل ہوا اور جامعہ اسلامیہ فیض القرآن کے نام سے ایک پروقار درسگاہ قیام پا گئی۔ 11 اپریل 1992ء کو محدث کبیر شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی فیصل آبادیؒ کے ہاتھوں اس درسگاہ کا افتتاح ہوا۔ جامعہ سے منسلک جامع مسجد اکبری صابری میں خطبہ جمعہ اور جامعہ میں درس و تدریس کی مصروفیات آج بھی جناب صابری کے معمولات کا حصہ ہیں۔

6

قربِ الٰہی کی اُمنگ جب انسان کے سینے میں جاگتی ہے تو انسان دیوانہ وار دوڑنے اور بھاگنے لگتا ہے۔ یہ وہ کسک ہے جو کبھی انسانوں

کے وجود میں نمو پاتی، کبھی دل سے اٹھتی، کبھی آنکھوں سے اُمڈتی، کبھی رخساروں سے پھوٹتی اور کبھی دماغوں میں ابلتی ہے۔ اس جوہر کی تلاش، انسان کو قریہ قریہ گھماتی اور جنگل جنگل بساتی ہے۔

اسی لعلِ انمول کی تلاش میں جناب صابری، مزارات پہ حاضری کو اپنا وطیرہ اور اپنا معمول بنائے رکھتے ہیں۔ لیکن مَن میں دبی آگ جب شعلوں کا روپ دھار کر سوچوں کی شکل میں باہر نکلتی ہے تو ایک مقام پر قرار مشکل ہو جاتا ہے۔ صاحبزادہ مقصود احمد صابری پاکستان بھر کے اہل اللہ کے مزارات پہ حاضری کے بعد دسمبر 1975ء میں مسقط کا رخ کرتے ہیں۔ جہاں چھے ماہ کے اپنے قیام میں متعدد انبیائے کرام کی قبور پر حاضری کا شرف حاصل ہوتا ہے ساتھ ہی ساتھ کئی ماہ تک مسلسل، روزانہ حضرت عمران علیہ السلام کے مزار پُر انوار پہ حاضری اور ختم خواجگان پڑھنے کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

دسمبر 1983ء میں آپ نے پڑوسی ملک بھارت کا دورہ کیا اور اپنے خاندان کے افراد سے ملاقاتوں کے علاوہ مظفر نگر، دیوبند، دہلی، مہرولی، میرٹھ اور کلیر شریف کے بزرگوں کے مزارات پر حاضری ہوئی۔

1995ء میں حکومت ایران کی دعوت پہ آیت اللہ خمینی کی برسی میں شرکت کے لئے ایران گئے۔ اپنے وفد کے قائد کی حیثیت سے خمینی کے مزار پر حاضری دی۔ جبکہ دیگر مزارات کے علاوہ مشہد میں حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے مزارِ پُر انوار پر حاضری نصیب ہوئی۔

1997ء میں سرکاری پروٹوکول کے ساتھ شام کا دورہ کیا اور متعدد صحابہ، تابعین اور آئمہ مجتہدین کے مزارات پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔ یہاں پہ آپ کی ملاقاتیں مفتیٔ اعظم شام اور نائب مفتیٔ شام سے رہیں۔

1999ء میں متحدہ عرب امارات کا دورہ کیا اور علماء و مشائخ سے ملاقاتیں ہوئیں۔

1983ء اور پھر چودہ برس کی فرقت کے بعد 1997ء میں ادائیگی عمرہ کے سفر میں جناب صابری اپنی ہچکیوں، آہوں اور آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرنے اُس بارگاہ میں پہنچے، جہاں زمانے کی بادشاہت کی خیرات بٹتی ہے۔ جہاں بےنواؤں کو نوائے اثر ملتی ہے۔ جہاں لاچاروں کو حیات کی نوید عطا ہوتی ہے۔ وہ بارگاہ جہاں من کی سیاہیاں اور دل کی کالکیں نبوت کے نور سے دُھل کر ہدایت کے سرچشموں میں بدل جاتی ہیں۔ جہاں حُسن و جمال کے سارے آئینے اور خوبی و کمال کے تمام پیمانے ٹوٹ جاتے ہیں۔ جہاں احساسات کو جداگانہ آواز اور دھڑکنوں کو نئے نئے انداز ملتے ہیں۔ جہاں سے خدا تک پہنچنے کے ہر رستے کی ابتداء ہوتی ہے اور جہاں پہ عقیدت و محبت کے ہر انداز کی انتہا ہوتی ہے۔ وجود میں مچلتی آرزوؤں اور آنکھوں سے اُمڈتی التجاؤں کی گٹھڑی باندھ کر جناب صابری قدمین شریفین کی جانب ایک کونے میں سمٹے اور انتہائے ادب کے ساتھ گٹھڑی آگے کو بڑھا دی۔ آنسوؤں کا نہ تھمنے والا سلسلہ اور سسکیوں کا نہ رکنے والا مرحلہ جاری تھا۔ اپنی ذات، پیارے وطن اور امتِ رسول ﷺ کیلئے دعائیں، لفظوں کا روپ دھار رہی تھیں۔ جناب صابری نے اپنے کانپتے ہاتھوں، لرزتے ہونٹوں اور ڈوبتے دل کے ساتھ اپنی حیات کا مقدمہ پیش کیا کہ

حضور ﷺ دہر میں آسودگی نہیں ملتی　　　　تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی

اور

ترا وصال جو ملتا تو ہم کہاں ہوتے؟　　　　ہمیں تو تیری کمی نے سنبھال رکھا ہے

﴿7﴾

انسان کے بول اور تحریر دونوں اہم ہوتے ہیں۔ مگر بول کی عمر بہت کم اور تحریر کی عمر بہت طویل ہوتی ہے۔ خوبصورت آواز، زبان پہ دسترس، بولنے کی صلاحیت سب اللہ کی عظیم نعمتیں ہیں لیکن لکھنے کی صلاحیت کا کوئی بدل نہیں۔

صاحبزادہ مقصود احمد صابری کو اللہ تعالیٰ نے تحریر کی قوت میں سے حصہء وافر عطا فرمایا ہے آپ مسلسل مطالعے اور لگا تار لکھنے کے خوگر ہیں۔ تحقیق، جستجو اور علمی مواد کو جمع کرنا آپ کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ محبوبانِ خدا کی زندگیاں آپ کی تحریروں کا محبوب عنوان ہیں یہی وجہ ہے کہ جو کچھ لکھا، کم و بیش اسی عنوان پہ لکھا۔ تحریر میں سلاست اور تحقیق کا رنگ نمایاں ہے اپنی تحریروں میں تصوف کے بعض پیچیدہ مسائل پہ بہت کھل کر بات کی ہے۔ بزرگانِ دین کے احوال کے تناظر میں علم اسماء الرجال پہ دسترس رکھتے ہیں۔ تحریر کا ہر جملہ محبت اور ادب کی شیرینی لئے ہوئے ہے۔ دوسرے سلاسل کا احترام بھی اُسی طرح ہے جس طرح اپنے سلسلے کا، اپنی تحریر میں کسی بزرگ کو توقیر کے مروّجہ پیمانے سے نیچے لانے کی کوتاہی کبھی نہیں کرتے۔ تصانیف کی تعداد بڑھانے کے بجائے کام کے معیار کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

''خواجگانِ چشت'' کے نام سے آپ کی پہلی تصنیف، عمر کے ستائیسویں برس 1982ء میں سامنے آئی اور پھر رقم طرازیوں اور قلم کاریوں کا یہ تسلسل ٹوٹنے نہ پایا۔ تذکرہ اولیائے پوٹھوار، گلدستۂ اولیا، تجلّیات خواجگان چشت، تذکرۃ العارفین، صابری انسائیکلو پیڈیا، مجموعہ کراماتِ اولیاء، ارکانِ طریقت اور تصوف کے مسائل اور عظمتِ رفقائے مصطفیٰ ﷺ آپ کی اہم تصانیف میں شامل ہیں۔ مجموعی طور پر لگ بھگ 25 کتب مکمل ہو کر اب تک اہل ذوق کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہیں۔ جبکہ کئی ایک تکمیل اور طباعت کے مراحل میں ہیں۔ ''انسائیکلو پیڈیا اولیائے اکرام'' یقیناً آپ کی قابل فخر تالیف ہے۔ جو چھے ضخیم جلدوں میں، بارہ سلاسل طریقت کے 1200 سے زائد صوفیۂ کرام کی نفیس زندگیوں، مقدس سیرتوں اور زریں تعلیمات کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ تصنیف اپنے موضوع پر اردو زبان میں سب سے بڑی اور منفرد کتاب حوالہ ہے۔ جس سے محبان طریقت صدیوں تک استفادہ کرتے رہیں گے۔

صاحبزادہ مقصود احمد صابری نے اطلسی کشاکش سے دور ہو کر، ایک ٹوٹے مکان میں رہ کر، تحقیق و تصنیف کی جملہ سہولیات کے بغیر، جماعتوں اور تنظیموں کا سہارا لئے بنا، اور مال و زر کی جھنکار سے مرعوب نہ ہو کر تنِ تنہا وہ کام کر دکھایا جو رُپوں کے ڈھیر، رنگوں اور

پردوں سے لش پش کرتی عمارتیں، تنظیموں کے ہجوم اور خدام کے ٹھٹھ مل کر بھی نہیں کر سکتے۔ بارگاہِ لم یزل کے فضل اور عنایتِ مصطفیٰ ﷺ نے انہیں مخدوموں کی صف میں شامل کر دیا ہے۔ انہوں نے زندگی کی لذتوں، دہن کی حلاوتوں، وقتی کر و فر، ظاہری نمود و نمائش، عارضی جاہ و حشم اور مَن چاہی کے مخملیں بچھونوں کو اپنے مشن اور اپنے کام کی خاطر نظر انداز کیا اور فاقہ مستی کا علم لے کر اپنے مقصد کی تکمیل کرتے ہوئے امر ہو گئے۔

صد شکر کہ افلاس کی یلغار میں دانش
فاقہ کوئی توہینِ ہنر تک نہیں پہنچا

راشد حمید کلیامی
پرنسپل قاسم ہال سکول سسٹم
غازی آباد، کمال آباد روڈ، راولپنڈی کینٹ
20 : 10 : 2010

سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ

نمبر شمار	نام	بمقام	سن ہجری	سن عیسوی	صفحہ نمبر
1	حضرت خواجہ ابوالحسن امیر خسرو چشتی نظامیؒ	بستی نظام الدین، دہلی، انڈیا	۷۲۵ھ	1325ء	50
2	حضرت مولانا فخر الدین زرادی چشتی نظامیؒ	حج سے واپسی پر سمندر میں شہید ہوئے	۷۲۷ھ	1326ء	55
3	حضرت سراج الدین عثمان ناگوری چشتی نظامیؒ	شہر ناگور، لکھنوتی، انڈیا	۷۳۰ھ	1329ء	56
4	حضرت مولانا فخر الدین مروزی چشتی نظامیؒ	چبوترا یاراں درگاہ محبوب الٰہی دہلی انڈیا	۷۳۶ھ	1335ء	57
5	حضرت شیخ قطب الدین منور چشتی نظامیؒ	موضع ہانسی، نزد دہلی، انڈیا	۷۴۰ھ	1339ء	59
6	حضرت شیخ محمود نصیر الدین چراغ دہلویؒ	بستی چراغ دہلی، دہلی انڈیا	۷۵۷ھ	1356ء	62
7	حضرت شیخ صدر الدین احمد چشتی نظامیؒ	دہلی۔ انڈیا	۷۵۹ھ	1357ء	68
8	حضرت خواجہ معین الدین خرد چشتی نظامیؒ	موضع مندو انڈیا	۷۶۱ھ	1359ء	69
9	حضرت شیخ علاء الدین بنگالی چشتی نظامیؒ	موضع پنڈوہ بنگال، بنگلہ دیش	۸۰۰ھ	1397ء	71
10	حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی چشتی نظامی	کچھوچھہ شریف جونپور، انڈیا	۸۰۸ھ	1405ء	73
11	حضرت سید محمد گیسودراز بندہ نواز چشتی نظامیؒ	گلبرگہ، حیدرآباد دکن انڈیا	۸۲۵ھ	1421ء	77
12	حضرت شیخ محمد جعفر مکی سرہندی چشتی نظامیؒ	سرہند شریف انڈیا	۸۴۱ھ	1437ء	80
13	حضرت شاہ اسماعیل بخاری چشتی نظامی	ٹھٹھی سیداں چنیوٹ ضلع جھنگ	۸۵۰ھ	1446ء	82
14	حضرت شاہ نظام الدین چشتی نظامیؒ	اورنگ آباد، دکن حیدرآباد انڈیا	۱۱۴۲ھ	1729ء	84
15	حضرت خواجہ فخر الدین فخر جہاں چشتی نظامیؒ	مہرولی نزد دہلی، انڈیا	۱۱۹۹ھ	1784ء	88
16	حضرت خواجہ نور محمد مہاروی چشتی نظامیؒ	مہار شریف تحصیل چشتیاں ضلع بہاولنگر	۱۲۰۵ھ	1790ء	96
17	حضرت خواجہ حافظ محمد جمال چشتی نظامیؒ	محلہ حافظ جمال دولت گیٹ ملتان شہر	۱۲۲۶ھ	1811ء	102

نمبر	نام	مقام	ہجری	عیسوی	صفحہ
18	حضرت خواجہ قاضی عاقل محمد چشتی نظامی	کوٹ مٹھن شریف ڈیرہ غازیخان	۱۲۲۹ھ	1813ء	109
19	حضرت خواجہ احمد علی چشتی نظامیؒ	کوٹ مٹھن شریف ڈیرہ غازی خان	۱۲۳۰ھ	1814ء	114
20	حضرت خواجہ گل محمد چشتی نظامیؒ	احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور	۱۲۴۳ھ	1827ء	117
21	حضرت خواجہ خدا بخش چشتی نظامیؒ	خیر پور ٹامی والی ضلع بہاولپور	۱۲۵۰ھ	1834ء	120
22	حضرت مولانا محمد علی مکھڈی چشتی نظامیؒ	مکھڈ شریف تحصیل جنڈ ضلع اٹک	۱۲۵۳ھ	1837ء	125
23	حضرت خواجہ حافظ محمد عظمت اللہ چشتی نظامیؒ	تو گیرہ شریف ضلع بہاولنگر	۱۲۵۳ھ	1837ء	128
24	حضرت خواجہ سید نیاز علی شاہ گردیزی چشتی نظامیؒ	موضع ہتراں سیداں، پلندری، آزاد کشمیر	۱۲۵۴ھ	1838ء	134
25	حضرت میاں محمد باران چشتی نظامی	کلاچی شریف، ڈیرہ اسماعیل خان	۱۲۵۴ھ	1838ء	136
26	حضرت خواجہ سلطان محمود چشتی نظامیؒ	تو گیرہ شریف ضلع بہاولنگر	۱۲۶۱ھ	1845ء	138
27	حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی چشتی نظامیؒ	تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان	۱۲۶۷ھ	1850ء	141
28	حضرت خواجہ خدا بخش چشتی نظامیؒ	کوٹ مٹھن شریف ڈیرہ غازی خان	۱۲۶۹ھ	1853ء	151
29	حضرت خواجہ تاج محمود چشتی نظامیؒ	کوٹ مٹھن شریف ڈیرہ غازی خان	۱۲۷۳ھ	1856ء	155
30	حضرت خواجہ فیض بخش چشتی نظامیؒ	لِلّٰہ شریف تحصیل پنڈ دادن خان ضلع جہلم	۱۲۸۲ھ	1865ء	158
31	حضرت خواجہ غلام رسول چشتی نظامیؒ	بستی تو گیرہ شریف تحصیل و ضلع بہاولنگر	۱۲۸۳ھ	1866ء	163
32	حضرت خواجہ غلام فخر الدین چشتی نظامیؒ	کوٹ مٹھن شریف ڈیرہ غازی خان	۱۲۸۸ھ	1871ء	171
33	حضرت سید نوبہار شاہ گیلانی چشتی نظامیؒ	سنجر سیداں، تونسہ شریف ڈیرہ غازیخان	۱۲۸۹ھ	1872ء	176
34	حضرت پیر سید محمد فاضل شاہ نظامیؒ	گڑھی شریف تحصیل ٹیکسلا ضلع راولپنڈی	۱۲۹۲ھ	1875ء	178
35	حضرت خواجہ فضل الدین چشتی نظامیؒ	چاچڑ شریف نصیر آباد، شاہ پور ضلع سرگودھا	۱۲۹۸ھ	1880ء	180
36	حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی چشتی نظامیؒ	سیال شریف ضلع سرگودھا	۱۳۰۰ھ	1882ء	186
37	حضرت مولانا حفیظ ماہی چشتی نظامیؒ	سرکی شریف وادی سون ضلع خوشاب	۱۳۰۵ھ	1888ء	206
38	حضرت خواجہ پیر سیّد رستم علی شاہ چشتی نظامیؒ	سرچھہ شریف ضلع پونچھ آزاد کشمیر	۱۳۰۹ھ	1891ء	210
39	حضرت مولانا خواجہ محمد نور عالم چشتی نظامیؒ	موضع کڑی شریف ضلع جہلم	۱۳۱۱ھ	1893ء	112
40	حضرت سائیں سہیلی سرکار چشتی نظامیؒ	مظفر آباد شہر آزاد کشمیر	۱۳۱۷ھ	1899ء	216
41	حضرت مولانا سعد اللہ خان چشتی نظامیؒ	سموں شریف پنج کٹھ نزد ٹیکسلا ضلع راولپنڈی	۱۳۱۸ھ	1900ء	221
42	حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی چشتی نظامیؒ	تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان	۱۳۱۹ھ	1901ء	223

43	حضرت خواجہ غلام فرید چشتی نظامیؒ	کوٹ مٹھن شریف ڈیرہ غازی خان	۱۳۱۹ھ	1901ء	230
44	حضرت خواجہ حافظ محمد طیب شاہ چشتی نظامی	موضع نواں کوٹ لاہور	۱۳۲۰ھ	1902ء	241
45	حضرت پیر سیّد سید علی گردیزی چشتی نظامیؒ	سوہاوہ شریف ضلع باغ آزاد کشمیر	۱۳۲۱ھ	1903ء	243
46	حضرت مولانا عبدالعزیز بگوی چشتی نظامی	موضع بگہ، نزد بھیرہ شریف ضلع سرگودھا	۱۳۲۴ھ	1906ء	250
47	حضرت مولانا محمد جمال الدین چشتی نظامی	گھوٹہ شریف ملتان	۱۳۲۵ھ	1907ء	254
48	حضرت خواجہ معظم الدین چشتی نظامی	معظم آباد مرولہ شریف ضلع سرگودھا	۱۳۲۵ھ	1907ء	257
49	حضرت قاضی ولی احمد میروی چشتی نظامی	میرا شریف گلی باغ تحصیل و ضلع مانسہرہ، ہزارہ	۱۳۲۵ھ	1907ء	261
50	حضرت مولانا خواجہ محمد امین چشتی نظامیؒ	چکوڑی شریف تحصیل و ضلع گجرات	۱۳۲۵ھ	1907ء	265
51	حضرت پیر سیّد غلام حیدر علی شاہ چشتی نظامیؒ	جلالپور شریف تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم	۱۳۲۶ھ	1908ء	270
52	حضرت مولانا غلام قادر چشتی نظامیؒ	بیگم شاہی مسجد لاہور شہر	۱۳۲۷ھ	1909ء	283
53	حضرت خواجہ مولانا محب النبی چشتی نظامیؒ	چونڈہ ضلع سیالکوٹ	۱۳۲۷ھ	1909ء	286
54	حضرت خواجہ سید غلام رسول شاہ چشتی نظامی	شکریلہ شریف، سرائے عالمگیر ضلع گجرات	۱۳۲۸ھ	1910ء	290
55	حضرت خواجہ محمد بخش نازک کریم چشتی نظامی	کوٹ مٹھن شریف ڈیرہ غازی خان	۱۳۲۹ھ	1911ء	293
56	حضرت خواجہ احمد میروی چشتی نظامی	میرا شریف تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک	۱۳۳۰ھ	1911ء	296
57	حضرت سید محمد فضل شاہ چشتی نظامیؒ	موضع وریامال تحصیل و ضلع چکوال	۱۳۳۱ھ	1913ء	304
58	حضرت سید سکندر شاہ گیلانی چشتی نظامی	پشاور شہر، صوبہ سرحد	۱۳۳۱ھ	1913ء	305
59	حضرت خواجہ نیاز علی شاہ گردیزی چشتی نظامیؒ	سرسیداں شریف، باغ، آزاد کشمیر	۱۳۳۳ھ	1914ء	308
60	سید میاں فتح محمد گیلانی چشتی نظامیؒ	جامع مسجد میاں فتح محمد گیلانی میانوالی	۱۳۳۳ھ	1914ء	312
61	حضرت مولانا خواجہ نصیر الدین چشتی نظامیؒ	چاچڑ شریف نصیر آباد ضلع سرگودھا	۱۳۳۴ھ	1915ء	315
62	حضرت خواجہ ناصر الدین چشتی نظامی	للہ شریف تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم	۱۳۳۴ھ	1915ء	318
63	حضرت خواجہ محمد پیر بخش شاہ کاظمی چشتی نظامیؒ	خواجہ آباد تحصیل و ضلع میانوالی	۱۳۳۴ھ	1915ء	319
64	حضرت خواجہ حافظ سید محمد سدید الدین چشتی نظامیؒ	وڑچھہ شریف، ضلع خوشاب	۱۳۳۴ھ	1916ء	326
65	حضرت پیر سید غلام شاہ چشتی نظامیؒ	موضع نارنگ تحصیل و ضلع چکوال	۱۳۳۵ھ	1916ء	332
66	حضرت خواجہ مولانا محمد اکبر چشتی نظامیؒ	بصیرپور رد۔ پاپلپور روڈ ضلع اوکاڑہ	۱۳۳۵ھ	1916ء	334
67	حضرت سید محمد حیات شاہ ہمدانی چشتی نظامیؒ	موضع علاول ضلع میانوالی	۱۳۳۷ھ	1918ء	337

68	حضرت مولانا امیر اللہ قلندر چشتی نظامیؒ	مانسہرہ شہر علاقہ ہزارہ صوبہ سرحد	۱۳۳۷ھ	1918ء	342
69	حضرت مولانا عبدالباقی چشتی نظامیؒ	موضع کرسال تحصیل و ضلع چکوال	۱۳۳۷ھ	1918ء	345
70	خواجہ جان محمد چشتی نظامیؒ	چک انتالی حویلی لکھا ضلع اوکاڑہ	۱۳۳۸ھ	1919ء	347
71	حضرت خواجہ غلام محی الدین چشتی نظامیؒ	مکھڈ شریف تحصیل جنڈ ضلع اٹک	۱۳۳۸ھ	1919ء	349
72	حضرت خواجہ مولانا جان محمد کریمی چشتی نظامیؒ	دوانتالی شریف تحصیل و ضلع پاکپتن شریف	۱۳۳۸ھ	1920ء	351
73	حضرت قاضی نور عالم چشتی نظامیؒ	مانسہرہ شہر علاقہ ہزارہ صوبہ سرحد	۱۳۳۹ھ	1920ء	353
74	حضرت خواجہ سیّد غلام علی شاہ ہمدانی نظامیؒ	میرا خورد، غوث اعظم روڈ سابقہ چکری روڈ، راولپنڈی	۱۳۴۱ھ	1922ء	357
75	حضرت خواجہ سید ضامن شاہ چشتی نظامیؒ	بیڈرہ شریف تحصیل و ضلع مانسہرہ علاقہ ہزارہ	۱۳۴۳ھ	1924ء	361
76	حضرت خواجہ سید غلام فرید شاہ چشتی نظامیؒ	خواجہ آباد شریف تحصیل میانوالی	۱۳۴۳ھ	1924ء	365
77	حضرت خواجہ پیر محمد امیر شاہ چشتی نظامیؒ	بھیرہ شریف ضلع سرگودھا	۱۳۴۶ھ	1927ء	368
78	حضرت خواجہ ضیاء الدین چشتی نظامیؒ	سیال شریف ضلع سرگودھا	۱۳۴۸ھ	1929ء	372
79	حضرت علامہ احمد خان چشتی نظامیؒ	میرا شریف تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک	۱۳۵۰ھ	1931ء	378
80	حضرت خواجہ فضل حسین چشتی نظامیؒ	للہ شریف تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم	۱۳۵۰ھ	1931ء	381
81	حضرت سائیں محمد عظیم چشتی نظامیؒ	نڑاں شریف نزد چنال بنگ مظفرآباد	۱۳۵۰ھ	1931ء	382
82	حضرت خواجہ قاضی احمد دین چشتی نظامیؒ	پڑی شریف، چک بیلی روڈ، راولپنڈی	۱۳۵۱ھ	1932ء	383
83	حضرت خواجہ ہوت محمد چشتی نظامیؒ	کوٹ مٹھن شریف ڈیرہ غازی خان	۱۳۵۲ھ	1933ء	388
84	حضرت خواجہ فیض احمد چشتی نظامی	کوٹ مٹھن شریف ڈیرہ غازی خان	۱۳۵۴ھ	1935ء	392
85	حضرت صوفی احمد یار چشتی نظامیؒ	قصبہ چاندنہ کچھی تحصیل و ضلع جھنگ	۱۳۵۶ھ	1937ء	395
86	حضرت پیر سید مہر علی شاہ چشتی نظامیؒ	گولڑہ شریف ضلع اسلام آباد	۱۳۵۶ھ	1937ء	397
87	حضرت خواجہ امیر احمد چشتی نظامیؒ	بسال شریف تحصیل جنڈ ضلع اٹک	۱۳۵۷ھ	1938ء	409
88	حضرت مولانا عبدالعزیز قلندر چشتی نظامی	چاچڑ شریف نصیرآباد ضلع سرگودھا	۱۳۵۷ھ	1938ء	411
89	حضرت خواجہ سید احمد شاہ چشتی نظامیؒ	فتح جنگ شہر ضلع اٹک	۱۳۵۷ھ	1938ء	415
90	حضرت خواجہ عبدالحکیم نوری چشتی نظامیؒ	منڈی صادق گنج، مچن آباد ضلع بہاولنگر	۱۳۶۲ھ	1943ء	419
91	حضرت مولانا خواجہ فیض شاہ جمالی نظامی	سندیلہ شریف ڈیرہ غازی خان	۱۳۶۴ھ	1944ء	413
92	حضرت حمید الدین صدیقی چشتی نظامی	کوٹ نجیب اللہ تحصیل و ضلع ہری پور ہزارہ	۱۳۶۶ھ	1946ء	433

118	الحاج حافظ سید یوسف علی عزیز چشتی نظامی	ریڑھی قبرستان متصل لانڈھی، کراچی	۱۳۹۵ھ	1975ء	581
119	حضرت مولانا غلام جہانیاں چشتی نظامی	ڈیرہ غازی خان	۱۳۹۷ھ	1976ء	584
120	حضرت خواجہ عبدالشکور ملنگ بابا چشتی نظامیؒ	قلعہ بالا حصار چمکنی پشاور شہر	۱۳۹۷ھ	1976ء	586
121	حضرت سائیں محمد یوسف باجی چشتی نظامی	دھار شریف کھرل عباسیاں، باغ آزاد کشمیر	۱۳۹۸ھ	1977ء	589
122	حضرت خواجہ غلام زین الدین چشتی نظامیؒ	ترگ شریف ضلع میانوالی	۱۳۹۸ھ	1977ء	591
123	حضرت خواجہ غلام نازک کریم چشتی نظامیؒ	گڑھی اختیار خان، تحصیل خانپور ضلع رحیم یار خان	۱۴۰۱ھ	1980ء	595
124	حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی چشتی نظامیؒ	سیال شریف ضلع سرگودھا	۱۴۰۲ھ	1981ء	598
125	حضرت سائیں علی بہادر چشتی نظامیؒ	دھیر کوٹ، ضلع باغ آزاد کشمیر	۱۴۰۳ھ	1982ء	607
126	حضرت سید نظیر حسین شاہ گردیزی چشتی نظامی	سوہادہ شریف ضلع باغ آزاد کشمیر	۱۴۰۳ھ	1982ء	613
127	حضرت خواجہ احمد شاہ چشتی نظامی	میرا خورد، غوث اعظم روڈ سابقہ چکری روڈ، راولپنڈی	۱۴۰۳ھ	1982ء	617
128	حضرت پیر سید حافظ حسن علی گیلانی چشتی نظامیؒ	گیلانی منزل لیہ، چوک اعظم روڈ لیہ	۱۴۰۳ھ	1983	621
129	حضرت علامہ غلام فخر الدین چشتی نظامیؒ	محلہ گانگوی میانوالی	۱۴۰۴ھ	1983ء	624
130	حضرت خواجہ دین محمد ملنگی بابا چشتی نظامی	محلہ علی پورہ ایچ بلاک اوکاڑہ	۱۴۰۵ھ	1984ء	628
131	حضرت مولانا غلام جیلانی چشتی نظامیؒ	جامعہ اکبریہ بلوخیل روڈ میانوالی	۱۴۰۵ھ	1984ء	632
132	حضرت علامہ مفتی محمد مختار احمد چشتی نظامیؒ	پاکستان چوک، گجرات شہر	۱۴۱۱ھ	1990ء	634
133	حضرت خواجہ نور جہانیاں چشتی نظامی	مہار شریف تحصیل چشتیاں ضلع بہاولنگر	۱۴۱۲ھ	1991ء	642
134	حضرت خواجہ قاضی غلام فرید چشتی نظامیؒ	بھال، چک بیلی روڈ تحصیل و ضلع راولپنڈی	۱۴۱۲ھ	1991ء	644
135	حضرت خواجہ عبدالکریم چشتی نظامیؒ	کوٹ مٹھن شریف ڈیرہ غازی خان	۱۴۱۳ھ	1992ء	654
136	حضرت پیر سید برکات احمد شاہ چشتی نظامیؒ	جلالپور شریف تحصیل پنڈ دادن خان ضلع جہلم	۱۴۱۴ھ	1993ء	658
137	حضرت سید غلام معین الدین گیلانی چشتی نظامیؒ	دربار عالیہ گولڑہ شریف ضلع اسلام آباد	۱۴۱۸ھ	1997ء	660
138	حضرت پیر محمد کرم شاہ چشتی نظامیؒ	بھیرہ شریف، ضلع سرگودھا	۱۴۱۹ھ	1998ء	662
139	حضرت سیّد جمال الدین شاہ چشتی نظامیؒ	خواجہ آباد شریف ضلع میانوالی	۱۴۲۰ھ	1999ء	692
140	حضرت حکیم محمد موسیٰ چشتی نظامیؒ	دربار میاں میر مغل پورہ لاہور	۱۴۲۰ھ	1999ء	696
141	حضرت مولانا سید غلام محی الدین شاہ چشتی نظامیؒ	سلطان پور شریف نزد حسن ابدال ضلع اٹک	۱۴۲۱ھ	1999ء	715
142	حضرت مولانا سید عبدالرحمٰن شاہ چشتی نظامیؒ	سلطان پور شریف نزد حسن ابدال ضلع اٹک	۱۴۲۱ھ	1999ء	722

مقدمتہ الکتاب از مؤلف

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الْمُتَوَحِّدُ بِجَلَالِ ذَاتِهٖ وَ كَمَالِ صِفَاتِهٖ الْمُتَقَدِّسُ فِيْ نُعُوْتِ الْجَبَرُوْتِ عَنْ شَوَائِبِ النَّقْصِ وَ سَمَاتِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سيد الموحدين محمد ن المؤيّد بساطع حججه و واضع بيّناته وعلى اٰله واصحابه الذين هادو اعلى طريق الحق و حماته.

وبعد يقول العبد الفقير الى مولاه الغنى مقصود احمد الصابرى شرفا الحنفى مشربًا جشتى الصابرى الْحَنْفِى عفى عنه انه التمس منى بعض الاخلاء والصدقاء و امرنى خصوصاً شيخ الطريقة و رئيس الاتقياء و شبيه اهل السلوك السيد محمد شبير على شاه الجيلانى النقشبندى مجددى ثم جوراهى من منطقعه اتك (عاملنا اللّٰه واياهم بلطفه الخفيى) ان االّف كتابا فى تاريخ الاولياء الصالحين انسائيكلو بيديا اولياء كرام المعروف بُستان اولياء الذين قاموا بنصرة الدين يقرب من سلك فى هذا الطريق ليعلم كيف تعاشوا اولياء اللّٰه فى هذهٖ الطريق واجبّة طالب للثواب فحاولت ايضًا ان االفه تاليفا اننى بايعت فى سلسلة الجشتية الصابرية على يد الشيخ الحاج منير احمد الجشتى الصابرى الراوبندى سمّيته الانسائيكلو بيديا فى الاولیائے کرام المعروف بستان اولياء واللّٰه اسال ان ينفع به عباده و يديم به الافاده۔ امابعد فاعوذ باللّٰه من الشطين الرجيم ○ بسم الله الرحمن الرحيم ○ ان رحمت للّٰه قريبٌ من المحسنين ○ صدق الله العظيم و صدق رسوله لنبى الكريم ○

انبیا اللہ کے ان خاص بندوں کو کہا جاتا ہے جو خالق کی جانب سے خلق کے پاس ہدایت لے کر آتے ہیں، اور حصول کمال کے وہ راستے بتلاتے ہیں جو اُس زمانہ کے لوگوں کے مناسب حال ہوں، یہاں سمجھنے کے لئے ایک ضروری بات یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام دو اقسام پر منقسم ہیں، اول وہ جو نئی شریعت لے کر آئے، دوم وہ جو شریعت لے کر نہیں آئے بلکہ کسی اولوالعزم پیغمبر کی لائی ہوئی شریعت کی مطابقت میں لوگوں کو ہدایت فرماتے ہیں، جو نبی صاحب شریعت جدیدہ ہوتے ہیں اور اپنی لائی ہوئی شریعت کی تبلیغ دنیا میں فرماتے ہیں وہ رسول کے لقب سے ملقب ہوتے ہیں۔

دنیا میں جتنے بھی لوگ آئے ان پر انبیاء علیہم السلام کو خدا نے فضیلت عطا فرمائی اور انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں سب سے زیادہ فضیلت اولوالعزم رسولوں کو حاصل ہے، اور اللہ کے اولوالعزم رسولوں میں سب سے زیادہ افضلیت سرکارِ ابد قرار نبی مختار حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے۔

آپ خاتم النبیین ہیں، خاتم الرسل ہیں، کافۃ اللناس ہیں، رحمۃ اللعالمین ہیں، آپ کی شریعت جملہ ادیانِ سابقہ کی ناسخ ہے اور قیامت تک آپ ہی کی شریعت برقرار رہے گی، دنیا میں جس قدر تمدنی، ومعاشرتی، سیاسی، پیچیدگیاں قیامت تک پیدا ہوں گی، جس قدر حجاباتِ ظلمت وغفلت خالق ومخلوق کے درمیان حائل ہوں گے ان سب کے دفیعہ کے لئے شریعت محمدیہ ہی کافی ثابت ہوگی۔

جب رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جملہ مخلوق میں برگزیدہ ٹھہرے تو کمال انسانی کا انحصار بھی آپ ہی کے اتباع پر رہے گا، یا ان مقدس ہستیوں کے اتباع پر جنہوں نے آپ کی پیروی میں پوری صداقت واستقلال اور ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا، مثلاً خلفائے راشدین وآئمہ اطہار ومعصومین، وصحابہ کرام اولیائے متقدمین ومتاخرین کی جماعتیں اس میں شامل ہیں۔

اس اتباع کی بھی دو قسمیں ہیں، اول ظاہری، دوم باطنی، ظاہری اتباع مرتبہ نبوت سے متعلق ہے، اور متابعت باطنی مرتبہ ولایت سے مشتق ہے، نبوت سے اُن احکامِ شریعت کی جانب اشارہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم قدس سے بواسطہ جبرائیل علیہ السلام حاصل فرما کر خلق کو پہنچاتے ہیں، اور ولایت وہ فیضانِ اسرار توحید ومعرفت ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام **لِیْ مَعَ اللّٰہِ** میں جبریل علیہ السلام کے واسطے کے بغیر براہ راست حق تعالیٰ سبحانہ سے اخذ فرماتے ہیں، اسی وجہ سے بعض عارفین فرماتے ہیں کہ" ولایت نبوت سے افضل ہے"۔

یہاں بھی ایک اہم بات سمجھنے کی ہے کہ عارفین کے قول کا اشارہ اسی امر کی جانب ہے، کہ ہر نبی ولی اللہ ہوتا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر ولی نبی ہو، وہ ولی جو نبی نہیں ہوتا وہ انوار ولایت کا استفادہ کمالات نبوت سے کرتا ہے، جبکہ ہر نبی نور نبوت اور کمالات نبوت کو اپنی ہی ولایت کے آفتاب سے اخذ کرتا ہے، اس میں وہ کسی غیر کا محتاج اور تابع نہیں ہوتا۔

چونکہ نبی مثل آفتاب کے ہے جو خود بھی روشن ہے اور دوسروں کو بھی روشنی بخشتا ہے، جبکہ ولی مثل ماہتاب کے ہے جو آفتاب نبوت سے نور ولایت کو اخذ کرتا ہے اور متابعت آفتاب اس پر اس وقت تک لازم رہتی ہے کہ جب تک اس کی ولایت کمال کو نہیں پہنچ جاتی۔

نبوت ظاہر نہیں ہوتی، قوتِ نبوت حسب قوتِ ولایت ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام جب جنت میں تھے ولی تھے، جب دنیا میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت عطا فرمائی، کیونکہ نبوت تشریع وتکلیف کا نام ہے، اور دنیا تکلیف کا گھر ہے، برخلاف جنت کے، کہ وہ کرامت ومشاہدہ کی جگہ ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیضان حاصل کرنے والی دو جماعتیں ہیں، اوّل جماعت کثیر جو متابعت ظاہری سے مستفیض ہوتی رہی، دوم جماعت قلیل، جسے قرآن نے **یَھْدِ اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ** کے اعزاز سے نوازا اور وہ اسرار ولایت تک رسوخ پاتی ہے، اول الذکر کو ارباب ظاہر اور موخر الذکر کو ارباب باطن کہتے ہیں، نبوت کا تعلق ظاہر سے ہے، اور ولایت کا تعلق باطن سے

ہے، اور یہ بھی یاد ہے کہ نبوت کا باطن ولایت ہے، ظاہر کو باطن سے مدد ملتی ہے اور باطن ہی سے ظاہر کی پرورش ہوتی ہے، اور باطن ہی کی جانب سے ظاہر کو فیضان پہنچایا جاتا ہے۔

آقا علیہ السلام کو قرآن نے اسی واسطے سِرَاجاً مُّنِیْرًا (چمکتا ہوا سورج) کا اعزاز بخشا کہ میرا محبوب مثل آفتاب کے ہے، مثل چراغ کے ہے۔ خود بھی روشن ہے اور جو اس کے ساتھ لگ جائے وہ بھی روشن اور منور ہو جائے گا، یہ بات بھی اہل علم وفضل بخوبی جانتے ہیں کہ سرکار علیہ السلام امام الانبیاء ہیں، خاتم الانبیاء ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا، خداوند کریم نے نبوت کے خاتمے کے بعد نبوت کے مشن کی تکمیل کے لئے سلسلہ ولایت جو مخفی چلا آرہا تھا ظاہر فرمایا تو امام الانبیاء نے حضرت مولائے کائنات شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو امام الاولیاء کا اعزاز بخشا اور سلسلہ ولایت میں اپنا جانشین و متبع حضرت مولائے کائنات علی ابنِ ابی الطالب کرم اللہ وجہہٗ کو مقرر فرمایا، اس طرح قرآن مقدس کے اس فرمان اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (ہم نے زمین میں نائب مقرر کیا) کی تکمیل نبوت سے ولایت میں ہوئی،

قدوۃ الابرار حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ رسالہ اشتغال میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت رسالت پناہ کو حکم ملا تھا کہ اسرار مرتبہ ولایت و توحید جو مقام لِیْ مَعَ اللّٰہِ میں آپ کو براہ راست حق تعالیٰ سبحانہ سے ملے ہیں، بلا طلب کسی کو نہ بتائے جائیں، اور مرتبہ نبوت کے جو اسرار و احکام جو بواسطہ جبریل علیہ السلام ملے ہیں وہ ہر خاص و عام تک پہنچائے جائیں خواہ کوئی طلب کرے یا نہ کرے۔

ایک دن امام الانبیاء سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغموم بیٹھے تھے کہ ہر شخص ہم سے احکام شریعت دریافت کرتا ہے، مگر اسرارِ باطن کا طلب گار کوئی بھی نہیں ہے، شاید یہ اسرار میں اپنے ساتھ ہی لے جاؤں گا، اتفاقاً یہ حکم اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ شَیْئًا یُسَبِّبُ اَسْبَابَہٗ (جب اللہ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے اسباب پیدا فرماتا ہے) اسی وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دل میں خیال آیا کہ فرمانِ الٰہی کے مطابق میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احکام شریعت تو حاصل کر لئے مگر اسرارِ باطن سے آگاہی حاصل نہیں کی، پھر کیوں کر ان کی متابعت کر سکوں گا۔

چنانچہ بہ کمال صدق و اخلاص اسی وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اسرارِ باطن سے آگاہ فرمائیں جو آپ کو مقام لِیْ مَعَ اللّٰہِ میں عطا ہوئے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زبان سے یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے، اور فرمایا کہ مجھے حق تعالیٰ کی طرف سے یہی حکم ملا تھا کہ بشرطِ صدقِ طلب یہ راز کسی کو نہ بتائے جائیں، الحمد للہ کہ حق تعالیٰ نے تجھے اس بات کی ہدایت فرمائی ہے۔

اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی، ولایت میں کہ جس کا مطلب مشاہدہ حق ہے، تم میری مانند ہو، اور یہی راز حضرت علی سے بعد کے مشائخ کو حاصل ہوئے، اور یہ سلسلہ آج بھی سینہ بسینہ جاری و ساری ہے، اور اہل علم و عرفان کے نزدیک **العلماء ورثة الانبیاء** (علماء انبیاؑ کے وارث ہیں) کا یہی مطلب ہے۔

حضرت خواجہ بندہ نواز سیّد محمد گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ اپنے ملفوظات میں اور شیخ محمد اکرم قدوسی اقتباس الانوار میں، حضرت شیخ

عبدالرحمٰن چشتی مرآۃ الاسرار میں میر سید محمد کرمانی سیر الاولیا میں فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت کی دو قسمیں ہیں ،اول خلافت کبریٰ دوم خلافت صغریٰ، خلافت کبریٰ باطنی خلافت ہے، جبکہ خلافت صغریٰ، ظاہری خلافت ہے، اور اس بات پر تمام امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خلافت کبریٰ حاصل تھی،

حضرت میر سیّد کرمانی اپنی کتاب سیر الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ اوصاف جود و سخا فقر و غنا میں حضرت علی تمام صحابہ میں ممتاز تھے، اور اپنی قوت وشوکت و جمال کی بنا پر رب العزت کی بارگاہ سے اسد اللہ الغالب کا خطاب حاصل کیا۔

اور خلعت خرقہ فقر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج کو عطا ہوا تھا اس سے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مشرف ہوئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے بعد یہ خرقہ خلافت چار شخصیات کو عطا فرمایا جو چار پیر کے نام سے مشہور ہوئے، ان میں اول حضرت امام حسن، دوم حضرت امام حسین، سوم حضرت خواجہ کمیل بن زیاد چہارم حضرت خواجہ حسن بصری رضوان اللہ علیہم اجمعین، سلسلہ طریقت میں چار پیر کی اصطلاح ان چار حضرات سے جاری ہوئی، اور انہی چار سے مختلف سلاسل جن کی تعداد چودہ ہے جاری ہوئے۔ اب ان سلاسل کی تفصیل بھی کافی وسیع و عریض ہے مگر اختصار سے کام لیتے ہوئے پہلے چودہ پھر بعد کے بارہ سلاسل طریقت کا اجمالی تعارف پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا، تاکہ ہر خاص و عام پر یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ کوئی اختلافی گروہ نہیں ہیں بلکہ ان کا مرکز ومنبع اور مقصد و منشاء ایک ہی ہے، مگر یہ اپنے اپنے زمانے میں مختلف ناموں سے جانے پہچانے گئے اور انہی ناموں سے تا قیامت معروف رہیں گے۔

ان سلاسل کے بھی دو ادوار ہیں، پہلے دور میں جو چودہ سلاسل ہوئے ان کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے جو حضور غوث الاعظم سرکار رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ سے قبل کے ہیں، بعد کے بارہ سلاسل کا مختصراً اور ان سے جاری ہونے والے ۱۲ سلاسل کا کچھ تفصیلی تذکرہ ہوگا جو حضور غوث الاعظم سرکار رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ سے تا قیامت جاری رہیں گے۔

قرون اولیٰ کے چودہ سلاسل ☆: ان سلاسل میں پہلا سلسلہ زیدیہ ہے جو حضرت خواجہ عبدالواحد زید سے منسوب ہے، حضرت خواجہ عبدالواحد زید حضرت خواجہ حسن بصری کے اور وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مرید و خلیفہ تھے، حضرت خواجہ عبدالواحد زید کے دو خلیفہ ہوئے اول حضرت فضیل ابن عیاض اور دوسرے حضرت ابو یعقوب السوسی علیہم الرحمتہ والرضوان والغفر ان جن سے سلسلہ زیدیہ جاری ہوا۔

نمبر۲ ☆: دوسرا سلسلہ عیاضیاں ہے جو حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض سے منسوب ہے، حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض مرید و خلیفہ تھے حضرت عبدالواحد زید کے وہ حضرت امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے وہ مولا علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مرید و خلیفہ تھے۔

حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض نے حضرت خواجہ ابراھیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ کو اپنا خرقہ خلافت عطا فرمایا جن سے سلسلہ عیاضیاں جاری ہوا۔

نمبر۳ ☆: تیسرا سلسلہ ادھمی جو حضرت ابراھیم بن ادھم سے منسوب ہے، حضرت ابراھیم بن ادھم مرید و خلیفہ تھے حضرت

خواجہ فضیل ابن عیاض کے وہ مرید وخلیفہ تھے خواجہ عبدالواحد زید کے وہ مرید وخلیفہ تھے حضرت خواجہ حسن بصری کے وہ مرید وخلیفہ تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے۔

حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم کو خواجہ فضیل بن عیاض کے علاوہ حضرت خضر علیہم السلام اور حضرت امام باقر علیہم السلام سے بھی خرقہ خلافت حاصل تھا۔

یہ سلسلہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے واسطہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتا ہے، اور خواجہ فضیل ابن عیاض کے واسطے سے حضرت خواجہ حسن بصری سے ہوتا ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے۔

نمبر۴ ☆ : چوتھا سلسلہ ہبیریہ ہے جو حضرت خواجہ ابو ہبیرہ امین الدین بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے منسوب ہے۔ حضرت خواجہ امین الدین ابو ہبیرہ البصری مرید وخلیفہ ہیں۔ حضرت خواجہ شاہ حذیفہ مرعشی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں۔ حضرت خواجہ ابراہیم ادھم کے وہ مرید وخلیفہ خواجہ فضیل ابن عیاض کے وہ مرید وخلیفہ خواجہ عبدالواحد بن زید کے وہ مرید وخلیفہ حضرت خواجہ حسن بصری کے وہ مرید خلیفہ امام الاولیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم وعلیہم الرحمۃ والرضوان والغفر ان کے۔

ان کے مرید وخلیفہ حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری رحمۃ اللہ علیہ ہوئے جن سے ہبیریہ سلسلہ جاری ہوا۔

نمبر۵ ☆ : پانچواں سلسلہ چشتیہ جو حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری سے جا کر ملتا ہے، حضرت خواجہ علو ممشاد دینوری خواجہ ابو ہبیرہ امین الدین البصری کے مرید وخلیفہ تھے وہ مرید وخلیفہ تھے حضرت حذیفہ مرعشی کے وہ مرید وخلیفہ تھے حضرت خواجہ ابراہیم ادھم کے۔

حضرت ابراہیم ادھم کو جو نعمت باطنی اپنے مرشد خواجہ فضیل ابن عیاض علیہم الرحمۃ اور حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت امام محمد باقر علیہ الرحمۃ سے عطا ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنی آخری عمر میں خواجہ حذیفہ مرعشی کو انہوں نے خواجہ امین الدین ہبیرہ بصری کو انہوں نے آپ کو عطا فرمادی تھی۔

آپ نے وہ امانت اپنے مرید وخلیفہ حضرت شیخ ابو اسحاق شامی کو عطا فرمائی، جن سے سلسلہ چشتیہ جاری ہوا، سلسلہ عالیہ چشتیہ کی تفصیل۔ سلسلہ چشتیہ کے باب میں ہے مطالعہ کے لئے دیکھئے تعارف سلسلہ چشتیہ کا باب۔

نمبر۶ ☆ : چھٹا سلسلہ عجمی کا ہے جو حضرت خواجہ حبیب عجمی سے جا کر ملتا ہے، حضرت خواجہ حبیب عجمی مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ حسن بصری کے وہ مرید وخلیفہ حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے۔

عجمی سلسلہ کے لوگ اکثر پہاڑوں میں رہتے بدن پر کپڑا بھی اس قدر پہنتے تھے کہ جسم ڈھکا رہے، اکثر روزے سے ہوتے، سات دن کے بعد ایک یا تین کھجوروں سے روزہ افطار کرتے تھے، جنگل میں رہنے کی وجہ سے جنگلی جانور اور پرندے ان لوگوں سے الفت کرتے تھے۔

نمبر۷ ☆ : ساتواں سلسلہ طیفوری ہے، جو حضرت سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے منسوب ہے، حضرت بایزید بسطامی نے ایک سو سولہ 116 بزرگوں سے فیض پایا، حضرت امام جعفر علیہ اسلام سے باطنی استفادہ بھی حاصل تھا، جبکہ ظاہری خرقہ خلافت اور بیعت کا شرف حضرت خواجہ حبیب عجمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھا۔

آپ سے حضرت شاہ بدیع الدین قطب مدار، حضرت شیخ مسعود، شیخ محمود، شیخ ابراھیم اور شیخ احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے خرقہ خلافت حاصل کیا جن سے سلسلہ طیفوریہ جاری ہوا۔

نمبر ۸ ☆: آٹھواں سلسلہ کرخی ہے جو حضرت خواجہ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہے۔ حضرت خواجہ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام کے غلام اور انہی کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، انہی سے بیعت اختیار کی اور انہی سے خرقہ خلافت حاصل کر کے سرفراز و ممتاز ہوئے۔

حضرت معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مرید خاص حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا انہی سے سلسلہ عالیہ کرخی جاری ہوا۔ جو حضرت معروف کرخی سے ہوتا ہوا حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام اور ان کے ذریعے سے ہوتا ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے۔

نمبر ۹ ☆: نانواں سلسلہ سقطی ہے جو حضرت خواجہ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہے، حضرت سری سقطی خواجہ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید و خلیفہ تھے، اور وہ مرید و خلیفہ تھے حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام کے، حضرت خواجہ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید و خلیفہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، جن سے سلسلہ سقطی جاری ہوا۔

نمبر ۱۰ ☆: دسواں سلسلہ جنیدیہ ہے، جو حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے منسوب ہے، حضرت جنید بغدادی مرید و خلیفہ حضرت سری سقطی کے وہ مرید و خلیفہ حضرت، حضرت معروف کرخی کے وہ مرید و خلیفہ حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام کے پھر ان سے ہوتا ہوا یہ سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی کے مرید و خلیفہ حضرت خواجہ رویم ان کے مرید و خلیفہ حضرت خواجہ عبداللہ خفیف ان کے مرید و خلیفہ حضرت خواجہ ابو اسحاق گازرونی علیہم الرحمۃ والرضوان والغفران ہوئے جن سے سلسلہ جنیدیہ مشہور ہوا۔

نمبر ۱۱ ☆: گیارھواں سلسلہ گازرونی ہے، جو حضرت خواجہ ابو اسحاق گازرونی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے، حضرت خواجہ اسحاق گازرونی مرید و خلیفہ ہیں حضرت خواجہ عبداللہ خفیف کے وہ مرید و خلیفہ حضرت خواجہ رویم کے وہ مرید و خلیفہ حضرت جنید بغدادی کے وہ مرید و خلیفہ خواجہ سری سقطی کے وہ مرید و خلیفہ خواجہ معروف کرخی کے وہ مرید و خلیفہ حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام وعلیہم الرحمۃ و الغفران کے تھے۔

حضرت ابو اسحاق گازرونی رحمۃ اللہ علیہ جب مرشد کامل خواجہ عبداللہ خفیف علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تو انہوں نے فرمایا اے اسحاق میں نے تجھے دنیا بھی دی اور دین بھی عطا کیا، تو علم اور طبل اور جھنڈا جو علم کا نشان ہے اور طلیل یعنی نقارہ جو نشان شاہی ہے۔ دونوں کو بلند کر۔

اس سلسلہ کے مریدوں سے سلسلہ گازرونی جاری ہوا۔

نمبر ۱۲ ☆: بارھواں سلسلہ طوسی ہے جو حضرت شیخ علاؤالدین طوسی کے نام سے منسوب ہے حضرت شیخ علاؤالدین طوسی اور شیخ

نجم الدین کبریٰ دونوں کے درمیان اخوت و یگانت تھی، حضرت خواجہ علاؤالدین طوسی مرید وخلیفہ تھے، حضرت شیخ وجہ الدین ابوحفص کے اور وہ چار واسطوں سے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ تھے۔

نمبر ۱۳☆ : تیرھواں سلسلہ سہروردی ہے جو حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے جا کر ملتا ہے، حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی مرید وخلیفہ تھے حضرت شیخ وجہ الدین ابوحفص کے وہ چار واسطوں سے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی علیہم الرحمۃ والرضوان والغفر ان کے مرید وخلیفہ تھے۔

حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ احمد العرلا سے بھی خلافت حاصل تھی۔

حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ حضرت شیخ شہاب الدین سہرورد رحمۃ اللہ علیہ جن کے دم قدم سے سلسلہ سہروردیہ نے عروج پایا۔

نمبر ۱۴☆ : چودھواں سلسلہ فردوسی ہے، جو حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے منسوب ہے، حضرت نجم الدین کبریٰ اکابر فردوس سے تھے اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ تھے حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کا سلسلہ بیعت سات واسطوں سے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے جا کر ملتا ہے، اور سلسلہ عالیہ فردوسیہ، سہروردیہ، طوسیہ، اور گازرونیہ، یہ چاروں سلاسل حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے ہوتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتے ہیں۔

یہ چاروں سلاسل حضرت جنید بغدادی کے ذریعے حضرت سری سقطی سلسلہ سے اور ان کے ذریعے حضرت معروف کرخی کے سلسلہ سے پیوست ہوتے ہیں، اور یہ سات سلسلے حضرت امام باقر علیہ السلام سے ہوتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتے ہیں۔

حضرت شیخ محمد بن مانکیل سے انہیں حضرت محمد بن داؤد سے انہیں ابوالعباس بن ادریس سے انہیں حضرت ابوالقاسم بن رمغان سے انہیں حضرت یعقوب السوسی سے انہیں حضرت ابوعبداللہ عثمان المکی سے انہیں ابو یعقوب نہر جوری سے انہیں حضرت یعقوب انہیں حضرت کمیل بن زیاد علیہم الرحمۃ سے خرقہ خلافت حاصل تھا جو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے محرم راز اور خلیفہ تھے۔

قارئین کرام! یہاں تک چار پیر اور چودہ سلاسل کا ذکر ختم ہوا، دوسرے چالیس فروعی سلاسل ان چودہ سلسلوں سے جاری ہوئے، ان تمام کا ذکر بطوالت خاطر ترک کر کے ان میں سے صرف بارہ سلاسل طریقت کا ذکر کیا جائے گا، جو مروّجہ اور سب سے زیادہ مشہور ہیں۔

الغرض یہ چالیس سلاسل ان چودہ سے اور یہ چودہ چار پیروں سے اور یہ چار پیر منبع ولایت مولا مشکل کشا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اور وہ ذات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا کر ملتے ہیں۔

دوسرے دور کے بارہ سلاسل طریقت کا تعارف☆: ان میں پہلا سلسلہ عالیہ قادریہ ہے جو حضور پیران پیر دستگیر محبوب سبحانی قطب ربانی السید نا الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب ہے۔

حضرت پیران دستگیر سیّد عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ ابوسعید مخزومی کے وہ مرید و

خلیفہ ہیں حضرت شیخ ابوالحسن علی القرشی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد یمنی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ ابوبکر شبلی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کے وہ مرید خلیفہ ہیں حضرت شیخ سری سقطی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ خواجہ معروف کرخی علیہم الرحمۃ کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام کے یہ سلسلہ حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام کے ذریعے چلتا ہوا منبع ولایت مولانا مشکل کشا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی معرفت سے امام الانبیاء سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے منسوب سلسلہ عالیہ قادریہ کی تفصیل تعارف سلسلہ عالیہ قادریہ کے باب میں درج ہے جس سے حضور غوث اعظم سرکار رحمتہ اللہ علیہ کے مقام ومرتبہ اوران کے سلسلہ کی تعلیمات اورافادیت کا پتہ چلتا ہے۔

دوسرا سلسلہ لسیویہ☆: اس سلسلہ کے بانی حضرت خواجہ احمد لسیوئی ہیں، جو ترکستان کے معروف شیخ طریقت ہیں، حضرت خواجہ احمد لسیوئی مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ خواجہ ابو یوسف ہمدانی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ علی الفارمدی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں ابوعثمان مغربی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں خواجہ ابوعلی کاتب کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت ابوعلی رودباری کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت شیخ احمد لسیوئی حضرت پیر خورد کے اشارے سے ملک ترکستان میں جا کر مسند ارشاد پر متمکن ہوئے وہاں آپ کے فیض سے ایک جہان فیض یاب اور مالا مال ہوا، حضرت شیخ احمد لسیوئی کا سلسلہ نسب حضرت محمد حنیف بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتا ہے، آج بھی ترکستان میں آپ کا سلسلہ جاری وساری ہے۔

تیسرا سلسلہ نقشبندیہ☆: سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حضرت خواجہ سید بہاؤالدین نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب ہے، حضرت خواجہ شیخ بہاؤالدین شاہ نقشبند مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ امیر سید علی کلال کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ بابا محمد سماسی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ علی رامتینی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ ابوالخیر فغنوی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ عارف ریوگیری کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ علی الفارمدی کے وہ مرید وخلیفہ ہیں خواجہ ابوالقاسم الگرگانی وہ تین واسطوں سے مرید وخلیفہ ہیں حضرت خواجہ جنید بغدادی کے رضوان اللہ علیہ تعالیٰ علیہم اجمعین، الیٰ آخر مولائے کائنات مشکل شیر خدا اوران کے ذریعے سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک۔

کنات رشحات میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی کا باطنی سلسلہ روحانی طور پر حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک بھی پہنچتا ہے، پس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو دومراکز اول حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوم حضرت امیر المومنین مولا مشکل شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہردوحضرات کے ذریعے فیضان ولایت مل رہا ہے۔

اس سلسلہ کے بارے مکمل تفصیل فقیر نے اس کتاب میں ''تعارف سلسلہ عالیہ نقشبندیہ'' کے باب میں دی ہے، جس کو پڑھنے سے

اس سلسلہ کے بارے مکمل معلومات اور اس کی تعلیمات اور سلسلہ کے بانی حضرت خواجہ بہاؤالدین شاہ نقشبند کے مرتبہ و مقام کا پتہ چلتا ہے، دیکھئے تعارف سلسلہ عالیہ نقشبندیہ۔

چوتھا سلسلہ نوریہ☆: سلسلہ نوریہ حضرت شیخ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی سے منسوب ہے آپ کا اسم گرامی احمد بن محمد تھا، رہنے والے بغبو جو ہرات اور مروّ کے درمیان ایک موضع ہے کے مستقل رہائشی ہیں، آپ کی ولادت باسعادت بغداد شریف میں ہوئی اور سلسلہ طریقت میں حضرت خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ ہیں وہ مرید حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے الیٰ آخر جا کر مولائے کائنات شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہوتا ہوا امام الانبیاء شاہ دوسرا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے، یہ سلسلہ بغداد شریف اور ملک ایران کے مختلف شہروں میں اب بھی جاری ہے۔

پانچواں سلسلہ شطاریہ عشقیہ☆: سلسلہ عالیہ شطاریہ ہندوستان میں حضرت خواجہ عبداللہ شطاری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے منسوب ہو کر جاری ہوا، حضرت خواجہ عبداللہ شطاری حضرت خواجہ شیخ محمد عارف کے مرید و خلیفہ ہیں اور وہ مرید و خلیفہ ہیں حضرت خواجہ شیخ محمد العشقی کے وہ مرید و خلیفہ ہیں حضرت شیخ خدا قلی ماوراالنہری کے وہ مرید و خلیفہ ہیں حضرت شیخ ابوالحسن عشقی خرقانی کے وہ مرید و خلیفہ ہیں حضرت شیخ ابی المظفر مولانا ترک طوسی کے وہ مرید و خلیفہ ہیں شیخ بازید العشقی کے وہ مرید و خلیفہ ہیں حضرت شیخ محمد مغزی کے وہ مرید و خلیفہ ہیں حضرت سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی علیہم الرحمۃ کے وہ مرید و خلیفہ ہیں حضرت امام محمد جعفر صادق بن حضرت امام محمد باقر علیہم السلام کے وہ حضرت امام زین العابدین کے وہ حضرت امام عالی مقام سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے وہ مرید و خلیفہ مولا مشکل کشا خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے۔

اس سلسلہ کے بانی حضرت خواجہ عبداللہ شطاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ کے حکم سے ہندوستان میں آئے اور ہر شہر میں جا کر نقارہ بجا کر اعلان کرتے کہ اگر کوئی اللہ کا طالب ہے تو آئے میں اس کو اللہ سے ملا دوں ہندوستان کے علاقہ جونپور کے بہت سے لوگ ان سے فیض پا کر درجہ ولایت کو پہنچے، جس کی وجہ سے ان کا سلسلہ تا حال ہندوستان میں جاری ہے۔ صاحب مراۃ الاسرار حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی رقم طراز ہیں کہ یہ سلسلہ طیفوریہ سے نکلا ہے، اور حضرت شیخ عبداللہ پہلے واحد شخص ہیں جو شطاری کہلائے، اس کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں علم شطار سے مراد شغل باطنی ہے، جس سے صوفی فنافی اللہ اور بقاباللہ کے منصب کو پاتا ہے۔

جب حضرت شیخ عبداللہ اس مرتبہ و مقام پر فائز ہوئے تو آپ کے شیخ کامل حضرت شیخ محمد عارف نے آپ کو شطار کا لقب عطا فرمایا، جس سے آپ عبداللہ شطاری کے نام سے مشہور ہوئے، حضرت خواجہ شیخ محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عنایت لاہوری قادری، اور حضرت بابا بلھے شاہ قادری قصوری علیہم الرحمۃ کا سلسلہ طریقت اسی سلسلہ سے جا کر ملتا ہے اور وہ قادری شطاری سلسلہ سے اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں۔

ساتواں سلسلہ حسینیہ بخاریہ☆: سلسلہ حسینیہ بخاریہ کے روح رواں اور سالار قافلہ حضرت سیّد مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

حضرت مخدوم سیّد جہانیاں جہاں گشت رحمتہ اللہ علیہ برصغیر میں سادات بخاری کا مرکز و منبع ہیں، ان کا شجرہ نسب اپنے جد امجد حضرت مخدوم سیّد جلال الدین سرخ بخاری سے ہوتا ہوا چند واسطوں سے امیر المومنین مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہوتا ہوا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا کر ملتا ہے۔

حضرت مخدوم سیّد جہانیاں جہاں گشت بخاری رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ طریقت سہروردیہ میں حضرت شاہ رکن الدین عالم سہروردی جو اپنے والد حضرت مخدوم صدر الدین کے وہ اپنے والد حضرت غوث العالم شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے وہ حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید و خلیفہ ہیں، ان کا سلسلہ اپنے مرشدوں سے ہوتا ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جا کر ملتا ہے۔

اس کے علاوہ حضرت مخدوم سیّد جہانیاں جہاں گشت بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت مخدوم سیّد نصیر الدین چراغ دہلی سے بھی چشتی نظامی سلسلہ میں اجازت و خلافت ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے خانوادے میں دو سلسلوں کا فیضان جاری ہے، اول سہروردی دوم چشتی نظامی، تیسرے یہ کہ سب سے بڑی فضیلت آپ کی یہ ہے آپ سادات بخارا کے وہ عظیم فرزند ہیں جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا بیٹا فرمایا ہے، جس کی تفصیل آپ کے حالات میں دیکھی جا سکتی ہے۔

آٹھواں سلسلہ زاھدیہ ☆ : یہ سلسلہ حضرت شیخ بدر الدین زاہد رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے منسوب ہے، حضرت شیخ بدر الدین زاہد مرید و خلیفہ تھے حضرت شیخ خواجہ فخر الدین زاہد کے وہ حضرت خواجہ صدر الدین سمرقندی کے وہ حضرت خواجہ عبد السلام کے وہ حضرت خواجہ عبد الکریم کے وہ حضرت خواجہ قطب الدین عبد المجید کے وہ حضرت خواجہ ابو اسحاق گازرونی کے وہ حضرت خواجہ حسین بازیار ہروی کے وہ حضرت خواجہ ابو محمد رویم کے وہ حضرت خواجہ جنید بغدادی علیہم الرحمۃ کے مرید و خلیفہ تھے، آگے حضرت جنید بغدادی سے یہ سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے، دراصل یہ سلسلہ گازرونی کی ایک شاخ ہے۔

سلسلہ عالیہ زاہدیہ ہندوستان کے پہاڑی علاقوں میں خوب پھلا پھولا اس کے علاوہ جونپور شہر اور دیگر مقامات پر بھی اس کے شیوخ نے خدمات انجام دیں۔

نانواں سلسلہ انصاریہ ☆ : یہ سلسلہ حضرت شیخ السلام خواجہ عبد اللہ انصاری المعروف پیر ہرات کے نام سے منسوب ہے، حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری المعروف پیر ہرات مرید و خلیفہ ہیں۔

حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی کے جن کی باطنی تربیت حضرت خواجہ بایزید بسطامی نے روحانی طور پر فرمائی اور ظاہری بیعت و خلافت حضرت ابو الحسن خرقانی کی حضرت شیخ ابو العباس قصاب سے ان کی حضرت شیخ ابو محمد بن عبد اللہ کبریٰ سے ان کو شیخ ابو محمد جریری سے ان کو حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی علیہم الرحمۃ سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل تھا، پھر یہ سلسلہ ان کے ذریعے مولا مشکل علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے، یہ سلسلہ ایران کے علاقہ ہرات، خراسان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی جاری و ساری ہے۔

دسواں سلسلہ صفویہ ☆ : یہ سلسلہ حضرت شیخ صفی الدین اسحاق بیلی رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہے، حضرت شیخ صفی الدین اسحاق اربیلی مرید و خلیفہ ہیں حضرت شیخ زاہد ابراہیم گیلانی کے وہ حضرت سیّد جلال الدین تبریزی کے وہ حضرت شیخ شہاب الدین ابہری

کے وہ حضرت شیخ رکن الدین سنجاسی کے وہ شیخ قطب الدین ابہری کے وہ حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی علیہم الرحمتہ کے مرید وخلیفہ ہیں اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ اپنے شیوخ سے ہوتا ہوا حضرت جنید بغدادی کے ذریعے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے، یہ سلسلہ عراق اور خراسان میں بہت پھیلا ہوا ہے۔

گیارھواں سلسلہ عیدروسیہ☆ : یہ سلسلہ حضرت میر سید عبداللہ المکی العیدروس رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہے، آپ حضرت شیخ ابوبکر کے مرید وخلیفہ تھے وہ حضرت شیخ عبدالرحمٰن کے وہ شیخ مولیٰ کے وہ شیخ علی کے وہ شیخ علوی کے وہ شیخ محمد بن علی المقدوم کے وہ شیخ ابومحمد مدین مغربی کے جو چند واسطوں سے حضرت جنید بغدادی کے مرید وخلیفہ تھے رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔ حضرت میر سیّد عبداللہ المکی العیدروس رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ سہروردیہ سے بھی بیعت وخلافت یافتہ تھے اور سلسلہ سہروردیہ میں آپ کی نسبت حضرت امام محمد جعفر صادق علیہ السلام پر منتہی ہوتی ہے۔

بارھواں سلسلہ قلندریہ☆ : سلسلہ عالیہ قلندریہ، قبل ازیں دیئے گئے چند سلاسل کے بزرگوں پر مشتمل اور متعلق ہے، اس سے متعلق لوگ اپنے آپ کو مشرب قلندرانہ سے منسوب کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت شیخ محمد قلندر رحمتہ اللہ علیہ اوران کے مریدین یہ عظیم القدر مشرب قلندرانہ رکھتے تھے، یہ شعر بھی انہی کا ہے۔

ماز دریائم و دریا ھم زماست
ایں سخن داند کسے کہ آشنا است

ترجمہ☆: میں دریا سے ہوں اور دریا خود مجھ سے ہے یہ بات وہی جانتا ہے کہ جو آشنا ہے۔

سلسلہ عالیہ قلندریہ کی تفصیل اور اس کے پیروکاروں کا مرتبہ ومقام اس کتاب میں ''تعارف سلسلہ عالیہ قلندریہ'' کیاب میں تفصیل سے موجود ہے، جس سے اس سلسلہ کے بارے مکمل وضاحت ہوتی ہے۔

اللہ اگر توفیق نہ دے تو انسان کے بس کا کام نہیں
فیضانِ محبت عام تو ہے عرفان محبت عام نہیں

فقیر راقم الحروف نے اس کتاب کا نام ''انسائیکلو پیڈیا اولیائے کرام'' رکھا ہے اور اس میں برصغیر میں جاری بارہ سلاسل طریقت جن میں سلسلہ عالیہ قادریہ، سہروردیہ نقشبندیہ، چشتیہ، چشتیہ نظامیہ، چشتیہ صابریہ، چشتیہ قادریہ، قادریہ نوشاہیہ، وارثیہ، اویسیہ، قلندریہ، تاجیہ کے 1200 بزرگوں کا تذکرہ درج کیا ہے۔ ہر سلسلہ کے بزرگوں کے تذکرے سے قبل اس سلسلہ پر ایک تعارف بھی لکھا ہے جو ''تعارف سلسلہ عالیہ'' کے نام سے بالترتیب کتاب ہذا میں درج ہے۔

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے کتاب میں درج بارہ سلاسل طریقت کا تعلق سابقہ تفصیل میں دیئے گئے چودہ اور بارہ سلاسل سے ہی ہے اور یہ اولیائے سابقین کا ہی فیض عام ہے۔

اس کتاب کی چھ جلدیں ہیں، غالباً اتنی ضخیم جلدوں پر مشتمل یہ بارہ سلاسل طریقت کا 1200 بزرگان دین کی سوانح حیات کا حسین

مرقع برصغیر بالخصوص پاکستان میں پہلی مرتبہ ضیاء العلوم پبلی کیشنز، راولپنڈی کے زیر اہتمام چھپ کر منظر عام پر آ رہا ہے، جس کیلئے فقیر ادارے کے مالکان جناب حضرت مولانا سید شہاب الدین شاہ صاحب سلطان پوری مدظلہ کا مشکور ہوں کہ انہوں نے بزرگانِ دین کی سوانح حیات وتعلیمات وافکار ونظریات پر مشتمل یہ عظیم ذخیرہ محبان اولیاء تک پہنچانے کا ذمہ اُٹھایا اور عملی طور پر اسے آپ تک پہنچانے کا سبب بنے، جس کیلئے رب کعبہ کے حضور دعا گو ہوں خداوند کریم ان کے کاروبار جان ومال اور گھر بار میں اور آپ کے قائم کردہ اداروں میں لافانی برکتیں پیدا فرمائے تاکہ حضرت قبلہ پیر سید ضیاء الدین شاہ صاحب سلطان پوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ روشن چراغ چمکتا دمکتا رہے، آمین......!

فقیر نے اس کتاب کو ترتیب دینے کے لئے نہایت ہی آسان اور سلیس زبان کی اردو کا استعمال کیا ہے تاکہ پڑھنے والے کو آسانی ہو سکے اور وہ لفظوں اور جملوں میں گم ہو کے نہ رہ جائے۔

تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ نئی نسل کے نوجوان اُردو کو خیر باد کہہ چکے ہیں، اکثریت ایسی ہے جو بی ایس سی، ایف ایس سی اور نہ جانے کون کون سی ڈگریوں کے حامل ہیں مگر اپنی قومی زبان کو خیر باد کہہ چکے ہیں اُردو کی تحریر لکھنا تو درکنار اُردو کی عبارت بھی بہ آسانی نہیں پڑھ سکتے۔

یہی وجہ ہے کہ فقیر نے بجائے علمیت جھاڑنے اور لفاظی دکھانے کے بجائے کتاب کی تحریر کو آسان اُردو میں رکھا ہے تاکہ ہماری آنے والی نسلیں ڈائجسٹ اور ناول اور دیگر مخرب الاخلاق کتابوں کو چھوڑ بزرگان دین کے حالات زندگی اور ان کے ذکر کو پڑھ کر نہ صرف اپنی سوچ وفکر کو بدلیں بلکہ وہ اپنے اجداد کے مسلک پر قائم رہتے ہوئے بزرگان دین سے محبت اور ان کی اتباع کر کے عِنْدَ الذِّكْرِ الصَّالِحِيْن تَنَزَّلُ الرَّحْمَة (صالحین کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے) کے مصداق خدا کی رحمت وبخشش و مغفرت کے حقدار کہلائیں۔

اس کتاب میں عرب وعجم، ایران وعراق، آزاد کشمیر اور جموں کشمیر، افغانستان، ترکستان، ترکمانستان، ہندوستان بالخصوص پاکستان بھر کے بڑے بڑے جلیل القدر اولیائے کاملین کا تذکرہ درج ہے۔ پاکستان کے چاروں صوبوں بالخصوص سرحد وبلوچستان اور سندھ کے معروف اضلاع اور پنجاب کے تمام اضلاع کے ہر چھوٹے بڑے دربار کا تذکرہ موجود ہے، مگر اس کے باوجود فقیر کو اس کا اعتراف ہے کہ اب بھی ہزاروں کی تعداد میں خاصان خدا کا تذکرہ نہ ہو سکا، اس کو میں اپنی کم ہمتی سے تعبیر کروں گا، اس لئے کہ خدا نے ہر ہر خطے میں اپنے اپنے وقت میں لاتعداد اولیائے کاملین کو اپنی مخلوق کی رشد وہدایت کے لئے بھیجا اور انہوں نے آ کر اس ڈیوٹی کو کما حقہ ادا کر کے عہدہ برآں ہونے کی سعادت حاصل کی۔ اگر زندگی نے وفا کی تو انشاء اللہ بقیہ بزرگوں کے جس قدر بھی تذکرے دستیاب ہو سکے ان کو مزید جلدوں میں پیش کر دیا جائے گا۔

اس کتاب کو ترتیب دینے کے لئے بڑی احتیاط سے کام لیا گیا ہے مگر باوجود اس کے مجھے اعتراف ہے کہ بشری تقاضوں کے مطابق ضرور کوئی غلطی ہو گئی یا رہ گئی ہوگی، قارئین سے گزارش ہے کہ مجھے اس غلطی سے بذریعہ خط یا بذریعہ ٹیلی فون براہ راست مطلع فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی درستگی کی جا سکے۔

آخر میں اپنے کرم فرما بزرگ وشیخ تربیت حضرت پیر سیّد شبیر حسین گیلانی آستانہ عالیہ غازی آباد شریف ڈھوک سیداں راولپنڈی، اور اپنے شیخ صحبت محسن ومربی وارث علوم حضرت خواجہ چوراہی عالمی مبلغ اسلام حضرت علامہ الحاج الحافظ پیر سیّد محمد شبیر علی شاہ گیلانی نقشبندی مجددی سجادہ نشین دربار گوہر بار چورہ شریف، اپنے برادر طریقت ومحسن جانشین حاجی الحرمین پیر طریقت حضرت صاحبزادہ مشتاق احمد صابری سجادہ نشین آستانہ عالیہ صابریہ ماڑی بگیال شریف، مخلص فی اللہ حضرت ڈاکٹر تنویر وارثی صاحب آستانہ عالیہ سنگھوئی شریف و آستانہ عالیہ چھپر شریف گوجر خان، برادر اکبر واُستاد محترم جناب حافظ نور احمد قادری، پیر طریقت حضرت خواجہ شاہ محمد سبطین شاہ جہانی چشتی صابری اسلام آباد پیر طریقت محمد الیاس صابری مرحوم، خلیفہ حضرت منظور المشائخ اوکاڑہ، سلسلہ عالیہ اویسیہ کے روح رواں اور حضرت خواجہ گوہر دین احمد اویسی علیہ الرحمۃ کے خاندان کے چشم وچراغ وپڑپوتے عالی مرتبت جناب پیر شہزاد نوید گوہر صاحب جنیدڑ شریف گجرات، کے علاوہ میرے دیرینہ کرم فرما دوست اور سفر وحضر کے ساتھی محبوب حضرت قمر المشائخ جناب شیخ فواد رشید صابری، مخدوم اہل سنت پیر طریقت محمد خورشید خان لودھی چشتی صابری، خلیفہ مجاز دربار حضرت شاہ عبد الشکور صابری حال مقیم لودھی ہاؤس مصریال روڈ راولپنڈی، اور عالی مرتبت جناب حضرت صاحبزادہ میاں غلام فرید وارثی صاحب حال مقیم لاہور، جناب شاہد رشید، جناب حاجی راشد نظامی صاحب، اپنے دیرینہ کرم فرما دوست مرزا محمد شفیق صاحب، حضرت علامہ قاری غلام محمد چشتی، علامہ محمد ثناء اللہ قادری، اور ان تمامی احباب گرامی کا مشکور وممنون ہوں اور بالخصوص جناب حاجی محمد سعید ظفر صاحب ساکن ڈھاب کلاں چکوال اور ان کے صاحبزادے جناب ہمایوں ظفر صاحب کا خصوصی طور پر مشکور ہوں کہ جنہوں نے اس کتاب کی تیاری میں ہر ممکن تعاون فرمایا، مجھے مواد فراہم کیا، پروف ریڈنگ میں بڑھ چڑھ حصہ لیا اور میری غلطیوں کی نشاندہی کی اور ہر ممکن اپنے تعاون سے نوازتے رہے، الغرض جس شخص نے جس جس انداز سے اس میں تعاون کیا میں سب کا مشکور اور ان کے لیے دعا گو ہوں کہ مالک کریم اپنے ان پاکیزہ نفوس قدسیہ کا تصدق ان کی دینی ودنیاوی زندگی کو بہتر اور کامیاب بنائے، اور دین ودنیا میں اللہ تعالیٰ میرے ان تمام معاونین کو کسی کا محتاج نہ کریں۔ آمین ثمہ آمین......!

بِجَاهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ وَ بِحَقِّ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهِ الْكَامِلِيْنَ اَجْمَعِيْن . بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْن -

والسلام طالب دعا، دلدادۂ چراغ چشت

صاحبزادہ مقصود احمد صابری

آستانہ عالیہ گلستان غریب نواز

بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ فیض القرآن رجسٹرڈ جامع مسجد اکبری صابری

موہڑہ چھپر، غوث اعظم روڈ (سابقہ چکری روڈ) راولپنڈی

0333-5594225 - 0321-5103103

تو کائناتِ حُسن ہے یا حُسنِ کائنات

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَانَبِیَّ بَعْدَہٗ ٥ اَمَّا بَعْدُ

تحقیق ہم نے انسان کو حسین ترین پیدا کیا۔

نقاشِ ازل نے جو سب سے پہلے انسانی ڈھانچے اور خدوخال کو ذہن قدرت میں تخلیق فرمایا اور وجود انسانی کو نگاہِ قدرت سے دیکھا وہ وجودِ مسعود سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔ دنیا تصور میں جب ہم دیکھتے ہیں کہ جب اُس سراپا حسن و جمال کو دیکھا تو فرمایا:

"لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْم"

یقیناً اور ایماناً وہ ذات ہی اس اعزاز و اکرام کے لائق تھی اور ہے۔

پھر یوم الست کو تمام ارواح انسانیت سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا۔

اُس کے بعد ابوالبشر حضرت آدم صفی اللہ سے سلسلہ انسانیت کائنات ارضی میں پھیلنا شروع ہوا۔

چونکہ مقصدِ تخلیقِ حضرتِ انسان صرف ایک تھا جس کو قرآن مجید نے بڑا دوٹوک الفاظ میں بیان فرمادیا۔ **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ** ۔ اے گروہِ جن وانس ہم نے تمہیں پیدا نہیں کیا مگر صرف اپنی عبادت کیلئے...... اب قابل غور بات یہ ہے کہ محض عبادت، رکوع وسجود، قیام وقعود، تسبیح وتحلیل کا نام لئے تو وہ فرشتے سب سے اچھا انجام دے رہے ہیں۔

معلوم ہوا محض عبادت مقصودکُل نہ ہے بلکہ عبادت برائے معرفت منشاء الٰہی ہے۔

اور یہ سمجھنا بھی امر محال ہرگز نہیں کہ معرفت حاصل کرنے کے لئے بے پناہ لگن اور محبت ضروری ہے۔

اور یہ بھی مسلمہ اصول ہے کہ محبت ٹارگٹ (ہدف) مانگتی ہے بن دیکھے اور بنا سمجھے کسی شے سے محبت ممکن نہ ہے۔ ذاتِ کبریا دیکھنے اور سمجھنے سے ماوراء ہے۔ گویا ناپید وسائل کی صورت میں آ گاہی منزل تو ممکن ہے۔ رسائی منزل محال ہے۔ اور رسائی منزل ہی لطف سفر کو مستلزم تھے۔ فعل عبادت کا ثمر حسین معرفت کے نام سے موسوم ہے۔

باوجود اِن محالات اور ناممکنات کے انسان اس امر کا Duty Bouyol (پابند) ہے کہ رب کی معرفت حاصل کرے کیونکہ یومِ میثاق اس بات کا متقاضی ہے۔ اس کے باوجود رب کریم نے کرم فرمایا اور سلسلہ کتب آسمانی اور بعثت انبیاء ورسل جاری فرمایا جو انسانیت کو بھولا ہوا سبق یاد کراتے اور دعوتِ توحید دیتے۔ باوجود سعی بسا چند نفوس قدسیہ دعوت انبیاء کو قبول کرتے باقی قوم طرح طرح کے گناہوں کی آلائش میں مبتلا ہوتی چلی گئی۔ مختلف انبیاء ورسل کے متعدد معجزات اِن ہی گمراہ لوگوں کی ہدایت کیلئے وقوع پذیر ہوئے۔ جو قوم جس طرح کے عیب وگناہ میں مبتلا ہوئی اُسی نوع کے معجزات سے آراستہ نبی اُن کی اصلاح پر مامور ہوتے۔

تا آنکہ سلسلہ موت وحیات اور آبادی و بربادی قانونِ قدرت کے تحت جاری رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصال (بمعنی

وصل) باکمال کے ایک ہزار سال بعد جزیرہ عرب پر آباد قوم ایسی برائیوں اور کبائر میں الجھی سابقہ امم کے تمام اعیوب اِن میں جمع ہو گئے۔کوئی ایسا عیب نہ تھا جو اِن میں موجود نہ ہو۔اب ضرورت ایک ایسے نبی باکمال کی تھی جو تمام انبیاء کے حسنِ اخلاق کا حسین ترین مرقع اور معجزات انبیاء سابقہ کا بے مثال مظہر ہو۔ ہر مرض کی دعا، ہر غم کا مداوا، ہر درد کا درماں جانتا ہو۔ جو کھیت سے لے کر عدالت تک۔فن سپہ گری سے لے کر اصولِ حکمرانی تک ہر فن کا استادِ کل ہو۔ جو نباتات و جمادات سے لے کر حیوانات تک کی زبان جانتا ہو۔

ایسے حالات میں رحمت کبریا کو سسکتی انسانیت اور خزاں رسیدہ آدمیت پر ترس آیا۔اور اپنے محبوب کو کچھ اس طرح مبعوث فرمایا۔ جس طرح ایک ماہر مالی عین بہار میں اپنے گلشن سے ایک گلدستہ بنائے چنیدہ پھولوں سے آراستہ گلدستہ جہاں حسنِ ذوق باغبان کا مظہر ہوتا ہے اور ہر پھول گلشن کے حسن کا ترجمان اور عکاس ہوتا ہے۔اسی طرح گلشنِ رسالت اور چمنستان نبوت کے تمام پھول اور اُن کی ملک کو یکجا فرما کر باغبانِ قدرت نے ایک حسین گلدستہ نبوت و رسالت پیکر محمدی ﷺ کی صورت میں عطا فرمایا۔

اس گلدستہ رسالت پیکر حسن مصطفوی کی تعریف میں علامہ الہروی کچھ اس طرح تعری میں رقم طراز ہیں۔

محمد ﷺ دونوں جہانوں کے بادشاہ ہیں۔ ہر فقیر بے نوا کی پناہ ہیں۔اٹھارہ ہزارہ عالم کا خلاصہ ہیں۔اولادِ آدم کا انسان کامل ہیں۔ بلکہ سعادت آدم ہیں۔حضرت شیث کی سیادت آپ کی نبوت کا وسیلہ تھا۔حضرت نوح کی کشتی نجات مصطفےٰ کریم کا ایک نمونہ تھی۔حضرت سلیمان کا تخت سلطنت مصطفیٰ کریم کا ایک رکن تھا۔حضرت اسماعیل کا صدق صداقت مصطفےٰ کریم کا ایک لحہ تھا۔حضرت یوسف کا حسن جمال مصطفےٰ کریم کا کرشمہ تھا۔حضرت ایوب کا صبر مصطفےٰ کریم کے بے پناہ صبر کا ایک ذرہ تھا۔حضرت داؤد کا لحن مصطفیٰ کریم کی نعت کا ایک مصرع تھا۔سکندر کا تخت مصطفیٰ کریم کی شوکت کا ایک ادنیٰ سا دبدبہ تھا۔حضرت موسیٰ کے معاملات مصطفیٰ کریم کی قربت کا ایک حصہ تھے۔حضرت ہارون کی وزارت مصطفیٰ کریم کے رتبہ کا ایک انعام تھا۔لقمان کی حکمت حکمت محمدیہ کے دفتر کی ایک سطر تھی۔حضرت یحییٰ کی عصمت۔عفت مصطفیٰ کریم کا ایک لحہ تھی۔حضرت عیسیٰ کی رفعت مصطفیٰ کریم کی منزل ارفع کا ایک پایہ تھی۔گویا کرم بالائے کرم کہ رب کریم نے امام الانبیاء کی بعثت فرمائی۔آپ نے انسانیت کو راہ راست پر لانے کے لئے پوری تندہی سے منصب رسالت کا حق ادا فرمایا۔لیکن چونکہ آپ امام الانبیاء کے ساتھ ساتھ خاتم الانبیاء بھی ہیں۔آپ کے بعد کسی نبی مرسل اور کسی آسمانی کتاب کا نزول نہیں۔مگر انسانیت کو مکمل ہدایت کی مستقل ضرورت لاحق تھی اور ہے۔

چنانچہ رب کریم نے اس تیسرا نبوت کی ضیاء پاشیوں کو قائم فرماتے ہوئے ابواب ولایت کشادہ فرمادیئے۔ جو رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں اور یہ سلسلہ تا قیام قیامت جاری و ساری رہے گا۔آسمان نبوت کے یہ درخشندہ ستارے اور گلشن رسالت کے یہ صدابہار پھول اپنی اپنی ضوفشانیوں اور دلفریب مہک سے نور ایماں کے چراغ روشن کئے ہوئے ہیں۔

بشکریہ

حضرت علامہ محمد یحییٰ ملک (کمال آباد راولپنڈی کینٹ)

﴿تعارف سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہِ الْمُصْطَفٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النُّوْرِ الْاَنْوَارِ وَ عَلٰی اٰلِہِ الْاَطْھَارِ وَصَحْبِہِ الْاَبْرَارِ وَ اَوْلِیَائِہِ الْکِبَارِ اِلٰی یَوْمِ الْقَرَارِ ٥ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ٥ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ٥ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ٥

یہ کوئی افسانہ یا اتفاقیہ حادثہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ کائنات کی بنا محبت پر ہے، عشق ومحبت کا یہ سلسلہ نہ صرف وقت اور فاصلوں کی پیدائش سے بھی پہلے سے جاری ہے بلکہ ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا، حتیٰ کہ موجودہ ارض وسماء کی بساط لپیٹنے کے بعد بھی۔

حضرت انسان کائنات کا جزو لاینفک ہے، اور باقی تمام مخلوقات اسی انسان کے لیے بنائی گئیں ہیں، اسی بنا پر انسان اشرف الخلوق ٹھہرا، اور تمام کائنات کا محور خالق کائنات کی اور محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے۔

اللہ کی محبت ورحمت کی تمام راہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتی ہیں اور محبت ورحمت آپس میں متصل ہیں، اسی لیے آپ رحمت العلمین اور رشد وہدایت (اللہ تعالیٰ کی راہ ومنزل) کا منبع ومرکز ہیں اور یہیں سے ساری کائنات ومخلوقات کو بلاتفریق رنگ ونسل، مذہب وعقائد، عقل وخرد، موسم وجغرافیہ اور بلاجنسی تفریق کے تقسیم جاری ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ محبت سے کیا مراد ہے؟ ☆: بقول سید وارث شاہ، کسی انسان کے لیے اپنی انا، اپنی ذات بالنفس، اپنی رضا کو قربان کر دینا، یعنی اپنی رضا کو کسی دوسرے کے تابع فرمان کر دینا، کسی دوسرے شخص کے لیے اپنی ذات یا نفس کی نفی کرنا عشق مجازی ایک انسان سے محبت ہے۔

یہی عمل اگر تمام انسانیت بلاتفریق رنگ ونسل، مذہب وعقائد وغیرہ کے لیے ہو تو یہ محبت عشق حقیقی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس کی مخلوق سے بےلوث پیار ہی اللہ تعالیٰ سے پیار ہے، یاد رہے کہ محبت کا سب سے پہلا اور بنیادی تقاضہ ادب ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے یعنی شریعت وطریقت سکھانے کے لیے ہی تمام انبیاء صدیقین، شہداء صالحین، اولیائے کاملین اور علمائے ربانیین نے اپنے اپنے فرائض سرانجام دیئے ہیں۔

اسی مقام پر خالق کائنات نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا **و من یطع اللّٰہ والرسول فاولئك مع الذین انعم اللّٰہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھدآء والصالحین و حسن اولئك رفیقا ٥**

(پارہ نمبر ۵۔ آیت نمبر ۶۹ سورہ نساء)

یعنی خالق کائنات نے اپنے بندوں پر اپنے فضل ورحمت کے حصول کا ذریعہ نبیوں، صدیقوں، شہداء، صالحین یعنی اولیائے کاملین کو بنایا اور فرمایا کہ اگر دنیا میں اچھا قرب اور اچھا ساتھی چاہتے ہو تو ان میں سے کسی بھی جماعت کا زمانہ ملے تو ان کا قرب اختیار کرو۔

فی زمانہ دور اولیائے کاملین کا ہے، رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی رفاقت ان کی دوستی، انکا تعلق ہی میرے فضل وکرم کا باعث ہے، دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ بھی لیا جاسکتا ہے کہ اگر میرا قرب چاہتے ہو تو پھر ان لوگوں کے قریب ہوجاؤ، جو ان کے قریب وہ میرے قریب۔

اگر آپ برصغیر پاک وہند کی تاریخ کو عمیق نظروں سے دیکھیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے گی کہ جب ہندالولی غریب نواز خواجہ سید محمد معین الدین حسن سنجری اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تبلیغ اسلام کا سلسلہ اجمیر شریف میں شروع کیا تو وہاں کوئی بھی ان کی بات سننے والا نہ تھا۔ مگر جب انہوں نے اپنے اخلاق وکردار سے لوگوں کو اپنے قریب کیا تو جہنم کی آگ کا ایندھن بننے والے غریب نواز سے رفاقت کی بنا پر جنتی ہوگئے۔ ایک نہیں دو نہیں بلکہ لاکھوں کافر کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

اس طرح سلسلہ عالیہ چشتیہ کی داغ بیل ہندوستان میں خواجہ غریب نواز کے ہاتھوں پڑی، جسے زبدۃ الانبیاء شیخ الاسلام والمسلمین حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عملی کردار سے منظم کیا اور حضرت بابا صاحب کے بعد سلطان المشائخ حضرت خواجہ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء زری زربخش رحمتہ اللہ علیہ نے اس سلسلہ کو معراج کمال تک پہنچایا۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے روح رواں اور سالار قافلہ عشق ومحبت حضرت خواجہ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء زری زربخش رحمتہ اللہ علیہ 636 ہجری بمطابق 1238ء کو بدایوں نزد دہلی انڈیا میں آپ کی ولادت باسعادت خاندان بخاری سادات کے عظیم فرد جناب سید احمد بخاری علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

آپ نے ظاہری تعلیم کی تکمیل کے بعد زبدۃ الانبیاء حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور انہی سے سلسلہ عالیہ چشتیہ کی خلافت کا تاج پا کر سرفراز ہوئے۔

مرشد کامل نے خلافت سے سرفراز فرما کر دہلی کی ولایت آپ کے سپرد کی اور فرمایا کہ جاؤ دہلی میں توحید ورسالت کا پیغام لوگوں تک پہنچانے کے لیے خانقاہ قائم کر کے درس وتدریس اور رشد وہدایت کا فریضہ سرانجام دو۔ نصف صدی سے زیادہ عرصہ آپ کی خانقاہ ارشاد وتلقین کا مرکز اور رشد وہدایت کا سرچشمہ بنی رہی برصغیر پاک وہند کے علاوہ افغانستان کابل تک کے لوگ پروانوں کی طرح آپ کے گرد جمع رہتے اور عشق الٰہی کی تپش اور خدمت خلق کا جذبہ لے کر واپس جاتے۔

ابتدائی زمانہ میں حضرت محبوب الٰہی عوام کے جم غفیر سے گھبراتے تھے جب آپ نے غیاث پور میں قیام کیا تو وہاں بھی خلقت کا ہجوم آپ کے گرد جمع ہونے لگا تو آپ نے چاہا کہ یہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل ہوجاؤں، ابھی آپ منتقل ہونے کی سوچ وبچار میں تھے کہ ایک دن ایک شخص نے آ کر کہا

آں روز کہ مہ شدی نمی دانستی
کانگشت نمائے عالمے خواہی شد

امروز کہ زلفت دل خلقے بربود
در گوشہ نشست نمی وارد سود

اس کے بعد آپ نے غیاث پور میں ہی قیام کا فیصلہ کرلیا، یہ زمانہ انتہائی تنگی و عسرت میں بسر ہوا۔ بعض مرتبہ تین تین دن کے فاقے کرنے پڑے، لیکن اس دوران استغنا کا عالم یہ تھا کہ سلطان علاؤالدین خلجی نے گاؤں پیش کرنے کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمادیا کہ مجھے اور میرے خدمت گاروں کو تمہارے گاؤں کی کوئی حاجت نہیں ہے، میرا اور ان کا خدا کارساز ہے بعد کو جب غیبی فتوحات کا دروازہ کھل گیا تو ہزاروں آدمی روزانہ ان کے لنگر سے کھانا کھانے لگے، اس وقت آپ کا اپنا حال یہ تھا کہ مسلسل روزے رکھتے تھے اور سحری کے وقت کھانا اس لیے نہ کھاتے تھے کہ شہر میں کچھ لوگ بھوکے سو رہے ہوں گے۔ مخلوق خدا سے اس ہمدردی نے آپ کو اقلیم دل حکمراں بنادیا۔

کوئی اپنی لڑکیوں کے رشتے کی وجہ سے پریشان ہوکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا کوئی سلطان وقت کی بے التفاتی سے رنجیدہ غیاث پور کی جانب قدم اٹھنے لگتے۔ حضرت محبوب الٰہی ہر ایک کا دردغم سنتے اس کے زخموں پر مرہم لگاتے اور پھر بارگاہ خداوندی میں ایک ایک تکلیف اپنے اوپر وارد کرکے ان تمام کے لیے دعا کرتے۔

اور ایسا ہوتا بھی کیوں نہ! اس لیے کہ آپ کے پیر و مرشد زبدۃ الانبیاء حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے لیے دعا فرمائی تھی کہ خدا تجھے ایک ایسا سایہ دار درخت بنائے کہ جس کے سائے کے نیچے ایک خلق کثیر آسائش و راحت سے رہے۔

پھر ہوا بھی ایسا ہی کہ تقریباً پچاس برس تک انسانی دلوں نے اس طرح آپ کی خانقاہ میں راحت و سکون حاصل کیا۔ جیسے کوئی تھکا ہارا مسافر سورج کی گرمی سے گھبرا کر ٹھنڈے اور سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ کر فرحت و اطمینان کا سانس لیتا ہے۔

آپ کی خانقاہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا، امیر و غریب، عارف و عامی، شہری اور دیہاتی، بوڑھے اور جوان سب ہی آپ کی خدمت میں آکر حاضری دیتے، جو شخص جس وقت آپ سے ملنے کیلئے حاضر ہوتا، آپ اسی وقت اس سے ملاقات فرماتے تھے۔

شیخ ضیاء الدین برنی مصنف تاریخ فیروز شاہی آپ کے مرید تھے، وہ اپنی کتاب میں آپ کے بارے میں اپنے تاثرات لکھتے ہیں کہ اسی زمانہ میں آپ نے بیعت عام کا دروازہ کھول رکھا تھا۔ آپ گنہگاروں کو خرقہ پہناتے تھے اور ان سے توبہ کراتے تھے اور خود اپنے ارادے سے قبول کرتے تھے، ہر شخص کو خواہ خاص ہو یا عام مالدار ہو یا غریب بادشاہ ہو یا امیر، معلم ہو یا جاہل، بازاری ہو یا شہری، آزاد ہو یا غلام ہر ایک کو طاقیہ عطا فرماتے، مسواک دیتے اور توبہ کراتے تھے، اور سب لوگ چونکہ اپنے آپ کو آپ کا مرید اور خدمت گار سمجھتے تھے اس لیے بہت سے عیبوں سے پرہیز کرتے تھے اگر آپ کے پاس آنے والوں میں سے کسی سے کوئی لغزش ہوجاتی تو وہ بیعت تجدید کرکے توبہ کا خرقہ لے لیتا تھا۔

خلق خدا عام طور پر آپ کی تقلید کرتی اور آپ سے اعتقاد کی بنا پر عبادت اور طاعت کی طرف رغبت کرتی تھی۔

خواص و عوام کے دلوں میں نیکی اور نیکوکاری نے جگہ پکڑ لی تھی، مرد عورت بوڑھے جوان بازاری اور عامی غلام اور نوکر سب نماز کے پابند ہوگئے تھے۔

آپ کے مریدین زیادہ تر چاشت واشراق کے پابند تھے، شہر سے غیاث پور تک مختلف مقامات پر چبوترے بنائے گئے ان پر چھپر ڈال دیئے گئے ان کے قریب کنویں کھودوا دیئے اور وہاں پانی کے مٹکے اور مٹی کے لوٹے رکھوا دیئے گئے ان چبوتروں پر چٹائیاں بچھا دی گئیں ہر چبوترے پر آپ کی طرف سے مقرر کردہ ایک حافظ اور ایک خادم موجود ہوتا تھا تاکہ توبہ کرنے والوں اور مریدوں اور نیک لوگوں کو آپ کے آستانے تک آنے جانے میں نماز کے وقت دقت اور وضو کرنے میں تردّد نہ ہو۔

حاصل کلام یہ کہ آپ کو خداوند کریم نے پچھلی صدیوں میں ہونے والے بزرگ حضرت شیخ جنید بغدادی اور حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمتہ کی مثل پیدا کیا تھا۔ شاعر مشرق عاشق رسول علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے آپ انہی صفات کی بنا پر فرمایا کہ

تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

مورخین لکھتے ہیں کہ آپ کی کوششوں سے سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے اثرات پورے ہندوستان کے ہر حصے میں پہنچ گئے۔

چنانچہ صاحب گلزار ابرار لکھتے ہیں کہ ان دنوں سرزمین ہند کو عجیب زمانہ حاصل تھا کیونکہ آپ کی بارگاہ سے وقتاً فوقتاً جو نئے خلفاء روانہ ہوتے تھے ان کی فیض پاشی سے ہندوستان کا ہر مکان اور ہر قطعہ زمین ہدایت آباد تھا۔

ایک روایت کے مطابق آپ نے بڑے بڑے شہروں میں بڑے بڑے ذی مرتبہ اور صاحب کشف و کرامت سات سو خلفاء ایسے روانہ کئے تھے کہ ہر شخص کے سینے سے گویا عرفان کا آفتاب طلوع ہوتا تھا۔

مگر افسوس کہ آپ کے چند خلفاء کے نام تاریخی کتابوں میں ملتے ہیں باقی نام عدم دستیابی کی بنا پر سپرد قلم نہیں کیئے جاسکتے۔ آپ کے چند مشہور خلفاء میں حضرت سید نصیر الدین محمود چراغ دہلی، حضرت مولانا شمس الدین یحیٰی، حضرت شیخ قطب الدین منور، حضرت مولانا حسام الدین ملتانی، حضرت مولانا فخر الدین زرادی، حضرت مولانا علاؤ الدین نیلی، حضرت مولانا وجیہہ الدین یوسف، حضرت مولانا سراج الدین عثمان، حضرت مولانا شہاب الدین امام، حضرت شیخ برہان الدین غریب، حضرت قاضی محی الدین کاشانی، حضرت خواجہ محمد امام علیہم الرحمتہ والرضوان والغفر ان۔ یہ آپ کے وہ خلفاء ہیں جنہوں نے آپ کے بنائے ہوئے مرکزی نظام سے وابستہ رہ کر دہلی میں کام کیا۔

ان خلفاء کی سعی جمیلہ سے پھر یہ سلسلہ پھولا پھلا اور دہلی میں ہی حضرت خواجہ فخر الدین فخر جہاں، حضرت بندہ نواز گیسو دراز گلبرگہ دکن حیدرآباد انڈیا، حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھہ شریف انڈیا، پھر یہ سلسلہ خواجہ فخر جہاں کے ذریعے پاکستان کے صوبہ پنجاب کے مشہور شہر چشتیاں شریف میں قبلہ عالم مہاروی اور پھران کے ذریعے تونسہ شریف میں حضرت شاہ سلیمان پیر پٹھان پھران کے ذریعے سیال شریف سرگودھا میں حضرت خواجہ شمس العارفین اور پھران کے ذریعے جلالپور شریف پنڈ دادنخان ضلع جہلم میں پیر سید غلام حیدر علی شاہ اور گولڑہ شریف میں حضرت غوث زماں خواجہ پیر سید مہر علی شاہ، اسی طرح للہ شریف تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم حضرت خواجہ پیر فیض بخش للہی، حضرت خواجہ حافظ محمد جمال ملتانی، خواجہ سید نیاز علی شاہ گردیزی پلندری آزاد کشمیر۔ حضرت پیر خواجہ فاضل شاہ گڑھی شریف ٹیکسلا، حضرت خواجہ حافظ محمد عاقل، حضرت خواجہ غلام فرید، کوٹ مٹھن شریف ڈیرہ غازیخان، حضرت خواجہ حافظ محمد جمال ملتانی،

حضرت خواجہ فضل الدین چاچڑ شریف شاہپور سرگودھا، مولانا حفیظ ماہی ضلع خوشاب، حضرت خواجہ احمد میرا شریف پنڈی گھیپ اٹک، مولوی خواجہ محمد علی مکھڈی تحصیل جنڈ اٹک، خواجہ محمد امین چکوڑی شریف گجرات، خواجہ سید محمد حیات شاہ، خواجہ آباد میانوالی، مولانا امیر اللہ قلندر مانسہرہ، حضرت خواجہ محمد یار فریدی تحصیل خانپور رحیم یار خان، مولانا عبدالعزیز بگوی بھیرہ شریف سرگودھا، خواجہ معظم الدین مرولہ شریف سرگودھا، سید سکندر شاہ گیلانی پشاور، میاں محمد شاہ بسی شریف ضلع ہوشیار پور انڈیا، حضرت خواجہ میاں علی محمد بسی شریف پاکپتن شریف، حضرت شرف الدین یحیٰی منیری انڈیا، خواجہ فیض شاہ جمالی سندیلہ شریف ڈیرہ غازی خان، حضرت خواجہ امیر احمد بسال شریف ضلع اٹک کے علاوہ لاتعداد بزرگوں نے اس سلسلہ کی عظیم خدمات انجام دیں جس کے نتیجہ میں آج یہ آستانے آباد اور بارونق ہیں اور ان کا فیضان معرفت دن بدن بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ لوگ ہیں کہ دھڑا دھڑ اس سلسلہ میں داخل ہو کر ان بزرگوں کی رفاقت حاصل کر رہے ہیں۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے سالار قافلہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء زری زر بخش رحمۃ اللہ علیہ کو خدا نے ظاہری و باطنی حسن سے بہت زیادہ نوازا ہوا تھا۔

حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کی خصوصیات میں اگرچہ سخاوت پیار شفقت حد درجہ موجود تھی، مگر آپ کی سب کی بڑی خوبی محبوبیت تھی کہ آپ محبوب الٰہی تھے۔ آنے والے ہر شخص سے بڑے ہی محبوبانہ انداز میں ملتے تھے اور یہی طریقہ بالخصوص آپ کے خلفاء اور پھر ان کے خلفاء حتیٰ کہ فی زمانہ اس سلسلہ عالیہ کے تمام شیوخ اپنے اندر محبوبیت کا ایک خاص درجہ رکھتے ہیں۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے مشائخ صوفیاء و مریدین قوالی محفل سماع انتہا درجہ کی عقیدت سے سنتے ہیں۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے مشائخ کا یک مخصوص لباس ہوتا ہے سفید قمیض یا کرتہ اور نیلا تہبند باندھتے ہیں جبکہ گلے میں زرد رنگ کی دستار ہوتی ہے۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں زیادہ تر پڑھے لکھے علماء مشائخ اور سجادہ نظر آتے ہیں جو علم و عرفان کی دولت سے مرصع اور مزین ہوتے ہیں۔ ان میں شاعری کا ذوق بھی خصوصیت سے پایا جاتا ہے۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے مشائخ و علماء و مریدین اپنے بزرگوں کے اعرس میں خصوصیت سے شرکت کرتے ہیں۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے مشائخ و علماء کے پاس شاہان وقت زیادہ تر حاضری دیتے اور بعض ملکی اور قومی معاملات میں ان سے مشورہ لیتے رہتے ہیں۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے مشائخ و بزرگ دنیاوی حکمرانوں بادشاہوں یا مالدار امراء وزراء کے دروازہ پر نہیں جاتے حتیٰ کہ بعض مشائخ تو آنے والے امرا کی ملاقات سے اپنی خانقاہ میں بھی اجتناب برتتے تھے۔

والسلام مع الاکرام۔ خاکپائے در مخدوم صابر نواز

صاحبزادہ مقصود احمد صابری

مدح در شان حضرت امیر خسرو چشتی رحمتہ اللہ علیہ

امیرؒ صادق غریب مخلص فقیر محبوبؒ ناصر خسروؒ
ولائے دین کا پیام خسروؒ نظامِ حق کا نظام خسروؒ
جو ناظمِ حق نظامؒ دیں تھے تو مظہرِ انتظام خسروؒ
تھے روحِ حق الکلام حضرت کلیم روح الکلام خسروؒ
مراد مندوں کا نور تم ہو ہزاروں تم پر سلام خسروؒ
ہوئے ہیں شاہ و گدا ہزاروں تمہارے در کے غلام خسروؒ
تمہارے سوزدروں کے جلوے نگاہ مرشد میں جلوہ گر تھے
عطا ہو تشنہ لبوں کو اپنے اسی محبت کا جام خسروؒ
پڑے ہیں در پر تمہارے بے بس غریب لاکھوں ہزاروں بیکس
ستم زدوں کا ہو تم سہارا تمہیں سے ہے اب تو کام خسروؒ
وہ حیرتؔ چشمِ مست و حیراں کہ جس سے سنبھالا نظام دوراں
اسی میں حیرتؔ رہے پریشاں یہی ہے دُھن صبح و شام خسروؒ

از قلم: حضرت فقیر حیرت شاہ وارثی

حضرت خواجہ ابوالحسن امیر خسرو چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: معدن صدق وصفا، کان عشق ووفا، فنافی الشیخ، سلطان الشعراء، برہان الفضلاء، طوطی ہند، حضرت خواجہ ابوالحسن امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ محبوب حضرت محبوب الٰہی ہیں۔

آپ کا اصلی نام ابوالحسن ہے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام مبارک امیر سیف الرحمٰن لاچین اور نانا کا نام عماد الملک ہے۔ آپ کے والد بزرگوار ترکستان کے مشہور شہر بلخ کے امیرزادوں میں سے تھے وہ سلطان شمس الدین التمش علیہ الرحمۃ کے دور حکومت میں ہجرت کر کے ہندوستان آئے اور موضع پٹیالی ضلع ایٹہ میں مقیم ہو گئے۔ امیر سیف الدین جب دہلی آئے تو اپنی خاندانی برتری اور غیر معمولی ذاتی قابلیت کی بنا پر بہت جلد بادشاہ وقت کے دربار سے منسلک ہو گئے۔ یہیں اُن کی شادی عماد الملک کی صاحبزادی سے ہوئی۔ ان کے بطن سے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ ان میں حضرت ابوالحسن المعروف حضرت امیر خسرو سب سے چھوٹے فرزند ہیں۔

ولادت باسعادت ☆: آپ ۶۵۳ھ بمطابق 1255ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ حضرت امیر خسرو کی تعلیم و تربیت آپ کے نانا عماد الملکؒ نے کی۔ جو خود ایک بے بدل عالم اور حضرت خواجہ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کے مرید تھے۔ اُس وقت ان کی عمر ایک سو تیرہ برس تھی۔ مگر اپنے لائق نواسے کی تعلیم و تربیت میں اس پیرانہ سالی کے عالم میں بھی کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اور بہت جلد آپ نے اپنے تمام علوم میں کمال حاصل کیا اور علم فقر، منطق اور حدیث پڑھ کر فضلا میں شامل ہونے لگے آپ بہت خوش آواز اور ایک عظیم شاعر تھے۔

بیعت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ اپنے مرشد کے منظور نظر مرید تھے۔

سیرت و کردار ☆: آپ سلطان الشعراء برہان الفضلاء، وادیٔ خطابت و سخن کے عالم فرید و وحید نوع انسانی کے دونوں جہاں میں منتخب اور بے پایاں تھے، مضمون نگاری اور معنی پہنانے کے لئے شعر گوئی اور تمام اقسامِ سخن میں آپ کو وہ کمال حاصل تھا کہ متقدمین اور متاخرین شعراء میں سے کسی کو بھی یہ اعزاز نصیب نہیں ہوا۔ انہوں نے اپنے اشعار کو اپنے پیر و مرشد کے فرمان و ارشاد کے مطابق اصفہانی طرز اور نہج پر تیار کیا آپ کے اشعار کی تعداد پانچ لاکھ کے لگ بھگ ہے۔

آپ ایک بے بدل شاعر تھے اور آج بھی آپ کو اقلیم شاعری کا تاجدار کہا جاتا ہے۔ آپ صاحب علم و فضل تھے اور تصوف کے

اوصاف اور درویشوں کے احوال سے متصف تھے۔ اگرچہ آپ کے تعلقات ملوک سے تھے اور امراء اور ملوک سے خوش طبعی اور بطور میل جول تھا۔ لیکن طبعی طور پر ان تمام کی طرف میلان نہ تھا۔ آپ خدا کے برگزیدہ ولی اور اپنے زمانے کے بہترین ادیب وخطیب اور قادر العلوم شاعر تھے آپکے کے بعد سے تاحال کسی صوفی بزرگ کے کلام کو اتنی مقبولیت نہیں مل سکی جتنی آپکے کلام کو حاصل ہے۔

ریاضت ومجاہدہ ☆: حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ دن رات عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ آپ ہر رات کو تہجد کی نماز کے بعد سات پارے خوش الحانی سے تلاوت فرماتے تھے۔ اور اکثر روزے سے رہتے تھے۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ چالیس سال مسلسل روزے رکھتے رہے۔

ایک روز آپ کے پیرومرشد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ نے آپ سے دریافت کیا اے ترک تمہاری مشغولیت کا کیا حال ہے۔ عرض کیا رات کے آخری حصہ میں اکثر و بیشتر آہ وبکا اور گریہ وزاری کا غلبہ رہتا ہے۔ حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ نے فرمایا الحمدللہ کچھ اثرات ظاہر ہورہے ہیں۔ آخر خدا کی محبت میں ایسی جلن اور سوزش آپ کے سینے میں پیدا ہوگئی کہ جب لباس پہنتے تو سینے کے پاس کا کپڑا جل جاتا تھا۔ حضرت محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز مجھ سے خدا اگر یہ پوچھے کہ میں کیا لایا ہوں تو عرض کروں گا کہ امیر خسرو کے سینے کی سوزش اور جلن لایا ہوں۔

پیرومرشد کی عنایت ☆: صاحب سیر الاولیاء فرماتے ہیں کہ امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ پر خواجہ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کی جتنی نوازشات اور عنایت ہوئیں وہ حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ نے خود تحریر فرمائیں۔ جن میں سے چند ایک پیش کرتا ہوں۔

خود امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ نے فرمایا میں سب سے تنگ آجاتا ہوں مگر تم سے تنگ نہیں ہوتا۔

ایک دفعہ ایک شخص نے بڑی جرأت کے ساتھ شیخ سے عرض کیا کہ حضور آپ جن نظروں سے امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھتے ہیں انہیں نظروں سے ایک بار مجھے دیکھ لیں تو حضرت شیخ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن اس کے بعد شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے دل میں آیا تھا کہ اسی وقت اس شخص کو کہہ دوں کہ پہلے اتنی قابلیت تو پیدا کر۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ نے فرمایا اے خسرو میرے لئے دعا کرو کیوں کہ اے خسرو تمہاری بقا میری بقا پر موقوف ہے اور تمہیں میرے پہلو میں دفن کیا جائے گا یہ جملے کئی مرتبہ لوگوں نے خواجہ محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ کے سامنے دہرائے۔ تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ انشاء اللہ یونہی ہوگا۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ نے مجھ سے اللہ کو درمیان رکھ کر یہ وعدہ فرمایا تھا کہ جب جنت میں جائیں گے تو مجھے بھی انشاء اللہ ساتھ لے چلیں گے۔

ایک مرتبہ حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ نے یہاں تک فرمادیا تھا کہ اگر شریعت میں اس کی اجازت ہوتی تو میں وصیت کرتا کہ امیر

خسرو کو میرے ساتھ دفن کرنا تا کہ دونوں یکجا رہیں۔

پیرو مرشد کی محبت ☆: حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے پیرو مرشد سے حد درجہ کی محبت تھی۔ جس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ ایک مرتبہ کسی درویش نے حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ سے مدد کی درخواست کی اُس وقت اتفاق سے لنگر خانے میں کوئی چیز موجود نہ تھی خواجہ محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ انتظار کرو آج جو کچھ آئے گا وہ سب تمہارا ہے۔ لیکن اتفاق سے اس دن کہیں سے بھی کچھ نہ آیا اور نہ دوسرے دن آخر کار خواجہ محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ نے اپنے پاؤں کی جوتیاں دیکر درویش کو رخصت کر دیا۔ وہ جوتیاں لے کر باہر نکلا ہی تھا کہ حضرت امیر خسرو سے ملاقات ہوگئی آپ نے اپنے پیر مرشد کی خیریت دریافت کی اور فوراً بول اُٹھے کہ مجھ کو تجھ سے مرشد کی بو آتی ہے۔ شاید اُن کی کوئی چیز تیرے پاس ہے۔

درویش نے تمام ماجرا سنا دیا یہ دیکھ کر حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ کی جوتیاں درویش کے پاس ہیں۔ آپ بے تاب ہو گئے درویش سے کہا انہیں میرے ہاتھ فروخت کر دو وہ فوراً راضی ہوگیا۔ آپ نے پانچ لاکھ روپے کے عوض اپنے مرشد کی جوتیاں خرید لیں۔ یہ روپے بادشاہ نے ان کے قصیدے پر خوش ہو کر اسی دن بطور انعام دیئے تھے آپ اپنے مرشد کے جوتے سر پر رکھے ہوئے اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ حضور وہ پانچ لاکھ روپے پر راضی ہو گیا تھا۔ اگر وہ ان جوتیوں کی قیمت کے بدلے میں میری جان اور میرا تمام مال و دولت طلب کرتا تو میں سب کچھ دیکر بھی یہ مبارک جوتیاں اُس سے ضرور خرید لیتا۔

ایک خواب ☆: حضرت امیر خسرو فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ نے مجھے اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ ہم نے ایک خواب دیکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ بروز جمعرات شیخ صدر الدین علیہ الرحمۃ ابن شیخ بہاؤ الدین ذکریا علیہ الرحمۃ ہمارے پاس تشریف لائے میں نے ان کی تعظیم و تکریم کی وہ بھی اتنی تواضع سے پیش آئے جو یہاں نہیں کی جاتی اسی طرح میں نے دیکھا کہ اے خسرو تم بھی دور سے آتے ہوئے نظر آئے جب تم ہمارے پاس آگئے تو تم نے معرفت الٰہی کا بیان شروع کر دیا۔ اسی دوران میں مؤذن نے نماز فجر کی اذان دینی شروع کی۔ جس کی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی۔ اور خواب کا سلسلہ منقطع ہو گیا پھر حضرت خواجہ محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ نے مجھ سے فرمایا کہ دیکھو یہ کتنا بڑا مرتبہ ہے۔ میں نے عرض کیا حضرت یہ تمام آپ ہی کا فیض ہے۔

یہ سُن کر حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ بلند آواز سے رونے لگے اور میں بھی آپ کی گریہ وزاری کی وجہ سے آبدیدہ ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ نے کلاہ خاص منگوا کر اپنے دست مبارک سے مجھے پہنایا اور فرمایا کہ مشائخ کے اقوال کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا شیخ حضرت محبوب الٰہی نے حضرت امیر خسرو کے یہ دو شعر بھی کہے ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں۔

خسرو که بنظم و نثر مثلش کم خواست
ملکیت و ملك سخن آں خسرو راست
ایں خسرو ما است ناصر خسرو نیست
زیرا کـه خدائے نـاصر مـاسـت

وصال باکمال ☆: حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ نے آپ کے بارے میں یہ پیشین گوئی فرمائی تھی کہ خسرو میرے بعد زیادہ عرصہ زندہ نہ رہیں گے۔

چنانچہ حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ کا جب وصال ہوا تو حضرت امیر خسرو سلطان غیاث الدین تغلق کے ہمراہ بنگال گئے ہوئے تھے۔ بعض روایت کے مطابق لکھنوتی گئے ہوئے تھے۔ اس روز آپ نے سخت بے چینی محسوس کی اور بادشاہ سے اجازت حاصل کر کے جب دہلی پہنچے تو حضرخواجہ محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ کے وصال کا علم ہوا یہ سن کر آپ بے تاب ہو گئے۔ جو کچھ تھا پیرو مرشد کے ایصال ثواب کے لئے غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیا۔ سر کے بال کٹوا دیئے پاگلوں کی طرح مزار پر آ کر گر پڑے اور اس سے ٹکرا کر چیخ ماری اور کہا کہ تعجب ہے کہ آفتاب زمین کے اندر چھپ گیا اور میں ابھی تک زندہ ہوں یہ کہہ کر آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو زار و قطار رونے لگے۔ دنیاداری سے الگ تھلگ ہو کر ماتمی لباس پہنا اور مزار اقدس پر آ کر بیٹھ گئے آپ حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہے۔

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸ شوال ۷۲۵ھ بمطابق 1325ء کو وصال فرمایا قبل از وصال آپ حضرت محبوب الٰہی کے روضہ کے سامنے کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھتے تھے ہوئے اس دنیا فانی سے کوچ کر گئے۔

گوری سوئے سیج پر مکھ پر ڈالے کیس
چل خسرو گھر اپنے سانجھ بھی چو دیس

آپ کا مزار حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ کے پہلو میں دہلی انڈیا میں آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔
فقیر راقم الحروف کو آپ کے دربار مقدس پر حاضری کا شرف حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا فخر الدین زرادی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: متوکل مقیم صحرائے توحید، مجسم بشکل روحانی، حضرت مولانا فخر الدین زرادی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ آپ بڑے ولی اللہ ذی علم متقی صاحب ذوق وعشق بزرگ تھے۔ آپ حضرت خواجۂ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کے خلیفہ تھے۔ امور شرعیہ میں بڑے مضبوط تھے۔ اوائل عمر میں مولانا فخر الدین ہانسوی علیہ الرحمۃ سے دہلی میں تعلیم حاصل کی۔ اپنی ذہانت چرب لسانی فصاحت بیانی کی وجہ سے اہل شہر کے ممتاز لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ آخر کار حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور سر منڈوا دیا طالب علموں کے زمرے سے نکل کر درویشوں کی جماعت میں داخل ہو گئے اور عنایت پور میں رہنے لگے اپنے شیخ کے وصال کے بعد دریائے جمنا کے کنارے ایک محلہ میں مقیم ہوئے جسے اب فیروز آباد دہلی کہتے ہیں۔ کچھ دنوں تک حوض علائی پر ٹھہرے رہے اور ایک مدت تک لبنا بند میں عبادت الٰہی کرتے رہے۔ جو پہاڑوں کے وسط میں ہے۔ اور آپ کے زمانے میں وہ علاقہ جنگل و بیابان اور شہروں کی آماجگاہ تھا۔ اس کے بعد خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی زیارت کے لئے اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ وہاں سے ہوتے ہوئے حضرت بابا شیخ فرید الدین شکر گنج علیہ الرحمۃ کی زیارت کے لئے پاکپتن گئے آپ نے عمر کا بیشتر حصہ سفر ہی میں بسر کیا۔ جنگل اور بیابانوں میں رہ کر عبادت کی اور ہمیشہ عبادت کرتے رہے۔ منقول ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ سے دریافت کیا کہ تلاوت قرآن افضل ہے یا ذکر اللہ خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ذکر اللہ کرنے والا اپنے مقصود تک جلدی پہنچ جاتا ہے۔ لیکن زوال کا خطرہ دامن گیر رہتا ہے اور قرآن کی تلاوت کرنے والا اگرچہ مقصود تک بدیر پہنچتا ہے۔ مگر اس میں زوال کا خطرہ نہیں۔ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو چیز ہم پر ایک یا دو ماہ میں کھلتی ہے۔ مولانا فخر الدین رحمتہ اللہ علیہ اس کو ایک گھنٹہ میں حاصل کر لیتے تھے جس وقت دہلی کے رہنے والے لوگوں کو دیو گیر لے جایا جا رہا تھا۔ مولانا فخر الدین بھی وہاں گئے اور وہاں سے خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے روانہ ہو گئے۔ اور وہاں سے بغداد جا کر کتب حدیث کو بڑی تحقیق اور محنت سے پڑھا اپنے قدیم وطن دہلی میں آنے کے لئے روانہ ہوئے۔ واپسی میں ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ وہ راستہ میں ڈوب گئی اور اسی حادثہ میں شہید ہو گئے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۷۲۷ھ بمطابق 1326ء کو حج سے واپسی پر سمندر میں جہاز ڈوبنے کی بنا پر ہوا۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ سراج الدین عثمان گوری چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عالم ربانی۔محرم اسرار سبحانی گنجینہ علم وحیا۔مقتدائے وقت حضرت شیخ سراج الدین عثمان گوری چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ اخی سراج کے نام سے معروف تھے آپ حضرت خواجہ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے۔عین جوانی کے عالم میں جبکہ آپ کی داڑھی کے بال بھی نہ نکلے تھے۔خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ کے مرید ہوئے اور چند برس پیرومرشد کی خدمت میں رہنے کے بعد اپنی والدہ کی خدمت کے لئے لکھنوتی جس کا موجودہ نام گور ہے۔تشریف لے گئے۔ چندروز وہاں قیام فرمانے کے بعد پھر واپس شیخ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔خلافت دیتے وقت آپ سے شیخ نے فرمایا کہ اس کام میں پہلا مقام علم کو حاصل کرنا ہے اور شیخ میں ابھی اتنا بھی علم نہیں ہے۔اس وقت جو لوگ موجود تھے اُن میں سے مولانا فخر الدین زرادی علیہ الرحمۃ نے عرض کیا کہ میں انہیں چھ ماہ میں عالم بنادوں گا۔

چنانچہ شیخ سراج نے مولانا زرادی علیہ الرحمۃ سے علم حاصل کیا۔مولانا زرادی علیہ الرحمۃ نے ان کے لئے ایک کتاب بھی بنام عثمان بھیجی۔اس کے بعد شیخ سراج نے مولانا رکن الدینؒ سے کافیہ مفصل قدوری اور مجمع البحرین پڑھیں۔اور حضرت خواجہ محبوب الٰہی کے وصال کے بعد مزید تین برس تک دیگر درسی کتب کی تحصیل کی۔پھر شیخ کے کتب خانے سے چند کتابیں کچھ کپڑے اور خلافت نامہ جو شیخ نے آپ کو دیا تھا لے کر اپنے مقام پر لکھنوتی تشریف لے گئے اور دیار کو ولایت کے جمال سے مزین کیا شیخ نے عین حیات میں آپ کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ ہندوستان کا آئینہ ہے۔

منقول ہے کہ شیخ سراج نے اپنے شیخ سے جو خرقہ وغیرہ حاصل کیا تھا اُسے زمین میں دفن کیا اور اس پر قبر بنادی اور انتقال سے بیشتر اپنے ورثاء کو یہ وصیت کی کہ مجھے کپڑوں والی قبر میں دفن کیا جائے چنانچہ بعد از وصال لوگوں نے ایسا ہی کیا آپ کے خلفاء شہر گور میں مشہور ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال ۷۳۰ھ بمطابق 1329ء میں ہوا مزار شریف شہر گور لکھنوتی انڈیا میں آج بھی مرجع خاص وعام ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا فخر الدین مروزی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عالم علوم ربانی، عاشق بمشاہدہ سبحانی، قندیل نورانی، حضرت مولانا فخر الدین مروزی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ بحر یقین ہیں آپ بادشاہ عالم راز مخلوق میں ممتاز ہیں۔

آپ کا نام مبارک فخر الدین ہے۔ آپ علم ظاہر کی تکمیل سے فارغ ہو کر علم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور علم تفسیر و حدیث فقہ میں مہارت حاصل کی۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور آخری عمر میں غیاث پور میں مکمل سکونت اختیار کی آپ کو حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ سے بے حد محبت اور عقیدت تھی۔ غیاث پور میں رہ کر حضرت خواجہ محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہے۔

حضرت محبوب الٰہی کا مکتوب ☆: حضرت محبوب الٰہی نے آپ کو ایک خط میں محبت رب العالمین کے مضمرات اور متعلقات سے آگاہ فرمایا تھا۔ حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں۔

اصحاب طریقت و ارباب حقیقت اس بات پر متفق ہیں کہ انسان کی تخلیق کا اہم مطلوب اور اعظم مقصود رب العلمین کی محبت ہے اور محبت دو قسم کی ہے۔ محبت ذات اور محبت صفات۔ محبت ذات وہبی ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کی دین ہے اور کوشش سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور محبت صفات کسبی ہے۔ یعنی کوشش سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

محبت دائمی ذکر ہے مع تخلیۃ القلب ماسواہ (یعنی محبت ذکر دوام کا نام ماسوائے اللہ سے قلب کے خالی ہونے کے ساتھ) اور اس کام کے فراغت شرط ہے۔ اور فراغت کے لئے چار موانعات ہیں۔ یعنی چار چیزوں کی وجہ سے فراغت حاصل نہیں ہوئی اور جو چیز مانع شرط ہے۔ وہ چار چیزیں یہ ہیں۔ خلق، دنیا، نفس، شیطان، دنیا کو دفع کرنے کا طریقہ قناعت ہے اور نفس اور شیطان کو دفع کرنے کا طریقہ ہر وقت حق تعالیٰ سے مدد مانگنا ہے۔

سیرت و کردار ☆: آپ قرآن مجید کے حافظ تھے قرآن مجید کی کتابت کر کے گزارہ کرتے تھے۔ نہایت بردبار اور متوکل اور مانع تھے۔ ترک و تجرید میں خوشی پاتے تھے۔ جمال ورع اور کمال تقویٰ سے آراستہ تھے۔ صاحب کرامت تھے۔ آپ کی مردان غیب سے

ملاقات ہوئی۔

تقویٰ و پرہیز گاری ☆: حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا فخر الدین مروزی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ جو کچھ کتابت کرتے تھے اُس کی اجرت لوگوں سے مقرر کراتے تھے۔ جب لوگ کہتے کہ ایک جزو کی کتابت کی اجرت چھ آنے ہوتی ہے تو آپ فرماتے میں تو چھ چیتل لوں گا اس سے زیادہ نہیں لوں گا اور اگر کوئی چار پیسے بطور تبرک دے گا تو اسے بھی ہرگز قبول نہ کروں گا۔

جب آپ بوڑھے ہو گئے قویٰ میں بھی کمزور ہو گئے تو آپ نے کتابت ترک فرمادی تھی اس وقت کے ایک بڑے تاجر قاضی حمید الدین کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے سلطان علاؤ الدین خلجی سے کہا کہ مولانا فخر الدین یہاں کے ایک بہت بڑے ولی اللہ اور بزرگ ہیں۔ ان کا گزر بسر کتابت پر موقوف تھا اور اب انہوں نے بڑھاپے کی وجہ سے اسے ترک کر دیا ہے۔ اس لئے بیت المال سے ان کے لئے کچھ وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔ تو بہت ہی مناسب ہوگا۔

چنانچہ سلطان علاؤ الدین نے روزانہ ایک درہم وظیفہ مقرر کر دیا۔ جب آپ کو درہم پہنچایا گیا تو آپ نے فرمایا میں اسے قبول نہیں کرتا مجھے تو وہی چھ آنے درکار ہیں غرضیکہ بڑی منت سماجت کے بعد آپ نے بارہ آنے قبول فرمائے۔

کشف و کرامت ☆: ایک مرتبہ کا واقعہ ہے۔ کہ آپ کو پیاس لگی کوئی پاس نہیں تھا کہ جس سے پانی منگواتے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک پیالہ پانی سے بھرا ہوا نمودار ہوا۔ آپ نے اس پیالے کو توڑ دیا۔ اور کہا کہ کرامت کا پانی نہیں پئیں گے۔ جب آپ نے حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ سے اس کا ذکر کیا۔ حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ وہ پانی پینا چاہیے تھا۔

کرامت نمبر۲ ☆: ایک مرتبہ کا واقعہ ہے۔ آپ کو کنگھی کی ضرورت پیش آئی لیکن آپ کے پاس کوئی نہیں تھا۔ کہ کنگھی لا کر دے اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ دیوار میں سے ایک کنگھی برآمد ہوئی آپ نے وہ کنگھی ہاتھ میں لی اور کر لی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال ۷۳۶ھ بمطابق 1335ء میں ہوا۔ آپ کا مزار مبارک دہلی انڈیا میں ہے۔ حضرت خواجہ محبوب الٰہی کی درگاہ کے اندر چبوترہ یاراں میں واقع ہے۔ اہل عقیدت آج بھی آپ کے درِ اقدس سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو بھی حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے۔ نہایت ہی پُرسکون جگہ ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ قطب الدین منور چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: قطب ولایت دجمیع اوصاف، متصور معدن صدق و اخلاص حضرت شیخ قطب الدین منور رحمتہ اللہ علیہ زینت المشائخ ہیں۔ آپ حضرت برہان الدین ولد شیخ جمال الدین ہانسوی کے فرزند ارجمند تھے۔ صاحب حال وکمال بزرگ تھے۔ ریاضت و عبادت میں ہمہ وقت مشغول رہتے تھے۔ تکلیف وتصنع سے آپ کو طبعاً نفرت تھی لوگوں کے شوروغل سے دور رہتے تھے۔ عمر بھر اپنے اختیار سے آپ نے اپنے کمرے سے باہر قدم نہ نکالا تھا آپ امراء کے دروازے پر کبھی نہ جایا کرتے تھے۔ آپ نے پوری زندگی صبر وقناعت اور توکل میں بسر کی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت خواجہ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے جلیل القدر جامع کمالات اور مظہر کرامات مرید وخلیفہ تھے۔

سیرت وکردار ☆: منقول ہے کہ ایک مرتبہ سلطان محمد تغلق بادشاہ نے قاضی کمال الدین صدر جہاں کو حضرت قطب الدین منور رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں بھیجا اور ساتھ ساتھ تحریر شدہ ایک فرمان بھی ان کے ہمراہ روانہ کیا۔ جس میں تحریر تھا کہ فلاں فلاں گاؤں ہم نے آپ کو بطور ہدیہ دے دیئے ہیں۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ کو دنیاداری کے فریب میں مبتلا کیا جائے پھر وہ اپنی عادت کے مطابق جیسا وہ دوسرے درویشوں کو تکلیف دیا کرتے تھے۔ ان پر بھی ایذاء رسانی کا سلسلہ شروع کر دیتا صدر جہاں جب شیخ قطب الدین منور رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آئے اور جاگیری مواضعات کا فرمان شاہی پیش کیا اور زبانی بھی بیان کیا تو آپ نے فرمایا سلطان نصیر الدین بن شمس الدین اوچ اور ملتان کی طرف جارہا تھا تو اس نے اپنے امیر غیاث الدین کو حضرت بابا فرید گنج شکر علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ایک فرمان جاگیری مواضعات کا دیکر بھیجا تھا لیکن بابا صاحبؒ نے اسے جواب دیا ہمارے مشائخ نے ایسی جاگیریں قبول نہ فرمائی تھیں۔ جاگیریں قبول کرنے والے اور لوگ بہت ہیں ان کو دی جائیں۔

آپ کو معلوم ہے کہ ہم ان کے مرید ہیں ہمیں بھی وہ کچھ کرنا چاہیے۔ جو انہوں نے کیا۔ یعنی ہم جاگیریں وغیرہ نہیں قبول کرتے۔ کہتے ہیں کہ شیخ منور قطب الدین رحمتہ اللہ علیہ اور سلطان محمد تغلق کی اس وقت ملاقات ہوئی تھی جب کہ بادشاہ ہانسی جارہا تھا اور

ہانسی سے آٹھ میل پہلے ہی مقام ہانسی میں قیام پذیر تھا۔ بادشاہ نے نظام زوبارے عرف مخلص الملک کو جو بڑا ہی ظالم تھا۔ ہانسی کا قلعہ دیکھنے کے لئے بھیجا تا کہ قلعہ کی تمام کیفیت معلوم کرے کہ وہ ٹھیک ہے۔ یا خراب ہو چکا ہے نظام زوبارے قلعہ کے نیچے ایک گھر پر پہنچا تو پوچھا یہ گھر کس کا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ شیخ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کے خلیفہ حضرت قطب الدین منور رحمتہ اللہ علیہ کا دربار ہے۔ اُس نے کہا تعجب ہے کہ بادشاہ یہاں آیا ہوا ہے اور یہ اس سے ملنے کے لئے نہیں گیا پھر نظام زربارے نے بادشاہ کے ہاں لوٹ کر عرض کیا کہ یہاں خواجہ نظام الدین علیہ الرحمۃ کا ایک خلیفہ رہتا ہے جو آپ سے ملنے نہیں آیا بادشاہ کو حکومت کا نشہ اور غرور تھا جیسا کہ ہوا کرتا ہے۔ اس نے حسن سر برہنہ جیسے عزت دار اور طاقتور کو حکم دیا کہ جاؤ اور شیخ منور علیہ الرحمۃ کو یہاں پکڑ کر لے آؤ۔

چنانچہ حسن سر برہنہ شیخ کی بیٹھک میں آ کر بیٹھا شیخ کے فرزند نور الدین باہر تشریف لائے اور کہا کہ ہمارے آقا اور سردار آپ کو اندر بلا رہے ہیں حسن سر برہنہ حضرت شیخ منور رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا مصافحہ کر کے بیٹھا اور عرض کیا کہ سلطان نے آپ کو بلایا ہے۔

شیخ نے دریافت کیا کہ اس کو طلب کرنے میں مجھے اختیار ہے یا نہیں حسن سر برہنہ نے عرض کیا کہ فرمان شاہی یہ ہے۔ کہ میں آپ کو لے چلوں یہ سن کر شیخ منورؒ نے فرمایا الحمد للہ کہ میں اپنے اختیار سے نہیں جا رہا اس کے بعد اپنے گھر والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ میں اپنے آپ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں پھر اپنی جائے نماز اپنے کاندھے پر رکھی اور لاٹھی ہاتھ میں لے کر پیدل روانہ ہوئے۔

حسن سر برہنہ نے جب شیخ کے چہرے سے بزرگی کی علامات دیکھ لیں تو عرض کیا کہ آپ پیدل کیوں چل رہے ہیں۔ کوتل گھوڑے ساتھ ہیں۔ کسی ایک پر آپ بھی سوار ہو جائیں شیخ نے فرمایا کہ مجھے گھوڑے پر سوار ہونے کی ضرورت نہیں اتنی طاقت ابھی موجود ہے۔ کہ میں پیدل چل سکتا ہوں۔ جب آپ اس مقام پر پہنچے جہاں آپ کے آباؤ اجداد کی قبریں تھیں۔ تو فرمایا کہ مجھے اجازت ہے کہ میں کچھ دیر یہاں ٹھہر سکوں اور دعا کر لوں حسن سر برہنہ نے اجازت دی آپ نے وہاں کہا کہ مجھے آپ کی جگہ سے بے اختیاری کے عالم میں لے جایا جا رہا ہے۔ میں اپنے اختیار سے گھر سے نہیں نکلا ہوں بلکہ مجھے زبردستی لے جایا جا رہا ہے۔ اور چند بندگانِ خدا کو کسمپرسی کے عالم میں بغیر خرچ وغیرہ کے گھر میں چھوڑ آیا ہوں۔

پھر شیخ منوّرؒ نے قبرستان سے باہر آتے دیکھا کہ ایک آدمی پچاس روپے لیکر آپ کے پاس آیا آپ نے اُس سے فرمایا کہ یہ پیسے میرے گھر دے دینا ان کے پاس کچھ بھی نہیں بہر کیف ان تمام حالات کو حسن سر برہنہ نے بادشاہ سے بیان کر دیا لیکن بادشاہ ان حالات سے کچھ متاثر نہ ہوا اور شیخ منور کو اپنے پاس بلوایا شیخ منورؒ نے سلطان محمد کے پاس جاتے وقت فیروز شاہ سے کہا درویش اور فقیر شاہی مجالس میں داخل ہونے کے آداب اور اُن کے گفتگو کرنے کے طرز و طریق سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ فیروز شاہ نے کہا آپ کے بارے میں لوگوں نے بادشاہ سے بہت سی غلط باتیں کہہ رکھی ہیں۔ اس لئے رواداری اخلاق و تواضع وغیرہ کا خوب خیال رکھیں۔

بادشاہ کو جب معلوم ہوا کہ شیخ منورؒ آ رہے ہیں۔ تو وہ بیٹھا ہوا تھا کہ یک دم کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنی کمان ہاتھ میں لی اور گز اندازی میں مشغول ہو گیا۔ مگر شیخ منوّر کو دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ اور تعظیم و احترام کی غرض سے آگے بڑھا اور مصافحہ کیا مگر شیخ قطب الدین منورؒ نے اس کا ہاتھ اس طرح مضبوطی سے پکڑ لیا کہ وہ چھڑا نہ سکا۔ باوجودیکہ اس ظالم کے ہاتھ سے بہت سے مشائخ اور علماء تلوار کی

نظر ہو چکے تھے مگر شیخ قطب الدین منور رحمتہ اللہ علیہ کا اس طرح عقیدت مند ہوا کہ اس بات کے کہنے پر مجبور ہو گیا کہ ہم آپ کے علاقے میں آئے ہیں اور آپ نہ ہی ہماری اصلاح و تربیت فرماتے ہیں۔ اور نہ ہی اپنی زیارت کا شرف بخشتے ہیں۔

حضرت شیخ نے فرمایا کہ جہاں تک ملاقات کی بات ہے۔ یہ فقیر اپنے گھر میں پڑا ہے۔ اور اِس فقیر کو یہ معلوم نہیں کہ بادشاہ سے ملاقات کس طرح کی جاتی ہے۔ یہ فقیر ایک کونے میں پڑا ہوا۔ بادشاہ اور دیگر مسلمانوں کی اصلاح و بہبود کی دعا میں مصروف و مشغول ہے۔ اور اس وجہ سے میں معذور ہوں شیخ کی اس گفتگو سے بادشاہ پر بہت اچھا اثر ہوا اس نے سلطان فیروز شاہ سے کہا کہ شیخ جو کچھ چاہتے ہیں۔ وہ پورا کر دیا جائے یہ سن کر حضرت قطب الدین منورؒ نے فرمایا کہ میرا مطلب صرف درویشی اور اپنے آباؤ اجداد کی جھونپڑی میں قیام ہے۔ پھر بادشاہ نے فیروز شاہ اور ضیاء برنی کو حکم دیا کہ شیخ کی خدمت میں ایک لاکھ روپیہ پیش کیا جائے۔ شیخ نے جب اس قدر نقد انعام کا سنا تو فرمایا نعوذ باللہ فقیر اس کو ہرگز قبول نہ کرے گا۔

چنانچہ فیروز شاہ اور ضیاء برنی دونوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ شیخ اس کو قبول نہیں کرتے بادشاہ نے فرمایا پچاس ہزار روپے اور دے دیئے جائیں۔ غالباً بادشاہ یہ سمجھا ہوگا شیخ کم ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کر رہے۔ شیخ نے وہ بھی قبول نہیں کئے اور فرمایا سبحان اللہ فقیر کو دو سیر کھچڑی اور ایک چھٹانک گھی کافی ہے ہزاروں کی ضرورت نہیں اس پر فیروز شاہ اور ضیاء برنی نے عرض کیا کہ ہم اس سے کم عطیہ کا شاہی دربار میں تذکرہ بھی نہیں کر سکتے۔ آخر کار ضرورت کے موافق انعام شاہی میں سے حضرت شیخ قطب الدین منور رحمتہ اللہ علیہ نے کچھ رقم قبول فرمائی جس میں سے کچھ رقم اپنے بزرگان عظام کی قبروں پر خرچ کر دی یعنی ان کو ایصال ثواب کر دیا۔ بقیہ دوسرے فقیروں کو تقسیم کر دی۔ اس کے تھوڑے دنوں بعد شیخ قطب الدین منور رحمتہ اللہ علیہ ہانسی روانہ ہو گئے۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال با کمال ۷۴۰ھ بمطابق 1339ء میں ہوا مزار شریف ہانسی انڈیا میں حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی کے مزار کے قریب آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

شاہ نصیرالدین چراغ دہلویؒ

مقتدائے عارفاں ہیں شہ نصیرالدین چراغ
رونق بزم جہاں ہیں شہ نصیرالدین چراغ
یک بیک جو ذاکر و مذکور تھے مخمور تھے
گنج معنی بے گماں ہیں شہ نصیرالدین چراغ
سلسلہ چشتیہ کے حسن بخشش کا سبب
باعث صد شادماں ہیں سہ نصیرالدین چراغ
جن کی وسعت اور گہرائی کی کوئی حد نہیں
ایسے بحر بیکراں ہیں شہ نصیرالدین چراغ
جو بشارت خواجہ عثمان ہاروں کو ملی
اس کے مصداق و بیاں ہیں شہ نصیرالدین چراغ
رتبہ فردانیت پہ آپ تھے فائز مدام
اہل دل کا آسماں ہیں شہ نصیرالدین چراغ
آج بھی جن کے تصور میں جھکے جاتے ہیں سر
وہ دلوں کے حکمراں ہیں شہ نصیرالدین چراغ

از قلم: ڈاکٹر ظفریاب توآنہ سیالوی

حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: پیشوائے مشائخ کبار۔ مستغرق در بحر اسرار، مستغرق ذات الہ ،سلطان الاصیفاء، چراغ چشت اہل بہشت، حضرت خواجہ مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمتہ اللہ علیہ چراغ دہلی ہیں۔

آپ حضرت امام حسن کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار سیّد مجتبٰی علیہ الرحمۃ کی ولادت باسعادت لاہور میں ہوئی۔ پھر یہ خاندان اودھ میں جا کر قیام پذیر ہوگیا۔ اودھ ہی میں حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آپ نو سال کی عمر میں یتیم ہوگئے تھے۔ اس کے بعد آپ کی پرورش آپ کی والدہ ماجدہ رابعہ دوراں نے کی آپ کو بچپن ہی سے کھیل کود سے نفرت تھی۔ ہمیشہ غور وفکر میں رہتے تھے۔ جن دنوں روزہ رکھنا منع تھا اِن دنوں کے علاوہ ہمیشہ روزے سے رہتے تھے۔ شدید بیماری کی حالت میں بھی نماز نہ چھوڑتے تھے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ اعظم ہیں۔ آپ چالیس برس کی عمر میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیا علیہ الرحمۃ کے پاس دہلی تشریف لائے اور شرف بیعت سے مشرف ہوگئے۔ اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ اپنے پیر مرشد سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد دہلی کی ولایت کے مالک قرار دیئے گئے تھے۔ آپ اپنے شیخ کے مکمل پیروکار تھے فقر و فاقہ، صبر وثبات رضا وتسلیم آپ کے قابل ذکر اوصاف ہیں۔ آپ صاحب اسرار بزرگ تھے۔ ماہر علوم ظاہر و باطن تھے جتنی کرامات آپ سے ظاہر ہوئیں۔ نظامیہ سلسلے میں کسی سے ظاہر نہ ہوئیں۔ آپ چراغ دہلی کے لقب سے مشہور ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ ایک دن حضور خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو محفل میں بیٹھنے کو جگہ نہ تھی آپ کھڑے ہوگئے۔ حضرت سلطان جی نے فرمایا سامنے آ کر بیٹھو۔ آپ نے عرض کیا احباب کی طرف پشت ہوگی۔ یہ سن کر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ چراغ کی پشت کسی طرف سے نہیں ہوتی۔ اس روز سے آپ کا لقب

چراغ دہلی ہوگیا۔

دوسری وجہ تسمیہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے۔ کہ حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد دہلی کے ایک بزرگ حضرت امام عبداللہ یافعی علیہ الرحمۃ نے کہا دہلی کے تمام شیخ رخصت ہو چکے ہیں اب صرف شیخ نصیرالدین باقی رہ گئے ہیں۔ جو دہلی کے چراغ ہیں چنانچہ اس کے بعد آپ اسی لقب سے مشہور ہوگئے۔ آپ کے مزار کے اطراف کا علاقہ بھی چراغ دہلی کہلاتا ہے۔

عبادت وریاضت☆: منقول ہے کہ ایک روز شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کے خاص مشیر اور راز داں حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ سے کہا آپ برائے کرم خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں میرا یہ پیغام عرض کر دیں کہ میں اودھ میں رہتا ہوں لوگوں کی آمد و رفت کی وجہ سے عبادت الٰہی میں مزاحمت ہوتی ہے۔ اگر حکم ہو تو اودھ کو ترک کر کے جنگل میں چلا جاؤں اور وہاں یکسوئی سے اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جاؤں۔ حضرت امیر خسرو کا یہ معمول تھا کہ عشاء کی نماز سے فراغت کے بعد حضرت شیخ کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ اور دن بھر کے تمام حالات حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ کو سنایا کرتے تھے۔

چنانچہ انہوں نے حضرت شیخ نصیرالدین رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام بھی سنایا۔ حضرت خواجہ محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ تمہیں لوگوں کے ساتھ ہی رہنا چاہیے اور ان کی شدت وسختی برداشت کر کے اس کا بدلہ بخشش وعنایت سے دینا چاہیے۔ حضرت شیخ نصیرالدین محمود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علاوہ ازیں اِس قسم کی تلقین کر کے شیخ نے مجھے ریاضت ومجاہدہ کا حکم فرمایا۔ اس دوران یوں بھی ہوتا تھا کہ کبھی دس دس دن گزر جاتے اور کچھ نہ کھاتا بیشتر اوقات ایسا ہوتا کہ جب خواہشات کا غلبہ ہوتا تو میں کھٹائی کھایا کرتا تھا۔

کہتے ہیں کہ سلطان محمود تغلق بادشاہ نے شیخ نصیرالدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کو باوجود آپ کے کمالات عالیہ کے تکلیف دینا اپنا بہترین مشغلہ بنا رکھا تھا۔ اپنے ہمراہ سفر میں آپ کو پیدل چلاتا اس نے آپ کو اپنا خانساماں مقرر کیا۔ شیخ نصیرالدین ان تمام تکالیف کے کاموں کو صرف اپنے شیخ کی وصیت کی بنا پر برداشت کرتے رہے اور اُف تک نہ کرتے تھے۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: حضرت میر سید محمد گیسو دراز، میر سید محمد بن جعفر المکی الحسینی، ملک زادہ احمد، مولانا معین الدین عمرانی، میر سید علاؤالدین بخاری، برادر زادہ مخدوم سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت، حضرت شیخ محمد یوسف، حضرت محمد وجیہہ ادیب، حضرت سید علاؤالدین کشوری، حضرت شیخ دانیال، حضرت شیخ قوام الدین، حضرت قاضی عبدالمقتدر، حضرت مولانا خواجگی، حضرت مولانا احمد تھانیسری، حضرت شیخ زین الدین خواہر زادہ شیخ صدرالدین حکیم اور حضرت شیخ سعداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ اجمعین والرضوان والغفر ان

تعلیمات☆: آپ فرماتے ہیں کہ اس کام میں اصل چیز نفس کی حفاظت کرنا ہے۔ اور صوفی کو مراقبہ کی حالت میں ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس پر گہری نظر اور نگرانی رکھے تا کہ اس کے باطن کو دل جمعی اور یکسوئی نصیب ہو۔ جب صوفی نے نفس کو چھوڑ دیا اور اس سے غافل ہوگیا تو باطن حیران وپریشان ہو جائے گا۔

نمبر۲☆: آپ فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جو اپنے ہر سانس کو گنتا اور شمار کرتا ہے۔

نمبر۳☆: آپ فرماتے ہیں کہ دل پر نظر رکھ کر دل کو اللہ کی طرف متوجہ کرنا ضروری ہے۔ اور ذکر اللہ میں مصروف ومنہمک ہو کر تمام غیر اللہ کو دل سے نکال دیا جائے۔

نمبر۴☆: آپ فرماتے ہیں کہ ریاضت ومجاہدہ کرنے والے لوگ تین حال سے خالی نہیں ہوا کرتے اول مجاہدہ کی غرض اور باعث دوزخ کا خوف۔ دوئم مجاہدہ سے امید رکھے اور حصول کے بعد دخول بہشت کی سوئم مجاہدہ محض اللہ کی ذات اور اس کی خوشنودی کے لئے کیا جائے۔ وہ لِلّٰہ فی اللہ ہوگا اِس مجاہدہ کی قدر زیادہ اس لئے ہے کہ یہ خالصتاً خدا کی ذات ہی کے لئے کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کے راستے میں خوب کوشش کرو چونکہ عام طور پر لوگ مطلوب کی قدر و قیمت سے واقف نہیں ہیں۔ اس لئے حصول کے لئے اچھی کوشش نہیں کرتے۔

نمبر۵☆: آپ فرماتے ہیں کہ ہر عمل اور کردار کا دارومدار صرف جذبہ پر ہے۔ یعنی ہر وہ عمل اور کام جس کے کرنے میں جذبہ نہ ہو وہ قابل قبول نہیں جیسے جذبہ حال جب جذبہ حال میں کوئی کام کیا جاتا ہے۔ تو وہ فوراً قبول ہو جاتا ہے۔ اس جذبہ کا کوئی وقت مقرر نہیں یہ جذبہ کبھی بچپن کبھی جوانی اور کبھی بڑھاپے میں پیدا ہوتا ہے۔

کشف وکرامات☆: جس زمانے میں جواہر سنگھ جاٹ نے دہلی کو لوٹا اور وہاں قتل وغارت کا بازار گرم کیا اُس وقت بستی چراغ دہلی میں ایک مال دار برہمن رہتا تھا وہ اس لوٹ مار سے خوف زدہ ہو کر آپ کے مزار پر پہنچا اور بولا سرکار دہلی تباہ ہو رہی ہے۔ اور تباہی کے شعلے بستی چراغ دہلی کو بھی اپنے لپیٹ میں لینے والے ہیں۔ ہم آپ کی رعایا ہیں خدا کے لئے ہماری مدد کیجئے۔ یہ کہہ کر برہمن اپنے مکان پر آیا اور دن بھر خوف سے لو لگائے بیٹھا رہا۔

رات کو وہ سویا۔ تو اس نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اُس سے فرما رہے ہیں۔ کہ تم اطمینان رکھو اور دروازے بند کر کے اندر بیٹھے رہو اور ڈاکو تمہاری طرف آئیں گے۔ تو اندھے ہو جائیں گے۔

جیسے ہی برہمن کی آنکھ کھلی اس نے فوراً اپنے گھر والوں کو یہ خوش خبری سنائی جو لوگ حضرت چراغ دہلی کے زیادہ عقیدت مند تھے وہ دل ہی دل میں مسکرانے لگے خون خوار جاٹ دہلی تہہ وبالا کرتے رہے۔ لوگوں کی چیخ وپکار دہلی کے رہنے والوں تک پہنچتی رہی۔ اور ان کے چہروں پر موت کے سائے لرزنے لگے لیکن وہ برہمن اسی طرح مطمئن تھا۔ جیسے کسی محفوظ مقام پر ہو۔

آخر جاٹوں کے گھوڑوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں لیکن کچھ دیر کے بعد لوگوں کو ایسا محسوس ہوا کہ جاٹ واپس جا رہے ہیں۔ کئی مرتبہ یہی ہوا جواہر سنگھ جاٹ کے آدمی چراغ دہلی کے علاقے پر حملے کیلئے آتے تھے۔ اور ناکام ہو کر واپس چلے جاتے تھے۔ دور سے چراغ دہلی کا علاقہ انہیں صاف نظر آتا تھا۔ مگر جیسے ہی وہ قریب پہنچتے یہ بستی ان کی نظروں سے اوجھل ہو جاتی اور وہ بھٹک کر کسی اور طرف نکل جاتے۔ آخر مجبور ہو کر جاٹوں نے تمام واقعہ اپنے سردار جواہر سنگھ کو سنایا پہلے تو اس کو بھی یقین نہ آیا مگر جب اُس کے ساتھیوں نے

قسمیں کھائیں تو یقین کرنا پڑا اور وہ حیرت کے سمندر میں ڈوب گیا۔ پھر وہ ان کے ساتھ بستی چراغ دہلی کی طرف بڑھا قریب پہنچنے کے بعد اُس نے لوگوں سے پوچھا کیا اس علاقے میں کوئی خاص بات ہے؟ ایک بوڑھے شخص نے جواب دیا کہ اس علاقے میں حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا مزار اقدس ہے۔ اور یہ بستی بھی آپ کے نام پر بسائی گئی ہے۔

اس کے بعد جواہر سنگھ نے کسی سے کچھ نہ پوچھا چند قدم آگے بڑھا اور حضرت چراغ دہلی کے مزار کی طرف منہ کر کے کہا۔ حضرت میں اپنے ساتھیوں کی گستاخی پر شرمندہ ہوں اور مزار مبارک پر حاضر ہونا چاہتا ہوں مجھے اجازت مرحمت فرمائیے۔ جواہر سنگھ کی زبان سے جیسے ہی یہ الفاظ ادا ہوئے۔ چراغ دہلی کی پوری بستی اسی طرح اس کے سامنے آ گئی جیسے اس کی آنکھوں پر پڑا ہوا پردہ ہٹا دیا گیا۔ تمام جاٹوں نے عقیدت سے اپنے سر جھکا دیئے۔ پھر سنگدل اور لٹیروں جاٹوں کا یہ گروہ غسل کر کے پھولوں کی چادر کے ساتھ مزار اقدس پر حاضر ہوا۔

کرامت ۲ ☆: حضرت شاہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمتہ اللہ علیہ کو بادشاہ وقت نے ناراض ہو کر ٹھٹھہ جانے کا حکم دیا۔ آپ نارنول سے ہوتے ہوئے ٹھٹھہ کے لئے جا رہے تھے جب نارنول ایک کوس رہ گیا تو آپ سواری سے اترے اور پیدل چل کر حضرت شیخ محمد ترک نارنولی علیہ الرحمۃ جو حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے مرید تھے کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوئے۔

آپ کی قبر مبارک کے سامنے ایک پتھر لگا ہوا تھا۔ آپ اس پتھر کے سامنے جا کر بہت دیر تک مؤدب کھڑے رہے بعد از فراغت ہمراہیوں نے پتھر کے سامنے دیر تک کھڑے رہنے کا سبب پوچھا تو حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خوش نصیب ہے وہ خادم جس کی نوازش کے لئے مخدوم خود اس کے گھر آئے۔ اور اس کو سرفراز کرے۔

میں نے سید کائنات حضور رحمت اللعالمین ﷺ کی روحانیت کو اس پتھر میں جلوہ افروز دیکھا اور جب تک وہ تجلی مجھ پر منکشف رہی میں اس پتھر کی جانب متوجہ رہا۔ جب وہ تجلی میری بصیرت سے غائب ہو گئی میں شیخ محمد ترک نارنولی علیہ الرحمۃ کی قبر کی جانب متوجہ ہو گیا۔ بعد ازاں حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمتہ اللہ علیہ نے مراقبہ کیا۔ اور مراقبہ سے فارغ ہو کر فرمایا کہ جس کو کوئی مشکل درپیش ہو وہ اس مزار شریف کی طرف متوجہ ہو۔ امید ہے کہ وہ مشکل آسان ہو جائے گی۔

یہ سن کر ایک شخص نے کہا کہ وہ خود مصیبت میں ہیں اور زبردستی ٹھٹھہ کی جانب بھیجے جا رہے ہیں۔ حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی نے فرمایا اسی سبب سے کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کی برکت سے میری مشکل آسان کر دے گا۔

حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمتہ اللہ علیہ نارنول سے ٹھٹھہ کی جانب روانہ ہوئے ابھی دو تین منزل ہی گئے ہوں گے کہ بادشاہ کے انتقال کی خبر ملی۔ پھر بجائے ٹھٹھہ جانے کے دہلی کی جانب واپس چل دیئے۔

وصال باکمال ☆: حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ۱۸ رمضان المبارک ۷۵۷ھ بمطابق 1356ء کو ہوا مزار شریف دہلی انڈیا میں آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو 1983ء میں آپ کے دربار کی حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔

☆ حضرت مفتی غلام سرور قادری رحمتہ اللہ علیہ نے قطعہ تاریخ لکھی

گشت چوں جلوہ گر نصیرالدین ہم چناں چوں چراغ پُرانوار

ہست مہتاب نیر دہلی سالِ ترحیل آں شہ ابرار

۷۵۷ھ ۷۵۷ھ

آفتاب روح جان قبلۂ حق نصیرالدین محمود

۷۵۷ھ ۷۵۷ھ

یارِ محبوب نیر اکبر بہ تکرار پیر سیّد و سردار

۷۵۷ھ ۷۵۷ھ

شاہ نامی نصیر ولی مشکل کشا نصیر عارفاں، جاں چشت

۷۵۷ھ ۷۵۷ھ ۷۵۷ھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت صدر الدین احمد طبیب دولہا چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: مجمع البحرین سر العارفین سرتاج العاشقین۔ حضرت شیخ صدر الدین احمد طبیب دولہا رحمۃ اللہ علیہ نوشۂ بزم صوفیاء ہیں، آپ نے حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی علیہ الرحمۃ کے سائے میں پرورش پائی۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام شیخ شہاب الدین ہے۔ وہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کے مرید تھے۔ اور تجارت کرتے تھے۔

ولادت باسعادت ☆: آپ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کی دعا سے پیدا ہوئے آپ کے والد اور والدہ ضعیف ہوگئے تھے۔ ایک دن آپ کے والد نے حضرت خواجہ محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ سے دعا کے لئے عرض کیا۔ حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ سماع کے وقت آنا آپ کے والد جب سماع کے وقت آئے۔ حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ نے عین حالت وجد میں اپنی پیٹھ اُن کی پیٹھ سے ملا دی اور اُن سے کہا کہ جا خداوند تعالیٰ تجھ کو نیک فرزند عطا کرے گا اسی روز آپ کی والدہ ماجدہ حاملہ ہوگئیں۔ آپ جب پیدا ہوئے تو آپ کے والد بزرگوار آپ کو لے گئے۔ حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ نے آپ کو گود میں لیا اور اپنے جبہ مبارک سے ایک خرقہ اپنے ہاتھ سے تیار کیا۔ اور آپ کو پہنایا۔

بیعت وخلافت ☆: حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ نے آپ کو حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی علیہ الرحمۃ کے سپرد فرمایا اور ان کو تاکید کی کہ یہ فرزند میرا ہے۔ اس کی تعلیم ظاہری تربیت باطنی میں ہرگز کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھنا۔ آپ نے حضرت نصیر الدین علیہ الرحمۃ کے سائے میں پرورش پانے کے بعد حضرت ہی کے مرید وخلیفہ ہوئے اور کاملین وقت ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ دنیا سے بے نیاز تھے ایک مرتبہ پریاں ایک پری زادے کے علاج کے واسطے آپ کو لے گئیں وہ پری زادہ آپ کے علاج سے اچھا ہوا پریوں نے ایک خط آپ کو دیا اور کہا کہ شہر کے باہر فلاں کوچہ میں ایک کتا بیٹھا ہے۔ یہ خط اُس کتے کو دکھا دینا۔ آپ نے وہ خط لیا۔ کتا تلاش کیا۔ جب وہ خط اُس کتے کو دکھایا۔ تو کتا اُٹھا اور شہر کے باہر جا کر ایک جگہ کھڑا ہوگیا۔ اس مقام پر وہ کتا زمین کھودنے لگا۔ آپ اشارہ سمجھ گئے آپ نے اس مقام سے خزانہ نکالا اور راہ خدا میں لٹا دیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال ۷۵۹ھ بمطابق 1357ء کو ہوا مزار شریف دہلی انڈیا میں مرجع خاص وعام ہے۔
فقیر راقم الحروف نے بھی آپ کے مزار فیض آثار کی زیارت کی سعادت حاصل کی ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ معین الدین خرد چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: قبلہ عاشقاں، مرکز و محور عارفاں، پیشوائے طالبان، راہ طریقت، حضرت خواجہ معین الدین خرد رحمتہ اللہ علیہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے ہیں۔ چونکہ آپ کا نام بھی معین الدین ہے۔ اس لئے بڑے اور بزرگ حضرات بہ نسبت آپ کو خرد (یعنی چھوٹا) کہا کرتے تھے۔ آپ کے لئے یہی تعریف کافی ہے۔ کہ آپ کامل درویش تھے۔ مرید ہونے سے قبل ہی اتنی ریاضت اور مجاہدہ کیا تھا کہ بغیر کسی واسطہ کے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فیض یاب ہوا کرتے تھے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں اپنے جد امجد کے فرمان سے حضرت شیخ مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی علیہ الرحمۃ کے مرید ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت حاصل کر کے سرفراز ہوئے۔

خاندانی حالات ☆: حضرت شیخ حسام الدین سوختہ علیہ الرحمۃ کے چھوٹے بیٹے شیخ قیام الدین علیہ الرحمۃ بڑے خوبصورت بہادر، شجاع اور پر عظمت تھے۔ خواجہ معین الدین خرد رحمتہ اللہ علیہ اور قیام الدین کی کثرت سے اولاد ہوئی۔ مندو میں جو خاندانِ چشتیہ ہے۔ خاندان کا لقب دے کر دو ہزار سواروں کا سردار مقرر کر دیا تھا۔ سلطان محمود خلجی نے انہیں چشتیہ خاندان کے حوالے کرنا چاہا لیکن آپ کے متعلقین خورد و کلاں مندو میں مقیم تھے۔ اس لئے چشت خان نے اجمیر کی حکومت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

شیخ قیام الدین علیہ الرحمۃ کی اولاد میں سے شیخ بایزیدؒ نام کے بھی ایک بزرگ ہوئے ہیں جو نہایت ہی زہد کے مالک اور سمجھ دار تھے۔ اور خواجہ صاحب کے مزار پر پڑھایا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ چشت کے بیٹوں میں سے جس بیٹے کی بابت جھگڑے منسوب ہیں۔ وہ یہی شیخ بایزیدؒ بزرگ ہیں جھگڑے کا خلاصہ یہ ہے کہ جب دار الخلافہ دہلی میں شورش اور اختلاف کی وجہ سے حکومت کمزور ہوگئی تو اس کے نتیجے میں کافروں کا اجمیر میں تسلط اور غلبہ ہوگیا تو حضرت خواجہ چشت خواجہ غریب نواز کی اولاد میں سے حضرت خواجہ معین الدین خرد رحمتہ اللہ علیہ مندو چلے گئے اور وہیں رہنے لگے اور حضرت شیخ قیام الدین علیہ الرحمۃ گجرات میں جا کر حصول تعلیم میں مشغول ہوگئے۔

اسی طرح شیخ بایزید بزرگ بغرض تعلیم بغداد چلے گئے۔ سلطان محمود خلجی نے ایک مدت کے بعد دوبارہ اجمیر کو فتح کر کے اس پر اسلامی پرچم لہرا دیا اور یہاں کے تمام کفار کو شکست دی۔ شیخ بایزید بزرگ بغداد وغیرہ کے اسفار سے واپس مندو تشریف لائے۔ شیخ محمود

دہلوی علیہ الرحمۃ جو منڈو کے شیخ الاسلام تھے۔ان کی شیخ بایزید بزرگ سے کسی موقعہ پر ملاقات ہوئی۔اوراس ملاقات کے بعد دونوں کے مابین تعلقات وابستہ ہو گئے۔منڈو ہی میں شیخ محمود دہلوی علیہ الرحمۃ نے اپنی دختر نیک اختر کی شادی بھی بایزید بزرگ سے کردی۔

ایسے میں سلطان محمود خلجی بھی بایزید بزرگ کا اچھا خاصہ معتقد ہو گیا۔چشت خان کو بایزید بزرگ کا معتقد ہو جانا سخت ناگوار گزرا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ علماء اور مدرسین کے تقرر کی خاطر سلطان محمود خلجی ایک بار اجمیر میں تھا کہ چشت خان نے کسی طرح شیخ بایزید بزرگ کو خواجہ کے مزار پر تعلیم دینے کی غرض سے بھجوا دیا چند ہی دن گزرے ہوں گے کہ آپ سے اکثر طلباء نے پڑھنے سے انکار کر دیا۔

چنانچہ لوگوں نے ان تمام حالات کو تحریر کر کے سلطان کی طرف بھیج دیا۔جب سلطان نے ان باتوں کو دیکھا تو اس نے علماء اور مشائخ وقت سے شیخ بایزید بزرگ کی خاندانی شرافت کے بارے میں دریافت کیا۔مخدوم خواجہ حسین ناگوری مولانا دشہر اجمیری جیسے اجمیر کے قدیم علماء اور دیگر معزز علماء نے بھی شہادت دی تھی۔بایزید بزرگ دراصل شیخ قیام الدین سوختہ بن شیخ فخر الدین ابن حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی اولاد سے ہیں۔

غرض کہ خواجہ اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد کی کثرت اور وسعت ایک یقینی بات ہے اور لوگوں کا یہ کہنا کہ خواجہ کی کوئی اولاد نہ تھی بالکل غلط بات ہے۔بلکہ خواجہ اجمیری کی اولاد ملفوظات چشت میں تفصیلاً درج ہے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال ۷٦١ھ بمطابق 1359ء میں ہوا۔مزار شریف منڈو انڈیا میں آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شیخ علاؤالدین اسعد بنگالی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مقتدائے عارفاں پیشوائے عاشقاں مردحق آگاہ۔ حضرت شیخ علاؤالدین بن اسعد لاہوری بنگالی رحمتہ اللہ علیہ قطب آسمان ولایت ہیں،

آپ ابتدائی زمانے میں مالدار اور غنی ہونے کی وجہ سے نہایت ہی شان وشوکت سے رہا کرتے تھے۔ مگر جب مرید ہوئے تو سب کچھ چھوڑ کر فقیرانہ مستانہ وار گوشہ نشینی اختیار کرلی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ حضرت شیخ سراج الدین ملقب بہ اخی سراج الدین علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ تھے مشہور ہے اخی سراج الدین علیہ الرحمۃ نے جب شیخ نظام الدین محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ سے خلافت حاصل کی تو اپنے آبائی وطن جانے کی اجازت چاہی اور جاتے وقت عرض کیا کہ حضرت وہاں ایک بلند پایہ بزرگ شیخ علاؤالدین علیہ الرحمۃ رہتے ہیں میرا اور اُن کا نباہ کیسے ہوگا۔ شیخ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ فکر مند نہ ہو اور کوئی غم نہ کرو۔ وہ تمہارا خادم بن کر رہے گا۔

چنانچہ جیسے خواجہ محبوب الٰہی نے فرمایا تھا ویسے ہی ہوا۔

سیرت وکردار ☆: حضرت شیخ علاؤالدین رحمتہ اللہ علیہ بڑے سخی درویش تھے اور بے انتہا خرچ کرتے تھے۔ آپ کا خرچ اتنا زیادہ تھا کہ جس پر بادشاہ وقت کو بھی رشک ہوتا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر اس وقت کا بادشاہ کہا کرتا تھا کہ میرا خزانہ شیخ کے باپ کے پاس ہے۔ جو انہیں خرچ کرنے کے لئے دیتا ہے۔ غلط فہمی کی بنا پر بادشاہ نے حکم دیا کہ شیخ میرے شہر سے باہر سناواں گاؤں میں چلے جائیں۔

چنانچہ اُس گاؤں میں پہنچ کر شیخ نے اپنے خادموں سے فرمایا کہ پہلے تم جتنا خرچ کرتے تھے اب اس سے دوگنا خرچ کرو۔

چنانچہ شیخ کے حکم سے پہلے سے دوگنا خرچ ہونے لگا۔ شیخ کے اخراجات بہت زیادہ تھے۔ لیکن آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ شیخ کے اپنے دو باغ تھے۔ جن کی سالانہ آمدنی ۸۰۰۰ (آٹھ ہزار) روپے تھی۔ ان پر ایک آدمی نے ناجائز قبضہ کر رکھا تھا۔ مگر شیخ نے اس سے کبھی واپسی کا مطالبہ نہ کیا۔ حضرت شیخ کا ہاتھ بہت کھلا تھا اور لوگوں کو خوب مال دیتے اور فرماتے کہ میرے شیخ جتنا خرچ کرتے تھے۔ میں ان کا عشر عشیر بھی نہیں خرچ کرتا۔

کرامت ☆: منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ علاؤالدین رحمتہ اللہ علیہ کے خانقاہ میں کچھ قلندر آئے اور اُن کے ساتھ ایک بلی بھی تھی جو خانقاہ میں آکر گم ہوگئی قلندروں نے شیخ علاؤالدین سے کہا کہ ہماری بلی تلاش کیجئے۔ شیخ نے کہا تم لوگ بلی کہاں سے لائے تھے۔ایک نے کہا کہ ہرن کے سینگ سے۔آپ نے فرمایا تم کو سینگ ہی مارے گا۔دوسرے نے خصیہ دکھادیا کہ ہم بلی یہاں سے لائے تھے۔آپ نے فرمایا تجھے یہی ملے گا۔

چنانچہ شیخ ان کو لے کر بلی کی تلاش میں باہر نکلے۔جس نے کہا تھا کہ ہم بلی ہرن کے سینگ سے لائے تھے۔اس کے پاس ایک گائے آئی اور اُس نے اس آدمی کو خوب زور سے ٹکر ماری اور جس نے خصیہ دکھایا تھا اس کے خصیہ کی وجہ سے اتنا ورم آیا کہ اسی کی وجہ سے مر گیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال ۸۰۰ھ بمطابق 1397ء میں ہوا۔مزار شریف پنڈواہ بنگال موجودہ بنگلہ دیش میں ہے جو آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عالم ربانی، محقق لاثانی، فخر چشت اہل بہشت سلطان الاصفیاء برھان الاتقیاء امام العرفا والفضلاء اکمل الکاملین، حجتہ الاسلام والمسلمین حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 688ھ بمطابق 1289ء کو سمنان کے بادشاہ سلطان ابراہیم کے گھر ملک سمنان میں ہوئی۔

آپ کی ولادت باسعادت سے قبل ہی حضرت خواجہ احمد بسوی کی روح مقدس نے آپ کی والدہ ماجدہ خدیجہ بیگم کو یہ خوشخبری سنا دی تھی کہ تمہارے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا جو اپنے نور ولایت سے ایک عالم کو منور کرے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہو کے رہا اور آپ کی نور باریاں آج بھی جاری وساری ہیں۔

آپ کے والدین گرامی نے آپ کا نام نامی اسم گرامی سید اشرف رکھا مگر آپ اپنے پیرومرشد کے عطا کردہ لقب سے مشہور ہوئے اور اسی نام سے پکارے جاتے ہیں۔

تربیت وتعلیم ☆: آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت آپ کے والد ماجد کے سایہ عاطفت میں ہوئی آپ نے سات برس کی عمر قرآن کریم بمع قرآت کے حفظ کیا اس کے بعد علوم دینیہ کے حصول میں مگن ہوگئے اور چودہ برس کی عمر میں تحصیل ظاہری علوم سے فراغت پائی۔

ابھی آپ علوم ظاہریہ کی تکمیل سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ آپ کے والد گرامی کا وصال ہوگیا۔ والد گرامی کے وصال کے بعد آپ نے تخت نشین ہوکر عنان حکومت سنبھالی۔

حضرت اویس قرنی کی زیارت اور خضر علیہ السلام کی نصیحت ☆: ایک رات آپ کو خواب میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت ہوئی تو انہوں نے آپ کو ذکر اویسیہ تعلیم فرمایا۔ اس کے بعد آپ دوران حکمرانی ذکر میں بھی مشغول رہے تھے ایک دن اس ذکر میں مشغول تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے انہوں نے فرمایا اگر خدا کی طلب ہے تو دنیا کو چھوڑ اور ہندوستان جا کر حضرت شیخ علاؤالدین بنگالی سے اپنا حصہ وصول کرو۔

حضرت خضر علیہ السلام کی نصیحت نے آپ کی کایا ہی پلٹ دی اگلے روز ہی آپ تاج وتخت سے دستبردار ہوئے اور عنان حکومت

سلطان محمود کے سپرد فرمائی اور اپنی والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر عازم ہندوستان ہوئے۔

ہندوستان میں آمد اور بیعت و خلافت ☆: آپ سمنان سے چل کر وارد ہندوستان ہوئے اور اوچ شریف ضلع بہاولپور میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاگشت سہروردی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں پہنچے اور چند روز قیام کر کے ان کے روحانی فیوض و برکات سے مستفید ہو کر وہا سے عازم بنگالی ہوئے جب آپ بنگال پہنچ کر حضرت شیخ علاؤالدین بنگالی علیہ الرحمتہ کی خانقاہ میں پہنچے تو انہوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور آپ کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا۔

آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت شیخ علاؤالدین بنگالی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور بعد تکمیل مجاہدات اور منازل سلوک و معرفت طے کرنے کے بعد انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز ہوئے اور مرشد گرامی نے اس موقع پر آپ کو ''جہانگیر'' کے لقب سے ممتاز کیا۔

پیر و مرشد کی طرف سے ولایت جونپور عطا ہونا ☆: آپ کے پیر و مرشد حضرت شیخ علاؤالدین بن اسعد بنگالی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ نے آپ کو جونپور جانے اور وہاں پر سلسلہ کی رشد و ہدایت کا حکم دیا آپ نے اپنے پیر و مرشد سے عرض کی حضور وہا ل پر حضرت حاجی چراغ ہند سہروردی موجود ہیں۔ وقت کے شیر ہیں میرا اُن سے کیسے مقابلہ ہوگا۔

آپ کے پیر و مرشد نے فرمایا آپ وہاں جائیں ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے ان کو ایک شیر کا بچہ ملے گا جو اس شیر کو سے خود سمجھ لے گا۔

آپ اپنے پیر و مرشد کے حکم سے جونپور کی جانب روانہ ہوئے تو راستے میں محمد پور میں قیام کے دوران وہاں کے علماء سے خلفائے راشدین کے متعلق گفتگو ہوئی۔ آپ نے خلفائے راشدین کی شان میں ایک کتاب لکھی تھی وہ ان کو دکھائی اس کتاب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دیگر خلفاء پر فضیلت دیکھ کر علماء برہم ہوئے علماء نے آپ کو پریشان کرنا چاہا محمد پور کے ایک عالم دین مفتی شہر مولوی سید خان جوان علماء میں کافی شہرت و فضیلت رکھتے تھے انہوں نے ان علماء سے کہا کہ اس کی مخالفت بے بنیاد اور اعتراض غلط ہے (وہ حضرت سید ہیں) اگر کوئی شخص اپنے آباؤ اجداد کی تعریف کرے تو اعتراض کی کیا بات ہے علماء نے سیادت کی سند مانگی تو مولوی سید خان نے انہیں سند دکھا دی جس پر وہ خاموش ہو گئے۔

محمد پور سے آپ ظفر آباد تشریف لائے تو شیخ کبیر آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے یہ بات شیخ حاجی چراغ ہند سہروردی کو نا گوار گزری انہوں نے شیخ کبیر کو دعا دی لیکن آپ کی دعا شیخ کبیر کے حق میں شامل تھی اس لئے حاجی چراغ ہند کی بدعا کا شیخ کبیر پر کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ کافی طویل عمر پا کر فوت ہوئے۔

جونپور پہنچ کر آپ نے قصبہ کچھوچھہ میں سکونت اختیار فرمائی اور کچھوچھہ میں ایک خانقاہ تعمیر کروائی اور ایک باغ لگوا کر اس کا نام روح آباد رکھا اور وہاں پر سلسلہ رشد و ہدایت جاری کیا جہاں مخلوق خدا جوق در جوق آنے لگی خانقاہ شریف میں طالبان حق کا ہجوم رہنے لگا۔ علم و عرفان کے متلاشی اپنی طلب پانے لگے۔ مریض شفا پانے لگے دکھی لوگ سکھ کا سانس لینے لگے۔

سیرت و کردار ☆: آپ کی ذات والا صفات علم و فضل، عبادت و ریاضت، مجاہدہ، زہد و تقویٰ، حلم جود و سخا تحمل اور بردباری اور

علوم ظاہری و باطنی کے جامع اور بے نظیر ہیں آپ نے چار و خانوادوں سے فیض حاصل کیا اور شریعت و طریقت کے اصولوں پر سختی سے گامزن تھے آپ صاحب کشف و کرامات بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ اپنے ہمعصر بزرگوں میں ممتاز اور اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔

آپ کے ارشادات و تعلیمات ☆: آپ فرماتے ہیں کہ توحید یعنی خدا کو ایک جاننا یہ ہے کہ عاشق معشوق کی صفات میں فنا ہو جائے۔

2۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب سالک عقائد و اصطلاح صوفیا سے واقف ہو گیا تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ زیادہ وقت محفل توحید میں صرف کرے اور مثل بگلے کے بیٹھا رہے کسی نے آپ سے پوچھا کہ بگلے کی طرح بیٹھنے سے کیا مطلب ہے۔
آپ نے جواب دیا' بغیر تلاش کے پانا اور بغیر دیکھے ہوئے دیدار ہو جانا۔

3۔ آپ فرماتے ہیں کہ ولایت وہ ہے کہ بندہ فنا کے بعد قائم اور باقی رہے اور تمکین و صفات سے موصوف ہو۔

4۔ آپ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نوافل پڑھنا "خدمت خلق" سے بہتر ہے ان کا خیال غلط ہے کیونکہ خدمت کا جو اثر قلب پر پڑتا ہے وہ ظاہر ہے دونوں کے نتیجے پر نظر کرتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا "خدمت خلق" بہتر ہے نوافل پڑھنے سے۔

5۔ آپ فرماتے ہیں کہ گروہ صوفیا کے علم توحید کا جاننا ضروری ہے کیونکہ طریقت و حقیقت کا انحصار اسی علم شریف پر ہے۔

6۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص مجاہدہ و ریاضت نہ کرے اسکو دولت مشاہدہ نہیں حاصل ہو سکتی۔

7۔ ارباب ذوق کے نزدیک اگر ایک سانس ہی نسبت شریفہ سے خالی رہتی ہے تو اہل دل اسے مردہ تصور کرتے ہیں۔

8۔ آپ فرماتے ہیں کہ صوفی کیلئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ عالم ہو وہ جاہل نہ ہو وہ مفصل وہ متصل نہ ہو۔ کسی کو چشم حقارت سے نہیں دیکھنا چاہئے کیونکہ اکثر اس میں خدا کے دوست چھپے رہتے ہیں۔

کشف و کرامات ☆: جب آپ محمد پور پہنچے تو آپ نے مولوی سید خان کو بشارت دی کہ خداوند کریم تمہیں چار بیٹے عطا کرے گا اور سب ہی علوم و فضل و کمال سے آراستہ ہونگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اللہ نے چار بیٹے دیئے جو علم و فضل کی دولت سے مالا مال تھے۔

کرامت نمبر 2 ☆: ظفر آباد میں چند بد عقیدہ لوگوں نے آپ کا امتحان لینے اور مذاق اڑانے کی غرض سے ایک زندہ شخص کو کفن پہنا کر چارپائی ڈالے ہوئے آپ کے پاس لائے اور آپ سے جنازہ پڑھانے کی درخواست کی اول تو آپ نے انکار کیا لیکن جب وہ جب لوگ نہ مانے تو آپ نماز جنازہ پڑھنے کیلئے کھڑے ہو گئے۔
جب تکبیر پر جیسا کہ طے ہو رہا تھا کہ وہ شخص اٹھ بیٹھے گا اور وہ نہیں اٹھا جب آپ نے سلام پھیرا تو وہ لوگ جلدی سے آگے بڑھے اور اس کے پاس جا کر دیکھا تو وہ حقیقت میں مر چکا تھا۔

کرامت نمبر 3 ☆: علی نامی ایک قلندر اپنے جیسے بہت سے قلندروں کو لے کر آپ کے پاس آیا اور آپ سے دریافت کیا کہ جہانگیری کہاں سے پائی۔

آپ نے جواب دیا کہ اپنے مرشد سے اس نے کہا کہ اس کا کیا ثبوت ہے اسکی یہ بات سن کر آپ کو غصہ آیا اور علی نامی قلندر زمین پر گرا اور مر گیا۔

کرامت نمبر 4☆: آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ جس کسی پر آسیب ہونا صرف آپ کے سامنے آنے کی دیر ہوتی وہ آسیب فوراً ختم ہو جاتا تھا آج بھی آپکا مزار پر انوار آسیب کو دور کرنے کیلئے مشہور ہے جن لوگوں پر آسیب ہوتا ہے وہ آپ کے مزار کی برکت سے اچھے ہو جاتے ہیں۔

یہ بھی بہت مشہور ہے کہ آپکا نام نامی اسم گرامی پڑھ کر دم کرنے سے آسیب زدہ کا اثر جاتا رہتا ہے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 27 محرم الحرام 808 ھجری بمطابق 1405ء کو ہوا مزار پر انوار جونپور کے نواحی قصبہ کچھوچھہ شریف انڈیا میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کی اولاد سے حضرت سید محمد ہاشمی میاں جو کہ اس وقت پوری دنیا میں آپ کے مشن کے ترجمان اور دنیائے اہل سنت کے عظیم مبلغ اور عظیم خطیب ہیں خدا ان کو تا دیر اہل سنت کی ترجمانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جناب ہاشمی میاں گزشتہ برس 2006ء میں پاکستان کے دورے پر تشریف لائے تو اس موقع اہل سنت کی دینی درسگاہ دار العلوم محمدیہ غوثیہ انوار القرآن مولوی محلہ راولپنڈی صدر میں شیخ الحدیث حضرت علامہ پیر سید محمد ضیاء الحق شاہ سلطانپوری مدظلہ العالی کی دعوت پر خطاب ذیشان کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس موقع پر فقیر راقم الحروف آپ کی زیارت سے بھی مشرف ہوا اور خطاب دلپذیر کا بھی موقع ملا۔ الحمدللہ کہ اہل سنت و جماعت کے بے باک ترجمان اور اپنے بزرگوں کی بہترین نشانی اور اہلسنت کا عظیم سرمایہ ہیں۔

حضرت مولانا مفتی غلام سرور لاہوری نے قطعہ تاریخ لکھی ہے۔

چو رفت از عالم دنیا بجنت
جناب میر اشرف شیخ حق پیر
بسال انتقال آں شہ دین
عیاں شد راہ برقطب جہانگیر

واصل کامل شریف	ولی ہند میر جنت	سید شریف سعید
۸۰۸ھ	۸۰۸ھ	۸۰۸ھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد محمد گیسودراز چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: امام العاشقین زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین۔ برھان الواصلین، پیشوائے کاملین حضرت خواجہ بندۂ نواز سیّد محمد گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔ آپ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ آپ حسینی سیّد ہیں۔

آپ کے والد ماجد سیّد یوسف حسینی علیہ الرحمۃ صوفی باصفا اور حضرت خواجہ محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ سے بیعت تھے اور حضرت مخدوم نصیرالدین چراغ دہلوی علیہ الرحمۃ کے روحانی فیوض سے بھی مستفید تھے۔ سیّد راجہ کہلاتے تھے۔

آپ نے ریاضت وشاقہ مجاہدات بہت کئے اپنے نفس کے ساتھ جو جہاد آپ نے کیا اُس کی وجہ سے دکن میں راجو قتال کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کے والد ماجد کے بھائی ملک الامراء سیّد ابراہیم متوفی دولت آباد کے گورنر تھے۔ آپ کے بڑے بھائی کا نام سیّد سیّد حسن ہے۔

آپ کی ولادت مبارک ۴ رجب ۷۲۰ھ بمطابق 1320ء کو دہلی میں ہوئی آپ کا اصل نام محمد ہے اور کنیت ابوالفتح اور القاب صدرالدین۔ ولی الاکبر الصادق اور خواجہ بندہ نواز گیسودراز کے لقب سے آپ مشہور ہیں۔

گیسودراز کہلانے کی وجہ تسمیہ ☆: آپ کے گیسو بہت دراز تھے ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ نے اپنے پیرو مرشد حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی پالکی کاندھے پر اٹھائی۔ اور اس کو لے کر چلے حضرت چراغ دہلی کے چند اور مرید بھی پالکی اٹھانے میں شریک تھے۔ آپ کے گیسو پالکی کے پائے میں الجھ گئے۔ آپ نے گیسوؤں کو نکالنے کی کوشش نہ کی۔ اس طرح پالکی کو کاندھے پر رکھے رہے۔ بہ پاس ادب آپ نے پالکی کو روکنا پسند نہ کیا جب حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلوی علیہ الرحمۃ کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ آپ کے ادب وعشق ومحبت اور عقیدت سے بہت خوش ہوئے۔ حضرت چراغ دہلوی نے اس وقت یہ شعر پڑھا۔

ہر کہ مرید سیّد گیسو دراز شد
واللہ خلاف نیست کہ او عشق بازعد

چنانچہ اس دن سے آپ گیسودراز کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں ۱۴ رجب المرجب ۷۳۶ھ کو حضرت مخدوم نصیرالدین چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور کچھ عرصہ کے بعد خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ کے والد ماجد نے ۵ شوال ۷۳۱ھ میں انتقال فرمایا آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت والد ماجد اور نانا کے زیرسایہ ہوئی۔ آپ نے قرآن شریف حفظ کیا۔ اس کے علاوہ خلا آباد کے قیام کے زمانے میں آپ نے علوم ظاہری کی تحصیل شروع

کردی جب آپ اپنی والدہ محترمہ کے ہمراہ دہلی آئے تو آپ نے علوم ظاہری حاصل کرنے میں کافی محنت وکوشش کی آپ کو مولانا شرف الدین کھتیلی مولانا تاج الدین بہادر اور قاضی عبدالمقتدر علیہم الرحمۃ جیسے شفیق اور قابل استاد ملے۔ آپ نے علوم متدولہ کی بہت سی کتابیں پڑھیں۔ علوم ظاہری کی تحصیل سے انیس سال کی عمر میں فراغت پائی علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد مجاہدہ کے ذریعے مشاہدہ کے لئے کوشاں ہوئے۔

پیرومرشد کی دعا☆: آپ کے پیرومرشد حضرت مخدوم نصیرالدین چراغ دہلوی علیہ الرحمۃ نے آپ کے حق میں دعا فرمائی کہ بادشاہ اُن کی پالکی اٹھائیں۔

سلاطین سے تعلقات☆: سلطان فیروز شاہ بہمنی کو جب آپ کی دکن میں آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ آپ سے گلبرگہ تشریف لانے کا خواستگار ہوا۔ آپ نے درخواست منظور فرمائی۔ آپ جب گلبرگہ تشریف لائے تو سلطان نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ اور نہایت تعظیم وتکریم سے پیش آیا۔

آپ نے کچھ عرصہ گلبرگ میں قیام فرمایا۔ پھر گلبرگ میں مستقل سکونت اختیار فرما کر مخلوق کو راہ حق دکھانے لگے۔ اور بندگان خدا کو فیض پہچانے لگے۔ سلطان بہمنی کا چھوٹا بھائی سلطان احمد جو اپنے بھائی کے تخت پر بیٹھا۔ آپ کا معتقد تھا۔ اس کی عقیدت ومحبت کا ثبوت آپ کے مزار مبارک پر عالی شان گنبد ہے۔ جو اس نے آپ کے وصال کے بعد تعمیر کرایا تھا۔

سیرت وکردار☆: آپ سیاحت وعلم ولایت کے جامع تھے شان آپ کی شان اونچی ہے۔ رتبہ سچا ہے۔ احوال قوی ہے۔ مشرب وسیع ہے۔ ہمت بلند کلام عالی مشائخ کی چشت میں آپ کا مشرب خاص اور اسرار حقیقت کے بیان میں آپ کا طریقہ مخصوص ہے۔ آپ زہد وتقویٰ تحمل بردباری، سخاوت فیاضی، عطا وبخشش قناعت وتوکل ترک وتجرید عبادات ومجاہدات میں یگانہ عصر تھے۔ آپ کو اپنے پیرومرشد حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلوی علیہ الرحمۃ سے والہانہ محبت تھی چراغ دہلویؒ جو حکم فرماتے آپ اس کو بجالاتے آپ پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے روزے پابندی سے رکھتے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ نے مجاہدات وریاضات کا بوجھ مجھ پر ایک دم نہیں ڈالا بلکہ بتدریج اضافہ فرماتے رہے۔

علمی ذوق☆: آپ ایک بہت بڑے عالم تھے گلبرگہ میں آپ تفسیر وحدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ آپ ایک بلند پایہ کے مصنف ہیں۔ آپ نے ایک سو پانچ کتابیں لکھی ہیں۔ الاسماء آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ آپ ایک خوش گو شاعر بھی تھے۔ آپ کا تخلص مرشد ہے۔ آپ کی غزلوں اور رباعیوں کی تعداد کافی ہے۔ ذیل میں آپ کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

چوں شدہ فانی محمد از وجود
غیر او دیدہ کہ کس دیگر نبود
غیور من و ھر جائے است یارم
کجا جویم ندارد او مکانے

محمد پسر گشتی توبہ کن
نظر بازی رفیق آرد نشانے

تعلیمات وارشادات ☆: آپ فرماتے ہیں جہاں تک ہو سکے ہر گز ہر گز ایسے وقت کو ضائع نہ کرے جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ بعض بزرگان طلوع صبح صادق کا وقت بتلاتے تھے۔ بعض کے نزدیک فجر کے سنت فرض کا درمیانی وقت اور بعض فجر کے فرضوں کے بعد سے طلوع آفتاب تک بتاتے ہیں۔ بعض نے چاشت کا وقت بیان کیا ہے۔ بعض کے نزدیک وقت زوال بعض کے نزدیک عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک وقت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وقت مقبول مغرب کے بعد سے عشاء تک اور بعض کے نزدیک نصف شب اور بعض کے نزدیک آخر شب قریب صبح کا وقت ہے۔ آپ فرماتے ہیں مرید صادق اور طالب راسخ ان تمام اوقات کا ذکر و شغل مراقبہ تلاوت یا نوافل میں صرف کرے۔ شب قدر کی تلاش میں جو لوگ سرگرداں رہتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے ہر شبانہ روز میں وہ وقت موجود ہے۔

نمبر۲ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ اعتکاف کی تین قسمیں ہیں ایک اعتکاف معین، دوسرا دوام، تیسرا اعتکاف دل یعنی دل اپنے خانہ دل کے اندر اعتکاف کرتے ہیں۔

نمبر۳ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ مرشد دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک ہادیٔ ایک مندذ ان دونوں میں تمیز بہت مشکل ہے۔ کیونکہ دونوں نصیحت کرتے ہیں۔ اور نصیحت میں ہدایت بھی ہے۔ اور اندازہ بھی جیسے واعظ اپنے وعظ میں جنت کا شوق بھی دلاتے ہیں اور دوزخ کے عذاب سے بھی ڈراتے ہیں۔ اسی طرح مرشد قرب حق کی طرف بلاتا ہے۔ اور غیر حق سے بچاتا ہے۔ جو قریب ان مرشد کے اوصاف میں تمیز نہیں کرسکتا ہے۔ وہ توکل بخدا ان کے ہاتھ پر ہاتھ دیکران کے دامن سے اپنی جان و جہاں کو وابستہ کر لیتا ہے۔

نمبر۴ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ یہ عقیدہ نہ رکھو کہ شریعت طریقت اور حقیقت ایک دوسرے سے جدا ہیں دیکھو بادام کے اندر تین چیزیں ہیں۔ پوست مغز اور روغن تینوں ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ بلکہ ایک دوسرے کا خلاصہ ہیں۔ پوست کا خلاصہ مغز اور مغز کا خلاصہ روغن اس طرح شریعت کا خلاصہ طریقت اور طریقت کا خلاصہ حقیقت ہے۔

کشف و کرامت ☆: تیمور کے دہلی آنے سے قبل آپ نے باشندگان دہلی کو آنے والی مصیبت سے آگاہ کر دیا تھا۔ یہ خبر پا کر بہت سے لوگ دہلی سے باہر چلے گئے۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال ۱۶ ذیعقد ۸۲۵ھ بمطابق 1421ء کو ہوا مزار فیض آثار حیدر آباد دکن گلبرگہ انڈیا میں قبلہ حاجات خلائق ہے۔ وقت وصال آپ کی عمر ایک سو پانچ سال تھی۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید محمد جعفر مکی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: عارف کامل واقف اسرار رموز حقیقت۔ حضرت شیخ جعفر سرہندی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ مقام توحید میں اعلیٰ مرتبہ رکھنے کے علاوہ بڑے بلند پایہ بزرگ اور ولی تھے۔ آپ نے جو اپنے ظاہری و باطنی حالات تحریر فرمائے ہیں اُن کو دیکھ کر انسانی عقل حیران رہے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اگر اِن تمام احوال کو بغیر کسی تاویل کے اپنے ظاہر پر محمول کر لیا جائے تو یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ واقعی آپ اپنے وقت کے بہت بڑے کامل بزرگ تھے۔

آپ نے اپنی کتاب بحر المعانی میں توحید کے اکثر وقائق اور مختلف قوموں کے علوم اور معرفت کے اسرار کو بیان فرمایا ہے۔ آپ کی تحریر کا انداز بڑا ہی پیارا اور مستانہ وار ہے۔ آپ نے اور بھی دو کتابیں جن میں ایک کا نام وقائق معانی اور دوسری کا نام حقائق معانی لکھنے کا وعدہ کیا ہے۔ خدا معلوم آپ کی یہ کتابیں لکھی گئی ہیں یا نہیں علاوہ ازیں آپ کے چند رسالہ جات بھی ہیں۔

(نمبر۱) رسالہ روح کے بیان میں۔ (نمبر۲) پنج نکات۔ (نمبر۳) بحر الانساب اس میں اپنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کا نسبت نامہ لکھا ہے۔

آپ نے بڑی لمبی عمر پائی کہ سلطان محمد تغلق کے زمانہ سے سلطان بہلول کے زمانہ تک زندہ رہے اور ایک سو سال سے زائد عمر پائی آپ کے آباؤ اجداد مکہ کے بڑے شرفاء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ مکہ سے دہلی تشریف لائے اور اس کے بعد سرہند شریف میں مستقل قیام پذیر ہوئے۔ آپ بحر المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی عمر شریف کے ساٹھ سال علوم ظاہری میں صرف کئے اور بڑے کمالات حاصل کرتا رہا۔

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت شیخ مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

سیرت وکردار☆: آپ علم شریعت، طریقت، معرفت، حقیقت میں بحر بے کنار ہیں۔ عبادت وریاضت میں ہمہ تن مشغول رہتے تھے۔ آپ اپنے وقت کے اکابرین اولیاء سے ہیں۔ آپ کے زمانے کے اولیائے کرام آپ کو فوقیت دیتے تھے آپ کی تعلیمات تصوف کا بیش بہا خزانہ ہیں۔ آپ نے ساٹھ برس علم ظاہری کے حاصل کرنے میں صرف کئے اور بڑے کمالات کے حاصل ہونے کے باوجود بھی آپ فرماتے ہیں کہ میں اس طویل زندگی میں اپنے محبوب سے غافل رہا اور اب تیس برس سے قوت بینائی ہے اسے دیکھتا ہوں اور جو کچھ کانوں کے ذریعے سنائی دیتا ہے۔ اسے سنتا ہوں۔

زہد و تقویٰ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ میں شیخ مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی علیہ الرحمۃ سے مرید ہونے کے بعد آپ کی برکت سے تصوف اور سلوک کے راستہ میں ترقی کرتا رہتا اور مقام تجلی صفات سے تجلی ذات میں جو مستور و پوشیدہ رکھنے کا مقام ہے داخل ہوا۔

ایک روز صاحب حقیقت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی علیہ الرحمۃ ذکر خفی فرما رہے تھے۔ اور آپ کی خدمت میں نہایت متواضعانہ صورت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا۔ میاں عالم لاہوت کے شہباز، اے عالم جبروت کے پاکیزہ اے عالم ملکوت و ناسوت کے شہ سوار آیئے آیئے اس کے بعد میری آنکھوں میں سرمے کی سلائی ڈالی۔ اور فرمایا یہ اللہ پاک کی ذات کے جمال کے نور کا سرمہ ہے۔ یہ واقعہ ۸۱۱ھ کا ہے۔

چنانچہ جب رات ہوئی تو میں اڑنے لگا۔ اور شہر خنلان سے مصر پہنچ گیا اور شیخ اوحد سمنانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے بھی مجھے انہیں کلمات سے یاد فرمایا۔ جن کلمات سے شیخ نصیر الدین محمود علیہ الرحمۃ نے یاد فرمایا تھا۔

بعد میں انہوں نے مجھے اپنے کمرے کے ایک گوشہ میں بٹھا دیا۔ جہاں دو آدمی میرے علاوہ اور بھی بیٹھے تھے۔ ان میں سے ایک صوفی تھا اور دوسرا طالب علم تھا۔ قطب عالم شیخ اوحد سمنانی علیہ الرحمۃ کی امامت میں مَیں نے عشاء کی نماز ادا کی اور اس کے بعد رات کے دو تہائی حصہ تک میں نے تو اسے نور سے لبریز پایا۔ جو عرش پر محیط ہو چکا ہے اور اس طرح معلوم ہو رہا ہے کہ گویا عرش میری نظروں میں رائی کے ایک دانے کی مانند ہے۔ اس کے بعد میں نے اپنے بالوں کو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ میرا ہر بال ایک علیحدہ وجود ہستی کا مالک ہے۔ بعد میں وہ شکلیں ختم ہونے لگیں پھر میں نے دیکھا کہ دنیا کی اور اس کی تمام چیزیں اپنی صورتیں بدلنے لگیں۔ اور میں نے اپنے تمام تجلیات صفات افعال اور اسماء اوتاد میں بھی اپنی صورتیں تبدیل کرنا شروع کر دی ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال ۸۴۱ھ بمطابق 1437ء میں ہوا۔ مزار پر انوار سرہند شریف انڈیا میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

مفتی غلام سرور قادری نے قطعہ تاریخ رقم فرمائی ہے۔

چوں محمد ابنِ جعفر مرد دیں
گشت از دنیا بجنت جائے گیر
گفت سرور پیر کامل متقی
۸۹۱ھ
سال وصلتش آں شہ برناد پیر

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت شاہ اسماعیل بخاری چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: خوکردہ جمال محمدی، پروردہ کمال احمدی، مجذوب عشق رحمان ومخمور شراب عرفان، فائز بہ کمالات الفقر فخری، آثار ولایتش ظاہر برخاص وعام ہے دلیل، قطب مادر زاد، صاحب کشف وکرامات، فخر السادات خانوادہ بخاری حضرت سید اسماعیل شاہ بخاری چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ مقتدائے اہل مودت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 762ھ بمطابق 1360ء کو سادات بخاری کے عظیم سالار و پیشوا حضرت سید شیر شاہ جلال سرخ بخاری اوچ شریف کی اولا پاک کے عظیم فرد کامل کے گھر اوچ شریف میں ہوئی۔

حضرت سید شیر شاہ جلال قطب کمال بخاری علیہ الرحمتہ جہاں پورے برصغیر پاک وہند میں سادات بخاری کے عظیم نیئر تاباں ہیں دوسری طرف سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے عظیم روحانی پیشوا ہیں اور حضرت سید شیر شاہ جلال بخاری قطب کمال کی تصوف پر دن ورات کی انتھک محنت کا ہی ثمر تھا کہ واچ شریف جیسا پسماندہ اور دور دراز علاقہ علم وعرفان اور روحانیت کا مرکز ومنبع بن گیا اور بڑے بڑے لوگ اس مقام سے روحانی فیض حاصل کر کے نہ صرف برصغیر پاک وہند بلکہ پوری دنیا میں شریعت وطریقت اور تصوف وعشق ومحبت کے دیپ جلا رہے ہیں اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری وساری رہے گا۔ انشاء اللہ

آپ حضرت سید اسماعیل شاہ بخاری چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تعلیم وتربیت غالباً اوچ شریف میں ہی مکمل کی اور پھر سیاحت کے لئے نکلے تاکہ کسی شیخ کامل کے سامنے زانوے تلمذ طے کر کے باطنی وروحانی تربیت مکمل کی جاسکے اس ضمن میں آپ پھرتے پھراتے جب علم وعرفان کے مرکز دہلی پہنچے تو بہت سے بزرگوں سے ملاقات ہوئی اور ان سے استفادہ کیا مگر طبیعت کو کہیں تسکین نہ ملی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت سید نصیر الدین چشتی نظامی چراغ دہلی علیہ الرحمتہ کے دست حق پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پاکر صاحب ارشاد ہوئے۔

چنیوٹ میں ورود مسعود ☆: آپ اپنے مرشد کامل کا حکم پاکر 818 ھجری بمطابق 1415ء دہلی سے ٹھسکہ ضلع کرنال، سمانہ، ضلع پٹیالہ اور اچھروال سے ہوتے ہوئے وارد چنیوٹ ہوئے اور چنیوٹ کو تبلیغ کا مرکز قرار دے کر یہاں ایک خانقاہ قائم کی اور درس وتدریس کا باقاعدہ سلسلہ شروع کیا ہزاروں افراد نے آپ سے علمی وروحانی استفادہ کیا اور لاتعداد افراد آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے، متعدد غیر مسلم اقوام اور قبیلے آپ کے ہاتھ پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے، آپ کے مریدین وعقیدت مندان کی تعداد لاکھوں سے تجاوز تھی۔

سادات بخاری کا جھنگ میں روحانی کردار☆: والی اوچ شریف اور سادات بخاری کے عظیم نیرّ تاباں حضرت سید شیر شاہ جلال سرخ بخاری قطب کمال سہروردی علیہ الرحمتہ آپ کی چنیوٹ آمد سے قبل دو مرتبہ جھنگ تشریف لائے اور دین حقہ کی خدمت واشاعت میں مرکزی کردار ادا کیا لاتعداد غیر مسلموں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا اور حضرت شیر شاہ جلال نے لاتعداد افراد کو علم وعرفان سے نواز کر انکو مختلف مقامات پر تبلیغ اسلام کیلئے مامور کیا۔

اس طرح حضرت شیر شاہ جلال سرخ بخاری سہروردی علیہ الرحمتہ کے عظیم فرزندار جمند حضرت سید احمد کبیر سہروردی علیہ الرحمتہ نے بھی جھنگ کے علاقہ میں تشریف لا کر اس خطہ کو روحانی فیوض وبرکات سے نواز کر بہت سی خانقاہیں قائم کیں جہاں سے ہزاروں افراد نے نہ صرف سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں بیعت کی بلکہ انکے دست مبارک سے روحانیت کے جام نوش کیے۔

حضرت سید احمد کبیر بخاری سہروردی علیہ الرحمتہ کے بعد حضرت سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی علیہ الرحمتہ نے بھی اس خطہ جھنگ کو اپنے علم وعمل وعرفان وفیضان سے منور کیا۔

جب آپ حضرت سید اسماعیل شاہ بخاری چشتی نظامی علیہ الرحمتہ حضرت مخدوم سید احمد کبیر بخاری سہروردی علیہ الرحمتہ کے نواسے ہیں آپ جب چنیوٹ تشریف لائے تو آپ نے پورے ضلع جھنگ میں سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کی ترویج واشاعت میں بھرپور حصہ لیا اور جس فیاضی سے آپ نے روحانی علم وعرفان لوگوں میں تقسیم کیا وہ آپ ہی کا حصہ ہے آپ ہی کی بدولت سینکڑوں افراد نے اس گھر سے دولت عرفان حاصل کر کے مختلف مقامات پر خانقاہیں قائم کیں اور دینی مدارس بنائے اور سلسلہ رشد وہدایت میں مصروف ومشغول ہوئے۔

واقعہ عجیب☆: آپ کے ایک صاحبزادے حضرت سید مخدوم جلیل الدین کے پاس پڑھتے تھے حضرت مخدوم جلیل الدین نے مسجد کی تعمیر شروع کرائی تو اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ گارہ اینٹیں ڈھوئیں شاگردوں نے استاد کے حکم کی تعمیل کی جن میں آپ کے صاحبزادے بھی شامل تھے۔

اتفاق سے آپ کا گزر اس طرف سے ہوا تو اپنے صاحبزادے کو اینٹیں اٹھائے ہوئے دیکھ کر مخدوم جلیل الدین سے محض تفنن کے طور پر فرمایا کہ مخدوم صاحب سیدوں سے تو گارہ اینٹ نہ اٹھواتے حضرت مخدوم صاحب نے جواباً فرمایا میں اپنے گھر کے لئے یہ خدمت نہیں لے رہا بلکہ خدا کے گھر کے لئے رہا ہوں یہ سن کر آپ نے فرمایا تو پھر یہ مسجد بھی آباد نہ ہوگی۔ مخدوم جلیل الدین نے جواباً فرمایا کہ مسجد آباد ہو یا نہ ہو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے مگر تمہاری اولاد میں دین کا علم نہ آئے گا۔

اس واقعہ کا آپ کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ مستقل طور پر آئندہ زندگی کے لئے گوشہ نشین ہو کہ رہ گئے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 850ہجری بمطابق 1446ء کو ہوا۔ مزار پرانوار ٹھٹھی سیداں تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ میں مرجع خاص وعام ہے جہاں آج بھی اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور عرفان سے منور کرتے ہیں۔ آپ کی اولاد پاک میں سے حضرت میاں چوہڑ شاہ اور سید غلام عباس اور سید الطاف حسین مختلف ادوار میں پنجاب اسمبلی کے رکن رہ چکے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا شاہ نظام الدین چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: منبع علم وعرفان، محدث وجد وبیان، غزالی گلشن الوہیت، رازی گلستان نبوت، عمدۃ السالکین، برھان العارفین، امام العاشقین حضرت مولانا شاہ نظام الدین اورنگ آبادی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ مصدر جود یزدانی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۶۰ھ بمطابق 1650ء کو قصبہ نگراؤں (کاکوری) ہندوستان میں ہوئی۔ آپ کا نام اسم گرامی نظام الدین ہے، سلسلہ نسب حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین، سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے واسطے سے حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

تعلیم وتربیت اور دربار کلیمی میں باریابی ☆: آپ کی ابتدائی تربیت آپ کے وطن میں ہوئی، ابتدائی تعلیم بھی وہیں پر حاصل کی بعد ازاں بقیہ علوم دینیہ کی تحصیل کے لئے آپ دہلی تشریف لے گئے، اور وہاں حضرت شاہ جہاں آبادی کے علم وفضل کا شہرہ سن کر دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ ان کی خدمت میں حاضری دے کر ان کے ظاہری وباطنی فیوض وبرکات سے مستفیض ہوا جائے۔

چنانچہ آپ حضرت شیخ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ معلیٰ میں حاضر ہوئے تو اس وقت مجلس سماع گرم تھی، جس کی وجہ سے دروازہ بند تھا، اس لئے کہ حضرت کا معمول تھا کہ کسی اجنبی کو محفل سماع میں آنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔

آپ نے دروازے پر دستک دی تو حضرت شیخ نے حاضرین میں سے کسی شخص کو حکم دیا کہ دیکھو دروازے پر کون ہے، اس شخص نے دروازہ کھولا آپ کا نام پتہ معلوم کیا اور حضرت شیخ کو بتایا تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ اندر بلا لو، اس پر حاضرین کو تعجب ہوا، انہوں نے آپ سے عرض کیا "**داخل اجنبی در مجلس سماع دستور نیست**" کسی اجنبی شخص کو مجلس سماع میں داخل کرنا حضور کا دستور نہیں ہے، حضرت شیخ نے فرمایا "**ایں مرد عزیز است اجنبی نیست**" یہ شخص عزیز (آشنا) ہے غیر نہیں ہے۔

آپ جب حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی کی خدمت میں پہنچے تو قدم بوسی کر کے آداب بجا لائے۔ حضرت شیخ نے آپ کے سلام کا جواب دیا اور آنے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے بتایا کہ گھر سے علم کے حصول کے لئے آیا ہوں چاہتا ہوں کہ خدمت میں رہ کر اکتساب فیض حاصل کروں، شیخ نے درخواست منظور فرمائی اور اپنی خدمت میں رہنے کی اجازت دی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ حضرت شیخ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر علوم دینیہ سے مستفید ہوتے رہے۔

حضرت شیخ کے اکثر مریدوں کے ذوق وشوق شغف وسکر وشورش کو دیکھ کر آپ کو خاصہ تعجب ہوتا تھا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضرت شیخ کلیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کا ایک پیر بھائی مدینہ منورہ سے آیا اور حضرت شاہ کلیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں جب حاضر ہوا اور ان کے روئے تاباں کی زیارت کی تو اس پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی، اسی کیفیت میں وہ بے ہوش ہوگیا۔

آپ کو اس کے اس حال سے حیرت ہوئی، آپ نے معلوم کیا کہ کیا بات تھی کہ وہ شخص اس طرح مست و بے خود ہو گیا، جب آپ کو اس کی تفصیل اور مضمرات سے آگاہی حاصل ہوئی تو آپ کے دل میں بھی اس راستے پر چلنے کا شوق موجزن ہوا، آپ کے افکار و خیالات میں تبدیلی پیدا ہوئی، جس کا لازمی نتیجہ، اعتقاد، اطوار ارادت اور آئین خدمت گزاری تھا۔

ایک دن حضرت شیخ جب خانقاہ سے اپنے گھر جانے لگے تو آپ نے حضرت شیخ کے جوتے اٹھا کر ان کے سامنے رکھ دیئے، جسے دیکھ کر حضرت شیخ بے حد خوش ہوئے اور آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ **"توجه بکسب علوم باطنی اولیٰ واحسن است"** علوم باطنی کی طرف توجہ کرنا اعلیٰ اور بہتر ہے، آپ نے حضرت شیخ کی خدمت میں زبان حال سے عرض کیا۔

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب و کم و بیش را

حضرت شیخ نے جب یہ اشعار سنے تو آپ کو اپنے دست مبارک پر شرف بیعت بخشا۔

اہل علم اور مورخین کے نزدیک اس کی بھی ایک وجہ تھی، وہ یہ کہ جب حضرت شیخ کلیم اللہ اپنے پیر و مرشد سے بیعت و خلافت حاصل کر کے سرفراز ہو کر جب مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو اُن کے پیر و مرشد حضرت شیخ یحییٰ مدنی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا تھا کہ اس شکل و شباہت کا ایک شخص تمہارے پاس آئے گا۔ اس کا نام نظام الدین ہوگا۔ اور وہ عین دعوت الی اللہ کے وقت مندرجہ ذیل شعر پڑھے گا، اور وہ ہماری نسبت کا مالک ہے، بیعت کے کچھ عرصہ بعد تک آپ اپنے شیخ کامل حضرت کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں مقیم رہے اور ظاہری و باطنی علوم میں کمال دسترس حاصل کر کے سرفراز ہوئے تو حضرت شیخ نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرما کر دکن کی قطبیت و ولایت عنایت فرمائی، اور ہدایت فرمائی کے اورنگ آباد میں مستقل سکونت اختیار کریں۔

سیرت و کردار☆: آپ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے، سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سخت پابند اور ریاضت و مجاہدہ اور مراقبہ میں ہمہ وقت مشغول رہتے تھے، جب کبھی استغراق میں ہوتے تھے تو کسی بھی شخص کو چاہے وہ آپ کا مرید ہی کیوں نہ ہو اس کو پہچانتے نہ تھے۔

آپ انتہا درجے کے با اخلاق، اور مہمان نواز تھے ہر آنے والے کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے، اور آنے والے کی کھڑے ہو کر تعظیم فرماتے تھے۔ معمولی پوشاک استعمال فرماتے قیمتی پوشاک سے اجتناب فرماتے اکثر آپ کے کپڑوں میں پیوند لگے ہوئے تھے۔ خوراک بہت کم، اور معمولی غذا پر اکتفا فرماتے تھے، ہر شخص کی جہاں تک ممکن ہوتا اس کی حاجت پوری کرتے تھے چلتے وقت ہر شخص کو کچھ نہ کچھ دے کر رخصت فرماتے تھے، جمعہ کے دن جو بھی کچھ نذرانہ آتا وہ تمام محتاجوں میں تقسیم کر دیتے، آپ نے اپنے مرشد کے فرمان کے مطابق اورنگ آباد میں تشریف لا کر ایک خانقاہ قائم کی اور اپنے پاس آنے والوں کو درس و تدریس اور سلسلہ رشد و ہدایت کر

کے ان کے دلوں کو نور ایمان سے منور کرتے رہے۔

شادی و اولاد☆: آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت سید محمد بندہ نواز گیسو دراز چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کے خاندان سے تھیں۔ جن کے بطن سے خدا نے آپ کو ایک لڑکی اور پانچ صاحبزادوں سے نوازا۔ صاحبزادگان کے اسمائے گرامی، درجہ ذیل ہیں محمد اسماعیل، غلام معین الدین، غلام بہادر الدین غلام کلیم اللہ اور حضرت مولانا خواجہ فخر جہاں خواجہ فخر الدین چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ۔

خلفائے نامدار☆: آپ کے چند مشہور خلفاء کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ خواجہ کامگار خان، سید شاہ شریف، شاہ عشق اللہ، شاہ محمد علی اور خواجہ نور الدین، غلام قادر خان، محمد بابر بیگ، محمد جعفر، شیر محمد، کرم علی، اور حضرت خواجہ فخر الدین فخر جہاں رحمتہ اللہ علیہ

کشف و کرامات☆: ایک دفعہ آپ کے مرید سعید بیگ ایک جوگن پر فریفتہ ہو گئے اس وجہ سے انہوں نے اپنے مرشد حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں آنا جانا کم کر دیا۔ ایک دفعہ جب وہ کئی دنوں کے بعد حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی تو سعید بیگ صاحب نے سارا حال گوش گزار کیا اور عرض کیا حضور ہنگام دستگیری وقت عنایت ست حضرت شاہ نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ کے دیگر مریدوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کسی بہانے سے حضرت شاہ نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ کو وہاں لے جایا جائے جہاں جوگن مقیم ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ وہ جوگن آپ کو دکھائی گئی۔

آپ نے وہاں سے واپس آکر سعید بیگ کو دوسرے دن اس جوگن کے گھر جانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ مقصد حاصل ہوگا۔

سعید بیگ دوسرے روز حسب الحکم اس جوگن کے پاس گئے جوگن اُن کے نزدیک آئی اور ان سے کہا کہ وہ حضرت کی خانقاہ میں جانا چاہتی ہے۔ سعید بیگ اس کو اپنے ہمراہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ جوگن آپ کے دست مبارک پر بیعت سے مشرف ہوئی۔ اور بعد میں اس نے سعید بیگ سے نکاح کرنے کی درخواست کی تو آپ نے اس کا نکاح سعید بیگ سے کرا دیا۔

کرامت نمبر۲☆: نواب نظام الملک آصف جاہ کو دکن پہنچے زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا کہ مبارز خان نے بغاوت کر دی اور شکر کھیڑہ پر فوج لے کر مقابلے کے واسطے آ گیا۔ نواب آصف جاہ حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں دعا کیلئے حاضر ہوا تو آپ نے نواب آصف جاہ کو مژدہ فتح و کامرانی سنایا۔ لیکن نواب آصف جاہ کی دلی تسکین نہیں ہوئی۔

اس نے آپ سے عرض کیا کہ اگر کوئی علامت بتائیں تو اطمینان قلب و تشفی ہو۔ آپ نے کچھ دیر مراقبہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ کل صبح بروز پنج شنبہ ان ڈیروں پر پنجہ صندل کا نشان ظاہر ہوگا۔ یہ اشارہ آپ کے لئے کافی ہے اور فتح کی علامت ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور نواب آصف جاہ کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

کرامت نمبر۳☆: آپ کے ایک مرید کی بیوی کو جذام (یعنی کوڑھ) کی بیماری تھی جسم کے تمام اعضاء سے کوڑھ ٹپکنے لگا۔ اس نے اپنی بیوی کا حکیموں طبیبوں سے بہت علاج معالجے کرائے مگر کوئی آرام نہ آیا۔ بالآخر تنگ آ کر ایک دن اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں جب پہنچا تو آپ وضو فرما رہے تھے۔

اس مرید نے آپ کو بتایا کہ میری بیوی کوڑھ کی مریض ہے۔ علاج معالجہ کروا کر تنگ دست ہو گیا ہوں اب حالت یہ ہے کہ

میرے گھر والے بھی اس سے نفرت کرنے لگے حضور اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اب تو صرف اور صرف آپ کی دعاؤں کا طلبگار ہوں۔ خدارا میری بیوی کی صحت یابی کے لئے دعا فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں طبیب تو ہوں نہیں بتاؤ میں کیا کر سکتا ہوں۔ جب وہ بہت زیادہ رویا پیٹا تو آپ نے وضو والے کوزے کا پانی اسے دیا اور فرمایا یہ کوزہ لے جا اور اس میں سے تھوڑا تھوڑا پانی اسے پلا میرا مالک کریم اس کو شفا دے گا۔ اور ساتھ ہی تھوڑی سے گیلی مٹی بھی اسے دی اور فرمایا کہ یہ مٹی اس کے زخموں پر لگاؤ۔

چنانچہ وہ مرید پانی اور مٹی لے کر بخوشی چلا گیا اور اس کو پانی پلاتا رہا اور مٹی زخموں پر لگاتا رہا۔ خدا کے فضل و کرم سے ایک ہفتے میں اس کی بیوی کا تمام کوڑھ اس طرح ٹھیک ہو گیا جیسا کہ ہوا ہی نہ تھا اسے مکمل آرام آ گیا۔

کرامت نمبر۴ ☆: حضرت مولانا نظام الدین اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک سنیاسی حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا کہ فقیری میں آپ کو کیا ملا۔ آپ نے فرمایا کہ: **سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ** ○ یہ سننے کے بعد بھی وہ مصر رہا کچھ بتایئے تو پھر آپ کو جلال آ گیا اور فرمایا کیا دیکھنا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے تو اپنی شکل دیکھ اس کے ساتھ ہی اپنے ایک خادم سے فرمایا کہ آئینہ لا کر اس کو دو تا کہ یہ اپنی شکل خود دیکھ لے۔ جب آئینہ اس کے سامنے لایا گیا تو اس نے دیکھا کہ اس کا چہرہ ایک طرف سے بندر کی طرح دوسری طرف سے خنزیر کی طرح تھا۔ یہ دیکھ کر وہ حیران ہوا۔ اور عرض کرنے لگا حضرت میری صورت بدل جانے کی وجہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو تیری آنکھوں سے دکھا دیا کہ جیسا تم بندروں، سوروں کو پوجتے ہو ایسے ہی تمہاری شکلیں ان کی شکلوں کی سی ہو کر تمہارا حشر ان کے ساتھ ہو گا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا۔

جب وہ مسلمان ہو گیا تو آپ سے عرض کرنے لگا حضرت میرے پاس ایک ایسا کسب ہے کہ اگر آپ کو بتا دوں تو عمر بھر جس قدر چاہیں خرچ کریں آپ کا خزانہ کم نہ ہو گا۔ اور جہاں چاہو جو چاہو موجود ہو گا۔

اس کے بعد اس نے اپنی زنبیل سے ایک ناریل نکال کر آپ کو پیش کیا اور کہنے لگا۔ یہ باون تولے یعنی ایک پاؤ زنی ہے الغرض اس نے تھوڑا سا تانبا پگھلا کر اس ناریل میں ڈالا تانبہ اسی وقت سونا بن گیا۔

یہ ملاحظہ فرما کر آپ مسکرائے اور فرمایا کہ اس میں بہت بکھیڑا کرنا پڑتا ہے میرے اللہ کے نام میں بڑی برکت ہے، آپ نے صرف دھات کو ہاتھ لگایا تو وہ سونا بن گئی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۲ ذیقعد ۱۱۴۲ھ بمطابق 1729ء کو 82 برس کی عمر شریف میں ہوا۔

مزار پر انوار اورنگ آباد دکن حیدر آباد انڈیا میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں اہل عقیدت و محبت آج بھی حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

منقبت در شان خواجہ فخر الدین دھلوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

راہِ روان چشتیہ مولانا فخر الدینؒ ہیں
فخرِ جہان اصفیا مولانا فخر الدینؒ ہیں

جو بادہ توحید سے سرشار ہیں وہ بالیقیں
ظل جمال کبریا مولانا فخر الدینؒ ہیں

اقوال اور اعمال ہیں خلق نبی ہے منعکس
نور نگاہ اولیاء مولانا فخر الدین ہیں

اک والہانہ عشق ہے جن کو رسول اللہؐ سے
ایسے محبّ مصطفیٰ ﷺ مولانا فخر الدین ہیں

ہیں جلوہ وحدت میں جو ہر دم ہمہ تن منہمک
وہ واصل ذات علیٰ مولانا فخر الدینؒ ہیں

از قلم: ڈاکٹر ظفر پاتو آنہ سیالوی

حضرت مولانا محمد فخر الدین چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: قطب زمانہ، فرد یگانہ، شہسوار عرصہ ولایت، جامع لصفات وکمالات، متصرف بہ تصرفات فخر الاولین والآخرین محب النبی حضرت مولانا خواجہ محمد فخر الدین فخر جہاں چشتی نظامی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ صدر نشین محفل کرامت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۱۲۶ھ بمطابق 1717ء کو اورنگ آباد حیدر آباد دکن انڈیا میں حضرت خواجہ مولانا شاہ محمد نظام الدین اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ کے گھر ہوئی جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو والد گرامی نے اپنے پیر و مرشد شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی شاہ علیہ الرحمۃ کو آپ کی پیدائش کی خبر دی، جسے سن کر حضرت شیخ کلیم اللہ بہت خوش ہوئے، اور آپ کے والد گرامی کے ہاتھ اپنا ملبوس آپ کے پہننے کے لئے آپ کے پاس بھیجا۔ اور آپ کا نام نامی اسم گرامی مولانا محمد فخر الدین تجویز فرمایا، اور فرمایا کہ یہ میرا فرزند ہے۔ اور فرمایا کہ یہ میرا فرزند شہر شاہ جہاں آباد کو اپنے نور ہدایت سے منور کرے گا۔

آپ کے لقب محبّ النبی کی وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جب آپ خواجہ غریب نواز کے دربار میں اجمیر شریف گئے تو اس وقت ایک صاحب دل بزرگ اپنی کسی غرض سے بارگاہ غریب النواز میں حاضر تھے۔

ان بزرگ کو حضور خواجہ غریب نواز نے بشارت دی کہ ان کو پہچان لو تمہاری مطلب برآری ان سے ہوگی اور ان کا نام محبّ النبی ہے۔ ان بزرگ نے آپ کو تلاش کیا اور خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ بیان کیا۔ اس روز سے آپ اس لقب سے مشہور ہوئے۔

بچپن کا ایک واقعہ ☆: آپ کی عمر عزیز صرف سات برس کی تھی کہ ایک روز آپ اپنے والد گرامی کے پیر دبا رہے تھے کہ آپ پر غنودگی طاری ہوگئی، اس دوران سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو پانچ دانے بن کے عنایت فرمائے۔

جب آپ خواب سے بیدار ہوئے تو وہ بن کے دانے آپ کے ہاتھ میں تھے اتنے میں آپ کے والد گرامی بھی بیدار ہو گئے، اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ ان دانوں میں ہمارا حصہ بھی ہے، وہ دانے آپ نے اور آپ کے والد گرامی نے مل کر تناول فرمائے۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ کی ابتدائی تربیت و تعلیم اپنے والد گرامی کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔ ابتدائی چند کتب والد گرامی سے پڑھنے کے بعد آپ نے شرح وقایہ، مشارق الانوار، نفحات الانس اور ایک کتاب علم طب اور ایک رسالہ تیر اندازی کے فن میں یہ بھی اپنے

والد گرامی سے پڑھیں۔ آپ نے بقیہ علوم دینیہ کی تحصیل ملا میاں محمد جان جیو سے پڑھیں۔ اس کے علاوہ فقہ کی معروف کتاب ہدایہ مولوی عبدالحکیم سے پڑھی جو اپنے وقت کے بہت بڑے علامہ زمانہ تھے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں اپنے عظیم والد گرامی حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے اور پندرہ برس کی عمر عزیز میں ان سے خرقہ خلافت پاکران کے جانشین مقرر ہوئے۔

جب آپ کی عمر سولہ برس کی ہوئی تو آپ کے والد گرامی اور شیخ کامل حضرت مولانا شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کا وصال باکمال ہوگیا تھا۔

ریاضت ومجاہدہ ☆: والد گرامی کے وصال کے بعد آپ زیادہ وقت عبادت وریاضت میں گزارتے اور اپنے حال کی کسی کو خبر نہ ہونے دیتے، جو لوگ آپ کے قریب تھے ان کو بھی آپ کی عبادت وریاضت کا علم نہ تھا۔

ایک دن آپ کے پیر بھائی اور ہم خرقہ، حضرت خواجہ کامگار خان نے آپ سے عرض کیا کہ آپ حلقۂ ذکر کا انعقاد فرمایا کریں آپ مسکرائے اور ان کی بات سن کر ان سے ارشاد فرمایا میرے لئے دعا کریں کہ خداوند تعالیٰ مجھے ان کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔ انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو ان کو جو نعمت عطا ہوئی تھی وہ سلب ہو کے رہ گئی، یہ دیکھ کر وہ فوراً معافی کے خواستگار ہوئے آپ نے ان کو معاف فرمادیا اور وہ تمام نعمت جو سلب کی تھی واپس لوٹادی، اس کے علاوہ بھی مزید نعمت باطنی عنایت مرحمت فرمائی۔

ملازمت ☆: آپ کی خواہش پر نواب نظام الدین ولد ناصر جنگ نے آپ کو عہدہ سپہ سالاری یا نائب بخشی تفویض کیا، آپ نے تین سال تک بحسن وخوبی اپنے فرائض انجام دیئے پھر مستعفی ہو کر اورنگ آباد تشریف لے گئے۔

دہلی اور پاکپتن شریف کی حاضری ☆: ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ عبادت وریاضت میں مشغول تھے کہ آپ نے یہ آواز سنی۔

بند بگسل باش آزاد اے پسر

یہ آواز سن کر آپ کو دہلی جانے کا خیال پیدا ہوا، آپ اپنے والد محترم کے مزار پرانوار پر حاضر ہوئے وہاں مراقبہ کیا تو یہ آواز سنی۔

شهه اقلیم فقرم بے خودی تخت روان من
نه چوں فرهاد مزدورم نه چوں مجنوں زمیندارم

یہ آواز اور شعر سن کر ۱۱۶۰ھ میں آپ دکن تشریف لے گئے اور وہیں رونق افروز ہوئے۔ اور خانقاہ قائم کر کے سلسلہ رشد وہدایت جاری کیا۔

دہلی تشریف لانے کے چھ ماہ بعد آپ حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پرانوار پر حاضری کے لئے پاکپتن شریف پہنچے اسی دوران پانی پت میں چار راتیں قیام فرما کر حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پرانوار پر حاضری

دے کر ان کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے۔

علمی ذوق ☆: آپ کے خطوط گنجینۂ معرفت ہیں "جو رقعات مرشدی" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں، اس کے علاوہ درج ذیل تصانیف شہرہ آفاق ہیں، جن میں فخر الحسن، عقائد نظامیہ، سیرت محمدیہ، عین الیقین۔

آپ کے خلفائے نامدار ☆: آپ کے چند معروف خلفاء کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی، حضرت مولوی خدا بخش، نواب غازی الدین میر خان المتخلص، بہ نظام، شاہ فتح اللہ، مولوی محمد غوث، شاہ روح اللہ، شاہ قمر الدین اور حضرت محمد غوث کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

آپ کی تعلیمات و ارشادات ☆: آپ کی تعلیمات اعلیٰ روحانی مقام حاصل کرنے میں امداد اور راہنمائی کرتی ہیں۔

(۱) ☆: آپ فرماتے ہیں کہ سیر آفاقی میں یعنی عالم کبیر میں عارف محبوب حقیقی کا مشاہدہ کرتا ہے، یہ النفسی میں بھی وہ اس دولت سے مشرف ہوتا ہے۔ یہ کہنا چاہیے کہ اول تو محض آئینہ ہے اور ذات پاک کا ظہور اس میں بھی ہے۔ مگر دوم یہ کہ انسان "عالم صغیر ہے" مصفّٰی اور مجلّٰہ آئینہ ہے، اس میں جو تجلیات عارف مشاہدہ کرتا ہے، وہ پہلے مشاہدہ سے بہ مدارج بلند ہیں، مقام پر النفسی نام حاصل ہونے پر موقوف ہے، سالک کا باطن ماسوائے اللہ سے پاک ہو جاتا ہے، اور خدا کی ہستی کا اس پر غلبہ ہوتا ہے۔ تو مقام قرب نوافل حاصل ہوتا ہے۔

(۲) ☆: آپ فرماتے ہیں کہ اصل تمام کی حضوری مع اللہ کا حاصل ہونا ہے، طریقے مختلف ہیں، خواہ یہ ذکر جہر سے حاصل ہو، یا ذکر خفی سے، خواہ فکر سے ہو یا مراقبہ یا مرابطہ سے ہو۔

(۳) ☆: آپ فرماتے ہیں کہ بے خود ایک بڑی نعمت ہے اس کا شکر کرنا ضروری ہے۔ لیکن سالک کو اس پر قناعت نہیں کرنا چاہئے، بلکہ اس کو اصلی مقصد اور مدارج عالیہ کے حصول کا ذریعہ چاہئے، بے خودی تو بھنگ کھا کر بھی اور افیون کھا کر بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر اس میں فرق یہ سمجھنا ہے کہ اس قسم کی بے خودی محمودہ نہیں ہے، بلکہ مذمومہ ہے، جب بے خودی حاصل ہو تو ریاضت و مجاہدہ میں زیادہ مصروف ہونا چاہئے۔

(۴) ☆: آپ فرماتے ہیں کہ جس قدر بھی ہو سکے ذکر کرنا چاہئے لیکن اتنا نہیں کہ جس کا صحت پر برا اثر پڑے۔ محاسبہ کرنا بھی اس منزل میں ضروری ہے۔

کشف و کرامات ☆: قاضی الرضا سونی پتی تپدق کی بیماری میں مبتلا تھے۔ بیماری کو پورے نو ماہ ہوئے تو آثار زبوں ان کے اعضا سے ظاہر تھے۔ چہرہ کی رونق و شگفتگی جاتی رہی۔ پیشانی پر ہمہ وقت پریشانی کے اثرات تھے۔ کان اور گلا چھوٹے پڑ گئے۔ براز کے ساتھ ہڈیوں کا گودا آنے لگا۔ بول میں دہنیت تھی۔ الغرض تیسرا درجہ تھا۔ بالآخر زندگی سے مایوس ہو کر پالکی میں سوار ہو کر حضرت خواجہ مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر روئے۔

حضرت خواجہ فخر الدین فخر جہاں دہلوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ نے بڑی ہی شفقت و محبت سے فرمایا قاضی صاحب فکر نہ کرو خدا

مہربانی کرے گا۔ حضرت فخر جہاں نے ان کو گلے لگا کر رخصت کیا تو وہ بالکل صحت منداور تندرست ہو گئے تھے۔

کرامت نمبر۲ ☆: افغانستان کے دس طلباء دہلی میں کسی بدعقیدہ مولوی کے مدرسے میں زیر تعلیم تھے۔ اور وہ تمام طلباء اعلانیہ حضرت خواجہ مولانا محمد فخر الدین فخر جہاں دہلوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کے مخالف اور آپ کو قتل کرنے پر مامور تھے۔

کسی نے یہ خبر حضرت خواجہ فخر جہاں کو کردی آپ نے سن کر کچھ خیال نہ کیا۔ چند روز اسی طرح گزر گئے ایک دن حضرت خواجہ قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کا عرس مبارک تھا حضرت فخر جہاں سمیت دہلی کے تمام مشائخ وعلماء جمع تھے کہ محفل سماع دلان میں جاری تھی حضرت فخر جہاں خواجہ قطب صاحب کے مزار پرانوار پر مشغول تھے کہ ان میں سے دو افغانی چھریاں لے کر بارادہ قتل مزار حضرت خواجہ حمید الدین ناگوری پر وقت کے منتظر تھے۔ اور با آواز بلند آپ کی شان میں نازیبا کلمات کہہ رہے تھے۔ بالآخر بدیع الدین خادم آستانہ نے حضرت فخر جہاں سے عرض کیا کہ اب برداشت کی انتہا ہو چکی ہے۔ مزید نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ وہ مسلسل توہین آمیز پہلو اختیار کئے ہوئے ہیں اور ان کی گفتگو سے سماع میں بھی خلل واقع ہو رہا ہے۔

یہ سن کر آپ نے ان دونوں کو تیز نگاہ سے دیکھا تو دونوں بے ہوش ہو کر چبوترے پر سے گر پڑے اور ناچنے لگے جب ہوش میں آئے تو قدموں میں گر کر اپنا قصور معاف کرایا اور آپ کے دست حق پرست پر شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔

نگاھت دشمناں راہ دوست کردہ
اثر بادر رگ دور پوست کردہ

کرامت نمبر۳ ☆: آپ کے فضل وکمال کا چرچا سن کر ایک عالم دین دکن حیدر آباد سے بغرض ملاقات آئے اور آپ کی خانقاہ کے قریب کسی مسجد میں ٹھہرے۔

حضرت مولانا خواجہ فخر الدین فخر جہاں دہلوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کو باطنی طور پر ان مولوی صاحب کی آمد اور غرض وغایت کا علم ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ نے یہ معمول بنالیا تھا کہ جب کھانے کا وقت آتا تو خود کھانا لے کر مسجد میں جاتے اور ان مولوی صاحب کو کھلا کر واپس آتے۔ اور جب سے وہ مولوی صاحب دہلی آئے تھے آپ نے باہر بیٹھنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ جب وہ مولوی صاحب خانقاہ میں آکر آپ کا معلوم کرتے تو خدام بتاتے کہ اس وقت حضرت گھر میں موجود ہیں مگر ملاقات نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح ان کو ایک ہفتہ گزر گیا۔ ایک دن آپ کھانا لے کر گئے تو ان مولوی صاحب نے کہا کہ افسوس ہے کہ میں اتنی دور سے آیا ہوں مگر ابھی تک مولانا کی زیارت سے مشرف نہیں ہو سکا۔

آپ نے فرمایا کون مولانا ہیں جن سے ملنے کے لئے آپ بے تاب ہیں اس نے کہا کہ مولانا خواجہ فخر الدین فخر جہاں صاحب آپ نے فرمایا مولوی صاحب اسی عاجز کو فخر الدین کہتے ہیں۔

ان مولانا نے جب یہ سنا تو بہت روئے اور افسوس کرنے لگے کہ چودہ سوکوس کی محنت رائیگاں چلی گئی۔ سنا کچھ اور تھا، دیکھا کچھ اور۔ اور اپنے خادم سے کہنے لگے کہ جلدی سے دہلی سے چلو۔ آپ نے فرمایا کہ آج میری دعوت قبول کیجئے کل آپ کو اختیار ہے جیسے

مرضی ہو وہ کریں۔ ابھی تک جو خدمت میں نے کی تھی وہ حق مسجد تھا۔ الغرض جوں توں کر کے وہ ٹھہر گئے۔

آپ نے آ کر نقیب آستانہ کو حکم دیا کہ صبح مجلس ہے ایک عالم دکن سے تشریف لائے ہیں لہٰذا کل مشائخ دہلی جمع کئے جائیں۔ رات گزری صبح کو آپ لباس درویشی میں محفل میں جلوہ گر ہو کر رونق مسند ہوئے۔ قوالی شروع ہوگئی۔ اس کے بعد آپ نے نقیب کو بلا کر حکم دیا کہ فلاں مسجد میں ایک مولوی صاحب ٹھہرے ہوئے ہیں ان کو محفل میں لے کر آؤ۔ نقیب مسجد میں گئے اوران مولوی صاحب کو لے کر محفل میں پہنچے۔ جب مولوی مذکورہ خانقاہ شریف کے دروازے پر پہنچے تو محفل سماع کی آواز کان میں جو پڑی تو بہت ہی خفا ہو کر اپنے دل میں کہنے لگا کہ چلو خیر آج بھری محفل میں اس مسئلہ پر کھل کر بات ہو جائے گی۔

جس وقت وہ مولوی صاحب محفل میں پہنچے اور آپ کے سامنے ہوئے تو آپ نے نگاہ ولایت ان پر کی تو مولانا فوراً مست و مدہوش ہو کر وجد کرنے لگے۔ تمام کپڑے پیسے قوال کو دے دیئے اور دوران سماع ان کی کیفیت یہ تھی کہ مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہے تھے۔ بالآخر مردہ ہو کر پڑے گئے۔

حضرت خواجہ فخر جہاں اس مولوی کا تڑپنا پھڑکنا دیکھ کر دل ہی دل میں اپنے منہ پر رومال رکھ کر مسکرا رہے تھے۔

جب بالکل بے خود ہو کر گر پڑے تو آپ کو مولوی کی حالت پر رحم آیا اور پانی کا کوزہ منگا کر اس پر دم کر کے مولوی کے منہ پر چھینٹے مارے۔ دوران وجد تڑپنے پھڑکنے سے مولوی صاحب برہنہ بھی ہو گئے تھے آپ نے لنگی منگوا کر ان پر ڈالی۔ جب وہ ہوش میں آئے تو آپ کے قدموں میں گر گئے اور عرض کیا کہ جیسا سنا تھا۔ اس سے سوحصے زیادہ پایا۔ اور پھر بیعت ہونے کی درخواست کی۔ آپ نے ان کو ازراہ شفقت اپنے دست مبارک پر بیعت فرما کر منازل سلوک طے کرائیں۔ بعد کو وہ مولوی صاحب اولیائے زمانہ سے ہوئے۔

کرامت نمبر ۴ ☆: ایک بار ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا حضرت اس شہر میں اب حرام بہت ہونے لگا۔ بالخصوص نکھائیوں کا جو اڈا ہے اس سے اور بھی خرابی بڑھ رہی ہے کہ جس کے پاس دو پیسے بھی ہوں وہ جا کر اپنا منہ کالا کر آئے۔ یہ سن کر آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کوئی طریقہ ایسا کیا جائے کہ بندگان خدا حرام سے بچ جائیں۔

آپ شام کے وقت سواری پر سوار ہو کر نکھائیوں کے اڈے میں آئے تو بازار حسن کی تمام طوائفیں آپ کو دیکھتے ہی قدم بوسی کے لئے آ گئیں اور قدم بوسی کرنے لگیں۔

آپ نے ان سب سے فرمایا کہ تم سب اپنے اپنے مکانوں میں اپنی اپنی جگہ پر چلی جاؤ۔ جب وہ چلی گئیں تو آپ الگ الگ ہر ایک کے مکان پر تشریف لے گئے اور ان سے روزانہ کا خرچ پوچھا۔ جس نے جتنا بتایا آپ نے ان کو اتنا خرچ دے کر فرمایا کہ فقیر آج سے تمہارا مہمان ہے اور وہیں قیام پذیر ہو کر ان کو روزانہ کا خرچ دیتے رہے۔

بالآخر آپ کے ایک مرید کو اس جگہ قیام کا پتہ چلا تو اس نے عرض کیا یہاں آنے میں کیا حکمت ہے تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو خیال آیا کہ نوجوان اور اعلیٰ طوائفیں جو ہیں ان کے پاس تو مالدار ہی جائے گا۔ مگر یہ اڈا ایسا ہے کہ دو پیسے کے لئے وہ کم بخت خود بھی گنہگار ہوتی ہیں اور دوسروں کو بھی کرتی ہیں۔ تو میرا خیال یہ ہے کہ جو بھی ان سے بچ جائے وہ بہتر ہے۔

کہتے ہیں کہ وہ بازاری عورتیں جن کی تعداد ۱۲۵ کے قریب تھی سب نے حرام سے توبہ کرلی اور نکاح کر لئے۔ جو سب سے پہلے اٹھ کر آپ کی قدم بوسی ہوئی تھی وہ اپنے وقت کی بہت بڑی ولیہ اور فقیر ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چوراہے پر جا بیٹھی اور سالک مجذوب ہوئی۔

کرامت نمبر ۵ ☆: صوفی یار محمد نامی شخص جو کہ حضرت سلطان المشائخ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی زری زر بخش رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ میں رہتے تھے کسی موذی مرض کا شکار ہو گئے اور ایسے ہو گئے کہ زندگی کی امید باقی نہ رہی۔ ایک روز انہوں نے اپنے دوستوں اور عزیزوں سے کہا کہ اگر مجھ میں چلنے کی قوت ہوتی تو میں حضرت مولانا خواجہ فخر الدین فخر جہاں دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ضرور جاتا مگر کیا کروں اب ہمت نہیں رہی۔

اس نے اسی رات خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا خواجہ فخر الدین فخر جہاں دہلوی رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے اور فرمایا کہ یار محمد تم کو چلنے کی قوت نہ تھی میں خود تمہارے پاس آ گیا ہوں۔ تسلی رکھو انشاء اللہ ٹھیک ہو جاؤ گے۔

مرزا یار محمد جب صبح کو بیدار ہوئے تو اپنے آپ کو بالکل صحیح سالم اور صحت مند پایا اور مولانا فخر جہاں کی خدمت میں شکریہ ادا کر کے کل کیفیت عرض کی۔

کرامت نمبر ۶ ☆: آپ کی خانقاہ میں ایک دن محفل سماع اپنے عروج پر تھی آپ کے مریدان پر وجد کی کیفیت طاری تھی اور آپ بھی جام وحدت سے مست و مخمور تھے۔

محفل میں موجود دو بد معاش ایک کونے میں بیٹھے اہل سماع کا مذاق اڑا رہے تھے ان میں سے ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا کہ میاں دیکھنا یہ بدعتی بچہ کس طرح ناچتا ہے۔ اتفاقاً یہ آواز آپ کے کان میں پہنچ گئی۔

آپ نے ان کی طرف اپنی نگاہ ولایت سے دیکھا تو وہ دونوں اسی وقت ناچنے لگے اور اپنے ہتھیار اور کپڑے دیگر سامان قوالوں کو دے دیا۔

جب ہوش آیا تو دونوں نے آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور عرض کرنے لگے حضور اپنے دست حق پرست پر شرف بیعت سے مشرف فرمائیں۔

آپ نے فرمایا ہم بدعتی بچہ رقص وسماع میں ہیں۔ تم ہم سے کیوں بیعت کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کی ہم نادان ہیں ہم سے غلطی ہو گئی ہے ہمیں معافی دی جائے۔ اور اپنی غلامی میں قبول فرمایئے۔ آپ نے ان کو اپنے دست مبارک پر شرف بیعت بخشا۔ اور قوالوں کو اپنی جیب سے دس اشرفیاں دے کر ان کے ہتھیار اور کپڑے واپس دلوائے۔

کرامت نمبر ۷ ☆: بروانا شریف کے پیرزادوں میں سے ایک صاحب نے اپنے گھر میں کہا میں اگر اب دہلی کسی کام سے گیا تو حضرت مولانا خواجہ فخر الدین فخر جہاں دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کروں گا۔ اور اگر میرے جانے سے پہلے مولانا خود ہی یہاں آ جائیں تو اور بھی خوب ہو۔

تھوڑی دیر کے بعد یہ حضرت کسی کام کی غرض سے گھر سے باہر نکلے تو کیا دیکھا کہ حضرت مولانا خواجہ فخر الدین فخر جہاں دہلوی رحمتہ اللہ علیہ تشریف لے آئے یہ پیرزدے آپ کو دیکھ کر قدم بوس ہوئے۔ اس کے بعد آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف بھی ہوئے۔

حالانکہ دہلی والے کہتے ہیں کہ حضرت مولانا خواجہ فخر الدین فخر جہاں دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے کبھی بھی دہلی سے باہر قدم ہی نہ رکھا تھا۔ یہ آپ کا روحانی طور پر جانا ظاہری طور پر بٹھانا بیعت کرنا کرامت ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ بمطابق 1784ء کو 73 برس کی عمر شریف میں ہوا، مزار پرانوار مہرولی نزد دہلی انڈیا میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں اہل عقیدت و محبت آج بھی حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

مفتی غلام سرور قادری نے قطعہ تاریخ یوں رقم فرمائی۔

شہ کونین فخر الدین اسلام
کہ داتش ہادی راہ یقین بود
جو جستم سال ترجیلش خرد گفت
بگو مقبول دنیا فخر دین بود
۱۱۹۹ھ

منقبت درشان حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

قبلہ عالم نور محمد صاحب فیض زمان
کرتے ناز ہیں جن پر ان کے مرشد فخر جہان
ہندی سندھی اور پنجابی عظمت کے گن گائیں
نازاں ان کی پابوسی ہر دنیا کے سلطان
اطراف و اکناف میں پھیلے ہیں چشتی میخانے
آپ کے نور سے روشن روشن چورا ایک جہان
ذات کا جو عرفان کرائیں بیٹھ کے آناً فاناً
ایسا مرشد جس کا رتبہ برتر از مکان
جن کے نام کی تسبیح پڑھنے والے قطب جمال
شاہ سلیمانؒ، نور محمدؒ، عاقلؒ سے ذیشان
ظفر زمانہ رشک کرے ہے اس کے بخت رسا کا
ٹھہرا آپ کے دروازے پر جو عالی دربان

از قلم: ڈاکٹر ظفر پاتو آنہ سیالوی

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف☆: رازدار اسرار شریعت وطریقت وحقیقت مستغرق بذات نامتناہی، پیشوائے اولیاء، امام المقتدیٰ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ مقتدائے اہل بصیرت ہیں۔

آپ کا تعلق کھرل قوم سے ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام عاقل بی بی ہے۔ انہوں نے مہار شریف تحصیل چشتیاں ضلع بہاولنگر پاکستان میں سکونت اختیار کی آپ کی ولادت باسعادت ۱۴ رمضان المبارک ۱۱۴۲ھ بمقام چوٹالہ میں ہوئی۔ آپ کا نام نامی سہیل ہے اور لقب نور محمد ہے۔ یہ لقب آپ کو آپ کے پیرومرشد حضرت مولانا فخر الدین علیہ الرحمۃ نے عطا کیا تھا۔

آپ نے حضرت حافظ محمد مسعود مہاوری سے قرآن شریف حفظ کیا۔ جب سن شعور کو پہنچے تو لاہور تشریف لے گئے۔ وہاں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ لاہور سے دہلی آئے۔ اور تحصیل علوم ظاہری میں مشغول ہو گئے۔ حضرت مولانا فخر الدین علیہ الرحمۃ کی دہلی میں آمد کی خبر سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور آپ حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اُن سے کچھ مدت تک علم ظاہری حاصل کیا۔

بیعت وخلافت☆: حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہ کر آپ کو تحصیل علم باطنی کا شوق ہوا۔

چنانچہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ کے عرس کے روز آپ حضرت مولانا فخر الدین علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ سب سے پہلے دہلی میں حضرت مولانا فخر الدین علیہ الرحمۃ سے بیعت کرنے کا شرف آپ ہی کو حاصل ہوا ہے۔ تحصیل وتکمیل باطنیہ کے بعد حضرت مولانا نے فخر جہاں آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز کیا۔

سیرت وکردار☆: آپ جامع علوم ظاہری وباطنی میں بے مثال اور ترک وتجرید آپ کا شعار تھا۔ تحمل اور بردباری، قناعت اور توکل سے آراستہ تھے۔ ریاضت، عبادت اور مجاہدہ میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کے پیرومرشد آپ پر بہت مہربانی فرماتے تھے۔ چنانچہ حافظ شرف الدین کو آپ کا مرید کرایا اور فرمایا کہ ان کی مصیبت میری مصیبت ہے۔ آپ پیرومرشد کی خدمت میں ہمہ تن

مصروف رہتے تھے۔ حضرت مولانا نے چونتیس سال دہلی میں قیام فرمایا۔ آپ چھ ماہ اپنے وطن مہار میں اور چھ ماہ اپنے پیرومرشد کے ساتھ دہلی میں رہتے تھے۔ اور آپ اپنے حضرت کے ساتھ پاک پتن شریف بھی جاتے تھے۔

تعلیمات ☆: آپ کے پاس ایک شخص نے آ کر سوال کیا کہ علماء کفار کی تعظیم نہیں کرتے اور اہل اللہ حضرات مومن اور کافر کی تعظیم کرتے ہیں۔ حالانکہ شریعت اور طریقت میں اختلاف نہیں ہے پھر ایسا کیوں؟

آپ نے جواب دیا کہ علماء کی نظر ان کے کفر پر پڑتی ہے اور اہل اللہ کی نظر مظہرات اور حقیقت پر پڑتی ہے۔

نمبر۲ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ جس کسی کو زن و فرزند و زراعت و تماشر کے تعلقات فراہم ہوں اس کو چاہیے کہ خطرات کو ترک کرے۔

نمبر۳ ☆: آپ فرماتے ہیں کم کھانا، کم سونا، کم بولنا، اور لوگوں سے کم ملنا جلنا اختیار کرے۔

نمبر۴ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ ولی کو احوال ماضی و مستقبل بشرطیکہ توجہ معلوم ہوتا ہے۔

نمبر۵ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ انسان کامل عالم کی جان ہے اور اُن کی موت عالم کی فنا ہے۔

کشف و کرامت ☆: قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد چشتی نظامی مہاروی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس کوٹ مٹھن شریف کے قریب علاقہ کے ایک قاضی صاحب تشریف لائے اور حضرت قبلہ عالم مہاروی سے عرض کیا حضور آپ کی ذات والا صفات سے ایک عرض چاہتا ہوں کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو آپ میری نماز جنازہ پڑھائیں گے۔ حضرت خواجہ مہاروری نے فرمایا انشاء اللہ میں ہی تمہارا جنازہ پڑھاؤں گا۔

مگر ہوا یہ کہ قاضی صاحب مذکور ابھی حیات تھے کہ حضور قبلہ عالم خواجہ مہاروی کا وصال باکمال ہو گیا۔ اب قاضی صاحب کو فکر لاحق ہوئی کہ اب حضرت قبلہ عالم خواجہ مہاروری میرا جنازہ کیسے پڑھائیں گے۔ الغرض کچھ عرصہ کے بعد قاضی صاحب مذکورہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ جب ان کا جنازہ تیار کر کے صحرا کی طرف لے جایا گیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک گھوڑا سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آ رہا ہے اور چار پانچ آدمی پا پیادہ اس کیساتھ پیچھے پیچھے دوڑتے آ رہے ہیں۔ جب قریب آئے تو جنازہ میں شامل ہر شخص نے پہچان لیا کہ یہ تو حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی چشتی نظامی ہیں۔ لوگوں نے آگے بڑھ کر قدم بوسی کی۔ مگر اس وقت کسی بھی شخص کے وہم و گمان اور تصور میں یہ بات نہیں آئی کہ حضرت قبلہ عالم کا تو وصال ہو گیا ہے۔

بہر کیف آپ گھوڑے سے نیچے اترے اور جنازہ کی نماز پڑھائی اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ اس کے بعد لوگوں کو احساس ہوا

کہ حضرت قبلہ عالم خواجہ مہاروی کا تو وصال بہت پہلے ہو چکا تھا۔ یہاں تو صرف ایفائے عہد کے لئے باطنی طور پر تشریف لائے تھے۔

کرامت ۲☆: عارف افضل واکمل، مقتدائے پیشوایاں قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد چشتی نظامی مہاروی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک پیر بھائی مولوی ضیاء الدین سکنہ مہار شریف کو حضرت قبلۂ عالم پر کچھ خاص اعتقاد نہ تھا۔ مولوی ضیاء الدین حضرت قبلہ عالم خواجہ مہاروی کو فقط پیر بھائی سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے حج بیت اللہ شریف کا ارادہ کیا تو حضرت قبلہ عالم نے فرمایا مولوی صاحب آپ کا یہاں رہنا زیادہ بہتر ہے کہ چند احباب مزید آپ سے علم حاصل کریں گے۔ مگر انہوں نے آپ کی بات اور حکم کے مطابق عمل نہ کیا بلکہ اجازت لے کر روانہ ہو گئے۔

روانگی کے وقت حضرت قبلہ عالم خواجہ مہاروی نے فرمایا خیر مولوی صاحب آپ حج پر جائیں۔ البتہ اگر کہیں مشکل پڑے تو فقیر کو یاد کر لینا۔ انشاء اللہ بندہ کو حاضر پائیں گے۔ مولوی ضیاء الدین صاحب حج کو روانہ ہو گئے۔ دوران سفر سمندری طوفان میں ان کا بحری جہاز غرق ہونے کا اندیشہ ہوا۔ تمام مسافروں نے رونا دھونا آہ وفغاں شروع کر دی۔ اس دوران مولوی ضیاء الدین کو آپ کے وہ الفاظ یاد آ گئے کہ اگر مشکل پڑے تو فقیر کو یاد کر لینا۔ مولوی صاحب نے کہا یا خواجہ نور محمد جی مدد فرمائیے۔ اسی وقت مولوی صاحب پر غنودگی طاری ہو گئی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت قبلہ عالم اسی جہاز میں سوار ہیں اور فرماتے ہیں۔ مولوی صاحب غم نہ کرو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ جہاز میں سوار تمام افراد تمہارے طفیل غرق ہونے سے بچ جائیں گے۔ مولوی ضیاء الدین جب بیدار ہوئے تو جہاز میں سوار تمام مسافروں سے کہا دوستو غم نہ کرو۔ انشاء اللہ ہم غرق نہیں ہونگے۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد جہاز کو خداوند کریم نے خیر وعافیت کے ساتھ کنارے پر لگا دیا۔ اور تمام مسافر صحیح سلامت مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔

مولوی ضیاء الدین جب عرفات کے میدان میں حج پڑھنے کے لئے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ خطبہ حج کے وقت حضرت قبلہ عالم خواجہ مہاروی بھی اُسی صف میں کھڑے ہیں جس صف میں مولوی ضیاء الدین تھے۔ جب خطبہ حج ختم ہوا تو مولوی صاحب نے نظر دوڑائی تو حضرت کو غائب پایا مولوی صاحب نے صف میں آپ کے ساتھ کھڑے لوگوں سے پوچھا کہ وہ بزرگ کہاں گئے تو سب کہنے لگے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ البتہ یہ بزرگ پنجابی ہیں۔ اور ہم انہیں ہمیشہ خانہ کعبہ میں دیکھتے ہیں اور ہر سال حج کے موسم میں ضرور آتے ہیں خطبہ سنتے ہیں۔

جب مولوی ضیاء الدین حج سے فارغ ہو کر وطن واپس مہار شریف پہنچے تو حضرت قبلہ عالم خواجہ مہاروی نہر ہریاری تک استقبال کے لئے تشریف لے گئے۔ مولوی ضیاء الدین نے جب آپ کو دیکھا تو دوڑ کر قدم بوس ہوئے۔ آپ نے فرمایا مولوی صاحب آپ کا یہ سر حرمین شریفین میں پہنچا ہے۔ اس لئے میرے پاؤں پر نہ رکھیں۔ مولوی ضیاء الدین فوراً بولے حضور میں ان دونوں مقامات مقدسہ کو

آپ کی قدم بوسی کی خاطر چھوڑ کر آ رہا ہوں۔

کرامت ۳ ☆: آپ کی ایک پیر بہن جمیلہ بیگم کہتی ہیں کہ میرے مرشد کامل حضرت مولانا خواجہ فخر الدین فخر جہاں دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جب قبلہ عالم مہاروی دہلی سے واپس مہار شریف آنے کا پروگرام ترتیب دیتے تو حضرت فخر جہاں دہلوی اپنے مریدین واحباب سے فرمادیتے تھے کہ میاں نور محمد مہاروی وطن جانے والے ہیں تو اس سلسلہ میں دہلی کے امراء اور دیگر پیر بھائی آپ کو اپنے اپنے گھروں میں بلا کر دعوت کرتے اور نذر نیاز پیش کرتے تھے۔ جب آپ کی دعوت کی باری ہمارے گھر آئی اور حضرت قبلہ عالم خواجہ مہاروی ہمارے گھر تشریف لائے تو میں پردے کے پیچھے سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے جب قبلہ عالم کی صورت دیکھی تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ نہ معلوم حضرت خواجہ فخر جہاں اس سیاہ فام شخص پر کیسے عاشق ہو گئے اور کیوں انہیں تمام باطنی نعمت بخش دی ہے۔

جمیلہ بیگم فرماتی ہیں کہ اس وسوسے کا میرے دل میں خیال آنا تھا کہ حضرت قبلہ عالم نے باآواز بلند فرمایا کہ حضرت خواجہ فخر جہاں کا کرم اور ان کی محبت میری اس ظاہری صورت پر نہیں ہے۔ وہ دوسری صورت ہے۔ اتنے میں کیا دیکھتی ہوں کہ یکا یک حضرت قبلہ عالم کی ہیئت تبدیل ہوگئی اور ان کے چہرہ مبارک کی نورانی شعاعوں نے ہمارے گھر کو روشن کر دیا۔ چہرہ مبارک ایسا حسین وجمیل دکھائی دیا کہ دیکھنے کی تاب نہ تھی۔ میں نے فوراً اپنے دل میں آنے والے اس وسوسے سے توبہ کی۔

کرامت ۴ ☆: آپ ایک مرتبہ دہلی سے براستہ اجمیر شریف واپس وطن آ رہے تھے۔ آپ نے اجمیر شریف میں کچھ عرصہ قیام کیا تا کہ حضرت خواجہ بزرگ غریب نواز سرکار کے عرس مقدس میں بھی شرکت کر سکیں۔ اجمیر شریف میں ایک ہندو جوگی تھا جو اپنے فن میں کمال رکھتا تھا۔

اس کے تین سو چودہ چیلے تھے۔ وہ ہندو جوگی حضرت قبلہ عالم خواجہ مہاروی کی خدمت میں حاضر ہوا اور چالیس روپے نقد اور کپڑے کے چند تھان نذر کیے اور کہنے لگا میں بھی دہلی میں آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ فخر جہاں سے ملنے کے لئے جاؤں گا۔

جب حضور غریب نواز کا عرس شروع ہوا اور عرس کی پہلی رات مجلس سماع منعقد ہوئی تو وہ ہندو جوگی بھی مجلس میں آیا۔ اور ایک کونے میں بیٹھ گیا اور ایسا تصرف کیا کہ قوالوں کی زبانیں بند ہو گئیں اور مزامیر ساز وغیرہ بھی بند ہو گئے۔

حاضرین مجلس جن میں بہت سے مشائخ وصوفیا تھے پریشان ہو گئے۔ حضرت دیوان صاحب سجادہ نشین اجمیر شریف نے اپنے ایک خادم خاص کو بلوا کر کہا کہ جاؤ حضرت قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کو بلا لاؤ۔ جب خادم آپ کی خدمت میں پہنچا تو اس وقت آپ اوراد و وظائف میں مشغول تھے۔

بہر کیف پیغام کے بعد جب آپ محفل سماع میں تشریف لائے تو اس ہندو جوگی کے سامنے بیٹھ گئے۔ آپ کے بیٹھنے کی دیر تھی کہ

مزامیر سے خود بخود آواز آنے لگی تو قوال بھی کلام پڑھنے لگ گئے اس سے محفل میں ایک عجیب ذوق وکیفیت پیدا ہوئی۔ وہ ہندو آپ کی یہ کرامت دیکھ کر قدموں میں گر گیا اور اپنے چیلوں سمیت مسلمان ہو گیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال ۳ ذوالحج ۱۲۰۵ھ بمطابق 1790ء کو ہوا۔ مزار فیض آثار مہار شریف ضلع بہاولنگر تحصیل چشتیاں میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت آج بھی اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو بھی بارہا آپ کے مزارِ پُرانوار پر حاضری کا شرف حاصل ہے۔ آپ کے دربار شریف کے سجادہ نشین حضرت خواجہ غلام معین الدین چشتی نظامی ہیں جو اپنے وقت کے عظیم شیخ طریقت ہیں فقیر راقم الحروف نے ان سے کئی مرتبہ ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے۔ آپ کے دربار کی کئی مرتبہ حاضری کے موقع پر برادر اکبر و برادر طریقت محبوب قمر المشائخ جناب شیخ فواد رشید صابری صاحب بھی ہمراہ تھے۔

2009ء میں فقیر راقم الحروف جب 20 رکنی قافلہ کے ہمراہ پنجاب کے زیاراتی دورے پر تھا تو اس موقع پر آپ کے دربار پر حاضری کے وقت فقیر کے ہمراہ خطیب اسلام حضرت علامہ قاری غلامی محمد چشتی امیر جمات اہل نسبت پاکستان اور محترم جناب حضرت علامہ قاری محمد انور چشتی خطیب چھوناوالا حاصل پور ضلع بہاولپور بھی ہمراہ تھے۔

مفتی غلام سرور قادری نے قطعہ تاریخ رقم فرمائی ہے۔

شیخ دیں نور محمد مقتدا
گشت زدردشن جهاں نزدیك ودور
نور حق مشتاق گو ترحیل او
۱۲۰۵ھ
هم ولی مجتبیٰ مهتابِ نور
۱۲۰۵ھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت حافظ محمد جمال ملتانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: پیشوائے جمیع اہل کمال، صاحب کشف وکرامت وکمال، پیکر شوکت وجمال، آئینہ جلال وجمال، مزین بعزت مرتبہ کمال حضرت حافظ محمد جمال ملتانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ صاحب تجرید وترک ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت تقریبات 1160ھ کو ملتان میں اعوان قبیلہ کے نامور سپوت حافظ محمد یوسف بن حافظ عبدالرشید کے گھر ہوئی۔

آپ نے ملتان میں ہی قرآن کریم کو حفظ کیا اور حفظ قرآن کے بعد علوم دینیہ کی تمام کتابیں بھی ملتان ہی میں پڑھ کر دسترس حاصل کی۔ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے خادم خاص مولوی محمد حسین فرماتے ہیں کہ آپ میرے ہم درس اور بلا کے ذہین وفطین تھے۔ آپ کو ہم بچپن کے زمانہ طالب علمی میں ہی علامۃ العصر کہا کرتے تھے۔

علوم ظاہریہ سے فراغت کے بعد آپ کے دل میں معرفت الٰہیہ کا ذوق پیدا ہوا اور اس کے حصول کیلئے پیر کامل کی تلاش شروع کر دی تو اس سلسلہ میں آپ ہر روز رات کو حضرت شاہ رکن عالم ملتانی علیہ الرحمتہ کے مزار پُر انوار پر حاضری دیتے رہے۔

ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت شاہ رکن عالم اور حضرت خواجہ قبلہ عالم مہاروی علیہ الرحمتہ ہر دو حضرات اکٹھے ہیں حضرت شاہ رکن عالم نے آپ کا بازو پکڑ کر حضرت خواجہ مہاروی علیہ الرحمتہ کے ہاتھ میں دے دیا اور آپ سے فرمایا کہ حافظ صاحب یہ تمہارے پیر ہیں خواجہ نور محمد مہاروی انکا نام ہے آپ سیدھے مہار شریف پہنچ جائیں اور ان سے بیعت کریں۔

بیعت وخلافت ☆: آپ صبح ہوتے ہی ملتان سے مہار شریف تحصیل چشتیاں ضلع بہاولنگر حضرت خواجہ قبلہ عالم نور محمد مہاروی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کی خدمت اقدس میں پہنچے اور ان کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ بیعت کے وقت حضرت قبلہ عالم نے آپ سے پوچھا کیا تم نے دین اسلام کی تعلیم حاصل کی ہے یا نہیں؟

آپ نے ازراہ کسر نفسی انکساری اختیار کرتے ہوئے جواب دیا کہ نماز روزہ کے مسائل سے بقدر ضرورت واقف ہوں اور میں نے قرآن مجید پڑھا ہوا ہے۔

حضرت قبلہ عالم کا یہ معمول اور عادت تھی کہ اگر کوئی عالم دین خواہ وہ مرید ہی کیوں نہ ہو اسے دستر خوان پر اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا

کھلاتے تھے۔اور اگر کوئی ان پڑھ ہوتا تو اسے عام مہمانوں کے ساتھ لنگر کھلاتے تھے۔

چنانچہ جب کھانے کا وقت ہوا تو معمول کے مطابق علماء کو دستر خوان پر بلایا۔اس موقع پر آپ بھی حاضر ہوئے تو حضرت قبلہ عالم کے مرید خاص مولانا محمد حسین نے جب آپ کو دیکھا تو فوراً اٹھ کھڑے ہو گئے اور آپ سے معانقہ اور مصافحہ کیا اور آپ سے حال احوال پوچھنے لگے۔

یہ دیکھ کر حضرت قبلہ عالم نے مولانا محمد حسین سے پوچھا کیا تم ان کو جانتے ہو۔تو انہوں نے عرض کی حضور یہ بہت بڑے عالم ہیں اور میرے ساتھ مدرسے میں پڑھتے رہے۔اور لائق اس قدر تھے کہ زمانہ طالب علمی میں ہی علامتہ العصر کے نام سے مشہور ہو گئے تھے ہم دونوں ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں۔

حضرت قبلہ عالم نے آپ سے سوال کیا تم نے اپنا علم ہم سے کیوں چھپایا۔انہوں نے عرض کی قبلہ من میں نے سنا ہے کہ فقراء کا گروہ علماء سے نفرت رکھتا ہے۔اس لئے میں نے اپنے علم کو آپ سے چھپایا۔اس پر قبلہ عالم نے فرمایا کہ ہم تو علماء کے طالب ہیں اور ہمیں عالم ہی پہچانتے ہیں جاہل بے چارہ کیا پہچانے گا ہم علماء کے طبقہ سے بہت خوش ہیں۔بس اسی روز سے آپ حضرت قبلہ عالم اپنے پیرومرشد کے خادم خاص مقرر کئے گئے اور قبلہ عالم کی ظاہری حیات میں اسی عہدہ پر ممتاز رہے۔

بیعت فرمانے کے بعد حضور قبلہ عالم مہاروی علیہ الرحمتہ سفر و حضر میں آپ کو اپنے ہمراہ رکھتے آپ نے عبادت و ریاضت مجاہدہ و سلوک اور اپنے اوراد و وظائف کے معمولات کو پورا کرنے کے علاوہ اپنے مرشد کامل حضرت قبلہ عالم خواجہ مہاروی کی خدمت اور لنگر کی ڈیوٹی بھی بحسن و خوبی سرانجام دی۔اور ایک عرصہ تک آفتابہ برداری اور وضو کرانے کی خدمت بھی سرانجام دیتے رہے۔

عطائے ولایت ملتان اور خلافت☆: میاں امام بخش فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ مولانا فخر الدین فخر جہاں چشتی نظامی دہلوی علیہ الرحمتہ کی خدمت اقدس میں دہلی تشریف لے گئے تو دوران قیام ایک دن حضرت خواجہ فخر جہاں کی مجلس میں اس بات کا ذکر چھڑا کہ ملتان میں شیخ الاسلام حضرت خواجہ شیخ بہاؤالدین ملتانی سہروردی علیہ الرحمتہ کی عظمت کے سامنے کسی ولی کا تصرف نہیں چلتا اور کسی دوسرے سلسلے کا کوئی شیخ طریقت ملتان میں کسی کو اپنے ہاتھ پر بیعت نہیں کر سکتا۔

یہ سن کر حضرت خواجہ فخر جہاں دہلوی نے فرمایا میاں نور محمد صاحب اب تک ملتان میں حضرت بہاوالحق کی ولایت تھی لہٰذا وہاں کسی دوسرے کا تصرف کام نہیں کرتا تھا۔اب ملتان ہمارے حوالے ہو گیا ہے لازم ہے کہ اب تم اپنے مریدوں میں سے کسی مرید کو وہاں بھیجو۔ اور اس سے کہو کہ خانقاہ شیخ بہاؤالدین زکریا میں خلق خدا کو مرید کرے اور اپنا تصرف کرے۔جب حضرت قبلہ عالم دہلی سے مہار شریف پہنچے تو انہوں نے آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرما کر آپ کو ملتان جانے کا حکم دیا۔

اپنے شیخ کے فرمان کے مطابق جب ملتان پہنچے تو آپ نے سب سے پہلے مولوی خدا بخش ملتانی کو عین خانقاہ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمتہ میں مرید کیا جو کہ بعد میں آپ کے نامور خلفاء اور مقبول بارگاہ صمدیت ہوئے۔

اس طرح آپ ملتان میں سلسلہ عالیہ چشتیہ کے پہلے شیخ طریقت ہیں کہ جنہوں نے سلسلہ عالیہ چشتیہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیا اور سلسلہ عالیہ کی ترویج واشاعت میں بڑھ چڑھ کر کام کیا۔

ملتان میں سلسلہ چشتیہ نظامیہ کی ترویج واشاعت☆: آپ نے ملتان میں قیام پذیر ہو کر اپنی خانقاہ کے ساتھ ایک دینی مدرسہ قائم کیا جس میں بذات خود تعلیم قرآن اور کتابی شعبہ کے طلباء کو علوم متداولہ کی کتب کے علاوہ تفسیر وحدیث تک خود پڑھاتے تھے اس کے علاوہ ملتان کے جو علماء آپ کے ہاتھ پر بیعت تھے۔ پھر وہ بھی آپ کے ساتھ مل کر آنے والے طالبا حق کو دین کی تعلیم سے بہرہ مند فرماتے رہے۔

آپ نے اپنے آخری دور میں اپنے خاص خاص خلفاء کو شیخ محی الدین ابن عربی کی تصانیف اور مولانا جامی کی تصانیف پڑھایا کرتے تھے۔

نوٹ☆: مصنف تکملہ سیر الاولیاء خواجہ گل محمد احمد پوری نے آپ سے اس مدرسہ میں دینی تعلیم پائی اور بعد کو مشہور ہوئے۔

صاحب مناقب المحبوبین فرماتے ہیں کہ علم وفضل کے اعتبار سے بھی آپ کا مرتبہ بہت بلند تھا انہوں نے لکھا ہے کہ ہمیں جب باریک اور دقیق مسائل میں جب بھی کوئی مشکل پیش آتی تو ہم آپ ہی سے رجوع کرتے تھے اور آپ نہایت واضح اور مکمل جواب سے ہمیں مستفید فرماتے تھے آپ مسئلہ وحدت الوجود میں غیر معمولی دلچسپی رکھتے تھے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اور مولانا عبدالرحمٰن جامی کی تصانیف کو بے حد پسند کرتے۔ اسی طرح نفحات الانس' مثنوی شریف' اشعت اللمعات' اور فصوص الحکم سے بے حد دلچسپی رکھتے تھے۔

آپ کا معمول تھا کہ جب کسی بھی شخص کو اپنے ہاتھ پر بیعت فرماتے تو پہلے خود وضو فرماتے اور پھر مرید کو بھی وضو کا حکم دیتے پھر اسے کسی گوشہ تنہائی میں بٹھا کر اسے استغفار تسبیح وتحلیل اور کچھ قرآنی آیات پڑھوا کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھتے کہ تم کون سے سلسلے میں مرید ہونا چاہتے ہو۔ پھر اس کی خواہش کے مطابق اسے اس سلسلہ میں مرید کر کے قول واقرار عہد وپیمان کراتے۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں زیادہ تر مرید فرماتے تھے۔ بیعت کے بعد مرید کو اوراد ووظائف پڑھنے کو بتاتے۔

سیرت وکردار☆: آپ سنت رسول ﷺ اور احکامات خداوندی کی بے حد اتباع فرماتے تھے اگر کوئی شخص آپ کے سامنے غیر شرعی فعل انجام دیتا تو سخت نفرت فرماتے تھے۔ آپ جہاد فی سبیل اللہ میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے' تمام عمر درس وتدریس کے ساتھ ساتھ فنون جنگ کی بھی مشق کرتے رہتے اور تیر اندازی میں خاصی مہارت رکھتے تھے اسی طرح اپنے مریدین کو بھی تیر اندازی سکھاتے تھے۔

رنجیت سنگھ والی لاہور نے کئی مرتبہ ملتان پر حملے کا منصوبہ بنایا لیکن ہوتا یہ کہ جب وہ ملتان پر حملے کا ارادہ کرتا آپ ملتان کے قلعے میں اپنے تیر وکمان لے کر بیٹھ جاتے۔

ایک دفعہ وہ ملتان پر حملے کی غرض سے فوج لے کر لاہور سے نکلا جب منزل سے دو تین منزل کی طرف رہ گیا تو کسی نے آپ کو آ کر بتایا کہ رنجیت سنگھ خطرناک ارادے سے فوج کا بہت بڑا لشکر لے کر آ رہا ہے۔

آپ اس وقت قلعہ میں بیٹھے ہوئے قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف تھے یہ خبر پا کر آپ نے جذبہ میں آ کر فرمایا کہ ہمارے ہوتے ہوئے رنجیت سنگھ ملتان کو فتح نہیں کرسکتا۔

بالآخر ایسا ہی ہوا کہ رنجیت سنگھ ملتان سے بہت بُری طرح ناکام اور شکست کھا کر واپس لوٹا عینی شاہدین جن میں آپ کے خادم خاص میاں محمد صالح شامل ہیں فرماتے ہیں کہ جب رنجیت سنگھ ملتان پر حملہ آور ہوا تو آپ قلعہ ملتان کے برج میں بیٹھے ہوئے کافروں پر تیر برسا رہے تھے۔

وصول الی اللہ کی راہ کو بیان کرتے ہوئے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ کی طرف پہنچنے کا بہترین طریقہ مشائخ کا طریقہ ہے جو اسناد صحیح کے ساتھ رسول اللہ ﷺ تک پہنچا ہے اور وہ ظاہر شریعت سے آراستہ کرنا اور اس پر مستقیم ہونا اور بری عادتوں سے پاک کرنا ہے۔

آپ کا معمول تھا کہ وضو میں بہت احتیاط فرماتے اسی طرح متعلقین کو بھی حکم فرماتے آپ کا وضو کا کوزہ مخصوص تھا۔کوئی دوسرا شخص اس سے وضو نہ کرسکتا تھا اس پر فرمایا کرتے کہ اگرچہ پانی اور لوٹے کی تخصیص مناسب نہیں لیکن چونکہ لوگ پاکی پلیتی کا خیال نہیں کرتے اس لئے ایسا کرنا پڑتا ہے۔لباس آپ اچھا پہنتے تھے تہبند کم باندھتے اکثر پائجامہ پہنتے تھے سر پر کلاہ قادری اوڑھتے جسے کلاہ چہارتر کی بھی کہتے ہیں کرتے کا گریبان اکثر کھلا رہتا کبھی کبھی سر پر سفید پگڑی باندھ لیتے دوران سفر پیروں میں موزوں کا استعمال ضرور کرتے تھے۔

آپ غریبوں کی دلجوئی کو اپنا فرض سمجھتے غریب و امیر سب کی دعوت قبول فرماتے مگر غریب کے گھر اس طرح تشریف لے جاتے کہ خوشی کا اثر بظاہر معلوم ہوتا تھا کبھی کھانے میں عیب نہ نکالتے اگر کوئی ایسی حرکت کرتا تو سختی سے تادیب فرماتے۔

بچوں سے خصوصی محبت و انس تھا اگر ان کی کوئی بات نہ گوارا گزرتی تو بڑی تمثیل کے ساتھ سمجھاتے اپنے پیر بھائیوں سے بڑی محبت کرتے ان کے دکھ درد میں کام آتے۔

آپ کی علمی و قلمی خدمات ☆: آپ عربی و فارسی اور سرائیکی کے بہترین شاعر تھے "چرخہ نامہ" آپ کی مشہور سرائیکی سی حرفی ہے اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حضرت علامہ طالوت کے پاس آپ کا قلمی دیوان موجود تھا جس میں فارسی و عربی اور سرائیکی کا کلام تھا مگر افسوس کہ علامہ طالوت کی ذاتی لائبریری اُن کی وفات کے بعد چند جہلا اور کم فہم لوگوں کے ہاتھ لگ گئی اور وہ قلمی نسخہ کسی بے قدرے نے لیا تو سہی مگر اس کو منظر عام پر نہ لا سکا۔

ذوق سماع ☆: آپ کو سماع سے بڑی رغبت تھی اور اکثر اوقات مختلف مواقعوں پر محفل سماع کا انعقاد کراتے اور بڑی محبت و رغبت سے سماع سنتے مگر محفل سماع میں شرعی حدود سے تجاوز نہ کرنے دیتے۔

کشف و کرامات ☆: آپ کے مرید خاص میاں گل محمد دانائی جو کہ آپ کے مقرب و مشیر تھے ایک دن آپ خلوت میں تھے کہ مولوی گل محمد دانائی حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب آج میں نے دیکھا کہ مولانا جامی ایک کاغذ لے کر میرے پاس آئے اس پر لکھا تھا کہ سندھ اور ملتان ہم نے سکھوں کو دے دیا اس کاغذ پر حضور ﷺ اور صحابہ کرام اور جمیع اولیائے عظام کی مہریں بھی لگی ہوئی تھیں مولانا جامی نے مجھ سے فرمایا حافظ محمد جمال تم بھی اس کاغذ پر دستخط کرو مجھے رسول اللہ ﷺ نے تمہارے پاس دستخط کرانے کے

لئے بھیجا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دستخط کرنے میں کچھ تامل سے کام لیا اس لئے کہ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ سکھوں نے اعلان کر رکھا تھا کہ ہم حکومت سنبھالنے کے بعد مساجد میں آذانیں بند کردیں گے میرے تامل کو دیکھ کر مولانا جامی نے مجھ سے فرمایا کہ جب ملک شرع اپنے ملک کی کنجی کافر کو بخشتے ہیں تو تو کیوں مہریں نہیں لگاتا آپ فرماتے ہیں کہ آخر میں نے اپنے آپ کو رضا پر چھوڑ دیا دوسری رات جب مولانا جامی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر میرے پاس آئے تو میں نے بھی کاغذ پر مہر لگادی۔

مگر ہوا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری خاطرداری کے لئے اس قدر فرمایا کہ اگر اسد خان والی سنگوڑھ اپنی رعایا پر ظلم و ستم نہ کرے گا اس وقت تک اس ملک میں سکھ نہیں آئیں گے جب وہ ظلم و ناانصافی کرے گا تو اس وقت سنگھڑ بھی اس سے لے کر رنجیت کو دے دیا جائے گا مولوی گل محمد دانائی احمد پوری فرماتے ہیں کہ آپ نے جب یہ واقعہ مجھ سے بیان کیا اس کے چند دن بعد رنجیت سنگھ نے ملتان فتح کرلیا اور نواب مظفر خان شہید ہوگیا۔

کرامت 2 ☆: جب اسد خان نے ظلم وستم کا آغاز کیا تو آپ نے فرمایا اے اسد خان تمہاری حکومت میں ہمیں یہ فائدہ ہے کہ نماز کے وقت اذان کی آواز سنتے ہیں تم ظلم وستم سے باز آجاؤ ورنہ میں دیکھ رہا ہوں کہ سکھوں کی فوج یہاں بھی آجائے گی اس وقت آپ نے تونسہ شریف کے شمال کی طرف اشارہ بھی کیا مگر چونکہ وہ دنیادار تھا دنیا میں مست تھا فقیر کی بات کو سمجھ نہ سکا اور تکبر وغرور میں آکر آپ کی بات پر عمل نہ کیا۔

مگر چند دنوں کے بعد دنیا نے دیکھا کہ جس طرف آپ نے اشارہ کرکے فرمایا تھا اسی جگہ آکر سکھوں نے ڈیرے ڈال دیئے اور سنگھڑ پر قبضہ کرلیا اور اسد خان کو گرفتار کرکے لے گئے' اس کے بعد ایک دن میاں محمد جعفر نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ سکھوں کو لائے ہیں اور اپنے کئے کا کیا علاج ہے آپ نے فرمایا کہ **اَعْمَالُکُم عَمَّالُکُمْ** ترجمہ جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے ہی تمہارے حاکم ہوں گے۔

کرامت 3 ☆: عمر خان بلوچ جب آپ سے مرید ہوا تو اسے آپ سے کمال اعتقاد پیدا ہوگیا اس نے اپنے گاؤں میں آپ کی رہائش کے لئے مکانات' حرم سرائے' مسجد' حجرے کنویں اور لنگر خانے تعمیر کرائے اور آپ سے درخواست کی کہ آپ میرے گاؤں میں تشریف رکھیں مگر آپ نے اس کی درخواست کو منظور نہ کیا تقدیر کی بات ہے کہ عمر خان بلوچ آخری عمر میں چند جاہلوں اور بدعقیدہ لوگوں کی صحبت کی وجہ سے آپ سے بدظن ہوگیا اس نے آپ کی خدمت میں حاضری بھی چھوڑ دی۔ قضائے الٰہی سے اس کا آخری وقت آیا تو اس کی شکل مسخ ہوگئی اور کفر کے کلمات زبان سے بکنے لگا اس کے ایک پیر بھائی حاجی موسیٰ حجام اسے ملنے آیا تو اس نے جب عمر خان کی یہ حالت دیکھی تو صاف کہہ دیا کہ عمر خان تمہیں یہ سزا اپنے پیرومرشد سے مرتد ہونے کی ملی ہے اب بھی وقت ہے توبہ کرو اور حضرت حافظ صاحب کی طرف رجوع کرلو۔

اس کی عقل میں بات آگئی اور اس نے آپ کی طرف رجوع کیا تو اس کے چہرے پر نور واپس آگیا ساتھ ہی زبان پر کلمہ اور اسم

ذات کا ورد جاری ہو گیا اور عمر خان بلوچ اسی حالت میں فوت ہو گیا۔

جب عمر خان پر یہ کیفیت طاری تھی اس وقت آپ چشتیاں شریف میں حضرت تاج سرور علیہ الرحمتہ کے مزار کے قریب بنگلے میں تشریف فرما تھے ناگاہ آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور مراقبہ میں بیٹھ گئے کچھ دیر کے بعد سر اٹھا کر فرمایا الحمدللہ نور خان گورمانی آپ کے قریب بیٹھے تھے انہوں نے پوچھا حضرت یہ کیا کیفیت تھی آپ نے فرمایا کہ میرا عمر نامی ایک مرید لوگوں کے کہنے پر ورطہ ارتداد میں گر گیا۔ اب نزع کے عالم میں اس نے رجوع کیا اور امداد چاہی تو میں نے مراقبہ میں اللہ کریم سے التجا کی الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ اس جہان سے باایمان گیا۔

کرامت 4 ☆: آپ کا ایک مرید محمد حسین ملتانی جو بڑا خوبرو نوجوان تھا مگر حالت شباب میں افعال مذمومہ میں مشغول ہو گیا۔ تاج محمد آرائیں سکنہ سوکڑ نے حضرت غوث زمان کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت یہ نوجوان آپ کا مرید ہے مگر برے کاموں میں مبتلا ہو گیا اس کی عاقبت کا کیا ہو گا۔ آپ نے فرمایا عاقبت بخیر ہو گی۔ موت سے پہلے اسے تپ دق ہو گی اس بیماری میں تین سال تکلیف اٹھائے گا اس دوران اپنے برے کاموں سے توبہ کرے گا۔ پھر اس کی موت آئے گی پھر انشاء اللہ میں اس کی نماز جنازہ پڑھوں گا تاج محمد مذکور کا بیان ہے کہ جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا چند سالوں کے بعد اسے بخار ہو گیا۔ جو تین برس تک رکا اور اسی میں اس کا وصال ہو گیا۔

جب اس کا جنازہ لے کر قبرستان گئے اور نماز جنازہ پڑھنے کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت صاحب نے مرحوم کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا وہ تو ہو گیا مگر آپ جنازہ کیسے پڑھائیں گے۔ اس لئے آپ حضرت حافظ صاحب تو مہار شریف گئے ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ابھی میں اس بات کو سوچ رہا تھا کہ دور سے چند سواروں اور ان کے پیچھے پیدل آنے والوں کی گرد اڑتی ہوئی نظر آئی جب وہ قریب آئے تو دیکھا کہ میرے حضرت حافظ محمد جمال ملتانی اپنے عقیدتمندوں کے ہمراہ آرہے تھے۔

چنانچہ آپ تشریف لائے اور نماز جنازہ خود پڑھائی اور فرمایا اے محمد حسین تمہیں خدا کے سپرد کیا اس کے بعد آپ روانہ ہو گئے اور ہم دیکھتے رہ گئے۔

کرامت 5 ☆: آپ کے غلاموں میں سے سادو نامی بلوچ تھا' آپ کبھی کبھی اس سے خوش طبعی فرمالیا کرتے تھے۔ اس کے ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی تو آپ اس وقت مشاہدہ حق کے سمندر میں غوطہ زن تھے آپ نے اسے نہ پہچانا۔ اور پوچھا کہ تو کون ہے اس نے عرض کیا آپ جب اس جہاں میں ہی غلاموں کو نہیں پہچانتے تو قبر و حشر میں کیسے پہچانیں گے۔ اور اپنے مریدوں کی کیسے امداد کریں گے۔

آپ نے فرمایا اے بیوقوف! مرید کی لحد میں پہلا قدم میرا ہو گا اور بعد میں میرے مرید کا قدم داخل ہو گا۔

کرامت 6 ☆: ایک دفعہ آپ حضرت تاج الدین سرور چشتیاں کے عرس میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں پر

چند عورتیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں ان میں سے ایک عورت نے سوال کیا یا حضرت آپ نے اب تک لاکھوں غلاموں کو داخل سلسلہ کیا ہے اور جب تک آپ حیات ہیں روز بروز لوگ سلسلہ میں داخل ہوتے رہیں گے۔ اور آپ کی عادت یہ ہے کہ کسی کو زیادہ دیر تک اپنے پاس بیٹھنے بھی نہیں دیتے ان میں سے بعض حضرات رات کو بیعت ہوتے ہیں بعض دن کو پھر جلدی چلے جاتے ہیں جبکہ آپ کا مرید آپ سے یہ توقع رکھتا ہے کہ قیامت کے دن آپ اسکی بخشش کا وسیلہ بنیں گے۔

یہ فرمائیے کہ روز قیامت اس قدر ہجوم میں اپنے مریدوں کو کیسے پہچانیں گے۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ سات آٹھ چرواہے اپنی اپنی بھیڑوں کو ایک دوسرے کی بھیڑوں سے ملا کر چراتے ہیں جبکہ تمام بھیڑیں ایک ہی رنگ کی اور ان کے چہرے بھی ملتے جلتے اور عادات بھی ایک جیسی ہوتی ہیں۔

مگر رات کی تاریکی میں وہی چرواہے اپنی اپنی بھیڑوں کو پہچان کر ایک دوسرے سے الگ کر کے اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں باوجود اس کے کہ لوگ ان چرواہوں کو احمق و بے وقوف کہتے ہیں۔

بس اسی طرح روز قیامت میں بھی اپنے مریدوں اور آشناؤں کو شناخت کر کے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔

کرامت 7 ☆: ایک دفعہ مولوی نور احمد صاحب آپ کے ہمراہ حضور قبلہ عالم حضرت خواجہ مہاروی کی خانقاہ کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں صحرا کے درمیان ایک بزرگ نورانی صورت نے آ کر آپ سے مصافحہ کیا اور پھر تمام ساتھیوں سے بھی معانقہ کیا جب مولوی نور احمد کے نزدیک آئے تو مولوی صاحب نے مصافحہ نہ کیا اس شخص نے آپ سے چند لمحے گفتگو کی اور روانہ ہو گیا آپ نے مولوی نور احمد سے پوچھا کہ تم نے اس بزرگ شخصیت سے ہاتھ کیوں نہ ملایا مولوی صاحب نے عرض کی حضور میں نے سنا ہے کہ بعض کامل بزرگ یہ خاصیت رکھتے ہیں کہ مصافحہ کرتے وقت دوسرے کی نعمت سلب کر لیتے ہیں۔ مولوی نور احمد صاحب کی یہ بات سن کر آپ مسکرا دیئے اور فرمایا کہ یہ نعمتیں بخشنے والے ہیں نعمت سلب کرنے والے نہیں اس پر مولوی صاحب نے پوچھا حضور یہ کون بزرگ تھے آپ نے فرمایا یہ خضر علیہ السلام تھے۔

وصال باکمال ☆: وصال سے قبل آپ آٹھ دس روز تپ صفراری میں مبتلا رہے اور اس بیماری میں بھی مسجد میں جا کر نماز ادا فرماتے جب مسجد میں جانے کی طاقت نہ رہی تو گھر میں ہی نماز پڑھنے لگے۔

آپ کا وصال باکمال 5 جمادی الاول 1226ھ بمطابق 1811ء کو 66 برس کی عمر میں ہوا مزار پر انوار دولت گیٹ محلہ حافظ جمال ملتان شہر میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو بارہا آپ کے در دولت کی حاضری کی سعادت حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: والی اقلیم ولایت، حامی سنت، ماحی بدعت، غریق بحرِ محبت، مقتدائے اہل مئودّت، قطب الحق والیقین، احسان الخلائق، خیر العباد، سرفراز دارین حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ آفتاب آسمان طہارت و پاکیزگی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1149ھ ہجری بمطابق 1736ء کو عالم باعمل شیخ یگانہ حضرت مخدوم محمد شریف کے گھر ہوئی۔

آپ فاروقی النسل ہیں شجرہ نسب چند واسطوں سے امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔

آپ کے آباؤ اجداد میں تسلسل سے علم و عرفان کا فیضان چلا آرہا ہے۔ علم و عمل شرافت و دیانت، زہد و تقویٰ، اخلاص و محبت و مئودّت اور سخاوت، صبر و رضا، توکل جیسی نعمتوں سے آپ کا خاندان بالخصوص آپ کے جد اعلیٰ اور والد گرامی قدر مالا مال ہیں۔

تربیت و تعلیم ☆: آپ کی عمر عزیز صرف چار برس تھی کہ آپ کی بسم اللہ شریف ہوئی۔ اس کے بعد بہت تھوڑے عرصے میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ قرآن مجید کے بعد علوم دینیہ کی تعلیم اپنے عظیم والد گرامی حضرت مخدوم محمد شریف سے حاصل کی۔

اس کے علاوہ آپ نے اپنے دادا مرشد حضرت خواجہ فخر جہاں خواجہ فخر الدین دہلوی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ سے بھی چند کتابیں پڑھیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱) گلشن ابرار۔ (۲) مکتوبات حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی صابری۔ (۳) معلول۔ (۴) سوأ السبیل۔ (۵) شرح فارضیہ کے علاوہ روانگی کے وقت ختم کبیر کی اجازت سے نوازا۔ آپ کو مندرجہ ذیل کتب تحفتاً دیں جن میں لوائح جامی...... حاشیہ لوائح جامی۔ رباعیات ملا جلال دوانی، شرح قیصدہ خمریہ فارضیہ، شرح رباعیات جامی وغیرہ۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز و صاحب ارشاد ہوئے۔

آپ کو اپنے دادا مرشد حضرت خواجہ فخر جہاں خواجہ فخر الدین چشتی نظامی ثمہ دہلوی علیہ الرحمتہ سے بھی خرقۂ خلافت حاصل تھا۔

سیرت و کردار☆: آپ نے تمام زندگی یادِ خدا میں بسر کی کوئی لحہ یادِ خدا سے غافل نہ گذارا۔ عبادت و ریاضت میں اس قدر گم ہوئے کہ اپنی بھی خبر نہ رہتی۔ آپ کا معمول تھا کہ نمازِ مغرب کے بعد گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر وظائف میں مصروف ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد طعام و تناول فرماتے اور پھر عشاء کی نماز ادا کر کے متعلقین کے مسائل سنتے اور ان کا حل بتاتے۔ اور احباب کو تلقین و رشد و ہدایت فرماتے پھر کچھ دیر آرام فرما کر نمازِ تہجد کے لیے بیدار ہوتے۔ نمازِ تہجد کے بعد کچھ دیر مراقبہ فرما کر ذکر جہر میں مصروف ہو جاتے اور سردیوں کی راتوں میں پانچ سپارے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے اور دلائل خیرات شریف پڑھنے کے بعد نمازِ فجر ادا کر کے اپنے حجرے میں چلے جاتے اور چند گھنٹوں کے بعد حجرہ مبارک سے باہر تشریف لا کر طالبانِ حق کی تدریس میں مشغول ہو جاتے تھے۔

نمازِ عصر کے بعد ایک ایک ہزار مرتبہ درود شریف کا ورد فرماتے۔ آپ کے زمانے میں شیدانی شریف کی خانقاہ معلّٰی میں پانچ سو سے زائد طلبا اکتساب فیض حاصل کرنے کے لیے داخل رہتے تھے۔ جن کے لنگر خورد نوش قیام اور دیگر ضروریات کی کفالت آپ کے ذمہ تھی۔ صرف لنگر کا یہ حال تھا کہ طلباء اور مسافروں کے کھانے کے علاوہ خدام کو وظیفہ دینے پر 24 من گندم تیسرے روز خرچ ہو جاتی یعنی آٹھ من روزانہ اور بارہ من چاول روزانہ ختم ہو جاتے تھے۔ روزانہ گوشت پلاؤ، زردہ پکتا۔ اسی قدر غلہ مسافروں اور مہمانوں کے گھوڑوں پر خرچ ہو جاتا تھا۔ آپ نے ساری عمر نواب محمد صادق خان عباسی نواب آف بہاولپور سے ایک روپیہ نذر نیاز یا ایک بالشت زمین کبھی قبول نہ کی۔ جبکہ نواب آف بہاولپور دل کی گہرائیوں سے آپ کا عقیدت مند تھا۔

نوابوں کی بجائے اگر کوئی دوسرا عقیدت مند کوئی نذر نیاز پیش کرتا تو قبول فرما لیتے تھے۔ اس کے علاوہ آنے والے علماء کی خدمت نقد نذرانے سے کرتے۔ بہت سے علماء کے لیے ماہوار تنخواہ بطور وظیفہ مقرر تھی جو ادا فرماتے۔ ہر عالم دین کی شادی پر ایک سونے کی نتھ اور ایک جوڑا مقرر تھا جو آپ خود اپنی طرف سے علماء کو عنایت فرماتے تھے۔ شیدانی شریف میں آپ کا دور سنہرہ دور تھا کہ جس قدر علم و عرفان کا فیضان اور سخاوت و لنگر کا اہتمام تھا وہ بعد میں دوبارہ اس معیار پر نہ پہنچ سکا۔

تقویٰ کا عالم یہ تھا کہ تمام عمر نواب محمد صادق خان عباسی آف بہاولپور کے گھر سے کبھی کوئی چیز کھانی تو در کنار چکھی بھی نہیں۔ ایک مرتبہ نواب صاحب نے کھچڑی پکوائی اور نہایت عمدہ کھانے پکوائے۔ حتیٰ کہ ایک ایک رکابی پر اُس زمانے میں بیس بیس روپے خرچ کیے۔ کھانا تیار ہوا تو خود طباق اٹھا کر آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کی حضور زندگی بھر کی تمنا تھی آج تو میں خود اٹھا کر لایا ہوں حضور آج یہ طعام ضرور قبول فرمائیں۔ آپ نے ایک انگلی کھیر کی رکابی میں ڈال کر تھوڑی سی کھیر اپنے منہ میں ڈالی اور کچھ دیر کے بعد فوراً پانی سے منہ صاف کر لیا۔ اسے حلق سے نیچے نہ جانے دیا۔ بلکہ نکال کر باہر پھینک دیا۔

صبر کا یہ عالم تھا کہ کئی کئی دن کھانا اگر کسی نے نہ دیا تو مانگا نہیں، کھانے میں اگر نمک کم یا زیادہ ہوا تو اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ خلق عظیم

کے مالک اور اعمال حسنہ کے عظیم پیکر تھے۔ بردباری اور صبر و رضا کی دولت سے بہرہ مند تھے۔ سینکڑوں ضرورت مند روزانہ آتے سب کے سب اپنی دینی و دنیاوی مرادیں پا کر واپس جاتے تھے۔

مرشد سے عشق و محبت اور خواجہ فخر جہاں کی نظر عنایت ☆: ایک مرتبہ آپ اپنے پیر و مرشد حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کی زیارت و ملاقات کی غرض سے مہار شریف تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ قبلہ عالم تو اپنے پیر و مرشد خواجہ فخر الدین فخر جہاں دہلوی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ سے ملاقات و زیارت کے لیے دہلی گئے ہوئے ہیں۔

آپ مہار شریف سے واپس گھر لوٹنے کی بجائے دہلی کی طرف چل دیئے اور خواجہ فخر جہاں کی خانقاہ معلّٰی میں پہنچ کر اپنے شیخ خواجہ مہاروی کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت قبلہ بھی آپ کو دیکھ کر خوش ہوئے اور آپ کو ہمراہ لے کر خواجہ فخر جہاں کے حجرہ مبارک پر گئے اور دروازے پر دستک دی۔ تو اندر سے آواز آئی کون؟ عرض کی نور محمد مہاروی۔ حضرت فخر جہاں نے پوچھا کیوں آئے ہو عرض کی حضور قاضی محمد عاقل کوٹ مٹھن والے زیارت سے مشرف ہونا چاہتے ہیں۔

حضرت خواجہ فخر جہاں نے فرمایا کہ ان کو اندر بھیج دو۔

چنانچہ حضرت قبلۂ عالم آپ کو اندر بھیج کر خود واپس آ گئے۔ آپ نے اندر جا کر خواجہ فخر جہاں کی قدم بوسی کی اور زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت خواجہ فخر جہاں بھی آپ سے کمال التفات سے پیش آئے۔ اور عنایات کریمانہ سے نواز کر سرفراز فرمایا۔

دہلی میں قیام کے دوران حضرت خواجہ فخر جہاں نے ایک دن آپ سے فرمایا کہ تمہارے مرشد کافی دن سے آئے ہوئے ہیں اور دو روز کے بعد واپس تشریف لے جائیں گے۔ چونکہ آپ ابھی آئے ہیں لہٰذا چند دن مزید رک جائیں۔ آپ کو چونکہ اپنے مرشد سے والہانہ عشق تھا۔ اس لیے ان سے دور رہنا قبول نہ تھا۔ مگر ادھر دادا مرشد کی ذات والا صفات کا ادب بھی ملحوظ خاطر تھا۔

آپ نے بڑے ادب و احترام سے بپاس ادب عرض کیا حضور آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن اگر کرم فرمائیں تو مجھے اپنے مرشد کے ساتھ ہی جانے کی اجازت مرحمت فرما دیں۔ اور جو فیض و کرم اس ناچیز پر آپ نے کرنا ہے وہ میرے مرشد کی موجودگی میں ان کے ذریعے سے کر دیں۔ حضرت خواجہ فخر جہاں آپ کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے۔ اور حضرت قبلۂ عالم خواجہ مہاروی علیہ الرحمتہ کو بلوا کر فرمایا کہ ''میں سفارش کرتا ہوں کہ قاضی صاحب پر جو شفقت اس سے قبل کرتے تھے۔ اب اس سے زیادہ میری طرف سے کریں۔''

بادشاہ اکبر ثانی سے ملاقات اور شاہی خاندان کا سلسلہ بیعت ☆: مغل بادشاہ اکبر ثانی حضرت خواجہ فخر جہاں دہلوی علیہ الرحمتہ کا معتقد خاص تھا اور بکثرت آپ کی خدمت میں حاضری دیتا رہتا تھا۔

جن دنوں آپ خواجہ فخر جہاں کے پاس دہلی میں مقیم تھے۔ دہلی میں آپ کے علم و فضل کا شہرہ تھا جس کی آواز اکبر ثانی کے کانوں

میں پہنچی تو وہ آپ سے ملاقات کا تمنائی ہوا۔اس نے حضرت خواجہ فخر جہاں کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ ''میں نے سنا ہے کہ آپ کے غلاموں میں سے ایک سندھی عالم آیا ہوا ہے۔ جو علم و فضل اور قدرت کلام میں بے نظیر ہے۔ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔''

حضرت خواجہ فخر جہاں نے اپنے صاحبزادے حضرت قطب الدین عرف کالے میاں صاحب کے ہمراہ آپ کو لال قلعہ میں بھجوا دیا۔

اکبر بادشاہ آپ کی پر اثر شخصیت اور علم وکلام اور فصاحت و بلاغت سے بے حد متاثر ہوا۔ جس کی بنا پر اس نے خواجہ فخر جہاں کے دہلی میں ہونے کے باوجود شہزادہ جہاں خسرو اور مرزا کاوس شکوہ کو آپ کے ہاتھ پر بیعت کرایا۔ پھر یہ نیاز مندی اور وفا کیشی اتنی دیر پا ثابت ہوئی کہ خاندان شاہی کے بہت سے افراد اس خانوادے میں مرید ہوتے رہے۔ حتیٰ کے اس واقعہ کے سو سال بعد مرزا احمد اختر صاحب مناقب فریدی۔ اور مرزا محمد شاہ۔ صاحب انوار المجالس۔ اسی خاندان کے نیرّ افق ولایت حضرت خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن اور ان کے فرزند ار جمند حضرت نازک کریم کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ ان ہر دو حضرات نے اس خاندان کے بزرگوں کے ملفوظات قلم بند کر کے عقید تمندوں کی تسکین روحانی کا ذریعہ بنے۔

شاہ ثانی کے بعد بہادر شاہ ظفر بادشاہ نے عقیدت ومحبت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے اس خاندان سے اپنی غلامی کا اظہار برملا ان اشعار میں کیا:

صحبت پیر مغاں ہم کو خوش آئی ہے بہ دل
ہم ہیں عاقل ربط ''عاقل'' سے دلی رکھتے ہیں ہم
دل فدا کرتے ہیں نام فخرِ دیں پر اے ظفر
عشق اپنے پیر کامل سے دلی رکھتے ہیں ہم

آپ کے خلفائے نامدار☆: آپ کے خلفاء میں درج ذیل حضرات ہیں جن میں حضرت خواجہ نور حسن چشتی نظامی مہار شریف، حضرت خواجہ خدا بخش محبوب الٰہی چاچڑاں شریف، حضرت خواجہ تاج محمود چشتی نظامی چاچڑاں شریف، حضرت مولوی سلطان محمود چشتی نظامی خانبیلہ، مولوی گل محمد چشتی نظامی احمد پور شرقیہ، مولوی نور محمد چشتی نظامی محمد پور، صوفی عبداللہ بھٹی چشتی نظامی احمد پور شرقیہ، حافظ جان محمد چشتی نظامی سیت پوری علیہم الرحمتہ والغفر ان شامل ہیں۔

زیارت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ☆: وصال با کمال سے چھ ماہ قبل آپ کو رسول کریم سرکار مدینہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی تو آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اے قاضی میں تجھ سے بہت خوش ہوں۔ تم نے میری سنت کی بہت حفاظت کی اور اس کو بہت رواج دیا۔ جو کچھ کہنا ہو کہو۔'' آپ نے عرض کیا سوائے محبت خدا اور حضور کی مطابعت کے اور کچھ نہیں چاہیے۔

وصال باکمال ☆: ماہ صفر میں آپ کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ چار ماہ اسی کیفیت سے دوچار رہنے کے بعد ایک روز اشراق کے وقت استغراق کی کیفیت طاری ہوئی اور بے اختیار آپ کی زبان ترجمان سے نکلا

''امروز تمام حرج سفر کشیدیم

خوب شد، بہ منزل رسیدیم''

ترجمہ ☆: آج سفر کی کوفت ختم ہوئی۔ اچھا ہوا کہ ہم منزل پر پہنچ گئے۔

آپ کی زبان حق ترجمان سے یہ الفاظ سن کر اہل دل حاضرین رونے لگے۔ اسی اثنا میں آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔

آپ کا وصال باکمال 80 برس کی عمر میں 8 صفر المظفر ۱۲۲۹ ہجری بروز سوموار بمطابق 24 جنوری 1813ء کو ہوا۔ مزار پر انوار والد گرامی کے پہلو میں کوٹ مٹھن شریف ضلع ڈیرہ غازی خان میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

نواب آف بہاولپور کی بڑی خواہش تھی کہ آپ کا مزار شیدانی شریف ضلع رحیم یار خان میں بنے مگر اعزا اور عقیدتمندوں اور آپ کی خواہش کے مطابق آپ کو کوٹ مٹھن ڈیرہ غازی خان لے جایا گیا۔

فقیر راقم الحروف کو 20 رکنی قافلے کے ہمراہ آپ کی درگاہ میں حاضری کا شرف حاصل ہے اس موقع پر علامہ قاری غلام محمد چشتی امیر جماعت اہل نسبت پاکستان اور علامہ قاری محمد انور چشتی بھی فقیر کے ہمراہ تھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ احمد علی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی، گلشن ولایت کی روشن کلی، بحرِ اسرار و معدن حقائق و معارف، جامع بعلوم معنوی و صوری حضرت خواجہ علی احمد چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ غریق در بحرِ عشق و محبت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل چشتی نظامی کے گھر شیدانی شریف تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان میں ہوئی۔

آپ علوم عقلی و نقلی، اصول، فروع، تفسیر و حدیث اور فقہ و تصوف کے بہت بڑے عالم باعمل تھے۔ آپ کا گھرانہ علم و عمل کا گہوارہ تھا۔ آپ کے والد بزرگوار اور دادا جان نے دینی علوم کی ترویج و اشاعت کے لیے ایک عظیم درسگاہ شیدانی شریف ضلع رحیم یار خان میں کھولی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے اجداد کی قائم کردہ دینی درسگاہ سے صرف خود ہی اکتساب فیض نہیں کیا۔ بلکہ والد گرامی کی مسند ارشاد پر بیٹھ کر نہ صرف ان کا ہاتھ بٹایا بلکہ اس عظیم ادارے کو اپنی ذاتی دلچسپی سے ترقی کی راہ پر ایسا چلایا کیا کہ روز افزوں اس کی شہرت میں اضافہ ہونے لگا اور برصغیر کے کونے کونے سے دین متین کے متلاشی علم و عرفان کے اس منبع سے فیض یاب ہو کر جاتے رہے۔ ممتاز روحانی پیشوا حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ نے آپ کے زمانہ تدریس میں شیدانی شریف میں آ کر آپ سے چند کتابیں پڑھی تھیں۔

بیعت و خلافت ☆: آپ اپنے والد گرامی حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے پیرو مرشد حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت و اجازت حاصل کر کے سرفراز و صاحب ارشاد ہوئے۔

آپ کے والد گرامی حضرت قاضی خواجہ محمد عاقل چشتی نظامی علیہ الرحمتہ نے بھی آپ کو خرقۂ خلافت و اجازت اور سجادہ نشینی سے اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں نواز کر سرفراز فرما دیا تھا۔

سیرت و کردار☆: آپ سراپا حلم واخلاص تھے اور ہر کسی کے ساتھ نہایت ہی عجز و نیاز سے پیش آتے اور اعلیٰ درجہ کے متقی اور متورع بزرگ تھے۔ جن دنوں آپ مطول پڑھتے تھے۔ تو ان دنوں کوئی شخص بھی آپ کے باطنی حال سے واقف نہ تھا۔ آپ اپنی مشغولیت سے اس قدر محتاط تھے کہ عشاء کی نماز کے بعد آپ کے ہم سبق مطالعہ میں مصروف ہو جاتے تو آپ بستر پر لیٹ جاتے تا کہ ساتھی یہ سمجھیں کہ سوئے ہوئے ہیں۔

آپ کے ہم سبق اس حالت میں دیکھ کر رنجیدہ اور پریشان ہو کر شکایت پر مجبور ہو جاتے۔ جب آپ دیکھتے کہ وہ سب چلے گئے ہیں۔ تو اٹھ کر نماز عشاء ادا کرتے اور پھر ''حبس نفس'' میں مشغول ہو جاتے۔ حتیٰ کہ اسی وضو سے صبح کی نماز ادا فرماتے اور پھر لوگوں کے آنے سے پہلے اسی طرح سو جاتے۔ لوگ آ کر آپ کو جگاتے بلکہ کبھی آپ کے پاؤں کو ٹھوکر لگاتے۔ اور آپ کو بے نماز کہتے۔ تو آپ خاموشی سے اٹھ کر جنگل کی طرف نکل جاتے اور گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر مشغول بحق ہو جاتے۔ اور دن چڑھے واپس آ کر درس میں شامل ہو جاتے۔

آپ نے اوائل عمر سے تا دم آخر صاحبزادگی کی ہوا نہ لگنے دی نہ ہی کبھی دل میں خیال آنے دیا کہ میں کتنے بڑے خاندان کا فرد یا سجادہ نشین ہوں بلکہ سادگی کو ترجیح دی اور اس سادگی میں عمر تمام کی۔

مرد حقیقت آگاہ☆: آپ دراصل مرد حقیقت آگاہ تھے۔ حقیقت کا کبھی کسی حال میں انکار نہیں کیا۔ زندگی کے آخری ایام میں آپ کی اہلیہ محترمہ نے کچھ طعام پیش کیا تو آپ نے فرمایا۔

تین دن سے دنیاء کی تمام اشیا کو مجھ سے اور مجھے ان اشیاء سے مستغنی کر دیا گیا ہے۔ پھر اہلیہ محترمہ کی دلجوئی کے لیے ایک لقمہ منہ میں ڈالا۔ دو تین بار چبا کر باہر پھینک دیا۔ اور فرمایا کہ آپ کی پاس خاطر مطلوب تھی اس لیے یہ لقمہ منہ میں ڈالا۔

اسی دن آپ کے صاحبزادے نے چینی کے پیالے پر آیات شفا لکھ کر آپ کی خدمت پیش کیں تو آپ نے فرمایا۔ ''بابا عملیات کا وقت نہیں رہا۔ تم خواہ مخواہ حیلے کر رہے ہو۔''

آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ تاج محمود چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرض الموت میں آپ کو ستر اسی اسہال روزانہ آجاتے تھے۔ جس کی وجہ سے بدن میں کافی ضعف پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن باوجود اس کمزوری کے آپ ہمہ وقت باوضو رہتے اور بیٹھے بیٹھے نماز ادا فرماتے تھے۔ آخری شب ابتدائے سحر سے طلوع آفتاب تک تشہد میں وقت گزارا۔ اور ادائیگی نماز کے بعد متوجہ الی اللہ رہے۔ جب نقاہت زیادہ ہوگئی تو آپ کے صاحبزادے حضرت تاج محمود آپ کو سہارا دے کر بٹھایا کرتے تھے۔

آپ کے صاحبزادے نے عرض کی حضور اس ضعف اور نقاہت سے کس طرح عبادت ہوگی۔ اگر فی الحال معطل کر دیں تو بہتر ہو گا۔ آپ نے فرمایا کیا کروں دل میں جو آگ لگی ہے وہ کسی کل بھی چین نہیں لینے دیتی۔

زندگی کے آخری ایام میں آپ کے معالجین نے مشورہ دیا کہ کم از کم وظیفہ حبس دم تو ترک فرما دیں۔ معالج کے بار بار اصرار کے باوجود بھی وظیفہ ترک نہیں کیا۔ بلکہ فرمایا کہ "معاذ اللہ یہ ممکن نہیں کہ میں کسی رعایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے وظائف ترک کر دوں۔"

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 9 شعبان المعظم ۱۱۴۲ ہجری بمطابق ماہ جولائی 1729ء کو ہوا۔

مزار پُر انوار والد گرامی کے پہلو میں بمقام کوٹ مٹھن شریف ضلع ڈیرہ غازی خان میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

خداوند کریم نے آپ کو دو صاحبزادے عنایت کئے۔ ان میں حضرت خواجہ خدا بخش چشتی نظامی، حضرت خواجہ تاج محمود چشتی نظامی علیہم الرحمتہ دونوں صاحبزادے عارف و کامل اور مقتدائے زمانہ ہوئے ہیں۔ فقیر راقم الحروف کو آپ کے دربار کی حاضری کی عادت نصیب ہے، اس موقع پر علامہ قاری غلام محمد چشتی خطیب اعظم راولپنڈی اور عزیزم قاری محمد انور چشتی خطیب حاصل پور بھی ہمراہ تھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ گل محمد چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف باللہ، عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مونس الارواح، سراج الاولیاء، زبدۃ العرفا والفضلأ، حضرت خواجہ گل محمد چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ نشان حق کے ترجمان ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1169 ہجری 1755ء کو حضرت مولانا حکیم اللہ یار چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے گھر واقع اوچ شریف تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں ہوئی۔

آپ علمی و روحانی گھرانے کے چشم و چراغ اور حضرت معروف کرخی علیہ الرحمتہ کی اولاد سے منسوب ہیں۔ آپ کے دادا بزرگوار حضرت مولوی محمد بخش علیہ الرحمتہ چشتی نظامی جو اپنے وقت کے صاحب علم وفضل وکمال بزرگ تھے انہیں حضرت خواجہ فخر جہاں مولانا فخر الدین چشتی نظامی دہلوی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے شرف حاصل تھا۔

اسی طرح آپ کے والد گرامی مولوی حکیم اللہ یار چشتی نظامی علیہ الرحمتہ فن طبابت میں مہارت تامہ رکھنے کے علاوہ اپنے وقت کے متجر عالم دین اور عارف کامل تھے۔

آپ کی تربیت وتعلیم دادا بزرگوار اور والد گرامی کے زیر سایہ ہوئی۔ اور انہی ہر دو بزرگوں سے آپ نے تعلیم کے میدان میں زیادہ تر استفادہ کیا۔ اس کے علاوہ کتاب ''تحفۂ غوثیہ'' کے مصنف حضرت غوث بخش علیہ الرحمتہ سے بھی علوم دینیہ میں اکتساب فیض کیا۔

حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل چشتی نظامی علیہ الرحمتہ نے جب کوٹ مٹھن میں دینی مدرسہ کا اجرا کیا تو آپ اس مدرسہ میں بطور طالب علم داخل تھے۔ آپ نے علوم ظاہریہ کے علاوہ علوم باطنی کی تکمیل بھی قبلہ قاضی صاحب سے مکمل کی۔ حضرت قبلہ قاضی صاحب آپ کی لیاقت کی بنا پر بہت مہربان اور آپ کی تعلیمی صلاحیتوں کے معترف تھے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے۔ اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر صاحب مجاز وصاحب ارشاد ہوئے۔

علمی مقام اور دینی خدمات ☆: آپ نے اپنے مرشد خانے کے بزرگوں کی روایات کو قائم رکھتے ہوئے احمد پور شرقیہ میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ اور اس کے ساتھ ایک لنگر خانہ بھی قائم کیا۔ جس کے ذریعے دین متین کی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء اور

تصوف کے میدان میں مستفید ہونے والے درویشوں کو مفت لنگر دیا جاتا۔ اس کے علاوہ مسافر طلباء اور مسافر مہمانوں کی رہائش کے لیے باقاعدہ کمرے موجود تھے۔ جہاں ان کی رہائش کے علاوہ دیگر ضروریات زندگی کی سہولیات کے آپ ہی کفیل تھے۔

آپ کے مدرسہ کے لنگر خانے سے دوسو طلباء روزانہ کھانا تناول فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ ماہر طبیب بھی تھے۔ مریضوں کی جسمانی بیماریوں کا علاج بذریعہ دوا۔ اور روحانی مریضوں کا علاج دعا سے فرماتے تھے۔ آپ کی علمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے حضرت سید محمد المعروف بہ میر خورد بن سید کمال الدین بن حضرت سید محمد کرمانی علیہم الرحمتہ کی معروف زمانہ کتاب ''سیر الاولیا'' کا تکملہ لکھ کر مشائخ وصوفیائے کرام کے تذکروں میں قابل قدر اضافہ کیا۔ اس میں دیگر سلاسل تصوف کے مشائخ عظام کے علاوہ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ فخریہ کے بزرگان دین بالخصوص اپنے پیر خانے کوٹ مٹھن شریف کے خانوادہ جلیلہ کے مفصل حالات اور ملفوظات درج ہیں۔ تکملہ سیر الاولیاء پر آپ نے بڑے معلومات افزا حاشیئے تحریر فرمائے ہیں۔ اور آپ کی زیر سرپرستی یہ کتاب مطبع رضوی دہلی سے طبع ہوئی۔ جس سے آپ کے علمی مقام کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

نوٹ ☆: ''سیر الاولیاء'' سلسلہ عالیہ چشتیہ کے بزرگوں کے تذکرے پر مشتمل مستند کتاب ہے جس کے بغیر سلسلہ عالیہ چشتیہ کے بزرگوں پر کام کرنے والا مئورخ اور رائٹر آگے نہیں جاسکتا۔ اور نہ ہی اس کتاب کے بغیر اس سلسلہ کے بزرگوں کے تذکرے اور ملفوظات کی تکمیل کر سکتا ہے۔ (فقیر صابری)

خاندانی پس منظر اور بزرگوں کی بہاولپور آمد☆: آپ کے بزرگوں میں سے سب سے پہلے ملتان کی سرزمین پر تشریف لانے والے بزرگ حضرت شیخ ظہیر الدین علیہ الرحمتہ شاہجہاں کے دور حکومت میں کرخ سے ملتان تشریف لائے اور شیخ الاسلام کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے۔

حضرت شیخ ظہیر الدین علیہ الرحمتہ کے ایک فرزند شیخ بدر الدین علیہ الرحمتہ بخارا کے بادشاہ عبدالعزیز کے مرشد اور استاد تھے۔ شیخ ظہیر الدین کے دوسرے فرزند رحم علی ملتان میں پیدا ہوئے۔ جبکہ شیخ بدر الدین بخارا والوں کے فرزند شیخ کریم الدین اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد بادشاہ اورنگ زیب کے عہد میں اپنے دادا شیخ ظہیر الدین علیہ الرحمتہ کے مزار پر فاتحہ کے لیے آئے تو بادشاہ اورنگ زیب سے بھی ملے۔ اورنگزیب نے اُن کی بڑی تعظیم وتوقیر کی۔ اور ملتان میں قیام کی درخواست کی اور ان کو بیش قیمت جاگیریں عطا کیں۔ اس طرح ملتان ہی میں آباد ہو گئے۔ اور مستقل سکونت اختیار کی۔

حضرت شیخ کریم الدین علیہ الرحمتہ کی اولاد سے ایک بزرگ مولوی خدا بخش چشتی نظامی علیہ الرحمتہ تھے جو کہ بعد ازاں ملتان سے ہجرت کر کے اوچ شریف تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں تشریف لے آئے اور یہیں قیام پذیر ہوئے اور یہیں پر آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

ریاست بہاولپور کے نواب صادق محمد ثالث چونکہ آپ کے مداح وقدردان تھے۔ انہوں نے آپ سے احمد پور شرقیہ میں رہائش کی درخواست کی تو آپ نواب صاحب کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے اوچ شریف سے احمد پور شرقیہ منتقل ہو گئے اور یہاں منتقل ہو کر

لوگوں کا جسمانی و روحانی علاج کرتے رہے اور یہیں پر سلسلہ درس و تدریس اور رشد و ہدایت جاری کیا۔ آپ کے مریدوں اور عقیدت مندوں کا سلسلہ پورے بہاولپور ڈویژن میں پھیلا ہوا ہے۔

مرشد خانے میں قدر و منزلت ☆: آپ کا اپنے مرشد کے خاندان عالیہ سے ارادت مندی کا گہرا تعلق تھا اور اس خاندان کے ہر فرد کی عزت و توقیر فرماتے تھے۔

دوسری طرف آپ کے پیر و مرشد حضرت قبلہ قاضی خواجہ محمد عاقل چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے خاندان کے افراد بھی آپ کی ذات و الاصفات کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور یہ سلسلہ یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ آپ کے وصال باکمال کے بعد آپ کے مزار پر حاضری دینا۔ آپ کے عرس میں شامل ہونا حضرت قاضی صاحب کے خاندان کا ہمیشہ معمول رہا ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۲۴۳ ہجری بمطابق 1827ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ خدا بخش چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف☆: پیکر صبر و رضا شوکت و جمال، آئینہ جلال و جمال، مزین بعزت مرتبۂ کمال پیشوائے جمیع اہل کمال حضرت خواجہ خدا بخش چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ ساقی خمخانۂ اسرار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۱۵۰ ہجری بمطابق 1737ء کو اپنے وقت کے چوٹی کے فاضل عالم دین حضرت مولانا قاضی جان محمد کے ہاں تلمبہ میں ہوئی۔ آپ قریشی النسل ہیں آپ کا شجرہ نسب حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد محمد بن قاسم کے سندھ پر حملے کے وقت عرب سے سندھ آ کر رہائش پذیر ہوئے تھے۔ کچھ عرصہ سندھ میں قیام کے بعد ملتان میں آ کر آباد ہوئے۔

جب سلطان محمود غزنوی نے افغانستان پر حملہ کیا تو آپ کا خاندان اس وقت ملتان میں تھا۔ اور اس خاندان کے افراد نے سلطان محمود غزنوی کا ساتھ دیا اور خاص طور پر آپ کے جد امجد حضرت خواجہ حسن ملتانی علیہ الرحمتہ نے اس جنگ میں شمشیر زنی کے ایسے جوہر دکھائے کہ سلطان غزنوی کی فوج بھی عش عش کر اٹھی۔

اس شجاعت و بہادری اور سلطان غزنوی کا ساتھ دینے پر سلطان غزنوی آپ کے جد امجد سے بہت خوش ہوا۔ اور اپنا مشن مکمل کر کے جب واپس غزنی جانے لگا تو خواجہ حسن ملتانی علیہ الرحمتہ کو گورنر ملتان مقرر کر گیا۔

آپ کا خاندان اپنی شجاعت، بہادری، ذہانت اور دور اندیشی کی وجہ سے ہر دور حکومت میں ممتاز رہا۔ شیر شاہ سوری نے آپ کے خاندان کے افراد کو جلیل القدر عہدے دے رکھے تھے۔ جب سلطان ناصر الدین قباچہ نے قطب الدین ایبک سے سرکشی کی اور سندھ اور ملتان پر اپنا تسلط قائم کیا تو آپ کے خاندان نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ جس کی پاداش میں سلطان ناصر الدین نے آپ کے خاندان کی تمام جائیداد ضبط کر لی اور مجبوراً اس خاندان کو ملتان کی سکونت ترک کر کے ہزارہ میں پناہ لینا پڑی۔

شہنشاہ جہانگیر کے عہد حکومت میں یہ خاندان ہزارہ سے تلمبہ آ گیا۔ شہنشاہ جہانگیر نے تلمبہ کا علاقہ اس خاندان کے ایک بزرگ قاضی علاؤ الدین علیہ الرحمتہ کے سپرد کیا۔ اور انہیں دس ہزاری کا منصب دیا۔ یہ منصب شاہ عالم ثانی کے عہد حکومت تک آپ کے خاندان میں رہا۔

مولوی عنایت اللہ اس سلسلہ کے آخری منصب دار تھے۔ جو بعد میں اس سے استعفیٰ دے کر گوشہ نشین ہو گئے۔ مولوی عنایت اللہ کے فرزند ارجمند قاضی جان محمد علیہ الرحمتہ کے گھر آپ کی ولادت تلمبہ میں ہوئی اور وہیں آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت کا سلسلہ جاری رہا۔

ابتدائی تعلیم کے بعد آپ مزید علوم دینیہ کے حصول کے لیے والد گرامی کے حکم سے دہلی تشریف لے گئے اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمتہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے علوم دینیہ کی تکمیل مدرسہ رحیمیہ سے کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ دہلی میں قیام کے دوران تحصیل علم کے ساتھ ساتھ آپ کو دہلی کے مشائخ وعلماء سے بھی استفادہ کا موقع ملا۔

درس وتدریس ☆: آپ دہلی سے تحصیل علم کے بعد اپنے وطن تلمبہ واپس آ گئے اور والد گرامی کی حیات تک وہیں رہے اور والد گرامی کے وصال کے بعد آپ تلمبہ سے نقل مکانی کر کے ملتان کے محلہ کمہار پورہ میں تشریف لے آئے اور وہاں پر درس وتدریس کا آغاز کیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اس مدرسے کی شہرت دور دراز علاقے میں پہنچ گئی اور علوم دینیہ کے متلاشی قافلہ در قافلہ آپ کے پاس آنے لگے۔ ایک روایات کے مطابق آپ نے چالیس برس تک ملتان میں قرآن وحدیث اور دیگر علوم دینیہ کا درس دیا۔ اس عرصہ میں ہزاروں افراد آپ کے علم وفضل کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

آپ کی تمام عمر درس وتدریس میں صرف ہوئی۔ تفسیر وحدیث، فقہ، عقائد، علم ہئیت، صرف ونحو اور منطق ومعانی آپ کے درس کے خاص موضوعات تھے۔

ملتان میں درس وتدریس کے دوران آپ کی طبیعت روحانیت کی طرف مائل تھی۔ جس کی وجہ سے آپ کی طبیعت میں بے سکونی تھی۔ اس کو ختم کرنے کے لیے کسی پیر کامل کی تلاش تھی۔ اس سلسلہ میں متعدد مقامات کا سفر بھی اختیار کیا۔ متعدد بزرگوں سے ملاقات بھی ہوئی مگر کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ حضرت حافظ جمال اللہ ملتانی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں آپ کی بیعت اور روشن اضافہ ☆: آپ کی بیعت کا واقعہ تاریخ تصوف میں ایک روشن باب کا اضافہ ہے۔ اس سلسلہ میں روایت ہے کہ ایک دن دہلی میں حضرت خواجہ فخر الدین فخر جہاں چشتی نظامی ثمہ دہلوی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حضرت قبلہ عالم خواجہ مہاروی اور دیگر حضرات بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے کہا کہ ملتان حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریا سہروردی علیہ الرحمتہ کے تصرف میں ہے اور کوئی شخص وہاں بیعت نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر حضرت خواجہ فخر جہاں نے کچھ دیر خاموشی کے بعد حضرت خواجہ مہاروی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میاں نور محمد اب تک ملتان کی ولایت حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے تھی۔ لیکن اب ملتان ہمارے حوالے ہو گیا ہے۔

لازم ہے کہ اپنے مریدوں میں سے کسی کو وہاں بھیجو تا کہ وہ عین خانقاہ حضرت بہاؤالدین ذکریا سہروردی علیہ الرحمتہ کے سامنے لوگوں کو بیعت کرے اور اپنا تصرف کرے۔

چنانچہ حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمتہ نے حضرت حافظ جمال اللہ ملتانی علیہ الرحمتہ کو ملتان کی جانب روانہ فرمایا کہ جاؤ ملتان میں سلسلہ عالیہ کی اشاعت کرو۔

جب حضرت حافظ جمال اللہ چشتی نظامی ملتان میں تشریف لائے تو سب سے پہلے حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی سہروردی علیہ الرحمتہ کی خانقاہ میں انہوں نے اپنے ہاتھ پر آپ کو بیعت فرمایا تھا۔اس طرح آپ کی بیعت سے ملتان میں سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کی برسہابرس کے بعد تجدید نو ہوئی۔اور مشائخ چشت کا اس علاقے میں عمل دخل بڑھا۔اس سے قبل کسی سہروردی بزرگ کے علاوہ یہاں کسی کا چراغ نہیں جلتا تھا۔

سیرت و کردار☆: آپ پابند شریعت و طریقت بزرگ تھے۔تمام عمر دین اسلام کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیا۔نماز پنجگانہ،تہجد،اشراق اوراوابین اور دیگر اوراد و وظائف کے علاوہ درس و تدریس کا فریضہ انجام دینے میں کوئی کوتاہی نہ ہونے دی۔

سخاوت،تحمل،بردباری،عجز و انکساری آپ کی طبیعت ثانیہ کا خاصہ تھی۔آپ کے پاس جو بھی شخص ملاقات کے لیے آتا۔آپ کھڑے ہو کر اس کو خوش آمدید کہتے۔ایک دفعہ طلباء کو درس دے رہے تھے کہ ایک ہندو ملنے کیلئے آیا تو آپ تعظیماً کھڑے ہو گئے اور اس کا استقبال کیا۔طالب علم جس کے سبق کا حرج ہو رہا تھا۔اس نے طنزاً کہا کہ حضرت کافر کی تعظیم تو شرعاً منع ہے۔آپ نے فرمایا ہاں۔مگر میں کیا کروں تعظیم کے لیے اٹھنا میری عادت بن گئی ہے۔

اسی طرح ایک دن ایک پٹھان حاضر خدمت ہوا۔اور عرض کرنے لگا حضور میں کسی کام کی غرض سے چند دن کے لیے گھر سے باہر جارہا ہوں۔میری عدم موجودگی میں کسی درویش کو میرے گھر بھیج کر سودا سلف منگوا دیا کریں آپ نے فرمایا بہتر ہے۔

جب وہ پٹھان چلا گیا تو اس کے بعد آپ روزانہ اس کے گھر جا کر نوکرانی سے سودے کا پتہ کر کے بذات خود لا کر دیا کرتے تھے۔پردہ نشین مستورات کو معلوم نہ تھا کہ یہ روزانہ دروازے پر آنے والا خدمت گار کون ہے۔ایک دن پٹھان کی نوکرانی نے لکڑیوں کا کہا تو آپ جنگل کی جانب گئے اور لکڑیوں کا گٹھا سر پر رکھ کر لائے جب دروازے پر پہنچے تو اچانک وہ پٹھان بھی آ گیا۔

اس نے جب آپ کو اس حالت میں دیکھا تو نہایت شرمندہ ہوا۔اور معذرت کرنے لگا۔آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں میں بھی ایک فقیر ہوں۔

قبلۂ عالم خواجہ مہاروی کی شفقت و محبت☆: ایک مرتبہ آپ اپنے مرشد کے ہمراہ اپنے دادا مرشد حضرت خواجہ مہاروی علیہ الرحمتہ کی زیارت کے لیے چشتیاں شریف روانہ ہوئے۔ابھی آپ راستے میں ہی تھے کہ حضور قبلہ عالم مہاروی نے اپنے مریدین سے اپنی خانقاہ میں فرمایا کہ آج حافظ جمال ملتانی بڑا عجیب و غریب تحفہ ساتھ لا رہے ہیں۔

جب آپ اپنے مرشد کے ہمراہ قبلۂ عالم کی بارگاہ میں پہنچ کر قدم بوس ہوئے تو سب لوگ تحفہ کو دیکھنے کے لیے مشتاق تھے۔سب کا خیال تھا کہ شاید ملتان سے حافظ جمال صاحب کھانے کے لیے کوئی خاص چیز لا رہے ہیں۔جب انہیں کوئی خاص چیز نظر نہیں آئی تو متعجب ہوئے۔

حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا کہ تعجب کی ضرورت نہیں حافظ صاحب میرے لیے جو تحفہ لائے ہیں وہ خدا بخش کی ذات خاص ہے۔
اس کے بعد سے حضور قبلۂ عالم آپ پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ مہاروی علیہ الرحمتہ، حضرت حافظ جمال اللہ ملتانی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ سے اکثر اپنی محافل میں فرمایا کرتے تھے کہ حافظ صاحب تم نے ایک شیر جال میں پھنسایا ہے۔

آپ تقریباً بیس مرتبہ حضور قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب بھی جاتے فیض و کرم کا دریا سمیٹ کر واپس لوٹتے۔

آپ کے پیرو مرشد حضرت حافظ جمال اللہ ملتانی علیہ الرحمتہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ خدا بخش کا میرے ساتھ فقط بیعت کا تعلق ہے۔ ان کو جو بھی بلند مراتب حاصل ہوئے ہیں وہ حضور قبلۂ عالم خواجہ مہاروی سے ملے ہیں۔

آپ کی تصانیف اور علمی خدمات☆: آپ کی شخصیت علمی لحاظ سے ایک جامع حیثیت رکھتی تھی۔ درس وتدریس کے علاوہ آپ نے تصنیف وتالیف کا شغل بھی جاری رکھا۔ آپ کی تصنیف ''توفیقہ'' آپ کی عظیم یادگار ہے۔ جس کے پڑھنے سے آپ کے علمی مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس میں شریعت وطریقت کے احکام، حقیقت ومعرفت کے اسرار کو بیان کرنے کے علاوہ وحدت الوجود کے مسئلے کو بڑے عالمانہ فاضلانہ اور عارفانہ انداز میں حل فرمایا ہے۔ یہ رسالہ آپ کے علم وفضل کے علاوہ آپ کے حال کا بھی آئینہ دار ہے۔ آپ کو دنیا کی ہر چیز میں مشہودِ حقیقی کا جلوہ نظر آتا ہے۔

چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ: انسان جو کچھ دیکھے اسے ذات مقدس کا جلوہ سمجھے۔ آپ نے اس رسالہ کا آغاز ہی مندرجہ ذیل اشعار سے کیا ہے:

عارف حق شناس را باید　　که بهر سو چو دیده بکشاید
بیند آنجا جمال حق پیدا　　نگاه از جمال حق قطعاً

ترجمہ: عارف جدھر بھی نظر اُٹھے جمال یار دکھائی دے اس وجہ سے ذات مقدس سے غافل نہ ہو۔

ملتان سے خیر پور ورود مسعود☆: آپ نے ملتان میں علم وفضل، عرفان وفیضان کی شمع روشن کی ہوئی تھی کہ سکھوں نے ملتان پر حملہ کر دیا۔ اس بنا پر ملتان کے علماء، صلحاء، صوفیاء ترک سکونت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ لہٰذا اسی ضمن میں آپ نے بھی ملتان کو خیر آباد کہہ دیا اور ریاست بہاولپور کی جانب رخ کیا۔ ریاست بہاولپور کے نواب صادق محمد خان عباسی کو آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ریاست کے ایک شہر خیر پور میں مستقل قیام کی استدعا کی۔ جو آپ نے قبول فرمالی۔

نواب آف بہاولپور نے خیر پور میں آپ کی رہائش کے علاوہ آپ کے لنگر کا تمام خرچ اپنے ذمے لے لیا۔ نواب چونکہ آپ سے بیحد محبت رکھتا تھا۔ وہ وقتاً فوقتاً آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ خیر پور میں آپ کی آمد ورہائش اور تبلیغی مساعی جمیلہ اور خانقاہ کے قیام سے یہ علاقہ رشک جنت بن گیا۔ یہاں بھی طالبان حق جوق در جوق جمع ہو کر اکتساب فیض کرنے لگے۔

خلفائے نامدار☆: آپ کے خلفاء میں قاضی عبید اللہ ملتانی، مولوی عظیم بخش احمد پوری، مولوی محمد حسین پنوار، منشی غلام حسن

ملتانی، قاجی محمد عیسیٰ خانپوری، مولوی محمد موسیٰ ملتانی، مولوی خدا بخش ملتانی، مومن شاہ احمد پوری، مولوی نور اللہ خیر پوری، مولوی نور محمد جنوڈی والا اور مخدوم شاہ گیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال سو برس کی عمر میں ۱۲۶۹ ہجری ماہ صفر بمطابق ماہ جون 1834ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار خیر پور ٹامیوالی ضلع بہاولپور میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا محمد علی مکھڈی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: دانائے سر حقیقت، بحر معرفت، شیخ طریقت عالم ربانی مرشد لاثانی فنافی الرسول وفنافی المرشد حضرت مولانا محمد علی چشتی مکھڈی رحمۃ اللہ علیہ غریق در بحر عشق ومحبت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۷۵۰ء بمطابق ۱۱۶۴ھ کو محمد شفیع بن حضرت داؤ دجلال آبادی کے گھر بٹالہ مشرقی پنجاب ہندوستان میں ہوئی۔

آپ حضرت شاہ غلام علی بٹالوی ثم دہلوی علیہ الرحمۃ کے خالہ زاد بھائی ہیں۔آپ کے والد گرامی کا بچپن میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔آپ کے بڑے بھائی مولانا عبدالرسول نے آپ کی پرورش اور تعلیم وتربیت فرمائی تھی۔آپ کے والد کے وصال کے بعد آپ کے خالہ زاد بھائی شاہ غلام علی صاحب بٹالہ سے دہلی چلے گئے اور وہیں عمر گذاری اور وہیں ان کا وصال باکمال ۱۲۴۰ھ ۱۸۲۴ء میں ہوا ،اور آپ اپنے اقرباً سمیت مکھڈ شریف تحصیل جنڈ ضلع اٹک تشریف لے آئے اور حضرت مولانا محکم الدین علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے مولانا محکم الدین اپنے وقت کے متجر عالم تھے۔دور دور تک ان کا شہرہ تھا۔آپ عرصہ دراز تک مکھڈ شریف میں مولانا محکم الدین صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں رہ اکتساب فیض کرتے رہے حتی کہ مولانا محکم الدین مکھڈی علیہ الرحمۃ کا وصال ہو گیا اور آپ کو ان کا جانشین مقرر کر دیا گیا۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے بڑے بھائی مولانا عبدالرسول علیہ الرحمۃ سے حاصل کی بٹالہ میں میاں جنوۃ اللہ سے فن خطابت سیکھا۔اس کے بعد حصول علم کے لئے سفر اختیا کیا اور مولوی اسد اللہ بہاولپوری علیہ الرحمۃ میاں مصطفیٰ جی پشاوری علیہ الرحمۃ اور میاں مرتضی سیالوی کی خدمت میں رہ کر عربی فارسی کی تعلیم حاصل کی اور بقیہ تعلیم مولانا محکم الدین مکھڈی سے مکھڈ شریف جا کر حاصل کی۔

مکھڈ شریف میں درس وتدریس ☆: آپ نے مولانا محکم الدین علیہ لرحمۃ کے وصال کے بعد مکھڈ شریف میں درس وتدریس کا مستقل سلسلہ شروع کر دیا اور بہت جلد آپ کا مدرسہ برصغیر پاک و ہند کے بڑے مدرسوں میں شمار ہونے لگا اور دور دور کے شہروں کابل، بخارا، قندھار تک کے طلباء حصول علم کے لئے آنے لگے اور اس چشمہ فیض سے مستفیض ہونے لگے۔

علوم معقول ومنقول یعنی منطق ،فلسفہ کے دقیق ابواب اور کتب میں آپ کی دسترس کی بڑی شہرت تھی اس دور کے علماء منطق اور فلسفہ کے دقیق مسائل آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر حل کراتے تھے۔آپ کے جانشین اول محمد عابد جی مہاروی علیہ الرحمۃ جانشین دوم مولانا زین الدین علیہ الرحمۃ اور حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ آپ کے نامور شاگردوں میں سے ہیں۔

تلاش مرشد اور بیعت وخلافت ☆: ظاہری علوم میں مشغول رہنے کے بعد آپ کو حصول علم باطنی کے لئے کسی راہبر کامل کی تلاش کا اشتیاق ہوا تو اپنے عزیز ترین شاگرد حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کو ہمراہ لیکر دیوانہ وار مکھڈ سے نکل کھڑے ہوئے۔

مکھڈ سے موضع انب علاقہ سون میں حضرت ابراہیم کی خدمت میں پہنچے مگر قلبی تسکین نہ ہوئی اس کے بعد مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے تونسہ شریف حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچے اور سلام عرض کرنے کے بعد ایک طرف بیٹھ گئے حضرت پیر پٹھان نے پوچھا کہاں سے آئے ہو تو عرض کیا مکھڈ سے آیا ہوں تو اس پر حضرت پیر پٹھان نے فرمایا کہ مکھڈ میں تو ایک مولوی رہتا ہے۔جس کے علم کی بڑی شہرت ہے آپ نے عرض کیا ،مولوی مجھے ہی کہتے ہیں ، یہ سن کر حضرت خواجہ پیر پٹھان اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور آپ سے معانقہ کیا اور اپنے پاس بٹھالیا۔

آپ چھ ماہ تک متواتر حضرت پیر پٹھان تونسوی علیہ الرحمۃ کی خدمت اقدس میں رہ کر اکتساب فیض کرتے رہے۔لیکن حضرت پیر پٹھان نے آپ کو بیعت نہیں کیا۔

چنانچہ چھ ماہ کے بعد حضرت خواجہ تونسوی نے آپ کو پیغام بھیجا جس کا مطلب یہ تھا کہ اے صوفی یہاں کیوں آئے ہو ہم تو رند مشرب لوگ ہیں اور آپ زہد و پارسائی کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ہمارا آپ کا کیا جوڑ ہے۔

اس کے جواب میں آپ نے اسی وقت ایک رباعی جو آپ کی طبع زاد تھی لکھ کر خدمت میں بھیج دی۔وہ رباعی یہ ہے۔

من برائے دین فروشی سوئی تو   آمد تا دین وهم برروئی تو
ننگ و ناموسم نه ماندحبه ای   چونکه پا اندا ختم درکوئی تو

اس کے ساتھ ہی بیعت کے لئے درخواست کی حضرت خواجہ تونسوی بہت خوش ہوئے اور آپ کو بیعت فرمایا اور توجہ باطنی سے نواز کر تھوڑے ہی عرصے میں خرقہ خلافت عطا فرما کر حکم دیا کہ مکھڈ جا کر خلق خدا کی راہنمائی کرو۔

چنانچہ مکھڈ واپس پہنچ کر آپ نے سلسلہ درس و تدریس کے ساتھ سلسلہ ارشاد و تلقین بھی شروع کر دیا اور علاقہ میں تعلیمات خواجگان چشت اہل بہشت کو عام کیا اس علاقہ کے متعدد علماء آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔آپ نے زائرین کیلئے ایک وسیع لنگر جاری کر دیا۔اس کے علاوہ علماء طلباء اور آنے والے زائرین کے قیام کے لئے معقول انتظام کیا۔

مرشد کامل سے عقیدت ومحبت ☆: آپ اگرچہ عمر کے لحاظ سے حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی المعروف پیر پٹھان علیہ الرحمۃ سے ۲۰ سال بڑے تھے مگر پھر بھی جب تک زندہ رہے اور تعلق بیعت کے بعد ہر سال حضرت خواجہ تونسوی کی خدمت بابرکت

میں حاضر ہوتے رہے۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ مولوی بوڑھا ہو گیا ہے لیکن اس کا عشق جوان ہے۔ جو اسے ہر سال میرے دروازے پر لے آتا ہے۔

وصال باکمال ☆: ۲۹ رمضان المبارک ۱۲۵۳ھ بمطابق 1837ء میں چند دن بیمار رہنے کے بعد حضرت خواجہ تونسوی علیہ الرحمۃ کی ظاہری حیات مبارکہ میں ہی آپ کا وصال باکمال ہوا مزار فیض آثار مکھڈ شریف تحصیل جنڈ ضلع اٹک میں مرجع خاص و عام ہے۔

فقیر راقم الحروف کو آپ کے دربار عالیہ میں حاضری کا شرف حاصل ہے۔ اس موقع پر فقیر کے ہمراہ مفتی غلام محمد سابق خطیب نیوی و چیف وارنٹ آفیسر حضرت مولانا حافظ محمد فضل دین نقشبندی، ڈھوک حسو راولپنڈی، حضرت استاذ الحفاظ مولانا قاری مولا بخش چشتی بھی تھے اور رات کا قیام بھی مکھڈ شریف میں ہوا تھا۔ اس موقع پر موجودہ سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد صالح گل چشتی نظامی علیہ الرحمۃ نے خصوصی شفقت و محبتوں سے نواز کر الوداع فرمایا تھا۔

حضرت خواجہ محمد صالح گل چشتی نظامی علیہ الرحمۃ جن کا ابھی حال ہی میں 2007ء کے اواخر میں وصال باکمال ہوا ہے، حضرت خواجہ محمد صالح گل چشتی نظامی علیہ الرحمۃ اپنے اسلاف کی عملی تصویر اور حسن اخلاق میں یکتائے زمانہ تھے۔ حضرت خواجہ محمد صالح گل چشتی نظامیہ بڑے ہی بامروت وضع دار رواداور اخلاص و محبت کا عظیم پیکر اور علم و عرفان کا مجسمہ تھے۔

2002ء میں فقیر راقم الحروف کی تصنیف تذکرہ اولیائے پوٹھوار کی تقریب رونمائی کے بعد حضور خواجہ محمد صالح گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بذریعہ خط فقیر کو کتاب کی اشاعت پر نہ صرف مبارکباد پیش کی بلکہ اپنی لائبریری کے لئے کتابیں بھی طلب کی تھی۔

حضور خواجہ محمد صالح گل صاحب اپنے اسلاف کے صحیح معنوں میں جانشین ثابت ہوئے تمام عمر شریعت و طریقت کے اصولوں پر سختی سے قائم رہے، اپنے قول و فعل سے آستانہ عالیہ کی رونق کو دوام بخشتے رہے دعا ہے کہ خدا تا دیر آپ کا فیضان جاری رکھے۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ حافظ محمد عظمت اللہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: زبدۃ السالکین قدوۃ العارفین برھان العاشقین، سلطان الواصلین، پیشوائے کاملین حضرت خواجہ حافظ محمد عظمت اللہ چشتی نظامی تو گیروی رحمتہ اللہ علیہ مالک مقام فنا فی اللہ باقی باشد ہیں،

آپ کی ولادت باسعادت تقریباً ۱۱۵۲ھ بمطابق 1751ء کو ضلع بہاولنگر کے موضع تو گیرہ شریف میں حضرت حافظ کمال الدین بھٹی کے علمی وروحانی گھر میں ہوئی۔

آپ راجپوت بھٹی قبیلہ کی اُسی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں جس کے سرخیل میاں عبداللہ بہ دُلّا بھٹی جس کی شہرت مغل اعظم اکبر بادشاہ کے عہد میں ایک بہادر کی حیثیت سے ہوئی۔

آپ کے جدّ امجد ہندوستان سے ہجرت کر کے پنجاب کی ریاست بہاولپور کے معروف ضلع بہاولنگر کے قریب شمالی جانب چھ میل دور واقع بستی تو گیرہ شریف میں آ کر سکونت پذیر ہوئے۔

چونکہ آپ کے خاندان میں تصوف وروحانیت کا غلبہ تھا اور تمام بزرگ سلسلہ عالیہ چشتیہ سے منسلک اور حنفی المذہب اہل سنت و جماعت پر پوری طرح قائم اور اس مسلک و مشرب پر سختی سے عمل پیرا تھے

سات پشتوں سے آپ کے بزرگوں میں علم وعرفان کی دولت ورثہ میں چلی آ رہی ہے، خدمت دین میں اور خلق خدا کی راہنمائی انکا وطیرہ رہا اس کے علاوہ کسی دنیاوی شغل سے کوئی سروکار نہ رکھا، جس پر ایک زمانہ شاہد وعادل ہے۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ کی تربیت کا آغاز والدہ ماجدہ کی آغوش میں ہی شروع ہو گیا تھا، آپ کی والدہ ماجدہ باوضو ہو کر دودھ پلاتیں اور تلاوت قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے آپ کو لوریاں دیتیں آپ عام بچوں کی طرح نہ روتے اور نہ ہی ضد کرتے بچپن ہی سے آپ کے چہرہ پر سعادت کے آثار نمایاں تھے۔

جب سن شعور کو پہنچے تو والد گرامی سے قرآن کریم حفظ کیا، اور مضافات کے علماء سے فارسی وعربی کی کتب متداولہ پڑھ کر علوم

دینیہ کی تحصیل وتکمیل کی۔

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضور قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے بعدازاں قبلہ عالم ہی سے سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں خرقہ خلافت پا کر سرفراو ممتاز ہوئے۔

سیرت وکردار☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ فخریہ اور اہل سنت و جماعت سُنی حنفی المذہب ومشرب کے عظیم علمبردار اور داعی اور وحدت الوجود کے قائل وعامل اور صاحب حال بزرگ تھے ہمہ اُوست کا مشاہدہ ہران غلبہ احوال رہتا، اعیان ثابتہ پر مکمل عبور تھا' تنزلہیہ وتشبیہ میں سیر کامل اور وحدت کے معترف اور ہمہ اُوست کے معلّم تھے۔

شیخ کامل سے اس قدر محبت کے ہمہ وقت خدمت شیخ میں حاضر رہتے تمام زندگی شیخ کامل کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھایا، آپ کی ذات جملہ اقوال واطوار واعمال وافعال میں اپنے شیخ کامل کا عکس جمیل تھی۔

پنجگانہ نماز کی پابندی، تہجد، اشراق، چاشت، ضُحیٰ، اوابین، نماز حفظ الایمان، ہدیۃ الرسول کے نوافل بلاناغہ ادا فرماتے ہر شب جمعہ کو صلوۃ التسبیح آپکا معمول تھا فرائض کے حصول کے ساتھ ساتھ قرآن کریم سے بے پناہ محبت کی بنا پر نماز تراویح میں سنانا شروع کیا، اپنی ظاہری زندگی میں کئی مصلّے سنائے آپ سن بلوغت سے قبل ہی بہترین عالم اور علم پر عمل پیرا ہو کر عالم باعمل بن چکے تھے اور اوراد و وظائف میں قرآن کریم کی تلاوت کو اولیت دیتے تھے۔

ذکر خفی وجلی، ذکر نفی واثبات، ذکر قلبی وروحی، ذکر سیّری صوت سرمدی مع مراقبہ اور ذکر پاس انفاس ہمیشہ فرماتے تھے اکثر روزے سے رہنا مگر ایّا بیض اور عیدالفطر کے بعد چھ روزے آپ کا مستقبل معمول تھا۔

دلائل الخیرات شریف، درود مستغاث، دورود اکبر کبریت احمر درود تاج، درود اکسیر اعظم کا ورد ہمیشہ آپ کے معمولات میں شامل رہا ہر روز بعد نماز عصر مسبعات عشر اور ختم خواجگان آپ کے وظیفہ میں شامل تھا۔

بیمار کی عیادت کرنا' سائل کو محروم نہ لوٹانا، حاجت مند و کی حاجت روائی یتیم پر شفقت، مسکین پر رحم' غریب پروری مہمان نوازی، علمائے کرام کی عزت، مشائخ کا ادب، مخلوق خدا کی پردہ پوشی کسی بات پر عذر خواہ کے عذر کو قبول فرمانا، چھوٹوں پر شفقت بڑوں کا ادب واحترام، ہر آنے والے سے خندہ پیشانی سے پیش آ کر اسکی حوصلہ افزائی کرنا، اپنے مرشد گرامی کی اولاد کو درجہ ولایت پر فائز سمجھنا آپ کے معمولات میں شامل تھا۔

آپ کی ذات والا صفات مجسمہ حسنات وکمالات وکرامات تھی ایک اعلیٰ انسان میں جسقدر خوبیاں پائی جاتی ہیں وہ تمام آپ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھیں جذبہ ایثار وقربانی اخوت ومروّت، صبر وتوکل' قناعت وشجاعت، سخاوت عبادت وریاضت زہد وتقویٰ

وپرہیزگاری، طہارت، صداقت آپکی زندہ تصویراورعلم وعمل کا حسین وجمیل پیکرآپ کی ذات والاصفات تھی۔

حسن اخلاق میں خلق محمدی کا مظہر تھے، دوست ہو دشمن اپنا ہو یا بیگانہ خویش واقارب غرض کہ ہرایک سے اخلاق کریمانہ کا اظہار آپ کی سرشت میں داخل تھا کبھی بھی کسی کی دل شکنی نہ ہونے دی، آفتاب کی شعاعوں کی طرح ہر کسی پر شعاع مہرومحبت ڈالتے جاتے تھے، تقوٰی وپرہیزگاری آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکے تھے ہمیشہ، خداوند عالم کی ذات پر اتنا توکل رکھتے کہ ہرمعاملے میں اسے ہی فاعل حقیقی جانتے ہر مشکل ورنج وآفت بیماری وراحت ومسرت خوشی وسکون کواللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے تصور فرماتے، ہمیشہ رب کی رضا پر راضی رہتے۔

آپ فنافی الشیخ کی منزل پر کماحقہ فائز تھے فنافی الافعال فنافی الاحوال، فنافی الذات ہرتین مقام پر آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا بلکہ اپنے شیخ کا عکس جمیل تھے۔

اسی طرح آپ فنافی الرسول ﷺ کی منزل پر فائز تھے اگر یوں کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ اُسوۂ حسنہ کی مکمل تصویر تھے، زندگی بھرنماز باجماعت ادا کی کبھی نماز قضا نہ فرمائی، ہمیشہ باوضو رہتے پیری کے باعث آپ کی ریش مبارک سفید تھی مگر عجیب بات کہ بعدازوصال غسل وکفن پوشی کے وقت تمام بال سیاہ ہوگئے اس عظمت وکرامت کو دیکھ کر دنیا حیران وسششدر رہ گئی، جب اس بات کوحضرت خواجہ اکمل علیہ الرحمتہ نے سُنا تو فرمایا۔

سبحان اللہ یہ تو حضور ﷺ کی کمال متابعت اور مشابہت ہے، کیونکہ حضور سیّد عالم ﷺ کے وصال کے وقت تک موئے مبارک چند ایک کے سوا مکمل سیاہ تھے۔

چنانچہ آپ کو یہ سنت بعدازوصال نصیب ہوگئی یہ بات متاخرین کے نزدیک فنافی الرسل ہونے پر شاہد وناطق ہے

ارشادات وملفوظات ☆: توحید کے سلسلہ میں آپ کا ارشاد ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے، ہرایک کا خالق ومالک ہے کائنات ارضی وسماوی میں ہر ذرّہ ہر قطرہ ہر پتہ اسی کے حکم کے تابع فرمان ہے اس کے حکم کے بغیر کوئی پتہ بھی حرکت نہیں کرسکتا، عالم کون ومکان میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا حقیقتاً کوئی موجود نہیں خیروشر اللہ ہی کی جانب سے ہے یعنی خیروشر کا علم اُسی کو ہے، کائنات میں فاعل حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات وصفات ہے۔

نمبر۲: آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید دوعالم، فخرِ موجودات خاتم النبیین اور باعثِ ایجاد کون ومکان ہیں، اسرارالٰہیہ کے مظہر ہیں، آپ کے صحابہ کرام خلفاءٔ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بمنزلہ اربعہ عناصر عالم موجودات میں ہیں۔

نمبر۳: آپ فرماتے ہیں طالب حق کو چاہیے کہ اپنے ہادی ومرشد کی فرمانبرداری کرے، صدقِ دل سے اس کے زیرفرمان رہے۔

نمبر۴: آپ فرماتے ہیں کہ طالب مولیٰ کو چاہیے کہ اپنے ہادی وشیخ کامل کے حضور دم نہ مارے، خاموش رہے اس کے حکم پر خلوص دل سے عمل پیرا ہو، پھر اُس پر فیوض وبرکات کے دروازے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کھلے رہیں گے۔

نمبر۵: آپ فرماتے ہیں علمائے کرام کو چاہیے کہ وہ محض رضائے الٰہی کے لئے علوم دینیہ پڑھائیں طالب علم کو چاہیے کہ وہ علماء کی خدمت میں خود حاضر ہو کر تعلیم حاصل کرے نہ کہ اپنے گھر بلا کر تحصیل علم کرے۔

نمبر۶: آپ فرماتے ہیں کہ مہمان نوازی کرنا، سخاوت کرنا، مروت سے پیش آنا اطاعت وخدمت، قناعت وصداقت دیانت اور شرافت کو اپنا دینی وملی اور اخلاقی فریضہ سمجھے۔

کشف وکرامات ☆: ایک دن حضور پیر پٹھان خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمتہ بستی ماڑی میاں صاحب میں تشریف فرما تھے جبکہ آپ حضرت حافظ عظمت اللہ تو گیروی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ بھی وہاں پہلے سے موجود تھے کہ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمتہ کے صاحبزادگان نے حضور پیر پٹھان کی خدمت میں عرض کیا، موضع ماڑی کے نزدیک دریا بہہ رہا ہے لنگر کا رقبہ بھی دریا بُرد ہوا چاہتا ہے بستی کو بھی شدید خطرہ لاحق ہے برائے کرم دعا فرمائیں دریا دور چلا جائے وگرنہ بروز محشر ہم دونوں بزورگوں سے اپنے نقصان کا مطالبہ کریں گے۔

حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ یہ علاقہ حافظ عظمت اللہ تو گیروی رحمتہ اللہ علیہ کا ہے یہ ان کی ذمہ داری ہے یہ فرما کر حضور پیر پٹھان نے اپنا رخ مبارک آپ کی طرف کرلیا۔

چنانچہ آپ بادل نخواستہ اٹھے اور دریا کے کنارے آئے اور فرمایا اے دریا تو جس طرح بحکم خدا آیا ہے اُسی طرح واپس چلا جا اور پھر اللہ تعالیٰ کے حضور انتہائی عاجزی وانکساری کے ساتھ اپنی ریش مبارک پکڑ کر دعا کی، اے خداوند عالم میرے سفید بالوں کی لاج رکھ یہ کہہ کر واپس آ گئے۔

اس بعد اگلے روز ہی دریا نے صبح کے وقت اپنا رخ تبدیل کرلیا آج پونے دوسو برس گزر چکے ہیں کہ دریا نے اپنا رخ موضع ماڑی کی جانب نہیں موڑا۔

کرامت۲ ☆: آپ کی خدمت میں ایک طالب علم قرآن کریم حفظ کرنے کے لئے حاضر ہوا مگر اس کا حافظہ انتہائی کمزور تھا اُسے سبق یاد نہ رہتا تھا ہر وقت نسیان کا غلبہ اس پر طاری رہتا۔

ایک دن آپ نے اسے علیحدگی میں قرآن کا سبق پڑھایا اس کے بعد اس کا حافظہ قوی ہو گیا نسیان جاتا رہا اور بہت کم مدت

میں قرآن کریم بھی حفظ کرلیا۔

کرامت ۳ ☆: حضرت خواجہ سلطان محمود تو گیروی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاوری علیہ الرحمتہ کی زیارت کے لئے مہار شریف تشریف لے گئے تو واپسی کے وقت حضرت خواجہ نور احمد سجادہ نشین اول نے آپ سے فرمایا! حافظ ہم آپ کو اس وقت تک یہاں قید میں رکھتے ہیں جب تک ہمارا صاحبزادہ محمود کوٹ مٹھن شریف سے واپس نہیں آجاتا۔لہٰذا آپ کو یہاں سے جانے کی اجازت نہ ہے اس لئے کہ صاحبزادے کے بغیر ہمارا دل اُداس ہے

یہ ارشاد سُن کر آپ نے ایک حجرہ میں علیحدگی اختیار فرمائی دوسری طرف کوٹ مٹھن شریف میں صاحبزادہ محمود صاحب کی طبیعت میں بے قراری لاحق ہوئی۔

چنانچہ وہ اُسی وقت کوٹ مٹھن شریف سے گھوڑے پر سوار ہوئے اور منزل بہ منزل جہاں بھی قیام فرماتے وہاں سے دوسرا گھوڑا حاصل کرتے اس طرح منزل بہ منزل سفر کرتے ہوئے تیسرے روز مہار شریف پہنچے اور اپنے والد گرامی کی خدمت میں حاضری دیکر تاخیر پر معذرت طلب کی۔

سجادہ نشین مہار شریف خواجہ نور احمد علیہ الرحمتہ صاحبزادہ صاحب کی آمد پر بہت خوش ہوئے اور اللہ کا شکر ادا کرنے کے بعد آپ کی اس کرامت پر بہت مسرور ہوئے جس پر آپ نے فرمایا

یہ حضرت قبلہ عالم ہی کا فیض ہے بندہ ناچیز تو کچھ نہیں

وصال باکمال اور ایمان افروز واقعہ ☆: جس وقت آپ کا وصال باکمال ہوا آپ کی عمر شریف تقریباً 87 برس تھی ریش مبارک کے بال بالکل سفید تھے

لیکن جب غسل دیکر کفن پوشی کے بعد زیارت کی گئی تو زائرین حیرت میں گم ہو کے رہ گئے ان کی آنکھیں پتھرا گئیں اور سب کی زبان سے بیک وقت یہ الفاظ نکلے

سبحان اللہ کیا شان فنا فی الرسول ہے کہ آپ کی ریش مبارک کے بال سیاہ ہو گئے گویا محبوب خدا ﷺ نے اتنا بھی پسند نہیں فرمایا کہ میرا محب آئے اور پھر مشابہت نہ ہو یہ ایمان افروز خبر تو گیرہ شریف کے طول وعرض میں پھیل گئی لوگ جوق در جوق آنے لگے مخلوق گروہ در گروہ حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہونے لگی طلوع آفتاب کے بعد تو یہ منظر اور بھی دیدنی ہو گیا کہ جب صدہا لوگ مشرف بیعت حضرت کے طالب ہوئے۔

سجادہ نشین بے حد متفکر ہوئے کہ اتنے جم غفیر میں بیعت کی طلب کیسے پوری کی جائے۔

ابھی لوگوں کی حیرانگی کم نہ ہوئی تھی ابھی زبانیں پہلا قصہ ہی مکمل نہ کر پائی تھی کہ یکا یک آپ کے جنازہ کی چارپائی سے گرجدار صدائے بافضا گونجی جسے لاتعداد لوگوں کے کانوں نے سماعت کیا کہ آپ فرما رہے تھے۔

میری چارپائی کے اوپر اونچا کر کے ایک دامن لٹکا دو اور اس کے ساتھ دائیں بائیں اپنے دامن پھیلا دو جو شخص اس دامن کو ہاتھ لگائے گا اس کی بیعت قبول ہوگی۔ خدا اُس کے ایمان کو سلامت رکھے گا اور بروز محشر حضور اکرم ﷺ کی معیت میں ہوگا اور میرا دامن گیر ہوگا

اللہ کے ولی کی زبان ترجمان سے یہ اعلان سنتے ہی بے شمار لوگ تائب ہو گئے، طالبان حق نے بیعت اختیار کی اور عقیدت ومحبت کے پھول نچھاور کئے

آپ کا وصال باکمال 87 برس کی عمر شریف میں مورخہ ۲۳ ذیعقد ۱۲۵۳ھ بمطابق 1837ء کو ہوا مزار پرانوار تو گیرہ شریف ضلع بہاولنگر میں مرجع خاص وعام ہے جہاں مخلوق خدا حاضری دیکر اپنے قلوب واذہان کو نور عرفان سے منور کرتی ہے۔ آپکے دربار پر آجکل حضرت خواجہ غلام رسول ثانی مدظلہ جو آپ کے پڑپوتے ہیں سجادہ نشین ہیں جو انتہائی عقیدت ومحبت سے سلسلہ عالیہ اور دربار شریف کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں

فقیر راقم الحروف جن دنوں 20 رکنی قافلہ لیکر پنجاب کے درباروں کی زیارات اور حاضری کے لئے رواں دواں تھا پاکپتن شریف کی حاضری کے بعد چشتیاں شریف ضلع بہاولنگر کے لئے روانہ ہوا تو مورخہ 18 اکتوبر بروز اتوار 2009ء کو دن گیارہ بجے آپ کے دربار گوہر بار میں بھی فقیر کو حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ اگرچہ اس وقت سجادہ نشین حضرت خواجہ غلام رسول ثانی صاحب مدظلہ وہاں موجود نہ تھے مگر دربار کے خدام دیگر مریدین وعقیدت مندوں نے اپنے مرشد کے دربار میں آنے والے مہمانوں کی مہمان نوازی کا فریضہ خوب نبھایا اور انتہائی احترام وعقیدت ومحبت سے قافلے کا استقبال کیا اور فقیر راقم الحروف کو ایک کتاب تذکرہ مشائخ تو گیرہ شریف پیش کی جس سے یہ تمام اوراق لکھنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔ فقیر راقم الحروف کا حضرت خواجہ غلام رسول ثانی جب مدظلہ سے ٹیلی فون پر رابطہ ہے، الحمدللہ بلند اخلاق اور انتہائی شفیق ومہربان شخصیت کے مالک ہیں خداوندِ عالم آپ حیاتِ خضر عطا فرمائے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سید نیاز علی شاہ گردیزی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: غوث زماں، قطب دوراں، عارف اکمل، فاضل بے بدل، فخر چشت اہل بہشت، حضرت خواجہ پیر سید نیاز علی شاہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ صاحب تجرید و ترک ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت غوث الوقت فخر السادات حضرت پیر سید علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے گھر موضع بیتراں سیداں تحصیل پلندری ضلع پونچھ آزاد کشمیر میں ہوئی۔

آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت والد بزرگوار سے حاصل کرنے کے علاوہ قرآن و حدیث، تفسیر و معانی و اصول فقہ و دیگر علوم متداولہ اور تصوف کا علم بھی والد گرامی سے ہی حاصل کیا۔

چونکہ آپ کے والد گرامی حضرت پیر سید علی شاہ علیہ الرحمتہ اپنے وقت کے عظیم اور جلیل القدر محدث و مفسر اور فقیہ تھے اس کے علاوہ علوم ظاہریہ و باطنیہ میں کمال دسترس رکھتے تھے اس لئے انہوں نے اپنی نگرانی میں ہی آپ کو سلوک و معرفت کی منازل طے کرائیں۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں غوث زماں فخر چشت حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ المعروف حضرت پیر پٹھان کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی کے دست مبارک سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و فائز المرام ہوئے۔

حج بیت اللہ و زیارات مقامات مقدسہ ☆: آپ اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد ہندوستان کے مختلف مقامات پر زیارات مقامات مقدسہ کے لئے تشریف لے گئے اور ان بزرگوں کے روحانی فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔ بعد ازاں اپنے جداعلیٰ حضرت شاہ قسور گردیزی علیہ الرحمتہ کے مزار مقدسہ افغانستان میں چلہ کشی کی اور کچھ عرصہ وہاں پر مقیم رہ کر واپس اپنے وطن مالوف جنت نظیر کشمیر میں تشریف لا کر اپنے آبائی گاؤں موضع بیتراں سیداں تحصیل پلندری ضلع پونچھ کو مرجع خلائق بنایا۔ اور سلسلہ رشد و ہدایت اور درس و تدریس جاری کر کے دین حق کے طالبان اور متلاشیان علم تصوف کی رہنمائی فرماتے رہے، دور دراز ملکوں سے لوگ آ کر آپ کے روحانی فیوض و برکات سے مستفید ہونے لگے اور تقریباً پچاس برس تک آپ دین اسلام اور سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کی شمع کو فروزاں کرتے رہے۔

سیرت و کردار☆: آپ کی تمام عمر عبادت و ریاضت اور ذکر الٰہی میں گزری۔ عشق رسول ﷺ آپ کے سینے میں موجزن تھا علم ظاہری و باطنی کا سرچشمہ آپ کی ذات والا صفات تھی آپ نے اپنے علم و عرفان سے رسومات بدعات کا خاتمہ فرمایا شریعت مصطفیٰ ﷺ اور طریقت بزرگان کے لئے آپ ہمیشہ سینہ سپر رہے حسن اخلاق اور سخاوت آپ کو ورثہ میں ملی تھی پوری زندگی لنگر آپ کا وسیع اور دراز رہا ہر شخص سے پیار محبت سے پیش آتے ہر آنے والا یہ سمجھتا کہ آپ مجھ ہی بہت زیادہ پیار کرتے ہیں۔

اولاد و امجاد☆: خداوند کریم نے آپ کو تین صاحبزادے حضرت پیر سید عالم شاہ' حضرت پیر سید مہدی شاہ' حضرت سید دیوان شاہ عنایت فرمائے آپ کے تینوں صاحبزادے علم ظاہری و باطنی اور اپنے اجداد کے علم کے صحیح وارث تھے۔ جبکہ آپ کی خلافت و جانشینی حضرت پیر سیّد میر عالم شاہ صاحب کے حصہ میں آئی۔ چونکہ یہ سب سے بڑے تھے مگر عالم شباب میں ہی ان کا وصال ہو گیا تھا ان کے بعد آپ کے جانشین و ظاہری و باطنی علم کے وارث حضرت پیر سید طفیل حسین شاہ گردیزی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ مقرر ہوئے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۲۵۴ ہجری بمطابق 1838ء کو ہوا مزار پُر انوار موضع بتیر اں سیداں تحصیل پلندری ضلع پونچھ آزاد کشمیر میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں آپ کا سلسلہ آج بھی جاری و ساری ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت میاں محمد باران چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: متحقق در مقام ذوق وشہود، قطب حقیقت، غواصِ بحرِ معانی حضرت میاں محمد باران کلاچی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ آپ کا شمار بادہ نوشان توحید ورسالت میں ہوتا ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت پٹھانوں کے معزز قبیلہ کے ایک بزرگ جناب نور محمد مرحوم کے گھر موضع کلاچی، علاقہ دامان ضلع ڈیرہ اسماعیل خان صوبہ سرحد میں ہوئی۔

آپ کا شمار غوث زماں حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی المعروف پیر پٹھان علیہ الرحمۃ کے اجل خلفاً میں ہوتا ہے، مرشد کامل کی نگاہ میں آپ کی توقیر وعظمت کیا تھی، اس کا اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ، حضور پیر پٹھان کا معمول تھا کہ بعض علماء وخلفاء کو تاج خلافت سے سرفراز فرمانے کے بعد ان کو آپ حضرت میاں محمد باران کی خدمت میں کچھ عرصہ رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ اپنے پیر بھائیوں کو بحکم شیخ تربیت فرماتے تھے۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے ابتدائی تعلیم حضرت مولانا محمد عثمان ساکن وھوا تحصیل وضلع تونسہ شریف سے حاصل کی، اس کے بعد کچھ عرصہ ڈیرہ غازی خان میں تعلیم حاصل کرتے رہے، آپ کے اُستاد محترم جب ڈیرہ غازی خان چھوڑ کر مہار شریف ضلع بہاولنگر تشریف لے گئے، تو آپ بھی استاد محترم کے ہمراہ مہار شریف چلے گئے وہاں کچھ عرصہ حصول علم میں مشغول رہے، مہار شریف میں معمول تھا کہ جو سبق اُستاد طالب علم کو پڑھاتے وہ بعد میں حضور قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ کو سنایا جاتا تھا۔

ایک دن حضرت قبلہ عالم خواجہ مہاروی علیہ الرحمۃ نے آپ کو حکم دیا کہ اب کوٹ مٹھن میں حضرت قاضی محمد عاقل چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے پاس تشریف لے جا کر بقیہ علوم کی تکمیل کرو۔

چنانچہ آپ قبلہ عالم مہاروی کے حکم پر کوٹ مٹھن شریف کے حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل کوریجہ چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں رہ اکتساب علوم دینیہ کرتے رہے، اس دوران حضور پیر پٹھان خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ بھی آپ کے شریک درس رہے۔

بیعت وخلافت ☆: دوران تعلیم آپ نے حضور قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بیعت کے لئے درخواست کی تو قبلۂ عالم نے فرمایا ابھی مزید کچھ عرصہ تعلیم جاری رکھو، سات برس کے بعد دوبارہ حاضر ہو کر درخواست بیعت کی تو قبلۂ عالم نے فرمایا تم تونسہ شریف میں میرے خلیفہ پیر پٹھان کے پاس چلے جاؤ۔

چنانچہ آپ حضرت قبلہ عالم کے حکم پر سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی المعروف پیر پٹھان علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے، بعدازاں انہی کے دست مبارک سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و صاحب مجاز ہوئے۔

سیرت و کردار☆: آپ علم وفضل میں کمال درجہ رکھتے تھے، بڑے بڑے ذی وقار علماء نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے، آپ کو خداوند کریم نے علوم ظاہریہ کے علاوہ باطنی علوم سے بھی سرفراز فرمایا تھا، طالبان حق کی تربیت میں ملکہ حاصل تھا۔

تمام زندگی شیخ کامل کی خدمت میں رہ کر عبادت وریاضت مجاہدہ وسلوک میں گزاری، عطائے خرقۂ خلافت کے بعد بھی کافی عرصہ تک شیخ کامل کی خدمت میں رہے، اپنے شیخ سے والہانہ عشق کی بنا پر جدائی گوارا نہ تھی، زندگی کا طویل حصہ ارض مقدس تونسہ شریف میں گزارا۔

آپ کی ذات والاصفات جامع الحسنات وکمالات، صاحب کشف وکرامات تھی، آپ کی زندگی ہر ہر لحہ سراپا کرامت تھا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۲۸ ربیع الاول شریف ۱۲۵۴ھ بمطابق ۱۸۳۸ء کو ہوا۔ مزار پُرانوار موضع کلاچی علاقہ دامان ضلع ڈیرہ اسماعیل خان صوبہ سرحد میں مرجع خاص وعام ہے جہاں آج بھی آپ کے عقیدت مندان حاضری دے کر منہ مانگی مرادیں پارہے ہیں۔

آپ کے مزار پُرانوار کی تعمیر کا انداز نہایت ہی شاندار اور دلکش ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ سلطان محمود چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی، عارف ابن عارف، کامل ابن کامل، سراج العرفا، سرتاج نقبأ حضرت خواجہ سلطان محمود تو گیروی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ چراغ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ فخریہ تو گیریہ ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت بہاولنگر سے چھ میل دور دریائے ستلج کے کنارے علمی و روحانی بستی تو گیرہ شریف میں اپنے وقت کے عظیم روحانی پیشوا حضرت خواجہ حافظ محمد عظمت اللہ چشتی نظامی تو گیروی علیہ الرحمۃ کے گھر ہوئی۔

آپ کا گھرانہ شروع ہی سے علم و عرفان کا مرکز و منبع تھا، جب آپ نے آنکھ کھولی تو ہر طرف سے ذکر خدا اور ذکرِ رسول ﷺ کی صدائیں بلند ہوتیں نظر آئیں، والدہ ماجدہ کی طہارت کا یہ عالم نماز روزہ تو الگ رہا وہ کبھی بھی بے وضو نہ رہتیں، نہ ہی انہوں نے کبھی آپ کو وضو کے بغیر دودھ پلایا، یہی وجہ تھی کہ آپ آغوش مادر ہی میں فرخندہ آثار و شعاعِ تابدار نظر آتے تھے۔

بچپن میں کھیل کود دیگر لہو و لعب سے کوئی تعلق واسطہ نہ تھا، آپ کا دامن حرص و ہوس سے خالی اور مبرا تھا۔

آپ نے تمام دینی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت خواجہ حافظ محمد عظمت اللہ تو گیروی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ سے حاصل کی، قرآن مجید کے بعد عربی و فارسی کی کتب صرف و نحو اور دیگر کتب متداولہ کی تکمیل بھی انہی سے کی۔

دینی تعلیم کی تکمیل کے بعد روحانی تعلیم و تربیت بھی والد گرامی سے حاصل کر کے مرتبہ بلند پر فائز المرام ہوئے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ فخریہ میں اپنے عظیم والدِ گرامی حضرت خواجہ حافظ محمد عظمت اللہ چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے، بعد از تکمیل مجاہدات و منازل سلوک طے کرنے کے اپنے عظیم والد گرامی سے ہی خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہو کر ان کے جانشین و ولی عہد قرار پائے۔

آپ کے والد گرامی نے اپنے وصال سے قبل اپنے آخری ایام میں ہی آپ کو اپنی روحانی امانت یعنی فیوض و برکات اور اوراد و وظائف کی نعمت عظمیٰ مرحمت فرمائی تو اس وقت آپ کا چہرہ انور و پیشانی اطہر جگمگا اٹھے۔

آپ کے پیر بھائی حضرت خواجہ الٰہی بخش چشتی نظامی علیہ الرحمۃ ٹبی شریف والوں نے آپ کے چہرہ انور پر نور ولایت کے آثار نمایاں دیکھ کر آپ کو ہدیہ تبریک پیش کیا، اس کے علاوہ محفل میں موجود تمام صلحا اصفیاء اور ہر فرد بشر آپ کو بصد عقیدت و محبت مبارک دینے لگا۔

سیرت و کردار ☆: آپ کے بارے میں یہ بات شہرت کو پہنچی ہے کہ والد گرامی اور شیخ کامل کے وصال کے بعد آپ کی

شکل وشباہت بعینہٖ اپنے شیخ کامل اور والد بزرگوار کی طرح نظر آتی تھی، لباس، رنگ، نشست و برخاست اوراد و وظائف شغل واشغال روزمرہ اور اعمال واقوال وافعال ویسے ہی نظر آتے جس طرح آپ کے والد بزرگوار اور شیخ کامل کے تھے۔

تمام عمر اپنے شیخ و والد بزرگوار کے سلسلہ اور مسلک ومشرب پر قائم رہتے ہوئے گزاری، اسی بنا پر آپ کا فیض باطنی و مدارج و مراتب دیگر برادران سے ارفع واعلیٰ اور عظیم تر ہوتے چلے گئے، اور آپ کی بدولت سلسلہ عالیہ کو چار دانگ عالم میں تقویت و پذیرملی۔

آپ بچپن ہی سے نماز پنجگانہ کے پختہ عامل تھے، نماز تہجد، اشرق کے نوافل، اوابین، چاشت اور صلوٰۃ حفظ الایمان باقاعدگی سے ادا فرماتے تھے۔

اس کے علاوہ صلوٰۃ التسبیح، صلوٰۃ الحاجات کے علاوہ وظائف میں دلائل الخیرات، درودِ مستغاث، درودِ تاج، درودِ اکبر اور قرآن مجید کی تلاوت بھی فرماتے تھے، ختم خواجگان آپ کا مستقل معمول تھا۔

ذکر نفی واثبات، خفی وجلی، پاس انفاس اور دیگر وظائف باطنی وظاہری حسبِ دستور پیر و مرشد از خود جاری وساری تھے۔

آپ کی ذاتِ والا صفات شب بیدار، کم گو، کم خور، صائم الدھر، قائم الیل اور دائمی طور پر وضو کی پابند تھی۔

تمام عمر مذہب حق اہل سنت وجماعت کے نہ صرف پیروکار بلکہ عظیم مبلغ وداعی کی حیثیت سے گزاری، اپنے والد کی طرح وحدت الوجود کے قائل وصاحب احوال بزرگ تھے۔

خداوند عالم نے جس طرح آپ کو باطنی طور پر نور معرفت کے حسن سے نوازا تھا اسی طرح ظاہری حسن و جمال ایسا عطا فرمایا کہ چہرے کو دیکھ خدا کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے سے دور بہت سے لوگ صرف اور صرف آپ کے روئے تاباں کی زیارت سے نیک سیرت بن گئے، اور خدا کے نیک بندوں میں شمار ہوئے۔

آپ کی ہر ہر ادا قول وفعل اپنے شیخ وہادی کے عین مطابق تھا، توکل، صبر، قناعت، سخاوت، ایثار، قربانی، صداقت، شرافت، دیانت، مروت، اخوۃ، مودت، اور رحم دلی کا ایک حسین وجمیل پیکر آپ کی ذاتِ والا صفات تھی۔

کشف وکرامت ☆: ایک مرتبہ آپ کے شیخ کامل و والد بزرگوار حضرت خواجہ حافظ محمد عظمت اللہ تو گیری علیہ الرحمۃ نے آپ کو دہلی بھیجا کہ وہاں جا کر اپنے بھائی صاحبزادہ محمد اعظم کو لے آؤ، جو وہاں فیاض عالم حضرت خواجہ غلام رسول تو گیری علیہ الرحمۃ کی خاطر گئے ہوئے تھے۔

اپنے والد گرامی کا فرمان سنتے ہی آپ پاپیادہ دہلی کی جانب روانہ ہو گئے، ان دنوں سفر کی سہولیات آج کی طرح نہ تھیں بلکہ اتنا دور دراز سفر وہ بھی اکیلے تن تنہا کرنا انتہائی دشوار تھا، لق ودق صحرا جہاں میلوں میل پانی کی بوند میسر نہ ہو کھانے کی کوئی چیز نہ ملے آپ تن تنہا چلتے ہوئے منزل مقصود پر پہنچے۔

چند یوم دہلی میں قیام کے دوران حضرت فیاض عالم اور صاحبزادہ محمد اعظم کی مزاج پرسی کی، اور صاحبزادہ محمد اعظم کو اپنے آنے کا مقصد بتایا تو انہوں نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔

چنانچہ آپ کو تنہا ہی واپس لوٹنا پڑا اور "ہر دم رضائے جاناں" کے پیش نظر پیادہ تو گیرہ شریف کی طرف چل دیئے، راستہ میں ایک ویران و سنسان بستی سے گزر ہوا تو دو افراد قوی ہیکل نمودار ہوئے، انہوں نے آپ کے دونوں بازو پکڑ کر مضبوطی سے جکڑ لیے، پھر ایک تیسرا شخص جوان دونوں سے زیادہ طاقتور ظاہر ہوا، جس کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی، آپ کے سر سے اوپر تک لے جا کر کہنے لگا کہ جو نقدی تیرے پاس ہے ہمیں دے دو، ورنہ تمہاری خیر نہیں۔

آپ نے ان سے فرمایا میں ایک مسافر و درویش ہوں، سوائے ان کپڑوں کے میرے پاس کچھ نہیں ہے، مگر انہیں یقین نہ آیا اور وہ دونوں بازو پکڑے ہوئے زور زور سے جھنجھوڑنے لگے۔

ان کی اس حرکت پر آپ کے دل میں ایسا جذبہ و جوش پیدا ہوا کہ آپ نے ایک فلک شگاف نعرہ بلند کیا اور ایک ہی جست میں اپنے بازو چھڑا کر ان کے مدمقابل کھڑے ہو کر ان کو للکارا، پھر کیا تھا کہ وہ تینوں بے حد ہراساں ہوئے اور مبہوت و ساکت ہو کر رہ گئے، اس کے بعد آپ اپنی منزل مقصود پر بخیریت پہنچ گئے۔

وصالِ با کمال ☆: آپ کا وصال با کمال اپنے والد گرامی کے وصال کے چھ برس بعد شب دوشنبہ ۱۸ محرم الحرام ۱۲۶۱ھ بمطابق 1845ء کو ہوا، آپ کی نماز جنازہ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت خواجہ الٰہی بخش چشتی نظامی علیہ الرحمۃ گیرہ شریف والوں نے پڑھائی۔

مزار پُر انوار گیرہ شریف ضلع جہلم میں مرجع خلائق عام ہے، جہاں اہل عقیدت و محبت آج بھی حاضری دے کر اپنے قلوب و قلوب کو نورِ ایمان سے منور کرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو 18 اکتوبر 2009ء بروز اتوار آپ کے دربار گوہر بار میں حاضری کا شرف نصیب ہوا، اس وقت 20 سکھ وفد کے علاوہ جماعت اہل سنت پاکستان کے امیر حضرت علامہ قاری غلام محمد چشتی صدر جماعت اہل سنت ضلع راولپنڈی بھی ہمراہ تھے۔ سبحان اللہ دربار شریف کی تعمیر و تزئین و آرائش و زیبائش اور حسن انتظام و مہمان نوازی لائق صد تحسین آفرین ہے۔ کسی عاشق صادق نے آپ کی قطعہ تاریخ ان الفاظ میں رقم کی ہے۔

یک هزار دو صد دهم شصت ویک
در محرم هشتد ذیں نیست شک
شبِ دوشنبه نیم شب واصلِ بحق
سنت از مولائے خود برده سبق

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ محمد شاہ سلیمان تونسوی چشتی نظامی المعروف پیر پٹھان رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: کاشف اسرار الٰہی عارف معرفت لامتناہی جامع بعلوم معنوی وصوری۔ سلطان التارکین برہان العاشقین امام الواصلین حجتہ الکاملین حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی المعروف پیر پٹھان چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ شہباز حقیقت ومعرفت ہیں، آپ کی ولادت باسعادت کوہستان کے علاقہ گڑ گوجی میں ۱۷۶۴ء بمطابق ۱۱۸۲ھ میں افغانوں کے قبیلہ جعفر کے نامور بزرگ جناب محمد زکریا کے گھر ہوئی۔

آپ کے والد گرامی جناب زکریا خود بھی صاحب علم وفضل کمال شخصیت کے حامل تھے اور انہیں اہل علم خاندان سے ایک نسبت بھی حاصل تھی۔ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کے سر سے والد ماجد کا سایہ عہد طفولیت میں اٹھ گیا تھا آپ کی والدہ ماجدہ نے اپنے بلند اقبال فرزندار جمند کی تعلیم وتربیت کا اہتمام بڑے ہی تدبر سے کیا۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے ملا یوسف جعفر سے قرآن مجید حفظ کیا اپنے ایک ہم قوم حاجی صاحب سے بھی تعلیم قرآن کے سلسلہ میں مدد حاصل کی اور ساتھ ساتھ فارسی کی چند کتب بھی انہی سے پڑھیں۔ پھر میاں حسن علی صاحب کے پاس تونسہ شریف میں آکر علم حاصل کرنا شروع کیا۔ یہاں آپ نے فارسی نظم ونثر پر دست گاہ حاصل کی یہیں سے آپ لانگھ چلے گئے جو تونسہ شریف سے پانچ کوس کے فاصلے پر مشرق کی جانب واقع ہے۔ اور میاں ولی محمد آف لانگھ کی خدمت میں رہ کر آپ نے مزید تعلیم حاصل کی۔ ان دنوں شیدانی شریف میں قاضی احمد علی کوریجہ چشتی نظامی اور اُن کے محترم پدر گرامی قاضی محمد عاقل چشتی نظامی علیہم الرحمتہ نے ایک دار العلوم قائم کر رکھا تھا۔ جہاں علوم دینیہ کی انتہائی اعلیٰ تعلیم دی جاتی تھی۔

چنانچہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نے شیدانی شریف پہنچ کر یہاں سے منطق اور فقہ کی کتابیں پڑھیں۔ تصوف کی بعض کتابیں آداب الطالبین۔ فقرات، عشرہ کاملہ وغیرہ پر عبور حاصل کیا۔ شیدانی شریف تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان میں قیام کے وقت آپ کی عمر شریف ۱۵ برس تھی۔ یہاں سے تحصیل علم کے بعد آپ اپنے شوق کی تکمیل کے لئے اُوچ شریف تشریف لے گئے۔ دوسری طرف حضرت خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمتہ اپنے مرشد مولانا فخر الدین فخر جہاں علیہ الرحمتہ اورنگ آبادی کے حکم سے کوہستان سلیمان کے شہباز بلند پرواز کی تلاش میں اوچ شریف پہنچ چکے تھے تاکہ اس شہباز کو مقید کر کے سدھائیں اور سدرۃ المنتہیٰ پہنچائیں۔

مرشد کامل سے ملاقات ☆: حضرت پیر پٹھان خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کواوچ شریف پہنچ کر حضرت خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ کی آمد کی خبر ہوئی۔ آپ نے اپنے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے شوق کی تکمیل کی غرض سے سماع کے مسئلہ پر حضرت خواجہ صاحب سے گفتگو کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر حضرت خواجہ مہاروی علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں پہنچ کر آپ کے اندر ہمت نہ رہی کہ کوئی سوال کریں حتیٰ کہ تین روز تک اسی کشمکش میں رہے۔ کہ کس طرح سوال و جواب کریں۔ آخر ایک روز حضرت خواجہ مہاروی کی نگاہ آپ پر پڑی۔ آپ تاڑ گئے کہ یہی وہ شہباز ہے۔

چنانچہ انہوں نے قاضی محمد غاقل سے آپ کی بابت پوچھا کہ یہ کون نوجوان ہے۔ قاضی صاحب نے آپ کے بارے میں بے کم و کاست سب کچھ بیان کر دیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتلایا کہ یہ فقیر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ارادہ سے یہاں آیا ہے۔ حضرت خواجہ مہاروی نے ساری باتیں سُنیں اور فرمایا کہ:

اے بسیار بلند همت و وسیع نهضت بنظر مے آید

بیعت و خلافت ☆: حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ڈرتے ڈرتے حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت قبلہ عالم نے آپ کے دونوں ہاتھ پکڑے اور حضرت سیّد جلال الدین سرخ بخاری علیہ الرحمۃ کے مزار کے سرہانے کی طرف لے جا کر آپ کو بیعت کیا۔

یوں حضرت خواجہ مہاروی علیہ الرحمۃ نے اپنے مرشد حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی علیہ الرحمۃ کے حکم سے کوہستان سلیمان کے شہباز بلند پرواز حضرت خواجہ پیر پٹھان محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ داخل سلسلہ عالیہ کیا۔ حضرت پیر پٹھان نے چھ سال حضرت خواجہ مہاروی کی خدمت میں گزارے۔ تصوف منطق اور فقہ کی تمام کتابیں آپ سے از سر نو پڑھیں۔ حضرت خواجہ مہاروی سے آپ نے باطنی استفادہ حاصل کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں تمام منازل روحانی طے کر لیں۔

بائیس سال کی عمر میں آپ کو اجازت و خلافت حاصل ہوئی اور مسند ارشاد پر بیٹھنے کا حکم ملا۔ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ نے آپ کے بارے میں فرمایا اس لڑکے نے روحانی اسرار اور نعمت الٰہی کے حاصل کرنے میں متعجب و حیران کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے کس قدر وسیع حوصلہ عطا فرمایا ہے۔ جو کچھ حاصل کرتا ہے۔ اس کی استعداد اور قابلیت اس سے کئی گناہ بڑھ کر ہوتی ہے۔

سیرت و صورت ☆: آپ انتہائی متقی پرہیزگار پابند شریعت و طریقت اور اخلاق محمدی کا عملی نمونہ تھے۔ خواجگان چشت اہل بہشت کی تعلیمات اور اقوال و افعال و اعمال پر سختی سے کار بند رہتے تھے۔ اپنے مریدین معتقدین کو بھی اسی طرح کار بند رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔ جس طرح آپ نے حصول علم کے لئے تمام عمر اس کی تلاش میں گزاری اسی طرح آپ نے سجادہ مشیخیت پر بیٹھ کر ظاہری و باطنی علوم کے دریا بہائے۔ تونسہ شریف کو آپ نے ایک دار العلوم بنا دیا سینکڑوں علماء دور دراز مقامات سے یہاں آکر مقیم ہو گئے۔ اور آپ سے روحانی فیض حاصل کر کے اسلامی دنیا میں پھیل گئے۔ آپ کے مدرسہ میں درس و تدریس کے واسطے مستقل طور پر

پچاس پچاس جید علماء مقیم رہتے تھے۔ جہاں علوم دینیہ کی انتہائی اعلیٰ تعلیم دی جاتی تھی۔ آپ خود بھی تصوف کی کتابوں کا درس دیتے تھے۔ آپ امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم اور فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم جیسی کتابوں کا درس بنفس نفیس دیا کرتے تھے۔ یہی حال آپ کے لنگر خانے کا تھا۔ دو ہزار طالب علم کم از کم صبح وشام آپ کے دار ضیافت سے کھانا کھایا کرتے تھے۔

آپ نے لنگر چلانے کے لئے ایک پورا محکمہ تشکیل دے رکھا تھا۔ جہاں ضرورت کی ہر شے موجود تھی۔ حجام، لوہار، موچی، آب کش، طبیب، منشی وغیرہ باقاعدہ تنخواہ پر کام کرتے تھے۔ درویشوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دیتے۔ ایک مرتبہ طالب علموں اور اساتذہ کی ادویات کا خرچ ایک ماہ میں پانچ سو روپے نکلا۔ منشی نے آکر آپ کو اطلاع دی کیونکہ اُس زمانے میں پانچ سو روپے بہت بڑی رقم تھی۔ مگر آپ منشی پر برہم ہوئے اور فرمایا اگر درویشوں کی دوا دارو پر پانچ ہزار روپے بھی خرچ آئیں۔ تو مجھے اطلاع نہ کی جائے کیونکہ درویشوں کی جان کے مقابلے میں روپیہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ حضرت پیر پٹھان خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی شکل وصورت حضرت پیران پیر دستگیر سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشابہ تھی۔

آپ کا چہرہ گول اور قدرے کتابی تھا۔ آپ کی پیشانی کشادہ اور رنگ سفیدی مائل تھا۔ آنکھیں خوبصورت اور پرکشش تھیں جبکہ پلکیں دراز تھیں۔ اور ریش مبارک نہ بہت گھنی نہ تپلی تھی قد اوسط درجے پر دراز تھا۔ جسامت قدرے بھاری تھی۔ دیکھنے والے پر آپ کی شکل وصورت کا نہایت دلکش اثر پڑتا ہے۔ آپ کے مزاج میں نفاست اور طبیعت میں لطافت تھی۔ اس لئے آپ کے لباس میں خوبصورتی اور پاکیزگی کا خاص خیال رہتا تھا۔ بھدے اور میلے لباس آپ بالکل پسند نہ فرماتے تھے۔ گرمی کے موسم میں سر پر سفید خادری ٹوپی پہنتے تھے۔ جو نہایت خوبصورت کٹی ہوئی ہوتی ہے اور اس کے گرد حاشیہ لگا ہوا ہوتا تھا۔ عموماً ململ یا لٹھے کا پیراہن زیب تن فرمایا کرتے تھے۔

نواب بہاولپور کا دستور تھا کہ سردیوں کے موسم میں روئی کی ایک قباء تیار کروا کر بھیج دیتے جس کے گریبان پر زردوزی کا کام ہوا ہوتا تھا۔ آپ اس کو بہت شوق سے استعمال فرمایا کرتے تھے۔ اس کے نیچے تہہ بند باندھتے اور کبھی پجامہ استعمال فرمایا کرتے تھے۔

چارپائی پر غالیچہ یا روئی کی خوب صورت توشک بچھی رہتی تھی۔ جس پر آپ استراحت وآرام فرمایا کرتے تھے۔

آپ کی خاص وعام میں مقبولیت ☆

حضرت پیر پٹھان رحمتہ اللہ علیہ جس طرح عوام میں ایک خاص مقبولیت رکھتے تھے۔ اسی طرح اپنے ہم عصر علماء اور مشائخ میں بھی آپ کی بہت خصوصیت کے ساتھ مقبولیت تھی۔ بلکہ آپ اپنے زمانہ کے علماء اور مشائخ کے سرخیل تھے۔ صرف اپنے ہی نہیں بلکہ بیگانے بھی آپ کی ذات کے معترف تھے۔

سر سیّد احمد خان اپنی کتاب الصناوید میں تحریر کرتے ہیں کہ خواجہ سلیمان تونسوی کی شہرت قاف سے قاف تک تھی۔

اسی طرح مسلک دیوبند کے ممتاز عالم دین مولانا حسین احمد مدنی دیوبندی کہا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ تونسوی اپنے زمانہ کے آفتاب تھے۔

ایک مرتبہ ۱۲ ربیع الاول کو دامان کے ہزار ہا لوگ مرد عورتیں تونسہ شریف میں جمع ہو گئے اور حضرت پیر پٹھان خواجہ تونسوی کی خانقاہ

مبارک کا طواف کرنا شروع کر دیا۔ جب ان سے ایسا کرنے کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے اپنے وطن میں ایک غیبی آواز سنی۔ کہ ۱۲ ربیع الاول کو جو شخص حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کرے گا۔ وہ ضرور بہشت میں جائے گا۔ اس لئے ہم حضرت پیر پٹھان کی زیارت کے واسطے اپنا گھر بار چھوڑ کر اتنا طویل سفر کر کے اس جگہ آئے ہیں۔ تا کہ اللہ تعالیٰ بطفیل خواجہ تونسوی ہمیں بخش دے۔

اس مجمع میں ایک عورت ایسی بھی تھی جو اپنے گھر میں روٹیاں پکا رہی تھی جب ہاتف غیبی نے یہ نوید سنائی کہ حضرت خواجہ صاحب کی زیارت کرنے والا جنتی ہوگا۔ تو وہ روٹی پکاتی پکاتی بچوں اور گھر بار کو چھوڑ کر تونسہ شریف پہنچ گئی۔ جبکہ اس کا گھر تونسہ شریف سے ۳۰ کوس کے فاصلے پر تھا۔ جب لوگوں کا ہجوم بڑھتا گیا تو حضرت پیر پٹھان جو کہ اس وقت اپنے حجرہ میں مشغول عبادت تھے۔ اپنے خادم خاص محمد اکرم کو باہر بھیجا کہ پتہ کر کے آؤ یہ شور کیسا ہے۔ تو خادم نے عرض کی حضور آپ لوگوں کو بلواتے خود ہیں اور پوچھتے ہم سے ہیں۔ اُس نے کہا کہ حضور آپ کی خانقاہ سے باہر آپ کی دید کے پیاسوں کا ایک جم غفیر جمع ہو چکا ہے۔ یہ سُن کر حضرت پیر پٹھان حجرہ شریف سے باہر تشریف لائے۔ اور لوگوں کو اپنی زیارت کروائی جو غیبی آواز سن کر دیدار خواجہ کے لئے آئے تھے کہ وہ اس طرح بہشت میں جاسکیں گے دیدار عام کے بعد وہ تمام کا تمام ہجوم آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر آپ کے خدام میں شامل ہو گیا۔

سخاوت وایثار☆: آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ایک شخص محمد واصل جو سیاح تھا اُس نے آپ کی خدمت میں عرض کی حضرت میں نے عرب وعجم کی سیاحت کی ہے لیکن آپ کی ذات مبارک کی نظیر میں نے کہیں نہیں دیکھی آپ گھوڑے اور اونٹ اور دوسرے جانور بمع نقد جنس کپڑے آٹا اور طعام لوگوں کو دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ لوگوں کی دوادارو کا بھی بندوبست کرتے ہیں اس کے علاوہ گمراہوں کو فلاح کی راہ بھی دکھاتے ہیں۔

یہ باتیں سُن کر خواجہ تونسوی مسکرائے اور فرمایا محمد واصل میری بات توجہ سے سنو جب میں اپنے وطن کو واگ سے علم حاصل کرنے کے لئے شہر میں آ کر مسجد سفید میں سکونت پذیر ہوا۔ تو ایک نور باف نے میرا وظیفہ مقرر کیا۔ اس کے دروازے پر ایک کتا بھی ہوتا تھا۔ میں اُس سے بہت ڈرتا تھا۔ وظیفہ لینے کے لئے پہلے مسجد کے صحن سے جو کہ اس نور باف کے گھر سے اونچا تھا۔ میں دیکھتا اگر کتا اس وقت دروازے پر نہ ہوتا تو میں دوڑ کر اپنا وظیفہ لے آتا اور کھالیتا ورنہ سارا دن فاقہ میں گزار دیتا۔ میں تو وہی ہوں لیکن حق تعالیٰ کی ذات کرم ہے۔ کہ جس نے مجھے اپنی عنایات سے نوازا ہے۔

حضور خواجہ تونسوی کوہستان کے پہاڑی علاقہ سے متعلقہ پٹھان قبیلہ سے متعلق تھے۔ مگر باوجود اس کے پٹھانوں اور پہاڑی علاقے کی روایتی سختی آپ میں موجود نہ تھی۔ عمر بھر لوگوں کی بھلائی کے لئے بے شمار فلاحی کام کئے۔ آپ کے روئیں روئیں میں نرمی محبت مہربانی اور سخاوت کا عنصر پایا جاتا تھا۔

ملفوظات وارشادات☆: آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ایک عام شخص اور خاص شخص میں صرف اتنا فرق ہے کہ جو کوئی کے دیئے ہوئے رزق پر قناعت کرتا ہے اس کے دل میں زیادتی کی طلب اور حرص نہیں ہوتی وہ خاص میں سے ہوتا ہے۔

نمبر۲☆: آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا محبوب ومقبول بن جائے تو اُس کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ متابعت شریعت میں ظاہراً وباطناً کوشش کرے تا کہ اس کو خدا کی قربت نصیب ہو جائے۔

نمبر۳☆: آپ فرتے ہیں کہ سالک کو ہمیشہ رحمت پروردگار کے لئے امیدوار رہنا چاہیے۔ اس لئے کہ وہ ذات رحمان ہے۔ اور اُس نے خود فرمایا ہے۔ کہ میری رحمت غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ اس لئے بندوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی نہ امید اور مایوس نہ ہوں۔ کیونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ میری رحمت سے مایوس ہونا کفر ہے۔

نمبر۴☆: ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ جس نے دنیا کو چھوڑ دیا۔ وہ خدائے ذوالجلال کا محبوب ومقبول ہو گیا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ اور دنیا کا چھوڑنا تمام عبادتوں کا اصل ہے۔

نمبر۵☆: آپ اپنے پیر ومرشد خواجہ نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک ارشاد بیان فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے مرشد کے ارشاد پوری توجہ سے سنتا ہے۔ اور پھر اُن کو لکھ لیتا ہے۔ اس کو بے شمار برکات عطا کی جاتی ہیں۔

نمبر۶☆: آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا اس طرح خیال رکھتا ہے۔ کہ اُتنا زیادہ ایک ماں بھی اپنے بچے کا خیال نہیں رکھ سکتی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک مرتبہ بارش کی بندش ہوگئی۔ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور بارش کے لئے نہایت عاجزی سے دعا کی درخواست کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کریم کی بارگاہ مین دعا کی تو اسی وقت جبرائیل امین وحی لے کر آئے اور فرمایا کہ فلاں جگہ ایک ضعیف بڑھیا سکونت پذیر ہے۔ اس کی گھاس پھوس کی کٹیا پرانی ہوگئی ہے۔ اگر بارش برسے گی تو وہ ضعیفہ تباہ برباد ہو جائے گی۔ اس وجہ سے ہم نے بارش کو روک رکھا ہے۔

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چند آدمیوں کو اس بڑھیا کی کٹیا کی جانب بھیجا جب اس کی کٹیا کی مرمت ہوگئی تو حق تعالیٰ نے خوب بارش عنایت فرمائی۔ حضرت خواجہ تونسوی اس حکایت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے۔ لیکن ہماری ناقص عقلیں اس کو سمجھ نہیں سکتیں۔

نمبر۷☆: آپ فرتے ہیں کہ درویش وہ ہے جو شب روز مجاہدہ میں رہے۔ اپنا وقت زیادہ تر ذکر وفکر میں بسر کرے۔ اس کی طلب فقط رضائے الٰہی ہونی چاہیے اور اسی حالت میں اس کو کچھ انوار واسرار، کشف قبور وغیرہ ہویدا ہوں تو ان کو مخفی رکھے۔ اور کسی کو نہ بتائے وصال اور مقصودِ حقیقی کی امید پر ہر روز اسی طرح محنت ومجاہدہ کرتا رہے کیونکہ جو شخص غیر شرع افعال سے پرہیز نہیں کرتا وہ ترقی کی پہلی سیڑھی پر ہوتا ہے۔ اور منزل مطلوب پر نہیں پہنچ سکتا اور جو شخص بقا باللہ کے درجے پر ہے وہ منزل کے آخری درجہ پر ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ حلقہ شریعت سے ایک قدم بھی باہر نہیں نکالتا بلکہ شب وروز حسب معمول مبتدیوں کی طرح مجاہدہ اور ریاضت میں لگا رہتا ہے۔

کشف وکرامات☆: میاں یار محمد بلغانی جو کوہستان کے علاقہ ورگ کے رہنے والے تھے۔ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت پیر پٹھان ورگ میں تشریف فرماتھے۔ کہ ایک روز ایک شخص اپنی بیوی کو لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری

بیوی پر جن کا سایہ ہے۔ آپ خدا کے لئے اس کا علاج فرما دیں۔

حضرت خواجہ پیر پٹھان نے جن کو حکم دیا تم نے اس بیچاری عورت کو کیوں گرفتار کر رکھا ہے۔ اس کی جان چھوڑ دو جن نے عرض کی۔ اے خواجہ خواجگان چند روز سے میرا بچہ سخت بیمار ہے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے بچے کی بیماری کے لئے تعویذ لینا چاہتا تھا۔ لیکن اس کام کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ تو میں نے اس عورت کو گرفتار کر لیا تا کہ اس کے وسیلہ سے آپ کی زیارت بھی ہو جائے اور میں اپنے بچے کے لئے تعویز بھی حاصل کر سکوں۔

حضرت پیر پٹھان نے فرمایا تم تعویز کس طرح حاصل کرو گے اس جن نے عرض کی آپ تعویز کو فلاں پتھر کے نیچے رکھ دیں میں وہاں سے حاصل کر لوں گا۔

چنانچہ حضور پیر پٹھان نے مطلوبہ تعویز پتھر کے نیچے رکھ دیا جن نے اسی طرح اس عورت کی جان چھوڑ دی اور خود تعویز لے کر مفقود ہو گیا۔ عورت اچھی ہو گئی اور اپنے شوہر کے ساتھ چلی گئی۔

کرامت ۲ ☆: ایک روز حضرت پیر پٹھان اپنے مریدوں کے حلقے میں تشریف فرما تھے۔ یہ واقع موضع جسر ورکا ہے۔ ذکر و فکر کی باتیں ہو رہی تھیں اچانک آپ کا روئے مبارک متغیر ہو گیا۔ آپ نے سر زانو میں جھکا لیا اور کافی دیر مراقبہ میں بیٹھے رہے کافی دیر کے بعد آپ نے پھر سر اٹھایا اور خداوند کریم کی بارگاہ کا شکرانہ نوافل کی صورت میں ادا کیا حاضرین اس امر سے متعجب ہوئے کہ چہرہ مبارک کی تغیر کا کیا موجب ہے۔

نور خان گرمانی آپ کا مرید خاص و مشیر تھا۔ اور اس پر آپ کی کمال عنایت بہت زیادہ تھی اور وہ بے تکلف بھی تھا۔ اس نے ہمت کر کے پوچھا حضرت آپ کو یکا یک کیا ہو گیا تھا۔ کہ آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا اوائل عمر میں ایک شخص عمر خان جو سکول کا رہنے والا تھا مرید ہوا۔ وہ شخص خاصا متمول تھا۔ اس نے مجھے ایک گھوڑی تحفہ دی اور چند پکے مکان میرے لئے تیار کروائے چھ کنوئیں بھی میری نذر کئے۔ مگر میں نے سوائے گھوڑی کے کوئی چیز قبول نہیں کی گھوڑی بھی اس کے اسرار کی وجہ سے مجھے قبول کرنا پڑی۔ میں اس کے لئے ہمیشہ دعائے خیر کرتا تھا وہ بھی میرے پاس تونسہ میں اکثر آیا جایا کرتا تھا ایک خاص بات یہ تھی کہ وہ بالکل ان پڑھ تھا۔

آخری عمر میں اس کے دشمنوں نے اس کی جاہلیت سے فائدہ اٹھایا اور اس کو بہکایا تم نے ایک افغان روہیلہ کی مریدی اختیار کی ہے۔ جبکہ تمہارے اپنے شہر میں ایک سے ایک بڑھ کر مرشد موجود ہیں۔ وہ شخص لوگوں کے بہکاوے میں آ گیا۔ اور اُس نے تونسہ شریف آنا جانا بند کر دیا کچھ عرصے کے بعد وہ بیمار ہو گیا۔ اس کی شکل مسخ ہو گئی اُس نے کتے کی طرح لوگوں کو بھونکنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ اپنے کپڑے پھاڑ کر گلیوں میں بھاگنے لگا۔ ہر وقت اس کی زبان پر کفر کے کلمات رہنے لگے۔ اس کی بدتر حالت دیکھ کر ایک شخص موسیٰ نامی نے اس عمر خان کو کہا کہ تم نے اپنے مرشد کی توہین کی ہے۔ یہ اس کی سزا تمہیں مل رہی ہے۔ لہٰذا اب تم توبہ استغفار کر کے اپنے مرشد کی طرف رجوع کر لو۔ تمہاری مشکلیں حل ہو جائیں گی۔ عمر خان نے موسیٰ خان کی بات کو توجہ سے سنا اور دل سے توبہ کر لی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم کیا۔ اس کی مشکلیں حل ہو گئیں۔ اور اس کی زبان پر کلمہ شریف جاری ہو گیا پھر اسے احساس ہو گیا کہ

میں نے لوگوں کے کہنے پر جو غلط کام کیا اُس کی مجھے سزا ملی ہے۔ آج عمر خان پر نزاع کا وقت آ گیا۔ اور جان کنی کے عالم میں اس کو شدید تکلیف ہو رہی تھی۔ اور اس نے مجھے یاد کیا تھا۔ میں نے اُس کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس پر مہربانی کی اور دولت ایمان لے کر فوت ہوا ہے۔

حضرت پیر پٹھان نے فرمایا کہ ایک مرشد کامل کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے مرید کا ہر حال میں خیال رکھے اور اس کی دستگیری کرے۔

کرامت ۳ ☆: حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک سوداگر مرید تھا وہ ہندوستان آتا مال فروخت کرتا اور چلا جاتا۔ جب وہ اپنے ملک واپس جاتا تو حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی کی خدمت میں ضرور حاضری دیتا اور نذرانہ پیش کرتا اور دعا کا طالب ہو کر واپس چلا جاتا۔

ایک مرتبہ وہ سوداگر آپ کی خدمت میں حاضر تھا کہ اس کے سامنے بہت سی فتوحات آئیں۔ اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ سب لنگر اور داد و دہش دنیاداروں کے روپے سے ہے۔ اگر نذرانے نہ آئیں تو یہ سب کام ختم ہو جائے گا۔

آپ اس سوداگر کے خطرے سے بذریعہ کشف آگاہ ہوئے۔ تو آپ نے دوران گفتگو فرمایا کہ جب سلطان غیاث الدین کو حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمتہ کے لنگر اور داد و دہش کے متعلق اِسی قسم کا گمان ہوا تھا تو اس نے ممانعت کر دی تھی کہ اس کے دربار کا کوئی آدمی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمتہ کی خدمت میں نہ جائے اور نہ ہی کوئی نذرانہ وغیرہ پیش کرے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء زری زر بخش علیہ الرحمتہ کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے لانگری سے کہہ کر لنگر کا خرچ دوگنا کرنے کا حکم دے دیا۔ اور خادم کو ہدایت فرما دی تھی کہ حجرہ کے طاق میں سے ضرورت کے موافق خرچ لے لیا کرے۔

اس کے بعد آپ نے اس سوداگر سے فرمایا کہ اندر جاؤ میرا مصلیٰ اٹھا کر لے آؤ وہ سوداگر حجرے میں گیا جب مصلیٰ اٹھایا تو اس کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس کے نیچے ایک دریا ہے اس کی تین دھاریں ہیں۔ ایک دھار اشرفی کی دوسری دھار روپوں کی اور تیسری دھار جواہرات کی۔ یہ دیکھ کر مصلیٰ سوداگر کے ہاتھ سے گر گیا۔ اور حجرہ سے باہر آ کر وہ سوداگر آپ سے معافی کا خواستگار ہوا۔

کرامت ۴ ☆: حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک عورت روتی ہوئی آئی اور عرض کرنے لگی حضور میرا ایک ہی بیٹا تھا وہ بھی مر گیا۔ اب میں کیا کروں۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ مائی صبر کرو۔ مگر وہ مائی بار بار رو رہی تھی۔

آپ کے ایک خادم کو اس ضعیفہ مائی پر بہت ترس آیا۔ اس نے عرض کیا حضرت ایک بیماری سکتہ بھی ہوتی ہے۔ اگر از راہ کرم حضور والا خود چل کر اس بچے کو ملاحظہ فرما لیں تو تسلی ہو جائے گی۔

یہ سن کر آپ اپنی جگہ سے اٹھے اور اس مائی کے دروازے پر پہنچے اندر جا کر دیکھا تو اس کا بیٹا واقعی مردہ پڑا ہوا تھا۔ اس کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ تو مردہ معلوم ہوتا ہے۔

خادم نے پھر عرض کی حضرت سکتہ بھی موت کے مشابہ ہوتا ہے۔ حضرت ذرا نبض ملاحظہ فرمائیں۔ آپ نے نبض پر ہاتھ رکھ کر فرمایا

کہ ناڑی بھی نہیں ہے۔ پھر خادم نے عرض کیا حضور غور سے ملاحظہ فرمائیں آپ نے پھر اس کی نبض کو دیکھا۔ ادھر آپ کی قلبی توجہ اس طرف ہوئی تو خدا کے فضل وکرم سے اس کی نبض کو حرکت ہوئی۔ پھر آپ نے فرمایا نبض چلتی تو ہے اس خادم نے عرض کیا حضور ایک مرتبہ پھر غور سے دیکھیے۔ جب دوسری بار توجہ اس طرف ہوئی تو نبض کودنے لگی اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس عورت نے بچے کو زندہ دیکھ کر وہ بچہ آپ کی خانقاہ کی خدمت کے لئے آپ کے سپرد کر دیا۔ آپ نے اس کے ذمہ پانی بھر کر لانے کی خدمت سپرد کی۔ اس کے بعد وہ کافی عرصہ حیات رہا۔

کرامت ۵ ☆: حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ اپنی خانقاہ میں جلوہ افروز تھے کہ ایک نوجوان حاضر خدمت ہو کر آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوا۔ اُس دن اور بھی بہت سے لوگ آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے تھے۔ وہ نوجوان مرید ہو کر اپنے گھر واپس چلا گیا اور رات کو سوتے وقت سوچنے لگا کہ میرے پیر کے تو بے شمار مرید ہیں۔ اتنے سارے مریدوں میں وہ بھلا میری کیسے خبر رکھیں گے۔ اُسی رات اُس نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ اُس کے بستر کے پاس کھڑے ہیں اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ حسن علی کے بیٹے ہمیں خبر ہے کہ تمہارے دانتوں میں سے ایک دانت ہلتا ہے۔ فکر نہ کر وصبح وہ دانت بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ تو اور کیا چاہتا ہے؟

وہ جوان جب صبح کو اٹھا تو اُس نے دیکھا کہ اُس کا ہلتا ہوا دانت جم چکا تھا۔ وہ بھاگا ہوا آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا حسن علی کے بیٹے اب تیرا دانت تو نہیں ہلتا۔

کرامت ٦ ☆: حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں کچھ لوگوں نے حاضر ہو کر ایک سردار کے ظلم وستم کی شکایت کی آپ نے سردار کو نصیحت کی کہ خدا کے قہر وجلال سے ڈرو۔

اس کے جواب میں وہ سردار حضرت خواجہ تونسوی کے ساتھ نہایت جرأت اور گستاخی سے پیش آیا۔ جس کی وجہ سے اُسے دوسرے دن ہی پیٹ میں شدید درد اٹھا اور اس کی حالت یہ ہوگئی کہ وہ کتے کی طرح بھونکنے لگا۔ اُس کے چند دوست اسے لے کر آپ کے پاس آئے مگر آپ نے کوئی توجہ نہ دی۔ بالآخر گستاخ اور بیباک تھوڑی دیر میں اسی حالت میں مر گیا۔

وصال باکمال ☆: ١٢٦٧ھ صفر کا چاند نمودار ہوا تو آپ نے فرمایا ہمارے سفر کا مہینہ آ گیا ہے۔ یکم صفر کو آپ کو سخت زکام ہوا۔ جو رفتہ رفتہ بخار کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ اس دوران آپ نے اپنے معمولات کو بالکل ترک نہ کیا۔

۷ صفر ١٢٦٧ھ بمطابق 1850ء کو بوقت تہجد جب آپ انفاس کے شغل میں مشغول تھے تو آپ کا وصال ہو گیا بیماری کے دوران آپ نے شدید تکلیف کے باوجود لوگوں کی خدمات برقرار رکھیں۔ آخری رات آپ نے اپنے تمام مریدین کے لئے دعائیں کیں اور یہ فقرہ بار بار آپ کی زبان پر آتا رہا۔

مند توں پلڑا دور کر گلاں کرائیں وچ

آپ کا مزار پُرانوار تونسہ شریف دار العلوم ایک ولی خیز زمین ضلع ڈیرہ غازی خان صوبہ پنجاب میں ہے۔ وہاں پر آج بھی

ہزاروں افراد آپ کے مزار انوار پر حاضر ہو کر اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھر رہے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو بھی بارہا اس مقدس اور روحانی مرکز پر حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ بڑی ہی بارونق بستی ہے ہر وقت عوام و خواص کا ہجوم آپ کے مزار پر رہتا ہے۔ بیک وقت سینکڑوں درویش پاکان امت آپ کے مزار شریف کے اطراف میں فیض حاصل کرنے کے لئے بیٹھے رہتے ہیں۔

آپ کی اولاد پاک سے ایک بزرگ حضرت خواجہ حافظ محمد جمال تونسوی سے فقیر راقم الحروف کا ایک قلبی تعلق ہے جو کہ انتہائی ملنسار، بااخلاق اور مہمان نواز شخص ہیں۔ ایک مرتبہ آپ کے دربار کی حاضری کے موقع پر برادر طریقت محبوب قمر المشائخ جناب شیخ فواد رشید صابری اور محبوب المشائخ صاحبزادہ عمران الٰہی صابری بھی راقم الحروف کے ہمراہ تھے۔

ماہ اکتوبر 2009ء کو فقیر 20 رکنی قافلہ کے ہمراہ آپکے دربار پر آخری مرتبہ حاضر ہوا تو عجیب و غریب کیفیت روحانی کا ظہور رہوا۔ خطیب اسلام علامہ قاری غلام محمد چشتی مدظلہ خطیب اعظم کمال آباد راولپنڈی کو تو وجدانی کیفیت ہوگئی تھی۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

منقبت در شان حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

نظر بر خالق اکبر زباں در ذکر رحمانے
آں آل جعفر صادقؓ بنام شاہ سلیمانےؒ
کرامت حضرت عالی کہ ہمراہ نفر صدہا
کند پایاب دریا را میان زور طغیانے
کمال رنگ وحدت بیں عیاں در تونسۂ اقدس
کہ نور قبلہ عالم شد ہویدا از سلیمانے
امام وقت او باشد ہمہ پاکان طینت را
و او روشن کند شمس و قمر از لطف و احسانے
ضیائے فیض او دیدم صنم از شاہ حمیدالدیں
جہان عشق و مستی را خدا بین و فدا دانے
بیوم اثناء عشری کہ درماہ ربیع اول
ندائے ہاتف غیبی چوں آید در ترا شانے
کہ آں ہر کس بہ ے خواہد زیارت روئے پاکش را
شود مسرور مغفورے بروز حشر سامانے
فخر دارم ظفر ایں را غلام کوئے او بودم
طفیل قمرالدین خواجہ عطائے شاہ سلیمانے

از قلم: ڈاکٹر ظفر پاتو آنہ سیالوی

حضرت خواجہ خدا بخش چشتی نظامی المعروف محبوبِ الٰہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی، پروردۂ آغوش ولایت، آفتاب شریعت، ماہتاب طریقت، قطب زمانہ، مرشد یگانہ، مرد حقیقت آگاہ حضرت خواجہ خدا بخش المعروف محبوب الٰہی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ قطب آسمان ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۰۶ ہجری بمطابق 1791ء میں عارف کامل سلطان الاولیاء حضرت خواجہ احمد علی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

آپ کی تربیت وتعلیم اپنے گھر میں ہی والد گرامی کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔ آپ کے آباؤ اجداد کی قائم کردہ دینی درسگاہ میں آپ نے تمام مروجہ علوم اپنے والد گرامی حضرت خواجہ احمد علی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ سے پڑھ کر علوم دینیہ سے فراغت حاصل کی۔

علم دینیہ کے بعد یادِ حق میں مستغرق ہوگئے۔ چونکہ آپ کا گھر اور اس کے گردوپیش کا تمام ماحول خالصتاً مذہبی علمی وروحانی تھا۔ اور پھر تربیت کرنے والے وقت کے عارفین وکاملین زمانہ آپ کے دادا اور والد بزرگوار تھے اس لیے آپ جلد ہی دیدِ جمال حق سے آشنا ہوئے اور سلوک ومعرفت کی منزلیں طے کرنے میں کچھ دیر نہ لگی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں اپنے عظیم دادا بزرگوار حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

اس کے علاوہ آپ طریقہ اویسیہ میں حضرت خواجہ فخر الدین فخر جہاں چشتی نظامی علیہ الرحمتہ ثمہ دہلوی سے بھی بیعت تھے۔

وجہ تسمیہ لقب محبوب الٰہی ☆: حضرت خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن شریف علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ جس طرح حضرت بایزید بسطامی نے حضرت ابوالحسن خرقانی کو بشارت دی تھی۔ اس طرح حضرت خواجہ خدا بخش صاحب کی ولادت سے قبل قطب الاقطاب قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمتہ نے آپ کی والدہ ماجدہ کو خوشخبری دی کہ تیرے شکم سے قطب الاقطاب پیدا ہوگا۔ اور تمام دنیا اس سے روشن ہوگی۔ اور اس کا لقب محبوب الٰہی ہوگا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ محبوب الٰہی ٹھہرے اور اسی لقب سے ہی مشہور اور معروف ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ عبادت وریاضت میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کا تمام وقت درس وتدریس کے علاوہ عبادت و

ریاضت میں صرف ہوتا۔ نماز عشاء کی ادائیگی کے فوراً بعد آرام کی غرض سے تھوڑا لیٹ جاتے۔ آدھی رات کے بعد اٹھ کر ذکر و فکر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتے بعد ازاں نماز تہجد ادا فرماتے اس کے بعد مراقبہ کر کے بعد ازاں ذکر جہر اور پھر نماز فجر باجماعت ادا فرما کر اپنے حجرے میں چلے جاتے اور دروازہ بند کر کے وظائف میں مشغول ہو جاتے۔

اس کے بعد حجرہ سے باہر آ کر طلبائے کرام کو درس حدیث و تصوف اور فقہ کے مسائل سمجھاتے۔ دوپہر کو تھوڑی دیر کے لیے قیلولہ فرما کر نماز ظہر سے قبل تلاوت قرآن پاک فرماتے۔

نماز ظہر کے بعد سے عصر تک حجرے کا دروازہ بند کر کے یاد الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔ نماز عصر کے بعد ضرورت مندوں کے مسائل سن کر حاجت روائی فرماتے نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد وظائف میں مشغول ہو جاتے۔ اس طرح پورے دن کے اوقات کو اپنے ہر ہر کام کے لیے مقرر کر رکھا تھا۔ کوئی بھی وقت آپ کا یاد خدا اور مخلوق کی خدمت کے بغیر نہ تھا۔

دین متین کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے آنے والے طلباء کی تمام ضروریات آپ کے لنگر خانے سے پوری ہوتی تھیں۔ آپ کے ہاں لنگر کا بہت اعلیٰ نظام تھا۔ تمام طلباء اور مسافر مہمانوں کے لیے کئی قسم کے کھانے تیار ہوتے تھے۔ آپ کی خانقاہ میں روزانہ ہزاروں افراد آتے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے کہا سبحان اللہ لنگر تو حضور کا ہے جس میں کئی قسم کے کھانے پکتے ہیں۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے لنگر میں بچکنی کی خشک روٹی ہوتی ہے۔ آپ سن کر ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا فقیروں کا لنگر تو وہ ہے۔ میں نے تو تکلفاً خواہی نخواہی یہ بار اپنے گلے میں ڈال لیا ہے۔

آپ کے لنگر کے خرچ کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہزاروں افراد ملاقات و زیارت کے لیے آنے والوں کا ہجوم اس قدر ہوتا کہ بارہ من غلہ روزانہ گھوڑوں کی خوراک کے لیے خرچ ہوتا تھا۔

دادا بزرگوار کی شفقت و عنایت ☆: آپ اپنے دادا حضرت قبلہ خواجہ قاضی محمد عاقل چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے لاڈلے اور منظور نظر تھے۔ تمام دینی و دنیاوی علوم کی تکمیل دادا بزرگوار کی نگرانی میں مکمل ہوئی۔ آپ کے دادا بزرگوار نے وصال سے قبل آپ کو طلب کیا اور دیر تک آپ کے سر پر ہاتھ رکھ کر حق تعالیٰ سبحانہ کی طرف متوجہ رہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس عرصے میں کیا کیا نعمتیں حق تعالیٰ سے حاصل کر کے اپنے اس نور دیدہ کے سینے میں منتقل فرمائیں۔

کوٹ مٹھن سے چاچڑاں شریف ورود مسعود ☆: کوٹ مٹھن شریف میں قیام کے زمانہ میں سکھوں نے ملتان سے آگے بڑھ کر ڈیرہ غازی خان کے علاقہ پر حملہ کر دیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ فرائض و عبادات میں حائل ہونے لگے۔ اور غیر اسلامی طرز حیات کو فروغ دینے لگے۔ آپ کے کئی متعلقین آپ کی خدمت میں شکایات لے کر حاضر ہوئے جس سے آپ دل برداشتہ ہو گئے۔ اور ڈیرہ غازی خان کے حالات سے متنفر ہو کر ریاست بہاولپور میں منتقل ہونے کا پروگرام بنا لیا۔

اس لیے کہ ریاست بہاولپور سارے پنجاب، سندھ اور راجستھان کی ریاستوں میں واحد ریاست تھی کہ جس کے تمام قوانین شریعت کے عین مطابق تھے۔ اور یہ ریاست خالصتاً مذہبی ریاست تھی۔ ریاست بہاولپور کے نواب صادق محمد خان آپ کا دیرینہ خادم و

عقیدت مند تھا اور کافی عرصہ سے آپ کو اپنی ریاست میں لے جانے کا خواہشمند تھا۔

بلکہ اس نے آپ کے دادا بزرگوار کے وصال کے وقت بھی کوشش کی تھی کہ ان کو کوٹ مٹھن کی بجائے شیدانی شریف ضلع رحیم یار خان میں دفن کیا جائے۔ مگر اس وقت سب کے متفقہ فیصلے سے کوٹ مٹھن ہی تجویز ہوا۔ ڈیرہ غازی خان کے بگڑتے ہوئے حالات کو دیکھ کر نواب صادق محمد دوبارہ حاضر خدمت ہوئے اور آپ سے استدعا کی کہ آپ ریاست بہاولپور تشریف لے چلیں اس سے ہماری دیرینہ خواہش پوری ہو جائے گی۔ چنانچہ آپ نے رخت سفر باندھا۔ فاصلہ کچھ بھی نہ تھا۔ دریا کے ایک کنارے کوٹ مٹھن اور دوسرے کنارے ریاست بہاولپور۔

چنانچہ آپ دریا عبور کر کے اپنے آبائی شہر اور اپنے بزرگوں کے مزارات کے قریب ترین مقام چاچڑاں شریف میں مقیم ہوئے اور یوں سنت ہجرت پھر سے تازہ کر دی۔

نواب صادق محمد کی چونکہ دلی خواہش پوری ہوئی تھی۔ منگلوٹ سے کوٹ مٹھن تک کی بار بار ہجرت کے دوران خاندان عباسیہ اس عظیم علمی و روحانی خانوادۂ علم و فضل کو اپنا مہمان بنانا چاہتا تھا۔ لیکن اس کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی۔ اس علاقہ میں آپ کی تشریف آوری پر اس نے لنگر کے لیے آپ کو کئی مواضعات کی جاگیر پیش کی۔ مگر آپ نے اس کو قبول نہ کیا اور نہ ہی اس کے پیش کیے ہوئے نقد نذرانہ کو قبول کیا۔ بلکہ واپس کر دیئے۔

آپ کے متعلقین نے عرض کی حضور۔ بن مانگے یہ نذرانہ لنگر کے اخراجات سے آپ کو سبکدوش کر دیتا، آپ نے اسے کیوں قبول نہیں فرمایا۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے خواجگان کی یہی سنت رہی ہے کہ انہوں نے کسی کی نذر قبول نہیں کی تھی۔ علاوہ اس کے مجھے اراضی متعلقہ امور مثلاً مالگزاری، عدالتی امور میں متوجہ ہونا پسند بھی نہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے کوئی نہ کوئی صورت نکال دے گا۔

حضرت سلطان المشائخ خواجہ محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لنگر کا کتنا وسیع خرچہ تھا۔ کئی بادشاہوں نے پورے پورے گاؤں اور وسیع و عریض جاگیریں نذر کرنا چاہیں۔ لیکن آپ نے قبول نہ کیں۔ حضرت خواجہ محبوب الٰہی دہلوی کے لنگر کے سامنے میرا لنگر تو کچھ بھی نہیں۔ میرا سہارا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ مجھے کسی کی نذر اور امداد کی ضرورت نہیں، مجھے میرا خدا کافی ہے۔

چنانچہ نواب صاحب کی امداد کے بغیر بھی آپ کا لنگر چلتا رہا اور روزانہ ہزاروں افراد لنگر سے کھانا کھاتے رہے۔

دربار پاکپتن شریف میں وجد و کیف ☆: ایک مرتبہ آپ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین زبدۃ الانبیاء حضرت خواجہ بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس مبارک کے موقع پر شرکت کے لیے پاکپتن شریف تشریف لے گئے۔ محفل سماع جاری تھی۔ جس میں ہندوستان کے بہت سے بزرگان دین کے علاوہ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی بھی اس موقع پر موجود تھے کہ آپ کو وہاں وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ وجد کی حالت میں آپ کی باچھیں کانوں سے مل گئیں اور تمام دندان مبارک نظر آنے لگے۔ اور گریہ اس قدر تھا کہ آپ کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسوؤں سے داڑھی مبارک تر ہوگئی۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضرت دیوان اللہ جوایا علیہ الرحمتہ علیہ سجادہ نشین پاکپتن شریف نے با آواز بلند فرمایا۔ یارو آ! فریدالدین کے مرید کو دیکھ لو۔ جس نے مقام فنافی اللہ نہ دیکھا ہو وہ ظاہرا دیکھ لے۔ اس دن کے بعد سے دیوان پاکپتن شریف کو آپ سے اُنس ہوگیا تھا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 12 ذوالحج ۱۲۶۹ ہجری بمطابق ماہ ستمبر 1853ء کو چونسٹھ برس کی عمر میں ہوا۔ مزار پُرانوار والد گرامی اور دادا بزرگوار کے پاس کوٹ مٹھن شریف ضلع ڈیرہ غازی خان میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ فقیر راقم الحروف کو آپ کے دربار کی بیس رکنی قافلہ کے ہمراہ حاضری کی سعادت نصیب ہے، اس موقع پر دیگر حضرات کے علاوہ علامہ قاری غلام محمد چشتی خطیب راولپنڈی بھی ہمراہ تھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ تاج محمود چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: صوفی باصفا، پیکر صدق و وفاء کشتۂ عشق و محبت، پیشوائے اہل مودّت واقف اسرار رموز شریعت و طریقت حضرت خواجہ تاج محمود چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت کوٹ مٹھن شریف کے معروف روحانی خاندان کے عظیم فرد کامل، نیر افق ولایت، حضرت خواجہ احمد علی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

آپ حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے پوتے اور حضرت خواجہ احمد علی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے چھوٹے فرزند اور حضرت خواجہ خدا بخش المعروف حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمتہ کے چھوٹے بھائی ہیں۔

آپ کی تربیت و تعلیم کے تمام مراحل آپ کے دادا بزرگوار کی زیر نگرانی طے ہوئے۔ آپ کی تعلیم پر آپ جدّ بزرگوار نے خصوصی توجہ فرمائی۔ وہ آپ کو اپنے حجرہ خاص میں تنہا اسرار و رموز حدیث کا گنج عرفان عنایت فرمایا کرتے تھے۔

اس کے متعلق آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے علم حدیث حضرت جدّ بزرگوار سے حاصل کیا تھا۔ وہ بھی اس طرح کہ اپنی خلوت خاص کے موقع پر آپ مجھے درس دیتے تھے۔ اور جو حدیث مبارکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنتے تو مجھے ارشاد فرماتے اور کہتے کہ اس حدیث شریف کا مطلب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

اپنی تعلیم کے متعلق مزید بیان کرتے ہوئے آپ خود فرماتے ہیں کہ میرے جدّ بزرگوار نے اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں مجھے حضرت خواجہ سلطان محمود کے سپرد کر دیا تھا۔

ایک دن جدّ بزرگوار سے رخصت لے کر جب خواجہ سلطان محمود ان کے حجرۂ خاص سے باہر آرہے تھے تو میرے والد گرامی نے میرا ہاتھ پکڑ کر ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور حضرت خواجہ سلطان محمود صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پر رکھا اور چلے گئے۔

میرے والد بزرگوار نے مجھے تاکید فرمائی کہ سب سے پہلے ان سے رسالہ ''فنا و بقا'' پڑھ لو۔ اسی طرح میرے دادا بزرگوار نے مجھے حضرت خواجہ سلطان محمود سے ''سواء السبیل'' پڑھنے کا حکم دیا۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں اپنے دادا بزرگوار حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل چشتی نظامی علیہ الرحمتہ

کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ انہی کے زیر سایہ مجاہدات وسلوک و معرفت کی منازل طے کر کے خرقۂ خلافت سے سرفراز وممتاز ہوئے۔

سیرت و کردار☆: آپ حد درجہ کے عبادت گذار تھے اور عبادات ومجاہدات میں اس قدر محو اور مستغرق ہوئے کہ اپنی بھی خبر نہ رہی۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک لحہ یاد الٰہی میں گذرا۔ کوئی لحہ یاد خدا سے غافل نہ گذرا، تقویٰ اور پرہیز گاری میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔

اپنے بزرگوں کے مریدین وعقیدتمندان اور متوسلین کا خصوصی خیال رکھتے۔ آپ اپنے پیر بھائی حضرت خواجہ مولانا گل محمد احمد پوری چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے سالانہ عرس مبارک پر تشریف لے جاتے تو خانقاہ شریف سے ایک میل پہلے ہی سواری سے اتر کر ننگے پاؤں خانقاہ احمد پور شرقیہ میں داخل ہوتے تھے۔ بسا اوقات عرس کے بعد چند یوم اور بعض وقت چالیس یوم بھی قیام فرماتے تھے۔ اس دوران نواب آف بہاولپور حاضر خدمت ہو کر عرض کرتے حضور یہاں تک تشریف لائے ہوئے ہیں۔ قریب ہی میرے محل میں قدم رنجہ فرمائیں تو آپ ان کے محل میں نہ جاتے بلکہ نواب صاحب کو ٹال کر چھپ کر چاچڑاں شریف روانہ ہو جاتے۔ اور فرماتے کہ اہل دنیا کے پاس جانا ٹھیک نہیں۔ آپ علم وعرفان کا منبع فیوض وبرکات اور سرچشمہ تھے۔ آپ کے دور میں خاندان کوریجہ میں آپ سے زیادہ صاحب کشف وکرامات بزرگ کوئی نہ تھا۔

آپ ابتدائے جوانی میں اپنی تسبیح کو چھپائے رکھتے تھے۔ ایک روز آپ کی ہمشیرہ صاحبہ جو عارفہ کاملہ تھیں نے جا کر جدّ بزرگوار کو بتایا۔ کہ حضرت، ہمارے بھائی تاج محمود نے ایک نئی رسم نکالی ہے۔ تسبیح کو اپنی آستین میں چھپا کر ورد کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت سلطان الاولیاء قاضی محمد عاقل کوریجہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ بابا برے کام کو چھپانا چاہیئے۔ نیک کام کو نہیں چھپانا چاہیئے۔ اور اس مقصد سے اگر ریا کو ترک کرنا ہے تو پھر جو شخص چھپا کر پڑھتا ہے۔ ریا کاری تو وہ کرتا ہے کہ اپنے آپ کو وظیفہ خوان سمجھتا ہے۔

آپ خود فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اپنے اس مخفی انداز کو ترک کر دیا۔ کیونکہ دین کا اظہار دین دار کا شیوہ ہے۔

ایک مرتبہ آپ شہنشاہ ولایت عطائے رسول حضرت خواجہ سید محمد معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر انوار پر اپنے برادر بزرگ دار حضرت خواجہ خدا بخش محبوب الٰہی علیہ الرحمتہ کے ساتھ تشریف لے گئے تو اجمیر شریف میں قیام کے دوران حضور غریب نواز خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آئندہ اس طرف کے سفر کے لیے تکلیف نہ اٹھانا میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہوں گا۔

اس دوران حضرت خواجہ غریب نواز کے سینہ مبارک سے ایک چنگاری نکلی اور آپ کے سینے میں سما گئی۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: آپ کے فیض یافتہ چند خلفاء کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

حضرت خواجہ غوث بخش شیدانی شریف، حضرت خواجہ احمد بخش شیدانی شریف، خواجہ محمد بخش گڑھی اختیار خان، خلیفہ محمد صاحب چاچڑاں شریف، مولانا حامد صاحب شیدانی شریف، خواجہ محمد یعقوب صاحب عرف کوڈا میاں یارے والی شریف، مولوی احمد یار عباس نگر،

خلیفہ علی محمد بوکھے والا، مولوی جندودا صاحب سیت پور، خلیفہ حمزہ خان صاحب گھرارائیں، خلیفہ محمد عمر صاحب گھرارائیں، میاں تاج محمود صاحب لاہور۔

اولاد وامجاد☆: آپ کے پانچ صاحبزادے ہیں جن میں حضرت خواجہ محمد شریف ثانی، حضرت خواجہ گل محمد صاحب جوگڑھی اختیار خان جاکر رہائش پذیر ہوگئے، حضرت خواجہ خیر محمد صاحب جو لاولد گذرے ہیں، حضرت خواجہ شیر محمد صاحب جو شیدانی شریف جاکر رہائش پذیر ہوئے، حضرت خواجہ غوث بخش صاحب آپ بھی شیدانی شریف میں جاکر اقامت گزیں ہوئے اور انہیں کے قابل فخر فرزند حضرت خواجہ ہوت محمد صاحب ہیں جو کہ حضرت خواجہ فخر الدین فخر جہاں کے داماد بنے، شیدانی شریف میں ان کا مزار ہے۔

وصال باکمال☆: وصال والے دن تمام احباب سے فرداً فرداً ملاقات کی اور نماز مغرب کے بعد حجرہ مبارک بند کر کے ضربات قوی کے ساتھ نماز عشاء کے وقت تک زور زور سے ذکر اسم ذات میں مصروف تھے کہ اچانک آواز کا آنا بند ہوگیا۔ آپ کے صاحبزادے خواجہ گل محمد اندر گئے تو دیکھا کہ وصال ہو چکا ہے۔

آپ کا وصال باکمال 20 محرم الحرام ۱۲۷۳ ہجری بروز اتوار بوقت عشاء بمطابق ماہ ستمبر 1856ء کو ہوا۔

مزار پر انوار کوٹ مٹھن شریف میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو آپ کے دربار پر علامہ قاری غلام محمد چشتی خطیب اعظم راولپنڈی سمیت اپنے 20 رکنی قافلے کے ہمراہ 2009ء میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ فیض بخش چشتی نظامی للہی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : تاجدار ولایت واقف اسرار ورموز حقیقت فخر العصر شیخ یگانہ، مرشد زمانہ، عارف یگانہ، حضرت خواجہ فیض بخش للہی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ زینت المشائخ ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۲۰ھ بمطابق ۱۸۰۵ء کے قریب موضع للہ شریف تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم میں جناب عبدالحفیظ تمیمی انصاری کے گھر ہوئی۔

آپ نسباً تمیمی انصاری ہیں شجرہ نسب اس طرح ہے۔خواجہ فیض بخش بن عبدالحفیظ بن محمد اعظم بن مولانا کلیم اللہ بن اللہ جوایا بن محمد اسماعیل بن محمد دین بن علاؤالدین بن سانسرابن سادابن چیلا بن خضر بن مینو بن کالا بن شیہان ججن بن محمد مقیم بن واگھر بن اللہ بزرگ بن ذوعلم بن طاقی بن عمر بن رطب بن عبداللہ بن نذر بن حارث بن عبدالرحمٰن بن کلیہ بن سامع بن عصمت بن محر بن نوفل بن محرم بن موسیٰ بن حرب بن طاقی بن حضرت تیم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت تیمّم انصاری کون تھے ☆ : علامہ ابن اثیر جزری نے اسد الغابہ میں صحابی رسول حضرت تیمّم بن زید الانصاری کے حوالے سے لکھا ہے وہ عبداللہ بن زید المازنی کے بھائی ہیں اوران کے کنیت ابوعبادہ ہے۔اگرچہ ابوعمر نے ان کی کنیت ابوالحسن بیان کی ہے اوران کا شمار اہل مدینہ میں کیا جاتا ہے۔

حضرت تیمّم انصاری کے بیٹے عباد سے وضو کے بارے میں ایک حدیث مروی ہے۔ جسے امام بخاری اور دوسرے محدثین نے روایت کیا ہے انہی حضرت تیمّم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلیمہ کذاب کو وحشی بن حرب کے ساتھ شریک ہو کر قتل کیا اور خود حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واقعہ حرہ ۶۳ ہجری میں شہید کئے گئے ان سے عباد بن تیمّم اور ابن المسیب روایت کرتے ہیں۔حضرت تیمّم اور حضرت عبداللہ بنی نجار میں سے ہیں اور انصاری خزرجی ہیں ان کا شجرہ نسب اس طرح سے تیمّم بن زید بن عاصم بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبزول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج۔حضرت تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا احوال

علامہ ابن عبداللہ نے الاستعیات فی معرفۃ الاصحاب اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں بھی لکھا ہے لیکن اسد الغابہ کا ترجمہ ان دونوں سے زیادہ مفصل ہے۔ نیز طبقات ابن سعد میں حضرت تمیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ترجمہ دیا گیا ہے۔

تمیمی خاندان کا ہندو پاکستان میں ورود مسعود☆: چونکہ اس خاندان سے بہت سی تاریخی اور تاریخ ساز شخصیتوں کا تعلق ہے اور یہ ایک نادر تحقیق ہے جو پیش خدمت ہے تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ محمد بن قاسم کی فوج میں قبیلہ بنی تمیم کے لوگ شامل تھے بعض تمیمی منصورہ اور دیبل کے حاکم بھی رہے دور بنوامیہ اور بنو عباس میں ان میں سے چند ایک سندھ کے گورنر مقرر کئے گئے جناب میر علی شیر قانع تحفۃ الکرام میں لکھتے ہیں کہ تمیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے کچھ لوگ بغداد سے آئے سندھ کی حکومت پر فائز ہوئے اور بہت سے عرب سامرہ سے سندھ آئے اور یہیں آباد ہوئے۔

خواجہ نظام الدین احمد بخشی، صاحب طبقات اکبری تاریخ تالیف (۱۰۰۲) لکھتے ہیں کہ مولف تاریخ طبقات بہادر شاہی کہتا ہے کہ فتح سندھ کے ابتدائی دور میں سندھ کی حکومت حضرت تمیم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کے ہاتھ میں رہی۔

اسی طرح فرحت الناظر کے مصنف لکھتے ہیں کہ محمد بن قاسم کے بعد اس علاقہ (سندھ) کی حکومت دوسو سال تک تمیم انصاری کی اولاد کے پاس رہی اس کے بعد سومروں نے سندھ پر حکومت کی مذکورہ بالا تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ سندھ کی حکومت بنوامیہ اور بنو عباس کے گورنروں کی حیثیت سے انہی تمیم انصاری کی اولاد میں سلطان عبدالرشید بن محمود غزنوی رحمتہ اللہ علیہ کے دور حکومت ۴۴۳ ہجری بمطابق ۱۰۶۲ تک باقی رہی اس کی تائید ان عرب گورنروں کے ناموں سے بھی ہوتی ہے جن کی ایک مفصل فہرست تحفۃ الکرام جلد سوم بخش اول مرتبہ پیر حسام الدین راشدی میں بطور ضمیمہ دی گئی ہے یہ فہرست مستند مآخذ الطبری ما البلاذری ابن اثیر، الیعقوبی اور چچ نامہ کی مدد سے تیار کی گئی ہے۔ سید عبدالحئی ندوی نے بھی نزہتہ الخواطر جلد اول میں بعض گورنروں کا ذکر کیا ہے جن کے نام یہ ہیں۔

(۱)۔ ہلال بن احواز تمیمی (۱۰۱ ہجری) بمطابق ۷۱۹ء تا (۱۰۷ھ بمطابق ۷۲۵)

(۲)۔ موسیٰ بن کعب التمیمی (۱۳۴ ہجری) بمطابق (۷۵۱ء) تا (۱۴۱ھ) بمطابق (۷۵۸ء)۔

(۳)۔ عینیہ بن موسیٰ التمیمی (۱۴۱ ہجری) بمطابق (۷۵۸ء) تا (۱۴۲ھ) بمطابق (۷۵۹)۔

(۴)۔ معبد بن خلیل التمیمی (۱۵۷ھ) بمطابق (۷۷۳ء) تا (۱۵۹ھ) بمطابق (۷۷۵ء)۔

چونکہ ان گورنروں کے ناموں کے ساتھ جدی نسبت تمیمی لکھی گئی ہے اور قبائلی نسبت انصاری نہیں لکھی گئی اس لئے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ اے ایس بزمی انصاری اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ سندھ کے ان حکمرانوں کا تعلق بنو تمیم قریش سے نہیں تھا بلکہ وہ حضرت تمیم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے تھے اور اپنے مورث اعلیٰ کے نام کی وجہ سے تمیمی مشہور ہوئے۔ نیز یہ

کہ ان کی قبائلی نسبت انصاری کا استعمال قریب قریب مسترد ہو گیا تھا۔

سندھ سے ملتان ہجرت ☆: سندھ کی حکومت سومروں کے عروج تک حضرت تیمم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کے پاس رہی سلطان عبدالرشید کے عیش وعشرت میں پڑ جانے کے بعد اور کار حکومت سے غفلت کے سبب سومروں نے علم بغاوت بلند کیا اور حکومت پر قبضہ کر لیا حضرت تیمم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے بارہویں پشت سے ایک بزرگ حارث نامی اپنے فوجی دستہ اور خاندان کے افراد کے ہمراہ سندھ سے ہجرت کر کے ملتان اور روہڑی کے درمیان بسمد کے مقام پر آ کر آباد ہوئے ۔ بسمد کی بربادی کے بعد یہ لوگ حضرت شیخ الاسلام بہاؤالدین ذکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ مدت ملتان میں بھی مقیم رہے۔

ملتان سے تمیمی خاندان کا للہ شریف کی جانب ورود مسعود ☆: ملتان سے اس قبیلہ کے کچھ افراد سنبھل چلے گئے وہاں ان کی اولاد میں سے بڑے بڑے نامدار ولی اللہ پیدا ہوئے سنبھل میں جو افراد آباد ہوئے تھے انہی کی اولاد میں ایک معروف فرد نواب امین الدین خان بہادر سنبھالی تھے پھر انہی کی اولاد میں آخری نمائندے نواب عاشق حسین خان تمیمی انصاری رئیس اعظم سنبھل تھے جن کا انتقال ۱۲۷ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو ہوا۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ملتان سے تمیمی انصاری خاندان کے لوگ شہید انوالی بر کنارہ دریائے چناب آئے وہاں کچھ عرصہ مقیم رہنے کے بعد ایک گروہ چنیوٹ کو چلا گیا اور دوسرا گروہ للہ شریف ضلع جہلم میں آ کر آباد ہو گیا۔

تمیمی خاندان کے ایک سردار مسمی کالا تمیمی اپنے تین صاحبزادوں اور ایک بھائی اور ایک مختصر سے فوجی دستے کے ہمراہ شہید انوالی سے چل کر ضلع جہلم پنڈ دادانخان سے بیس میل مغرب کی جانب کوہستان نمک کے دامن میں ایک وسیع خطہ زمین پر قابض ہو کر آباد ہوئے اور اپنے ایک بزرگ للہ کے نام پر گاؤں کا نام بھی رکھا للہ کے مقام پر یہ خاندان مغل عہد حکومت میں دسویں صدی ہجری کی ابتداء میں آیا۔ اس خاندان کی ایک معروف شخصیت مولانا کلیم اللہ تمیمی انصاری تھے جو ایک جید عالم دین اور للہ بھیرہ کے سردار اور علاقہ کے قاضی تھے ان کی اولاد میں متعدد افراد صاحب علم وعرفان پیدا ہوئے ان میں سے ایک حضرت خواجہ فیض بخش للہی رحمتہ اللہ علیہ بھی ہیں۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا اس کے بعد فارسی وعربی کی ابتدائی درسی کتابیں اپنے خاندان کے بزرگوں سے پڑھیں۔ بعد ازاں گجرات کاٹھیاواڑ تشریف لے جا کر مروجہ علوم وفنون، معقول ومنقول میں مہارت حاصل کی بعد ازاں تحصیل علم کی مزید تکمیل کے لئے دہلی تشریف لے گئے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے دورہ حدیث شریف کی تکمیل کی اور سند حدیث حاصل کی۔

بیعت وخلافت☆: ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی سے بیعت ہونا چاہتے تھے مگر ان سے ملاقات نہ ہو سکی اور ان کا وصال باکمال ہو گیا شاہ غلام علی دہلوی کے وصال باکمال کے بعد آپ حضرت خواجہ غلام محی الدین نقشبندی قصوری دائم الحضوری رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور خرقہ خلافت بھی انہیں سے حاصل کیا۔

چونکہ آپ کا رجحان مسلک ''وحدت الوجود'' کی طرف تھا اور اس پر اطمینان چاہتے تھے۔ اسی زمانہ میں حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کا آفتاب شہرت نصف انہار پر تھا آپ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر انہی کے ہو کے رہ گئے۔ آپ چونکہ ابتدائی عمر سے ہی عبادت و ریاضت میں مصروف تھے مگر اب حضرت خواہ پیر پٹھان محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں آنے کے بعد کندن بن گئے تھے آپ نے خواجہ تونسوی سے چشتیہ سلسلہ کا سلوک طے کیا۔ اور خواجہ صاحب سے ہی تصنیفات شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا درس بھی لیا۔ آپ کے کتب خانہ میں ایک قلمی نسخہ۔ نقد العصوص فی شرح نقش الفصوص کا موجود ہے جس کے آخر میں کاتب مولانا محمد حسین تونسوی خلیفہ حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۱۸۴۵ء میں خواجہ تونسوی کی خدمت میں رہ کر اکتساب فیض کرتے رہے۔ ۱۸۴۵ء کے بعد حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرما کر حکم دیا تو بیکانیر میں قیام پذیر ہو کر اشاعت سلسلہ کریں۔ جب آپ بیکانیز پہنچے اور سلسلہ رشد و ہدایت کا آغاز کیا تو لاتعداد افراد آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور آپ سے علم ظاہری و باطنی میں اکتساب فیض کرتے رہے۔ آپ مسلسل پانچ سال تک بیکانیز میں ہدایت خلق اللہ کا فریضہ سرانجام دیتے رہے اس دوران جب حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے توجہات سے نواز کر للہ شریف میں قیام کا حکم دیا۔

چنانچہ مرشد کامل کا حکم ملتے ہی آپ للہ شریف پہنچے اور خدمت خلق اللہ میں مصروف ہو گئے لاتعداد لوگ آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور ظاہری باطنی علوم میں استفادہ بھی کرتے رہے۔ اسی دوران آپ نے للہ شریف میں علوم دینیہ کی ایک بہترین درسگاہ کی بنیاد رکھی جس میں آپ دور دراز سے آئے ہوئے علماء اور طلباء کو خود بھی پڑھاتے اور اس کے علاوہ اپنے زمانے کے بہترین اساتذہ کو بھی ساتھ ملا کر سلسلہ درس و تدریس کو اس مثالی طریقہ سے چلایا کہ پورے علاقہ میں اس درس گاہ کو ایک معیاری درس گاہ سمجھا جانے لگا۔

سیرت وکردار☆: آپ نے تمام عمر سنت کے مطابق گزاری اور تمام اعمال و افعال سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق تھے اور مسلک حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کا رکھتے تھے غلبہ عشق الٰہی کی وجہ سے رات بھر عبادت الٰہی میں مشغول رہتے آخری عمر میں استغراقی کیفیت کا غلبہ ہو گیا تھا دنیا اور اہل دنیا سے نہایت مستغنی تھے اس لئے آپ عوام میں تارک الدنیا کے لقب

سے مشہور تھے آپ کے بلند و بالا احوال کو دیکھ کر آپ کے ایک ہم عصر بزرگ میاں غلام محمد قادری رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ آپ کو مرتبہ محبوبیت حاصل ہے آپ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سختی سے قائم تھے اور امراء اور حکام کے سامنے کلمہ حق کہنے میں نہایت بے باک تھے۔ اپنے مرشد کامل کے طریقہ کے مطابق سماع سے بھی شغل رکھتے تھے لیکن آپ کی سماع میں مزامیر نہیں ہوتے تھے۔ آپ ذکر بالجہر بہت فرماتے تھے۔

آپ کی تحریری اور علمی خدمات ☆: آپ نے مثنوی مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ کے پہلے دو دفتروں پر حاشیہ تحریر فرمایا۔ یہ قلمی نسخہ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان کے کتابخانہ گنج بخش راولپنڈی میں موجود ہے۔ نیز نقد العصوص فی شرح نقش الفصوص کا قلمی نسخہ جس کا اوپر ذکر ہوا ہے بھی اسی کتب خانہ گنج بخش راولپنڈی میں موجود ہے۔

اولاد امجاد ☆: آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔ مولانا حافظ ناصر الدین دوسرے مولانا عبدالعزیز۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۲۶ ذیعقد ۱۲۸۲ ہجری 1865ء کو ذکر جہر کرتے ہوئے ہوا اور آپ کو مسجد کے پہلو میں اپنے عبادت خانہ میں دفن کیا گیا۔ مزار پر انوار للہٰ شریف تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم میں آج بھی مرجع خاص و عام ہے آپ کے وصال باکمال کے وقت آپ کے دونوں صاحبزادے کم عمر تھے اس لئے آپ کے صاحبزادوں کے ماموں الٰہی بخش کنڈلوی جانشین مقرر ہوئے۔ جنہوں نے دو صاحبزادوں کی تعلیم و تربیت اپنی نگرانی میں مکمل کرائی بڑے صاحبزادے مولانا ناصر الدین جب تکمیل تعلیم سے فارغ ہوئے تو حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نے خرقہ خلافت عطا فرما کر آپ کا جانشین آپ کے صاحبزادے کو مقرر کیا۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ غلام رسول چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: واصل باللہ، چراغ اللہ، کریم ابن الکریم، ولی ابن ولی، سلطان العاشقین، برھان الواصلین، پیشوائے کاملین، عارف باللہ، حضرت خواجہ سلطان محمود چشتی نظامی ثمہ توگیروی رحمتہ اللہ علیہ چراغ خانوادہ توگیریہ ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۲۰ھ بروز دوشنبہ بمطابق 1902ء کو دریائے ستلج کے کنارے واقع روحانی بستی توگیرہ شریف تحصیل و ضلع بہاولنگر میں حضرت خواجہ سلطان محمود بن حضرت خواجہ حافظ محمد عظمت اللہ چشتی نظامی توگیروی علیہم الرحمۃ کے علمی و روحانی گھرانے میں ہوئی۔

آپ حضرت خواجہ سلطان محمود توگیروی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے فرزند اکبر اور خانوادہ توگیریہ کے آفتاب و ماہتاب اور قطب مدار جبکہ والد گرامی قطبِ زماں اور دادا بزرگوار قطب العالم و غوثِ زمانہ ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد اپنے اپنے وقت کے عارف واکمل اور حق وصداقت کے علمبردار اور دین حقہ کے عظیم مبلغ و روشن مینار اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کے معمار ہو گزرے ہیں، ان کی دینی علمی و روحانی خدمات سے ایک عالم روشن و منور ہوا، جس کی نورانی کرنوں سے ایک جہان ابدالآباد مستفیض و مستفید ہوتا رہے گا۔

آپ نے جس انداز سے علم وعرفان اور سخاوت کے دریا بہائے اسی بنا پر آپ فیاض عالم کے لقب سے معروف ہوئے، آپ ولی مادر زاد ہیں ولادت باسعادت سے قبل ہی دادا بزرگوار نے آپ کی شان و فقر وولایت کی بشارت دے دی تھی۔

آپ آغوش مادر سے ہی شریعت مطہرہ اور حق وصداقت کے علمبردار تھے، آپ کی والدہ تلاوت قرآن مجید کرتے ہوئے آپ کو دودھ پلاتیں اور آپ خاموشی سے قرآن کریم کی تلاوت سماعت فرماتے، ابھی آغوش مادر میں تھے کہ رات کو پچھلے پہر بیدار ہو جاتے، مگر عام بچوں کی طرح نہ فضول روتے نہ ہی شور وشغف کے عادی تھے۔

جب عمر عزیز چار سال چار ماہ چار دن کی ہوئی تو دادا بزرگوار حضرت حافظ محمد عظمت اللہ توگیروی علیہ الرحمۃ کے سامنے زانوے تلمذ طے کر کے قرآن کی ابتدا کی اور چھ سات برس کی عمر میں فارسی کتب کا آغاز فرما دیا اور ابتدائی کتب مکمل کر کے دادا بزرگوار کے ہمراہ مہار شریف میں اپنے زمانہ کی معروف علمی شخصیت حضرت مولانا اسد اللہ صاحب سے فارسی کی مزید تعلیم حاصل کرنا شروع کی اور تحفۃ الاحرار مولانا جامی تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ابواب الصرف مولانا محمد عمر تونسوی علیہ الرحمۃ سے عربی پڑھنا شروع کی، زمانہ تعلیم میں آپ ہمہ وقت اپنے سبق و مطالعہ پر توجہ فرماتے دیگر کسی شغل سے کبھی کوئی تعلق واسطہ نہ رکھا۔

مہار شریف کے عظیم علمی مدرسہ سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ مزید علوم دینیہ کی تکمیل کے لئے بہاولپور تشریف لے آئے وہاں حضرت مولانا محمد کامل علیہ الرحمۃ سے علوم عقلیہ ونقلیہ پڑھ کر مولانا غلام رسول چنڑ جو اس زمانے کے فاضل و تبحر عالم دین تھے، یہاں سے رخصت ہو کر چیلہ واہسن میں حضرت مولانا محمد اکمل اور فخر المدرسین حضرت علامہ جان محمد مہتری سے کچھ اسباق پڑھے لاہور تشریف لا کر شرح عقائد مع خیالی وشرح وقایہ اور فقہ کی دیگر کتب پڑھ کر دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کے لئے دہلی تشریف لے گئے، جہاں مدرسہ عربیہ مولانا محمد حیات میں داخل ہوئے، اور مولانا عبدالرحمٰن نابینا سے باقی ماندہ علوم دینیہ کی تکمیل کر کے سند فراغ حاصل کر کے وطن مالوف تشریف لے آئے، جہاں آپ نے ۲۷ برس بہت سے بے علموں کو علم وعمل اور لاتعداد گمراہوں کو راہ ہدایت اور صراط مستقیم پر گامزن فرمایا۔

بیعت و خلافت☆: آپ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں اپنے جدامجد حضرت خواجہ حافظ محمد عظمت اللہ چشتی نظامی تو گیروی کے دست حق پرست پر بیعت حاصل کی، بعد از تکمیل مجاہدات انہی کے دست مبارک سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے اور اپنے والدِ گرامی کے وصال کے بعد ان کی مسند ارشاد پر بیٹھ کر سجادہ نشینی کے فرائض بحسن وخوبی سرانجام دیئے۔

عطائے باطنی امانتِ فقر☆: آپ کے پیر و مرشد دادا بزرگوار حضرت خواجہ حافظ محمد عظمت اللہ تو گیروی علیہ الرحمۃ کے وصال کا جب وقت آیا تو انہوں نے اپنے بزرگوں کی جانب سے ملی ہوئی نعمت باطنی کی معہ اوراد و وظائف، دلائل الخیرات ولوائح جامی، ذکر خفی وجلی وغیرہ امانتاً آپ کے والدِ بزرگوار حضرت خواجہ سلطان محمود علیہ الرحمۃ کے سپرد فرمائی، اور ارشاد فرمایا کہ جب حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ میری فاتحہ خوانی کو تشریف لائیں تو یہ امانتِ فقر ونعمتِ باطنی اُن کے سپرد کر دی جائے، جب چراغ اللہ دہلی سے اکتساب علم کر کے آئیں تو وہ تونسہ شریف جا کر اپنی بقایا نعمت وہاں سے حاصل کر لیں گے۔

چنانچہ آپ کے دادا بزرگوار کے وصال کے بعد حضرت خواجہ پیر پٹھان تونسوی تو گیرہ شریف میں فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لائے تو حضور پیر پٹھان خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ نے مزارِ پُر انوار کا طواف کرتے ہوئے سرہانے کھڑے ہو کر باآواز بلند فرمایا عظمت، عظمت، عظمت۔

اس کے بعد اُسی وقت حضرت خواجہ سلطان محمود علیہ الرحمۃ نے وہ امانت حسب ارشاد حضرت پیر پٹھان کی خدمت میں پیش کر دی اس کے علاوہ حضرت خواجہ الٰہی بخش صاحب نے بھی کچھ تبرکات پیش کئے تو آپ نے جُبہ تبرکا خود پہن لیا اور باقی تبرکات چوم کر آنکھوں سے لگائے اور اپنے پاس محفوظ کر لئے۔

ایک سال بعد جب آپ یعنی خواجہ غلام رسول دہلی سے تشریف لائے تو دادا بزرگوار کی وصیت کے مطابق تونسہ شریف پہنچے اور چندروز قیام کے بعد اپنی نعمت باطنی حاصل کر کے شاد وکام وبامراد واپس تو گیرہ شریف پہنچے۔

حضرت خواجہ غلام رسول تو گیروی رحمتہ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں، جب میں تونسہ شریف پہنچا تو مجھے خدام نے حضرت پیر پٹھان کی خدمت میں حاضری سے یہ کہہ کر روک دیا کہ حضور پیر پٹھان آج کل معتکف ہیں، اس لئے ملاقات سے گریزاں ہیں۔

فیاض عالم حضرت خواجہ غلام رسول تو گیری آپ خود فرماتے ہیں کہ مجھے رات کے پچھلے پہر خیال آیا کہ غلام رسول تو کسی کا بھیجا ہوا ہے، یہ سوچ کر دروازے پر گیا تو خوف ولرزہ غالب آیا تو واپس لوٹ آیا۔

دوسری رات دروازے پر گیا تو پھر وہی خوف ولرزہ، پھر واپس لوٹ گیا، تیسری رات دروازے پر گیا تو اندر سے آواز آئی۔

بیا۔ بیا۔ اے مولوی۔ (ترجمہ) آؤ، آؤ، اے مولوی

چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا تو حضرت پیر پٹھان خواجہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

اے عزیز بہت دیر سے آئے ہو۔ میں مدت سے تمہارے انتظار میں تھا اور یہی منزل مقصود تھی کہ تمہاری امانت تمہارے سپرد کر کے پھر کسی طرف متوجہ ہو کر شکریہ ادا کر سکوں۔ اس کے بعد پندرہ روز تک معتکف رہ کر حضرت پیر پٹھان سے اجازت حاصل کر کے واپس لوٹنا چاہا۔ تو بوقت رخصت میرے دل میں بیعت ثانی کا خیال پیدا ہوا تو حضرت پیر پٹھان خواجہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ نور باطن سے میرے دل کی بات معلوم کر کے فرمایا۔

اے عزیز اب تمہیں بیعت ثانی کی ضرورت نہیں، تیرا کام بخیر وخوبی انجام پذیر ہوا۔ سلسلہ کی اجازت ہے۔ تم نے بھی حافظ صاحب کی آنکھیں دیکھی ہیں، اور میں نے بھی حافظ صاحب کی آنکھیں دیکھی ہیں، جاؤ سلسلہ رُشد وہدایت جاری کرو۔

آپ الحمدللہ کہتے ہوئے واپس رخصت ہوئے۔

سیرت وکردار☆: آپ نے تحصیل علوم ظاہری وباطنی کے لئے جس انداز سے جدوجہد اور ریاضت ومشقت کی وہ آپ کی طبیعت کا خاصہ اور زندگی کا سنہری باب تھا، فارغ التحصیل ہونے کے بعد چھ مقامات مقدسہ ارفع واعلیٰ سے چھ مراتب اعیان ثابتہ کی نسبت سے انوار العلوم کی شمع روشن کی، جس سے علماء ومشائخ کی بڑی جماعت نے استفادہ کیا، آپ کی زیر تربیت رہ کر مرتبۂ بلند پر فائز المرام ہوئے۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے لئے آپ کی ذات روشن چراغ ومینارودرخشندہ ثابت ہوئی، مسلکی لحاظ سے حنفی المذہب اور عقیدہ آپ کا وحدت الوجود وہمہ اوست اور مستغرق فنافی الوحدت الوجود تھا، ہمہ اوست کا غلبہ ہر آن وارد حال رہتا تھا، اسی بنا پر سلسلہ عالیہ وحدۃ الوجودیہ وحنفی مذہب کو آپ کی ذات گرامی سے بہت تقویت پہنچی۔

آپ بالکل سادہ لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے، سفید کرتہ، ٹوپی، چہار گوشہ، سر پر سات گز دستار پسند فرماتے، عیدین کے موقع پر زرین چادر، نیلا رنگ، پاپوش مبارک سادہ، موسم سرما میں مہاروی طرز کی روئی دار ٹوپی وصدری، ہاتھ میں سنت کے مطابق عصا مبارک، ہمہ وقت تسبیح کے دانوں پر اوراد ووظائف میں مشغول رہنا، زبان فیض ترجمان ہمیشہ کے لئے یاد الٰہی میں مصروف اور کلام حقیقت ومعرفت میں کشادہ، کبھی لب پر خاموشی بھی ہوئی تو دل ہر آن کر خدا میں مشغول رہتا تھا، الغرض آپ کی زندگی کا ایک لمحہ اور ایک سانس بھی یاد خدا سے غافل نہ گزرا۔

نماز پنجگانہ، نماز تہجد، اشراق وچاشت اوابین کے علاوہ دیگر نوافل اور صبح وشام تلاوت قرآن کریم آپ کا معمول خاص تھا۔

مسبعات عشرہ دلائل الخیرات، درودِ مستغاث، درودِ تاج، اسبوع شریف، ختم خواجگان کا بلا ناغہ اور با قاعدہ ورد فرماتے، اس کے علاوہ صلوٰۃ الحاجات، صلوٰۃ التسبیح، کا ہر شب جمعہ آپ کا معمول رہا۔

آپ کی ذاتِ والاصفات جامع الحسنات وصفات وکمالات، اور صاحب کشف وکرامات تھی، حسن اخلاق میں یکتا، سخاوت و عدل وانصاف میں بے مثل، مہمان نوازی وضع داری رواداری آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، اگر یوں کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ خداوند کریم نے ایک کامل واکمل انسان میں جو خوبیاں رکھی ہوتی ہیں آپ میں وہ تمام بدرجہ اتم موجود تھیں۔

مریض کی عیادت، اہل حاجت کی حاجت روائی، اہل ثروت سے پرہیز، یتیموں مسکینوں پر شفقت، غربا فقرا سے محبت، علماء وفضلا کی قدر ومنزلت، اپنے شیوخ کے آستانوں کے صاحبزادگان کی بے حد عزت وتکریم، صحبت جہلا سے پرہیز، بداخلاق وکذاب سے دوری، کسی کی عیب جوئی کو گناہ کبیرہ تصور کرنا، پردہ پوشی آپ کا شیوۂ خاص، دشمن سے عفوودرگذر کرنا، عذرخواہ کا عذر قبول کرنا، صاحب دعوت کے گھر تشریف لے جا کر اس کے حق میں دعا فرمانا، اپنے دادا مرشد حضور قبلہ عالم خواجہ مہاروی اور زبدۃ الانبیاء بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رضی اللہ عنہ کے سالانہ عرسوں میں شامل ہونا، سماع کا سماعت فرمانا آپ کی زندگی کے زریں اصولوں میں شامل تھا۔

شانِ استغنا ☆: نواب آف بہاولپور صبح صادق اپنی ریاست کے دورے پر روانہ ہوئے تو منچن آباد اور بہاولنگر میں بھی اسی ضمن میں قیام فرمایا تو وہاں کے لوگوں کی زبانی آپ کی ولایت کا چرچا سن کر تو گیرہ شریف میں حاضری کے لئے روانہ ہوا۔

آپ کو جب اس کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس کے لئے لال پلنگ اور فوج و دیگر افراد کے لئے کچھ چارپائیاں بھجوا دیں، اور ناشتہ کے لئے دودھ لسی کا سادہ سا انتظام کروا دیا۔

جب نواب مذکور کو اپنے لاؤ لشکر کے ہمراہ آپ کے آستانہ میں داخل ہو کر آداب بجالایا اور آپ کے حسن انتظام اور سادگی و شان بے نیازی کو دیکھ ازحد متاثر ہوا، آپ سے ملاقات کے بعد دعا کا طالب ہوا۔

بعدازاں اپنے وزیر جندوڈا کی معرفت فرمایا:

''حضور کے لنگر کے لئے بطور نذرانہ جاگیر لکھ دو۔''

یہ سن کر آپ نے فرمایا نواب صاحب آپ کی اس قدر دانی اور عزت افزائی کا بہت شکریہ، مگر فقیر کو کسی چیز کی ضرورت نہیں، اللہ کی ذات ہمارے لئے کافی ہے، البتہ اگر آپ چاہیں تو اپنی ریاست جنوب مغرب کی جانب بڑھا سکتے ہیں۔

آپ کا یہ فرمان ذیشان سن کر نواب صاحب آپ کی شانِ استغنا اور توکل پر حیران رہ گئے اور جوش عقیدت سے قدم بوس ہو کر واپسی کی اجازت چاہی۔

نواب صاحب نے واپس آ کر آپ کو ایک سیف زبان شخصیت قرار دیتے ہوئے اپنی ریاست بہاولپور کی حدود علاقہ ولہر اور فورٹ عباس کی جانب سے بیکانیر کی طرف بڑھا دی جس کی حد براری کسی کو معلوم نہ ہو سکی۔

واقعہ نمبر ۲ ☆: میاں محمد یار وٹو مانیکا جو اس زمانے کا بہت بڑا رئیس و جاگیردار اور آپ کا مرید تھا۔ اس نے سوا ایکڑ رقبہ

نذرانے کے طور پر آپ کو پیش کیا تو آپ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا ہم درویش لوگ ایسے نذرانے وصول نہیں کرتے۔

جب اُس نے اپنی محبت وعقیدت جتاتے ہوئے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا اچھا ہمارے اس خادم کو دے دو یہ اشارہ حضرت خواجہ قمرالدین کی طرف تھا، جو آپ کے مرید وخلیفہ ہیں اوران کا مزار بونگا حیات میں مرجع خاص وعام ہے۔

چنانچہ میاں محمد یار نے وہ نذرانہ آپ کے مرید وخلیفہ حضرت خواجہ قمرالدین چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کو پیش کر دیا، جو آج تک ان کی اولاد کاشت کر رہی ہے۔

آپ کی دینی وعلمی خدمات ☆: آپ جہاں ایک بلند ہمت مردِ درویش اوراپنے زمانے کے عظیم ولی کامل تھے دوسری طرف ایک جید ومستند عالم دین، اور شیخ الفقہ والحدیث بھی تھے، دین اسلام کی محبت اور تبلیغ دین کا شوق آپ کے سینے میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، اآپ نے اپنی علمی استعداد وصلاحیت اوراس کے فیضان کو عام کرنے کے لئے جہالت کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہوئے توگیرہ شریف کی سرزمین پر ایک مثالی درسگاہ کا سنگ بنیاد رکھا، اور پھراس عظیم روحانی وعلمی درسگاہ میں علوم دینیہ، فارسی، عربی، علوم عقلیہ ونقلیہ، فقہ، اصول، فروغ، اصول التفسیر، علم معانی، علم حدیث، علم منطق، علم الکلام، علم ادب وفلسفہ، علم اخلاق ومعرفت اور علم حقیقت کے شعبے قائم کرکے آنے والے طالب حق کو اس کی استعداد سے زیادہ لائق وکامل وفاضل بن کر رخصت کیا آپ کی قائم کردہ اس درسگاہ سے علم دین متین کی ایسی شمع فروزاں ہوئی جس کی چمک ابدالآباد محسوس کی جاتی رہے گی۔

اس عظیم درسگاہ میں جہاں بڑے بڑے فاضل ومتبحر عالم دین تیار ہوکر نکلے وہاں حضرت مولانا خواجہ الٰہی بخش ٹبی شریف، حضرت علامہ خواجہ نور محمد معنوی، نکی مانیکی شریف، حضرت علامہ خواجہ عبدالحلیم وچھلاں والے اور حضرت مولانا خواجہ عبدالحق علیہم الرحمۃ جیسی نابغہ روزگار علمی وروحانی ہستیاں بھی فیضیاب ہوئیں، جن کی جلائی ہوئی شمعیں بھی صبح قیامت تک علم وعرفان کے نور بکھیرتی رہیں گی۔

آپ کے خلفائے نامدار ☆: حضرت خواجہ نوراللہ توگیروی، حضرت خواجہ حافظ غلام محمد توگیروی یہ دونوں حضرات آپ کے حقیقی بھائی بھی ہیں، حضرت خواجہ الٰہی بخش ٹبی شریف ضلع پاکپتن شریف، حضرت خواجہ نور محمد معنوی، نکی مانیکی ضلع اوکاڑہ، حضرت خواجہ عبدالحلیم، حویلی لکھا ضلع اوکاڑہ، حضرت خواجہ نورالدین توگیروی، حضرت خواجہ پیر سید مرادعلی شاہ، پیرغنی ضلع پاکپتن شریف، حضرت پیر سید محمد شاہ، شیرازہ شریف فیصل آباد، حضرت سید احمد شاہ مجذوب، کلاچی ہانس پاکپتن شریف، حضرت خواجہ سید احمد شاہ، جیون شاہ ضلع پاکپتن شریف، حضرت پیر سید نادرعلی شاہ، نادرشاہ ضلع بہاولنگر، حضرت خواجہ قمرالدین بنگہ حیات ضلع پاکپتن شریف، حضرت مولانا محمد ابراہیم خضری، کندووال ضلع اوکاڑہ، حضرت مولانا غلام علی قریشی چک تحصیلدار ضلع بہاولنگر، حضرت مولانا خواجہ علم الدین نکوڑہ بھارت، حضرت مولانا جمال الدین ماڑی میں میاں صاحب ضلع بہاولنگر حضرت مولانا کرم دین، ماڑی سجھو کے ضلع بہاولنگر، حضرت مولانا غلام حیدر جنڈووال ضلع اوکاڑہ، حضرت مولانا عبدالحق ستیکے ضلع بہاولنگر، حضرت مولانا یار محمد، پھلرون وزیر کے نزد حجرہ شاہ مقیم ضلع اوکاڑہ، حضرت پیر محمد مراد، ڈھیر یکے ضلع بہاولنگر، حضرت شیخ محمد رمضان، بہکا بودلہ ضلع بہاولنگر، حضرت شیخ نھو، سکو بودلہ، ضلع بہاولنگر، حضرت صوفی علی محمد، ساکن نھو شاہ شیرازہ شریف فیصل آباد، حضرت شیخ محمد مسلم ماڑی میاں صاحب ضلع بہاولنگر، حضرت حاجی

شرف دین، بیل گنج ضلع پاکپتن شریف، حضرت مولانا خواجہ محمد خان عرف میاں دھوھنی کوڑی شریف ضلع اوکاڑہ علیہم الرحمۃ والرضوان و الغفران، جیسی علمی وروحانی شخصیات آپ کے دست مبارک سے تاج خلافت پاکر سرفراز و ممتاز ہوئیں۔

کشف و کرامات ☆: ایک دفعہ امام دین اور شادا زرگر ساکن موضع ماڑی میاں صاحب آپ کے نئے بنگلے کے آگے بعد از نماز مغرب جنوبی دروازہ کے سامنے آتش دان پر بیٹھے ہوئے تھے۔

اس وقت آپ حجرہ میاں نامدار کے اندر نوافل اوابین اور دیگر وظائف میں مشغول تھے کہ ایک شخص آیا اور اُس نے پوچھا کہ حضور فیاض عالم کہاں تشریف رکھتے ہیں۔

شادا زرگر نے بتایا کہ سرکار اس حجرے میں محو عبادت ہیں۔ شخص مذکورہ بلا اجازت حجرہ کے اندر چلا گیا، مگر آپ کو حجرہ میں موجود نہ پاکر باہر آیا اور شادا زرگر سے کہنے لگا کہ سفید ریش اور عمر رسیدہ ہونے کے باوجود جھوٹ بولتے ہو کہ حضرت صاحب اندر ہیں، جبکہ آپ سرکار اندر نہیں ہیں۔ شادا نے جواب دیا کہ بھائی ہمیں جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے، ہم نے خود حضرت کو اس حجرے میں تشریف لے جاتے ہوئے دیکھا ہے، حتیٰ کہ حضرت نے دروازہ بھی خود بند کیا ہے، یہ سن کر سائل دوبارہ اندر گیا مگر باوجود تلاش بسیار کے آپ کو اندر نہ پاکر واپس چل دیا۔

شخص مذکورہ کے واپس چلے جانے کے تھوڑی دیر بعد آپ سرکار فیاض عالم حجرہ سے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ تم لوگ فقیروں کے حال سے واقف نہیں ہو۔

اس شخص کو تم نے حجرے میں داخل ہونے کی اجازت کیوں دی، خبردار آئندہ ایسی غلطی کبھی نہ کرنا۔

کرامت نمبر ۲ ☆: میاں عبدالرحیم ساکن موضع نظام الدین شرقی، اپنے ایک دوست کے ہمراہ آپ کی زیارت وملاقات کی غرض سے گھر سے نکلے، راستہ میں ایک جنگل بیاباں سے گزر ہوا، کہ دونوں کو پیاس کی شدت نے بہت ستایا۔ اس لق ودق میدان میں پانی کا ملنا ناممکن تھا۔ پیاس کی وجہ سے دونوں بے تاب تھے بالآخر تھک ہار کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے، اور آپ کی خدمت میں فریاد کرنے لگے یا حضرت ہماری مدد کو آئیے، ورنہ ہم آپ کی زیارت کے بغیر ہی اس پیاس کے ہاتھوں مر جائیں گے۔

اسی اثناء میں اچانک ان کو درخت کے نزدیک ہی ایک چھوٹا سا گڑھا نظر آیا، جو صاف وشفاف پانی سے بھرا ہوا تھا، دونوں نے اس غیبی چشمے سے سیر ہو کر پانی پیا، پھر عبدالرحیم نے پیاس کی شدت سے بچنے کے لئے برتن کی ضرورت کا احساس کیا تو یکے بعد دیگرے تین کوزے دستیاب ہوئے جو پانی سے بھر لئے گئے، اس کے بعد وہ دونوں چلتے ہوئے اپنی منزل یعنی آپ کے آستانہ اقدس پر پہنچ گئے۔

آپ نے اِن دونوں کو دور ہی آتا ہوا دیکھ کر ارشاد فرمایا عبدالرحیم بے سروسامانی کی حالت میں سفر نہیں کرنا چاہیے، آپ کا یہ فرمان ذیشان سن کر دونوں دوست حیران وششدر رہ گئے۔

کرامت نمبر ۳ ☆: حضرت مولانا عبدالحق صاحب، مولوی اللہ جوایا صاحب ساکن مخدوم بستی والا اور مقدم رائے ہر سہ اصحاب نے آپ سے کتاب ملفوظ سیر الاولیاء فارسی، کا سبق لیا۔ بعدہٗ بنگلہ شریف میں لالہ صاحب مذکور آپ کی خدمت میں دوبارہ

حاضر ہوئے اور قدرے توقف کے بعد خوشی خوشی باہر تشریف لائے اور اپنے ہم سبق ساتھیوں سے کہنے لگے حضرت صاحب نے میرے دل کی بات معلوم کر کے کیا خوب جواب عنایت فرمایا۔

وہ یہ کہ میرے دل میں خیال تھا کہ حضور پہلے تو سماع کے وقت رقص و وجد فرماتے تھے، مگر اب ایسا نہیں کرتے، بلکہ خاموش و ساکت رہتے ہیں۔

تو بغیر عرض کئے خود ہی فرما دیا کہ لالہ صاحب! پیر محمد پناہ علیہ الرحمۃ کیر والہ کو اسی طرح پہلے سماع میں وجد و رقص طاری ہوتا تھا اور بعد میں خاموش بیٹھے رہنے لگے۔

لوگوں نے آپ سے وجہ پوچھی تو فرمایا:

''وجد و رقص تو ہمیشہ محبوب کی جدائی میں ہوتا ہے، لیکن جب محبوب سامنے موجود ہو تو پھر رقص و وجد کس لئے۔''

پس آپ کا فرمان ذیشان و جواب باصواب سن کر لالہ صاحب بہت شاد و مسرور ہوئے۔

کرامت نمبر۴ ☆: غلام حیدر شاہ ایک خوش الحان نعت خوان تھا، جس سے آپ اکثر نعت شریف اور غزلیات وغیرہ سماعت فرماتے تھے، اور خوشی و مسرت سے کیف و سرور میں وجد فرماتے۔

آپ کے مدرسے کے کچھ طلباء غلام حیدر سے حسد کرتے کہ حضور فیاض عالم اس پر خصوصی مہربانی فرماتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ہمارے سبق کا حرج بھی ہوتا ہے۔

چنانچہ ان طلباء سے میاں قطب الدین کو اس کام پر مقرر کیا کہ تم غلام حیدر شاہ کو ورغلا کر درس سے باہر نکالو اور حضرت فیاض عالم سے اس کو دور کرو۔

قطب الدین نے غلام حیدر شاہ کو ورغلا کر مولوی غلام نبی ساکن بستی چھینے کے درس میں لے آیا کہ یہاں سبق اچھا ملتا ہے، اس بات کو چند روز گزرے تھے کہ قطب الدین مذکور خواب میں بہت رویا اور چیخ و پکار کرتا ہوا بیدار ہوا، مولوی غلام نبی صاحب مدرس ان کی آہ و بکا سن کر ان کے پاس تشریف لائے، دریافت کرنے پر میاں قطب الدین نے سب ماجرا کہہ سنایا کہ میں غلام حیدر شاہ کو ورغلا کر یہاں لایا ہوں تا کہ خواجہ تو گیروی صاحب اس سے نعتیں نہ سنا کریں، اب میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ غلام رسول تو گیروی نے اپنا عصا میری پشت پر اس قدر زور سے مارا کہ اب بھی درد محسوس کر رہا ہوں اور مجھ پر سخت عتاب کیا گیا ہے۔

یہ واقعہ سن کر مولوی غلام نبی صاحب نے بہت افسوس کیا اور اس سازش میں ملوث دونوں گستاخوں کو معذرت طلبی کی تلقین کی۔

چنانچہ وہ دونوں راستہ میں آتے ہوئے دیوانے ہو گئے، قطب الدین گونگا بہرہ دیوانہ ہو گیا۔ اور حیدر شاہ بھی آوارگی اور دیوانگی میں مبتلا ہو گیا اور شب و روز سکیہ داروں میں پڑے رہنا ان کا مقدر بن گیا۔

ایک دفعہ پاکپتن شریف میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہ کے عرس مبارک پر حضرت فیاض عالم کی خدمت اقدس میں میاں قطب الدین اور حیدر شاہ برے احوال میں حاضر ہوتے دیکھے گئے، انہیں جس شخص نے اس آشفتہ حالی میں دیکھا استغفار پڑھا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۲۸ رمضان المبارک ۱۲۸۳ھ بوقت شب دوشنبہ یعنی سوموار بمطابق 1866ءکوہوا۔

نماز جنازہ بروز منگل ۲۹ رمضان المبارک حضرت خواجہ الٰہی بخش ٹبی شریف والوں کی اقتدا میں ادا کی گئی، ہزاروں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی، ہر آنکھ سوگوار تھی کہ ہمارا دلبر وغمگسار آنکھوں سے اوجھل ہو رہا ہے۔

مزار پُر انوار اپنے دادا بزرگوار کے پہلو میں بستی تو گیرہ شریف تحصیل وضلع بہاولنگر میں مرجع خاص وعام ہے، آپ کے بعد آپ کے برادر مکرم حضرت خواجہ نور اللہ چشتی نظامی علیہ الرحمۃ مسند آرا ہوئے، آج کل حضرت خواجہ غلام رسول ثانی صاحب چشتی نظامی مدظلہ العالی مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز ہیں۔ جو بڑی محنت ومحبت سے آستانہ عالیہ کے نظام کو چلانے میں مصروف ہیں، دربار شریف کی تعمیر و توسیع کا کام بڑی لگن سے انجام دے رہے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو 18 اکتوبر 2009ء بروز اتوار آپ کے دربار گوہر بار میں اپنے بیس رکنی قافلے کے ہمراہ حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے اس موقع پر امیر جماعت اہل نسبتِ پاکستان علامہ قاری غلام محمد چشتی صدر جماعت اہل سنت ضلع راولپنڈی بھی فقیر کے ہمراہ تھے، نہایت ہی خوبصورت مزارات مسجد ومدرسہ کی آرائش وزیبائش اس کے حسن میں اضافہ کر رہی ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا خواجہ غلام فخر الدین چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: پیشوائے ارباب طریقت، برہان شریعت، عالم علوم ربانی، محرم اسرار سبحانی، طائر ہوائے لامکانی، سائر عمان سبحانی مرشد لاثانی حضرت مولانا خواجہ غلام فخر الدین چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ واقف حقیقت نور یزدانی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1234 ہجری بمطابق 1818ء کو محبوب الٰہی حضرت خواجہ خدا بخش علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

آپ خاندان کوریجہ کے مورث اعلیٰ ولی العصر حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے پوتے اور حضرت محبوب الٰہی خواجہ خدا بخش چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے فرزند اکبر ہیں

آپ کی ظاہری و باطنی تربیت و تعلیم اپنے والد گرامی حضرت محبوب الٰہی کے ہاتھوں ہوئی۔ والد گرامی نے آپ کی تربیت و تعلیم پر خصوصی توجہ دے کر آپ کو علم و عرفان کا وہ نگینہ بنا دیا کہ خانقاہ چاچڑاں شریف ہو یا کوٹ مٹھن شریف یا شیدانی شریف کا دربارِ گوہر بار ہو آپ پورے خانوادے میں نمایاں اور افضل نظر آتے تھے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں اپنے والد گرامی حضرت محبوب الٰہی خواجہ خدا بخش چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے، والد گرامی نے راہ سلوک کی منازل طے کرانے کے بعد آپ کو اپنی حیات مبارکہ میں ہی خرقہ خلافت سے سرفراز فرما کر صاحب ارشاد کر دیا تھا۔

سیرت و کردار ☆: آپ انتہا درجہ کے عابد و زاہد، متقی و پرہیز گار اور شریعت و طریقت کے پابند بزرگ تھے۔ پوری زندگی میں صرف تین نمازیں فوت ہوئیں جن کی قضا وصال سے قبل ہی ادا کر دی تھی۔ آپ اپنے اسلاف کی زندگی کا عملی نمونہ اور اپنے خواجگان کے طریقہ پر سختی سے پابند تھے۔ پوری زندگی میں کوئی کام خلاف شرع سرزد نہ ہونے دیا اور نہ کسی کو خلاف شریعت کام کرنے دیتے تھے۔

آپ اکثر فرماتے تھے کہ تصوف کی بنیاد ہی شریعت ہے۔ جب بنیاد ہی کمزور ہوگی تو عمارت کیسے مضبوط رہے گی۔ ہمارے تمام بزرگان دین نے شریعت کی سیڑھی سے ہی طریقت کی منزل کو حاصل کیا ہے۔

آپ نے اپنے شیخ کامل کے طریقہ کے مطابق زندگی اصول اور عبادت و ریاضت اور خانقاہی نظام کو چلایا حتیٰ کہ ہر شعبۂ زندگی میں اپنے شیخ کے متبع تھے۔

اپنے متبعین کواحترام شریعت کا درس دیتے ہوئے فرماتے تھے کہ احکام شریعت زراعت کے گرد باڑ کا کام دیتے ہیں جو شخص باڑ کو نقصان پہنچاتا ہے وہ زراعت کیسے بچاسکتا ہے۔

آپ کے استغراق اور متوجہ الی اللہ ہونے کا یہ عالم تھا کہ اپنی صاحبزادی کی شادی والے دن بھی اپنی کیفیت جذب وستی میں اللہ اللہ کے ورد میں مشغول رہے۔

درس وتدریس ☆: آپ خود فرماتے ہیں کہ جب میں حصول علم سے فارغ ہوا تو والد گرامی کی درسگاہ میں اپنے اندر درس دینے کی جرأت نہ پائی۔

ایک روز رات کے وقت سویا ہوا تھا کہ حضرت خواجہ فخر الدین فخر جہاں چشتی نظامی ثمہ دہلوی علیہ الرحمتہ نظر آئے اور فرمایا فخر الدین علم کا درس کیوں نہیں دیتے۔ بے پرواہ ہوکر درس کا سلسلہ شروع کرو۔ اگر کہیں کوئی مشکل سامنے آجائے تو مجھ سے پوچھ لینا۔ میں تمہیں بتا دوں گا۔

اس کے بعد سے آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ کے والد گرامی تمام علوم درسیہ خود پڑھایا کرتے تھے لیکن آپ صرف احادیث شریف مثلاً بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف نیز تفسیر وفقہ کی کتابیں پڑھاتے تھے۔

آپ کی عظمت فقرا اہل حق کی نظر میں ☆: آپ کے مرید وخلیفہ اور برادر اصغر حضرت خواجہ غلام فرید چشتی نظامی کوٹ مٹھن شریف والے فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ اکبر خواجۂ بزرگ بلند مقام کے حامل ہیں۔ ان کے متعلق حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمتہ کے سجادہ نشین خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ ''دراصل مشائخ اور پیران طریقت کے سجادۂ مشیخیت پر خواجہ فخر الدین قدس سرہ متمکن ہیں نہ ہم نہ دوسرا کوئی۔''

خواجہ غلام فرید علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمتہ نے انصاف کی بات کہی ہے۔ بے شک امر واقعہ اسی طرح ہے اور اُن کو معلوم ہے۔

حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ سیہون شریف تشریف لے گئے۔ مزار پر پہنچنے میں دیر ہوگئی تھی۔ خادم درگاہ کو جگایا تا کہ روضۂ مبارک کھول دے لیکن اُس نے کہا۔ میرا یہ دستور ہے کہ میں صبح اٹھ کر دربار میں جاتا ہوں اور وضو کر کے تالا کھولتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ولی صاحب حیات کی زیارت بغیر وضو کر رہے ہو۔ اور ولی صاحب مزار کے لیے وضو کرتے ہو۔

یہ سن کر خادم نے اسی وقت وضو کیا اور دروازہ کھول دیا۔ حضرت اقدس نے اندر جا کر زیارت کی اور مزار شریف کے سرہانے کی طرف بیٹھ کر صبح کے تمام وظائف پڑھے۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ حضرت لعل شہباز قلندر نے بہت مہربانی فرمائی ہے۔

سلاطین کی آپ کی خدمت میں حاضری ☆: نواب آف بہاولپور نے آپ کو بتیس ہزار ایکڑ رقبہ کی پیشکش کی۔ جسے آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ آپ نے میرے والد گرامی کو بھی یہی رقبہ دینے کی پیش کش کی تھی۔ جسے انہوں نے قبول نہیں کیا تھا اب میں کس طرح قبول کرلوں۔ نواب نے بار بار اصرار کیا تو آپ نے یہ اراضی قبول کرلی۔ آپ نے کچھ زمین جو دریا کے کنارے تھی وہ خالی

چھوڑ دی کہ خلق خدا کے جانور چرتے رہیں گے۔اس میں سے کچھ اراضی کی آمدنی فقراء کو بخش دی اور باقی ماندہ اراضی کی آمدنی کو تمام شرفا چاچڑاں شریف پر ان کے اخراجات کے مطابق تقسیم کر دیا۔اور دوسری بستیوں کے غریب اور فقیر حضرات کے لیے غلہ مقرر کر دیا۔لنگر کے اخراجات میں یہ آمدنی خرچ نہ ہونے دی۔

اس اراضی کی قبولیت کا مقصد کار خیر کی انجام دہی تھی اس فیض عام کے لیے یہ تحفہ قبول فرما لیا۔جس کا مقصد بندگان خدا کی فلاح و بہبود تھا۔

سلطان الاذکار اور اس کی کیفیت ☆: ایک مرتبہ مغرب کی نماز کے بعد آپ کے ایک مرید نے جو مدت سے ذکر و شغل میں مشغول تھا۔عرض کیا کہ قبلۂ عالم ہم نے سنا ہے کہ حضرت سلطان الاولیاء سلطان الاذکار کا ورد کیا کرتے تھے۔کیا وہ ذکر اسم ذات سے بہتر ہے۔اور اس کی صفات اور ترکیب کیا ہے؟

آپ نے فرمایا کہ اللہ کا نام لینا ہر حال و زمان میں جس طریقے سے ہو بہتر ہے۔اور فقیر کے لیے تو اس کی یاد کے بغیر ایک سانس بھی حرام ہے۔اس ذکر شریف کو جناب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غار حرا میں بیٹھ کر چھ برس تک کیا ہے۔اور حضور غوث پاک نے بھی اسی غار میں بارہ برس تک اسی شغل کو جاری رکھا ہے۔اس شغل کی برکت سے کشائش ہائے گوں ناگوں حاصل ہوتی ہیں۔اور کیفیت نزول وحی میں جو احادیث صحاح ستہ میں ہیں ان سے ارشاد سلطان الاذکار کی طرف ہے۔

چنانچہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نزول وحی کی کیفیت دریافت کی گئی تو حضور سرور عالم نے ارشاد فرمایا۔ "کبھی تو دیگ میں پکتے پانی کی سی آواز، کبھی شہد کی مکھی کی سی آواز، کبھی گھنٹہ کی سی آواز کان میں آتی ہے کبھی فرشتہ مرد کی صورت میں کچھ حرف کہتا ہے۔"

آپ کے اس قول رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس ذکر شریف کی عظمت کو سمجھنا چاہیئے ترکیب اس کی یہ ہے کہ دن میں جنگل بیابان جہاں سے کسی انسان کا گذر نہ ہو، یا رات کو تاریک اور تنہا مکان میں بیٹھ کر اپنے کانوں کی طرف متوجہ ہو کر غور کرے ایک بھینی بھینی آواز آئے گی۔طالب صادق کو چاہیئے کہ اس آواز کی حفاظت کرے۔دن بدن آواز بڑھتی جائے گی۔پھر نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ ہر طرف سے وہی آواز آئے گی۔جب اس آواز کی مکمل طور پر شناخت ہو جائے تو اس کی حفاظت کرے اور یہاں تک اس کی مشق بڑھا دے کہ خلوت ہو یا جلوت، جنگل ہو یا شہر اس کا غلبہ رہے اور کتنا ہی شور ہو۔بے شک نقارے بجیں یہ آواز سب پر غالب رہتی ہے اور پھر وقت وہ آجاتا ہے کہ:

جو کچھ سنتا ہے اسی سے سنتا ہے جو کچھ کہتا ہے اسی سے کہتا ہے اور جو کچھ دیکھتا ہے اسی سے دیکھتا ہے۔

بس یہی کیفیت ہمہ وقت آپ کی تھی۔مسلسل تخلیہ، مسلسل تنہائی اور پھر مسلسل جذب و مستی اسی کیفیت کی آئینہ دار تھی۔

خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی ☆: اسی طرح کی کیفیت کا ایک واقعہ حضرت خواجہ غلام فرید چشتی نظامی کوٹ مٹھن علیہ الرحمتہ نے اپنی کتاب مقابیس المجالس میں میاں غلام محمد پشاوری سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے برادر اکبر شیخ کامل حضرت خواجہ غلام فخر الدین فخر جہاں چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے ایک مرید میاں جی غلام محمد پشاوری کہتے ہیں کہ ایک دن آپ نماز فجر کے

بعد حجرہ بند کر کے اورادواذ کار میں مشغول؛ تھے۔ میں کسی کام کی غرض سے حجرہ مبارک میں دروازہ کھول کر اندر گیا۔ تو آپ مشاغل میں مصروف تھے۔ میں نے آواز دی۔ آپ نے جواب نہ دیا۔ میں نے دوبارہ عرض کی آپ پھر بھی خاموش رہے۔ میں نے خیال کیا چونکہ آپ اونچا سنتے ہیں اس لیے آواز نہیں سن رہے۔ لہٰذا میں نے جرأت کر کے آنحضرت کو کندھوں سے پکڑ کر ہلایا۔ جونہی میں نے انہیں ہلایا۔ آپ زمین پر گر گئے۔ جسم میں کوئی حس وحرکت نہ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کی روح مبارک پرواز کر چکی ہے۔ یہ دیکھ کر میں پریشان ہوا۔ اور دوبارہ آپ کے دونوں ہاتھ پکڑ کر پہلے کی طرح بٹھا دیا اور ڈر کے مارے حجرے سے باہر چلا آیا۔ جب میں واپس آیا تو بے حد خوف زدہ اور پریشان تھا۔ اور بچوں کو پڑھانے کو بھی جی نہیں چاہ رہا تھا۔ اور نہ ہی کسی کام میں دل لگتا تھا۔ مجھے اس بات کا انتظار تھا کہ اب کیا ظاہر ہونے والا ہے۔ جو بھی شخص آتا میں اس سے دریافت کرتا کہ حضرت اقدس وظیفہ سے فارغ ہو گئے ہیں یا نہیں۔ آخر چاشت کے وقت کسی نے خبر دی کہ اب حضرت اقدس باہر تشریف لائے ہیں۔ یہ سن کر مجھے تسلی ہوئی۔

سفر اجمیر شریف ☆: حافظ غلام نبی صاحب پیش امام بیان کرتے ہیں کہ جب آپ اجمیر شریف گئے تو آپ کے ہمراہ نوّے آدمی تھے۔ چالیس پینتالیس اونٹ اور گھوڑتے تھے۔ غرضیکہ عقیدت مندوں کا ایک جم غفیر ساتھ تھا۔ ناگور شریف پہنچ کر کچھ دن قیام کیا تو وہاں کے بہت سے باشندے اور صاحبزادگان خواجہ حمید الدین ناگوری علیہ الرحمتہ آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ وہاں سے آپ نے اجمیر شریف پہنچ کر حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار شریف میں حاضری دی اور صاحبزادہ مراد شاہ صاحب کے مہمان بنے۔ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کوٹ مٹھن شریف فرماتے ہیں کہ جب ہمارے شیخ فخر الاولیاء خواجہ فخر الدین اجمیر شریف میں قیام پذیر تھے تو شہر کے شرفاء اور اکابر میں سے پانچ سو افراد آپ کے دست مبارک پر بیعت سے مشرف ہو کر سلسلہ عالیہ فخریہ میں داخل ہوئے۔

شعروشاعری ☆: آپ کو مبدأ فیض سے جہاں علم ومعرفت کے خزینے عطا ہوئے تھے وہاں ذوق سخن فہمی اور شعر گوئی کے عطیات سے بھی سرفراز کیے گئے تھے۔ آپ کا کلام پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ واقعی کسی صاحب حال کا کلام ہے۔ آپ نے اپنے کلام سے خلق خدا میں جذب ومستی اور عشق حقیقی کی کیفیات پیدا کیں۔ اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمد ونعت کو صوفیانہ رنگ سے اور حقائق ومعارف کو تشبیہات اور استعارات سے کچھ اس طرح ادا کیا کہ مجاز وحقیقت میں امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔ اور یہی اس کلام کی مقبولیت کی وجہ ہے۔ آپ نے اپنا تخلص اوحدی تجویز کیا ہے تا کہ جو بھی سنے اوحدی اصفہانی کا کلام سمجھے اور واقعتاً ایسا ہی ہوا کہ ایک دفعہ قوالوں کو اپنی لکھی ہوئی غزل دی، محفل سماع میں جب یہ پڑھی گئی تو سامعین پر جادو کر گئی۔ قوال جب اس شعر پر پہنچے:

شعلہ عشقت چوں از آتش دل ماسوختہ
زد علم بیروں زدل کون ومغاں را سوختہ

تو اس محفل میں موجود آپ کے پیرومرشد اور والد گرامی پر وجد طاری ہو گیا۔ بعد میں انہوں نے استفسار کیا وہ غزل کس کی تھی؟ جواب ملا شیخ اوحدی اصفہانی کی معلوم ہوتی ہے۔ نادانستہ آپ کی زبان مبارک سے حقیقت کا اظہار ہو گیا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 5 جمادی الاول ۱۲۸۸ ہجری بمطابق ماہ جولائی 1871ء کو ہوا۔ مزار پرانوار کوٹ مٹھن شریف ڈیرہ غازی خان میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں آج بھی اہل دل حضرات حاضری دے کر آپ کے نورانی فیوض و برکات سے مستفید ہوتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو حضرت علامہ قاری غلام محمد چشتی خطیب اعظم کمال آباد راولپنڈی سمیت 20 رکنی قافلے کے ہمراہ اکتوبر 2009ء میں آپ کے دربار کی حاضری ہوئی ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ سیّد نو بہار شاہ گیلانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فخر السادات گیلانیہ، شہباز قضائے تجرید، ہمائے آشیانہ تفرید، جلیس مسند حق الیقین حضرت خواجہ سید نو بہار شاہ گیلانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ ستارۂ ولایت آسمانی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت موضع سنجر سیداں تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان کے معروف سادات گیلانیہ کے روحانی پیشوا حضرت خواجہ سید محمد حسن شاہ گیلانی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے گھر میں ہوئی۔

آپ کے آباؤ اجداد قصبہ جیلان عراق سے ہجرت کر کے پاکستان کے بعض علاقوں بغداد ثانی نزد عبدالحکیم ضلع ملتان، پیر چھتر تحصیل کروڑ لعل عیسن ضلع لیہ اور موضع سنجر سیداں ضلع ڈیرہ غازی خان میں آ کر آباد ہوئے۔ اور یہیں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آپ کے والد گرامی حضور پیر سیال لجپال حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے مرید وخلیفہ اور اپنے وقت کے عظیم شیخ کامل اور صاحب کشف وکرامات بزرگ ہوئے ہیں۔ ان کا مزار پُر انوار بھی موضع سنجر سیداں تحصیل تونسہ ڈیرہ غازی خان میں مرجع خاص وعام ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی اور ابتدائی کتب بھی والد گرامی سے پڑھنے کے بعد بقیہ کتب علوم متداولہ تونسہ شریف کے دار العلوم میں جید علماء سے تحصیل وتکمیل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ کی بیعت کے سلسلہ میں مولانا سعید احمد خطیب جامع مسجد سنجر سیداں اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب آپ کے والد گرامی آپ کو لے کر خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں گئے اور بیعت کے لیے عرض کیا تو خواجہ اللہ بخش تونسوی آپ کو لے کر حضرت پیر پٹھان علیہ الرحمتہ کے مزار پُر انوار پر گئے تو آپ نے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور آپ مجھے بیعت کرینگے یا صاحبِ مزار؟ یہ سن کر حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمتہ نے آپ کے والد گرامی سے فرمایا کہ یہ شریعت کا پردہ فاش کرتے ہیں۔ لہٰذا انہیں حضرت خواجہ سیالوی کے پاس سیال شریف لے جاؤ۔

چنانچہ آپ کے والد گرامی آپ کو لے کر اپنے مرشد خواجہ سیالوی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی نے اپنے دست مبارک پر آپ کو بیعت سے سرفراز فرما کر خرقۂ خلافت سے نواز کر صاحب ارشاد کیا۔

سیرت و کردار☆: آپ نے مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کے بعد سخت مجاہدے اور ریاضتیں کیں۔ اور مجاہدہ و سلوک و معرفت میں کمال حاصل کیا۔

آپ کو اپنے شیخ کامل کے حسن و جمال اور احترام سادات کے وصف پر والہانہ عقیدت و محبت وارادت تھی۔ پاپیادہ سیال شریف کی حاضری آپ کا معمول تھا۔ اسی طرح آپ کے شیخ کامل حضرت خواجہ سیالوی بھی آپ کو محبت کی نگاہ سے دیکھتے اور شفقت فرماتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ رات کو بہت کم سوتے تھے۔ کچھ دیر آرام کرنا ہوتا تو ایک گدی جس میں کنکریاں بھری ہوئی تھیں اس پر سوتے تھے۔ آپ کا لباس بہت سادہ اور اسی طرح کھانا بھی بہت سادہ اور کم تناول فرماتے تھے۔

آپ اپنے والد کے اکلوتے فرزند تھے۔ آپ نے شادی کی مگر اولاد جیسی نعمت سے محروم رہے۔ ہزاروں کی تعداد میں آپ کی روحانی اولاد کی شکل میں مریدین ہیں جو کہ پورے ملک بالخصوص پنجاب اور صوبہ سندھ میں اکثریت سے موجود ہے۔

کشف و کرامات☆: آپ صاحب کشف و کرامات بزرگ ہیں۔ آپ کی صرف ایک ہی کرامت قارئین کے ذوق کی نظر کرتا ہوں۔

آپ کے وطن مالوف قصبہ سنجر تحصیل تونسہ کے اردگرد سیلابی پانی بہت زیادہ 1968ء تا 1970ء تک آتا رہا۔ لیکن آپ کی توجہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے سنجر شہر کے بازار و آبادی کو ہمیشہ محفوظ رکھا۔ رات کو لوگ دیکھتے تھے کہ شہر کے اردگرد بند پر شمع اٹھائے کوئی حفاظت اور نگرانی کر رہا ہے۔ وہ کوئی غیبی قوت ہوتی تھی۔

1970ء میں جب آپ کے کسی رشتہ دار نے عرس کے موقع پر مزار شریف سے متصل ریچھوں کی کشتی کروائی اور ایک شادی کے موقع پر طوائفوں کا ناچ گانا کرایا تو اس سال سیلابی پانی شہر میں گھس آیا اور شہر کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

ایک صاحب نظر عورت ہندوستان سے جب سنجر سیداں کے مغرب میں واقع گاؤں میں آئی تو اس نے لوگوں سے پوچھا کیا اس طرف کسی بزرگ کا مزار ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ہاں حضرت خواجہ سید نوبہار شاہ گیلانی علیہ الرحمتہ کا مزار پرانوار ہے۔ تو اس نے کہا کہ یہ انہی بزرگ کی کرامت ہے کہ پورے دریا کے پانی کو روکے ہوئے ہیں۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۲۸۹ ہجری بمطابق 1872ء کو ہوا۔ مزار پرانوار موضع سنجر سیداں تحصیل تونسہ ڈیرہ غازی خان میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے مریدین نے آپ کا مزار محل نما تعمیر کیا ہے جو کہ خوبصورت اور عمدہ ڈیزائن سے مرصع ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سید محمد فاضل شاہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف کامل، ولی العصر، وارثِ علوم حیدری، صاحب تصرفات وکمالات، عالم باعمل حضرت خواجہ پیر سید محمد فاضل شاہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانے کے عظیم صوفی بزرگ حضرت پیر سید محمد انور شاہ نقشبندی علیہ الرحمۃ کے گھر میر پور آزاد کشمیر میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آپ کے والد گرامی قدر حضرت پیر سید انور شاہ صاحب اور خاندان کے دیگر بزرگ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے منسلک ووابستہ تھے گھر کا مذہبی اور روحانی ماحول ہونے کی بنا پر آپ کی تعلیم وتربیت پر والدین نے خصوصی توجہ دی جس کی بنا پر آپ جلد ہی کندن بن کر اس دنیا میں آفتاب وماہتاب کی طرح نمایاں ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں اپنے بزرگوں سے حاصل کی بعد ازاں علوم متداولہ کی کتب مختلف مدارس دینیہ میں رہ کر حاصل کی۔

بیعت وخلافت ☆: جب ظاہری تعلیم سے فارغ ہوئے تو آپ کے دل میں شیخ کامل کی جستجو نے انگڑائی لی اور دن ورات اپنے شیخ ومربی کی یاد میں مستغرق رہنے لگے۔ اسی جستجو اور طلب میں قسمت نے یاوری کی ایک رات آپ نے خواب میں ایک بزرگ کی زیارت کی مگر چونکہ آپ نے اس سے پہلے اس عظیم شخصیت کو دیکھا ہوا نہ تھا اس لئے نام سے بھی بے خبر تھے۔ مگر آپ اسی صورت کو ذہن میں رکھ کر گھر سے نکلے اور کوچہ بکوچہ پھرتے پھراتے مکھڈ شریف میں حضرت خواجہ مولوی محمد علی مکھڈی علیہ الرحمۃ کی خانقاہ میں پہنچے ان دنوں خواجہ مولوی محمد علی مکھڈی علیہ الرحمۃ کے علم وعرفان کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا وہ پڑھانے میں مصروف تھے۔ آپ نے ان کے روئے تاباں کو دیکھا تو دل نے کہا کہ یہ وہ شخصیت نہیں ہے جس کو خواب میں دیکھا تھا۔

اسی اثنا میں آپ کو مکھڈ شریف میں قیام کے دوران ہی معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ مولوی محمد علی مکھڈی علیہ الرحمۃ اپنے شیخ کامل حضرت خواجہ محمد سلیمان چشتی نظامی علیہ الرحمۃ المعروف پیر پٹھان کی زیارت وقدم بوسی کے لئے تونسہ مقدسہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ نے خواجہ مولوی محمد علی مکھڈی علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ میں بھی آپ کے پیرو مرشد خواجہ شاہ سلیمان تونسوی سے ملاقات کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے اپنے ہمراہ آپ کو لیا اور تونسہ شریف پہنچ کر جب شیخ کامل کی خدمت میں قدم بوسی کی تو آپ نے پہلی نظر میں پہچان لیا کہ یہی وہ شخصیت ہے جن کو خواب میں دیکھا تھا۔ ادھر حضرت خواجہ پیر پٹھان بھی آپ کی آمد کے منتظر تھے۔ انہوں نے آپ کو خوش آمدید کہا اور پہلی ملاقات میں ہی آپ کو شرف بیعت سے مشرف فرما کر داخل سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ فرمایا۔

آپ کے حالات زندگی پر مشتمل کتاب نافع الراسخین میں آپ کا اپنا ارشاد درج ہے۔ میں ایک مرتبہ اپنے شیخ حضرت خواجہ محمد

سلیمان المعروف پیر پٹھان علیہ الرحمۃ کی خدمت میں زیارت کی غرض سے گیا۔ چند دن خدمت میں رہ کر گزارے۔ رخصت کے وقت حضرت کی قدم بوسی کی اور عرض کیا غریب نواز مجھے رخصت عطا فرمائیے۔ حضرت غوث زماں علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا میرے قریب آؤ۔ جب میں قریب ہوا تو حضرت مجھ سے بغل گیر ہوئے اور اپنا سینہ مبارک میرے سینے سے ملا کر چھوڑ دیا۔ میں حضرت کے سامنے بیٹھ گیا تھوڑی دیر کے بعد ارشاد فرمایا کہ میرے قریب آؤ۔ میں قریب ہوا تو پھر مجھ سے بغل گیر ہوئے تھوڑی دیر کے بعد مجھے چھوڑ دیا۔ اس طرح تین بار بغل گیر ہوئے اور فرمایا کہ تمہیں اجازت ہے۔

بعد ازاں سلوک کی منازل کی تکمیل پر شیخ کامل حضرت پیر پٹھان خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ نے آپ کو خرقہ خلافت و اجازت عطا فرما کر سرفراز و ممتاز فرمایا۔

سیرت و کردار☆: آپ علوم شریعت و طریقت کے جامع تھے۔ اتباع شریعت ہی آپ کا مسلک تھا۔ جب بھی کسی کو داخل سلسلہ فرماتے تو اس سے ارکان اسلام کی پابندی کا عہد ضرور لیتے تھے۔

آپ کی پوری زندگی اپنے اسلاف اور بزرگوں کی طریقت کے مطابق گزری۔ کبھی بھی کوئی کام خلاف شریعت و طریقت نہ کیا۔ رواداری وضع داری آپ کو ورثہ میں ملی تھی۔ آنے والے مہمان کی خوب تواضع فرماتے۔ گفتار و کردار میں بلند مقام حاصل تھا۔ اخلاق کریمانہ میں بے مثل تھے۔ لنگر وسیع اور دراز تھا عبادت و ریاضت میں یگانہ روزگار تھے۔

آپ کے والدین کا اصل علاقہ میرپور تھا۔ جب سے آپ کا تعلق حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان المعروف پیر پٹھان علیہ الرحمۃ سے ہوا تھا۔ آپ نے میرپور کو خیر باد کہا اور ہزارہ کے علاقہ میں مختلف علاقوں میں عبادت و ریاضت کر کے وقت گزارتے رہے۔ آپ کا کوئی مستقل ٹھکانہ نہ تھا۔ حضرت خواجہ احمد میروی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ آپ کی خاطر انہی علاقوں میں حاضر ہو کر کسب فیض کرتے رہے۔ پھر وقت آیا کہ آپ نے ہزارہ کو خیر باد کہا اور گڑھی افغاناں تحصیل ٹیکسلا میں آ کر قیام پذیر ہوئے اور اس زمین کو اپنے قدموں اور علم و عمل سے آباد کیا وہاں پر ایک عظیم خانقاہ بنوائی دیگر ضروری عمارات کی تعمیرات کرائی۔ بے شمار دکھی لوگوں کے دکھوں کا مداوا کیا۔ اور مخلوق خدا کے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرا۔

وصال با کمال☆: آپ کا وصال با کمال مورخہ ۳۰ شعبان المعظم ۱۲۹۲ھ بمطابق 1875ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار گڑھی افغاناں تحصیل ٹیکسلا ضلع راولپنڈی میں مرجع خاص و عام ہے۔ آپ کی اولاد میں سے آپ کے بھتیجے حضرت خواجہ سید عبداللہ شاہ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ آپ کے خانوادے کے عظیم فرد کامل حضرت پیر محمد اکرم شاہ صاحب دنیائے اہل سنت اور ملکی سیاست میں بلند مقام و مرتبہ رکھتے ہیں۔ فقیر راقم الحروف سے اچھی یاد اللہ ہے خدا خوش رکھے۔ صاحبزادہ پیر محمد اکرم شاہ نہایت ہی خلیق اور مہربان طبیعت کے مالک اور دوست پرور شخص ہیں۔ تمام عمر قائد اہل سنت علامہ الشاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمۃ کے ساتھ وفا کا رشتہ قائم کیے رکھا۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا خواجہ محمد فضل الدین چشتی نظامی چاچڑوی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عالم ربانی، مرشد لاثانی، مدرس مسائل عشق وعرفان، قبلۂ طالبان، محدث وجدو پیان، فقیر مست الست، شیخ یگانہ، مرشد زمانہ حضرت مولانا خواجہ محمد فضل الدین چشتی نظامی چاچڑوی رحمتہ اللہ علیہ آفتاب بلندی ہائے عظمت وجلال ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1243 ہجری بمطابق 1828ء کو چاچڑ شریف ضلع سرگودھا میں حضرت حاجی مخدوم احمد یار علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

آپ کی ولادت باسعادت سے قبل آپ کے والدگرامی حج بیت اللہ شریف کے لیے گئے اور حج ادا کرنے کے بعد مدینہ پاک میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا کی اے اللہ مجھے ایک بیٹا عطا کر جو حسین وجمیل ولی اللہ، عاشق کامل، قطب ولایت اور غوث زمان ہو۔ اس حاضری کے دوران آپ کے والدگرامی کو بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چاچڑ شریف کا نقشہ دکھایا گیا کہ وہاں اقامت پذیر ہوکر رشد وہدایت کا فریضہ سرانجام دو۔

چنانچہ آپ کے والدگرامی نے چاچڑ شریف پہنچ کر مرکز صدق وصفا قائم کیا اور اس کی مقبولیت میں شب وروز اضافہ ہونے لگا۔

آپ کا شجرہ نسب چند واسطوں سے حضرت غوث العالم شیخ الاسلام شیخ بہاؤالدین زکریا سہروردی ثم ملتانی علیہ الرحمتہ سے جا کر ملتا ہے۔ آپ کے جدامجد حضرت مخدوم برہان الدین احمد سہروردی اپنے وقت کے صاحب علم وقلم اور صاحب ولایت بزرگ ہوئے ہیں۔ جن کا مزار پرانوار چنگڑانوالہ ضلع سرگودھا میں مرجع خاص وعام ہے۔ آپ قریشی ہاشمی النسل ہیں۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے بچپن میں ہی قرآن مجید حفظ کرلیا تھا۔ اور علوم متداولہ کی تحصیل وتکمیل کر کے جامع علوم ظاہری وباطنی ہوئے۔

بیعت کے لیے سیال شریف حاضری اور واقعہ عجیب ☆: آپ بغرض بیعت جب سیال شریف پہنچے تو کیا دیکھا کہ ایک شخص حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کو سجدہ کر رہا ہے۔ آپ نے اسے منع فرمایا اور کہا کہ اے شخص کیوں کافر ہوتا ہے۔ سجدہ نہ کرو۔ آپ کی بات سن کر سجدہ کرنے والا خاموش ہوگیا اور اپنے مکان کی جانب چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد آپ نے حضرت خواجہ سیالوی سے کہا کہ حضرت آپ نے بھی اسے منع نہیں کیا؟ کہ یہ کام شرع کے خلاف

ہے۔حضرت خواجہ سیالوی نے فرمایا میں کیا کروں؟ اس سے پہلے میں نے کہا ہے کہ اس نے اپنی داڑھی منڈوادی مونچھیں صاف کرا دیں۔اس نے وہ کام بھی خود کیا اور یہ کام بھی خود کرتا ہے۔

یہ سن کر آپ نے کہا کہ میں بیعت کی غرض سے آیا تھا مگر میرا عقیدہ درست نہیں رہا۔حضرت خواجہ سیالوی نے فرمایا یہ آپ کی مرضی ہے بیعت ہوں یا نہ ہوں۔مگر میری یہ نصیحت سن لو کہ اس شخص کے روبرو نہ جانا۔آپ اہل علم ہیں۔وہ اہل صفا میں سے ہیں۔اور بے باک ہیں۔ایسا نہ ہو کہ آپ کو ذلیل کرے۔کیونکہ آپ نے اس کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور وہ خاموش ہو کر چلا گیا ہے۔خبر نہیں ہمارا لحاظ کر کے اس نے کچھ نہیں کہا یا کوئی سبب تھا۔آپ اس سے پوشیدہ رہیں۔آپ اتفاقاً اس کے مکان کے سامنے سے گذرے اس کے دل میں غصہ تھا۔اُس نے آپ سے گفتگو شروع کر دی اور اس مسئلہ پر جتنی تقریریں اور حدیثیں یاد تھیں دریا کی روانی کی طرح پڑھتا رہا۔اس کی تقریر سن کر آپ کے ہوش جاتے رہے۔

جواب کی طاقت مسلوب ہو گئی۔آخر اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا حتیٰ کہ وہ جہاں جاتا آپ اس کے پیچھے پیچھے ہوتے اور شاید انت الحق کا کلمہ بھی استعمال کرتے رہے۔وہ کہتا مولوی صاحب ہوش سے کام لو کیوں کافر ہوتے ہو؟

الغرض آپ کو اتنی ہوش نہ تھی کہ اس کا پیچھا چھوڑتے۔پس آپ حضرت خواجہ سیالوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت خواجہ سیالوی سے اس شرط پر بیعت کے لیے عرض کیا۔کہ ہاتھ دیتے ہی ذوق وشوق طبیعت میں پیدا ہو جائے۔

چنانچہ کچھ ردوکد کے بعد یہ درخواست منظور ہوئی تو آپ کی حالت بھی دگرگوں ہو گئی۔ذوق سے مستی اور مستی سے وارفتگی پیدا ہوئی۔آخر مشرب رندانہ پر آ کر ٹھہرے لیکن شریعت کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پایا۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔اور انہی سے خرقۂ خلافت واجازت پاکر سرفراز وممتاز ہوئے۔

شیخ طریقت سے محبت ☆: آپ کو اپنے شیخ طریقت سے والہانہ محبت وعقیدت اور ان کے احترام میں ایک منفرد مقام حاصل تھا۔جسے اہل سلوک اپنی زبان میں ''فنافی الشیخ'' کا نام دیتے ہیں۔

ایک مرتبہ چاچڑ شریف میں کسی نو وارد سے ملاقات ہوئی تو اس نے بتایا کہ کسی عالم دین نے حضور خواجہ سیالوی کے خاندان کے احترام کے منافی کوئی جملہ کہا ہے۔آپ یہ سنتے ہی آگ بگولا ہو گئے۔سر مبارک کے لمبے لمبے بال کھڑے ہو کر نوک سنان بن گئے۔اور آنکھوں میں خون اتر آیا۔اور اسی وقت اسی حال میں پاپیادہ سیال شریف کی طرف چل دیئے۔اور کہتے میں دیکھتا ہوں وہ شقی کون ہے؟ جو کفر سے بھی بدتر فعل کا مرتکب ہوا ہے۔رفتار کا عالم یہ تھا کہ موج دریا سے بھی تیز۔ایک گھوڑا سوار تیزی سے گھوڑے کو ایڑ لگا کر بمشکل آپ کے نزدیک اس خیال سے پہنچا کہ کسی طرح آپ کی آتش غضب کو ٹھنڈا کیا جاوے۔لیکن آپ کی جلالت کے سامنے اس کی کچھ پیش نہ چلی۔

آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ پر اس قدر جذب ومستی، سرور عشق ومستی طاری رہتی کہ بعض دفعہ جب آپ کو ہوش آتی تو

بغیر کسی کو اطلاع کیے سیال شریف پہنچ جاتے، چلتے وقت اگر گھر سے ننگے سر نکلے تو اسی حالت میں چل پڑتے۔ اگر ایک پاؤں میں جوتی ہوتی دوسرے میں نہ ہوتی تب بھی اسی طرح چل نکلتے۔

بسا اوقات اپنے تن بدن اور لباس وغیرہ کو بالکل فراموش کر دیتے۔ سیال شریف حاضری دے کر پھر انہی قدموں پر اسی حالت میں واپس چاچڑ شریف آ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ خوشاب کے ایک درزی نے حضور خواجہ سیالوی کے لیے چار گوشہ ٹوپی تیار کی اور لے کر چاچڑ شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی آپ تو اکثر سیال شریف حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ آئندہ جب کبھی جانا ہو تو یہ ٹوپی حضرت خواجہ سیالوی کے حضور پیش کر دینا۔

آپ صرف ایک دن پہلے ہی سیال شریف سے واپس آئے تھے۔ آپ نے وہ ٹوپی مبارک اپنے مصلے کے سامنے کتابوں کے جزدان پر اس طرح کھول کر رکھی جیسے کہ حضرت خواجہ سیالوی کے سر مبارک پر پہننے کے وقت ہوتی تھی۔ اس کی وضع قطع اور سج دھج کو دیکھ کر آپ کو حضرت خواجہ سیالوی کی ٹوپی کا تصور یاد آ گیا اور جوش محبت میں فرمانے لگے۔ ''ٹوپی کیسی ہے ٹوپی والا کیسا ہوگا'' اور اسی جذبہ میں فرمایا کہ بھئی یہ ٹوپی اب بیٹھنے نہیں دیتی۔ اسی وقت گھر سے نکلے اور سیال شریف کے لیے چل دیئے۔

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے غایت درجہ عشق ومحبت کی بنا پر سیال شریف ہی کو آپ کا وطن کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔

بزرگان سیال شریف کا آپ کے خاندان سے وہ تعلق ہے جو پیری مریدی سے گذر کر یگانت واخوت تک پہنچ گیا ہے۔ آپ کی زندگی اور آپ کے صاجزادے مولوی نصیر الدین کی تو عمر کا زیادہ حصہ اسی طور محبت پر مقیم ہے۔

حضرت ثانی لاثانی چاچڑ شریف میں☆: حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی چاچڑ شریف میں تشریف لائے تو آپ کے مزار پر فاتحہ کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ تو حضرت ثانی لاثانی کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا۔ اور بدن سے پسینہ بہنے لگا اور یکدم سے مزار شریف کی طرف سے پلٹے اور کافی دور کھڑے ہو کر دوبارہ فاتحہ پڑھی۔

حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے ہمراہ ایک خادم خاص بھی تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر عرض کی حضور ماجرا کیا ہے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ جب میں مزار پر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھنے لگا تو حضرت مولانا فضل الدین چاچڑوی نے مجھ سے کہا کہ آپ میرے پیرزادے ہیں۔ آپ میری مرقد کے پاس کھڑے ہیں اور میں لیٹا رہوں۔ یہ گستاخی مجھ سے نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا آپ مزار سے دور ہٹ کر فاتحہ پڑھیۓ وگرنہ میں شریعت کا پردہ چاک کرنے لگا ہوں۔ خواجہ ثانی صاحب فرماتے ہیں کہ میں اس ڈر سے کہ قلندر ہیں کہیں مزار سے باہر نہ آ جائیں۔ مزار سے دور کھڑا ہو کر فاتحہ پڑھی۔

سیرت وکردار☆: آپ نے بزرگان سلف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نہ تو دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی اور نہ اخروی زندگی کے تقاضوں کو دنیاداری پر قربان کیا۔ ایک مختصر سی خانقاہ کے سوا جہاں بیٹھ کر علم وعرفان کی شمع کو روشن کر کے چہار طرف پھیلایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ کوئی جائیداد نہیں بنائی۔ یہ خانقاہ ایک مسجد، کچھ معمولی رہائشی مکانات، آمد ورفت رکھنے والے لوگوں کے لیے چند سادہ کمروں اور مختصر سے صحن پر مشتمل تھی۔

آپ نے نہ جانے کتنے سال تک ہر سانس اور ہر لمحہ ذکر خدا میں مسلسل گزارا۔ آپ بظاہر چارپائی پر لیٹے ہوتے تھے اوپر کپڑا اوڑھ لیتے۔ حاضرین یہ سمجھتے تھے کہ شاید آپ آرام فرما رہے ہیں مگر آپ اسی طرح کپڑا اوڑھے ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ حاضرین سمجھتے کہ سونے کا وقت ہے لہٰذا وہ بھی دم بخود ہو کر بیٹھے رہتے یا پھر اٹھ کر چلے جاتے۔

آپ اپنی طبیعت کے مطابق اٹھ کر بیٹھ جاتے متعلقین یہ سمجھتے کہ آپ آرام فرما چکے ہیں۔ آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالعزیز قلندر علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ جس روز سے سیال شریف سے آپ کو خرقۂ خلافت ملا تھا اس دن سے تادم آخر آپ نے پیسوں کو ہاتھ تک نہ لگایا۔

اگر کوئی شخص لنگر کے لیے نقدی رقم دینا چاہتا تو آپ پیسوں کو ہاتھ لگائے بغیر اس سے فرماتے کہ فلاں جگہ طاق میں رکھ دو۔ اسی طرح جب لنگر کا باورچی حاضر ہو کر عرض کرتا کہ حضور لنگر میں فلاں چیز ختم ہو گئی ہے تو آپ باورچی سے فرماتے طاق میں سے بقدر ضرورت پیسے اٹھا کر اپنا کام چلا لو۔ تمام عمر اسی طرح انتظام چلتا رہا۔ جس طرح مال دنیا آیا اسی طرح چلا گیا۔ آپ نے نہ کبھی نگاہ ڈالی نہ ہی مَس کیا۔

بیعت کرنے کا انداز بھی آپ کا بالکل مختلف تھا۔ پہلے تو کسی کو بیعت نہ کرتے اور فرماتے کہ بھئی میں سماع سنتا ہوں۔ تم کسی متشرع صاحب ولایت سے بیعت اختیار کرو۔ تاکہ فائدہ بھی حاصل ہو۔ کچھ روحانی فیض بھی حاصل ہو۔ یہاں سے کیا ملے گا۔

اگر کوئی زیادہ اصرار کرتا تو آپ فرماتے کہ میں ایک شرط پر تمہیں مرید کرتا ہوں کہ بیعت کے بعد زندگی بھر دوبارہ نہیں آؤ گے۔ مگر یہ معاملہ دور کے حاجت مندوں کے ساتھ ہوتا۔ چاچڑ شریف والے اس سے مستثنیٰ تھے۔ جو آپ کی شرط قبول کر لیتا اس کو بیعت فرما لیتے اور ایک ہی صحبت ونظر میں فیض جو اس کی قسمت میں ہوتا عطا فرما دیتے تھے۔

آپ طبیعتاً حسن پرست تھے۔ کوئی حسین وجمیل چیز سامنے آجاتی تو اس کی دید میں محو ہو جاتے، چاہے وہ گھوڑا ہو یا کوئی اور جانور نظریں اسی کو مظہر جمال الٰہی سمجھ کر اس پر جم جاتیں۔ اگر کوئی خوبصورت درخت نظر آجاتا تو وہیں کئی کئی گھنٹے کھڑے رہتے اور لطف اٹھاتے رہتے۔

یا پھر بہت بدصورت چیز سے بھی آپ کو پیار تھا۔ چاچڑ شریف میں ایک نہایت ہی بدصورت کالے رنگ کا گڈریا تھا۔ اس کا شمار بھی آپ کی پیاری چیزوں کی فہرست میں تھا۔ جب کبھی بارش نہ ہوتی اور چاچڑ شریف کے باشندے حاضر خدمت ہو کر بارش کے لیے عرض کرتے تو آپ فرماتے کہ اس گڈریے کو بلا کر لاؤ۔ لوگ اسے پکڑ کر لاتے تو آپ فرماتے پہلے اس کو مٹھائی کھلاؤ۔ جب وہ گڈریا شکر وغیرہ کھا کر فارغ ہو جاتا تو آپ اسے حکم دیتے بھئی اب ناچ کر دکھاؤ اور کہو بارش ہو جائے۔

چنانچہ وہ آپ کے حکم سے ناچتا اور کہتا بارش ہو جائے۔ بارش ہو جائے۔ جب ناچ ختم ہو جاتا لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد بادل آتے اور اس قدر بارش ہوتی کہ ہر طرف پانی ہی پانی نظر آنے لگتا۔

آپ کا معمول تھا کہ جب نیا لباس پہنتے تو اس وقت نہ اتارتے جب تک وہ پھٹ نہ جائے۔ گریبان ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ کبھی بٹن

استعمال نہیں فرمائے بلکہ ہمیشہ فرماتے کے مرد کا سینہ ہمیشہ کھلا رہنا چاہیے۔ اسی طرح آپ کی خوراک بھی نہ ہونے کے برابر تھی۔

اولاد وامجاد☆: اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو صاحبزادے عنایت کیئے۔ جن میں حضرت مولانا خواجہ محمد نصیر الدین چشتی نظامی، حضرت خواجہ عبدالعزیز قلندر چشتی نظامی علیہم الرحمتہ۔ ہر دو صاحبزادگان اپنے زمانے کے معتبر عالم اور عارف باللہ ہوئے ہیں۔

کشف وکرامات☆: چاچڑ شریف کے سجادہ نشین حضرت مولانا عبدالعزیز چشتی نظامی چاچڑوی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور اعلیٰ مولانا محمد فضل الدین چشتی نظامی چاچڑوی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد لاہور گیا اور وہاں سے چند کتابیں طریقت پر خرید کر لایا۔ واپسی پر ایک دن ان میں سے ایک کتاب پڑھ رہا تھا کہ ایک بڑھیا آ گئی۔ اس نے سلام ودعا کے بعد پوچھا صاحبزادہ صاحب ''آج آپ کیا پڑھ رہے ہیں؟'' کچھ مجھے بھی بتایئے، میں نے جواب دیا ''مائی تم کیا سمجھو گی؟ یہ تصور شیخ کے متعلق ایک کتاب ہے'' اُس نے کہا ''ذرا مجھے سمجھا دیجئے'' میں نے اُسے سمجھایا تو سمجھنے کے بعد کہنے لگی ''اب میری طرف دیکھو'' میں نے آنکھ اٹھا کر جب دیکھا تو بڑھیا کی جگہ اپنے اعلیٰ حضرت خواجہ محمد فضل الدین چاچڑوی رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا۔ مولانا عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ میں تو دیکھتے ہی چیخ مار کر زمین سے کئی فٹ کی بلندی پر اچھل کر زور سے گرا اور رونا شروع کر دیا۔

وہ بڑھیا پھر میرے پاؤں پر گر پڑی اور کہنے لگی مجھ سے وعدہ کرو کہ میرے جیتے جی کسی پر یہ راز ظاہر نہ کرو گے۔ میں نے وعدہ کر لیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی کروں گا۔

چنانچہ میں نے آپ کی ظاہری حیات مبارکہ تک اس بھید کو پوشیدہ رکھا۔

کرامت نمبر۲☆: حضرت مولانا عبدالعزیز چاچڑوی چشتی نظامی فرماتے ہیں کہ چاچڑ شریف کے متصل ایک چھوٹی سی نئی آبادی ''دادو والا'' کے رہنے والے ایک بزرگ اللہ داد صاحب جنہیں ہم چچا کہا کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد فضل الدین چاچڑوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد میں نے انہیں دیکھا کہ جب وہ کسی گلی میں آ رہے ہوتے تھے تو کبھی دائیں طرف ہو جاتے۔ یعنی چند قدم دائیں طرف۔ پھر ایک چند قدم بائیں طرف۔ اسی طرح وہ سارا راستہ طے کرتے تھے۔

ایک دن میں نے ان سے پوچھا چچا جان اس کی کیا وجہ ہے؟ پہلے تو وہ سوال کا جواب دینے سے گریز کرتے رہے۔ لیکن جب میں نے اصرار کیا تو ''فرمایا صاحبزادہ صاحب! جب میں چلتا ہوں تو سامنے سے مولانا فضل الدین صاحب آ جاتے ہیں۔ میں ادب سے دوسری طرف ہو جاتا ہوں۔ پھر جب ادھر بھی آپ کو دیکھتا ہوں تو ناچار دوسری جانب پھر جاتا ہوں۔'' مولانا عبدالعزیز نے جب یہ سنا تو چیخ مار کر زمین سے کئی فٹ کی بلندی پر اچھل کر نیچے گر کر بے ہوش ہو گئے۔

کرامت نمبر۳☆: حضرت مولانا خواجہ محمد فضل الدین چاچڑوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کے جانشین صاحبزادے حضرت مولانا عبدالعزیز چاچڑوی فرماتے ہیں کہ ایک روز میں چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا کہ ناگاہ گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رسالے کے گھوڑے پر سوار رسالے میں ملازم کوئی عہدیدار وردی پہنے میرے سامنے آ کر رکا۔ اور گھوڑا ایک طرف کھڑا کر کے میرے پاس آیا اور نہایت عاجزی اور محبت واخلاص کے ساتھ مجھے ملا۔ میں نے دریافت کیا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا حضور اعلیٰ حضرت

چاچڑوی مولانا فضل الدین صاحب نے مجھے یہی حکم دیا تھا۔

وہ اس طرح کے آج سے کچھ عرصہ پہلے میں بالکل بے روزگار تھا اور میری حالت بہت تنگ تھی۔ میں نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی سب حقیقت عرض کی تو آپ نے فرمایا اچھا اس طرف چلے جاؤ (ایک طرف اشارہ فرمایا) اللہ تعالیٰ تمہاری مشکل آسان کر دے گا۔ اور تنگی دور ہو جائے گی۔ اور فرمایا کہ اگر کہیں ملازمت مل جائے اور کسی عہدہ پر پہنچ جاؤ تو میرے پاس اسی عہدہ داری کی حالت اور لباس میں آنا۔

میں حضرت کے ارشاد کے مطابق جس سمت کو آپ نے اشارہ فرمایا تھا چل پڑا۔ جب میں فلاں شہر میں فلاں جگہ پہنچا تو وہاں مجھے رسالے کی نوکری مل گئی۔

چنانچہ میں اتنے سالوں کے بعد ترقی کرتے کرتے اپنے موجودہ عہدے (رسالدار) پر جا پہنچا اس لیے اعلیٰ حضرت چاچڑوی کے فرمان کے مطابق اسی وردی اور گھوڑے کے ساتھ میں نے آکر حضور کی خدمت میں حاضری اور سلامی دی ہے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 7 رجب المرجب ۱۲۹۸ ہجری بمطابق 6 جون 1881ء بروز اتوار کو ہوا۔ مزار پر انوار چاچڑ شریف ضلع سرگودھا میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے دربار کے موجودہ سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ مخدوم غلام ریاض الدین چاچڑوی مدظلہ العالی جلوہ افروز ہیں۔ جو بڑے خلیق اور مہربان و مہمان نواز ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

منقبت درشان

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

شمس عرفان زمانہ مظہر سرور توئی
کامل و اکمل یگانہ صورت برتر توئی

مہرؒ و حیدرؒ درطواف کعبہ کوئے شما
شاہ معظمؒ دین را خود پیکر دلبر توئی

نور انوار سلیمانؒ حبیب کبریا
سر اسرار الٰہی خاور اکبر توئی

گم شود سایہ جسمت از لطافت در بدن
غوث اعظم قطب عالم مرکز و محور توئی

درزبان وحدت و توحید میگفتم ظفرؔ
مصدر و مشتق توئی و حاصل مصدر توئی

از قلم: ڈاکٹر ظفر پاتو آنہ سیالوی

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: حضرت شمس العارفین برھان الواصلین محبوب الکاملین امام العاشقین، مرشد عارفین، محبوب رب العلمین حضرت پیر سیال لجپال خواجہ شمس الدین سیالوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ سپہر نیرّ افق ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت آپ ۱۲۱۴ھ بمطابق 1799ء سیال شریف ضلع سرگودھا میں ہوئی۔

آپ کے والد گرامی کا نام اسم گرامی میاں محمد یار بن میاں محمد شریف بن میاں برخوردار بن میاں تاج محمود بن میاں شیر کرم علی علیہم الرحمۃ والغفران ہے حضرت خواجہ صاحب کا سلسلہ نسب پچاس واسطوں سے حضرت عباس علمدار سے جا ملتا ہے۔ آپ کے جدامجد حضرت میاں شیر کرم علیہ الرحمۃ حضرت حافظ موسیٰ پاک شہید قادری ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام نامی اسم گرامی حضرت جنت بی بی تھا آپ پوہلہ گاؤں کی رہنے والی تھیں جو سیال شریف سے ایک میل کے فاصلے پر ہے آپ قرآن کریم کی حافظہ تھیں۔ عبادت و ریاضت میں شب و روز مصروف رہتیں۔ آپ نے درس قرآن جاری کر رکھا تھا۔ جس میں بچیاں قرآن کریم حفظ کرتی تھیں یہ آپ کی نظر ولایت کا فیضان ہے۔ کہ آج بھی موضع پوہلہ کی عورتیں بکثرت حافظ قرآن ہیں۔ جب آپ اپنی والدہ ماجدہ حضرت جنت بی بی کے بطن مبارک میں تھے والدہ ماجدہ نے ذکر و عبادت و ریاضت کے معمولات میں کئی گناہ اضافہ کر دیا۔ شب و روز درود شریف ورد زباں رہتا سونے سے پہلے ہر شب اکتالیس مرتبہ سورہ یٰسین شریف کی تلاوت فرماتیں۔

تین ہمشیرہ گان کی ولادت کے بعد حضرت میاں محمد یار کے ہاں جب وہ آفتاب ولایت خواجہ شمس العارفین کی صورت میں طلوع ہوا جس نے انگنت سیاہ بختوں کو بلند اقبال کیا۔ بے شمار غافلوں کو ذکر الٰہی کی لذت سے بہرہ ور کیا جس کی توجہ سے ہزاروں سالکان راہ محبت کو وصل تک رسائی نصیب ہوئی۔

پیشانی پر اسم اعظم☆: آپ کے چچا حضرت میاں احمد یار صاحب کی شادی لالی قوم کی ایک خاتون سے ہوئی تھی اُن محترمہ کے والد میاں نور نبی جو کہ ایک روشن ضمیر درویش تھے۔ ایک دفعہ وہ اپنی بچی کو ملنے کے لئے سیال شریف آئے۔ اس وقت حضرت کی عمر بہت چھوٹی تھی۔ آپ گھٹنوں کے بل اپنے صحن میں چل رہے تھے۔

جب حضرت میاں نور نبی کی نگاہ آپ کی جبین سعادت پر پڑی تو فوراً چار پائی سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ کسی نے پوچھا کہ اس

چھوٹے سے بچے کے سامنے اس قدر تعظیم کیوں بجالائے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ تم اس بچے کی شان کو نہیں سمجھتے۔ اس کی پیشانی پر اسم اعظم لکھا ہوا ہے۔ جب یہ اپنے مرتبہ کمال کو پہنچے گا تو اپنے روحانی فیوض و برکات سے ایک عالم کو سیراب کرے گا۔ اور اس کے دروازے پر سینکڑوں باکمال اہل بصیرت دست بستہ کھڑا ہونا باعث سعادت سمجھیں گے۔ پھر میاں نور نبی نے اپنی بیٹی سے فرمایا کہ میں نے اللہ سے دعا مانگی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بچی عطا فرمائے۔ جب تمہارے ہاں بچی پیدا ہو تو اپنی بچی کا رشتہ اس کو دے دینا تا کہ قیامت کے روز میں بھی اس مرد کامل خواجہ شمس العارفین کے رشتہ داروں میں اٹھایا جاؤں۔

ابتدائی تعلیم وتربیت☆: حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کو عام بچوں کی طرح کھیل کود سے کوئی شغف نہ تھا۔ قرآن مجید مکمل کرنے کے بعد آپ اپنے ماموں میاں احمد الدین کے ہمراہ ڈھوک میکی پنڈی گھیپ میں وقت کے جید عالم دین حضرت علامہ میاں محمد افضل علیہ الرحمۃ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ جہاں چند ماہ میں آپ نے نام حق اور کریما وغیرہ کتابیں پڑھ لیں۔ پھر وہاں سے مکھڈ شریف تشریف لے گئے زمانہ طالب علمی میں بھی جب کسی صاحب کمال نے آپ کو دیکھا حیرت زدہ ہو کر رہ گیا کبھی کبھی آپ مکھڈ سے اپنے والدین کی ملاقات وزیارت کے لئے تشریف لے جاتے تو راستے میں قصبہ دین پور سے گزر ہوتا۔ وہاں ایک درویش میاں محمد اکرم صاحب رہا کرتے تھے۔ جب وہ آپ کو گزرتا ہوا دیکھتے تو تعظیم کے لئے مودبانہ طریقہ سے کھڑے ہو جاتے اور آپ کو رخصت کرنے کے لئے کافی دور تک دین پور سے باہر تک آتے۔

حضرت میاں محمد اکرم صاحب کے ایک خادم نے ایک روز سوال کیا کہ آپ اس نوجوان کی شاید اس لئے تعظیم کرتے ہیں کہ میاں شیر کرم علی صاحب کی اولاد میں سے ہیں۔ میاں اکرم صاحب نے فرمایا کہ تم سلطان ولایت کے اس عظیم گوہر تاباں کی قدر نہیں جانتے۔ ایک دن آئے گا کہ جب یہ نوجوان اقلیم فقر کا تاجدار ہوگا۔ اس کی عظمت کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجے گا۔ بڑے بڑے باکمال لوگ اس کے پاس حاضر ہو کر اپنی منزل مراد کو پائیں گے۔ میاں اکرم علی جیسے بزرگ اور میرے ایسے لقمہ خوار ہزاروں افراد اس کے آستانہ پر جمع ہونگے۔

مکھڈ میں مولانا محمد علی کے علم وفضل وکمال کا بہت شہرہ اور چرچا تھا۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سوا برس تک ان کی خدمت میں رہ کر تحصیل علم کرتے رہے۔ اور اپنے علمی ذوق وشوق کے باعث امتیازی حیثیت اختیار کر گئے۔ مولانا محمد علی مکھڈی کو بھی آپ کی ذہانت اور علمی انہماک نے بہت متاثر کیا وہ بھی آپ پر خصوصی توجہ دینے لگے۔ کھانے کے وقت دستر خوان پر اپنے ساتھ کھانا کھلاتے اور علمی مسائل پر گفتگو فرماتے۔ ان علمی صحبتوں سے خواجہ شمس العارفین کی دبی ہوئی صلاحیتیں بیدار ہو گئیں اور مزید علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اتفاق سے انہی دنوں حضرت خواجہ شمس العارفین کو کابل جانے کا موقع ملا۔ وہ اس طرح کہ محمد امین نامی ایک تاجر جو کہ بسلسلہ تجارت افغانستان جا رہے تھے۔ انہوں نے مولانا محمد علی صاحب سے درخواست کی کہ وہ حصول برکت کیلئے حضرت خواجہ شمس العارفین کو بھیج دیں۔

مولانا محمد علی مکھڈی نے حضرت خواجہ شمس العارفین سے مشورہ فرمایا۔ آپ کی رضامندی کے بعد آپ کو میاں محمد امین کے ہمراہ

افغانستان بھیج دیا۔ میاں محمد امین کو یہاں کافی عرصہ رکنا پڑ گیا۔ حضرت خواجہ شمس العارفین نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کابل کے معروف و متبحر عالم دین حافظ دراز صاحب سے ہدایہ شریف پڑھی اور حدیث شریف کی سند بھی حاصل کی۔

کابل سے تحصیل علم کے بعد خواجہ شمس العارفین جب مکھڈ شریف واپس پہنچے تو یہاں مولانا محمد علی کی کیفیت ہی بدل گئی تھی۔ اور وہ کسی مرشد کامل کی تلاش میں تھے وہ دن رات روتے اور دعائیں کرتے کہ کوئی راہبر راہ حقیقت مل جائے جو قلب کی تسکین کا سامان مہیا کر سکے ادھر آپ کی بھی اسی قسم کی کیفیت تھی کہ ظاہری علوم تو حاصل کر چکے تھے۔ اب باطنی تعلیم و تربیت کا شوق موجزن تھا۔

جب مولانا محمد علی مکھڈوی تلاش مرشد کے لئے نکلے تو حضرت خواجہ شمس العارفین کو بھی ساتھ لے لیا اس وقت حضرت خواجہ شمس العارفین کی عمر شریف صرف اٹھارہ سال کی تھی۔ انہی دنوں کسی اہل دل سے انہوں نے حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کی تعریف سنی تو زیارت کیلئے تونسہ شریف روانہ ہو گئے۔

بیعت کیلئے تونسہ مقدسہ کی حاضری ☆: حضرت ضیاء الامت مفکر اسلام مفسر قرآن حضرت قبلہ پیر محمد کرم شاہ صاحب الازھری علیہ الرحمۃ آپ کی بیعت و خلافت کے حوالے سے اس طرح رقمطراز ہیں کہ جب دونوں قبلہ عالمیان شہنشاہ اقلیم ولایت حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچے تو حضرت خواجہ شاہ سلیمان علیہ الرحمۃ نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ عرض کی مکھڈ سے مزید استفسار پر حضرت پیر پٹھان نے فرمایا مکھڈ والے مولوی صاحب بخیریت ہیں۔ عرض کی وہ خاکسار میں ہی ہوں۔ حضور پیر پٹھان نے آگے بڑھ کر گلے سے لگا لیا۔ اور بڑی عزت و تکریم سے پیش آئے۔ اور رہائش کے لئے انہیں ایک حجرہ مرحمت فرمایا۔ مولانا محمد علی تو اپنی اقامت گاہ پر فروکش ہو گئے لیکن حضرت شمس العارفین خواجہ شمس الدین سیالوی حضرت پیر پٹھان کو دیکھتے ہی ہزار جان اور ہزار دل سے فریفتہ ہو گئے۔ اتنا یارائے صبر بھی نہ رہا کہ اپنے استاد محترم مولوی محمد علی مکھڈی کا انتظار کریں۔ موقع ملتے ہی بارگاہ ناز میں حاضر ہوئے اور بیعت کے لئے گزارش کی۔ مرشد کامل نے از راہ عنایت و بندہ نوازی شرف بیعت سے سرفراز فرمایا اور نماز مغرب کے بعد نفل اوابین اور حفظ الایمان اور ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ درود پاک پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ سردست تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ جب تحصیل علم سے فراغت پا کر آؤ گے اس وقت مزید کرم فرما دیا جائے گا۔

اس سعادت ازلی سے بہرہ ور ہو کر اپنے استاد محترم کے پاس حاضر ہوئے اور آرام فرمایا مولانا محمد علی صاحب نے چند روز تک توقف کے بعد بیعت کے لئے عرض کی حضور نے فرمایا آپ بہر وجہ افضل و اکمل ہیں۔ آپ کا علم و فضل مشہور عالم ہے۔ آپ کو اس فقیر سے بیعت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ مولانا محمد علی مکھڈی نے بصد ادب و نیاز عرض کی کہ قبلہ میں نے علم اس لئے تو حاصل نہیں کیا کہ یہ محرومی کا باعث ہو۔ اور میں اس نعمت سرمدی سے محروم رہوں۔

میں نے علم ہدایت پذیری کے لئے پڑھا ہے۔ اس لئے حضور اس خاکسار پر نظر کرم فرمائیں۔ اور مجھے اپنی غلامی کی عزت سے محروم نہ رکھیں۔ علم و فضل کے باوجود مولانا کی اس نیاز مندی کو حضور پیر پٹھان نے بہت پسند فرمایا۔ اور کچھ پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ ان وظائف کے پڑھنے سے مولانا کی دل کی پہلی صفائی جاتی رہی ذوق و شوق کی جو چنگاری سلگ رہی تھی وہ پھر سرد پڑ گئی۔ آپ اس صورتحال

سے بڑے غم زدہ ہوئے اور اپنی کیفیت عرض کی۔ حضرت پیر پٹھان نے آپ کی بات کے جواب میں ارشاد فرمایا "اک لڈے تے بیا آوے" یعنی ایک رخصت ہو تو دوسرا آوے آپ کے پہلے واردات رخصت ہوں گے تب نئی کیفیات کا ورود ہوگا۔

چنانچہ کچھ عرصے کے بعد مولانا کے دل میں درد و سوز اور ذوق و شوق کی وہ کیفیت پیدا ہوگئی جس کا بیان زبان و قلم سے ناممکن ہے۔ مولانا محمد علی مکھڈی علیہ الرحمۃ نے چھ ماہ تک حضرت پیر پٹھان خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کے آستانہ عالیہ پر قیام کیا اور نعمت دیدار توجہ باطنی اور کرمہائے بے پایاں سے محظوظ ہوتے رہے چھ ماہ کے بعد حضرت پیر پٹھان نے آپ کو طلب فرمایا۔ بیعت بھی کیا اور باطنی نعمت سے بھی مالا مال کر کے خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔ اور واپس مکھڈ جانے کی اجازت دی۔ بحوالہ ضیائے حرم مارچ ۱۹۷۳ء۔

مولوی محمد علی مکھڈی علیہ الرحمۃ کی اولاد نہ تھی۔ اب مکھڈ واپس آئے تو اپنا تمام اثاثہ خواجہ شمس العارفین کے حوالے کر دیا اور مدرسہ کا انتظام و انصرام بھی آپ ہی کے سپرد کر دیا۔ ادھر سیال شریف میں حضور خواجہ شمس العارفین کے والدین کریمین ایک عرصہ سے اُن کے فراق میں تڑپ رہے تھے۔ اُن کی خواہش تھی کہ وہ جلدی سے جلدی اپنے نور نظر کی شادی کی مسرتیں دیکھ لیں۔ لیکن حضرت خواجہ شمس العارفین شادی کے لئے تیار نہ تھے جب والدین نے دیکھا کہ آپ کا رجحان اس طرف نہیں ہے تو انہوں نے حضرت پیر پٹھان کو عریضہ ارسال کیا تو حضرت خواجہ پیر پٹھان نے مولانا محمد علی مکھڈی علیہ الرحمۃ کو خط لکھا کہ مولانا تم نے اس فقیر کو کیوں اسیر کر رکھا ہے۔ اس کو فوراً والدین کے پاس بھیج دے اور ساتھ ہی خواجہ شمس العارفین کو ہدایت فرمائی کہ فوراً سیال شریف چلے جائیں اور والدین کے حسب منشاء نکاح سے فراغت حاصل کریں۔ مرشد کامل کا حکم ملتے ہی خواجہ صاحب سیال شریف روانہ ہوگئے۔ جہاں پہنچتے ہی آپ کے والدین نے آپ کے چچا میاں احمد یار کی دختر نیک اختر سے آپ کا نکاح کر دیا بوقت نکاح آپ کی عمر شریف ۲۴ سال تھی۔

سیال شریف میں مستقل قیام ☆: شادی کے بعد خواجہ شمس العارفین نے سیال شریف میں ہی مستقل قیام کا ارادہ فرمایا اور وہیں پر درس و تدریس اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہوگئے اس کے علاوہ سال میں کئی مرتبہ اپنے مرشد کامل حضرت پیر پٹھان کی زیارت کے لئے تونسہ شریف جاتے اور کم از کم چالیس روز تک وہیں قیام فرماتے جب بتقاضائے ضعیفی عمر ظاہری کمزوری ہوگئی تو باامر مجبوری سواری پر تشریف لے جاتے۔

آپ اپنے مرشد کی خدمت و غلامی کو سرچشمہ سعادت سمجھتے چودہ مرتبہ حضرت پیر پٹھان کی معیت میں تونسہ شریف سے مہار شریف کا سفر اس شان سے کیا کہ حضرت پیر پٹھان ایک گھوڑے پر سوار ہوتے اور پیکر صدق و وفا خواجہ شمس العارفین اپنے مرشد کا قرآن معہ رحل اور دیگر وظائف سر پر رکھے۔ پانی کا بھرا ہوا کوزہ دائیں ہاتھ میں اور حضور کا مصلہ اور عصا بغل میں لئے۔ بادۂ محبت سے سرشار ہو کر مرشد کی گھوڑی کے پیچھے پیچھے دوڑتے لوگ اس حسین و جمیل نوجوان کے جسم نازک اور اس پر یہ مشقت جفاکشی پھر شوق و مستی کا عالم اور ہمت کی بلندی دیکھ کر دنگ رہ جاتے۔ دیکھنے والا ایک نظر سے پہچان جاتا کہ یہ کسی منزل کا مسافر ہے۔ اور اس کی آنکھیں کسی درد و محبت کی غمازی کرتی ہیں۔

تونسہ شریف سے مہار شریف ایک سو پچاس میل کی مسافت پر واقع ہے۔ اس زمانہ میں تقریباً سارا علاقہ چٹیل میدان اور جنگل بیابان کا منظر پیش کرتا تھا ریگستانی علاقہ پانی نایاب آبادیاں خالی خالی سڑکیں اور شاہراہیں مفقود تھیں۔ ایک دفعہ حضرت پیر پٹھان دیارِ محبوب کی طرف روانہ ہوئے۔ گرمی کا موسم تھا۔ خواجہ شمس العارفین بڑے ذوق وشوق سے وجدانی کیفیت کے ساتھ اپنے مرشد کی گھوڑی کے آگے دوڑتے جارہے تھے۔ آپ کے پاؤں میں جوتے نہ تھے۔ ریشم سے نرم ونازک پاؤں کے تلووں میں کانٹے چبھتے پاؤں میں آبلے پڑ گئے۔ دھوپ قیامت ڈھارہی تھی زمین ریت کی وجہ سے گرم تھی۔ اس کے باوجود آپ کے پائے استقلال میں ذرا بھی جنبش نہ آئی۔ اور چلتے رہے۔ اچانک مرشد کامل نے اس حالت کو دیکھا تو فوراً رک جانے کا حکم دیا اور اپنی پاپوش مبارک اتار کر آپ کو دی کہ اسے پہن لو تا کہ گرم ریت راہ میں بکھرے ہوئے کانٹے اور سنگریزے آپ کے پاؤں میں نہ چبھیں آپ نے اس تحفہ کو بصد شکریہ قبول کیا اور چوم کر آنکھوں سے لگالیا اور پاؤں میں پہننے کی بجائے اپنے سر کا تاج بنالیا۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد حضرت پیر پٹھان نے آپ کو حسب سابق ننگے پاؤں دیکھا تو پوچھا کہ جوتے کہاں ہیں۔ آپ نے جواب میں عرض کیا کہ حضور جہاں اُن کا مقام تھا میں نے انہیں اس جگہ سجا لیا ہے۔ یہ جواب سُن کر مرشد کامل بے حد مسرور ہوئے۔ اور اپنی گھوڑی سے نیچے اتر کر آپ کو سینے سے لگایا۔ اس کے بعد آپ کو اسرار و معرفت کے خزینے بخشے۔

حضرت خضر علیہ اسلام کی زیارت ☆: حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے مرشد حضرت پیر پٹھان علیہ الرحمۃ کی خدمت میں چودہ سال کا طویل عرصہ اس انتظار میں گزارا کہ کوئی رحمت کی گھڑی آئے اور لطف خسروانہ ابر کرم بن کر برسے۔ اتنے عرصے میں دوبار مجھے یہ خصوصی لمحے نصیب ہوئے۔ اس وقت ایک تو آپ ذیل میں دیئے گئے۔ پہلے واقعہ کا ذکر فرماتے۔

دوسرا واقعہ یہ کہ ایک مرتبہ حضرت پیر پٹھان علیہ الرحمۃ تشریف فرما تھے کہ مشتاقان دید کا ہجوم تھا۔ اس اثنا میں ایک نورانی صورت والے بزرگ حاضر ہوئے اور کچھ دیر محو گفتگو ہو کر رخصت ہو گئے۔ جب وہ تھوڑا سا آگے گئے۔ تو حضرت نے حاضرین سے کہا کہ جس شخص کے دل میں حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کا شوق ہو وہ جائے اور اُن کی زیارت کر لے۔ یہی خضر علیہ السلام ہیں۔ جو ابھی یہاں سے اٹھ کر گئے ہیں۔ لوگ دیوانہ وار حضرت خضر کی زیارت کے لئے دوڑ پڑے لیکن حضرت خواجہ شمس العارفین اپنے مرشد کے پاس ہی بیٹھے رہے۔

حضرت پیر پٹھان نے فرمایا کہ مولوی صاحب کیا تمہیں حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کا شوق نہیں۔ عرض کی حضرت میں تو اُس کی زیارت کروں گا جس کی زیارت کے لئے حضرت خضر علیہ السلام بھی آتے ہیں۔ حضرت پیر پٹھان خواجہ شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے۔ اور دعاؤں سے نوازا اور فرمایا کہ: "**اللہ میرے سیال نوں رنگ لاویں**" اے اللہ میرے اس مرید باصفا کو ابدی عزت وسعادت سے سرفراز فرما۔ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ مشرق ومغرب سے لوگ کسب فیض کے لئے پروانہ وار سیال شریف آنے لگے۔

ایک صورت کی دو ہیں مورتیاں☆: سچ تو یہ ہے کہ جب تک اپنے شیخ کے ساتھ اتنی والہانہ عقیدت ومحبت نہ ہو۔ افادہ اور استفادہ کا راستہ نہیں کھلتا۔ طالب کو گوہر مقصود ہاتھ نہیں آتا۔ اپنے شیخ کی محبت نے آپ کے باطن کو ہمرنگ کر ہی دیا تھا لیکن ظاہری شکل وصورت میں بھی ایسی مماثلت پیدا ہوگئی تھی کہ حضرت کو دیکھنے والا یہ سمجھتا کہ اُس نے پیر پٹھان حضرت خواجہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کی زیارت کی ہے۔

حضرت خواجہ شمس العارفین جب اپنی عمر کے آخری حصے میں آستانہ عالیہ کے تالاب پر تشریف فرماتے جس نے بھی دیکھا۔ یہی سمجھا کہ خود حضرت پیر پٹھان تشریف فرما ہیں۔

کسی خادم نے دوڑ کر حضرت خواجہ کریم تونسوی کی خدمت میں گزارش کی کہ قبلہ میں اپنی آنکھوں سے حضرت پیر پٹھان کو تالاب پر بیٹھے دیکھ کر آیا ہوں۔ حضرت خواجہ کریم تونسوی نے سن کر فرمایا۔ پتہ چلتا ہے کہ مولوی صاحب سیالاں والے آگئے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت پیر پٹھان کے پوتے حضرت خواجہ خیر محمد صاحب سیال شریف تشریف لائے اور حضرت خواجہ شمس العارفین باوجود ضعیفی اور نقاہت کے اپنے شیخ کے پوتے کی خدمت میں دن میں کئی بار حاضر ہوتے اور کافی دیر زانوئے شکستہ دست بستہ بیٹھے رہتے۔ اسی اثناء میں حضرت صاحبزادہ صاحب آپ کے چہرہ انور کو بڑے غور سے دیکھتے رہتے ایک دن صاحبزادہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ جب سے ہمارے جدامجد حضرت خواجہ پیر پٹھان شاسلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کا انتقال ہوا ہے۔ تب سے حضرت خواجہ شمس العارفین کی زیارت سے ہمارے دلوں کو سکون اور اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ کیونکہ ہمارے جدامجد اور خواجہ شمس العارفین سیالوی کی صورت اور سیرت میں ایک بال کا بھی فرق نہیں ہے۔ لیکن حضرت خواجہ سیالوی نے ازراہ کسرِ نفسی فرمایا کہ مور چہ (چونٹی) کو سلیمان سے کیا نسبت۔

خاک دہلیز سلیمان پہ یہ پیشانی ہے
چشم اس مور کی برلطف سلیمانی ہے

جو مجھے دیکھ لے وہ تجھے دیکھ لے☆: میاں حفیظ صاحب ماہی ساکن سرکی شریف۔ حضرت مولانا سلطان محمود صاحب ساکن تاڑہ دونوں حضرت پیر پٹھان کے جانثار مرید تھے۔ حضرت پیر پٹھان کے انتقال کے بعد اُن کی دنیا تاریک ہوگئی۔ نہ رات کو آرام نہ دن کو قرار۔ ہجر محبوب میں ہر وقت رویا کرتے۔

ایک رات حضرت پیر پٹھان نے میاں حفیظ ماہی کو خواب میں ارشاد فرمایا کہ تم روتے کیوں ہو میں تو اب تمہارے نزدیک سیالاں میں رہتا ہوں۔ آپ خواب سے بیدار ہوئے اسی وقت بستر باندھا سر پر رکھا اور سیال شریف کی جانب چل دیئے۔ راستے میں اپنے پیر بھائی مولانا سلطان محمود کے پاس سے گزرے تو دیکھا وہ بھی بستر باندھے۔ بیٹھے ہیں۔ اور آمادہ سفر ہیں۔ آپ نے پوچھا حضرت کہاں کی تیاری ہے۔ فرمایا کہ رات کو میرا دل ازحد سوگوار تھا کہ روتے روتے آنکھ لگ گئی تو خواب میں حضرت پیر پٹھان کی زیارت نصیب ہوئی اور فرمایا۔ مولوی صاحب آپ اتنا کیوں روتے ہیں۔ میں تو اب تمہارے بالکل قریب سیالاں میں آگیا ہوں۔ خواب سن کر حضرت میاں حفیظ ماہی نے کہا کہ مولوی صاحب مجھے بھی آج رات یہی معاملہ پیش آیا اور حضرت پیر پٹھان نے بعینہ مجھے بھی یہی الفاظ

کہے ہیں۔اور یہی حکم دیا ہے۔

چنانچہ وہ دونوں حضرت پیر سیال لجپال خواجہ شمس العارفین کی خدمت میں پہنچے اور آپ کے روئے تاباں کی زیارت کر کے اپنے غم زدہ دلوں کو قرار دیا۔ پھر ساری عمر حضرت پیر سیال لجپال خواجہ شمس العارفین کی خدمت میں گزار دیئے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین نے اُن کو خرقۂ خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔

خلافت واجازت ☆: جب حضرت خواجہ شمس العارفین کی عمر شریف چھبیس برس ہوگئی۔ زہد وریاضت سے سینہ گنجینہ نور بن گیا تو حضرت خواجہ پیر پٹھان شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ نے آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا اور ساتھ ہی ہدایت کی کہ میں تجھے گم کردہ راہوں کو ہدایت پر لانے کے لئے آوارگان دشت محبت کو منزل محبوب تک پہنچانے کے لئے بیعت وخلافت کی اجازت دیتا ہوں۔ آپ نے بصد عجز ونیاز عرض کی مخدوما میں تو اس بارگراں کا متحمل نہیں ہوسکتا مجھے اس سے معذور سمجھا جائے۔ حضرت پیر پٹھان نے فرمایا تو کہاں ہے۔ جب تو میں ہوگیا تو پھر تو کہاں رہا۔ تیرے ہر کام کا میں ذمہ دار ہوں اپنے آپ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تجھے اس کا مجاز کرتا ہوں۔

چنانچہ ظاہری وباطنی انعامات سے سرفراز فرما کر آپ کو رخصت کیا اور روانگی کے وقت سخت تاکید کی جس فیض کا تمہیں امین اور جس خزینہ سعادت کا تجھے قاسم مقرر کیا ہے۔ اس سے کوئی محروم نہ رہے۔ جو بھی بیعت کا خواہش مند آئے۔ اس کی دستگیری ضرور کی جائے۔ اس کے بعد جب آپ دوبارہ اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو دریافت فرمایا کہ کیا کسی کو بیعت کیا ہے۔ عرض کی صرف میرے والدین نے میری بیعت کی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی بیعت نہیں ہوا ہے۔ حضرت پیر پٹھان نے جلال میں آ کر فرمایا کہ میں نے تو تجھے شاہباز بنایا ہے۔ سارا عالم تیرا صید زبوں ہے۔ اپنی ہمت خداداد کو مخلوق کی رشد وہدایت میں صرف کرو۔

حضرت غوث اعظم اور نبی پاک ﷺ سے ملاقات ☆: ایک مرتبہ حضرت پیر سیال لجپال خواجہ شمس العارفین سیال شریف سے تونسہ شریف اپنے مرشد کامل کی زیارت کے لئے تشریف لے جارہے تھے۔ راستے میں ایک جنگل سے گزر ہوا۔ وہاں پر ایک نورانی صورت والے بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فرمایا کہ درود اکبریت احمر پڑھا کرو۔ آپ نے جواب دیا کہ میرے لئے میرے مرشد کا فرمان کافی ہے۔ جب تونسہ شریف پہنچ کر مرشد کامل کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے راستے کا حال معلوم کیا تو آپ نے راستے میں ملنے والے بزرگ کا تمام معاملہ مرشد کے سامنے عرض کر دیا۔ آپ کی بات سن کر حضرت پیر پٹھان نے فرمایا کہ راستے میں جو بزرگ ملے تھے۔ انہوں نے جو وظیفہ بتایا تھا وہ پڑھا کرو وہ بزرگ حضرت پیران پیر غوث الاعظم دستگیر تھے۔

یہ درود پاک (کبریت احمر) اس سے پہلے طریقہ چشتیہ کے اوراد میں شامل نہ تھا۔ حضرت پیر سیال خواجہ شمس العارفین کے ذریعے یہ نعمت عظمیٰ چشتیہ سلسلہ کو نصیب ہوئی۔ حضرت پیر سیال لجپال خواجہ شمس العارفین پھر اس کی تلاوت پر مداومت بھی کیا کرتے آں والا مرتبت نے موجودہ طریقہ کے مطابق اس کی زکوۃ بھی دی اور اس کے اختتام پر بارگاہ رسالت سے آپ پر خصوصی کرم ہوا۔

رسول اللہ کی زیارت وملاقات ☆: مولانا محمد امین گوپی فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا معظم الدین صاحب (کبریت

احمد) کی زکوٰۃ کے ایام میں حضرت وقت پیر سیال کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔اور ہر قسم کی خدمت بجالاتے تھے۔

انہوں نے اپنا چشم دید واقعہ یوں بیان فرمایا ہے۔کہ حضور خواجہ شمس العارفین نے سیال شریف سے باہر مغرب کی جانب ایک جگہ کو کبریت احمد شریف کی زکوٰۃ کے لئے مقرر فرمایا میری ڈیوٹی یہ تھی کہ میں کسی کو اس خلوت میں مخل نہ ہونے دوں۔

چنانچہ جس روز زکوٰۃ کا اختتام تھا۔چاشت کا وقت تھا۔آپ تلاوت میں مصروف تھے۔میں کافی پیچھے ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔کہ اچانک ایک اندھیرا سا ہوا جیسے صبح صادق کا وقت ہو۔اسی اثناء میں چند گھوڑا سوار آسمان کی طرف سے اترے حضرت خواجہ شمس العارفین نے آگے بڑھ کر ایک شاہسوار کی قدم بوسی کی یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات تھی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک دستار تھی جو آپ کے سر پر باندھی گئی اس عزت سے مشرف کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نظروں سے اوجھل ہو گئے۔میں نے حاضر ہو کر اس عزت افزائی پر مبارک باد پیش کی۔حضرت خواجہ شمس العارفین نے دریافت فرمایا کہ آپ نے بھی زیارت کی ہے۔میں نے عرض کیا کہ حضور آپ کے صدقے مجھے بھی یہ عزت نصیب ہو گئی ہے۔

حضرت خواجہ شمس العارفین نے مولانا معظم الدین کو تاکید فرما دی کہ جو کچھ تم نے دیکھ لیا ہے۔اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔

خلق عظیم☆: حضرت پیر سیال لجپال خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کا انداز تبلیغ وارشاد بالکل نرالا تھا۔اسوہ نبوت کا کامل نمونہ ہے۔اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ نے تمام عمر اپنا زیور بنائے رکھا۔مناظرہ،مجادلہ،بحث وتکرار کا تو آپ کے ہاں گزر بھی نہ تھا۔جو بھی بات ارشاد فرماتے محبت و پیار کے رنگ میں رنگی ہوتی۔یہی وجہ تھی کہ بڑے سے بڑا جھگڑالو مد مقابل بھی خلوص و محبت کی مہک سے از خود رفتہ ہو کر سر نیاز قدموں میں رکھ دیتا۔بڑے بڑے علماء اور فضلاء مناظرہ کرنے کے لئے حاضر ہوتے لیکن نگاہ کی تاب نہ لاتے ہوئے ہمیشہ کے لئے غلام بے دام بن کر رہ جاتے۔

آنگہ کے ایک قاضی کا واقعہ☆: تحصیل خوشاب میں آنگہ ایک مشہور قصبہ ہے۔قاضی سلطان محمود کا زمانہ تھا۔اُن کے علم وفضل وکمال کا چرچا دور دور تھا۔آپ کے ذوق علمی کے باعث علماء عصر آپ کو استاد کل کہا کرتے تھے۔قاضی صاحب کے علم وفضل و کمال کا اندازہ لگانے کیلئے اتنا کافی ہے کہ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی بھی آپ کے شاگرد تھے۔حضرت پیر مہر علی شاہ کئی سال تک آنگہ میں قیام پذیر رہے۔اور آپ کے چشمہ علوم ومعارف سے سیراب ہوتے رہے۔

قاضی سلطان محمود کو کسی ذریعے سے پتہ چلا کہ ان کے علاقے ضلع شاہ پور میں سیال کے مقام پر ایک فقیر ظاہر ہوا ہے۔جو سماع سنتا ہے اور لوگ جوق در جوق اس کے مرید بنتے جا رہے ہیں۔قاضی صاحب کی شریعت میں تحقیق کے مطابق سماع ناجائز تھی۔قاضی صاحب کی غیرت ایمانی اس بات کو برداشت نہ کر سکی کہ ان کے علاقے میں خلاف شریعت فعل کو اتنا فروغ ملے۔

چنانچہ ایک گدھے پر کتابیں لاد کر پیر سیال سے مناظرہ کرنے کے ارادے سے سیال شریف کی جانب چل دیئے۔سیال شریف میں اپنے ساز وسامان اور معتقدین کے ہمراہ ایسے وقت میں داخل ہوئے کہ جب حضور پیر سیال خواجہ شمس العارفین اپنی مجلس آراستہ کیے ہوئے۔معرفت کے موتی لٹا رہے تھے۔قاضی صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور آتے ہی آداب مجلس کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہنے لگے

میں نے سنا ہے کہ آپ شریعت مطہرہ کی خلافت ورزی کرتے ہیں۔اور ایسے کام کرتے ہیں جو شریعت میں ممنوع ہیں۔حضرت خواجہ شمس العارفین نے قاضی صاحب کی بات سن کر بڑے تحمل سے فرمایا۔قاضی صاحب میری گردن بلکہ میری سات پشتوں کی گردنیں شریعت کے سامنے جھکی ہوئی ہیں۔اللہ تعالیٰ مجھے خلاف شریعت کام کرنے سے بچائے۔یہ جواب سننے کے بعد قاضی صاحب تھوڑی دیر خاموش بیٹھے رہے۔پھر وضو کرنے کے لئے مشرقی کنواں پر تشریف لے گئے۔

ان کے چلے جانے کے بعد حضرت خواجہ سیالوی نے قوالوں کو اشارہ کیا تو انہوں نے پنجابی کے بولوں سے محفل سماع کا آغاز کیا۔

بھنگ کنوں دل تنگ پیو پچھاں ہزار سے ریاں داتاں

میرے ماہی دیاں مٹھیاں باتاں جیویں کھنڈ شکر نباتاں

قاضی سلطان محمود سماع کی آواز سن کر غصے سے دوڑے ہوئے آئے۔بار بار کہہ رہے تھے۔پھر بھی آپ باز نہ آئے۔جب قاضی صاحب قریب پہنچے تو حضرت نے ایک بار نگاہ بھر کر قاضی صاحب کو دیکھا۔ان پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور غش کھا کر گرے اور ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے اور قوال برابر ان الفاظ کی تکرار کر کے قاضی صاحب کے آتش شوق کو بھڑکا رہے تھے۔قاضی صاحب کے سر پر معمول کے مطابق بہت بڑی دستار ہوتی تھی۔جو اُن کے علم وفضل کی گواہی دیتی تھی۔قاضی صاحب نے سماع کے دوران مستی وشوق میں اپنی دستار سر سے اتاری اور قوالوں کو جا کر نذر کر دی۔اس محفل پر عجیب کیف ومستی کا رنگ تھا۔ہر شخص بے خود تھا جب قوال بار بار تکرار کر رہے تھے۔تو قاضی صاحب منہ سے یہ نعرہ لگاتے

حق اویار وحق حق اویار وحق

حضرت ثانی غریب نواز اس محفل پاک میں حاضر تھے جب قاضی صاحب نے اپنی دستار قوالوں کو نذر کی تو آپ چپکے سے اٹھ کر گھر تشریف لے گئے۔گھر میں سونا چاندی کے جتنے زیورات تھے۔سب اٹھا کر لے آئے اور قوالوں کو پیش کر کے ان کے بدلے قاضی صاحب کی دستار واپس لے لی۔اور فرمایا کہ یہ ایک عالم دین کی دستار ہے۔جو اسی کے سر پر اچھی لگتی ہے۔پھر قاضی صاحب کے سر پر وہ دستار باندھ دی۔حضور پیر سیال خواجہ شمس العارفین اپنے فرزند دلبند کی اس اداشناسی پر بہت مسرور ہوئے۔اور آپ کو دعاؤں سے نوازا۔

کشف وکرامات ☆: حضرت خواجہ شمس العارفین کے پوتے حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ لاہور گیا۔مجھے کسی نے بتایا کہ بلال گنج میں ایک درویش حافظ شفیق احمد قادری رہتے ہیں۔ان کی زیارت کرنی چاہیے۔

چنانچہ ایک ساتھی کو لے کر میں حافظ صاحب کے مکان پر پہنچا دروازہ کھٹکھٹایا دروازہ کھلا ایک درویش نے بڑی ہی تپاک سے ہمیں خوش آمدید کہا اور پہلے سے آراستہ مسند پر مجھے بٹھایا یہی حافظ شفیق احمد قادری تھے۔انہوں نے بتایا کہ میرے مرشد نے بتایا کہ آج تیرے پاس ایک مہمان آنے والا ہے۔میں صبح سے آپ کے لئے چشم براہ ہوں اور یہ مسند میں نے انہیں کی ہدایت وفرمان کے مطابق بچھا رکھی ہے۔

ابتدائی رسمی گفتگو کے بعد انہوں نے اپنا قصہ بیان کیا کہ میں موسیٰ زئی شریف میں بیعت تھا۔میرے مرشد کا انتقال ہوگیا میں ایک

مراقبہ میں سرگرداں تھا۔ وہ حل نہیں ہو رہا تھا۔ میری پریشانی میں دن بدن اضافہ ہونے لگا میں روزانہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دیتا کافی عرصہ کے بعد مجھے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمۃ نے خواب میں شرف دیدار بخشا۔ اور فرمایا کہ جموں میں سید عباس علی شاہ کے پاس جاؤ وہ تمہاری یہ مشکل حل کرے گا میں گوہر مراد کی تلاش میں جموں پہنچا۔ بہت تلاش و بسیار کے بعد میں نے سید عباس علی شاہ کو پالیا۔ لیکن ان کی کیفیت ظاہری کو دیکھ کر مجھے مایوسی ہوئی اور میں نے سوچا کہ جس کے لیل و نہار ایک برہمن کی نوکری میں گزرتے ہیں وہ میری مشکل کیا حل کرے گا۔

چنانچہ اظہار کئے بغیر واپس آ گیا۔ ایک بار پھر حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمۃ نے خواب میں شرف دیدار بخشا اور میرا ہاتھ پکڑ کر اسی جموں والے سید درویش کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ اور ان کے پاس جانے کی تاکید فرمائی۔ میں پھر جموں پہنچا۔ گاڑی پلیٹ فارم پر رک گئی۔ تو میں دیکھتا ہوں کہ وہی درویش پلیٹ فارم پر ٹہل رہا ہے۔ مجھے دیکھا اور جلدی سے آ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور مجذوبانہ انداز میں کہا کہ اب داتا صاحب نے بھی لوگوں کی چغلی کھانی شروع کر دی ہے۔ وہ مجھے اپنے ساتھ اس برہمن کے گھر لے گئے جس کی گائے چرایا کرتے تھے۔ کافی دن انہوں نے مجھے اپنے ساتھ رکھا۔ پھر ایک روز مجھے اپنے ساتھ جنگل میں لے گئے۔ اور خلوت میں ایسی توجہ فرمائی کہ میرا عقدہ حل ہو گیا۔ چشم وزدن میں وہ مرحلہ طے ہو گیا جس کے لئے میں عرصہ دراز سے سرگرداں تھا۔

اس کے بعد انہوں نے مجھے اپنے بارے میں بتایا کہ میں سیّد ہوں اور پنڈی گھیب کا رہنے والا ہوں اور حضرت خواجہ شمس العارفین پیر سیال لجپال کا مرید ہوں آپ کی خدمت میں ہی رہا کرتا تھا۔ مجھ سے کرامات کا بکثرت ظہور ہونے لگا تو حضرت نے بطور سزا تیس سال کے لئے مجھے یہاں گائے چرانے بھیجا ہے۔ اب میری سزا ختم ہونے والی ہے۔ میں عنقریب گھر چلا جاؤں گا۔ تم فلاں ماہ کی فلاں تاریخ کو میرے گھر میں آنا۔ جب تم وہاں پہنچو گے۔ تو مسجد میں چند آدمی قل کے لئے بیٹھے ہوں گے۔ وہ تمہیں بتائیں گے شاہ صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ آج تیسرا دن ہے۔ شاہ صاحب نے مجھے کچھ روپے دیئے اور فرمایا کہ وہاں جا کر کھانا پکا کر لوگوں میں تقسیم کر دینا۔

حافظ شفیق قادری فرماتے ہیں کہ میں واپس آ گیا جب مقررہ تاریخ کو میں وصیت کے مطابق سیّد عباس علی شاہ کے گھر پہنچا جس طرح انہوں نے بتایا تھا۔ بعینہ اس طرح مسجد میں لوگ جمع تھے۔ قل کی محفل تھی میں نے اُن سے پوچھا کہ سیّد عباس علی شاہ سے ملنا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ ان کا وصال ہو گیا ہے۔ آج ان کا تیسرا دن ہے۔

چنانچہ میں نے وصیت کے مطابق ایصال ثواب کے لئے کھانا پکایا اور لوگوں میں تقسیم کر دیا اور ان کی قبر پر حاضری دی سلام عرض کیا اور واپس چلا آیا۔

کرامت ۲ ☆: ایک دن حضرت خواجہ شمس العارفین ظہر کی نماز کے لئے وضو فرما رہے تھے۔ کہ اچانک حضرت نے خادم سے کوزہ چھین کر کسی غیر مرئی چیز پر دے مارا۔ خادم پریشان ہو گیا اور سوچنے لگا کہ مجھ سے کون سی غلطی سرزد ہو گئی ہے۔

چنانچہ وہ افسردہ خاطر ہو کر مولانا معظم الدین کی خدمت میں حاضر ہوا جو قریب ہی ایک حجرہ میں مقیم تھے ان سے جا کر ماجرہ عرض

کیا تو مولانا نے تسلی دی کہ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ فقیر کا کوئی کام حکمت کے بغیر نہیں ہوتا۔ تم اس کوزہ کی ٹھیکریاں سنبھال کر رکھ لو خادم واپس آیا تو ٹھیکریاں بھی موجود نہ تھیں۔ صرف چند ٹکڑے پڑے ہوئے تھے جو خادم نے سنبھال کر رکھ لئے۔

چند ماہ بعد بخارا کے علاقہ کا ایک آدمی جو فارسی بولتا تھا۔ سیال شریف پہنچا اور حضرت پیر سیال کی زیارت کی تو زور زور سے کہنے لگا۔ "ھمیں بود ھمیں بود" یعنی یہی وہ شخص ہے۔ یہی وہ شخص ہے۔ ہم نے اس سے ماجرہ پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی تھی کہ اے اللہ مجھے غوث زماں کی زیارت نصیب فرما۔ اللہ نے میری دعا قبول کی اور مجھے حضرت کی زیارت کرائی گئی اور سیالاں کا نام بھی بتایا گیا۔

میں اپنے علاقہ سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک جنگل سے گزر رہا تھا کہ ایک شیر گرجتا ہوا مجھ پر حملہ آور ہوا۔ میں نے پکارا اے سیالاں کے غوث میری مدد کرو۔ کیا دیکھتا ہوں کہ شیر کے ماتھے پر ایک کوزہ لگا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔ میں نے اس کوزے کی ٹھیکریاں اپنے پاس حفاظت سے رکھ لیں جب پشاور سے آگے آیا تو سیالاں کے بارے میں دریافت کیا تو کسی نے مجھے سیالکوٹ کا پتہ بتا دیا۔ میں نے وہاں پہنچ کر گلی گلی کوچہ کوچہ پتہ کیا لیکن کامیابی حاصل نہ ہوئی وہاں سے مجھے کسی نے جھنگ کا بتایا وہاں بھی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ پھر کسی نے ساہیوال کا بتایا اس طرح پوچھتا پوچھتا سیال شریف پہنچا ہوں۔ جب اُس نے وہ ٹھیکریاں پیش کیں اور ہم نے اُن کو جوڑا تو وہ ہو بہو حضرت کا کوزہ تھا۔ صرف چند جگہ سے ٹھیکری غائب تھیں جو ہمارے پاس موجود تھیں جب ہم نے انہیں بھی ان کے ساتھ جوڑا تو کوزہ مکمل بن گیا تھا۔

کرامت ۲ ☆: حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ریاست جموں وکشمیر کا ایک وزیر چند قیمتی تحفے اور کپڑے لے کر حاضر ہوا۔ اور ایک درخواست پیش کی۔ اور عرض کیا حضور والا راجہ صاحب نے درخواست کی ہے کہ وہ آپ کا خادم اور خیر خواہ ہے اس بات کا وہ دلی اقرار بھی کرتا ہے۔

اس وقت التجا یہ ہے کہ کلکتہ کے وائسرائے نے جموں اور کشمیر کی پُر فضا اور پُر بہار زمین سرکاری قبضہ میں لینے کا حکم دیا ہے۔ اور اس زمین کے بدلے کسی اور جگہ زمین دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ حضور آپ مجھ پر مہربانی فرمائیں اور خدا کی بارگاہ میں دعا کریں کہ اللہ اس حاکم کو اس ارادے سے باز رکھے۔ ادھر آپ نے اُس کے حق میں دعا فرمائی۔

ادھر انگلینڈ سے اس وائسرائے کو بلاوا آ گیا اس کے جانے کے بعد جتنے بھی وائسرائے آئے کسی نے بھی اس رقبہ کا خیال تک نہ کیا۔

کرامت ۳ ☆: قطب مدار، غوث زمانہ، شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ ایک مرید خاص میاں مراد علی قریشی ساکن بھور ضلع میانوالی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دریائے جہلم میں طغیانی آئی کہ اونچی اونچی جگہوں پر پانی پھر گیا۔ لوگ بے گھر ہو گئے۔

ایک زمیندار نے اپنی بھیڑوں کا ریوڑ لے کر سیال شریف میں ایک کنویں کے قریب پہنچ کر ڈیرہ لگا لیا۔ دو دن کے بعد حضرت خواجہ شمس العارفین نے طلوع آفتاب سے قبل پینے کیلئے پانی مانگا تو میں برتن لے کر کنویں پر گیا تو اس زمیندار کی حالت دیکھ کر ترس آیا۔

میں نے اُس سے سوال کیا تو اُس نے کہا کہ میں سیلاب کی وجہ سے امان کی غرض سے حضور پیر سیال لنگری میں آیا تھا۔ مگر آج رات ایک بھیڑیا میری بھیڑ لے گیا۔ میں اسی فکر میں ہوں کہ اگر وہ روزانہ آتا رہا تو میرے پاس تو کچھ بھی نہیں بچے گا۔ پانی لے کر جا رہے ہو۔ خواجہ پیر سیال لجپال سے میری طرف سے عرض کرنا کہ حضور دعا فرمائیں تا کہ میں پُرسکون ہو جاؤں۔ میاں مراد علی قریشی نے جا کر اس کی روداد سنائی۔ تو حضرت پیر سیال لجپال خواجہ شمس العارفین نے سن کر فرمایا "اس **بھگیاڑنوں خدادی مار**" پھر ارشاد فرمایا کہ دو آدمی جا کر دیکھو جب ہم وہاں گئے تو دیکھا کہ بھیڑیا اور بھیڑ ایک دوسرے کے ساتھ آرام سے بیٹھے ہیں۔ ہم میں سے ایک نے بھیڑیئے کو للکارا اور دھمکایا مگر وہ نہ اٹھا۔ فقیر نے اس کو پکڑا اور دربار خواجہ میں لے گئے تو خواجہ صاحب نے فرمایا اس کو چھوڑ دو اور اسے کہہ دو کہ دوبارہ ادھر نہ آئے۔ حسب الحکم اس کو باہر لا کر چھوڑ دیا گیا وہ ہرن کی طرح چھلانگیں لگاتا ہوا بھاگ گیا اور وہ ریوڑ والا تا زندگی آپ کا غلام بنا رہا۔

کرامت ۴ ☆: حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دن نماز ظہر کے بعد فرمایا "**بانو ڈبڈی اے پئی**" تو میاں غلام محمد پٹواری نے دن وقت تاریخ نوٹ کر لی۔ چند دن کے بعد بانو خوش نصیب حاضر دربار ہوئی تو وہ اپنے ساتھ گزرنے والے حالات سنانے لگی تو حضرت پیر سیال لجپال خواجہ شمس العارفین نے فرمایا اس ذکر کو چھوڑو کوئی اور بات کرو تو وہ خاموش ہوگئی۔

اس کے بعد غلام محمد نے بانو سے پوچھا تو وہ کہنے لگی ایک دن جہلم سے پنڈ دادنخان کے لئے تین کشتیاں روانہ ہوئیں ان میں سے ایک کشتی پر میں بھی دیگر پیر بھائیوں کے ہمراہ سوار تھی۔ ہماری کشتی درمیان میں تھی۔ سیلاب بہت زور کا تھا۔ اتفاق سے ایک بہت بڑے بھنور نے ہماری کشتی کو اپنی جانب کھینچ لیا۔ ملاحوں نے بڑی کوشش کی مگر بے سود ثابت ہوئی۔ پہلی کشتی نے چکر کھایا اور ڈوب گئی، پھر میرے والی کشتی بھی بھنور میں آ گئی ہم تمام افراد اپنی زندگیوں سے مایوس ہو گئے کہ اچانک میں دیوانہ وار ننگے سر اٹھی اور حضرت پیر سیال کو امداد کے لئے اس طرح پکارا۔ **یا حضرت خواجہ پیر سیال۔ عاجز نوں لے سنبھال۔** تو اللہ تعالیٰ نے مرشد کامل کی باطنی مدد سے ہماری کشتی کو غرق ہونے سے بچا لیا۔ اس کے بعد تیسری کشتی بھی جب بھنور میں آئی تو وہ بھی ڈوب گئی۔ ان غرق شدہ کشتیوں میں سے چند افراد کے علاوہ باقی سب ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔

کرامت ۵ ☆: ضلع مظفر گڑھ کے ایک گاؤں کھمرے میں سادات کا خاندان ہے۔ اس کے ایک بزرگ سیّد اللہ بخش شاہ صاحب بہت بڑے عالم و فاضل تھے۔ اور حضرت خواجہ شمس العارفین کے نیاز مند تھے۔ حضرت خواجہ سیالوی بھی ان کے اوپر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ حضرت پیر سیال کے وصال کے بعد اُن شاہ صاحب کی سیال شریف میں حاضری کم ہوگئی بلکہ رفتہ رفتہ ختم ہوگئی۔

حضرت قبلہ ثانی صاحب کے عہد میں یہ اطلاعیں آنا شروع ہوگئیں کہ شاہ صاحب نے اپنے گاؤں میں الگ کعبہ بنا لیا ہے۔ اور اُسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور اسی کے گرد طواف کرتے ہیں۔ حضرت ثانی صاحب نے جب یہ خبر سنی تو بصد افسوس فرماتے بیچارے شاہ صاحب کو کوئی مغالطہ لگ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے ان کی یہی حالت رہی حتیٰ کہ حضرت ثانی صاحب کا بھی وصال ہو گیا۔ اور حضرت خواجہ ضیاء الحق والدین خواجہ ضیاء الدین سیالوی علیہ الرحمۃ مسند آرائے سیال شریف ہوئے۔

ایک دفعہ حضرت ثانی صاحب کے عرس مبارک پر شور بپا ہو گیا کہ کعبہ بنانے والے شاہ صاحب آئے۔ پس ہم حضرت صاحبزادہ عبداللہ صاحب وغیرہ کے ہمراہ ان کے دیکھنے کے لئے گئے۔ اور اُن سے اُس واقعہ کے بارے میں استفسار کیا۔ انہوں نے پہلے تو اظہار خیال سے معذرت چاہی لیکن پھر ہمارے شدید اصرار پر گویا ہوئے کہ:

مَیں حضرت پیر سیال خواجہ شمس العارفین کے وصال کے بعد کچھ عرصہ تو میں ان وظائف واوراد کو پابندی سے کرتا رہا جو میرے شیخ نے مجھے بتائے تھے۔ پھر مجھے غیب سے آوازیں آنے لگیں۔ اے اللہ بخش تو میرا محبوب ہے۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تو خود کعبہ بنا اور سنت خلیل اللہ کو زندہ کر۔ میں حیران تھا کہ مجھ سے پہلے بھی کئی اولیاء کرام کو خلعت اور محبوبیت عطا ہوئی لیکن کسی نے کعبہ نہیں بنایا میں یہ جسارت کیسے کر سکتا ہوں۔ ایک سال تک تو میں اپنے موقف پر ڈٹا رہا لیکن اس کے بعد غضب ناک لہجہ میں دھمکیاں ملنے لگیں۔ جن کی تاب نہ لا سکا اس طرح میں ایک کوٹھا بنا کر اس کے گرد طواف کرنے لگ گیا۔

کچھ مدت گزری تو غیبی آوازوں کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوا۔ مجھے کہا جاتا کہ سنت خلیل تو تم نے ادا کر دی۔ اب سنت اسماعیل ادا کرو اور ذبیح اللہ کے مقام پر فائز ہو جاؤ۔ میں نے سوچا کہ یہ تو خود کشی ہے جو حرام ہے۔ میں اس کا ارتکاب نہ کروں گا۔ کافی عرصہ میں اپنی ضد پر اڑا رہا۔ لیکن پھر تو جھڑکیوں اور سرزنشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور کہا جاتا ہے کہ اپنے مالک حقیقی کے حکم پر جان بھی نہیں دے سکتا۔ تجھ سے تو وہ ہندو عورت بہتر ہے۔ جو اپنے خاوند کی ارتھی پر بیٹھ کر خاکستر ہو جاتی ہے، اگر تو ہمارے حکم کی تعمیل نہیں کرے گا تو کیا تو ہمیشہ کے لئے زندہ رہے گا۔ روز حشر کیا منہ لیکر ہمارے روبرو پیش ہو گا۔ آئے روز کی جھڑکیوں نے مجھے بے بس کر دیا اور میں اپنا گلہ کاٹنے پر آمادہ ہو گیا۔ ایک روز استرا لے کر اپنی گردن پر چلایا ہی تھا کہ میرے شیخ کامل حضور پیر سیال لجپال خواجہ شمس العارفین بچشم ظاہر تشریف لائے۔ اور میرے ہاتھ سے استرا چھین کر دور پھینک دیا اور فرمایا خبردار اے اللہ بخش یہ رحمانی آواز نہیں۔ بلکہ شیطانی آواز ہے۔ پھر آپ آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔

اللہ بخش شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس طرح میں اپنے مرشد کامل کی دستگیری سے دوزخ کا ایندھن بننے سے بچ گیا۔ شاہ صاحب نے گردن پر استرے کا وہ زخم بھی دکھایا جو ابھی پوری طرح ٹھیک نہیں ہوا تھا زخم اڑھائی انچ کے برابر تھا۔

اسی مقام پر عارف رومی علیہ الرحمۃ نے خوب فرمایا۔

دست پیر از غائباں کوتاہ نیست

آپ کے مشہور خلفاء☆: حضرت خواجہ شمس العارفین نے جن طالبان حق کو علم و عرفان کی دولت سے مالا مال کر کے خرقۂ خلافت بخشا ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے چند مشہور حضرات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ جن کی روحانیت اور ولایت کا آج بھی زمانے بھر میں اعتراف کیا جاتا ہے۔ اور قیامت تک یہ شمع اسی طرح فروزاں رہے گی۔ سیّد غلام حیدر علی شاہ جلال پوری، پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی، مولوی فضل الدین چاچڑی، مولوی معظم الدین مرولوی، مولوی عبدالعزیز بگوی، مولوی غلام قادر بھیروی، پیر امیر علی بھیروی، سیّد نورالدین بخاری گجراتی، مولانا غلام محمد، سیّد سکندر شاہ پشاوری، سیّد حیات شاہ صاحب حضرت سید ذوالفقار علی شاہ المعروف

سائیں سہیلی سرکار حضرت مولانا قاضی عبدالحلیم ڈھاب چکوال اور بالخصوص حضرت خواجہ محمد الدین المعروف ثانی صاحب حضرت خواجہ صاحبزادہ فضل الدین سیال شریف، حضرت خواجہ شعاع الدین سیال، حضرت شیخ محمد عبدالجلیل قریشی سرگودھا، حضرت مولانا علی محمد بھلوال، حضرت غلام فرید فروکہ ساہیوال ضلع سرگودھا، ملک سلطان محمود خواجہ آباد، حضرت خواجہ سید محمد غوث ساکن شاہ جیونہ جھنگ، حضرت خواجہ سید محمد پیر بخش کاظمی خواجہ آباد میانوالی، حضرت خواجہ سید مراد علی کاظمی بھورے والا میانوالی، حضرت خواجہ پیر گلاب شاہ اٹک، حضرت خواجہ سید احمد شاہ فتح جنگ، قاضی محمد حسن چکوال، خواجہ محمد امین چکوڑی، حضرت مولانا محمد جمال الدین گھوٹوی، حضرت حافظ محمد سعداللہ سموں شریف ٹیکسلا، حضرت پیر بہادر شاہ قریشی کھارا شریف چکوال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے علاوہ لاتعداد بزرگ شامل ہیں۔

آپ نے چھتیس برس کی عمر میں اپنے شیخ کامل حضرت پیر پٹھان خواجہ شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ سے ۱۲۵۰ھ میں خلافت حاصل کی۔ اور نصف صدی تک رشد وہدایت کے چشمے جاری کئے اور روحانی تصرفات اور باطنی توجہات سے بندگان خدا کا ٹوٹا ہوا تعلق اپنے رب سے جوڑتے رہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں آپ کے باکمال خلفاء ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جو دعوت حق میں مشغول ہیں آپ کے خلفاء نے اپنے اپنے مقام پر خانقاہیں قائم کیں۔

ملفوظات وارشادات ☆: حضرت خواجہ شمس العارفین اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ انبیاء اولیاء کو طے زمانی اور طے مکانی کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی زمین سے قاب قوسین تک کی مسافت طے زمانی اور طے مکانی کی قوت سے طے کی ورنہ یہ مسافت لاکھوں کروڑوں میل تھی۔

نمبر۲ ☆: فرمایا کہ نظام کائنات کو چلانے والے خدا کے برگزیدہ بندے ہیں۔ کہ تمام امور بست وکشاد اُن کے زیر فرمان ہیں۔ برعکس ظاہری بادشاہوں کے کہ وہ فقط دنیوی امور میں مشغول ومتصرف ہوتے ہیں۔

نمبر۳ ☆: فرمایا کہ اکثر لوگ علم وفضل کے باوجود قرب حق تعالیٰ سے محروم رہے ہیں۔ علم کی اصل حسن اعتقاد ہے۔ بس طالب کو چاہیے کہ حسن اعتقاد حاصل کرنے میں زیادہ کوشش کرے۔ اور اطاعت شیخ میں اپنے ظاہر وباطن کو مشغول رکھے۔ تاکہ حق تعالیٰ اسے قسم قسم کے علوم سے فیض یاب کرے۔

نمبر۴ ☆: فرمایا کہ کی گرمی کی وجہ سے حضرت امیر خسرو کی قمیص دل والی جگہ سے جلی رہتی تھی۔ کسی دوست نے عرض کیا کہ اس قسم کا عشق کس طرح حاصل ہوتا ہے۔ تو جواباً فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کر دیتا ہے۔ پھر ایک شخص نے پوچھا کہ اذکار اور اوراد سے عشق حاصل نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا۔ اشغال واذکار کی برکت سے نفسانی خطرے اور شیطانی وسوسے دور ہو جاتے ہیں۔ لیکن دولت عشق محض اس کی عطا ہے۔

نمبر۵ ☆: فرمایا کہ ہم نے مدت دراز تک مثنوی مولانا روم کا مطالعہ جاری رکھا چھ کے چھ دفتروں کا حاصل مطلب خدمت و اطاعت شیخ نظر آیا۔ سالک جب اطاعت شیخ کی منزل سے کامیابی کے ساتھ گزر جائے تو اسے سلوک ومعرفت کے تمام مراتب حاصل ہو جاتے ہیں کیونکہ خود اطاعت شیخ عین اطاعت خدا اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے۔ پھر فرمایا کہ سالک کو چاہیے کہ سلوک کے

ابتدائی مراحل میں امام غزالی کی کیمیائے سعادت اور آخری مراحل میں مثنوی رومی کا مطالعہ کرے۔

نمبر ۶ ☆: فرمایا کہ نماز کی دو قسمیں ہیں۔ نماز صوری اور نماز معنوی۔ صوری نماز یہ ہے کہ شریعت کے حکم کے مطابق تمام ضروری آداب و شرائط کو ملحوظ رکھ کر ادا کی جائے۔ معنوی نماز یہ ہے کہ ماسوائے اللہ سے ترک تعلق کر کے حق تعالیٰ شانہ سے جا پیوند ہونا۔

نمبر ۷ ☆: حضرت خواجہ تونسوی کی نماز کا ذکر چھڑا تو فرمایا۔ ایک دن خواجہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کے آنے سے پہلے جماعت ہوگئی اس دن آپ بذات خود امام بنے اور میں نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی اسی دن آپ کے دل میں عشق الٰہی کا اتنا ہیجان تھا کہ وہ نماز آہستہ نہیں پڑھ سکتے تھے۔ اور رکوع و سجود اتنی تیزی سے کرتے تھے۔ کہ مجھے آپ کی متابعت کی ہمت نہ پڑتی تھی۔

اسی طرح مسیح الاولیاء حضرت عین العرفا کے مریدوں سے نقل کرتے ہیں۔ کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ نماز میں حضور قلب کے غلبے کی وجہ سے مکمل سورۃ فاتحہ پڑھنی مشکل ہو جاتی تھی۔ اسی طرح حضرت سیّد محمد گیسو دراز اپنی کتاب تبیان میں لکھتے ہیں کہ طالب صادق کو نماز میں مختصر قرأت کرنی چاہیے۔ تاکہ وہ حضور دل کی کیفیت سے غافل نہ ہو۔

نمبر ۸ ☆: فرمایا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ کو نماز معکوس کی اجازت دی۔ اور فرمایا کہ اے فرید پنجگانہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کرو اور روزمرہ نماز معکوس میں ایک قرآن ختم کیا کرو۔ حضرت بابا فرید گنج شکر علیہ الرحمۃ نے نماز معکوس ادا کرنے کے لئے موزوں جگہ تلاش کر کے ایک آدمی کو اپنا ہمراز بنالیا۔ اور اسے تاکید کی کہ رات کو جب لوگوں سے فراغت ملے تو ہمارے پاؤں سے مضبوط رسی باندھ کر ہمیں کنویں میں لٹکا دیا کرو۔ اور صبح سویرے نکال لیا کرو۔ حضرت بابا گنج شکر علیہ الرحمۃ اس نماز میں قرآن مجید ختم کرتے اور پنجگانہ نماز بھی جماعت کے ساتھ ادا کرتے اس طرح چالیس دن آپ نماز معکوس پڑھتے رہے۔ اور آج تک خواجگان میں یہ نماز اسی طرح رائج ہے۔ البتہ کنوئیں کی بجائے چھت سے رسی لٹکائی جاتی ہے۔

نمبر ۹ ☆: فرمایا کہ ایک بزرگ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ لوگوں نے انہیں نماز پڑھنے کو کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نماز تو پڑھوں گا مگر سورہ فاتحہ نہیں پڑھوں گا اور اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ لوگ برابر اصرار کرتے رہے۔ آخر انہوں نے مجبور ہو کر کہا کہ میں سورۃ فاتحہ بھی پڑھوں گا مگر اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ نہیں پڑھ سکوں گا۔ بالآخر لوگوں کے مجبور کرنے پر جب وہ آیت مذکورہ پر پہنچے تو ان کے روئیں روئیں سے خون جاری ہو گیا۔ ایک مرید نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا جب خدا کے بندے خدا کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں تو عشق کے شدید غلبے کی وجہ سے ان کا خون جاری ہو جاتا ہے۔

نمبر ۱۰ ☆: ایک دن صبح کے وقت بیری کے درخت پر ایک بلبل نغمہ خوانی کر رہی تھی۔ خواجہ شمس العارفین نے فرمایا کہ یہ بلبل کی آواز کہاں سے آرہی ہے۔ مرید نے عرض کی کہ حضور بیری کے درخت پر بلبل بیٹھی ہے۔ شاید یہاں کوئی تازہ غنچہ نظر آیا ہو فرمایا عاشق صادق کے لئے ہر جگہ پھول ہی پھول ہیں۔ یعنی جب عاشق فنافی الحبیب ہو جاتا ہے تو وہ ہر جگہ اپنے معشوق کا حسن و جمال ہی دیکھتا ہے۔

نمبر ۱۱ ☆: ایک مرید نے عرض کیا۔ کیا وجہ ہے کہ صوفیائے کرام کو کھانے پینے کی حاجت ہی نہیں رہتی۔ فرمایا کہ بھوک اور

پیاس کا احساس ختم ہو جانے کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ خدا تعالیٰ اس امر پر قادر ہے۔ کہ کھانے پینے کے بغیر بھی زندہ رکھ سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ کھانے پینے کی حاجت کا تعلق خاکی وجود سے ہے۔ جب خدا تعالیٰ کے بندے بشریت کی منزل سے گزر کر فناء کی حدود میں قدم رکھتے ہیں۔ تو انہیں کھانے پینے کی کوئی حاجت باقی نہیں رہتی۔

نمبر ۱۲ ☆: ایک دن فرمایا کہ عبادت کی ابتداء استغفار ہے۔ اور انتہا تسلیم و رضا ہے۔ پھر ایک بار فرمایا سالک کو اپنی زندگی یاد الٰہی میں گزارنی چاہیے۔ زندگی عبادت کے لئے ہے نفسانی خواہشات کے لئے نہیں۔

نمبر ۱۳ ☆: فرمایا کے سالک کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں توکل، تحمل، صبر اور انہی سے وہ مرتبہ قرب تک پہنچتا ہے۔ فرمایا کہ صبر کا مرتبہ سخاوت سے اونچا ہے۔ بھوک کا مرتبہ پیٹ بھر کر کھانے سے بلند ہے۔ جس مرتبہ پر صابر پہنچے ہیں۔ اہل سخاوت کو وہاں کی خبر بھی نہیں اور جس مقام پر فاقہ کش پہنچے ہیں امراء کو وہاں کی بو بھی نہیں پہنچتی۔

نمبر ۱۴ ☆: فرمایا کہ جہاد کی دو قسمیں ہیں۔ جہاد اکبر اور جہاد اصغر۔ جہاد اصغر کفار سے جنگ کرنا ہے اور جہاد اکبر نفس کے ساتھ جنگ کرتا ہے۔ بعد ازاں فرمایا انسان کا نفس ریچھ کی مانند ہے۔ اور سالک قلندر کی مانند۔ نفس کے ساتھ اسی طرح کوشش کرنی چاہیے جس طرح قلندر ریچھ کے ساتھ گتھم گتھا ہو جاتا ہے۔ تاکہ خدا اسے نفس کے شر سے محفوظ رکھے۔ صوفیا کے نزدیک ایسی کوشش جہاد اکبر کہلاتی ہے۔

نمبر ۱۵ ☆: فرمایا ایک دن حضرت بابا فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمۃ کی خدمت میں درویشوں نے عرض کیا کہ آپ کے صاحبزادے فاقہ کی وجہ سے قریب المرگ ہیں۔ اگر کوئی چیز عنایت فرمائیں تو ہم انہیں کھلا دیں۔ فرمایا کہ اس وقت کوئی چیز نہیں۔ کسی سے قرض لے لو۔ غرض کیا کوئی قرض نہیں دیتا۔ فرمایا تو پھر کوئی حرج نہیں جو کچھ کرتا ہے۔ خدا کرتا ہے۔ تھوڑے وقت کے بعد خبر آئی صاحبزادے فوت ہوگئے ہیں۔ فرمایا کہ کفن دفن کر دو عرض کیا نہ تو کوئی کپڑا ہے۔ نہ نقدی وغیرہ فرمایا کہ میت کے اوپر نیچے گھاس لپیٹ کر دفن کر دو چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔

نمبر ۱۶ ☆: کسی نے عرض کیا۔ کیا وجہ ہے کہ انتقال کے بعد اولیاء اللہ کا فیض اور بھی کمال کو پہنچ جاتا ہے؟ فرمایا جب اولیاء اللہ دنیا سے نقل مکانی کرتے ہیں تو وہ بشری اوصاف سے منزہ اور مجرد ہو کر حق تعالیٰ سے واصل ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کی حرکات و سکنات معراج کمال کو پہنچ جاتی ہیں۔

نمبر ۱۷ ☆: اہل اللہ کی حیات و ممات کا ذکر آیا تو فرمایا کہ اولیاء اللہ کی موت اس طرح ہوتی ہے۔ جیسے ایک آدمی ایک مکان سے دوسرے مکان میں چلا جائے۔ لہٰذا جو شخص اولیاء اللہ سے دشمنی رکھتا ہے۔ اپنی نیت کے مطابق، رنج و بلا کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص ان کا معتقد ہوتا ہے سعادت دارین پاتا ہے۔

نمبر ۱۸ ☆: فرمایا کہ پیر وہ ہے جو اپنے مرید کو قلبی غنا بخشے اور دنیا کی طرف سے اس کا دل موڑ کر محبت الٰہی میں مشغول کرے نہ یہ کہ اسے مال و دولت سے سیر کرے۔

نمبر۱۹☆: کسی نے پوچھا تصور شیخ کس طرح کیا جاتا ہے۔ فرمایا اپنے شیخ کی صورت کو سامنے رکھنا چاہیے یا دل میں رکھنا چاہیے یا برقعے کی طرح اسے اپنے اوپر اوڑھ لینا چاہیے۔ یا جس طرح بھی ممکن ہو سکے اپنے شیخ کی صورت کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ کھاتے پیتے، سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے غرض کسی بھی وقت اپنے شیخ کے تصور سے خالی نہیں رہنا چاہیے۔ پھر فرمایا تصور شیخ ایک عظیم نعمت ہے۔ اور گناہوں کے مقابلے میں ڈھال ہے۔ یعنی جب صوفی کو کامل تصور شیخ حاصل ہو جاتا ہے۔ تو اسے کسی گناہ کی ہمت نہیں پڑتی۔

نمبر۲۰☆: فرمایا کہ مرید صادق کو چاہیے کہ اپنے شیخ کا تصور اس طرح کرے کہ اس کے ظاہر و باطن میں شیخ کی ذات ہی جلوہ گر نظر آئے۔ ذات حق کا مطالعہ اگر شیخ کے آئینے میں کیا جائے تو انسان مقصود حقیقی کو جلد پالیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ سلوک کی کتابوں میں شیخ کے آداب بہت لکھے ہیں۔ لیکن درحقیقت ادب رموز صرف عشق ہے۔ عشق جتنا زیادہ ہوگا اسی قدر محبوب کے آداب زیادہ سے زیادہ حاصل ہوں گے۔

وصال باکمال☆: جب ۱۳۰۰ھ بمطابق 1882ء کا آغاز ہوا محرم الحرام کی ۱۵ تاریخ تھی۔ حضرت خواجہ شمس العارفین نے اپنے ولی عہد اور فرزند ارجمند خواجہ محمد الدین صاحب جو کہ (حضرت ثانی صاحب کے لقب سے مشہور ہیں) کو اپنے حجرہ خاص میں بلا کر اپنے سامنے بٹھایا اور ارشاد فرمایا کہ اے فرزند دنیا کے حالات ہر وقت بدلتے رہتے ہیں کبھی خوشحالی کبھی تنگدستی، ہمارے دادا صاحب کئی گاؤں کے مالک تھے۔ اور دولت و شہرت کی فراوانی تھی۔ ایسی طرح والد ماجد بھی خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ جب میرا زمانہ آیا میں نے تحصیل وعلوم کے لئے سفر اختیار کیا۔ بعد ازاں خواجہ خواجگان خواجہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔ دن بدن معاشی حالت بگڑنے لگی یہاں تک کہ فاقوں تک نوبت آنے لگی اور کبھی کبھی تو سات سات دن فاقہ میں گزر جاتے لیکن میں نے یہ راز کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت خواجہ تونسوی کی برکت سے کسی چیز کی کمی نہیں۔ لیکن اس دنیائے فانی کی کسی چیز کے ساتھ قطعاً مجھے کوئی الفت نہیں۔ البتہ دو چیزوں سے مجھے پیار ہے۔ کیونکہ یہی دو چیزیں مجھے اپنے پیران عظام سے مرحمت ہوئی ہیں اول محبت درویشاں دوئم اطاعت پیرومرشد۔ تم توکل تسلیم اور صبر وقناعت کو اپنا معمول بنانا ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آنا۔ درویشوں اور عالموں سے محبت رکھنا۔

صاحبزادہ صاحب نے حضور سے عرض کیا یا حضرت دولت ظاہری کی حاجت نہیں ہے۔ بلکہ نعمت باطنی جو پیران عظام نے آنحضرت کو عطا فرمائی ہے۔ اس سے کچھ عنایت فرمائیے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ املاک ظاہری قبول کرو املاک معنوی باطنی سے اللہ تعالیٰ مالا مال کرے گا۔ صاحبزادہ صاحب نے پھر گزارش کی کہ میری تمنا ہے کہ حضور چالیس برس تک اور سلامت رہیں۔ تاکہ اس چشمہ شیریں سے پیاسے سیراب ہوتے رہیں۔ یہ سن کر حضرت خاموش ہوگئے۔

پھر فرمایا کہ اے فرزند ہم کو چالیس روز تک جینے کا بھی اعتبار نہیں کیونکہ میں نے اپنے پروردگار سے التجا کی ہے کہ میری عمر میرے پیرومرشد خواجہ تونسوی کی عمر کے موافق ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ میری عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ ماہ صفر میں میرے مرشد نے انتقال فرمایا تھا

شاید ہماری رحلت بھی اسی ماہ صفر میں ہووے؟

جدائی کی یہ خبر حضور ثانی کے خرمن صبر وضبط پر بجلی بن کر گری اور آپ نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ صاحبزادہ صاحب کی آہ و زاری اور بے چینی دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اے نور چشم میں چاہتا تھا کہ اسرار یزدانی سے تم کو آگاہ کروں گا۔ مگر تم تھوڑی سی بات سے بے خود ہو گئے ہو۔ دنیا کی زندگی کا اعتبار نہیں۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ کے مطابق ہر شخص نے موت کا شربت پینا ہے۔

پھر آپ نے دوسرے صاحبزادوں جناب صاحبزادہ حافظ فضل الدین صاحب، صاحبزادہ شعاع الدین صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اگر مندوبات اور مستحبات تم سے ادا نہ ہو سکیں تو فرائض کو ترک نہ کرنا بلکہ تم پر لازم ہے کہ پیران عظام کی متابعت اور حق تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہو۔ ایک روز صاحبزادہ محمد الدین صاحب کو فرمایا کہ آپ تونسہ شریف میں حضرت خواجہ کریم کی خدمت میں حاضر ہوں مگر یاد رکھنا جلدی واپس آ جانا دیر مت لگانا۔

چنانچہ حسب ارشاد قبلہ صاحبزادہ صاحب تونسہ شریف روانہ ہوئے۔ ماہ صفر کی ۱۸ تاریخ کو نماز تہجد سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خواجہ شمس العارفین کو بخار کا عارضہ لاحق ہوا۔ حکماء واطباء نے بڑی کوشش کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ صاحبزادہ صاحب ماہ صفر کی ۲۱ تاریخ کو واپس تشریف لائے حاضر خدمت ہو کر مزاج پرسی کی آستانہ عالیہ کے حالات سے آگاہ کیا اور جو دوا آپ واپسی کے وقت لیہ کے کسی حکیم سے لائے تھے۔ ان کا استعمال شروع ہوا۔ آخری عمر میں سماعت کم ہو گئی تھی۔ اس لئے لوگ اپنے حالات لکھ کر خدمت بابرکت میں پیش کیا کرتے تھے۔ حضرت صاحبزادہ فضل الدین صاحب نے وظائف کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ اے فضل الدین ہمارے تمام وظائف کی تم کو اجازت ہے۔ صفر کی ۲۲ تاریخ آپ نے مولانا مرولوی کو فرمایا کہ تم بھی کچھ لکھو مولانا نے صاحبزادوں کی طرف سے ایک درخواست پیش کی۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ آنجناب کے آستانہ عالیہ پر سعادت دارین اور مطالب کونین کے حصول کے لئے بے شمار لوگ آتے ہیں۔ کسی صاحبزادہ پر نظر بشفقت فرمایئے تاکہ خاندان چشت کا یہ فیض ہمیشہ جاری وساری رہے۔

حضور خواجہ سیالوی نے درخواست کا مطالعہ فرمایا لیکن خاموشی اختیار کی تھوڑی دیر کے بعد مولانا نے پھر یہ درخواست پیش کی۔ آپ نے ملاحظہ فرما کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور زبان مبارک سے بھی کچھ فرمایا جو سمجھا نہ جا سکا۔ نقاہت میں مزید اضافہ ہو گیا ماہِ صفر کی چوبیس ویں رات تھی حضور بار بار دریافت فرماتے کہ فجر طلوع ہوئی ہے یا نہیں۔ پھر پوچھا آج کون سا دن ہے۔ اور کیا تاریخ ہے؟ کسی نے عرض کیا اے جان عالم آج جمعہ کا دن ہے اور ماہ صفر کی ۲۴ تاریخ ہے۔ حضور پیر سیال لجپال خواجہ شمس العارفین نے دست مبارک میں تسبیح لے کر چند بار درود شریف پڑھا پھر ذکر پاک انفاس میں مشغول ہو گئے۔ حاضرین کی طرف محبت بھری اور الوداعی نگاہوں سے دیکھا اور قبلہ رو ہو گئے۔ اس کے بعد علامات وصال آپ پر ظاہر ہوئیں۔ اس طرح شمس مطلع ہدایت ومحبت نصف صدی تک محبت اور عشق کے جام لٹانے کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔

ہر سال ماہ صفر کی ۲۲۔۲۳۔۲۴ تاریخ کو آپ کا سالانہ عرس مبارک آپ کے آستانہ عالیہ سیال شریف ضلع سرگودھا میں نہایت عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔ پوری دنیا سے علماء مشائخ لاتعداد عوام الناس شرکت کرتے ہیں۔

اور آپ کے مزار فیض آثار پر حاضری دیکر اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو بھی بارہا اس در فیض کی حاضری کی سعادت حاصل ہے۔ جو کہ علم و عرفان کا گہوارہ ہے۔ پہلی مرتبہ کی حاضری کے موقع پر ممتاز عالم دین اور فنا فی الشیخ حضرت علامہ حافظ بشیر احمد سیالوی، اور خطیب ملت حضرت علامہ حافظ محمد فاروق عثمانی سیالوی، حضرت علامہ قاری محمد رمضان شمشی سیالوی بھی فقیر راقم الحروف کے ہمراہ تھے، اس موقع پر موجودہ سجادہ نشین حضرت خواجہ حمید الدین سیالوی صاحب مدظلہ نے خصوصی شفقت و محبتوں سے نواز کر رخصت فرمایا تھا۔

دوسری مرتبہ آپکے دربار کی حاضری 20 اکتوبر 2009ء کو 20 رکنی قافلے کے ہمراہ ہوئی۔ اس موقع پر فقیر راقم الحروف کے ہمراہ خطیب اہل سنت علامہ قاری غلام محمد چشتی صاحب خطیب کمال آباد راولپنڈی بھی ہمراہ تھے اور جو واقعہ دربار سیال شریف میں پیش آیا وہ زندگی کا تاریخی اور روحانی حاضری کا تھا۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا عبدالحفیظ ماہی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فنافی اللہ وفنافی الرسول، حجۃ اللہ، فنافی المرشد، مستغرق در بحرِ عشق ومحبت دانائے اسرار رموز معرفت حضرت مولانا عبدالحفیظ ماہی المعروف حفیظ ماہی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ ستارۂ ولایت آسمانی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1246 ہجری بمطابق 1830ء کوسر کی شریف ضلع خوشاب میں اعوان قبیلہ کے عظیم چشم و چراغ حضرت حاجی نور احمد مرحوم کے گھر ہوئی۔

آپ نے قرآن مجید اور دین اسلام کی ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ بعد ازاں مختلف علاقوں کے دینی مدارس اور بالخصوص آخری تعلیم مکھڈ شریف کی روحانی درسگاہ سے حاصل کر کے سند فراغ حاصل کی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں پیر پٹھان حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

شیخ کامل سے عشق ومحبت ☆: آپ کو اپنے شیخ کامل سے سچا عشق اور والہانہ عقیدت ومحبت تھی۔ جونہی آپ پر جذب و شوق کی کیفیت طاری ہوتی آپ تونسہ شریف کے لیے رخت سفر باندھ لیتے اور کئی کئی روز تک حاضر رہ کر کسب فیض کرتے۔ اور شیخ کامل کی زیارت سے مشرف اور باریاب ہوتے رہتے۔ تونسہ شریف کا اکثر سفر پیدل کر کے اپنے لیے باعث سعادت گردانتے تھے۔ آپ کے پیرومرشد حضرت خواجہ تونسوی آپ کو عبدالحفیظ کی بجائے پیار سے حفیظ ماہی کے نام سے پکارتے تھے۔ اور اسی نام سے آپ معروف ہوئے۔

رحلت شیخ اور سیال شریف کی حاضری ☆: آپ کے پیر بھائی مولوی سلطان محمود ناڑوی اور آپ کو بذات خود اپنے شیخ کامل سے حد درجہ کی محبت حاصل تھی۔

جب آپ کے پیرومرشد حضرت پیر پٹھان کا وصال ہوا تو آپ کی زندگی تاریک ہوگئی۔ نہ رات کو سکون نہ دن کو آرام۔ ہجر محبوب میں ہروقت روتے رہتے تھے۔

ایک رات حضور پیر پٹھان شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمتہ نے خواب میں آپ سے فرمایا کہ تم روتے کیوں ہو؟ میں تو اب تمہارے

نزدیک سیالاں میں رہتا ہوں۔صبح کو بیدار ہو کر اسی وقت بستر سر پر رکھا اور سیال شریف کی طرف چل دیئے۔

راستہ میں اپنے پیر بھائی مولوی سلطان محمود صاحب کے پاس سے گذرے تو دیکھا کہ وہ بھی بستر باندھے بیٹھے اور آمادہ سفر ہیں۔ آپ نے ان سے پوچھا حضرت کہاں کی تیاری ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ آج رات کو میرا دل بہت اداس تھا۔روتے روتے آنکھ لگ گئی۔تو خواب میں حضرت پیر پٹھان نے شرف زیارت بخشا اور فرمایا مولوی صاحب آپ اتنا کیوں روتے ہیں؟ میں تو اب بالکل تمہارے نزدیک سیالاں میں آگیا ہوں۔بعینہ یہی خواب آپ بھی دیکھ کر روانہ ہوئے تھے۔آپ نے مولوی سلطان محمود صاحب سے فرمایا کہ بخدا مجھے بھی آج رات یہی حکم ملا ہے۔

چنانچہ آپ دونوں روانہ ہوئے اور سیال شریف میں حضور خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ان کے روئے تاباں کی زیارت سے آپ کے غمزدہ دلوں کو قرار آیا۔پھر تمام عمر حضرت خواجہ شمس العارفین کی محبت کا دم بھرتے رہے۔

آپ اکثر وقت سیال شریف میں گذارتے اور اپنے شیخ کی تصویر حضرت خواجہ سیالوی کی صورت وسیرت میں دیکھتے تھے۔جس کی بنا پر آپ کو خواجہ سیالوی سے بے پناہ محبت ہوگئی تھی۔حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا عبدالحفیظ ماہی کے سیال شریف آنے کے بعد سے حضرت خواجہ شمس العارفین نے مسجد کی امامت کی ذمہ داری سونپ دی تھی۔جس کو آپ نے بحسن خوبی سرانجام دیا۔

درس وتدریس☆: آپ نے سرکی شریف میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔اور تشنگان شریعت ومعرفت کو سیراب کرنا شروع کر دیا۔آپ کے پاس دور دور سے علم ومعرفت کے پیاسے آتے اور فیوض وبرکات سے بہرہ ور ہو کر واپس وطن جاتے تھے۔

سیرت وکردار☆: آپ کی ذات والا صفات بلا مبالغہ ان عزیز الوجود شخصیات سے ایک ہے جنہیں رحمت الٰہی انتہائی پُر آشوب اور کربناک حالات میں اپنے لطف وکرم کا مظہر بنا کر اپنی مخلوق کی چارہ سازی کے لیے مقرر کرتی ہے۔

آپ کی سیرت کا ہر پہلو بدرِ منیر کی طرح چمکدار اور راہ حیات پر گامزن ہونے والوں کے آپ کا ہر نقش قدم خضرِ راہ ہے۔جس میں جلال بھی ہے جمال بھی اور سمندر کی گہرائی اور وسعت صحرا بھی ہے۔آپ کے استغنا اور فقر کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ آتا راہ خدا فقیروں اور طلباء میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ایک مرتبہ ایک شخص نے دو مربعہ زمین آپ کے نام کرنا چاہی تو فرمایا کہ تو ایسی چیز مجھے کیوں دینا چاہتا ہے جو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بُعد کا باعث بنتی ہے۔

حالانکہ مجھے اپنے شیخ کامل سے ایسی دولت مل چکی ہے جو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قرب کا باعث ہے۔

آپ عاجزی وانکساری اور سادگی کا مجسمہ تھے۔آپ کا مجاہدہ وتوکل مثالی تھا۔آپ متصرف بہ تصرفات اور صاحب کشف وکرامات بزرگ ہوئے ہیں۔

کشف وکرامات☆: فنافی المرشد والرسول، عالم باعمل حضرت علامہ مولانا عبدالحفیظ ماہی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ ایک مرتبہ عازم تونسہ ہوئے تو آپ کے ہمراہ شیر علی ساکن سرکی شریف بھی تھا۔عصر اور مغرب کے درمیان اٹک کے علاقے میں ایک ڈیرہ کے

قریب سے گزر ہوا تو اس ڈیرہ سے کتوں کی جوڑی بھونکتی ہوئی آپ کی طرف دوڑ پڑی۔

شیر علی نے عرض کیا حضور کتے ظالم معلوم ہوتے ہیں۔ اور قریب بھی آ گئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا صبر کرو اللہ تعالیٰ حامی و ناصر ہے۔ آپ نے اپنا جوتا اتار کر پڑھنا شروع کر دیا۔ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا لَّا تَّبَعُوكَ وَلَٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ پر پہنچے تو کتے جہاں تھے وہیں رک گئے اور خاموش ہو کر دیکھنے لگے۔

ڈیرے کا مالک یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ وہ حیران ہوا کہ میرے کتے بہت ظالم ہیں کسی کو نہیں چھوڑتے۔ ہو نہ ہو یہ کوئی اللہ والا ہے۔ کیوں نہ ان کی دعوت کی جائے۔ اور ان سے دعا کرائی جائے۔ کیونکہ ڈیرے کے مالک کی تین بیویاں تھیں مگر اولاد جیسی نعمت سے محروم تھا۔

چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی حضور اگر مہربانی فرمائیں تو میری دعوت قبول فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کھانے کی تو گنجائش نہیں ہے۔ لیکن دعوت ٹھکرانا خلاف سنت ہے۔ لہٰذا بہتر ہے کہ ہماری رہائش کا انتظام مسجد میں کیا جائے۔

چنانچہ کھانے کا وقت آیا اور آپ کھانا تناول فرمانے لگے تو اس وقت ڈیرے کے مالک نے عرض کیا حضور میری تین بیویاں ہیں اور کوئی اولاد نہ ہے۔ آپ میرے لیے دعا فرمائیں اس وقت آپ کے ہاتھ میں آخری نوالہ روٹی کا تھا جو آپ اپنے منہ کی طرف لے جا رہے تھے۔ آپ نے وہی لقمہ اسے دے دیا۔ اور فرمایا کہ جس بیوی سے تجھے زیادہ محبت ہو اسے کھلا دو۔ انشاء اللہ اولاد ہو گی۔

اسی دوران اُس شخص نے آپ کے ہمراہی شیر علی سے آپ کا نام دریافت کر لیا۔ حالانکہ آپ نے شیر علی کو منع فرما رکھا تھا کہ میرا پتہ کسی کو نہیں دینا۔ لیکن چونکہ قدرت کو یہی منظور تھا۔ آپ وہاں سے دوسرے روز تونسہ مقدسہ کی جانب روانہ ہوئے اور کئی دن قیام کے بعد واپس سر کی شریف تشریف لے آئے۔

تقریباً ایک سال کے بعد اٹک کا وہ شخص آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضرت فلاں دن فلاں جگہ آپ میرے ڈیرے پر تشریف فرما ہوئے تھے۔ اور آپ نے دعا کے ساتھ بیوی کو کھلانے کے لیے روٹی کا ایک لقمہ بھی عنایت فرما کر ارشاد فرمایا تھا کہ میرا خدا ضرور مہربانی کرے گا۔ حضرت اللہ کریم نے آپ کی دعا کا صدقہ مجھے بیٹا عطا فرمایا ہے لہٰذا یہ معمولی سا خورد و نوش کا سامان اور نقدی اور سواری کے لیے گھوڑا حاضر خدمت ہے۔ آپ نے سامان خورد و نوش اور نقدی طلباء میں تقسیم کر دی اور گھوڑا اسے واپس کر دیا اور فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ ہے۔ میں اپنے مرشد کے حضور پیدل چل کر حاضر ہونا باعث فخر سمجھتا ہوں۔ بعد میں اس شخص نے دو مربعے زمین آپ کے نام کرانے کی کوشش کی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔

کرامت نمبر ۲ ☆: عالم باعمل، فنافی المرشد حضرت مولانا عبد الحفیظ ماہی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ اپنے حجرہ سے باہر تشریف لائے تو دروازے پر ایک جذامی (کوڑھ کے مریض) کو لیٹے ہوئے پایا۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا میاں کسی حکیم یا اللہ والے کے پاس جاؤ۔ میں تو اللہ والوں کا خادم ہوں۔

وہ جذامی مریض سیال شریف میں حضرت خواجہ شمس العارفین خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور

اپنی تکلیف کے بارے میں عرض کیا تو حضرت نے فرمایا کہ تمہارا علاج تو مولانا حفیظ ماہی کے پاس ہے لہٰذا سرکی شریف چلے جاؤ۔ اس نے عرض کیا حضرت میں پہلے وہاں پر ہی گیا تھا مگر انہوں نے فرمایا کسی حکیم یا اللہ والے کے پاس چلے جاؤ۔ میں تو اللہ والوں کا خادم ہوں۔

حضرت خواجہ شمس العارفین نے فرمایا کہ اب تم جاؤ اور کہنا سیالاں والے نے بھیجا ہے۔ وہ جذامی وہاں سے رخصت ہو کر جب سرکی شریف پہنچا تو آپ کا حجرہ مبارک بند پا کر دروازے کے سامنے لیٹ گیا۔ جب آپ نماز اشراق کے بعد باہر نکلے تو وہ کوڑھی نظر آیا۔ آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بھائی میں نے تمہیں کہا تھا کہ کسی حکیم یا اللہ والے کے پاس جاؤ تو وہ فوراً عرض گزار ہوا کہ حضور اب تو مجھے سیالاں والے نے یہاں بھیجا ہے۔

یہ الفاظ سنتے ہی آپ پر وجد طاری ہو گیا اور آگے بڑھ کر اس کے سر کے بال پکڑ کر کھینچے تو اس کے جسم کا تمام چمڑا سر سے پاؤں تک اتر گیا۔ اور نیچے صاف شفاف جسم موجود تھا۔ وہ مریض اللہ اکبر کا نعرہ لگاتا ہوا صحت یاب ہو کر اپنے گھر کو واپس لوٹا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال پندرہ رجب المرجب ۱۳۰۵ ہجری بمطابق 28 مارچ 1888ء بروز جمعرات ہوا۔ مزار پر انوار موضع سرکی شریف ضلع خوشاب میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آج کل حضرت مولانا حافظ الحاج اعجاز علی چشتی نظامی مدظلہ العالی سجادہ نشین ہیں۔ جو بڑے مہمان نواز اور بڑے حلیم الطبع شخصیت کے مالک ہیں۔ بڑے ہی اچھے انداز میں سلسلہ عالیہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ سید رستم علی شاہ گردیزی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: پروردہ نگاہ لطف رسول مدنی فخر السادات گردیزیہ، آفتاب شریعت، ماہتاب طریقت حضرت خواجہ سید رستم علی شاہ گردیزی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ قطب آسمان ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1242 ہجری بمطابق 1827ء کو سرچھ سیداں ضلع پونچھ آزاد کشمیر میں عارف کامل حضرت سید حسین شاہ گردیزی کے علمی و روحانی گھر میں ہوئی۔

آپ حضرت سید یوسف شاہ گردیز ملتانی کی اولاد سے ہیں۔ جن کی اولاد میں سے ایک شیخ کامل علاقہ پوٹھوار کی معروف جگہ پھلگراں ضلع اسلام آباد نزد بہارہ کہو میں حضرت پیر سید منور شاہ سچیاری گردیزی علیہ الرحمتہ سے آپ کا شجرہ نسب ملتا ہے اور وہ آپ کے اجداد میں سے ہیں۔ حضرت سید منور شاہ گردیزی کے بارہ بیٹے تھے۔ جن میں تین بیٹے تبلیغ اسلام کے لیے کشمیر میں آئے۔ ان میں حضرت سید منصور شاہ، حضرت سید دین الملک شاہ اور حضرت سید نظام شاہ علیہم الرحمتہ ہیں۔

آپ حضرت سید نظام شاہ کی اولاد سے ہیں۔ جو اپنے وقت کے عظیم شیخ کامل تھے۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ نے بچپن ہی میں حصول تعلیم کے لیے پنجاب کے دینی مدارس کی طرف رجوع کیا۔ اور موضع منگوال ضلع چکوال میں تقریباً دو برس تک تحصیل علم میں مصروف رہے اور پھر وہاں سے مزید تعلیم کے لیے دہلی کی طرف سفر کیا اور دہلی کے مدارس میں زیر تعلیم رہ کر علوم دینیہ میں تکمیل حاصل کر کے وطن مالوف تشریف لے آئے۔

بیعت و خلافت ☆: جن دنوں آپ آستانہ عالیہ سیال شریف کے دینی مدرسہ میں زیر تعلیم تھے۔ آپ ان دنوں ہی سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

سرچھ شریف میں درس و تدریس و سلسلہ رشد و ہدایت کا آغاز ☆: اپنے شیخ کامل سے خرقہ خلافت پانے کے بعد آپ مستقلاً اپنے وطن مالوف سرچھ شریف تشریف لے آئے اور اپنے والد گرامی کے قائم کردہ مدرسہ اور مسجد کی طرف رجوع کیا۔ اور سلسلہ رشد و ہدایت کے ساتھ ساتھ درس و تدریس پر خصوصی توجہ فرمائی۔ جس کے نتیجے میں دور دور تک اس مدرسہ کی شہرت ہوئی اور دینی

تعلیم کے متلاشی آنے لگے اور تھوڑے ہی عرصہ میں طلبا کی کثیر تعداد جمع ہوگئی۔ اور لاتعداد طالبان علم دین مصطفوی یہاں سے فارغ التحصیل ہوکر پورے کشمیر اور ملک کے دوسرے حصوں میں دین کی شمع کو فروزاں کرنے لگے۔

سیرت وکردار☆: آپ کا شمار سادات گردیزیہ کے بلند پایہ علمائے کرام اور اولیائے کاملین میں ہوتا ہے۔ اور آپ کی ذات گرامی سے اس علاقہ کے ہزاروں افراد کو دینی وروحانی اور علمی فیض حاصل ہوا جو کہ مدت دراز تک جاری رہے گا۔

جب آپ کے کشف وکرامات کا چرچا بلند ہوا تو دور دور سے لوگ آنے لگے اور منہ مانگی مرادیں پا کر واپس جانے لگے۔ آپ کی ولایت کا شہرہ سن کر ریاست پونچھ کا حاکم راجہ اور اس کے مقرر کردہ حکام بھی حاضری دیتے اور دل سے آپ کا احترام کرتے تھے۔

تصنیف وتالیف☆: آپ نے کئی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جن کے قلمی نسخے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے سادات گردیزیہ پونچھ کا ایک شجرہ بھی مرتب کیا تھا۔ جس کی نقل مؤرخ کشمیر جناب سید محمود آزاد صاحب کی نظر سے گذری ہے۔ یہ شجرہ آپ کے ایک عزیز جو کہ راولپنڈی میں رہتے ہیں ان کے پاس محفوظ ہے۔

اولاد وامجاد☆: اللہ کریم نے اپنے فضل سے آپ کو 9 صاحبزادے عنایت فرمائے ہیں جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں: سید بہادر شاہ، سید سلیمان شاہ، سید نور عالم شاہ، سید الف شاہ، سید اکرام شاہ، سید محمد امیر شاہ، سید گل حسین شاہ، سید محمد لطیف شاہ، سید فیض عالم شاہ گردیزی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

وصال باکمال☆: وصال سے قبل آپ نے ایک عالیشان مسجد کی تعمیر کا کام شروع کیا۔ ابھی تھوڑا ہی کام ہوا تھا کہ مورخہ 6 رجب المرجب ۱۳۰۹ ہجری بمطابق 1891ء کو آپ کا وصال باکمال ہوگیا۔ مزار پر انوار سرچھ سیداں ضلع پونچھ آزاد کشمیر میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا خواجہ حافظ محمد نور عالم چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عالم ربانی، مرشد لاثانی، ستارۂ ولایت آسمانی، آئینہ جلال و جمال حقانی، مظہر تامہ کمال انسانی حضرت مولانا خواجہ حافظ محمد نور عالم چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ آفتاب آسمان طہارت و پاکیزگی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۴۸ ہجری بمطابق 1823ء کوکڑی شریف علاقہ سنگھوئی ضلع جہلم میں خاندان فاروقی کے عظیم چشم و چراغ حافظ آیات قرآنی جناب حضرت حافظ غلام علی بن حافظ فتح دین فاروقی کے علمی و روحانی گھر میں ہوئی۔

آپ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد میں تمام بزرگ بڑے صاحب فضل وکمال اور علم وعرفان کے خزانہ کے مالک رہے ہیں۔ آپ کے اجداد میں حضرت سروانی جن کا مزار گجرات میں ہے۔ ان کے علاوہ حضرت حافظ جی صاحب جن کا مزار اٹک میں ہے۔ ان کے علاوہ حضرت حافظ روح اللہ رحمتہ اللہ علیہ بھی ایک عظیم ولئی کامل اور اس خاندان کے جد اعلیٰ ہوئے ہیں جن کی آپ اولاد ہیں۔ کڑی شریف نزد سنگھوئی ضلع جہلم کو اپنا مسکن بنا کر تبلیغ وارشاد کا مرکز قرار دیا۔ آپ کے والد ماجد حضرت حافظ غلام علی قادری اس سلسلہ کے صاحب کشف وکرامات بزرگ ہوئے ہیں۔ ان کا مزار پرانوالہ موضع دھڈر ضلع گجرات میں ہے۔ آپ کا انتقال آپ کے بچپن کے زمانے میں ہو گیا تھا۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ نے ابتدائی تعلیم موضع ملوانا ضلع گجرات کے دینی مدرسہ میں حضرت حافظ ہست ملوانوی سے حاصل کی۔ قرآن ناظرہ وحفظ انہیں سے مکمل کیا۔ اور ابتدائی چند کتابیں انہیں سے پڑھیں۔ اس کے بعد اپنے چچازاد بھائی حافظ اللہ دین کے ہمراہ دہلی پہنچے مگر دلی تسلی نہ ہوئی تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہاں سے میکی ڈھوک تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک پہنچے۔ وہاں مولانا عبید اللہ سے صرف ونحو، منطق اور اصول فقہ کی کتب پر خوب محنت کی اور وہاں اپنے استاد محترم کی اجازت سے موضع کرسال ضلع و تحصیل چکوال سے علوم متداولہ میں تکمیل حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے اور اپنے استاد محترم کی خواہش پر عرصہ چار سال تک اسی مدرسہ میں پڑھاتے رہے اور استاد محترم کے خصوصی مشیر بھی رہے۔

دور طالب علمی کی کرامت ☆: جب آپ ڈھوک میکی سے موضع کرسال حضرت قاضی احمد الدین کرسالوی علیہ الرحمۃ کی

خدمت میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے روانہ ہوئے تو دوران سفر کسی نے بتایا کہ قاضی صاحب کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی ہے۔لیکن اس کے باوجود آپ قاضی صاحب کی زیارت کے شوق میں چل دیئے۔ جب کرسال پہنچے تو کیا دیکھا کہ حضرت قاضی احمد الدین علیہ الرحمتہ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما اور آنکھوں کی بینائی سے محروم بیٹھے ہیں۔آپ نے ادب سے سلام پیش کیا۔تو قاضی صاحب نے پوچھا کون ہو کیوں آئے ہو؟ آپ نے عرض کی حضور علم کی طلب کھینچ کر لائی ہے۔

حضرت قاضی احمد الدین سیالوی علیہ الرحمتہ نے اپنی بینائی اور آنکھوں میں درد کی شدت کی وضاحت فرمائی تو آپ نے عرض کیا۔ جی حضور مجھے راستے میں آپ کی تکلیف کا پتہ چل گیا تھا۔لیکن باوجود اس کے شوق زیارت مجھے یہاں آپ کی خدمت میں لے آیا۔یہ سن کر حضرت قاضی صاحب بہت خوش ہوئے اور پوچھا کیا نام ہے؟ آپ نے نام بتایا تو پھر تعلیم کے بارے میں پوچھا۔تو آپ نے مکمل وضاحت سے تعلیم کا بتادیا۔حضرت قاضی صاحب نے فرمایا کہ حافظ صاحب تم نیک آدمی معلوم ہوتے ہو۔تم ہی میری آنکھوں پر دم کرو شاید مجھے اللہ تعالیٰ شفادے۔

آپ نے قرآن مجید کی سات منازل کے مطابق تلاوت کی اور ہر منزل کے اختتام پر پھونک مارتے رہے۔ساتویں منزل کے اختتام پر حضرت قاضی احمد الدین کرسالوی علیہ الرحمتہ کی آنکھوں کا مرض کافور ہو گیا اور بینائی واپس لوٹ آئی۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ تیز ہوگئی۔حضرت قاضی صاحب آپ کی اس کرامت سے بے حد متاثر ہوئے۔

استاد محترم کے ہمراہ سیال شریف کا سفر☆: جس دور میں حضرت پیر سیال لجپال خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کا شہرہ چار دانگ عالم میں پھیل چکا تھا اور ہر طرف سے امراء وزراء سادات کرام، جاگیردار اور دین اسلام کی سچی طلب رکھنے والے ان کے علم وعرفان سے مالا مال ہو رہے تھے۔ان دنوں آپ اپنے استاد محترم حضرت قاضی احمد الدین کرسالوی علیہ الرحمتہ کے ہمراہ سیال شریف پہنچے۔سیال شریف میں قیام کے دوران قاضی صاحب کو بائیں طرف شدید درد ہوا۔قاضی صاحب نے آپ کو حضرت خواجہ سیالوی کی خدمت میں بھیجا۔آپ نے لنگر شریف کے ماہر طبیب کو حکم دیا کہ قاضی صاحب کا علاج کریں۔حکیم صاحب نے نبض دیکھنا چاہی تو قاضی صاحب نے کہا حکیم صاحب حضرت خواجہ سیالوی سے جا کر عرض کریں اس درد کا علاج دہلی کے حکماء سے بھی کرواچکا ہوں۔مگر آرام نہیں آیا۔لہٰذا آپ کے پاس کوئی روحانی علاج ہے تو وہ کریں۔حکیم صاحب نے تمام قصہ حضرت خواجہ سیالوی سے عرض کیا تو آپ اپنی مسند سے اٹھے اور قاضی صاحب کے پاس تشریف لائے تو اس وقت قاضی صاحب درد سے کراہ رہے تھے۔

حضرت خواجہ سیالوی نے پوچھا۔قاضی صاحب درد کہاں ہے؟ عرض کی حضور اس جگہ۔حضرت خواجہ سیالوی نے درد والی جگہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اس جگہ تو کوئی درد نہ ہے۔حضرت خواجہ سیالوی کا یہ فرمانا تھا کہ درد ایسا گیا کہ دوبارہ پھر نہ آیا۔

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور چار سال کے بعد خرقہ خلافت حاصل کر کے سرفراز وصاحب ارشاد ہوئے۔

جس روز آپ بیعت ہوئے تھے اسی روز حضرت قاضی احمد الدین کرسالوی علیہ الرحمتہ بھی خواجہ سیالوی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست

پر بیعت سے مشرف ہوئے تھے اور چالیس دن کے بعد خرقہ خلافت حاصل کر کے سرفراز وصاحب ارشاد ہوئے تھے۔

سیرت و کردار☆: آپ کو اپنے شیخ کامل سے سچی محبت وعقیدت تھی۔ جب بھی سیال شریف جاتے پاپیادہ جاتے۔ اسی طرح آپ کے مرشد بھی آپ کو خصوصی توجہات اور شفقت ومحبت سے نوازتے تھے۔ جب بھی ان کی محفل میں آپ کا تذکرہ ہوتا تو خواجہ سیالوی آپ کے ورع وتقویٰ اور عملی قوت کا ذکر فرماتے تھے۔ آپ کا لباس انتہائی سادہ اسی طرح آپ کی خوراک بھی بہت سادہ اور مختصر تھی۔ آپ منکسر المزاج اور عاجزی پسند تھے۔ اپنے تلامذہ اور مریدین کو بھی سادہ زندگی گذارنے کی تلقین فرماتے تھے۔ کسرنفسی کا یہ عالم تھا کہ مختلف مضامین پر مشتمل کتابوں کی آپ نے تشریح لکھی ہے۔ مگر ان پر اپنا نام تک درج نہ کیا۔ اخلاقی کیفیت یہ تھی کہ ہر اپنے اور بیگانے سے بڑی خوش دلی سے پیش آتے۔ طبیعت آپ کی بہت مسکین تھی۔ دل ہر وقت خشیت الٰہی سے خوفزدہ رہتا تھا۔ آپ مریدین کی اصلاح و تربیت پر خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ جس کی وجہ سے عوام الناس کا ایک ہجوم آپ کے گرد جمع رہتا تھا۔ آپ اتنے سادہ اور موثر انداز میں ارادت مندوں اور دیگر شناسالوگوں کو سمجھایا کرتے تھے کہ نہی عن المنکر پر وہ نہ صرف کاربند ہوئے بلکہ امر بالمعروف کے مظہر بن گئے۔

ایک مرتبہ آپ جلالپور شریف سے پیدل تشریف لا رہے تھے کہ موضع بھمبر کی مزروعہ زمینوں میں دو آدمی ماہ رمضان المبارک میں حقہ پی رہے تھے۔ ان آدمیوں نے جب آپ کو دیکھا تو حقہ کو لات مار کر گرادیا۔ اور اپنے منہ نیچے کر کے کنکھیوں سے دیکھنے لگے۔ آپ نے اپنی چادر مبارک کا پردہ ان کی طرف کرتے ہوئے آہستہ سے فرمایا پردہ ہونا چاہئے۔ ان دونوں پر آپ کی بات کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ کافی دیر تک روتے رہے۔ اورانہوں نے فیصلہ کر لیا کہ آئندہ ہم بھی اور گھر والوں کو بھی پابند صوم صلوٰۃ بنائیں گے۔ چنانچہ ان کی اس تحریک سے نہ صرف ان کا گھر بلکہ دیگر کئی گھر راہ راست پر آ گئے۔

درس وتدریس☆: آپ نے سب سے پہلے کڑی شریف میں مسند ارشاد بچھائی۔ بعدازاں جانی چک متصل انگہ ضلع گجرات کے رؤسا کے پاس چلے گئے اور وہاں درس وتدریس وتبلیغ کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کے بعد جلالپور شریف میں مسند تدریس پر فائز ہو کر سینکڑوں افراد کو دین کی تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔ بعدازاں اپنے علاقہ کڑی شریف میں تشریف لا کر مدرسہ کو توجہ دی اور درس وتدریس کے شعبہ میں انتھک محنت کر کے سینکڑوں طالبان حق کو علم وعرفان کی دولت سے مالا مال کیا۔ آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے جن مشاہیر زمانہ نے اکتساب فیض کیا ان میں سے چند کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں: حضرت صاحبزادہ سید قائم الدین شاہ جلالپوری، حضرت قاضی عبدالباقی کرسالوی، حضرت مولانا محمد عبدالرحیم ساکن کڑی شریف، حضرت مولانا سید نیک عالم شاہ ساکن کوٹلی شہانی ضلع جہلم، حضرت مولانا محمد عالم ساکن سنگھوئی تحصیل وضلع جہلم، حضرت مولانا حافظ اللہ دین ساکن کوٹ بلوچ ضلع گجرات، حضرت مولانا محمد امین ساکن کھر کا تحصیل کھاریاں، حضرت مولانا عبداللہ ساکن جانی چک گجرات، حضرت مولانا احمد شاہ ساکن دیالی علاقہ پوٹھوار ضلع راولپنڈی، حضرت مولانا محمد امین ساکن کڑی شریف (فرزند)

شادی واولاد☆: آپ کی شادی ایک مجذوب صفت بزرگ حافظ اللہ دین موضع ڈھلیان نواحی ڈنگہ کی دختر نیک اختر سے ہوئی۔ جن کے بطن سے خداوند کریم نے تین صاحبزادے حضرت مولانا عبدالرحیم، حضرت مولانا محمد امین، حضرت مولانا حافظ عبدالمجید عطا فرمائے۔

اور دو صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔ آپ کے تینوں فرزند عالم و فاضل اور صاحب طریقت ہوئے جبکہ ایک صاحبزادے نعت گو شاعر بھی تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 3 رمضان المبارک ۱۳۱۱ ہجری بمطابق 10 مارچ 1893ء بروز اتوار ہوا۔ مزار پرانوار کڑی شریف ضلع جہلم میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آج کل آپ کے دربار پر حضرت مولانا حافظ نذر حسین فاروقی جو کہ بہترین خطیب عالم و فاضل اور درویش منش بزرگ ہیں۔ خدا ان کا سایہ سلامت رکھے۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت سید ذوالفقار علی شاہ المعروف سائیں سہیلی سرکار چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: مرد قلندر ہمہ اوصاف یگانہ، غوث زمانہ، مرشد لاثانی عالم ربانی شہباز میدان حقیقت و معرفت عارف باللہ مالک مقام فنافی اللہ حجۃ اللہ حضرت سید ذوالفقار علی شاہ المعروف سائیں سہیلی سرکار چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ یکتائے زمانہ ہیں۔

آپ کا تعلق ملتان کے کاظمی سادات خاندان سے ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد ملتان سے سکونت ترک کر کے گجرات چلے آئے۔ گجرات میں ہی آپ کی ولادت با سعادت 1267 ہجری بمطابق 1850ء کے لگ بھگ ہوئی۔ آپ کا اصل نام سید ذوالفقار شاہ ہے۔ مگر تذکرہ نگاروں نے شاہ ذوالفقار تحریر کیا ہے۔ جیسا کہ ہمارے دیہاتی ماحول میں حضرت سید عبداللطیف شاہ کاظمی المعروف بری امام کو عرف عام میں تو بری امام یا بری شاہ لطیف کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح آپ کو بھی سید ذوالفقار شاہ کی بجائے شاہ ذوالفقار کے نام سے پکارا جاتا ہوگا۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ کا نام سید غلام محمد شاہ بھی بتاتے ہیں۔ مگر تذکرہ نگاروں کی اکثریت سید ذوالفقار شاہ کے نام نامی اسم گرامی پر متفق ہے۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ کی ابتدائی تربیت اور ابتدائی دینی تعلیم قرآن کریم ناظرہ اور ابتدائی دینی کتابیں اپنے والد ماجد سے گجرات میں پڑھیں۔ اس کے بعد گجرات سے سکونت ترک کر کے سید کسراں تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی چکوال روڈ کے مشہور مرکز سادات کاظمیہ، جو کہ حضرت سید عبداللطیف شاہ المعروف بری امام سرکار قادری علیہ الرحمۃ کے جائے ولادت اور آبائی گاؤں ہے، میں چلے آئے سید کسراں اس زمانے میں دینی و روحانی علوم کا عظیم مرکز تھا۔ آپ نے وہاں پر تمام علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ مگر دوران تعلیم آپ پر اکثر اوقات وجدانی کیفیت طاری رہتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس دنیا کی نیرنگیوں سے آپ کو کوئی سروکار نہیں بلکہ آپ اَن دیکھی دنیا کے مناظر میں کھوئے ہوئے ہیں۔ آپ کے خلیفہ نمبردار حاجی محمد سلیمان خان سکنہ ڈوڈیال تحصیل مانسہرہ اپنے والد گرامی جناب یوسف خان کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ سید کسراں میں دوران تعلیم جب روحانی کیفیت سے سرشار تھے تو آپ نے مجاہدہ و ریاضت کا آغاز کر دیا اور اس میں ایسے مصروف ہوئے کہ دنیاوی معاملات سے کوئی تعلق نہ رہا۔ اس دوران آپ مختلف مقامات پر چلہ کشی کرتے ہوئے راولپنڈی پہنچے اور مختلف مواضعات میں چلہ کشی کرتے ہوئے ہریپور تشریف لے آئے۔ جہاں حضرت سائیں فتح حیدر علی شاہ علیہ الرحمۃ کوٹ نجیب اللہ کی خدمت میں رہ کر سلوک و معرفت کی منازل طے کیں۔

بیعت و خلافت ☆: آپ کی بیعت کے بارے میں بہت تضاد پایا جاتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں مختلف روایات سے و مشاہدات ہمارے پیش نظر ہیں۔ اول یہ کہ جناب سید محمود آزاد صاحب مرحوم نے اپنی کتاب تاریخ کشمیر، بسلسلہ اولیائے کشمیر جلد پنجم ششم مطبوعہ 1992ء میں تحریر کیا ہے کہ جناب نمبردار حاجی محمد سلیمان خان سکنہ ڈوڈیال مانسہرہ جو کہ حضرت سائیں سہیلی سرکار کے خاص الخاص مرید ہیں۔ اور 1980 کی دہائی میں ان کی عمر 98 برس تھی۔ وہ اپنے والد محمد یوسف خان کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ آپ حضرت سائیں فتح سید حیدر شاہ کے مرید ہیں۔ نمبردار سلیمان خان کہتے ہیں کہ میرے پاس آپ کا شجرہ طریقت بھی موجود ہے جس کی رو سے آپ مرید ہیں حضرت سید فتح حیدر شاہ کے وہ مرید ہیں سید بدرالدین عرف بودی شاہ کے وہ مرید سید خاکی شاہ کے وہ مرید سید شیر علی شاہ کے وہ مرید ننگا سلطان کے وہ مرید حضرت شاہو شاہ کے وہ مرید حضرت گل بادشاہ کے وہ مرید جتی رحمان پاک کے وہ مرید شاہ شہاب الدین چرم پوش کے وہ مرید سید سرخ بیابانی کے وہ مرید حضرت امیر شیر شاہ جلال قطب کمال کے وہ مرید سید نور ننگے شاہ کے وہ مرید سید سرخ ابدال شاہ کے وہ مرید سید کامل شاہ کے وہ مرید سوختہ درویش کے وہ مرید سید سلطان شاہ کے وہ مرید عباس علی شاہ کے وہ مرید امان علی شاہ کے وہ مرید دیوان علی شاہ کے وہ مرید حضرت سید جعفر علی شاہ کے وہ مرید حضرت جور علی شاہ کے وہ مرید حضرت سید لعل شہباز قلندر کے تھے۔

فقیر راقم الحروف صاحبزادہ مقصود احمد صابری اپنے علم و یقین کے مطابق کہتا کہ یہ شجرہ طریقت کسی بھی طور سے درست نہیں۔ اور ابھی اس سے آگے کی تفصیل بھی شجرہ کی جو سید محمود آزاد صاحب نے رقم کی ہے وہ بھی بالکل غلط ہے۔ جو حاجی سلیمان کے پاس ہے وہ بھی کسی طرح قابل قبول نہ ہے۔ اس شجرہ طریقت کے اگر تین حصے کیئے جائیں کہ حضرت سہیلی سرکار سے حضرت مخدوم سید جلال الدین سرخ بخاری تک تو یقیناً یہ بھی غلط ہے پھر حضرت سید جلال الدین سُرخ بخاری سے حضرت لال شہباز قلندر تک یہ بھی غلط اور غیر مصدقہ بلکہ لغو ہے۔ اور حضرت لال شہباز سے مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ لکریم تک یہ بھی ایک تُک بندی سے نظر آ رہی۔

لہٰذا راقم کے نزدیک اس شجرہ کی رو سے نہ آپ سہروردی ہیں۔ نہ ہی یہ شجرہ درست ہے۔

نمبر۲ ☆: حاجی مرید احمد چشتی کی کتاب فوز المقال فی خلفائے پیر سیال جو سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کی شاخ سیال شریف کے خلفاء کی ایک جامع کتاب ہے۔ جس کی تقریظ حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازھری علیہ الرحمتہ بھیروی نے لکھی ہے۔

جناب حاجی مرید احمد چشتی اپنی کتاب فوز المقال فی خلفائے پیر سیال کے صفحہ 549 پر حضرت سائیں سہیلی سرکار کی بیعت و خلافت کے حوالے سے پورے دلائل و شواہد سے رقم طراز ہیں کہ آپ حضرت پیر سیال لجپال خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

اس کے ثبوت کے طور پر جناب حاجی مرید احمد چشتی صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت سائیں سہیلی سرکار کی بیعت و خلافت کے بارے آستانہ عالیہ سیال شریف کے حضرت خواجہ فخر الدین سیالوی علیہ الرحمتہ سے رجوع کیا تو انہوں نے فرمایا فقیر نے معتبر ذرائع سے سنا ہے کہ حضرت سائیں سہیلی سرکار، حضرت پیر سیال غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ تھے۔ پہلے سالک تھے بعد میں مجذوب ہو گئے۔ ایبٹ آباد کی پہاڑی پر جب کوئی آبادی نہ تھی تو سائیں صاحب اس پہاڑی پر رسی باندھ کر چوک اور بازار بناتے اور اردو زبان میں فرماتے

کہ ایک بازار یوں کھینچ دو۔ایک بازار یوں کھینچ دو اور اسی طرح مانسہرہ میں بھی کرتے تھے۔

چنانچہ ایبٹ آباد اور مانسہرہ میں حضرت سائیں صاحب کے نقشے کے مطابق چوک اور بازار بنے ہوئے ہیں۔

نمبر۳☆: حاجی مرید احمد چشتی مزید آگے چل کر فرماتے ہیں کہ۔

مولف جب 22 صفر المظفر 1409 ہجری کو سیال شریف حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے سالانہ عرس مبارک کی تقریب سعید میں حاضری سے مشرف ہوا تو حضرت خواجہ فخر الدین سیالوی علیہ الرحمتہ نے مولف کے استفار پر فرمایا۔

مانسہرہ میں حضور پیر سیال کے ایک مخلص مرید قاضی غلام نبی مانسہروی علیہ الرحمتہ ہوئے ہیں۔ان کی زبان سے اکثر سنا کہ حضرت سائیں سہیلی سرکار پیر سیال کے خلیفہ تھے مزید فرمایا کہ قیام پاکستان سے قبل اکثر سیر وتفریح کے لیے ایبٹ آباد مانسہرہ جایا کرتا تھا۔ایک مرتبہ ہم ایبٹ آباد کے ایک ہوٹل میں کھانا کھانے کے لیے بیٹھے تھے کہ قریب ہی چند پٹھان روٹی کھا رہے تھے۔انہوں نے جب درویش سے سیال شریف کا نام سنا تو اٹھ کر میرے پاس آئے اور میری دست بوسی کرنے لگے۔میرے استفسار پر کہنے لگے کہ ہم سائیں سہیلی سرکار کے مرید ہیں اور سائیں صاحب حضرت پیر سیال کے مرید ہیں۔

نمبر۴☆: حضرت سائیں سہیلی سرکار کے ایک بالکے سید غلام حسین شاہ فاروقی جو فاروقیہ سیمنٹ فیکٹری کے نزدیک ایک غار میں محو عبادت ہیں کا بیان ہے کہ سائیں سہیلی سرکار پیر سیال کے خلیفہ ہیں۔

نمبر۵☆: حضرت قاضی محمد شمس الدین نقشبندی ساکن درویش ہری پور ہزارہ علیہ الرحمتہ جو اپنے زمانے کے عظیم اولیاء کاملین سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضرت سائیں سہیلی سرکار حضرت پیر سیال کے مرید ہیں۔

نمبر۶☆: حضرت قاضی نور عالم مانسہروی سیالوی فرماتے ہیں کہ حضرت سید سائیں سہیلی سرکار اپنے وقت کے جید عالم دین تھے۔ایک مرتبہ خواب میں حضور پیر سیال کی زیارت سے مشرف ہوئے تو دیوانہ وار سیال شریف کی جانب چل دیئے۔حضرت خواجہ سیالوی نے حاضری کا مقصد دریافت فرمایا تو آپ نے عرض کیا کہ غوث زماں کی تلاش ہے۔حضرت پیر سیال نے فرمایا کہ مولوی صاحب فلاں مقام پر جا کر انتظار کریں غوث زماں آپ کو وہاں خود آکر ملے گا۔

چنانچہ آپ اکیس یوم تک مقررہ جگہ پر غوث زماں کے انتظار میں رہے۔بائیسویں روز طلوع آفتاب کے بعد ایک شخص نے خبر دی کہ ایک فقیر آیا ہوا ہے۔آپ دیوانہ وار جب اس فقیر کے پاس پہنچے تو وہ حضرت پیر سیال غریب نواز خود تھے۔آپ نے آگے بڑھ کر قدم بوسی کی تو حضرت پیر سیال نے ایک نگاہ آپ پر لطف وکرم کی ڈالی جس سے آپ مست وبیخود ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت پیر سیال نے فرمایا کہ مولوی صاحب یہاں سے چلے جاؤ۔اس کے بعد کافی عرصہ تک آپ حالت مستی ومجذوبی میں مختلف مقامات پر چلّہ کشی فرماتے رہے۔اور جابجا آپ کی نشست گاہیں موجود ہیں۔جن میں راولپنڈی، حسن ابدال، ہری پور، ایبٹ آباد حتیٰ کہ مانسہرہ میں ۲۰ برس تک چلہ کش رہے۔پھر مظفر آباد برلب دریا چلہ کشی اور مجاہدہ وریاضت میں مشغول رہے۔

سیرت وکردار☆: آپ مست الست مجذوب قلندر فقیر تھے۔عمر کے آخری حصہ میں قیود شرعیہ سے بے نیاز اور مئے توحید سے

سرشار و مدہوش تھے۔ اکثر خاموش رہتے تھے۔ استغراق کا غلبہ آپ پر ہمہ وقت طاری رہتا تھا۔ کسی سے کبھی کچھ نہ مانگا اگر کوئی شخص از خود ہدیہ پیش کرتا تو آپ اٹھا کر کسی دوسرے شخص کو دے دیتے تھے۔ آپ کا قد میانہ اور جسم درمیانہ تھا، چہرہ سرخ اور بارعب، سر کے بال اُلجھے ہوئے۔ لباس صرف تہبند استعمال کرتے تھے۔ آپ کا حلقہ ارادت ہری پور، ایبٹ آباد، سرحد و آزاد کشمیر کے علاوہ ہندوستان تک پھیلا ہوا ہے۔

آپ کے فیض یافتگان ☆: آپ کے فیض یافتہ حضرات میں حضرت سائیں بہادر علی ساکن چٹی ڈھیری مانسہرہ، سائیں راجہ ساکن مانسہرہ، سائیں امیر ساکن ہاتھی میر مانسہرہ، سید فیض علی شاہ ساکن شیخ البانڈی ایبٹ آباد، سائیں نورا بابا ساکن خیر آباد، سائیں تیغ علی ساکن مظفر آباد آزاد کشمیر سائیں خوشیا ساکن گولڑہ شریف ضلع اسلام آباد، حضرت سید غلام حسین شاہ بخاری اور سائیں کزادغیرہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

کشف و کرامات ☆: یوں تو لاتعداد کرامات کا آپ سے صدور ہوا۔ اس کے لیے تفصیلی دفتر درکار ہے۔ جب آپ کے کشف و کرامات کا چرچا مہاراجہ کشمیر پرتاب سنگھ کے دربار تک ہونے لگا تو مہاراجہ ایک دن بھیس بدلا کر عام آدمی کے روپ میں آپ کے دربار میں حاضر ہوا۔ آپ نے اسے دیکھتے ہی فوراً بے ساختہ فرمایا ''اُڑیا پرتاب سنگھا۔ توں اپنا آپ لوکاں توں چھپانا ہیں، پر فقیراں کولوں کتھے چھپارہ سکنا ایں۔'' جب مہاراجہ نے یہ فقرے فقیر خدامست کی زبان ترجمان سے سنے تو بے حد متاثر ہوا اور آگے بڑھ کر اپنے حق میں آپ سے دعا کے لیے طلبگار ہوا۔ اور بہت سی اشرفیاں آپ کو بطور نذرانہ پیش کیں۔ جن کو لینے سے آپ نے انکار کر دیا۔ آپ کی کرامات جب دور دور تک پھیل گئیں تو لوگ کئی کئی میل کا سفر کر کے دعا کے لیے آپ کے پاس حاضر ہوتے۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ کسی حاجت مند کا سوال رد نہ فرماتے تھے۔ جس کی جو حاجت ہوتی اسی کے مطابق اللہ کے حضور دعا فرماتے۔ آپ کی دعا سے حاجت مند کی حاجت چند لمحوں میں پوری ہو جاتی تھی۔

وصال باکمال ☆: وصال سے ایک روز قبل آپ بہت خوش تھے اور اپنے معتقدین سے فرما دیا تھا کہ بس اب چل چلاؤ ہے۔ مگر آپ کی یہ رمز والی بات کوئی سمجھ نہ سکا۔ اس کے بعد آپ نے غسل فرمایا، خوشبو لگائی، شام کے وقت معمولی سا بخار ہوا۔ اور دوسرے دن 18 رمضان المبارک ۱۳۱۷ ہجری بمطابق 20 جنوری 1899ء بروز شنبہ ہندی سال ۸ ماگھ ۱۹۵۷ بکرمی کو ہوا۔

مزار پُر انوار مظفر آباد آزاد کشمیر میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے وصال کے کافی عرصہ بعد یکم رمضان المبارک 8 اکتوبر 2005ء کو پورے پاکستان بالخصوص آزاد کشمیر میں زبردست زلزلہ آیا۔ جس سے پورا مظفر آباد شہر اور گردونواح کے مواضعات میں بے پناہ تباہی ہوئی۔ ہزارہا افراد جاں بحق ہوئے۔ ہزاروں مکانات زمین بوس ہو گئے۔ حتیٰ کہ آزاد کشمیر حکومت کا سیکرٹریٹ، ریڈیو آزاد کشمیر کی بلڈنگ، پاکستان ٹیلی ویژن کی بلڈنگ، اسمبلی ہال آزاد کشمیر سمیت دیگر تمام سرکاری دفاتر اور بالخصوص آپ کے دربار کے نیچے مین سڑک پر مین مظفر آباد بازار تک زمین بوس ہو گیا۔ مگر آپ کا دربار گوہربار بالکل سلامت رہا۔ ایک اینٹ بھی اپنی جگہ سے نہ ہلی۔ جس وقت زلزلہ آیا تباہی ہوئی دور دور تک آواز سنی گئی مگر دربار میں موجودہ زائرین خادمین قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہمیں زلزلہ کے بارے میں ذرا بھی محسوس نہیں ہوا۔

اس تباہی کو دیکھنے کے لیے پوری دنیا کا میڈیا اور مبصر اور مختلف سربراہان مملکت آئے۔ تباہی کو دیکھ کر ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور آپ کے دربار گوہر بار کو صحیح سلامت دیکھ کر اولیاء اللہ کی طاقت و کشف و کرامات کے صدقے دل سے قائل ہو گئے۔ آپ کا سالانہ عرس مبارک 13 جنوری تا 20 جنوری ہر سال بڑے احترام و اہتمام سے منایا جاتا ہے۔ پورے ملک بالخصوص ہزارہ ڈویژن راولپنڈی ڈویژن اور آزاد کشمیر سے عاشقان اولیائے کبار حاضر ہو کر منہ مانگی مرادیں پاتے ہیں۔ راقم الحروف کو بھی آپ کے دربار کی حاضری کی سعادت حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا محمد سعد اللہ خان اعوان چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی العصر، شیخ طریقت، ماہتاب شریعت، واقف اسرار و رموز حقیقت حضرت مولانا محمد سعد اللہ خان اعوان چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1248 ہجری بمطابق 1832ء بانڈی پہاڑ ہزارہ میں میاں محمد حنیف مرحوم کے گھر ہوئی۔ آپ قوم کے اعوان اور اپنے زمانے کے عالم وفاضل اور صاحب طریقت بزرگ ہوئے ہیں۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ قرآن کریم کے حافظ اور امور دینیہ میں مکمل آگاہی رکھتے ہیں۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اپنے ماموں حضرت قاضی محمود صاحب آف گڑھی افغانان نزد ٹیکسلا تشریف لے گئے اور ان کی خدمت میں رہ کر علوم متداولہ کی کتب پڑھیں۔ اپنے ماموں سے تکمیل کے بعد آپ موضع بھوئی گاڑ شریف نزد حسن ابدال ضلع اٹک میں معروف و ممتاز عالم دین استاذ کل حضرت علامہ قاضی مفتی محمد شفیع الہاشمی علیہ الرحمتہ کے مدرسہ میں داخل ہو کر دیگر علوم دینیہ اور آخری کتب کی تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کی۔

آستانہ عالیہ سیال شریف میں حاضری ☆: آپ تمام دینی و دنیاوی علوم پر مکمل دسترس حاصل کرنے کے بعد علم تصوف اور روحانیت کی طرف مائل ہوئے۔ اور اپنی روحانی تشنگی کو سیراب کرنے کے لیے بے چین تھے کہ آپ کے ہر دلعزیز دوست اور معروف روحانی و علمی شخصیت حضرت پیر محمد فاضل شاہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ آستانہ عالیہ گڑھی شریف نزد ٹیکسلا نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ سیال شریف تشریف لے جائیں۔ وہاں آپ کی روحانی تشنگی دور ہو جائے گی۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضور پیر سیال خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی کے ہاتھوں خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

سیرت و کردار ☆: آپ کو اپنے شیخ کامل سے انتہا درجہ کی عقیدت و محبت تھی۔ پا پیادہ سیال شریف تشریف لے جاتے تھے۔ آپ علوم ظاہریہ و باطنیہ میں کمال رکھتے تھے۔ آپ کا اپنے زمانے کے ہم عصر دوستوں میں علم و فضل اور عمل میں نمایاں مقام تھا۔

ایک مرتبہ آپ کے خاندان کا ایک شخص آپ کے حجرہ میں بغرض زیارت آیا۔ جب حجرہ کے دروازہ پر پہنچا تو کیا دیکھا کہ آپ کے جسم کے اعضا الگ الگ پڑے ہیں۔ اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید کسی دشمن نے آپ کو قتل کر دیا۔ وہ حواس باختہ ہو کر الٹے قدم

واپس دوڑنے لگا تو آپ نے اسے جلدی سے آواز دے کر روکا اور فرمایا کہ کہاں بھاگ رہے ہو؟ وہ آپ کو بخیریت دیکھ کر ششدر رہ گیا۔
آپ تمام عمر خانقاہی تصوف سے علیحدہ رہے اور اپنے مسلک پر سختی سے قائم رہے۔
آپ کی تمام زندگی دین اسلام کی اشاعت کے لیے وقف تھی۔ علاقہ میں جن خاندانوں میں بُری رسم و رواج اور ہندوانہ طور طریقے رائج تھے ختم کرانے میں آپ نے مرکزی کردار ادا کیا۔ جس کی بنا پر علاقہ کے بڑے بڑے رؤسا، امراء بھی آپ کے نہ صرف معترف ہوئے بلکہ وہ معتقد خاص بن گئے۔ آپ نے تمام زندگی مجرد گذاری۔ نمود و نمائش کا آپ میں شائبہ تک نہ تھا۔ خداوند کریم نے آپ کو گوناگوں صلاحیتوں اور بہترین صفات سے نوازا ہوا تھا۔ غریبوں مسکینوں کی دل کھول کر امداد کیا کرتے تھے۔
آپ کے ہمعصر بزرگ ☆: آپ کا اپنے ہم عصر دوستوں میں بلند مقام تھا۔ بڑی بڑی جلیل القدر شخصیات سے آپ کا روحانی اور محبت و پیار کا تعلق تھا۔ ان بزرگان دین میں حضرت پیر فاضل شاہ گڑھی شریف حضرت میاں بلو صاحب مجذوب جن کا مزار بھیڑ کنڈ ہزارہ میں ہے۔ حضرت تاجدار گولڑہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب، حضرت خواجہ حافظ عبدالکریم نقشبندی آف عیدگاہ شریف، حضرت حاجی اکبر شاہ المعروف حاجی صاحب کسان ضلع اٹک، حضرت خواجہ سید مبارک شاہ جہان آبادی جن کا مزار مریڑ حسن چوک ریلوے لائن کے ساتھ راولپنڈی اور حضرت خواجہ سید فضل شاہ حطاروی علیہم الرحمتہ والرضوان کے ساتھ آپ کے برادرانہ تعلق تھے۔
وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 21 رجب المرجب ۱۳۱۸ ہجری بمطابق 14 نومبر 1900ء میں ہوا۔ مزار پر انوار سموں شریف پنج کٹھہ ٹیکسلا سے شمال مغرب کی جانب چند میل دور مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔
آپ کا سالانہ عرس مبارک 19-20-21 رجب المرجب کو ہر سال آپ کے دربار کے سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ غلام فرید جو کہ نہایت ہی نیک سیرت باکردار بزرگ ہیں کی زیر نگرانی منایا جاتا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: جانشین حضرت پیر پٹھان امام العاشقین، دلیل العارفین، برھان الواصلین، قدوۃ السالکین حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ قطب زمانہ ہوئے ہیں۔

حضرت غوث زماں خواجہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ المعروف پیر پٹھان کے پوتے اور جانشین ہیں۔ حضرت پیر پٹھان علیہ الرحمۃ کے تین بیٹے تھے۔ سب سے بڑے حضرت خواجہ گل محمد دوسرے خواجہ درویش محمد تیسرے حضرت خواجہ محمد معصوم تھے۔ حضرت خواجہ گل محمد بڑے نیک اور پارسا انسان تھے۔ حضرت خواجہ گل محمد اسم بامسمی یعنی ایسے پھول تھے کہ جس کی خوشبو سے مشام جان تازہ ہوجاتا تھا۔

انہی خواجہ گل محمد کے ہاں ماہ ذوالحجہ ۱۲۴۱ھ بمطابق 1825ء میں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کی پیدائش کی خوشخبری حضرت خواجہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کو حضرت خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ کے مزار پرانوار پر ملی کیونکہ وہ ان دنوں حضرت خواجہ مہاروی علیہ الرحمۃ کے سالانہ عرس پاک میں شرکت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ خواجہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ پوتے کی خبر سن کر بہت خوش ہوئے اور نومولود کا نام اللہ بخش رکھا۔

حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نسلاً نسبتاً خانوادہ ولایت سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے ان کو مادرزاد ولی کہنا بے جا نہ ہوگا۔

تعلیم وتربیت ☆: جب آپ بڑے ہوئے تو آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ ابتدائی تعلیم آپ نے مولوی محمد امین صاحب سے حاصل کی۔ جنہوں نے آپ کو قرآن کریم صرف ونحو کی چند کتابیں اور پھر تفسیر وحدیث پڑھائی۔ یہاں تک کہ جملہ علوم ظاہری کی تکمیل کرا دی ظاہری تعلیم سے جونہی فارغ ہوئے۔ تو آپ کے دادا حضرت پیر پٹھان علیہ الرحمۃ نے آپ کی باطنی تعلیم پر توجہ دی۔ اور سلوک و معرفت کی باطنی تعلیم خود دینے کا فیصلہ کیا پھر جوں جوں وقت گزرتا گیا حضرت خواجہ اللہ بخش روحانیت کے اعلیٰ وارفع مدارج طے کرتے ہوئے طریقت کے شہباز لامکانی بن گئے۔

وارث مسند پیر پٹھان ☆: حضرت خواجہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ تو شروع ہی سے جانتے تھے۔ کہ ان کی مسند روحانیت و معرفت پر خواجہ اللہ بخش رحمتہ اللہ علیہ ہی متمکن ہوں گے۔ تاہم اس بات کی بشارت حضور خواجہ اللہ بخش تونسوی کے والد بزرگوار حضرت گل محمد صاحب علیہ الرحمۃ کو حضرت سیّد جمال بیکانیری علیہ الرحمۃ نے دی کیوں کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ شدید

علالت کا شکار ہوئے اور ان کی زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی حضرت گل محمد علیہ الرحمۃ بیٹے کی بیماری سے سخت پریشان تھے۔ انہوں نے حضرت خواجہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کے ایک چہیتے مرید سیّد جمال بیکانیری علیہ الرحمۃ سے کہا کہ وہ اللہ بخش کی بیماری سے متعلق استخارہ کریں۔ حضرت بیکانیری نے حسب ارشاد جب استخارہ کیا اور خواب میں جو احوال دیکھا وہ حضرت خواجہ گل محمد علیہ الرحمۃ سے یوں بیان فرمایا کہ ایک مجلس لگی ہوئی ہے جس میں خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، زبدۃ الانبیاء حضرت بابا فریدالدین گنج شکر، حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت مولانا فخرالدین دہلوی اور حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین تشریف فرما ہیں۔ ان حضرات میں سے ایک بزرگ جو ہندوستانی وضع قطع کیتھے۔ انہوں نے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑا اور حضرت غوث زماں خواجہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کے بنگلہ میں لے جا کر ان کے مصلّٰی پر بٹھا دیا اور پھر ان کے سر پر سبز رنگ کی دستار مبارک باندھی اور واعظ شروع کر دیا۔ حضرت خواجہ جمال بیکانیری نے حالت خواب میں ہی کسی بزرگ سے پوچھا کہ حضرت اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمۃ کو حضرت خواجہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کے مصلّٰی پر کیوں بٹھایا جا رہا ہے۔

تو اہل مجلس نے یک زبان ہو کر فرمایا کہ یہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کی مسند کا وارث ہوگا۔ یہ خواب حضرت جمال بیکانیری نے حضرت خواجہ گل محمد علیہ الرحمۃ کو سنایا تو انہیں خوشی بھی ہوئی اور دکھ بھی ہوا کہ اس خواب میں بیٹے کی صحت یابی کی نوید تھی اور دکھ اس بات کا تھا کہ ان کی زندگی تمام ہونے والی ہے کیونکہ ان کی زندگی میں تو خواجہ اللہ بخش حضرت پیر پٹھان کے خلیفہ اور جانشین نہیں ہو سکتے تھے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت خواجہ گل محمد علیہ الرحمۃ کا انتقال حضرت خواجہ پیر پٹھان کی ظاہری حیات مبارکہ میں ہی ہو گیا اور مسند حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کے وارث اور جانشین وخلیفہ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ ہی مقرر ہوئے جو کہ اس منصب کے صحیح حقدار بھی تھے۔

رسم دستار بندی ☆: حضرت پیر پٹھان خواجہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد سوئم والے دن حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی سجادگی کی دستار بندی ہوئی اور آپ کو حضرت غوث زماں پیر پٹھان کے مصلے پر بٹھا دیا گیا اور حضرت پیر پٹھان کا پیراہن اور کلاہ پہنایا گیا پھر اس کلاوہ کے اوپر حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کا پنبہ دار ٹوپ رکھا گیا اس طرح آپ روحانیت کی شہنشاہیت تونسوی کے تخت پر جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت خواجہ اللہ بخش رحمتہ اللہ علیہ میں سجادگی کے فوراً بعد نمایاں تبدیلی واقع ہونا شروع ہو گئی۔

صاحبزادگیت کے زمانہ میں آپ اعلیٰ پوشاک زیب تن کیا کرتے تھے۔ اور دن میں کئی کئی لباس تبدیل کیا کرتے تھے۔ قیمتی گھوڑوں پر سواری فرمایا کرتے تھے مگر سجادگی کے بعد آپ حضرت خواجہ پیر پٹھان کی طرز کا سادہ پیراہن، کلاہ اور نیلے رنگ کا تہہ بند پہنا کرتے تھے۔ نیلے رنگ کا تہہ بند تو گویا خواجہ پیر پٹھان کی پہچان ہوا کرتا تھا۔ ایک روز ایک شخص نے آپ سے سوال کیا حضرت کیا آپ کے سلسلے کی پہچان نیلا تہہ بند ہے؟

تو آپ نے برجستہ جواب دیا کہ نہیں ہمارے سلسلہ عالیہ کی پہچان تو پانچ وقت کی نماز با جماعت ہے۔

زیارات مقامات مقدسہ اور سعادت حج بیت اللہ شریف ☆: آپ کے دل میں مشائخ عظام کی درگاہوں کی زیارت پر جانے کا بے حد شوق تھا اس لئے آپ نے ۱۲۷۰ھ میں سیاحت کا ارادہ فرمایا اور ہندوستان کے لئے روانہ ہو گئے۔ آپ کے ہمراہ سینکڑوں کی تعداد درویشوں کی بھی تھی آپ کی پہلی منزل چشتیاں شریف ضلع بہاولنگر تھی جہاں آپ نے حضرت خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ کی درگاہ پر حاضری دی اور اُن کے صاحبزادگان سے ملاقاتیں کیں اور پھر خواجہ غلام فخر الدین مہاروی علیہ الرحمۃ کو اپنے ہمراہ لیا اور چشتیاں سے ناگور تشریف لے گئے اور حضرت خواجہ حمید الدین ناگوری علیہ الرحمۃ کے دربار گوہر بار میں حاضری دی۔ اس کے بعد آپ کی اگلی منزل اجمیر شریف تھی۔

۲۷ جمادی الثانی ۱۲۷۰ھ کو آپ درگاہ شہنشاہ ولایت، عطائے رسول، ہند الولی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ پر حاضری دیکر اپنے دامن کو فیوض و برکات سے بھر لیا۔ اتفاق سے انہی دنوں حضرت خواجہ غریب نواز کا عرس ہونے والا تھا چنانچہ آپ نے عرس کی تقاریب میں بھی شرکت کی اور خواجہ خواجگان کے دربار کے صاحبزادگان خادمانِ درگاہ غریب نواز جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔

اجمیر شریف سے آپ جے پور کے لئے روانہ ہوئے اور چار روز تک حضرت مولانا فخر الدین دہلوی علیہ الرحمۃ کے مزار اقدس پر قیام کیا۔ کیونکہ حضرت فخر الدین دہلوی علیہ الرحمۃ آپ کے سلسلہ عالیہ کے جدامجد تھے۔ یہاں سے آپ دہلی کے لئے روانہ ہوئے اور دہلی پہنچ کر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی حضرت خواجہ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء اور پھر حضرت شاہ نصیر الدین چراغ دہلی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کے مزارات پر حاضر ہوئے۔

یہیں پر آپ کی خدمت میں بادشاہِ وقت بہادر شاہ ظفر حاضر ہوا جس کے ملاقات سے آپ نے پہلے تو گریز کیا مگر بعد میں اس کی مسلسل درخواست پر آپ نے تلطف فرمایا اور شاہی خاندان کے متعدد افراد کو بیعت فرمایا دہلی سے واپسی پر آپ براستہ چشتیاں حضرت خواجہ مہاروی کے مزار پر حاضری دینے کے بعد تونسہ شریف پہنچے۔ بزرگان کے مزارات کی حاضری کے بعد آپ کے دل میں شہنشاہ کونین نبی رحمت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ کا اشتیاق پیدا ہوا۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آپ ۱۲۹۹ھ ۴ جمادی الثانی کو دوسو درویشوں کے ہمراہ حج بیت اللہ شریف کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ کے پاس زادِراہ کے لئے ساٹھ ہزار روپے تھے۔ آپ کا یہ منشاء تھا کہ زادِراہ زیادہ سے زیادہ ہوتا کہ زیادہ سے زیادہ درویشوں کو اپنے ہمراہ لے جا کر حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف و بامراد کریں۔ آپ کے ہمراہ صاحبزادگان مہاروی اور دیگر احباب بھی تھے۔ ان سب کے ساتھ آپ بزرگانِ دین کی زیارتوں پر حاضری دیتے ہوئے بمبئی پہنچے اور وہاں سے بذریعہ بحری جہاز جدہ شریف پہنچے جدہ میں ایک رات قیام فرما کر مکہ شریف میں حاضر ہوئے اور ایک مہینہ سترہ دن قیام فرمانے کے بعد مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچے ان دنوں رمضان کا مہینہ تھا تمام مہینہ مدینہ شریف میں ہی گزارا مدینہ منورہ میں دو ماہ تین دن کے قیام کے دوران آپ صبح و شام

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دیتے رہے۔ پھر ۱۹ ذیقعد کو آپ دوبارہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور مناسک حج میں مصروف ہو گئے آپ کی یہ مصروفیات ۱۸ ذوالحج تک جاری رہیں حج کے بعد آپ جدہ تشریف لائے اور وہاں سے بحری جہاز کے ذریعے بمبئی تشریف لائے وہاں سے بذریعہ ریل دہلی کے راستے لاہور اور ملتان پہنچے وہاں سے ۱۸ دسمبر ۱۸۸۳ء بمطابق ۱۳۰۰ھ ۲۷ محرم الحرام تونسہ شریف واپس تشریف لائے۔

سیرت و کردار☆: آپ کا اخلاق نہایت اعلیٰ تھا آپ علم و فضل اور عمل لطف و کرم زہد و تقویٰ کے مجسمہ تھے کریم النفس اور خوش اخلاق ایسے تھے کہ خواہ دوست ہو یا دشمن آپ کا تلطف بلا امتیاز و تفریق سب پر یکساں ہوتا تھا۔ آپ کے اخلاق کا نقش ہر ملنے والے کے دل پر ثبت ہو جاتا تھا۔ آپ کی نظر میں اہل دنیا کی ذرہ بھر بھی وقعت نہ تھی آپ بے حد غریب نواز تھے امیروں اور دنیاداروں کو بالکل قابل اعتناء نہ سمجھتے تھے۔ غریبوں اور بے کسوں کے ساتھ نہایت خندہ پیشانی سے ملتے اور ان کی طرف خصوصی توجہ فرماتے تھے۔

انتظامی اور مجاہدانہ صلاحیت☆: آپ نے مسلمانوں کے ہر طبقہ کے لئے اصلاح و تربیت کی طرف توجہ دی آپ کے ملفوظات میں متعدد واقعات ایسے ملیں گے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ علماء کے طبقے کی اصلاح پر خصوصی توجہ فرماتے تھے کیونکہ آپ کا خیال تھا کہ اگر علماء کی اصلاح ہو جائے تو پھر اسلامی معاشرہ کسی صورت بھی نہیں بگڑ سکتا۔

ایک مرتبہ کسی مسئلہ پر مختلف علماء نے مختلف فتوے دیئے اور گروہ بندی کے زیر اثر شریعت کو مسخ کرنے کی کوشش کی آپ کے علم میں جب یہ بات آئی تو آپ نے تمام علماء کو اکٹھا کیا اور بھری مجلس میں ان کی مذمت کی۔

نمبر۲☆: اسی طرح جب قادیانی فتنہ نے سر اٹھایا اور اپنے عقائد باطلہ کی اشاعت و ترویج کے لئے کام شروع کیا اور علمائے دین کو مناظرہ اور بحث مباحثہ کے لئے دعوت دی تو آپ نے اپنی مسند ارشاد پر بیٹھ کر نہایت سختی سے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے کام کیا۔ اور یہی وجہ تھی کہ آپ کی صالحہ کوششوں کے بہترین نتیجہ میں مسلمانوں کا مذہبی احساس وجدان ان گمراہ تحریکوں سے متاثر نہ ہوا۔ آپ اور آپ کے زیر اثر مریدوں اور بزرگوں نے قادیانی مرتد کو کیفر دار تک پہنچانے میں بہترین کردار ادا کیا۔

نمبر۳☆: خواجہ شمس العارفین حضرت پیر سیال لجپال علیہ الرحمۃ نے ایک مرتبہ مجلس میں حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف یگانہ کا ذکر چھیڑا تو آپ نے فرمایا کہ: حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی باوجود خاندانی عظمت و بزرگی کے عبادت و ریاضت میں سب سے سبقت لے گئے اور قرب ذات حاصل کر لیا۔ آپ کے فضائل میں تین چیزیں سب سے نمایاں اور قابل ذکر ہیں۔ جن میں ایک تو فن قرأت دوسری پاکپتن شریف کی خانقاہ کی خدمت اور تیسری خدمت حرمین شریفین ہے۔

اول الذکر۔ خدمت فن قرأت کی خدمت یہ تھی کہ آپ کے علاقہ میں عرصہ دراز سے کسی کو بھی قرآن پاک کی قرأت کی صحت کا خیال نہ تھا۔ آپ نے ایک بہترین حافظ اور قاری جنہوں نے قرآن پاک عرب شریف میں علم تجوید و قرأت قواعد کی پابندی کے ساتھ سیکھا تھا۔ ان حافظ صاحب کو اپنے دارالعلوم میں مقرر فرمایا اور علاقے کے لوگوں کو قرآنی تعلیم سے بہرہ ور ہونے کی دعوت دی۔

چنانچہ بے شمار لوگوں نے آپ کی دعوت پر قرآن کریم کی نہ صرف تعلیم حاصل کی بلکہ فن قرأت و تجوید پر مکمل عبور حاصل کر کے نامی

گرامی قاری بن گئے۔ اور حضرت خواجہ اللہ بخش رحمتہ اللہ علیہ نے قرآن کریم کی دعائیں لیں۔

نمبر ۴ ☆: حضرت خواجہ اللہ بخش جہاں عبادت و ریاضت اور معرفت و طریقت مرد میدان تھے۔ وہاں آپ انتظامی صلاحیتوں سے بھی مالا مال تھے۔ آپ نے تونسہ شریف میں آنے والے مریدین اور زائرین کے لئے تعمیرات کرائیں۔ ان تعمیرات میں خانقاہ عالیہ سلیمانیہ کی بیشتر چیزیں قابل ذکر ہیں۔ یعنی روضہ مبارک جامع مسجد، حوض، گھنٹہ گھر، مہمان سرائے، لنگر خانے، مسافر خانے۔ اسی طرح جامع مسجد کے دروازے کے قریب ہرٹ والا کنواں بھی تعمیر کروایا جس سے تمام گھروں لنگر خانوں اور مہمان خانوں کو پانی جاتا ہے۔ بلکہ تونسے شریف کا سارا شہر اس میٹھے پانی کے کنوئیں سے پانی بھرتا تھا۔ مسجد کے جنوبی کونے پر ایک گھنٹہ گھر تعمیر کروایا تھا جس کی آواز سے دور دور تک وقت کا پتہ چلتا تھا۔ تونسہ شریف کی تعمیرات کے بارے میں مشہور مورخ خاربس نے لکھا ہے کہ:

حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ میں انتظام و انصرام اور تعمیرات کے کام کی بڑی لیاقت تھی۔ انہوں نے لنگر خانے، سرائے مہمان خانے و مکانات وغیرہ بنائے۔ جب حضرت خواجہ سلیمان المعروف پیر پٹھان علیہ الرحمۃ کا وصال باکمال ہو گیا تو انہوں نے کچے مکانات گروا کر ان کی جگہ فراخ آستانے درگاہیں اور مسجدیں بنوائیں۔ اور اُن کے اردگرد پختہ اینٹوں کے مدرسے اور مولویوں اور درویشوں کے لئے رہائشی مکانات تعمیر کروائے۔

کشف و کرامات ☆: آپ کے قریبی خادم و مرید حاجی غلام حسین جو کہ انتہائی نیک اور متقی پرہیزگار تھے ایک مرتبہ ایک سفر میں آپ کے ہمراہ تھے ان کو زمانے کے قطب مدار کی زیارت کا بہت شوق تھا وہ اکثر آپ کی خدمت میں اپنی اس خواہش کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ آپ اکثر و بیشتر مسکرا کر خاموش ہو جاتے تھے ایک مرتبہ اسی طرح دوران سفر انہوں نے پھر اپنی اسی خواہش کا تذکرہ آپ کے سامنے کیا آپ نے فرمایا کہ حاجی غلام حسین جب حج پر چلیں گے تو مکہ شریف کی ایک مسجد میں آپ کی یہ خواہش بھی پوری ہو جائے گی اور تمہیں قطب مدار کی زیارت بھی کرا دی جائے گی۔

چنانچہ حاجی غلام حسین اور ان کے ایک اور پیر بھائی احمد علی حج کے موقع پر حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ تھے کہ مکہ شریف کی ایک مسجد میں ہم لوگ نماز ادا کرنے گئے نماز کے بعد ہم نے دو اشخاص جو نہ تو ہماری جماعت میں سے تھے نہ عربی تھے۔ انکا حلیہ ہماری پہچان سے باہر تھا ہم نے ان کو یہ کہتے سنا کہ آج اس مسجد میں زمانے کے قطب مدار تشریف لا رہے ہیں۔ سب لوگ ہماری طرح قطب مدار کی زیارت کے لیے اکٹھے ہو گئے۔ ہمارا اشتیاق بھی بڑھا اور اس بات کی خواشی بھی ہوئی کہ ہمارے مرشد خواجہ اللہ بخش تونسوی کا فرمانا بالکل برحق ثابت ہوا کہ قطب مدار کی زیارت مکہ مکرمہ کی مسجد میں ہو گی اپنی خوشیوں سے سرشار دیگر حضرات کے ساتھ ہم بھی زمانے کے قطب مدار کی زیارت کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں حضرت خواجہ اللہ بخش ایک جلوس کی شکل میں اسی مسجد میں تشریف لائے جہاں قطب مدار کی آمد کا انتظار ہو رہا تھا۔ لوگ بھاگے اور آپ سے مصافحہ کرنے کے لئے آگے بڑھے ہر ایک کی زبان سے ایک ہی فقرہ تھا کہ زمانے کے قطب مدار آ گئے۔ ہم دونوں جو حضرت خواجہ اللہ بخش رحمتہ اللہ علیہ کے خاص مریدوں میں سے تھے خوشی سے ہواؤں میں اڑنے لگے کہ ہم زمانے کے قطب مدار کے مرید ہیں۔ ہمیں دیکھ کر حضرت خواجہ اللہ بخش رحمتہ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ غلام حسین و احمد علی دیکھا اللہ نے تمہاری خواہش پوری کر دی۔

ہم نے عرض کیا حضور اللہ تعالیٰ نے ہماری خواہش بھی پوری کر دی کہ ہمیں زمانے کے قطب مدار کی زیارت بھی نصیب ہوئی اور یہ اعزاز بھی بخشا کہ زمانے کے قطب مدار ہمارے خواجہ ہیں ہم اپنی خوش بختیوں پر جتنا ناز کریں وہ کم ہے۔ اور خدا کے حضور جتنا بھی شکر ادا کریں وہ کم ہے۔

کرامت ۲ ☆: ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سخت قحط پڑ گیا اس قحط سالی کے سبب سب لوگوں نے پریشان ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی حضرت اللہ پاک کی بارگاہ میں دعا فرمایئے کہ خدا ہمارے قصور معاف فرمائے اور خشک سالی سے نجات دلائے اور ہمیں پانی جیسی نعمت سے نوازے ابھی عرض گزاروں میں سے ایک شخص نے گڑگڑاتے ہوئے یہ شعر بھی پڑھا۔

ماہمہ تشنہ لبانیم توئی آب حیات　　　　لطف فرما کہ زحد مے گزرد تشنہ لبی

حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نے آرزدہ خاطر لوگوں کو تسلی دی اور انہیں کچھ پڑھنے کی ہدایت کی اور خود بھی خدا سے گزارش کی کہ اے اللہ ان پریشان حال لوگوں کی دادرسی فرما۔ ایک ہفتہ کے بعد انہیں آشفتہ حالوں کا گروہ دوبارہ آیا اور شا کی انداز سے عرض کی۔ حضرت ہم نے تو آپ کے فرمان کے مطابق جتنا ہو سکا پڑھا ہے۔ مگر ابھی تک مراد پوری نہیں ہوئی۔ آپ نے یہ بات سن تو مسکرا کر فرمایا فکر کیوں کرتے ہو ذرا نالے یعنی (نہر) کی طرف جا کر دیکھو۔ لوگ نالے کی طرف بھاگے اور دیکھا کہ خشک اور سوکھا ہوا نالہ پانی سے بھر چکا تھا۔ اور اس کے پانی نے تمام علاقے کو سیراب کر دیا۔

کرامت ۳ ☆: حضرت خواجہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کے ایک مرید حاجی نجم الدین خواجہ پیر پٹھان کے وصال باکمال کے بعد آپ کے مزار انور کی زیارت کے لئے آ رہے تھے کہ راستے میں ملتان شہر میں حافظ جمال الدین ملتانی علیہ الرحمۃ جو کہ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ ہیں۔ ان کے مزار شریف پر قیام کیا وہاں پر حاجی نجم الدین کی ملاقات عمر خان نامی ایک افغان سے ہوئی جو ایک صالح درویش اور حضرت پیر پٹھان کا مرید تھا انہوں نے بتایا کہ میں نے ایک شب خواب دیکھا کہ حضرت غوث زماں خواجہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ اپنے پوتے خواجہ اللہ بخش علیہ الرحمۃ کو اپنے جسم مبارک سے لپٹا رہے ہیں اور اُس کا قد لمبا ہوتا جا رہا ہے اور حضرت اپنے دہن مبارک سے حضرت خواجہ اللہ بخش کے دہن میں اپنا سانس داخل فرما رہے ہیں میں قریب ہی کھڑا تھا میری طرف دیکھ کر حضرت خواجہ سلیمان نے فرمایا کہ یہی نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ ہے۔

کرامت ۴ ☆: مولوی زر محمد سوکڑی فرماتے ہیں۔ ایک دن میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ہم غریب لوگ کئی کئی میل سے سفر کر کے حضرت خواجہ اللہ بخش کی خدمت میں زیارت و قدم بوسی کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ آپ عالی مرتبت اتنے مصروف ہوتے ہیں آپ کو کیا خبر ہوگی کہ کون آیا اور کون گیا ہے۔ بھلا شاہ کو گدا سے کیا کام ایک مرتبہ میں حضرت کی محفل میں بیٹھ کر جب رخصت ہونے لگا تو آپ نے فرمایا اے زر محمد۔ ہم بے پرواہ نہیں سچے مریدوں کو ہم ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔ یہ سن کر میرا دل مطمئن ہو گیا اور میرے دل میں خواجہ صاحب کی بزرگی اور کریمی کا اعتقاد یقین اور زیادہ پختہ ہو گیا۔

وصال باکمال ☆: یکم جمادی الاول ۱۳۱۹ھ کو آپ کو معمولی بخار ہو گیا جو رفتہ رفتہ بڑھتا گیا حتیٰ کے کمزوری کی وجہ سے آپ مسجد تک نہ جا سکتے تھے۔ آپ نے ایسی حالت میں دونوں صاحبزادہ حافظ محمود اور حافظ موسیٰ کو بلایا اور انہیں ضروری نصیحتیں اور وصیتیں

فرمائیں۔اس کے بعد آپ کی حالت مسلسل بگڑتی گئی ہر وقت کلمہ طیبہ آپ کی زبان پر جاری رہتا۔۲۹ جمادی الاول کو آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی۔حتیٰ کہ اس دن آپ نے نماز تہجد بھی اشاروں سے پڑھی مگر فجر کی نماز با قاعدہ وضو کر کے مصلیٰ پر جا کر ادا کی نماز کے بعد جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو آپ کے ہاتھ دست یزداں نے تھام لئے یوں آپ ۲۹ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ بمطابق 1901ء بروز ہفتہ بوقت بعد نماز فجر آپ کا وصال با کمال ہوا۔

مزار شریف آپ کے بڑے صاحبزادے حافظ احمد کے پہلو میں خانقاہ عالیہ چشتیہ نظامیہ سلیمانیہ تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان میں آج بھی مرجع خاص وعام ہے۔

فقیر راقم الحروف کو آپ کے مزار اقدس کی زیارت کا شرف کئی مرتبہ حاصل ہوا ہے۔دوسری مرتبہ فقیر کے ہمراہ محبوب قمر المشائخ جناب شیخ فوادر شید صابری اور محبوب المشائخ جناب صاحبزادہ عمران الٰہی صابری بھی تھے۔اور تیسری 20 رکنی ،رکنی قافلے کے ہمراہ اکتوبر 2009ء میں ہوئی اس موقع پر جماعت اہل نسبت پاکستان کے سربراہ علامہ غلام محمد چشتی خطیب اعظم کمال آباد بھی فقیر کے ہمراہ تھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن شریف چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: شہباز قضائے تجرید، ہمائے آشیانہ تفرید، فرید العصر، فرد فرید، غزالئ گلشن الوہیت، رازئ گلشن نبوت، آشنائے رموز کنایات و معرفت و حقیقت، شمع قصرِ ہدایت، خورشید ولایت، محو توحید و معرفت، متصرف ولایتِ شرقی و غربی، مست الست نغماتِ بے ساز، قادر الکلام، شاعرِ ہفت زبان حضرت خواجہ غلام فرید چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ آسمان ولایت کے خورشید عالم و ماہتاب ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 26 ذیقعد 1261 ہجری ماہ نومبر 1845ء کو آفتاب طریقت محبوب الٰہی حضرت خواجہ خدا بخش چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے گھر چاچڑاں شریف ریاست بہاولپور میں ہوئی۔ ولادت کے بعد والد گرامی نے کان میں اذان کہی اور ہزاروں روپے آپ کے سر پر صدقہ کر کے غرباء، یتمی اور مساکین میں تقسیم کیئے۔

وہاں موقع پر موجود ایک عالم نے آپ کی تاریخ پیدائش یہ کہہ کر آپ کے والد گرامی کی خدمت میں پیش کی۔ جو کہ درج ذیل ہے:

زہے گوہر خاندان فرید
وریا مہہ قدر و عمرش مزید

''خورشید عالم''۔ سے بھی آپ کا مادہ تاریخ نکلتا ہے۔ اور واقعی آپ خورشید عالم بن کر آسمانِ علم و فضل اور فقرِ ولایت پر ضوفشاں ہوئے۔

جب آپ کی عمر عزیز ساڑھے تین برس کی ہوئی تو آپ کو قدرت کلام حاصل ہوگئی۔ چنانچہ آپ کی زبان کی روانی کو دیکھتے ہوئے خاندانی روایات سے قطع نظر آپ کی بسم اللہ کی رسم آپ کے بزرگوار حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے عرس کے موقع پر آپ کے چچا حضرت خواجہ تاج محمود چشتی نظامی علیہ الرحمتہ نے ادا کی۔

آپ کے چچا حضرت خواجہ تاج محمود چشتی نظامی علیہ الرحمتہ نے آپ کو سامنے بٹھا کر بسم اللہ کے بعد قاعدہ آپ کے سامنے رکھ کر فرمایا۔ ''آکھ غلام فرید، الف'' آپ بچے تو تھے ہی اپنے چچا کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور اسی طرح اپنی انگلی قاعدہ پر رکھ کر کہنے لگے آکھ غلام فرید الف۔ حضرت خواجہ تاج محمود صاحب نے دوبارہ اُسی طرح فرمایا تو آپ نے پھر اُسی معصوم مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ تیسری مرتبہ جب اسی طرح ہوا تو حضرت خواجہ تاج محمود صاحب پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی اور فرمایا۔ الف سے اللہ، الف سے احد، الف سے احمد، غرضیکہ معرفت کی کتاب کے تمام باب کھل گئے وہ زانو پر ہاتھ مارتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے ''آکھ غلام فرید الف'' اُن کی اس کیفیت نے عرس کی پوری محفل پر بھی جذب و مستی کا عالم طاری کر دیا۔ اور یہ کیفیت نہ صرف بہت دیر تک قائم رہی بلکہ شرکائے محفل اس کیفیت کو برسوں یاد کرتے رہے۔ اور یہ الفت و محبت کوئی یکطرفہ بھی نہیں تھی۔ حتیٰ کہ آپ نے بھی اپنے شباب کے عروج

کے زمانے میں اس گذری ہوئی بات کو اس انداز میں فرمایا کہ:

الف ھکو ہم، بس وے میاں

آپ کی عمر عزیز ابھی چار برس کی ہوئی تھی کہ والدۂ ماجدہ کا وصال ہو گیا۔ جب آٹھ سال کی عمر کو پہنچے تو والد گرامی حضرت محبوب الٰہی کا وصال با کمال ہو گیا۔ والدین کے وصال کے بعد آپ کی تربیت و تعلیم اور پرورش کی تمام تر ذمہ داری آپ کے بڑے بھائی حضرت خواجہ غلام فخر الدین فخر جہاں چشتی نظامی علیہ الرحمتہ پر آن پڑی۔ جو اپنے زمانے کے بہت بڑے عارف کامل تھے۔ جہاں انہوں نے عام لوگوں کے لیے رشد و ہدایت کے دروازے کھولے ہوئے تھے وہاں آپ کی ذات والا صفات پر بھی خصوصی توجہ اور شفقت و محبت و عنایت کے در کھول دیئے۔

چونکہ آپ مادر زاد ولی تھے۔ آنکھ والا بچپن کے عالم میں ہی دیکھنے کے بعد کہنے پر مجبور ہو جاتا کہ ولایت کے آثار چہرے سے نمایاں نظر آ رہے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ بچپن میں آپ کو دیکھ کر قطب الوقت حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ نے فرمادیا تھا کہ:

یہ اپنے خاندان کی پہچان بنے گا ☆: حضرت محمد اشرف سندھی ماروی نے فرمایا۔ یہ لڑکا ولی ہے۔ برادر اکبر کی خصوصی توجہ دوسری طرف خداداد صلاحیت سونے پر سہاگے کا کام کر گئی۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے قرآن شریف میاں جی صدر الدین کے ہاں پڑھا جب ان کا انتقال ہو گیا تو میاں جی محمد بخش کے ہاں قرآن ختم کیا۔ کتب نظم ''میاں جی حافظ خواجہ جی'' کے ہاں پڑھنی شروع کی۔ چند کتب پڑھنے کے بعد ''میاں احمد یار خواجہ'' کے ہاں چند کتابیں پڑھیں۔ پھر میاں جی برخوردار کے ہاں تمام کتب نظم ختم کیں۔

آپ 16 برس کی عمر میں تمام مروجہ علوم فقہ منطق، احادیث، فلسفہ، ادب، تاریخ سے فارغ التحصیل ہو گئے تھے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتی نظامیہ میں اپنے برادر بزرگ حضرت خواجہ غلام فخر الدین فخر جہاں چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور ان کے زیر سایہ تمام منازل سلوک طے کر کے خرقۂ خلافت سے سرفراز و ممتاز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

برادرِ بزرگ اور شیخ کامل سے شدید محبت ☆: آپ کو اپنے برادر بزرگ اور شیخ کامل حضرت خواجہ غلام فخر الدین چشتی نظامی علیہ الرحمتہ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ یہ محبت اچانک پیدا نہیں ہوئی تھی بلکہ والدین کے وصال کے بعد آپ غیر محسوس طور پر اپنے بھائی میں اپنے والد کا عکس دیکھنے لگ گئے تھے۔ محبت کا یہ پودا آہستہ آہستہ بڑھتا رہا اور پھر یہ ایک تناور درخت بن گیا۔ اور اس کی جڑیں اپ کے ظاہر و باطن اور محسوسات خفی و جلی میں پھیل گئیں۔ اور آپ غیر محسوس طور پر اس شجر محبت کے سایہ میں آرام و سکون تلاش کرنے لگے۔

آپ کے برادر بزرگ اور پیر و مرشد خواجہ فخر جہاں صاحب کی بھی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ انہوں نے بھی در یتیم میں اولاد کو تلاش کیا۔ آپ سے ٹوٹ کر محبت کی۔ اور تربیت فرمائی، اور اپنی نگرانی میں عارفانہ مراحل بھی طے کرائے۔ یعنی باپ کی محبت بھی دی۔ اور مرشد کی

تربیت بھی اور استاد کی شفقت بھی آپ پر مبذول کرائی۔ وہ آپ سے ستائیس سال بڑے تھے۔ اُن کی آغوش محبت میں آپ کے لیے بہت سی نعمتیں موجود تھیں۔ اُن کے لیے آپ کی موجودگی سرمایۂ حیات تھی۔ یہی باہمی محبت تھی جس نے دونوں لازم ملزوم بزرگوں کے ارد گرد روشنی پھیلا رکھی تھی۔

زمانۂ طالب علمی میں اوراد و وظائف☆: آپ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ کامل حضرت خواجہ فخر الدین چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کا یہ دستور تھا کہ طالب علمی کے زمانے میں بیعت ہونے والوں کو وظیفہ نہیں بتاتے تھے۔ مگر جب میں بیعت ہوا تو میری عمر صرف تیرا برس تھی۔ طالب علمی کا دور تھا۔ بیعت کے بعد مجھے آپ نے یہ وظیفہ بتایا کہ تین سو بار سورۂ اخلاص اور تین سو بار درود شریف، بعد نماز عشاء۔ میں نے کافی عرصہ تک یہ وظیفہ پڑھا۔ چونکہ میری طبیعت میں احتیاط کا پہلو بدرجہ کمال تھا۔ میں ہر تسبیح کے بعد دس دفعہ زیادہ پڑھ لیتا تھا۔ اس لیے ان چھ تسبیحوں پر کافی وقت خرچ ہو جاتا جس کی وجہ سے میری طبیعت پر بوجھ پڑنے لگا۔ اس کے علاوہ رات کو دیگر کتابوں کا مطالعہ بھی کرتا تھا۔ پس میں نے یہی بہانہ بنا کر اپنے شیخ کامل کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور رات کے وقت کتابوں کا مطالعہ اور وظائف دونوں کام مشکل ہیں۔ جس طرح ارشاد ہو عمل کیا جاوے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میرا خیال تھا کہ حضرت فرمائیں گے وظیفہ ترک کر دو اور مطالعہ جاری رکھو۔ لیکن آپ نے فرمایا۔ پہلے مطالعہ کر لیا کرو اس کے بعد وظیفہ پڑھ لیا کرو۔

اس سے آپ کے شیخ کامل کا انداز تربیت واضح ہوتا ہے کہ معاملات میں کسی قسم کی نرمی گوارا نہیں۔ اور یہی وجہ تھی کہ آپ کو درجہ کمال پر پہنچنا نصیب ہوا۔ اور پھر وقت وہ بھی آیا کہ آپ کے شیخ کامل حضرت فخر جہاں کو کہنا پڑا کہ: اگر روز قیامت پروردگار عالم مجھ سے پوچھے گا کہ کیا تحفہ لائے ہو تو میں فرید کو پیش کر دوں گا۔ آپ نے اپنے کلام میں بہت سی جگہوں پر حضرت فخر جہاں علیہ الرحمتہ کی خدمت میں گلہائے عقیدت و محبت پیش کیے آپ فرماتے ہیں:

خاص فرید غلام فخر دا   باندا بردا اس دے دردا
گھول گھتاں میں فخر جہاں توں   جنت حور ۔ قصور
یار فرید کوں اینویں ساڑیو   جیویں جلیا کوہ طور

....

حسن پرستی گھات اساڈی   راز حقائق بات اساڈی
رمز حقیقی جھات اساڈی   فخر جہاں ایہا ریت سکھائی

....

فخر جہاں قبول کیتو سے   واقف کل اسرار تھیو سے
ہر جا نور جمال ڈٹھو سے   مخفی راز تھئے اظہار

درس و تدریس ☆: آپ کو اپنے اوراد و وظائف اور معمولاتِ قلبی سے ہی فرصت بہت کم ملتی تھی مگر اس کے باوجود اپنے بزرگوں کے طریقہ پر قائم رہتے ہوئے سلسلہ درس و تدریس کو جاری رکھا۔ اور دوران درس اس طرح معانی و مفاہیم کی تشریح فرماتے اور احادیث مبارکہ کی اس طرح تشریح فرماتے کہ حلقہ میں موجود سالک مسحور ہو جاتے۔

فاضل اجل مولانا محمد شاکر ڈیروی اپنے وقت کے متجر اور جلیل القدر عالم تھے۔ انہیں بھی آپ سے اکتساب فیض و علم کا موقع ملا۔ ان سے کسی دوست نے پوچھا مولانا اب تک کیا حاصل کیا؟ وہ کہنے لگے ابھی تک تو **لا الہ الا اللہ** کی تشریح ختم نہیں ہوئی۔

اسی طرح مولانا محمد مسلم فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت نے مجھے **لا الہ الا اللہ** کا معنیٰ سمجھایا میں نے آپ کے سامنے اپنے آپ کو طفل مکتب پایا۔

آپ کے سامنے راہروان راہ سلوک کا مجمع لگا رہتا۔ ضرورتمند، سکون قلب سے محروم اور علم روحانی کے حصول کے لیے مشتاقان علم ہزاروں کی تعداد میں آپ کی محفل میں موجود ہوتے تھے۔ اس کے لیے آپ چند مخصوص کتب کا درس دیا کرتے تھے۔ اور عام طور پر، عوارف المعارف، احیاء العلوم، کیمیائے سعادت، فصوص الحکم، جواہر جلالی، جامع العلوم، کشکول کلیمی، لوائح جامی، تمتمۂ مراسلہ آپ کے زیر مطالعہ و زیر تبصرہ رہیں۔

آپ کے چند علمی نکات۔ اولیاء اللہ کا علم غیب ☆: آپ نے فرمایا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اولیاء اللہ تمام افلاک و کواکب کے حالات سے واقف ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان کو بالکل خبر نہیں ہوتی۔ اس پر ایک آدمی نے عرض کی حضور لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ جہاں اولیاء اللہ کے سامنے ایک ناخن کی طرح ہے۔ اور وہ ہر چیز کو اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ اور جانتے ہیں۔ لیکن آپ فرماتے ہیں کہ ان کو ہرگز خبر نہیں ہوتی۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی؟

آپ نے فرمایا ہاں۔ جو کچھ تم کہتے ہو وہ بھی درست ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ کسی چیز کی گہرائی کو نہیں جانتے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب عبودیت اور عبدیت ان سے رفع ہو جاتی ہے اور ربوبیت ظاہر ہو جاتی ہے تو اس وقت وہ خود نہیں ہوتے۔ لہٰذا اگرچہ اس مقام پر تمام جہانوں کا مکمل ادراک ان کو ہوتا ہے۔ لیکن یہ علم و ادراک دوسرے حواس سے ہوتا ہے۔

جب وہ مرتبہ ربوبیت سے تنزل کر کے مرتبہ عبدیت یا عبودیت میں واپس آتے ہیں تو کوائف و ماہیت کنہ اشیا دان عبدیت کے حواس سے جسمانی حواس سے کس طرح معلوم کر سکتے ہیں۔ ہاں یہ ہوتا ہے کہ ان مقامات کی لذت ان کے قلب میں باقی ہوتی ہے۔

حقیقت کشف و کرامات ☆: آپ فرماتے ہیں جو ولی اللہ آخری مقام یعنی فنا فی اللہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ ان سے تصرفات ترک ہو جاتے ہیں۔ اور کرامات ظاہر نہیں ہوتیں یہی وجہ ہے کہ خلفائے راشدین سے کرامات کا ظہور کم ہوا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب ولی اللہ ولایت کے انتہا درجہ پر پہنچ جاتے ہیں تو تجلی ذات میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ وہاں تصرفات اور کشف و کرامات بند ہو جاتے ہیں۔ تصرفات کا ظہور یعنی غیب کی چیزوں سے مطلع ہونا وغیرہ۔ تجلی صفات کی وجہ سے ہوتی ہے اور مقام صفات مقام ذات سے نیچے ہے۔

کشف کی قسمیں ☆: ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ کشف کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ اول۔ کشف تماثیل اشیاء۔ دوم کشف ذات اشیاء بعینہٖ۔

کشف تماثیل عام ہے اور آدمی بلکہ جانوروں کو بھی حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ بات مشہور ہے کہ جب گھوڑے کے پیٹ میں درد ہو تو اسے قبرستان لے جانا چاہیئے۔ اس سے وہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب گھوڑے پر مردوں کی حالت ظاہر ہوتی ہے اور وہ مردوں پر ہونے والے عذاب اور عذاب کی وجہ سے مردوں کے شور وغل سے مطلع ہوتا ہے تو اس کے دل میں خوف ہراس پیدا ہو جاتا ہے۔ جس سے وہ اپنا درد بھول جاتا ہے۔

نیز آپ نے فرمایا کہ بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی سرشت میں کشف ملا ہوا ہوتا ہے۔ جیسا کہ مولانا جامی نے اپنی کتاب نفحات الانس میں لکھا ہے کہ:

ایک چھوٹا لڑکا تھا جس کی سرشت میں کشف بہت تھا۔ ایک دن وہ چند لوگوں کے ساتھ بیٹھا تھا کہ زار وزار رونے لگا۔ اور اپنے باپ کے گلے لگ کر ہائے ہائے کرنا شروع کر دیا۔

باپ نے پوچھا بیٹا کیوں روتے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ ایک آدمی پر عذاب ہو رہا ہے۔ جس سے مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ ایک آدمی نے کہا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر کسی کی روح کو ایصال ثواب کر دیا جائے تو اس کی بخشش ہو جاتی ہے۔

پس سب نے بیٹھ کر اسی وقت ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ لیا۔ اور اس شخص کی روح کو ایصال ثواب کیا جس پر عذاب ہو رہا تھا۔ اس کے بعد اس لڑکے نے کہا کہ اب اس شخص کا عذاب بند ہو گیا ہے۔ اور وہ خوش وخرم تخت پر بیٹھا ہے۔

اس کے بعد۔ آپ نے فرمایا کہ اس حدیث سے اس لڑکے کے کشف کی اور لڑکے کے کشف سے حدیث کی تصدیق ہو گئی۔ یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے کشف تمثیلی ہے۔ اور خواب میں مردوں کے حالات دیکھنا بھی کشف تمثیلی ہے۔

کشف کی دوسری قسم کشف ذات اشیاء بعینہٖ۔ یہ ہے کہ صاحب کشف عالم برزخ میں داخل ہو جاتا ہے اور احوال موتیٰ کا حقیقی مشاہدہ ومعائنہ کرتا ہے۔ اور اس قسم کا کشف سوائے انبیائے علیہم السلام اور اولیائے کرام اقطاب وافراد کسی کو نہیں ہوتا۔

پس جن حضرات نے کشف قبور کو ادنیٰ درجہ کا کشف قرار دیا ہے۔ اس سے ان کی مراد وہی کشف تمثیلی ہے۔ اور جن حضرات نے اسے اعلیٰ درجہ کا کشف قرار دیا ہے اس سے ان کی مراد ذوات موتیٰ کا حقیقی کشف ہے۔

اہل اللہ کی موت، موت نہیں حیات ہے ☆: ایک دفعہ موت کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ عوام الناس مرتے ہیں۔ عارفین نہیں مرتے۔ روح کے لیے موت نہیں ہے۔ خواہ وہ عارف کی روح ہے یا غیر عارف کی۔ حیات کا مطلب ہے وجود تام مستقل اور ہیکل حیوانی (حیوانی جسم) پر روح اللہ کی نظر حرارت عزیزہ کو بحال رکھتی ہے۔ موت سے مراد روح کا جسد حیوانی اور حرارت عزیزہ سے نظر ہٹا لینا ہے۔ بالفاظ دیگر موت نام ہے جسد حیوانی سے نظر (توجہ) روح کے ختم ہونے کا اب چونکہ عالم برزخ میں بھی وجود ہوتا ہے لیکن نامکمل اور غیر مستقل وجود ہوتا ہے۔ اس لیے اقامت پذیر نہیں ہو سکتا۔ سوائے اس آدمی کی قوت متخیلہ کے۔

چنانچہ جس آدمی کی قوت خیالیہ زیادہ وضاحت کے ساتھ متشکل ہوگی۔ چونکہ اہل دنیا کی قوت خیالیہ خام ہوتی ہے۔اس لیے اہل اللہ کا وجود عالم برزخ میں اس طرح واضح ہوتا ہے۔جس طرح اہل دنیا کا وجود دنیا میں بلکہ اس سے بھی سو درجے بہتر اور قوی ہوتا ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ اہل دنیا کی موت کو موت کہتے ہیں۔اور اہل اللہ کی موت کو موت نہیں کہتے۔عوام الناس اور عارفین کی موت میں کوئی نسبت نہیں۔

آپ کا انداز تبلیغ ☆: ایک مرتبہ ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر سوال کیا۔ دوزخ میں کون لوگ جائیں گے؟ یہ سوال سن کر آپ نے فرمایا کہ اس سوال کا جواب کل دوں گا۔

چنانچہ اگلے روز جب آپ کی روزمرہ کی مجلس اپنے عروج پر تھی تو آپ نے پوچھا کہ وہ کون شخص تھا کہ جس نے کل مجھ سے یہ سوال کیا تھا کہ دوزخ میں کون لوگ جائیں گے؟ متعلقہ سائل بولا حضور 'میں' تھا۔

آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ بھائی دوزخ میں بہت سے لوگوں کو یہی ''میں'' لے جائے گی۔ اصلاح و تبلیغ کا اتنا خوبصورت اور دلکش انداز کے جسے سنتے ہی سامعین عش عش کر اٹھے۔

۲ ☆: نواب قیصر خان مگسی نے آپ کے لیے ایک نہایت عمدہ نسل کی بہت ہی خوبصورت اور قیمتی گھوڑی روانہ کی۔ جس کا نام ناز پری تھا۔اور جوزین اور طلائی زیورات سے آراستہ تھی۔نواب صاحب کا خادم خاص پائندہ خان اسے لے کر چاچڑاں شریف کی جانب روانہ ہوا تو، ایک چور جس کا نام نندو خان تھا کو پتہ چلا کہ ناز پری بمعہ قیمتی زیورات کے چاچڑاں شریف جا رہی ہے تو وہ تعاقب میں پیچھے پیچھے چل دیا۔ راستے میں کہیں موقع نہ ملا۔ مگر جب چاچڑاں شریف پہنچ کر اس نے گھوڑی آپ کے خادم خاص اور جمعدار اسپان میاں نور محمد کے حوالے کر دی تو وہ گھوڑی اصطبل میں باندھ کر سو گیا۔ میاں نور محمد کے سونے کے بعد نندو خان چور کو موقع مل گیا۔اس نے اصطبل سے گھوڑی کھول کر ایڑ لگائی اور چرا کر لے گیا۔

اتنے میں چوکیدار نے چور چور کا شور مچا دیا۔حویلی کا بیرونی پھاٹک بند تھا۔نندو خان پکڑا گیا۔صبح کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔
آپ نے دیکھا نندو خان ایک خوبصورت، تنومند، بانکا، بجیلا بلوچ جوان آپ کے سامنے شرمندہ سر جھکائے کھڑا ہے۔
آپ نے فرمایا سبحان اللہ گھوڑی تو اسے زیب دیتی ہے۔جیسی گھوڑی اعلیٰ ویسا ہی سوار اعلیٰ۔ پھر نندو خان سے مخاطب ہو کر فرمایا اگر میں لمبی سی ٹوپی اور ڈھیلا ڈھالا کرتا پہن کر اس پر سوار ہوتا تو یہ گھوڑی الگ روتی اور میں الگ روتا۔

اے جوان اپنے سراپا پر نظر ڈالو کتنے اچھے لگ رہے ہو۔تم بلوچ خان ہو۔ بڑے ٹھاٹھ سے شلوار پہن کر اور ڈھال تلوار سے لیس ہو کر کھڑے ہو۔ جاؤ بھئی فقیر یہ گھوڑی تمہیں نذر کرتا ہے۔

نندو خان کے لیے یہ فقرہ نہیں تھا بلکہ ایک گولی تھی جو اس کے دل پر لگی۔اور وہ زخمی دل اور نمناک آنکھوں کے ساتھ آپ کے قدموں میں گر گیا۔آپ نے اسے اٹھایا اور سینے سے لگایا اور فرمایا۔

بیٹا مبارک ہو۔ میں خود حیران تھا کہ تمہارے جیسا خوبصورت نوجوان اس قسم کے مکروہ کاموں میں کیسے لگ گیا۔

نندوخان آپ کے قدموں میں کچھ اس انداز سے گرا کے دوبارہ جب اٹھا تو فیض وکرم کی دولت سے مالا مال ہوکر نندو لے شاہ کے لقب سے مشہور ہوا۔

۳☆: نواب قیصر خان دل کی گہرائیوں سے آپ کا عقید تمند تھا۔ ایک عرصہ سے آپ کی خدمت میں دعوت کے لیے اصرار کررہا تھا۔ بالآخر اس کی محبت دیکھ کر آپ نے اس کی دعوت قبول کرلی۔ اور اس کے گاؤں جھل مگسی جانے کے لیے خانپور ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے۔ ٹکٹیں خریدی گئیں اور ٹرین کی انتظار شروع ہوگئی۔

اس دوران نواب قیصر خان نے اپنے مصاحب کو کہا کہ جب آپ تشریف لائیں گے تو ایک لاکھ روپیہ نذرانہ کروں گا۔

کسی طرح یہ بات آپ کے کانوں تک پہنچ گئی تو اسی وقت اپنے خادم کو طلب کیا اور حکم دیا کہ ٹکٹیں واپس کردو۔ اور روانگی منسوخ کردو۔

نواب قیصر خان کو آپ کے پروگرام کی اچانک منسوخی کا پتہ چلا تو حاضر خدمت ہوکر دست بستہ عرض گذار ہوا کہ اس غلام سے کیا قصور واقع ہوا ہے کہ آپ نے دعوت منسوخ کردی۔

آپ نے فرمایا۔ قیصر خان تمہارا کوئی قصور نہیں۔ پہلے یہ فقیر فی سبیل اللہ تیرے گھر جارہا تھا۔ مقصد دعا کرنا تھا۔ مگر اب ایک لاکھ روپیہ کا لالچ بھی شریک سفر ہوگیا ہے۔ جبکہ فقیر اور لالچ کبھی ہم سفر نہیں ہوسکتے۔

۴☆: ایک مرتبہ آپ حضرت بندہ نواز گیسودراز چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دربار کی حاضری کے لیے جب گلبرگہ دکن حیدرآباد انڈیا تشریف لے گئے تو گلبرگہ سے واپسی پر حیدرآباد دکن قیام فرمایا۔ اس موقع پر وہاں کے امراء رؤسا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعوت پیش کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ''فقیر شاہی محلات میں جانے کا عادی نہیں۔'' اس کے بعد فوراً رخت سفر باندھا۔ اور واپس چلے آئے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ ولایت کے اس درجہ پر تھے کہ عوام وخواص اور فقیر و بادشاہ سبھی ہمہ تن آپ کی طرف متوجہ رہتے تھے۔

ایک طرف والیان ریاست بہاولپور آپ کے دامن سے وابستہ تھے۔ جن میں نواب صادق محمد خان عباسی والی ریاست بہاولپور، نواب یوسف علی مگسی والی ریاست جھل مگسی بلوچستان، نواب عبدالعلیم خان والی ریاست ٹونک، نواب امام بخش خان مزاری والی ریاست روجھان، نواب بہرام خان مزاری، نواب تکیہ خان والی ریاست چوٹی ڈیرہ غازی خان، نواب شہباز خان بگٹی، تمندار بگٹی بلوچستان، نواب میر ولی داد بہادر ریاست خیرپور سندھ، نواب بہادر خان تمندار و رئیس اعظم ڈیرہ اسماعیل خان کے علاوہ وادی سلیمان میں بسنے والے قبائل جن میں دریشک، بزدار، کھوسے، گشکوری وغیرہ

دوسری طرف فقر و ولایت علم وعرفان ومعرفت وتصوف کی شاہراہ کے مسافر آپ کے عقیدت مندوں میں شامل تھے۔ جن میں حضرت دیوان ولایت شاہ صاحب اوچ شریف، حضرت صاحبزادہ فضل حق صاحب مہار شریف، حافظ محمد صاحب حاجی پور شریف، سید امیر احمد جان صاحب خراسانی سید بہادر شاہ بھیرہ والے، سید مومن شاہ صاحب علی پوری، میاں محکم الدین پیران شریف کے علاوہ بیشمار تصوف کی دلدادہ عارفین، کاملین اور فاضلین کی ایک جماعت آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل تھی۔

شعروشاعری اور آپ کا کلام☆: آپ سرائیکی زبان کے بہترین شاعر تھے۔آپ کی کافیاں بہت مشہور اور مقبول عام ہیں۔آپ کی طبیعت میں بلا کا سوز تھا۔اس لیے آپ کی کافیوں میں سوز وغم، درد عشق اور ہجر فراق کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔مزید برآں آپ کی شاعری سراسر تصوف میں ڈوبی ہوئی ہے جو عشق حقیقی کے گرد گھومتی ہے۔

آپ وحدت الوجود کے قائل تھے۔اپنی شاعری میں وحدت الوجود کے فلسفے کو اس طرح کھولا کہ اس کی مثال فی زمانہ نہیں ملتی۔ آپ کا کلام سراپا معرفت ہی معرفت ہے۔ہر موضوع پر آپ نے اشعار لکھ کر ایک جدّت پیدا کی ہے اور یہ جدّت ایسی ہے کہ سرائیکی زبان میں اس سے قبل نہ کسی نے ایسا عاشقانہ عارفانہ کلام لکھا اور ہی شاید دوبارہ کوئی لکھ بھی نہ سکے گا۔آپ اس لامحدود، لامکاں ذات احدیت کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

سٹ سیک غیر خدا دی سب شے وہم و خیال
باجھوں احد حقیقی کل شے عین زوال
یار فرید نہ وسدیم مشکل محض محال

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ کے بغیر سب چیزیں وہم وخیال ہیں۔اس لیے غیر خدا کے یے کیسا اشتیاق؟ ذات حقیقی کے سوا کل چیزیں فنا ہونے والی ہیں اور اے (فرید) ایسے محبوب کو بھول جانا مشکل اور محال ہے پھر برملا یہ نعرۂ حق بلند کرتے ہیں۔

ہک ہے، ہک ہے، ہک ہے ہک دی دم دم سِک ہے
ہک دے ہر ہر جاوچ ڈیرے کیا اُچ ہے کیا جھک ہے
ہک ہے ظاہر ہک ہے باطن بیا سب کجھ ہالک ہے
جیہڑا ہک کوں ڈوں کر جانڑے اوہ کافر مشرک ہے

پھر انسانی مسائل کا حل بھی آپ کے ہاں موجود ہے۔''یک گیر ومحکم گیر'' کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یار کوں کر مسجود چھڑدے بیو معبود
ہر صورت وچ یار کوں جانڑیں غیر نہیں موجود

ایک مقام پر آگے چل کر فرماتے ہیں:

جن انسان ملائک سارے کیا سگلا سنسار
حیرت دے قلزم وچ کل تھئے مستغرق سرشار
صوفی شاغل، گیانی، دھیانی، گئے، اوڑک سب تار
عرشی تے بسطامی گل لگ رُوون زار زار
پیر پیغمبر، غوث قطب، کیا مرسل، کیا اوتار

کرن منادی رو رو کے لایدرکہ الابصار
بطیلموس تے فیثا غورث کر کر سوچ بچار
کھوج سراغ نہ پایا پتہ تھک بیٹھے تن ہار
عالم فاضل ، عارف کامل، عجز کیتا اقرار
آکھ فرید نماناں بھولا ، توں وچ کون قطار

آپ کا ایک مقبول زمانہ کلام جو پوری دنیا میں سنا اور پڑھا جاتا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔ فنا کی حد سے گزرنے کے بعد جہاں ہجر ہے نہ وصال نہ فراق ہے نہ دوسرے کا خیال ہے جذب و مستی کا ایک عالم ہے جو ہر وقت آپ پر طاری ہے۔ اس کیفیت میں ڈوب کر آپ فرماتے ہیں۔

میڈا عشق وی توں میڈا یار وی توں — میڈا دین وی توں ایمان وی توں
میڈا جسم وی توں میڈی روح وی توں — میڈا قلب وی توں جندجان وی توں
میڈا قبلہ کعبہ مسجد مندر — مصحف تے قرآن وی توں
میڈے فرض فریضے حج زکوتاں — صوم صلوٰۃ آذان وی توں
میڈی زہد عبادت طاعت تقویٰ — علم وی توں عرفان وی توں
میڈا ذکر وی توں میڈا فکر وی توں — میڈا ذوق وی توں وجدان وی توں
میڈا مرشد ہادی پیر طریقت — شیخ حقائق دان وی توں
میڈی آس امید تے کھٹیا وٹیا — تکیہ مان تران وی توں
میڈا دھرم وی توں میڈا بھرم وی توں — میڈا شرم وی توں میڈی شان وی توں
میڈا دکھ سکھ روون کھان وی توں — میڈا درد وی توں درمان وی توں
میڈاخوشیاں دا اسباب وی توں — میڈے سولاں دا سامان وی توں
میڈا حسن تے بھاگ سہاگ وی توں — میڈا بخت تے نام و نشان وی توں
میڈاوحشت جوش جنون وی توں — میڈا گریہ آ ہ و فغان وی توں
میڈا شعر عروض قوافی توں — میڈا بحر وی توں اوزان وی توں
میڈا اول آخر اندر باہر — ظاہر تے پنہان وی توں
جے یار فرید قبول کرے — سرکار وی توں سلطان وی توں

حج بیت اللہ شریف وزیارت روضۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ☆: آپ جس وقت حج بیت اللہ

شریف اور زیارت روضۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے چاچڑاں شریف سے روانہ ہوئے تو آپ کے ہمراہ ایک سو افراد کا قافلہ تھا۔ یہ قافلہ عازم دہلی ہوا۔ وہاں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ کے علاوہ دیگر پاکان امت کے مزارات کی زیارت کرنے کے بعد اجمیر شریف میں شہنشاہ ولایت عطائے رسول حضرت خواجہ سید محمد معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضر ہوا۔ وہاں سے براستہ جبل پور بمبئی پہنچا وہاں سے بحری جہاز کے ذریعے یکم ذی الحج کو مکہ مکرمہ پہنچا جب کعبۃ اللہ کی حاضری ہوئی تو اپنے کلام میں اس کا نقشہ آپ نے اس طرح کھینچا۔

صدقے صدقے واری واری　　اولے گھولے لکھ لکھ واری
سر قربان تے جان نثاری　　ملک مٹھے متراں دے ہن
جیندیں عرب شریف ڈھوسے　　بندیں کدیں نان مرگیوسے
سوہنے سانول یاد کیتوسے　　سنگار سہاندے ہن
دیس عرب دا ملک طرب دا　　سارا باغ بہار
واہ دیس عرب دیاں چالیں　　خوش طرحیں خوش خصالیں
گیاں وسروطن دیاں گالھیں　　کیا خویش قبیلے سکے

جب آپ مدینے پاک کی گلیوں میں پہنچے اور وہاں کی خاک کو سرمہ بنانے کا موقع ملا تب آپ کے دل کو قرار آیا آنکھوں کو ٹھنڈک اور روح کو سکون ملا۔ تو اس مقام پر بے ساختہ فرماتے ہیں۔

تھیواں صدقے صدقے آیا شہر مدینہ　　سکھ دی سیج سہایم گیا دکھ دیرینہ
حرم معلّٰی روشن ہے نوری آئینہ　　عرب دی ساری دھرتی سوہنی صاف نگینہ
ہر ہر قطرہ آب ہے کوثر　　گرد غبار ہے مشک تے امبر
کرڑ کنڈا شمشاد صنوبر　　خاردی شکل بہار دی ہے
عرب شریف سونہڑی ہے ساری　　نازک نازو تے متواری
تھیواں واری لکھ لکھ واری　　دار نبی مختار دی ہے

جب مدینۂ پاک سے واپسی ہونے لگی تو ہجر و فراق کے جانکاہ لمحے اور درد و الم کی کیفیات ذہن و دماغ پر مسلط ہوئیں تو آپ نے اس مقام کی منظر کشی اس طرح کی:

اج سانو لڑے مکلایا　　سربار ڈکھاندا چایا
کر یاد مریم حرم کوں　　دکھ پیش پرانے غم کوں
دل آکھے کھاواں سم کوں　　ہے جیون کوٹ اجایا

ہن واگاں وطن ولایاں سکھ مونجھ مونجھاریاں آیاں
دل سجڑیاں پیتاں لایاں ول میلیں یار خدایا
بن یار فرید منجرساں رت رو رو آہیں بھرساں
غم کھا کھا اوڑک مرساں دکھ دکھڑ میں بیڑا تایا
عرب شریف دی دو نہڑی ریتے لاوے دل کو پرم پریتے
وسرے چاچڑ صدقے کیتے اصلوں مول نہ بھاندے ہن

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 6 ربیع الثانی ۱۳۱۹ ہجری بمطابق 24 جولائی 1901ء کو ہوا۔

مزار پُر انوار کوٹ مٹھن شریف میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ فقیر راقم الحروف کو علامہ قاری غلام محمد سمیت 20 رکنی قافلے کے ہمراہ آپ کے دربار کی حاضری کی سعادت حاصل ہے۔

وصال کے وقت آپ کی زبان پر اپنی لکھی ہوئی رباعی کے یہ شعر جاری تھے:

گذر یا وقت ہسن کھیلن دا آیا وقت فرید چلن دا
اوکھا پینڈا یار ملن دا جان لباں تے آئی اے

آپ کے ایک مرید نے آپ کے بارے سرائیکی میں اپنا منظوم نذرانہ اس انداز سے پیش کیا۔

چاچڑ وانگ مدینہ ڈسے کوٹ مٹھن بیت اللہ
ظاہر وچ پیر فرید اے باطن دے وچ اللہ

حضرت خواجہ حافظ سید محمد طیب شاہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: پروردۂ نگاہِ لطف رسول مدنی، حافظ آیات قرآنی، صوفی لامکانی، آئینہ جلال و جمال حقانی حضرت خواجہ حافظ سید محمد طیب شاہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ صاحب تجرید و تفرید و ترک ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت تقریباً 1250 ہجری بمطابق 1834ء کو موضع پدھری میانی تحصیل سوہاوہ ضلع جہلم میں ولی العصر حضرت میاں سید حافظ قمر الدین علیہ الرحمتہ کے علمی و روحانی گھر میں ہوئی۔

آپ کے اجداد میں حضرت میاں تقی شاہ اور حضرت میاں سید یوسف شاہ سہروردی علیہ الرحمتہ اور آپ کے والد گرامی حضرت حافظ سید قمر الدین اپنے اپنے زمانے کے جید عالم دین اور صاحب کشف و کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب چند واسطوں سے مولائے کائنات حضرت علی المرتضٰی امام الاولیاء کرم اللہ وجہ الکریم کے ساتھ جا کر ملتا ہے۔ آپ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولادِ پاک سے ہیں۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی حضرت حافظ قمر الدین صاحب علیہ الرحمتہ کے ہاتھوں ہوئی۔ انہی سے قرآن مجید حفظ کیا اور ابتدائی کتابیں پڑھنے کے بعد بقیہ کتب کی تکمیل و تحصیل کے بعد جالندھر ہندوستان تشریف لے گئے۔ اور جالندھر کے دینی مدارس میں مقتدر علمائے کرام کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے علوم متداولہ میں تحصیل و تکمیل کر کے اپنے وطن مالوف پدھری میانی تحصیل سوہاوہ ضلع جہلم تشریف لے آئے۔

درس و تدریس ☆: علوم متداولہ سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے علاقہ پدھری میانی میں ایک خانقاہ اور دینی مدرسہ و مسجد تعمیر کرائی اور وہاں پر سلسلہ درس و تدریس جاری کیا۔ آپ کی طلباء پر محنت و لگن کی شہرت دور دور تک پہنچی۔ طالبان حق اور علم کے متوالے جوق در جوق آپ کے آستانہ پاک پر حاضر ہو کر فیض پانے لگے۔ آپ سے اکتساب فیض کرنے والے طالبان حق نے تکمیل کے بعد دور دور تک اپنے علاقوں میں علم کی شمع روشن کر کے لاتعداد افراد کو فیض پہنچایا اور بہت سے ناخواندہ حضرات علم و آگہی کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

آپ سے فیض پانے والے چند تلامذہ کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ جن میں حضرت مولانا سید فرمان علی شاہ ساکن دومیلی تحصیل سوہاوہ ضلع جہلم، مولانا مفتی محمد خلیل ساکن چونترہ ضلع جہلم کے علاوہ مولانا محمد اسماعیل جو حضرت مولانا محمد شریف علیہ الرحمتہ کے

والد ہیں نے اکتساب فیض کیا اور علم کی شمع کو روشن کیا۔

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضور پیر سیال لجپال حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و صاحب ارشاد ہوئے۔

آپ کو اپنے شیخ کامل سے حد درجہ کی عقیدت ومحبت تھی۔ جب کبھی سیال شریف جاتے تو پیدل تشریف لے جاتے۔ آپ نے بیعت کے بعد کافی عرصہ تک اپنے شیخ کامل کے زیر نگرانی سلوک ومعرفت کی منازل طے کیں اور ریاضات ومجاہدات کر کے اجازت و خلافت سے مشرف ہو کر مخلوق خدا کی خدمت اور رشد وہدایت میں مصروف ہو کر بے شمار گم کردہ راہوں کو راہ ہدایت دکھائی۔ آپ نے اپنے شیخ کامل کے حضور درد وفراق سے بھر پور منظوم چٹھیاں لکھیں۔ جن سے آپ کی اپنے شیخ سے بے پناہ محبت کا اظہار نظر آتا ہے۔ اسی طرح آپ کے شیخ کامل حضور پیر سیال لجپال خواجہ شمس العارفین بھی آپ پر خصوصی شفقت ومہربانی فرمایا کرتے تھے۔

اولاد وامجاد☆: خداوند کریم نے آپ کو دو فرزند عطا کیئے۔ جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ اول مولانا سید شریف حسین شاہ صاحب دوم حضرت مولانا سید فضل حسین شاہ علیہم الرحمتہ ہیں۔

اول الذکر کا وصال عین شباب کے عالم میں ہوا۔ جبکہ دوسرے صاحبزادے حضرت سید فضل حسین شاہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ اپنے وقت کے جید عالم دین اور ولی کامل اور صاحب کشف وکرامات بزرگ ہوئے ہیں۔ اور ان کی بیعت حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی علیہ الرحمتہ سے تھی۔ جبکہ خرقۂ خلافت حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمتہ سے حاصل تھا۔ حضرت سید فضل حسین شاہ صاحب نے اپنی زندگی کے آخری پندرہ سال سیال شریف میں گذارے سیال شریف میں قیام کے دوران مجذوبیت طاری ہو گئی۔ وہیں 23 رمضان المبارک 1384 ہجری بمطابق 5 جنوری 1967ء کو وصال ہوا۔ اور دادا باغ سیال شریف میں مرقد منورہ مرجع خاص وعام ہے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال یکم ربیع الاول شریف 1320 ہجری بمطابق 8 جون 1902ء بروز اتوار چند روزہ علالت کے بعد لاہور میں ہوا۔

مزار پر انوار نواں کوٹ لاہور میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کا عرس مبارک بھادوں کے پہلے ہفتے میں شروع ہوتا ہے۔ بروز جمعہ غسل دیا جاتا ہے۔ جبکہ ہفتے کو ختم شریف اور اتوار کو لنگر عام جناب ملک حاجی محمد ریاض صاحب کونسلر متولی دربار کی زیر نگرانی ہوتا ہے۔ جبکہ آپ کے آبائی علاقہ پدھری شریف میں جناب قاضی غلام احمد شاہ کی نگرانی میں عرس کی تقریب ہوتی ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سیّد سید علی شاہ گردیزی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فخر السادات گردیزیہ پروردہ نگاہ لطف رسول مدنی' شہباز قضائے تجرید' ہمائے آشیانہ تفرید' آئینہ جلال و جمال حقانی' مظہر کمال تامہ انسانی' ماہتاب شریعت' آفتاب طریقت' حضرت خواجہ پیر سید علی شاہ گردیزی چشتی نظامی سوہاوی رحمتہ اللہ علیہ قطب مادرزاد ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۹ ذالحج ۱۲۵۰ھ بمطابق 1834ء کو موضع سوہاوہ شریف تحصیل وضلع باغ، ریاست پونچھ کشمیر میں پیر طریقت حضرت سید فیض علی شاہ سوہاوی کے گھر ہوئی۔

بچپن ہی سے آپ میں ولایت اور بزرگی کے آثار موجود تھے' اپنے ہم عمر بچوں کے ہمراہ جب بکریاں چرانے کے لئے جاتے تو عام بچوں سے الگ تھلگ رہتے اور کھیل کود کی بجائے غور وفکر آپکا مشغلہ تھا۔ بچپن ہی سے آپ کی طبیعت میں عاجزی اور انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ آپ بکریاں چرانے جنگل میں گئے تو ساتھی لڑکوں نے آپ کی کلہاڑی غائب کردی شام کو جب آپ گھر پہنچے تو والد گرامی نے ڈانٹا مگر رات کو آپ کے والد گرامی کو خواب میں کسی بزرگ کی زیارت ہوئی تو انہوں نے فرمایا سید علی شاہ خدا کے محبوبوں میں سے ہیں' تم نے ان کو ناراض کیا ہے لہٰذا انکو راضی کرو صبح کو والد گرامی بیدار ہوئے تو آپ کو راضی کیا اور اس کے بعد سے آپ کے معاملے میں محتاط ہو گئے۔

یہ بات بھی شہرت کو پہنچتی ہے کہ جنگل میں بکریاں چراتے ہوئے سخت سردی کے موسم میں اپنی لوئی (کمبل) اتار کر جھاڑیوں پر ڈال دیتے کہ مجھے گرمی لگ رہی ہے اسی طرح بارش کے موسم میں بھیگتے رہتے مگر آپ کو سردی نہ لگتی تھی۔

تربیت وتعلیم ☆: آپ نے ناظرہ قرآن اپنی پھوپھی صاحبہ سے پڑھا' اور ابتدائی درجہ کی دینی کتب اپنے والد گرامی سے پڑھیں۔ اس کے بعد حویلیاں ضلع ایبٹ آباد کے معروف روحانی بزرگ اور بلند پایہ عالم دین حضرت علامہ محمد گل علیہ الرحمتہ کے درس میں داخل کردیا گیا۔ جہاں آپ نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے کتب علوم متداولہ کا آغاز کیا۔

اس زمانے کے مدارس کے طلباء محلّہ اور گاؤں سے دووقت کا کھانا خود مانگ کر لایا کرتے تھے۔ لہٰذا مروجہ طریقہ کے مطابق آپ بھی اہل علاقہ کے گھروں میں طلباء کے ساتھ روٹی مانگنے جایا کرتے تھے۔

روشن از عکس جمالش عالم امکان ماء☆: ایک روز شدید بارش ہو رہی تھی سردیوں کا موسم تھا۔شام کے وقت تمام ساتھی طلباء نے آپ کی منت سماجت کر کے آپ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ آج روٹیاں اور سالن کے لئے آپ خود اکیلے جائیں دراصل تمام ہم سبق طلباء سردی سے بچنا چاہتے تھے' اور انہیں اس بات کا اندازہ تھا کہ آپ یہ قربانی دے دیں گے۔اور پھر ہوا بھی ایسے ہی کہ آپ نے ترکاری والا برتن اٹھایا اور آبادی کی طرف بارش میں ہی چل دیئے۔گرچہ مسافت زیادہ دور نہ تھی لیکن بارش کی وجہ سے کیچڑ میں چلنا دشوار تھا۔اندھیرے کے اندر ایک جگہ پانی کا نالہ پار کرنا پڑا تو پانی کا بہاؤ زیادہ ہونے کی بناء پر توازن برقرار نہ رکھ سکے جس کے سبب روٹیاں اور سالن کا برتن نالے میں گر گیا اور پانی سب کچھ بہا کر لے گیا۔

یہ سب کچھ دیکھ کر آپ کو افسوس بھی ہوا اور دل میں سوچنے لگے میرے ساتھی بھوکے بیٹھے ہوئے میری انتظار میں ہیں خالی ہاتھ جا کر جواب کیا دوں گا' اور اگر آبادی میں جا کر دوبارہ روٹی مانگوں تو دے گا کون؟ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ساتھی طلباء میری بات کا یقین ہی نہ کریں اور کہہ دیں کہ تم وہاں تک گئے ہی نہیں وغیرہ وغیرہ

اس قسم کے بے شمار سوالات آپ کے ذہن میں گردش کر رہے تھے' اور اس کشمکش میں کئی گھنٹے گزر گئے آخر آپ نے فیصلہ کیا کہ خالی ہاتھ واپس نہ جاؤں گا بہتر ہے کہ پوری رات کھڑے ہو کر یونہی گزار دوں گا۔

نصف شب گزرنے کے بعد آپ نے دیکھا کہ بارش رک گئی اور آپ کے اردگرد چاروں طرف نور ہی نور پھیل گیا اور تمام چرندو پرند اور درخت سجدہ میں گر گئے۔

آپ اس پر کیف اور روح پرور منظر کو دیکھ کر خود بھی سجدے میں گر گئے اور سجدے کی حالت میں اپنے لئے اور اپنی آنے والی نسلوں کے لئے خیر و برکت کی دعا مانگی جب سجدے سے سر اٹھا کر دیکھا تو تمام ماحول پہلے جیسا ہو گیا مگر آپ نے خود میں محسوس کیا کہ سینہ خدا کی بے پایاں رحمتوں اور برکتوں سے لبریز ہو گیا۔اور آنکھوں کے سامنے سے حجاب دور ہو گیا۔اور اب وہ چیزیں نظر آنے لگیں جو پہلے کبھی دیکھی نہیں باطنی اسرار جو مخفی تھے وہ کھل گئے اور کائنات آپ کی نگاہوں میں سمٹ کر آ گئی۔

اس کیفیت وجلال کے عالم میں آپ سحری کے وقت مدرسہ میں پہنچے تو تمام ساتھی طلباء جو رات بھر سے بھوکے آپ کے منتظر تھے وہ اردگرد جمع ہو کر شکوہ کرنے لگے مگر آپ نے کوئی جواب نہ دیا جب ساتھی طلباء نے غور سے آپ کے چہرہ کے بدلے ہوئے اثرات دیکھے تو فوراً الگ ایک جگہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

چند ہی لمحوں کے بعد استاد محترم مولانا محمد گل صاحب بھی آ گئے سبق کی کلاس شروع ہوئی تو انہوں نے جب بغور آپ کے چہرہ انور کو دیکھا کہ جلال برس رہا ہے مولانا نے جب آپ سے سبق پوچھا تو آپ نے روانگی سے سبق سنا دیا جس پر مولانا حیران رہ گئے اور سمجھ گئے کہ آپ پر خدا کی رحمتوں کا خصوصی نزول ہو چکا ہے۔

انہوں نے دیگر ساتھی طلباء سے دریافت کیا کہ رات کو سید علی شاہ کہاں تھے تمام ساتھی طلباء نے اصل حقائق استاد کو بتائے اور کہنے لگے کہ روٹی کا برتن بھی کہیں پھینک آئے اور سحری کے بعد سے ان کی یہ کیفیت ہم نے دیکھی ہے۔

طلباء کی بات سننے کے بعد استاد محترم نے درجہ فراغ کی کتابیں آپ کے سامنے رکھیں اور آپ سے اسکی کچھ عبارات پوچھیں تو آپ نے بلا تامل ان عبارات کو ایک بہت بڑے فاضل ترین عالم دین کی طرح پڑھا اور ایک محقق کے انداز میں اس عبارت کے معنی و مطالب بیان کر دیئے حالانکہ ابھی آپ کو کتب پڑھتے ہوئے صرف ۱۹ ماہ ہی گزر رہے تھے جبکہ کل تک پہلے اور دوسرے درجہ کی کتب کا سبق بھی مشکل سے یاد ہوتا اور آج آخری درجہ کی کتب کی شرح بیان ہو رہی ہے جس سے آپ کے استاد مولانا محمد گل نے اندازہ لگا لیا کہ آپ علم لدنی کے مالک بن چکے ہیں لہٰذا اب ان کو مزید کتب پڑھانے کی کوئی ضرورت نہ ہے اور انہوں نے مدرسہ کے تمام طلباء کو آپ کے مقام و مرتبہ سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ آج کے بعد کوئی ساتھی ان سے حسب سابق کلام نہ کرے نہ ہی ان کے احترام میں کمی آنے دے۔

اس کے چند دن بعد آپ کے استاد محترم نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ کو خدا نے علم لدنی کی دولت سے مال مال کر دیا ہے لہٰذا آپ اپنے علاقہ میں جا کر مخلوق خدا کو فیض پہنچائیں۔

تلاش مرشد کامل ☆: آپ نے اپنے استاد محترم سے عرض کی کہ سلسلہ طریقت میں شمولیت کیلئے کسی کامل مرشد کے ہاتھ پر بیعت ہوئے بغیر ایسا کیسے کر سکتا ہوں۔ اس لئے کسی مرد کامل کی تلاش میں آپ بھی میری رہنمائی فرمائیں آپ کی خواہش پر استاد محترم نے استخارہ کیا اور آپ کو بھی استخارہ کے لئے کہا۔

ہر دو حضرات کو گڑھی شریف میں حضرت سیّد خواجہ محمد فاضل شاہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضری کا اشارہ ملا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ جب حضرت خواجہ سیّد محمد فاضل شاہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کی ولایت کا چرچا دور دور تک تھا اور ان کی کرامت و کشف کے واقعات زبان زد خاص و عام تھیں اور صوبہ سرحد اور ہزارہ ڈویژن اور پنجاب کے مختلف اضلاع سے لوگ آکر ان کے فیضان سے مالا مال ہو کر جاتے تھے آپ اپنے استاد محترم کے ہمراہ گڑھی شریف حضرت پیر محمد فاضل شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مدعا عرض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ لوگ تو استخارہ کر کے آئے ہیں لہٰذا اب مجھے بھی استخارہ کر لینے دیجئے۔ تاکہ میں اطمینان کے بعد بیعت میں لے سکوں۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت پیر خواجہ سیّد محمد فاضل شاہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز صاحب ارشاد ہوئے۔

سوہاوہ شریف کی طرف واپسی ☆: بیعت کے بعد آپ کچھ عرصہ مرشد کامل کی بارگاہ میں حاضر رہ کر مجاہدہ کی تکمیل اور سلوک و معرفت کی منزلیں طے کرتے رہے اس کے بعد اپنے وطن سوہاوہ شریف کی طرف مراجعت کی اور یہاں دو مقامات پر چلہ کشی کی ایک مقام دریائے جہلم کے کنارے اور دوسرا مقام سوہاوہ شریف آزاد کشمیر ہے جہاں آج کل ایک چھوٹی سی کوٹھی بنا دی گئی ہے جسے چلہ والی کوٹھڑی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس کی تعمیر نو آپ کے پوتے سید شبیر احمد شاہ سوہاوی نے کی۔

چلہ کشی سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے سب سے پہلے مسجد تعمیر کرائی اور درس و تدریس کا جو سلسلہ ان کے بزرگوں سے شروع تھا کو مزید بڑھایا میں قرب و جوار کے بچوں کو ابتدائی اس دوران آپ سے کشف و کرامات کا بھی صدور ہونے لگا جس کی وجہ سے لوگوں کی

توجہ آپ کی طرف مبذول ہوگئی اور پوری تحصیل کے اکثر حصوں سے لوگ روحانی فیض حاصل کرنے کیلئے آنے لگے۔

جب لوگوں نے دیکھا کہ حضرت بذات خود بچوں کو تعلیم دیتے ہیں اور کتابیں بھی مفت دیتے ہیں اور کھانے پینے کا نظام بھی ٹھیک ہے تو دور دور سے بھی دین کے طلب گار آ کر استفادہ کرنے لگے اور اسی طرح عقیدت مندوں کی تعداد میں بھی روز بروز اضافہ ہونے لگا۔

آپ کے تبلیغی دورے اور دینی خدمات ☆: اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ آپ کے آباؤ اجداد نے تحصیل باغ کے اس غربی حصہ میں اپنے اپنے وقت میں شاندار خدمات انجام دی تھیں ان دینی خدمات کے نقوش بھی موجود تھے مگر ڈوگرا راج اور اس کی بربریت نے پورے ملک کا نظام تار تار کر کے رکھ دیا جس کے باعث آپ کے بزرگوں کے نقوش مدھم پڑنے لگے چاروں طرف جہالت اور بربریت کا بازار گرم تھا۔ ڈوگرہ حکام نے پورے علاقہ کے مرکزی مقامات پر ایسے سود خور ہندو تاجروں کو آباد کیا جن کا بڑے بڑے کاروباروں پر تسلط تھا اور وہ مسلمانوں کو کسی بھی طرح معاشی طور پر سدھرنے نہ دیتے تھے۔ انہوں نے سودی نظام کا جال اس طرح پھیلایا کہ جب مسلمانوں کی فصل پک کر تیار ہوتی تو وہ ساری فصل سود میں وصول کر کے آئندہ سال کیلئے وہی فصل دوبارہ پھر سود پر مسلمانوں کو دیتے تھے اس طرح مسلمان حیران کن معاشی بحران کا شکار تھے۔

دوسری طرف ڈوگرہ حکام نے مسلمانوں سے بیگار کا کام بھی لینا شروع کیا کہ ریاست کے کونے کونے سے مسلمانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانک کر پونچھ لے جایا جاتا اور مہاراجہ پونچھ کی ذاتی زمینوں سے کئی کئی دن تک گھاس کٹوائی جاتی تھی۔

مہاراجہ کے بعد مہاراجہ کے بڑے افسروں اور اس کے بعد چھوٹے افسروں کی اس قسم کی بیگاریں مسلمانوں سے پوری کرائی جاتیں۔

ان حالات میں ریاست پونچھ کے مسلمان اسلام کے بنیادی اصولوں سے بے خبر اور ان میں ہندوانہ رسومات تک پھیل چکی تھیں ہندو گائے کے گوبر کو مقدس سمجھ کر اپریل کے مہینہ میں تمام پھل دار درختوں کے چاروں طرف اس کی لکیر لگاتے تھے تاکہ اس کی برکت سے پھل محفوظ رہے اس طرح مکان کی چاردیواری کے بیرونی حصے میں بھی چاروں طرف لکیریں لگاتے کہ ان کے طفیل گھر میں کوئی موت واقع نہ ہو ان کی دیکھا دیکھی جہالت کے سبب مسلمانوں نے بھی یہی کچھ کرنا شروع کر دیا۔

ہندو عورتیں مکان کی لپائی کرتے وقت گائے کا گوبر مٹی میں ملا کر لپائی کرتیں تھیں تو ان کی دیکھا دیکھی مسلمان عورتیں بھی ایسا ہی کرنے لگیں۔

چنانچہ ان تمام ترخرابیوں کی اصلاح کے لئے آپ خانقاہ سوہادہ سے باہر نکلے اور پونچھ کی چاروں تحصیلوں کا تفصیلی تبلیغی دورہ کیا اگرچہ اس زمانے میں نہ سڑک نہ بجلی نہ کوئی سہولت بلکہ بعض مقام پر راستے اتنے دشوار گزار کہ گزرنا مشکل مگر آپ نے ہمت سے کام لیتے ہوئے اپنے اسلاف کے مشن کو زندہ کیا آپ جہاں جاتے لوگوں کا ٹھٹھ لگ جاتا۔ آپ نہایت سہل اور آسان انداز میں مسلمانوں کو دین اسلام کے بنیادی ارکان سے آگاہ کرتے اور غیر اسلامی رسومات سے اجتناب کرنے کی ہدایت فرماتے۔

ان دوروں میں آپ نے اس بات کا بھی انتظام کیا کہ جہاں جاتے سب سے پہلے لوگوں کو نماز کا سبق سکھاتے اور کوشش کرتے کہ لوگ شدت سے صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوجائیں۔

آپ جس بڑے مرکزی شہر میں تشریف لے جاتے وہاں کے مسلمانوں کو مسجد کی تعمیر کرنے کا حکم دیتے اور اس بات کی بھی کوشش کرتے کے لوگوں کو نماز پڑھانے کے لئے امام کا انتظام بھی ہو جائے۔

اس سلسلہ میں ابتداً تو بہت تکلیفیں پیش آئیں مگر بعد میں آپ نے یہ انتظام کیا کہ جو نوجوان تھوڑا بہت پڑھا لکھا مل جاتا آپ اسے اپنے ساتھ دورے پر ساتھ رکھ لیتے اور دوران سفر ہی اس کو اتنا تیار کر دیتے کہ اگلی منازل پر جہاں امام کی ضرورت ہوتی اسے وہاں امام مقرر کر کے تاکید فرماتے دیتے کہ تم لوگوں کی نماز پڑھاؤ اور بچوں کو قرآن کریم کے علاوہ دین اسلام کی ابتدائی کتابوں کی تعلیم دو۔

آپ کے اس طرز عمل سے ریاست پونچھ کی چاروں تحصیلوں' حویلی' مینڈھر' سدھنوتی اور باغ کے وسیع علاقوں میں قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند ہونے لگیں مساجد نہ صرف تعمیر ہوئیں بلکہ خدا کے ذکر سے آباد ہونے لگیں اور مسلمانوں کے معاشی حالات بدلنے لگے دشمنیاں ختم ہونے لگیں اگر کہیں دو مسلمان قبائل یا خاندانوں میں نفاق یا جھگڑا ہوتا آپ فیصلہ کرا کے ان میں صلح کرا دیتے مسلمانوں میں مقدمہ بازی کے فیصلے آپ نے اس انداز سے کئے دشمنیوں کی جگہ محبت و اخوت و بھائی چارے نے لے لی۔

آپ کا معمول تھا کہ دورے کے دوران اگر کوئی شخص کوئی تحفہ یا نذرانہ پیش کرتا تو آپ ان کی عقیدت کے پیش نظر قبول تو کر لیتے مگر اس کو اپنی ذات پر خرچ نہ کرتے تھے' بلکہ دورے کے دوران کسی گاؤں میں کسی غریب و مسکین یا بیوہ یا یتیم کو دے دیتے۔

یہ سلسلہ ابتدائی دور میں قائم رہا' جب سوہاوہ شریف کے مدرسہ میں دین کی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کا جم غفیر جمع ہو گیا تو آپ وہ تمام نذرانے طلباء کی تعلیم و لنگر پر خرچ کر دیتے تھے۔

اولاد و امجاد☆: مالک کائنات نے آپ کو دس صاحبزادے عنایت فرمائے جن میں حضرت پیر سید مخدوم شاہ حضرت پیر سید عبداللہ شاہ' حضرت سید محمد اسماعیل شاہ' حضرت پیر سید محمد ابراہیم شاہ' حضرت پیر سید مخدوم عنایت اللہ' حضرت پیر سید فیروز شاہ' حضرت پیر سید محمد یعقوب شاہ' حضرت پیر سید محمد گل احمد شاہ' حضرت پیر سید محبوب علی شاہ ہیں' آپ کے تمام صاحبزادے پیکر علم و عرفان بن کر ابھرے اور آستانہ عالیہ پر آپ کی جلائی ہوئی شمع کو فروزاں کرتے رہے آپ کے تین صاحبزادے چھوٹی عمر میں وصال کر گئے تھے بقیہ حضرات نے پوری زندگی پائی اور دین اسلام اور سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے فروغ کیلئے کوشاں رہے۔

کشف و کرامات☆: ولی العصر' قطب دوراں' غوث زماں حضرت پیر سید علی شاہ گردیزی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بات بہت مشہور ہے کہ آپ کے مدرسہ میں جنات بھی آ کر درس لیتے اور سبق پڑھا کرتے تھے' لیکن ساتھی طلباء کو اس بات کا علم نہ تھا۔

آپ کے مدرسہ کے ان طلباء میں ایک موٹا تازہ طالب علم بھی پڑھتا تھا جو کہ اکثر و بیشتر اپنے ساتھی طلباء کو کسی نہ کسی وجہ سے لتاڑ دیا کرتا تھا اس کی اس حرکت سے تمام طلباء تنگ تھے۔

ایک روز تمام طلباء نے مشورہ کر کے باالاتفاق رائے اس موٹے طالب علم کو مارنے پیٹنے کے لئے گھیرے میں لے لیا اور مارنے لگے تو وہ ان کے درمیان سے غائب ہو گیا تمام ساتھی طلباء بہت حیران و پریشان ہوئے اور معاملہ آپ کے گوش گزار کیا تو آپ ان سب

پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ وہ جن تھا جو کئی سال سے انسانی شکل ولباس میں تمہارے ساتھ سبق پڑھ رہا تھا آپ نے فرمایا کہ اس درس میں انہی طلباء کے ساتھ کئی جن اور بھی آ کر سبق پڑھتے ہیں۔

کرامت 2 ☆: آپ ایک مرتبہ سوہاوہ شریف کی مسجد میں نماز کے لئے وضو فرما رہے تھے کہ اچانک اپنا بازو زور سے ہلایا تمام بازو کندھے تک پانی میں بھیگ گیا حالانکہ آپ کے پاس اس وقت اتنا پانی نہ تھا قریب ہی کھڑے ایک شخص نے دیکھا کہ آپ کی آستین کندھے تک بھیگ گئی ہے۔

اس کے بعد آپ وضو مکمل فرما کر مسجد میں تشریف لے گئے نماز پڑھ کر درس وتدریس میں مصروف ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد آپ کا شاگرد جو کاغذ لینے کے لئے پھگواڑی بازار گیا ہوا تھا واپس آیا اور سلام کر کے آپ کے قریب بیٹھ گیا۔

آپ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میاں جی چھلانگیں نہ لگایا کرو بعد میں میاں صاحب نے بتایا کہ وہ جب چھلانگ لگا کر کشتی میں سوار ہونے لگا تو دریا میں گر گیا۔ وہاں پانی میں اچانک حضرت پیر سید علی شاہ صاحب کا ہاتھ نمودار ہوا آپ نے مجھے اٹھا کر کشتی میں ڈال دیا اس کی زبانی سن کر سب کو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ عین اس وقت کا ہے جب آپ وضو فرما رہے تھے اور آپ کا بازو کندھے تک بھیگ گیا تھا۔"

کرامت 3 ☆: آپ جن دنوں اپنے جداعلیٰ حضرت پیر سید منور شاہ گردیزی عرف شاہ سچیار علیہ الرحمۃ جن کا مزار پرانوار موضع بہارا کہو پھل گراں ضلع اسلام آباد میں ہے آپ ان کے مزار مبارک کی تعمیر کروا رہے تھے اس دوران ایک کاریگر آپ کے تین سو روپے لے کر فرار ہو گیا مگر وہ ایک فرلانگ سے آگے نہ جاسکا جب وہ ایک قدم آگے کی جانب اٹھاتا تو نابینا ہو جاتا اور جب واپس مڑ کر دیکھنے لگتا تو اس کی بینائی بحال ہو چکی ہوتی تھی۔

جب اسے احساس ہوا کہ ایک ولی کامل کے پیسے لے کر بھاگنا آسان کام نہیں ہے تو وہ واپس آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر رونے لگا اور روپے واپس کر دیئے اس کے بعد آپ نے اسے معاف کر دیا اس کے بعد وہ تمام زندگی عقیدت مندوں کی طرح آپ کی خدمت میں حاضر رہا۔

کرامت 4 ☆: حضرت صاحب موصوف کے ایک معتقد مرید سردار گل احمد خان سکنہ سیسر (غربی باغ) کا بیان ہے کہ دوران قیام بمقام سیسر حضرت سوہاوی ایک دفعہ راقم کے میرے والد گرامی آدھی رات کو مسجد کی طرف گئے تو مسجد کی کھڑکی سے جھانک کر دیکھا کہ مسجد کے اندر نور کی چاندنی پھیلی ہوئی ہے اور حضرت قبلہ پیر سید علی شاہ گردیزی رحمتہ اللہ علیہ کے جسم مبارک کے چاروں اعضاء مسجد کے چاروں کونوں میں الگ الگ پڑے ہوئے ہیں اور ان سے ذکر خدا کی آوازیں آ رہی تھیں۔ جب انہوں نے مسجد کا دروازہ کھولا تو یک بیک چاروں اعضا یکجان ہو گئے اور میرے والد یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ مسجد کے ایک کونے میں محو عبادت ہیں۔

اسی طرح آپ کے ایک اور مرید محمد خان ولد فقیر خان سکنہ غربی باغ آزاد کشمیر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ میرے گھر تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ نصف شب کو آپ سفید چادر اوڑھے ہوئے ذکر الٰہی میں مصروف ہیں جب میں نے غور سے دیکھا تو اندازہ ہوا کہ چادر کے نیچے سے ذکر الٰہی کی آوازیں تو آ رہی ہے مگر آپ کا جسم اطہر غائب ہے گویا وہ فضا میں تحلیل ہو چکے ہیں اور آواز

صرف ان کی روح کی آ رہی ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 71 برس کی عمر میں ۱۶ شوال ۱۳۲۱ ہجری بمطابق 1903ء کو ہوا مزار پُر انوار سوہاوہ شریف تحصیل غربی باغ ضلع پونچھ آزاد کشمیر میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپکی اولاد سے حضرت سید بشیر احمد سوہاوی مدظلہ العالی سے فقیر راقم الحروف کو شرف نیاز حاصل ہے۔ جناب سید بشیر احمد سوہاوی پڑھے لکھے فاضل شخص ہیں۔ اپنے بزرگوں کے شجرہ طریقت کے مطابق اُنہوں نے چند کتابیں ترتیب دینے کے علاوہ اوراد و وظائف اور دیگر موضوعات پر بھی چند کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا عبدالعزیز بگوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عالم ربانی، مرشد لاثانی، شہباز قضائے تجرید، ہمائے آشیانہ تفرید، قطب اقلیم، فرد حقیقت حضرت مولانا عبدالعزیز بگوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ نمونہ سلف صالحین ہیں۔

آپ کی ولادت با سعادت 1262 ہجری موضع بگہ بھیرہ شریف ضلع سرگودھا میں عارف کامل ولی زمانہ حضرت خواجہ مولانا احمد الدین بگوی علیہ الرحمتہ کے علمی وروحانی گھر میں ہوئی۔ خاندان بگویہ کے مورث اعلیٰ مولانا عبدالرحمٰن بن صالح علیہ الرحمتہ ہیں۔ ان کی اولاد سے گیارھویں صدی ہجری میں مولانا محمد ہاشم نے دریائے جہلم کے کنارے موضع بگہ میں سکونت اختیار کی۔ مولانا محمد ہاشم کی اولاد سے حضرت مولانا حافظ غلام محی الدین بگوی اور مولانا احمد الدین بگوی علیہ الرحمتہ نے دنیائے علم وعرفان میں بہت بڑا نام پیدا کیا۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے قرآن کریم اور علوم دینیہ کی مکمل تعلیم اپنے والد گرامی حضرت علامہ مولانا احمد الدین بگوی سے حاصل کی۔ اور علم کی دنیا میں کمال حاصل کیا۔

درس وتدریس ☆: آپ کے والد گرامی نے اپنی زندگی میں ہی آپ کو اپنا قائم مقام بنا کر مسند درس وتدریس پر بھیرہ شریف میں بٹھا دیا تھا۔ آپ نے بھیرہ شریف میں اپنے والد گرامی کے جاری کردہ دینی مدرسہ کو جامع مسجد بگویہ میں منتقل کر کے خوب ترقی دی اور حضرت مولانا غلام قادر بھیروی اور مولانا غلام رسول علیہم الرحمتہ کو استاد مقرر فرمایا۔ اور درس وتدریس میں طلباء کو خوب محنت کرائی۔

1321 ہجری بمطابق 1905ء میں آپ نے جامع مسجد بگویہ کی مرمت کرائی اور دو خوبصورت میناروں کا اضافہ فرمایا۔ جس سے مسجد ومدرسہ کے حُسن کو چار چاند لگ گئے۔

ممتاز مؤرخ وادیب اور بزرگ عالم دین حضرت علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی اپنی کتاب ''تذکرہ علمائے اہل سنت وجماعت'' میں رقم طراز ہیں کہ مولانا عبدالعزیز بگوی بھیرہ کی جامع مسجد کے خطیب اور دینی درسگاہ کے مہتمم رہے۔ یہ وہ مدرسہ تھا جہاں سے پاک وہند کے جلیل القدر مدرس، عالم مفتی اور خطیب تربیت پا کر نکلے۔ آپ کے چند معروف تلامذہ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ حضرت مولانا محمد ذاکر بگوی (پسر) حضرت مولانا نصیر الدین بگوی (پسر) مولانا محمد یحییٰ بگوی (پسر)۔ مولانا محمد سعید بھیروی، حضرت مولانا حافظ لعل حسین دوالمیالوی ضلع چکوال وغیرہ۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اورانہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

شیخ کامل سے قلبی تعلق ☆: آپ کا اپنے شیخ کامل سے قلبی لگاؤ اور تعلق تھا۔ ہمہ وقت جمال یار اور دیدار خاص کے حسین اثرات اور جمیل خدوخال قلب ونظر میں جمے رہتے۔ اپنے شیخ کے سوا دوسرے پر نظر نہ جمتی اور نہ ہی کبھی کسی کی معرفت ونظر ولایت کو اپنے شیخ سے اچھا سمجھا۔

ایک مرتبہ لاہور میں کسی بزرگ کے مزار پر حاضر ہوئے اور ذکر میں مشغول ہو گئے۔ صاحب مزار جو قلندرانہ وضع قطع کے مالک تھے، نے فرمایا ذکر چھوڑ دو۔ مذکور کے ہوتے ہوئے ذکر سے کیا کام؟ آپ نے عرض کیا ہمارا گذر۔ ہماری ہمت جب اتنی بلند نہیں تو ذکر سے کیوں محروم رہیں۔ یہ سن کر صاحب مزار نے فرمایا اگر یہی بات ہے تو یہاں سے چلے جاؤ۔ یہ سن کر آپ نے کہا میں آپ کی کسی چیز کا بھوکا نہیں میرے لیے میرے پیر کا سایہ ہی کافی ہے۔ یہ کہہ کر وہاں سے اٹھ کر آ گئے اور پھر دوبارہ اس مزار پر نہ گئے۔

اسی طرح آپ کے شیخ کامل جس طرح ظاہری حیات مبارکہ میں آپ کو محبت کی نگاہ سے دیکھتے اور شفقت فرماتے تھے۔ اسی طرح بعد از وصال بھی آپ کو محبوب رکھتے تھے۔ اپنے شیخ کے وصال کے بعد ایک مرتبہ آپ سیال شریف تشریف لے گئے تو دربار شریف کے اندر سے آواز آئی "اوجان من" آواز سن کر آپ بہت حیران ہوئے کہا اس دفعہ یہ کیا نئی بات ہو رہی ہے۔

چنانچہ آپ شرم ودحشت کے عالم میں اندر آ گئے۔ مزار شریف پر فاتحہ پڑھی۔ تو حکم ملا "جاؤ جلدی حضرت ثانی کی خدمت میں"۔ آپ گھبرا کر خائف وترساں کہ شاید کوئی قصور ہو گیا ہے۔ جلدی سے حضرت ثانی صاحب کی خدمت میں بنگلہ پر حاضر ہوئے۔

حضرت ثانی صاحب نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ مولوی صاحب ہم تو حکم کے بندے ٹھہرے۔ جو کچھ ارشاد ہوتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت ثانی صاحب نے مرقع وغیرہ عنایت کیا اور آپ کے حق میں دعا فرمائی۔

حضرت ثانی لاثانی سیالوی کی نظر میں بلند مقام ☆: حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمتہ آپ کا بے حد احترام کرتے اور شفقت وکرم کی نظر سے دیکھتے تھے۔ مؤلف جذبات سعیدؒ لکھتے ہیں کہ آپ نے یہ الفاظ خود فرمائے کہ میں ایک مرتبہ اسی رنگ کی مجلس میں حضرت ثانی سے نظر بچا کر پچھلی طرف سے حاضرین کے مجمع میں چٹائی پر بیٹھ گیا، تو حضرت ثانی لاثانی صاحب نے فوراً دوران گفتگو ہی میری طرف توجہ فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ مولانا! اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو تحت وفوق اور آگے پیچھے کا کوئی فرق نہیں۔ مگر آداب شریعت کے لحاظ سے بزرگوں کا ادب ضروری ہے۔ لہٰذا آپ مہربانی فرما کر ادھر آئیے اور چارپائی پر تشریف رکھیے۔

اسی طرح آپ کے وصال کے بعد آپ کے عرس کے موقع پر حضرت ثانی صاحب غریب نواز سیالوی نے قوالوں کو رخصت کرتے وقت جو تلقین فرمائی۔ وہ پیرومرشد کی عظمت، تقدیس اور مقام کی دلیل ہے۔

فرمایا "ان کے مزار پر قطعاً مزامیر اور تالی وغیرہ استعمال نہ کرنا۔ وہ حامل شریعت اور سچے متبع سنت تھے۔ وہاں احترام کو ملحوظ خاطر رکھنا کیونکہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی مولانا سے حیاء فرماتے تھے۔

زیارات مزارات مقدسہ☆: آپ اجمیر شریف، دہلی، تونسہ شریف اور لاہور کے مزارات مقدسہ پر اکثر حاضری د
کرتے اور فیض یاب ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ دہلی میں حضرت سلطان المشائخ خواجہ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء زری زربخش علیہ الرحمتہ کے مزار پر حاضری کے
لیے گئے تو حضرت محبوب پاک دروازہ تک لینے آئے۔ آپ نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا

"خاك در گشته دام......

پائمال مردم کن یامرتفح ساز" اس کے بعد آپ نے اپنے گورے گورے ہاتھ دعا کیلئے اٹھائے اور فرمانے لگے

"خاك ترا مرتفع خواهم کرد" ۔آپ فرماتے ہیں کہ اپنے پیران عظام میں سے ایسا پاکیزہ صورت اور نازک
اندام میں نے کوئی نہیں دیکھا۔

ایک مرتبہ اجمیر شریف کے عرس مبارک پر حاضری کا ارادہ تھا لیکن پھر ملتوی ہوگیا۔ ایک دن خواب میں خود خواجہ اجمیری غری
نواز نے قدم رنجہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ تم ہمارے عرس پر کیوں نہیں آئے؟ آپ نے عرض کیا حضور بوڑھا اور کمزور ہوں۔ وہاں خلقت
اژدحام ہوتا ہے۔ اور مجاور دق کرتے ہیں۔

حضرت غریب نواز اجمیری نے فرمایا کسی قسم کی تکلیف تمہیں نہیں ہوگی ضرور آؤ۔

چنانچہ آپ فوراً تیار ہوئے اور اجمیر شریف پہنچ گئے۔ کہتے ہیں کہ کسی مجاور نے پوچھا تک نہیں، اور ہجوم سے بھی تکلیف نہیں ہوئی
سیدھا درگاہ شریف چلا جایا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ آپ حضرت ثانی لاثانی سیالوی علیہ الرحمتہ کے ہمراہ پاکپتن شریف سے لاہور واپس آئے تو فرمایا کہ میں مرقد منورہ حض
بابا صاحب حاضر ہوا۔ لیکن کمال بے رغبتی دیکھ کر میں مغموم سا آپ کے پاس نظامی برج آ گیا۔ مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے مولو
صاحب چلو مجھے بھی زیارت کرالاؤ۔

چنانچہ میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر خراماں خراماں ادھر کو روانہ ہوئے۔ جناب صاحبزادہ محمد امین صاحب نے آگے بڑھ کر عرض ک
حضور غریب نواز مولوی صاحب تو بہت کمزور اور ضعیف ہیں۔ آپ میرے کندھے پر ہاتھ رکھ لیں۔ یہ سن کر حضرت ثانی لاثانی سیالو
غریب نواز نے فرمایا "ان کو تو میں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔"

چنانچہ اس طرح مزار مبارک پہنچ کر مجھے فرمایا کہ یوں اور یوں قدم بوسی کرو۔ میں نے ویسا ہی کیا۔ پھر تو ایسا عنایت کا سلسلہ حض
بابا صاحب کی طرف سے ہوا کہ زبان اس کے بیان سے باہر اور عاجز ہے۔ اور اب تک وہ توجہ شامل حال ہے۔

سیرت و کردار☆: آپ کو بچپن سے ہی عبادت و ریاضت سے لگن تھی۔ شب بیداری اور نوافل تہجد کے پابند تھے۔ نماز
کے بعد معمول کے اوراد و وظائف کے بعد اشراق کے نوافل پڑھتے اور پھر قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا ہوتا تھا۔ استفس
مسائل کے لیے دور دراز سے لوگ آتے۔ اور جواب باصواب لے کر جاتے۔ آپ کی زندگی اتباع سنت اور شریعت کی پابندی میں بے

تھی۔ خدمت خلق آپ کا شعار تھا۔ دروازے پر آنے والے سائل کو نہ کبھی جھڑکا نہ ہی خالی لوٹایا۔

آپ کی ظاہری وضع قطع دیکھ کر کوئی محسوس نہیں کر سکتا تھا کہ اتنے سادے لباس اور بھولی بھالی صورت والا یہ مرد کامل کوئی بہت بڑا عالم بھی ہوسکتا ہے۔ حالانکہ آپ اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم اور مفتی تھے۔ آخری عمر میں نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو انوار و تجلیات کی بارش شروع ہو جاتی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اب تو نماز پڑھنی بھی دشوار ہو رہی ہے۔ مگر باوجود اس عنایت ولطف و کرم کے آپ نے نماز نہیں چھوڑی۔ کئی مرتبہ نماز جمعہ کا خطبہ پڑھتے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

آپ کو محفل سماع سے خصوصی رغبت تھی۔ بھیرہ شریف کے عہد تدریس میں مجالس سماع منعقد کروایا کرتے تھے۔ آپ کی مجالس سماع میں حافظ خزانہ قوال دادِ خوش الحانی دیا کرتا تھا۔ اور اس محفل سماع میں بہت سے اہل اللہ آپ کی دعوت پر شامل ہوا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ سیال شریف کے بنگلہ مبارک میں محفل سماع منعقد ہوئی۔ حضرت خواجہ ثانی لاثانی سیالوی نے آپ سے فرمایا کہ آپ ڈیرے پر چلے جائیں۔ یہاں مزامیر و چنگ و رباب کی محفل شروع ہو رہی ہے۔ آپ نے عرض کیا۔ غریب نواز! ہم بندگان درگاہ ٹھہرے۔ ہمیں بھی اجازت ہونی چاہیے۔ حضرت ثانی لاثانی صاحب نے فرمایا آپ مفتی و متشرع عالم دین ہیں۔ لوگوں پر آپ کی روش کا برا اثر پڑے گا۔

آپ کی اولاد امجاد☆: خداوند کریم نے آپ کو چار صاحبزادے عطا فرمائے۔ جن میں حضرت مولانا محمد ذاکر بگوی، حضرت مولانا محمد یحییٰ بگوی، حضرت مولانا نصیر الدین بگوی، حضرت مولانا ظہور احمد بگوی۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 14 ذالحج ۱۳۲۴ ہجری بمطابق 1906ء کو ہوا۔ مزار پرانوار جامع مسجد بگویہ موضع ملہ بھیرہ شریف ضلع سرگودھا میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل وعقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا محمد جمال الدین گھوٹوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مدرس مسائل عشق وعرفان، محدث وجد بیان، قبلہ طالبان، بحر العلوم، واقف اسرار رموز شریعت وطریقت حضرت مولانا محمد جمال الدین گھوٹوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ آفتاب و ماہتاب علم وعمل ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت تخمیناً 1245 ہجری بمطابق 1829ء کو محمد پور گھوٹہ شریف نزد قسم بیلہ نواح ملتان میں ہوئی۔

آپ کے اجداد لیّہ کے رہنے والے تھے۔ سب سے پہلے آپ کے جدّ بزرگوار جو بہت بڑے عالم دین تھے۔ لیہ سے گھوٹہ شریف نزد قسم بیلہ ملتان میں تشریف لائے اور ایک دینی مدرسہ کا آغاز کیا۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ کی ابتدائی تربیت وتعلیم کا آغاز اپنے والد گرامی کے مدرسہ ملتان سے ہوا۔ جہاں آپ نے قرآن کریم کی تعلیم مکمل کی اور ابتدائی فارسی وعربی اور دینی کتب کی تحصیل وتکمیل کی۔ اس کے بعد مختلف دینی مدارس سے تحصیل وتکمیل کر کے سند فراغت حاصل کی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضور پیر سیال لجپال خواجہ شمس الدین سیالوی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

درس وتدریس ☆: آپ نے اپنے والد گرامی کے قائم کردہ مدرسہ میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور تقریباً نصف صدی تک اس شعبہ سے منسلک رہے۔ آپ کے درس میں سینکڑوں علماء، طلباء شریک ہو کر آپ کے علم سے فیض یاب ہوئے۔

آپ کا علمی مرتبہ بہت بلند تھا۔ آپ بیک وقت فقیہہ، محدث، شیخ العلماء، بہترین مدرس تھے۔ حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی کے دور میں آپ مسند تدریس کی زینت تھے۔ اس دور میں حضرت ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے ملک کے ہر حصہ اور دور دراز علاقوں سے قابل ترین اساتذہ اور علماء فضلا اپنے گرد جمع کیئے۔

چنانچہ اس دور میں دور دراز ملکوں سے اور **من کل فج عمیق بمصداق ید خلون فی دین اللہ افواجا** طالبان علم فوج در فوج اور موج در موج آ کر اس سرچشمہ فیض علوم وفنون سے سیراب ہو کر درس وافتاء اور احکام اسلام کی تبلیغ وترویج میں

مصروف اوراس کے لیے وقف ہوتے چلے گئے۔حضرت خواجہ مولانا غلام محمد للّٰہی اور مولانا قاضی عبدالباقی کرسالوی اور گاہے بہ گاہے آپ جیسے فضلاء دہر وعلماء اس دارالعلوم کے مسند درس کی زینت بنتے رہے۔

آپ کے لاتعداد تلامذہ میں سے چند معروف علماء کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔حضرت مولانا مفتی عطامحمد رتوی، ساکن رتہ شریف چکوال، حضرت مولانا حکیم محمد قطب الدین جھنگوی، حضرت مولانا سید امیر علوی اجمیری چھچھڑ شریف ضلع خوشاب، حضرت مولانا عبداللہ غازی پور نزد جلالپور پیروالا ملتان، حضرت مولانا حمید الدین گھوٹوی (پسر)، حضرت محمود گھوٹوی علیہم الرحمۃ والغفر ان۔

وہابی مولوی کا لاجواب ہونا☆: آپ کا اور مولانا قاضی عبدالباقی کا زمانہ ایک ہی تھا۔ہر دو حضرات پیر سیال کے مرید و خلیفہ وغلام تھے۔ہر دو حضرات کو اپنے شیخ سے بہت زیادہ عقیدت ومحبت تھی۔آئے دن سیال شریف دونوں اکٹھے ہوتے تھے۔جن دنوں آپ سیال شریف میں مدرس تھے ان دنوں مولانا قاضی عبدالباقی کرسالوی بھی سیال شریف میں مدرس تھے۔

اس زمانے میں ایک بڑا عجیب واقعہ پیش آیا کہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی محفل سماع کی مجلس آراستہ کیے ہوئے تھے اور آپ بھی قاضی عبدالباقی کرسالوی کے ہمراہ اس میں موجود تھے کہ دوران محفل مجوکہ کا ایک وہابی عالم جس کا نام غالباً غلام محی الدین تھا۔حضرت خواجہ سیالوی کی خدمت میں حاضر ہوا اور دیکھ کر بڑا متعجب ہوا اور پیشانی پر غصے کے آثار نمودار تھے۔

حضرت قاضی عبدالباقی کرسالوی حضرت خواجہ شمس العارفین کے دائیں پہلو بیٹھے ہوئے تھے۔آنے والے وہابی کے چہرے کی کیفیت کو تاڑ گئے۔اور مولوی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔مولوی! وہ کونسی حدیث ہے جس کی رو سے قوالی حرام اور ناجائز ہے؟ پڑھ حدیث شریف تاکہ میں تجھ سے سند پوچھوں؟ یہ فقیر محمد عبدالباقی کرسالوی ہے۔یہ سن کر وہابی مولوی صاحب ٹھٹکے اور اپنی جگہ سے تھوڑا پیچھے ہٹے۔اتنے میں آپ آگے بڑھ کر بولے مولوی! پڑھ حدیث شریف تاکہ میں تجھ سے ترکیب نحوی پوچھوں۔یہ فقیر محمد جمال الدین گھوٹوی ہے۔اب مولوی صاحب ذرا اور پیچھے ہٹے اور خیال کیا کہ اتنے بڑے بڑے عالم حضرت پیر سیال کے حلقہ میں داخل ہیں؟ ایسا مبہوت ہوا گویا سانپ سونگھ گیا۔اور پھر نہ بول سکا۔

تصنیف وتالیف☆: مؤلف فقہائے ملتان لکھتے ہیں کہ آپ کے فتاویٰ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔آپ نے علم ''صرف'' پڑھانے کا قدیم طریقہ ترک کر کے آسان اور نافع طریقہ ایجاد فرمایا اور اپنے تدریسی تجربہ کی بنا پر قوانین ''صرف'' کے مجموعہ کو طبع کرایا۔اور اس کا نام ''صرف گھوٹوی'' رکھا۔آپ کا یہ علمی کارنامہ علمائے اسلام پر احسان عظیم ہے۔صرف گھوٹوی دینی مدارس کے طلباء میں آج تک بے حد مقبول ہے۔صرف گھوٹوی کے علاوہ آپ نے حاشیہ اور شرح متن متین تصنیف کیں۔ان قابل ذکر تصانیف کے علاوہ آپ نے مندرجہ ذیل کتب تصنیف فرمائیں:

ترکیب مائۃ عامل (نحو) فوائدِ رفعیہ، رسالہ فوق العقد اور تحقیق علم غیب۔

اولاد وامجاد☆: خداوند کریم نے آپ کو ایک فرزند عطا فرمایا۔جس کا نام حضرت علامہ مولانا محمد حمید الدین گھوٹوی تھا۔اپنے زمانے کے جید عالم دین اور کامیاب مدرس تھے۔ان کا بھی وصال ہو گیا۔آپ کے پہلو میں مرقد منورہ ہے۔

مولانا محمد حمید الدین گھوٹوی مرحوم اعلیٰ حضرت پیر سید مہر علی شاہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۲۵ ہجری بمطابق 1907ء کو ہوا۔ مزار پر انوار بستی گھوٹہ شریف نزد قسم بیلہ ملتان میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آج کل آپ کے جانشین آپ کے پوتے حضرت مولوی محمد رفیع الدین گھوٹوی مدظلہ مسند نشین ہیں۔

حضرت خواجہ معظم الدین چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: جامع علوم ومعقول ومنقول، حاوی فروع واصول، حاجی الحرمین شریفین، زائر روضۂ سید الثقلین حضرت خواجہ معظم الدین چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ آفتاب آسمان طہارت وپاکیزگی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1247ہجری بمطابق 1832ء کو معظم آباد شریف ضلع سرگودھا میں خدارسیدہ اور نیک سیرت بزرگ حضرت حافظ میاں محمد یار مرحوم کے علمی وروحانی گھر میں ہوئی۔ آپ کا تعلق سپر قوم سے ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد قصبہ لالیاں سے نقل مکانی کر کے موضع گھنگوال نزد جھاودیاں ضلع سرگودھا میں مستقلاً سکونت پذیر ہوئے۔ یہاں پر مزاروعہ زمین آپ کے خاندان کے تصرف میں تھی۔ پھر وہاں سے ترک سکونت کر کے علاقہ کرانہ بار کے موضع مرولہ میں آکر قیام پذیر ہوئے۔ موضع گھنگوال میں دو کنوؤں کی زمین آپ کے حصے میں آئی۔ جو آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے محمد حسین علیہ الرحمتہ نے اپنے دور سجادگی میں فروخت کر دی تھی اور مرولہ شریف معظم آباد میں پونے چار مربعے زمین آپ کی میراث تھی۔

تعلیم وتربیت ☆: سب سے پہلے آپ نے قرآن حفظ کیا۔ اور حفظ کے بعد چند ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد تحصیل علوم دینیہ کے لیے لاہور میں مولانا غلام قادر بھیروی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ سے علوم متداولہ کی کتب پڑھ کر رام پور ہندوستان تشریف لے گئے اور دینی علوم کی تکمیل کی سند فراغت حاصل کر کے وطن مالوف واپس پہنچے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں پیر سیال لجپال حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

زیارت حرمین شریفین ☆: آپ دینی علوم کی تکمیل کے فوراً بعد زیارت حرمین شریفین کے لیے حجاز مقدس تشریف لے گئے اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہو کر اپنے شیخ کامل حضرت خواجہ شمس العارفین کی خدمت میں پہنچے اور ان کی خدمت میں رہ کر مجاہدات کی تکمیل کی۔

سیرت وکردار ☆: آپ طالب علمی کے دور میں ہی چونکہ 13 برس کی عمر میں حضور خواجہ شمس العارفین کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کر چکے تھے۔ اس لیے دوران طالب علمی ہی میں آپ نے عبادت وریاضت کو اپنا معمول بنا لیا تھا۔ آپ دن کو علم حاصل کرتے اور رات کو یاد خداوندی میں مصروف رہتے۔ کئی کئی دن سوئے بغیر گذر جاتے۔ اکثر دن کے وقت روزے سے رہتے تھے اور افطار کے وقت آپ کی خوراک سرف مٹھی بھر چنے تھے۔

آپ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم وفاضل صاحب ورع وزہداور اپنے شیخ کے منظور نظر تھے۔آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے اٹھارہ سال کا عرصہ کمال عرق ریزی تحصیل علوم دینیہ میں صرف کیا اور اس قدر مطالعہ میں استغرق پیدا کیا کہ آخر کے دو سال اکثر نماز عشاء کے بعد فجر تک تمام رات مطالعہ میں گذر جاتی۔اور لذت مطالعہ کے باعث وقت کا پتہ ہی نہ چلتا اور صبح کی آذان سننے سے پتہ چلتا کہ رات ختم ہوگئی ہے۔اور تعجب پیدا ہوتا کہ ابھی کچھ ہی دیر پہلے نماز عشاء پڑھی تھی اور صبح ہوگئی۔ظاہر ہے کہ اس قدر استغراق سے دینی اسرار کس قدر ظاہر ہوئے ہوں گے۔

لیکن جب حضرت خواجہ شمس العارفین کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تو ایک لحظہ کی صحبت سے جو کچھ حاصل ہوا۔اس کے مقابلے میں ان تمام علوم کا ماحاصل ہیچ معلوم ہوتا ہے۔

درس وتدریس ☆: آپ کا شمار اپنے زمانے کے جید علماء میں ہوتا تھا۔آپ حج بیت اللہ کی ادائیگی اور زیارت حرمین شریفین سے واپسی پر جب بمبئی کے معروف دینی مدرسہ میں تشریف لے گئے۔تو وہاں کے مہتمم اور دیگر علماء کے کہنے پر آپ نے تدریس کا شعبہ سنبھال لیا۔وہاں دور دور سے طلبا آکر آپ کے علم سے استفادہ کرنے لگے اور تھوڑی سی مدت میں بہت سے طالبان دین متین آپ سے مستفیض ہوئے۔جب آپ بمبئی سے وطن مالوف آنے لگے تو بمبئی کے رئیسوں اور امراء نے آپ کو ہزاروں روپے کی گرانقدر کتب خرید کر دیں اور اس کے علاوہ نقد رقم اور بہت سی جنس اور اسباب دے کر آپ کو الوداع کیا۔

وطن پہنچ کر آپ اپنے شیخ کامل کے حضور پہنچے تو حضرت خواجہ سیالوی نے آپ کو حکم دیا کہ سیال شریف کے مدرسے میں بیٹھ کر تعلیم و تعلم کا فریضہ سرانجام دو۔

چنانچہ آپ نے بحکم شیخ سیال شریف میں تعلیم وتدریس کا منصب سنبھالا۔اور خوب محنت ولگن سے طلباء کو تعلیم دی۔اس دور میں آپ سے استفادہ کرنے والے چند ممتاز علماء کے اسمائے گرامی درج ہیں۔حضرت صاحبزادہ محمد شعاع الدین سیالوی، حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی، حضرت مولانا محمد ابراہیم ساکن پنڈی الہانی مدفون سویہ شریف گجرات، حضرت مولانا نور محمد نقشبندی علیہم الرحمتہ اجمعین۔

شیخ کامل سے عقیدت ومحبت ☆: آپ کو اپنے شیخ کامل سے والہانہ عقیدت ومحبت تھی۔ایک بار حضور خواجہ محمد الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کسی سفر سے واپسی پر بغیر کسی اطلاع کے مرولہ شریف کی طرف آنکلے۔آپ مسجد میں بیٹھے کہ کسی نے حضور کی سواری کی اطلاع دی۔تو آپ جوش اور بے خودی میں مستانہ وار کودے اور ننگے پاؤں دوڑ پڑے۔سرکار اونٹ کے کجاوے میں تھے اور کچھ درویش پیدل تھے۔آپ آگے بڑھے اور اونٹ کے پاؤں سے لپٹ گئے۔جس سے اونٹ بھی گھبرا گیا۔اونٹ کی گھبراہٹ کی وجہ سے حضرت کو بھی زحمت اٹھانا پڑی۔اتنی دیر میں جھٹ پٹ میر قوال اور ایک خادم خاص نے بڑے زور سے آپ کو علیحدہ کیا۔حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی علیہ الرحمتہ نے اپنی پاپوش مبارک اونٹ سے پھینکی اور فرمایا اسے پہن لیجئے۔آپ نے وہ جوتا اٹھا کر سر پر رکھ لیا اور کہنے لگے آج میں پاؤں سے ننگا نہیں۔آج تو میرے پاؤں عرش پر ہیں۔اسی طرح آپ کے شیخ کامل حضرت خواجہ سیالوی علیہ الرحمتہ بھی آپ کے بارے اکثر فرمایا کرتے تھے مولوی معظم الدین مرولوی عالی ہمت انسان ہیں۔حافظ قرآن ہونے کے علاوہ علوم متداولہ میں منتہی کی فضیلت رکھتے ہیں

اور حرمین شریفین کی حاضری کے بعد اب یاد الٰہی میں مشغول ہیں۔ عورتوں کی محبت آج تک ان کے دل میں پیدا نہیں ہوئی۔

حضور پیر سیال لجپال خواجہ شمس العارفین کے خصوصی مشیر اور خلیفہ شیخ محمد عبد الجلیل مرحوم جب وصال کر گئے تو ان کی جگہ پر آپ اپنے شیخ کے قائم مقام مشیر تدبیر خاص مقرر ہو کر علم توحید اور تصوف میں یگانہ آفاق ہوئے اور خواجہ شمس العارفین کی ظاہری حیات مبارکہ تک تعویذ نویسی کی خدمت بھی آپ کے ذمہ تھی۔

اپنے وطن مرولہ شریف میں تدریس☆: حضرت پیر سیال لجپال کے وصال مبارک کے بعد آپ اپنے وطن مرولہ میں تشریف لا کر خلقت کو شریعت اور طریقت کی راہ پر لانے میں مشغول ہو گئے۔ دور دور سے طالبان حق آ کر آپ سے استفادہ کرنے لگے۔ لاتعداد حضرات آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے قادر الکلام عالم دین بنے۔

آپ کی صحبت خاص میں بیٹھنے والے یاد خدا میں مصروف و مگن ہو جاتے۔ بہت سے گم کردہ راہوں کو راہ ہدایت ملی۔ اور بہت سے افراد آپ کی صحبت اور نظر ولایت سے اپنی منزل مقصود کو پہنچ کر خلق خدا کی خدمت میں مصروف ہوئے۔

زیارت مقامات مقدسہ اور مجذوب سے ملاقات☆: ایک مرتبہ آپ ہندوستان کے مختلف شہروں میں بزرگان دین کے مزارات کی حاضری کی غرض سے نکلے اور بہت سے مقامات مقدسہ کی زیارت کر کے جب مرولہ شریف پہنچے تو مولانا محمد ذاکر بگوی علیہ الرحمتہ کے ہمراہ دیگر حضرات بھی آپ سے ملاقات کی غرض سے مرولہ شریف حاضر ہوئے۔ اور سفر کا احوال پوچھنے کے بعد مولانا محمد ذاکر بگوی علیہ الرحمتہ نے پوچھا کہ پورے سفر کا کوئی خاص واقعہ سنائیے۔

آپ نے فرمایا کہ میں جب ملتان پہنچا تو بڑی بڑی تمام درگاہوں پر حاضری دینے کے بعد مجھے خیال آیا کہ منشی حسن صاحب علیہ الرحمتہ کے مزار پر بھی حاضری دینی چاہیے۔

منشی صاحب موصوف متاخرین میں سے فارسی کے صاحب حال اور شیریں مقال شاعروں میں سے ہیں اور خاندان چشتیہ کے عظیم شیخ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے اور پکے عشاق میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ وہ جب کبھی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم گرامی سنتے تو آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہہ جاتی تھیں۔ اور چہرہ مبارک زمین کی طرف جھک جاتا تھا۔

ان کے مزار مقدسہ پر جانے سے پہلے میں نے سنا کہ وہاں ایک مجذوب فقیر رہتا ہے۔ جو لوگوں کے ساتھ انتہائی سختی سے پیش آتا ہے۔ ہم نے بتانے والے سے کہا کہ ہمیں اس سے کیا غرض؟ ہم تو اپنے مہربان میزبان کے مہمان ہوں گے۔ دربان کی تلخی و ترشی سہہ کر بھی حاضری کا لطف حاصل کر ہی لیں گے۔

الغرض جب میں وہاں پہنچا تو وہ مجذوب فقیر اپنی کوٹھڑی سے نکل کر میرے استقبال کے لیے میرے پاس آئے اور مصافحہ اور معانقہ کے بعد مزار شریف پر حاضری کے بعد اپنی کوٹھڑی میں لے گئے۔ میں ادب سے دوزانو ہو کر ان کے سامنے بیٹھ گیا۔

مجذوب نے ذرا سختی کے لہجے میں کہا تم اپنے پیشوا کی تعمیل فرمان سے کیوں پہلو تہی کرتے ہو۔ میں نے کہا کہ میں تو اپنے شیخ کے سب ارشادات فیض آیات کو ہمیشہ بجا لانے کی کوشش کرتا ہوں۔ خدا جانے وہ کونسا فرمان ہے جس کی تعمیل سے قاصر ہوں۔

مجذوب نے فرمایا تمہارے مرشد کریم نے تمہیں لوگوں کو اپنے سلسلہ میں داخل کرنے کا ارشاد فرمایا ہوا ہے، مگر تم اس میں سستی کرتے ہو، میں نے عرض کی حضور واقعی مجھے میرے شیخ کامل کا حکم ملا ہوا ہے مگر میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتا یہ سن کر وہ مجذوب جوش میں آ گئے اور فرمایا کہ آنکھیں بند کرو۔ اور تصور کی نگاہ سے اپنے دائیں طرف دیکھو کون بیٹھا ہے؟ میں نے دیکھا تو میرے مرشد کریم حضرت غریب نواز خواجہ شمس العارفین تشریف فرما ہیں۔ پھر مجذوب نے کہا ان سے آگے دیکھو کون جلوہ افروز ہیں؟ الغرض اسی طرح تمام پیران عظام کی زیارت یکے بعد دیگرے ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ آخر میں سرکار دو جہاں حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا۔

اس کے بعد مجذوب صاحب نے کہا کہ داخل سلسلہ کرنے سے تمہارا فرض پورا ہو جاتا ہے۔ اگلی ذمہ داری ان تمام بزرگان کی ہے۔ جیسا کہ بڑے بڑے امراء اور وزراء کے دروازے پر دربان کھڑا ہوتا ہے۔ جو زائرین کو لے جا کر ان کے دربار میں پیش کر دیتا ہے۔ بس اسی طرح تم بھی کچھ ہو۔ تمہارا فرض لوگوں کو اپنے مشائخ کی خدمت میں پیش کرنا ہے۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: آپ کے چند مشہور خلفائے نامدار کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ جن میں حضرت صاحبزادہ مولانا محمد حسین چشتی نظامی معظم آبادی جو آپ کے فرزند ارجمند ہیں، حضرت مولانا میاں شہاب الدین فیروز پوری انڈیا، حضرت خواجہ سید نادر علی شاہ جالندھری، حضرت میاں سراج الدین گجراتی، حضرت میاں محمد عیسیٰ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین بطور خاص شامل ہیں۔

شادی واولاد☆: آپ نے دو شادیاں کیں۔ جن میں پہلی شادی معظم آباد کے کاٹھیا خاندان میں ہوئی۔ جن کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ آپ کی دوسری شادی ایک نو مسلم خاتون سے ہوئی۔ جن کے بطن سے خدا نے آپ کو ایک صاحبزادہ جن کا نام محمد حسن ہے اور اس کے علاوہ ایک صاحبزادی عطا فرمائی۔ صاحبزادی کی شادی مولانا محمد حنیف بن مولانا محمد رفیق آف کوٹ مومن ضلع سرگودھا سے ہوئی تھی۔ ان صاحبزادی کی بھی کوئی اولاد نہ تھی۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 9 جمادی الثانی 1325 ہجری بمطابق 20 جولائی 1907ء بروز اتوار کو ہوا۔ مزار پُر انوار موضع مرولہ معظم آباد شریف ضلع سرگودھا میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آج کل آپ کے دربار کے سجادہ نشین حضرت خواجہ صاحبزادہ غلام حمید الدین احمد معظمی مدظلہ العالی ہیں جو بڑے احسن انداز میں اپنے بزرگوں کی طریقت پر قائم رہتے ہوئے سلسلہ عالیہ و دربار شریف کے معاملات کو چلا رہے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ محمد عبداللہ سیالوی علیہ الرحمتہ نے آپ کی قطعہ تاریخ وصال کہی ہے:

زتاریخ وصال شان همیں است　　معظم دین قطب اهل دین است
ازاں مدت که عالم محو رنج است　　نه هجرت سیزده صد بیست و پنج است

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت قاضی ولی احمد میروی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مردِ حق حقیقت آگاہ، عارف باللہ، حجتہ الاسلام والمسلمین، سراج السالکین امام العارفین حضرت قاضی ولی احمد میروی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ دلیل الکاملین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1265 ہجری بمطابق 1849ء کوتنول باندہ داخلی گلی باغ شریف تحصیل وضلع مانسہرہ صوبہ سرحد میں مولانا عنایت اللہ خان مرحوم کے گھر ہوئی۔

آپ کے والد گرامی تربیلا ڈیم کے نزدیک واقع ڈھیری نامی گاؤں کے متمول جدون پٹھان فیملی کے باشندے تھے۔ جہاں دینی علوم کے حصول کا تصور تک نہ تھا۔ مگر آپ والد گرامی سے چوری چھپ چھپا کر حصول علم کے لیے نکلے مقصد میں کامیابی کے بعد گلی باغ تحصیل وضلع مانسہرہ کو مسکن بنایا۔ وہیں امامت و خطابت اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور اسی مقام پر شادی کی۔ یہیں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی سے حاصل کی بعد ازاں علاقہ ٹانڈہ نزد حسن ابدال ضلع اٹک میں حضرت مولانا محمد شریف کے ہاں رہ کر اکتساب فیض کیا۔ پھر اپنے استاد محترم کے حکم سے موضع کالو علاقہ چھچھ ضلع اٹک میں حضرت مولانا محمد غوث چشتی کے پاس کافی عرصہ رہ کر علوم متداولہ کی تحصیل و تکمیل کی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ اس کے علاوہ خانپور، ہری پور کے مختلف علاقوں کے دینی مدارس سے اکتساب علوم دینیہ کرتے رہے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

آپ کو اپنے شیخ کامل سے انتہائی درجہ کی عقیدت و محبت تھی۔ پیدل سیال شریف حاضری دیتے تھے اور آپ کا یہ سفر حضور تاجدار گولڑہ پیر سید مہر علی شاہ چشتی نظامی گولڑوی علیہ الرحمتہ کی معیت میں ہوتا تھا۔

بوقت وصال استاد گرامی کی وصیت ☆: آپ کے استاد گرامی حضرت مولانا محمد غوث چشتی علیہ الرحمتہ چونکہ بے اولاد تھے۔ آپ کو انہوں نے متبنیٰ بنایا ہوا تھا۔

جب مولانا محمد غوث چشتی کے وصال باکمال کا وقت آیا تو انہوں نے آپ سے فرمایا میرے بعد میرے گھر والے اکیلے ہوں گے۔ لہٰذا تمہارا فرض ہے کہ میرے وصال کے بعد تین سال تک میرے گھر رہنا اور میرے اہلِ خانہ اور میری بیوی کی خدمت کرنا۔ نیز فرمایا کسی سے کوئی چیز نہ مانگنا۔ کسی برتن سے ڈھکنا نہ اٹھانا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ اپنے استاد گرامی کے وصال کے بعد تین سال تک ان کے گھر رہے۔ اس عرصہ میں اشیائے ضرورت گھر سے ہی پوری ہوتی رہیں۔ اور تین سال کے اندر اندر استاد گرامی کی والدہ محترمہ اور اہلیہ محترمہ دونوں کا انتقال ہو گیا۔ آپ ان کے کفن دفن سے فارغ ہو کر استاد گرامی کی وصیت کے مطابق سیال شریف حاضری کے لیے چلے گئے۔

سیرت و کردار☆: آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع اور غوث الوقت تھے۔ اگر اس علاقہ کا کوئی آدمی تاجدار گولڑہ حضور پیر سید مہر علی شاہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں جاتا تو وہ فرما دیتے تھے کہ تم مجھ سے فیض حاصل نہیں کر سکتے۔ تمہارے علاقہ میں غوث الوقت موجود ہے اس کے پاس جایا کرو۔

آپ نہایت ہی علمی ذوق کے مالک تھے۔ زیادہ وقت مطالعہ کتب میں گزرتا تھا۔ آپ کو کتابیں حاصل کرنے اور جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ آپ کا علمی کتب خانہ آج بھی آپ کی خانقاہ معلیٰ میں آپ کے خلیفہ کے تصرف میں موجود ہے۔ آپ کا معمول تھا کہ کتب تفاسیر و فقہ وغیرہ کے حواشی پر کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے تھے۔ اور اکثر کتابوں کی جلد کے ساتھ دونوں طرف سادہ کاغذ لگا دیتے اور ان کاغذوں پر مطالعہ کے اہم نکات نوٹ فرما دیتے تھے۔ اس کے علاوہ اپنے خواجگان کے اوراد و وظائف اور معمولات پر سختی سے عمل پیرا رہتے تھے۔ آپ مستجاب الدعوات اور صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ لوگوں سے بہت کم گفتگو، دھیمہ لہجہ واضح صاف اور فصیح زبان استعمال فرماتے تھے۔ اور ضرورت کی حد تک گفتگو فرماتے تھے۔ آپ کو خداوند کریم نے علم لدنی کی دولت سے نوازا ہوا تھا۔ لیکن اس کے باوجود علمائے کرام مشائخ عظام کا بے حد احترام اور قدر کرتے تھے۔ آپ کا لباس سفید اور سر پر سفید رنگ کا عمامہ ہوتا تھا۔ قد درمیانہ رنگ گورا مائل بسرخی اور وجاہت باوقار تھی۔ جسم دبلا پتلا اور چہرے پر معمولی چیچک کے داغ تھے۔

قیام خانقاہ معلیٰ☆: آپ نے اپنے برادر گرامی جناب حضرت مولانا محمود احمد سے مل کر تنول بانڈہ اور گلی باغ کے درمیان ایک قطعہ زمین خرید کر اس جگہ کا نام میرا شریف رکھا۔ اور اس پر خانقاہ کی تعمیر کا آغاز کیا۔ تعمیر مکمل ہوتے ہی جگہ بہت جلد مرجع خاص و عام بن گئی۔ خانقاہ کے دروازے ہر خاص و عام کے لیے کھلے ہوتے تھے۔ علماء وزراء اور والیان ریاست حاضر خدمت ہونے لگے۔ آپ ہر ایک سے اس کے مقام و مرتبہ کے مطابق گفتگو فرماتے تھے۔ آپ کی صحبت میں بلا کی کشش تھی۔ بہت جلد آپ کی مقبولیت اور شہرت دور و نزدیک تک پھیل گئی۔

لنگر کی حالت یہ تھی کہ ہر خاص و عام کو ہر وقت ملتا۔ ایک عینی شاہد کا بیان ہے کہ آپ کی نشست گاہ گھر کی طرف کھلنے والی کھڑکی کے پاس ہوتی تھی۔ جتنے مہمان آتے اور جس نوعیت کے ہوتے ان کی جس نوعیت کی خدمت و خاطر تواضع کرنا ہوتی تھی۔ آپ ذرا سی کھڑکی کھول کر صرف ہاتھ مبارک اندر کر کے کچھ ارشاد فرما دیتے اور گھر سے فوراً تعمیل ہو جاتی۔ جیسے کہ پہلے وہ چیز موجود ہو۔ آپ کے

گھر میں آپ کے بھتیجے اور ان کی مستورات تھیں۔ یہ تمام افراد خانہ لنگر شریف کی ڈیوٹی کرتے تھے۔

آپ کی حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی سے ملاقات ☆: ''الفوز المقال فی خلفائے پیر سیال'' کے مصنف مولانا حاجی مرید چشتی نظامی مدظلہ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ فخر الدین سیالوی علیہ الرحمتہ نے ایک مرتبہ میری درخواست پر حضرت قاضی ولی احمد میروی المعروف مولوی صاحب گلی باغ شریف والوں سے اپنی ملاقات کا واقعہ اس طرح بیان فرمایا کہ:

گلی باغ میں ایک شاہ صاحب جو غالباً گولڑہ شریف کے مرید تھے۔ انہوں نے ہماری چائے کی پر تکلف دعوت کی۔ کسی نے بتایا کہ گلی باغ میں ایک بزرگ رہتے تھے لیکن اب انہوں نے اپنا ڈیرہ جنگل میں لگا لیا ہے۔ آپ برساتی نالہ عبور کر کے ان کی قیام گاہ پر پہنچے۔ میرے متعلق انہیں کسی نے بتا دیا ہوگا۔ قیام گاہ سے نکل کر بڑے احترام اور محبت سے ملے اور میری قدم بوسی کی۔ میں نے کہا حضرت میں تو آپ کی زیارت کے لیے آیا ہوں؟ فرمانے لگے حضرت میں آپ کا غلام ہوں۔ میں نے پوچھا کس طرح؟ فرمایا میری بیعت حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی علیہ الرحمتہ سے ہے اور اپنے کسی درویش کو کھانا تیار کرنے کے لیے فرمایا۔ میں نے کہا ہماری دعوت مانسہرہ میں ہے۔ فرمانے لگے کچھ بھی ہو کھانا تو کھانا پڑے گا۔ ظہر کا وقت تھا۔ آپ نے مرغ ذبح کروا کر پکوائے اور چاول مرغ کا سالن ایک برتن میں ڈال کر تمام درویشوں نے اکٹھے مل کر کھایا۔

بعدازاں مجھے تنہائی میں ایک حجرہ میں لے گئے۔ بڑے صفائی والے بزرگ تھے۔ ہمارے سفر کے تمام حالات اور واقعات ایک ایک کر کے بیان کرتے رہے۔ گویا کہ آپ ہمارے ساتھ تھے۔ اپنا واقعہ یوں بیان کیا کہ میں یہاں سے راولپنڈی جاتا تھا وہاں سے پیر صاحب گولڑہ شریف مل جایا کرتے تھے۔ اور اکٹھے سیال شریف کی حاضری سے مشرف ہوا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ نے ایک بار فرمایا مولوی! آپ دور کے رہنے والے ہیں۔ لہٰذا نہ آیا کریں۔ اس کے بعد حضرت ثانی لا ثانی خواجہ محمد الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے دور میں دو مرتبہ سیال شریف حاضر ہوا۔

مجھ سے دادا جی خواجہ محمد شعاع الدین اور خواجہ محمد فضل الدین سیالوی کے بارے میں پوچھا۔ میں نے کہا وہ تو وصال کر گئے ہیں۔ اور میں نے ان کی زیارت بھی نہیں کی ہے۔ ادھر اس طرح باخبر کہ ہمارے سفر کے جملہ واقعات ایک ایک کر کے بیان فرماتے اور ادھر اس طرح بے خبر۔

واپسی پر ایک لوئی شال مجھے تحفہ میں دی کہ وظائف کے دوران اپنے اوپر لے لیا کریں۔ میں نے اپنے والد گرامی خواجہ ثالث غریب نواز سیالوی سے عرض کیا کہ حضرت اعلیٰ سیالوی غریب نواز کے مرید تو بہت ہیں۔ جن کی زیارت کی ہے۔ لیکن میں حضرت اعلیٰ غریب نواز کے ایک خلیفہ کی زیارت کر کے آیا ہوں۔ آپ نے بھی زیارت کا شوق ظاہر فرمایا اور تیار بھی ہوتے رہے لیکن نہ جا سکے۔

کشف و کرامات ☆: متصرف بہ تصرفات، مرد حقیقت آگاہ، عارف زمانہ شیخ یگانہ حضرت خواجہ قاضی ولی احمد میروی چشتی نظامی المعروف مولوی صاحب گلی باغ تحصیل مانسہرہ کے بارے میں حضرت قاضی شمش الدین فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب گلی باغ شریف کی خدمت میں میرے استاد محترم مولانا محمد نعمان رحمتہ اللہ علیہ گاہے بہ گاہے تشریف لے جاتے رہتے تھے۔ ایک دن میرے استاد

محترم نے فرمایا شمس الدین آؤ تمہیں بھی حضرت صاحب گلی باغ شریف کی خدمت میں لے چلوں۔

میں اپنے استاد مکرم کے ہمراہ بیڈرہ سے گلی باغ شریف کی جانب چلا جو وہاں سے ۱۵ یا ۲۰ میل ہوگا۔ راستے میں چلتے چلتے میں نے استاد مکرم سے عرض کیا کہ حضرت صاحب باغ گلی شریف والوں کی کرامت تو تب ہے کہ مرغ کا سالن اور پراٹھے ملیں۔ استاد محترم نے فرمایا کہ رات کو تو سالن کے ساتھ روٹی ہوتی ہے۔ اگر پراٹھے ہوں بھی تو صبح ناشتے کے وقت۔

بہر کیف ہم بعد نماز مغرب گلی باغ شریف میں حضرت خواجہ قاضی ولی احمد میروی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں پہنچے تو روٹی آگئی۔ وہی مرغ کا سالن اور پراٹھے اور ساتھ حلوہ بھی۔

یہ دیکھ کر استاد محترم مولانا محمد نعمان علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ لو جی تمہارا مرغ سالن اور پراٹھے تو آ گئے اور حلوہ زائد ہے۔

کرامت نمبر ۲ ☆: شہباز طریقت، ماہتاب شریعت، صاحب کشف و کرامات، حضرت خواجہ قاضی ولی احمد میروی چشتی نظامی المعروف قاضی صاحب گل باغ شریف تحصیل مانسہرہ کے ہاں ہر سال موسم سرما سے قبل پہاڑوں سے گھاس کاٹنے کے لیے بہت سے مرید آتے تھے۔ ایک دفعہ بہت سے مرید اکٹھے ہو کر آئے تا کہ جلدی سے گھاس کاٹ کر فارغ ہو کر واپس اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ لیکن وقت مقررہ سے لیٹ ہو کر آئے۔

آپ نے وجہ دریافت فرمائی تو کہنے لگے حضور آدمی زیادہ اکٹھے کرنے کی وجہ سے دیر ہو گئی ہے۔ بہر حال کٹائی شروع ہوئی تو آپ نے اپنا عصا (نیزہ) زمین میں گاڑ دیا۔ لوگوں نے تمام گھاس کی کٹائی کر لی۔ لیکن وقت وہی تھا۔ جس وقت پر انہوں نے کٹائی شروع کی تھی۔

بعد ازاں جب کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر رخصت ہونے کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا بچو۔ روشنی کا بندوبست کر لو۔ انہوں نے عرض کیا حضور ابھی وقت کافی ہے ہم پہنچ جائیں گے۔ جب لوگ رخصت ہوئے تو آپ نے عصا مبارک زمین سے نکال لیا تو صبح کا وقت تھا اور مرغ اذان دے رہے تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 15 ذی الحج ۱۳۲۵ ہجری بمطابق 10 نومبر 1907ء بروز اتوار دس بجے صبح ہوا۔ مزار پر انوار میرا شریف نزد گلی باغ تحصیل و ضلع مانسہرہ ہزارہ صوبہ سرحد میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے بھتیجے حضرت مولانا غلام محمد سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ آج کل مولانا غلام محمد کے صاحبزادے سجادہ نشین ہیں جو انتہائی درجہ کے با اخلاق اور فاضل اور عالم باعمل اور خوبصورت نیک سیرت شخص ہیں۔ بڑے ہی اچھے انداز میں سلسلہ عالیہ اور دربار شریف کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا خواجہ محمد امین چشتی نظامی چکوڑوی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: آفتاب شریعت، ماہتاب طریقت، شاہباز میدانِ حقیقت و معرفت، غریق دریائے توحید و رسالت حضرت مولانا خواجہ محمد امین چشتی نظامی سیالوی چکوڑوی رحمتہ اللہ علیہ آفتاب آسمان طہارت و پاکیزگی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1270ھجری بمطابق 1853ء کو چکوڑی شریف تحصیل کنجاہ ضلع گجرات میں استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا حافظ نورالدین علیہ الرحمتہ کے علمی و روحانی گھر میں ہوئی۔ آپ کے آباؤ اجداد کا شجرہ نسب امیر المومنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زبدۃ الانبیاء شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رضی اللہ کی معرفت جا کر ملتا ہے۔

آپ کے دادا حضرت مولانا غلام رسول اپنے وقت کے چوٹی کے عالم و فاضل اور حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری نقشبندی علیہ الرحمتہ کے مرید و خلیفہ مجاز تھے۔

اسی طرح آپ کے والد گرامی حضرت علامہ حافظ نورالدین نقشبندی علیہ الرحمتہ حضرت خواجہ غلام محی الدین نقشبندی قصوری دائم الحضوری علیہ الرحمتہ کے مرید و خلیفہ مجاز تھے۔

تعلیم و تربیت☆: آپ نے قرآن مجید کی تعلیم اور حفظ قرآن اپنے والد گرامی سے مکمل کرنے کے بعد اپنے والد گرامی سے ہی سولہ برس کی عمر میں جملہ علوم و فنون مثلاً تفسیر حدیث، فقہ، ادب اور منطق وغیرہ میں فراغت حاصل کی۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ کو علوم باطنیہ کا شوق دامن گیر ہوا۔ عبادت و ریاضت میں تو بچپن سے ہی کمال درجہ کا اشتیاق حاصل تھا۔ دن و رات عبادت و ریاضت میں مشغول رہا کرتے اور اس کے علاوہ فقراء کی صحبت میں بیٹھنا اور ان کی تلاش میں سرگرم رہتے تھے۔ مگر ذہنی و قلبی تشفی پوری نہ ہوتی تھی۔ بالآخر مالک حقیقی نے آپ کو کمال رہبری سے سیال شریف کا رستہ بتلایا۔ تب آپ اپنے والد گرامی علیہ الرحمتہ کو لے کر آستانہ عالیہ سیال شریف پہنچے۔

بیعت و خلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضور پیر سیال لجپال حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور 1920ء میں اپنے شیخ کامل سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

خواجہ سیالوی کی آپ پر نظر عنایت ☆: آپ بذات خود فرماتے ہیں کہ جب میں دوسری مرتبہ سیال شریف اپنے مرشد کامل کی خدمت میں حاضری وزیارت کے لیے گیا اور وہاں سے رخصت لے کر جب والد گرامی کے پاس پہنچا تو میرے والد گرامی نے سیال شریف کے حالات دریافت کیئے۔ تو میں نے والد گرامی کو بتایا کہ حضور خواجہ سیالوی اس ناچیز پر بہت مہربانی کرتے ہیں۔ رہنے کے لیے خاص مکان، اچھا بستر اور عمدہ کھانوں سے ذرہ نوازی فرماتے ہیں۔

یہ سن کر میرے والد گرامی حضرت حافظ نورالدین نقشبندی علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ آئندہ جب تم وہاں جاؤ تو یہ خیال مت لے کر جانا کہ میں ایک بہت بڑے عالم و فاضل باپ کا بیٹا ہوں۔ بلکہ وہاں سے واپسی کے وقت اپنی کیفیت کا موازنہ کرنا تمہیں کیا کیا فیوض و برکات حاصل ہوئے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ والد گرامی کی اس نصیحت کے بعد جب میں سیال شریف گیا تو دیکھا کہ محفل جمی ہوئی ہے اور حضور پیر سیال محفل میں رونق افروز ہیں۔ میں حضرت کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور قدم بوسی کر کے حضور خواجہ سیالوی کے سامنے ہی تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا۔ محفل میں سکوت طاری تھا۔ حضور قبلہ خواجہ سیالوی کی نظر عنایت میری طرف تھی آپ نے جب مجھ پر خصوصی نگاہ فرمائی تو مجھے ایسا لطف و سرور حاصل ہوا اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ نور کی ایک نلکی میرے سینے پر لگی ہوئی ہے۔ جس کے ذریعے سے وہ نور میرے سینے میں اتر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسرار باطنی کے پردے مجھ پر کھلتے گئے اور میری نگاہ تحت الثریٰ سے لے کر حجاب عظمت تک کام کر رہی ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد حضور اعلیٰ پیر سیال مجلس سے اٹھ کر چلے گئے اور میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ اگلے روز میں نے واپسی کی اجازت چاہی تو حضرت بندہ نواز خواجہ سیالوی علیہ الرحمتہ نے کرم نوازی فرماتے ہوئے مجھے خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ اور بیعت کی بھی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی کچھ تبرکات بھی عنایت فرمائے۔

آپ کو شیخ کامل سے عقیدت و محبت ☆: آپ کو اپنے شیخ کامل سے بے پناہ عقیدت و محبت حاصل تھی۔ عقیدت کا یہ عالم کہ سیال شریف کی حدود میں کبھی جوتا نہ پہنتے اور نہ ہی کبھی رفع حاجت کرتے۔ زبان پر ہر وقت اپنے مرشد کا تذکرہ اور آنکھوں میں مرشد کے حسن کا جلوہ لے کر آنکھیں بند کر کے سر جھکائے ان کے تصور میں گم رہتے تھے۔

حضرت ثانی لاثانی سے عقیدت و محبت ☆: آپ اپنے مرشد زادے حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی علیہ الرحمتہ سے بھی قلبی لگاؤ اور بہت زیادہ اُنس رکھتے تھے۔ اسی طرح حضرت ثانی لاثانی بھی آپ پر خصوصی کرم نوازی فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت ثانی لاثانی نے پاکپتن شریف سے واپسی پر چکوڑی شریف میں قدم رنجہ فرمایا تو آپ استقبال کے لیے 22 گھوڑیاں اور دیگر خدام کو ہمراہ لے کر گجرات ریلوے اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔

آپ نے پٹکہ گلے میں ڈال کر بڑی عاجزی سے قدم بوسی کی۔ آپ کے ساتھ کے احباب بھی قدم بوس ہوئے اس کے بعد آپ نے عرض کی حضور چکوڑی کی سرزمین کو قدم چومنے کا شرف بخش کر آپ نے بندہ پروری فرمائی ہے۔

آپ حضرت ثانی لاثانی صاحب کو نہایت شاندار اور باوقار طریقہ سے چکوڑی شریف لائے اور بنگلہ خاص پر ٹھہرایا۔ جب حضرت

ثانی لاثانی نے واپسی کا ارادہ کیا تو آپ نے ایک قیمتی جوڑا بمع پاپوش اور ایک سو روپیہ نذرانہ پیش کیا اور حضرت کے ساتھ ہر ایک خادم کے لیے ایک خلعت اور چار چار روپیہ بطور نذرانہ پیش کیا۔

آپ کی یہ محبت وخلوص واہتمام دیکھ کر حضرت خواجہ سیالوی نے فرمایا اتنی تکلیف وتکلف کی کیا ضرورت ہے؟ مگر آپ کے بے حد اصرار پر خواجہ سیالوی نے آپ کا تحفہ قبول فرمالیا۔ حضرت خواجہ شمس العارفین کی آپ پر خصوصی توجہ ونظر عنایت دیکھ کر ایک مرتبہ ایک درویش نے حضرت خواجہ سیالوی سے عرض کی حضور مولانا محمد امین پر آپ خصوصی توجہ کیوں فرماتے ہیں۔

اس کی بات سن کر حضور پیر سیال لجپال خواجہ شمس العارفین نے فرمایا۔ ''برتن میں دودھ صاف تھا میں نے دہی بنادیا'' یعنی استعداد بدرجہ اتم موجود تھی۔

درس وتدریس☆: پیر ومرشد سے خرقہ خلافت کے حصول کے بعد آپ نے اپنے والد گرامی کے قائم کردہ مدرسہ میں اپنے والد گرامی کا ہاتھ بٹانے کی غرض سے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور اس شعبہ پر مکمل توجہ دے کر لاتعداد افراد اور دین کے طلباء کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔ فقراء اور درویشوں کو دووقتی طعام ما حضر آپ کے لنگر خانے سے ملتا۔ اسی طرح طلباء کے لنگر اور دیگر ضروریات زندگی کا آپ خصوصی خیال بذات خود فرماتے تھے۔

ممتاز عالم دین مولانا محمد چراغ چکوڑوی نے آپ ہی سے علوم متداولہ کی تحصیل کی تھی۔ اور آپ کے ممتاز شاگردوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

سیرت وکردار☆: آپ شریعت کے احکام پر سختی سے عمل پیرا اور نہایت ہی متقی وپرہیزگار اور پارسا شخصیت کے مالک ہیں۔ طہارت وپاکیزگی میں کمال درجہ کی احتیاط ملحوظ خاطر تھی۔ تجرید وتفرید میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔

جن دنوں حضرت ثانی لاثانی سیالوی آنکھوں کے علاج کے لیے لاہور تشریف لائے تو آپ بھی مزاج پرسی کے لیے حاضر ہوئے اور شاہی مسجد میں قیام فرمایا۔ طبیعت میں نفاست اوقات میں انضباط اور عبادت وریاضت میں سرگرم عمل تھے۔ شاہی مسجد میں چلتے پھرتے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کوئی آزاد ہرن محو خرام ہے۔

تہجد کے وقت آپ کے درویش پانی لاتے جاتے اور آپ وضو کرتے جاتے اور ساتھ ساتھ فرماتے کہ دعا کرو یہ اسراف کی عادت مجھ سے جاتی رہے۔ چونکہ وضو میں پانی کا استعمال زیادہ فرماتے تھے۔ لیکن کمال یہ حاصل تھا کہ تہجد کے وضو سے اکثر عشاء کی نماز ادا فرماتے تھے۔

آپ کا معمول تھا کہ صبح تین بجے اٹھ کر وضو فرماتے بعد ازاں نماز تہجد ادا کر کے اوراد ووظائف میں مشغول ہو جاتے۔ فجر کی نماز کی امامت خود کراتے نماز کے بعد وظیفہ مکمل کر کے اشراق اور پھر دن بارہ بجے تک وظائف پورے کرتے۔ اور اس دوران مخلوق خدا کی دادرسی دم درود کا سلسلہ بھی جاری رکھتے۔ دوپہر کو سوکھی روٹی سے کچھ تناول فرما کر تھوڑی دیر قیلولہ فرماتے بعد ازاں نماز ظہر خود پڑھاتے۔ اس کے بعد اپنی باغ والی مسجد میں تشریف لا کر نماز عصر پڑھا کر گھر تشریف لاتے اور مغرب کی نماز میں اس قدر پرسوز انداز سے قرأت

فرماتے کہ سامعین مسحور ہو جاتے۔ بڑے بڑے بزرگوں کا بیان ہے کہ ہم نے بڑے بڑے جلیل القدر فضلائے زمانہ کی اقتداء میں نماز کی مگر جو لطف آپ کی اقتدا میں آیا وہ بیان سے باہر ہے۔ نماز مغرب کے بعد پھر وظیفہ میں مصروف ہو جاتے اور اس کے بعد نماز عشاء کر کے رات بارہ بجے تک وظیفہ اور ذکر اللہ میں مصروف رہتے تھے۔

آپ کا مسلک خلق خدا کی خدمت تھا۔ کسی پر غصہ یا تشدد نہ کرتے تھے۔ بلا امتیاز مذہب وملت مخلوق خدا کی خدمت کو روا جانتے تھے۔ آپ نے مساوات، فراخ، حوصلگی، یگانگت انسانی ہمدردی اور پر خلوص محبت کی تعلیم دی۔ آپ کا پیغام پیغام محبت تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے دروازے پر ہر مذہب حتیٰ کہ ہندو، سکھ، عیسائی اور مسلمان سب آتے اور فیض و برکت حاصل کرتے۔ ہمہ وقت آپ کی خانقاہ معلیٰ پر مخلوق خدا کا تانتا باندھا رہتا۔ نماز جمعہ کا خطبہ ہو یا عیدین کی نماز آپ کے ہاں فرزندان اسلام کا اتنا بڑا اجتماع ہوتا کہ پورے علاقے میں اس کی مثال ممکن نہ تھی۔

آپ کے والد گرامی کے عرس کے موقع پر زائرین وعقیدتمندان کا بے پناہ ہجوم ہوتا تھا۔ دور دور سے نعت خوان، علمائے کرام قوال حضرات حاضری دیتے تھے۔

اسی طرح آپ نے اپنے والد کے قائم کردہ مدرسہ کو از سر نو تعمیر کرایا کمرے بنوائے، زائرین کی سہولت کے لیے مکانات تعمیر کرائے، کنواں کھدوایا، اس کے ساتھ خوبصورت باغ لگوایا۔ گاؤں کی مسجد کے ساتھ دو منزلہ مکان تعمیر کرایا۔ جس میں اپنا کتب خانہ محفوظ کیا۔ اور خود بھی رات کو وہیں قیام فرماتے۔ لنگر شریف کے لیے علیحدہ حویلی تعمیر کرائی۔

آپ کی نگاہ میں وہ جادوئی اثر تھا کہ ایک مرتبہ محبت سے جسے دیکھ لیا وہ زندگی بھر کے لیے گرویدہ ہو کے رہ گیا۔ آپ بذات اتنے حسین وجمیل تھے کہ چہرہ مبارک پر نورانیت کا جلوہ نظر آتا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ آپ کے جسم کے اعضاء نازک اور موزوں، پیشانی کشادہ، ہونٹ کافوری اور دانت مانند موتی تھے۔

حضرت خواجہ گولڑوی کا آپ سے تعلق ☆: آپ کے اور حضرت تاجدارِ گولڑہ خواجہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمتہ کے درمیان حد درجہ کی الفت ومحبت تھی اور اکثر چکوڑی شریف تشریف لایا کرتے اور کئی کئی دن قیام فرماتے تھے۔

علامہ مشتاق احمد فاروقی کے حوالے سے حاجی مرید احمد چشتی اپنی کتاب الفور القال فی خلفائے پیر سیال میں رقم طراز ہیں کہ جب حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمتہ پیر سیال لجپال خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے خواجہ سیالوی نے اوراد و وظائف تلقین فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا۔

مہر علی:۔ اگر تمہیں کسی معاملہ میں دقت پیش آئے یا اوراد و وظائف میں کسی کی رہنمائی کی ضرورت ہو تو یہاں آنے کی بجائے چکوڑی شریف چلے جایا کرو۔ اور مولوی محمد امین سے پوچھ لیا کرو۔ سیال شریف کی نسبت چکوڑی آپ کو نزدیک پڑتا ہے۔

پھر خواجہ گولڑوی نے اپنی ریاضت ومجاہدہ کا ابتدائی دور چکوڑی شریف میں گزارا۔ اور آپ کی رہنمائی میں سلوک کی منازل طے کیں اس کے علاوہ بھی خواجہ گولڑوی اکثر و بیشتر چکوڑی شریف تشریف لایا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ کے ساتھ خط وکتابت

فرمایا کرتے تھے۔

حضرت خواجہ گولڑوی کے ہاتھ سے لکھے ہوئے خطوط آج بھی چکوڑی شریف کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔اس کے علاوہ خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن والوں سے بھی آپ کے خصوصی مراسم تھے۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: آپ کے چند معروف خلفاء کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

حضرت خواجہ مولانا فیض رسول فاروقی چشتی نظامی موتیاں شریف، حضرت مولانا محمد صدیق المعروف میاں کا کو موتیاں شریف، حضرت قاضی سید ممتاز احمد لدھیانوی بھارت، حضرت عبدالمجید شاہ دلانوالہ ضلع گجرات، حضرت سید محمد رسول شاہ حاجی چک ضلع گجرات، حضرت سید مقبول شاہ حاجی چک ضلع گجرات، حضرت صوفی رکن الدین لاہور، حضرت حافظ رکن الدین پنجن کسانہ ضلع گجرات، میاں محمد نور خادم خاص، شیخ محمد اکبر اور حضرت مولانا حافظ عبدالحق ملوانوی ساکن ملوالہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات کے نام نامی اسم گرامی شامل ہیں۔آپ کے تمام خلفاء چوٹی کے عالم وفاضل اور شریعت مطہرہ کے پابند اور صاحب کشف وکرامات بزرگ ہوئے ہیں۔

شادی واولاد☆: آپ نے دو نکاح کیئے۔صرف ایک صاحبزادی خدا نے عطا کی۔جس کی شادی آپ نے اپنے رشتہ دار اور مرید وخلیفہ حضرت مولانا فیض رسول فاروقی قریشی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ سے کی تھی۔آپ کے یہی داماد آپ کے بعد آپ کی مسند ارشاد کے وارث اور سجادہ نشین قرار ہوئے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال بارہ ذیعقد ۱۳۲۵ ہجری بمطابق 17 دسمبر 1907ء بروز منگل ہوا۔مزار پرانوار چکوڑی شریف تحصیل وضلع گجرات میں مرجع خاص وعام ہے۔جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے مزار پر درج ذیل قطعہ تاریخ وصال درج ہے:

چوں مہر طریقت بحکم خدا یکایك زواج چکوڑی نهفت
پئے سال تاریخ ھاتف زغیب محمد امین زینت الخلد گفت
(1325ھ)

آج کل آپ کے دربار کے موجودہ سجادہ نشین صاحبزادہ محمد یوسف فاروقی چشتی نظامی مدظلہ العالی ہیں جو اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دربار شریف اور سلسلہ عالیہ کی خدمت میں مصروف ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سید غلام حیدر علی شاہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: بلبل چمنستان رسالت ماحی بدعت، حامی سنت، عالم معقول ومنقول حاوی فروع واصول، رہنمائے شریعت پیشوائے طریقت، امام العرفاء حضرت خواجہ پیر سید غلام حیدر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۳ صفر المظفر ۱۲۵۴ ہجر ۱۲۶ اپریل ۱۸۳۸ء میں حضرت پیر سید جمعہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے گھر جلالپور شریف تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم میں ہوئی۔

آپ کی ولادت سے قبل جلالپور میں خشک سالی اور قحط کا دور تھا ایک عرصہ گزر گیا تھا کہ آسمان سے ابر کرم برسا نہ تھا جس کی وجہ سے کھیتیاں خشک دریاؤں پر سیراب کا دھوکا درخت عریاں درودیوار پر بے رونقی چھائی ہوئی تھی۔

مگر آپ کے تشریف لاتے ہی قحط سالی بالکل دور ہوگئی بے رونقی کافور ہوگئی، ابر آسمان پر گھر آیا، بادلوں نے رحمت وراحت کا مینہ برسایا کھیتیاں ہری ہوگئیں۔ درختوں کو لباس سبز ملا۔ دریا موجیں مارنے لگا۔ گویا کہ نئے سرے سے بہار آئی۔ لوگوں میں امن قائم ہوا اور راحت سے زندگی گزارنے لگی۔

سلسلہ وشجرہ نسب ☆: آپ حسینی سید ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب دسویں پشت میں حضرت سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا ہے شجرہ نسب اس طرح ہے کہ سید غلام حیدر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بن سید جمعہ شاہ بن سید کاظم شاہ بن سید یحیٰ شاہ بن سید قائم دین شاہ بن سید لکھی شاہ بن سید گلاب شاہ بن سید رسول شاہ بن سید علم دین شاہ بن سید کمال دین شاہ بن سید مخدوم جہانیاں بن سید احمد کبیر بن سید جلال الدین شاہ سرخ بخاری بن سید احمد دین شاہ بن سید محمد دین بن سید فضل دین شاہ بن سید نور الدین شاہ بن سید جلال شاہ بن سید علی شاہ بن سید عفر بن سید محمد بن سید احمد بن سید جعفر بن ثانی بن سید حضرت امام حسن عسکری بن امام تقی بن حضرت امام نقی بن حضرت امام علی موسیٰ رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن حضرت امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن حضرت سید الشہداء امام عالی مقام امام حسین علیہم السلام بن امام المشارق والمغارب حضرت علی ابن طالب کرم اللہ وجہہ الکریم۔

تعلیم وتربیت ☆: جب آپ نے ہوش سنبھالا تو قرآن کریم کی تعلیم کے لئے آپ کو میاں خان محمد اعظم پوری کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے آپ کو قرآن پاک پڑھانا شروع کیا ابھی سلسلہ تعلیم جاری تھا کہ میاں خان محمد اعظم پوری وہاں سے کہیں اور چلے گئے

بعد میں قرآن پاک کی تکمیل آپ کے چچا جناب سید امام علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کرائی۔

اس کے بعد آپ نے اردو، فارسی اور عربی کی ابتدائی کتب میاں عبداللہ چکروی سے شروع کیں ابتدائی کتابوں کی تکمیل کے بعد آپ جلالپور سے پانچ کوس یعنی آج کل کے دور کے ساڑھے سات کلومیٹر دور موضع پنن وال میں تشریف لے گئے اور قاضی محمد کامل سے اکتساب فیض کرنے لگے ابھی تعلیم میں مصروف تھے کہ ایک دن قاضی محمد کامل کے پاس اس کے علاقہ کے بہترین عالم فاضل جن کی پورے علاقے میں علم وفضل کے اعتبار سے شہرت تھی اور وہ ظاہری اور باطنی علوم سے بھی مرجع تھے جناب مفتی غلام محی الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ لے آئے اور جب ان کی نظر آپ پر پڑی تو انہوں نے میاں محمد کامل سے پوچھا کہ یہ صاحبزادے کون ہیں انہوں نے جب آپ کا نام ونسب اور جگہ کا بتایا تو وہ کہنے لگے آج کے بعد جب تک میں اس علاقہ میں موجود ہوں اس صاحبزادے کو میں بذا خود پڑھاؤں گا۔

چنانچہ انہوں نے پوری توجہ اور محنت سے آپ کو پڑھانا شروع کر دیا آپ نے ان سے کنز الدقائق تک پڑھا اور اس سے زیادہ آپ نے نہیں پڑھا مگر بلند صلاحیتوں اور اہل علم مجلسوں اور باطنی تعلق کی بنا پر وہ عالمانہ مقام حاصل کر لیا کہ جس سے بڑے بڑے عالم بھی محروم رہے آپ نے حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ سے مرقع اور کشکول کا درس لیا۔

شادی ☆: جب آپ کی عمر شریف ۱۴ برس کی ہوئی والدین کے پرزور اصرار پر آپ کی شادی آپ کے ماموں کی بیٹی سے کر دی گئی۔

والد گرامی کی وصال باکمال کے وقت نصیحت ☆: جب آپ کی عمر شریف ۱۷ برس کی ہوئی تو آپ کے والد گرامی نے وصال سے قبل آپ کو بطور نصیحت چند باتیں بطور وصیت فرمائیں۔

☆ کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ جانے دینا۔ ☆ بزرگوں کا ادب ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنا اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت ومحبت سے پیش آنا۔ ☆ اقربا کے ساتھ صلہ رحمی کا زریں اصول یاد رکھنا۔ ☆ اور خاص وصیت یہ ہے کہ فیض باطنی حاصل کرنے کے لئے سید میراں شاکر شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ پر روزانہ حاضری دیتے رہنا۔ یہ بڑے کام کی بات ہے اگر اس پر عمل کرو گے تو فیوض ظاہری وباطنی سے ہمیشہ سرفراز و مالا مال رہو گے۔

چنانچہ یہ چند نصیحتیں فرمانے کے بعد آپ کی والد گرامی جناب حضرت سید جمعہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی روح مبارک پرواز کر گئی اور وہ عمر بھر کے لئے آپ کو داغ مفارقت دے گئے۔

حضرت سید میراں شاکر شاہ کا باطنی اشارہ ☆: آپ اپنے والد گرامی کی وصیت کے مطابق حضرت سید میراں شاکر شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہو کر اپنی ریاضت ومجاہدات میں ایک عرصہ تک مصروف رہے اور آپ کو تزکیہ نفس حاصل ہو چکا تھا اب ضرورت محسوس ہوئی کہ کوئی رہبر کامل ہو جو سلوک کی منزلیں کرائے۔

چنانچہ ایک رات عبادت وریاضت مجاہدہ میں مصروف تھے کہ باطنی طور پر آپ کو اشارہ ہوا کہ آپ حضرت پیر سید غلام علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے ملیں۔ اشارہ باطنی پاتے ہی فوراً گھر پہنچے اور تمام ماجرا والدہ ماجدہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ بے شک

حضرت سید غلام علی شاہ اپنے وقت کے ولی کامل ہیں۔ آپ ان سے ضرور ملیں اور بیعت کی درخواست بھی کریں۔

چنانچہ آپ والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر ایک خادم خاص کو ہمراہ لے کر جلالپور شریف سے ۱۰ کلو میٹر دور ہرنپور حضرت سید غلام علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے بعد از ملاقات اپنے آنے کا مدعا بیان کیا۔ آپ کی بات سن کر حضرت پیر سید غلام علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شاہ صاحب مجھے بیعت کرنے میں کوئی عذر نہیں لیکن اصل معاملہ یہ ہے کہ آپ کا حصہ میرے پاس نہیں بلکہ سیال شریف میں خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ہے لہٰذا آپ ایک رات میرے پاس قیام فرمائیں اور میں کل بذات خود آپ کے ہمراہ سیال شریف جا کر آپ کو بیعت کرا دوں گا۔ حضرت پیر سید غلام علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا مشورہ سن کر آپ نے اپنے خادم خاص کو فرمایا کہ تم گھر چلے جاؤ اور والدہ ماجدہ کو بتا دینا کہ ہم سیال شریف سے دس بارہ روز کے بعد واپس آ جائیں گے۔

بیعت و خلافت☆: آپ اگلے روز حضرت سید غلام علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی معیت میں ہرنپور سے جانب سیال شریف روانہ ہوئے اور سیال شریف پہنچ کر حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے جب خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور مصافحہ کے بعد آپ کی خیریت دریافت کی تو حضرت سید غلام علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کا تعارف کرایا اور خواجہ صاحب کی بارگاہ میں آپ کی بیعت کی درخواست کی جو حضرت خواجہ شمس العارفین نے قبول کرتے ہوئے آپ کو بیعت سے مشرف کیا۔

اس کے بعد آپ تین دن تک سیال شریف میں رہے اور خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ سے اجازت لے کر واپس وطن مالوف پہنچے۔ لیکن ابھی ایک دن بھی جلالپور شریف میں قیام نہ کیا تھا کہ آپ دوبارہ جانب سیال شریف روانہ ہو کر مرشد کامل کی بارگاہ میں پہنچ کر قدم بوس ہوئے اور پھر تین دن قیام کے بعد واپس جلالپور شریف آئے حتیٰ کہ آپ نے چھٹی مرتبہ مرشد کامل کی بارگاہ میں جب حاضری دی تو خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کو خلوت خانے میں لے گئے اور کافی عرصہ تک مرشد و مرید دونوں خلوت میں رہے اور جب سلوک کی منزلیں طے کرا دیں تو حضرت خواجہ شمس العارفین نے آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا اور صاحب ارشاد فرما دیا۔

آپ ۷ رجب المرجب شریف ۱۲۷۱ ہجری ۲۶ مارچ ۱۸۵ میں حضرت خواجہ شمس العارفین خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے تھے۔

سیرت و کردار☆: آپ منکسر المزاج اور بلند اخلاق کے مالک تھے آپ کی طبیعت میں خود پسندی نام کو بھی نہ تھی نہایت نرم دل اور سراپا شفقت و عنایت تھے غربا کی دلجوئی آپ کا وصف خاص تھا اعمال میں نہایت محتاط اور پابند شریعت و طریقت تھے مہمان نواز حد درجہ کے تھے آنے والا سائل کبھی خالی نہیں لوٹایا۔ عبادت و ریاضت مجاہدات میں بے مثل و بے مثال تھے گفتگو اس قدر نرم کے سننے والا بات کو سن کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا اپنے تمام عمر خلاف شریعت و طریقت کوئی کام نہیں کیا۔ مرشد کامل کے دست مبارک پر بیعت کے بعد آپ کا یہ معمول تھا کہ ہر ماہ میں دو یا تین مرتبہ مرشد کی بارگاہ میں ضرور حاضری دیتے مرشد کامل سے تعلق کے بعد تمام عمر کسی دنیاوی کام سے کبھی بھی سفر پر نہیں گئے آپ نے جو بھی سفر کیا وہ سفر سیال شریف ہی کا ہوتا اس کے علاوہ کہیں بھی جانا پسند نہ فرماتے تھے۔ آپ حد

درجہ کے خوبصورت تھے دراز قد وقامت، دلکش آنکھیں، شانوں پر زلفیں، کلاہ چہارتر کی سر پر، موسم سرما میں بانات کا کوٹ، گرمیوں میں مل مل کا کرتہ، پاؤں میں جھملی طرز کا سادہ جوتا پہنے ہوئے حسن مجسم معلوم ہوتے تھے۔

خودنمائی اور شہرت پسندی سے اعراض ☆: آپ میں خود غرضی اور خود پسندی کا مادہ بالکل نہ تھا اور نہ ہی کبھی اپنے سید ہونے پر فخر تھا۔ ایک مرتبہ ایک سید زادہ جو اوچ شریف کا رہنے والا اور حضرت مخدوم سید جلال الدین شاہ سرخ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد سے تھا وہ نہایت ہی شان وشوکت کے ساتھ بڑے طمطراق کے ساتھ اپنے گھر سے نکلا۔ وہ جس جگہ اور جس گاؤں اور جس دربار پر جاتا لوگ اس سے مرعوب ہو جاتے اگر کوئی سید زادہ اس کی خاطر تواضع اچھی طرح کرتا اور کچھ نقد رقم بطور نذرانہ دیتا تو وہ انہیں تمغہ سیادت دے دیتا اگر خدمت اور نذرانہ صحیح نہ ہوتا تو وہ کہہ دیتا کہ یہ سید ہی نہیں ہے۔

دیہات کے غریب سادات اس سے بہت خوف زدہ تھے اس وجہ سے ہر جگہ اس کی خوب خدمت اور آؤ بھگت ہوتی رہی اسی زعم میں وہ جلالپور شریف پہنچا تو عرس مبارک شروع تھا آپ کو جب اطلاع ہوئی کہ اوچ شریف سے سید زادے آئے ہیں آپ نے دیوان خانہ کی حویلی خالی کروا کران کو رہنے کے لئے جگہ دی اور دو دیگیں سالن اور روٹیاں بھجوا دیں۔ مخدوم زادے نے جب یہ دیکھا تو آپ کے خدام سے کہلوا بھیجا کہ میں اس طرح عام لوگوں والا کھانا نہیں کھاؤں گا میرے لئے کھانے کا الگ انتظام ہونا چاہئے۔

چنانچہ جب آپ کو اطلاع ہوئی تو آپ تشریف لائے اور ان مخدوم زادے سے فرمایا کہ جناب عرس پاک شروع ہے اسی مناسبت سے آپ کو لنگر سے حصہ بھیجا گیا ہے تا کہ آپ لوگ بھی لنگر میں شریک ہو جائیں ورنہ الگ کھانا لگانے میں کوئی امر مانع نہ ہے مگر چونکہ مخدوم زادے کے سر میں تو ہوا ہی اور سوار تھی اس نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا اور خدام سے کہلا بھیجا کہ آپ اپنا شجرہ نسب میرے حوالے کریں تا کہ آپ کا سید النسب ہونا پرکھا جائے۔

آپ نے فرمایا کہ یہ وقت فرصت کا نہیں ہے ہمیں فاتحہ وغیرہ کا انتظام انصرام کرنا ہے ایسے کام تو بے کار وقت میں ہوتے ہیں۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ ہمیں اپنا شجرہ نسب کسی کو دیکھانے اور پرکھانے کی ضرورت تو اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ ہمیں اپنی شرافت اور سیادت پر ناز کرنا مقصود ہو۔ اور جب یہ بات ہی نہیں تو پھر فضول وقت ضائع کرنے کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں نہ ہمیں اس سے کچھ مطلب ہے نہ ہمیں آپ سے کوئی غرض اور نہ آپ کو ہم سے کوئی غرض لہٰذا ایسی صورت میں نسب نامہ کا جائزہ لینا کیا معنی رکھتا ہے۔

مخدوم زادے نے جب یہ باتیں سنیں تو کہنے لگا کہ بے شک یہ شخص سادات سے نہیں ہے بلکہ سیال والوں کی قوم سے ہے یعنی خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ چونکہ سید نہ تھے بلکہ کھوکھر زمیندار تھے اس نے اپنے خیال سے آپ کے بارے میں کچھ برا بھلا کہا۔

آپ نے سن کر فرمایا کہ شکر الحمد للہ اس نے وہ بات کہی جس پر فخر کرنا مجھے دونوں جہاں کی شہرت وعظمت سے افزوں تر ہے۔ اگر میں اس سلسلہ سے الگ ہو کر اپنے شیخ کے سلسلہ میں منسلک ہو جاؤں اور خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے خاندان میں میرا شمار ہو جائے اور وہ خاندان سلیمانی یعنی پیر پٹھان کی اولاد میں ہو جائیں تو میرے لئے بڑی سعادت اور باعث فخر ہو آپ نے فرمایا کہ ہمارے لئے تو یہ بات ہی بڑی باعث فخر ہے کہ ہم امت محمد الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور تیرے لئے صرف سیادت مایہ ناز ہے لـکـم

دینکم ولی دین آپ نے فرمایا کہ ہمارا اس میں کوئی حرج نہیں اگر تیری خوشی اسی میں ہے تو یوں ہی سہی۔ آپ کی یہ باتیں سن کر اس مخدوم زادے کی ہوا بگڑ گئی اور ساری ظاہری شان و شوکت دھری کی دھری رہ گئی پھر اس کو کسی نے پوچھا تک نہیں۔

آپ کی بات کی تائید میں خواجہ اللہ بخش کا فرمان ☆: اس واقعہ کا علم جب حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین تونسہ شریف کے سامنے کسی نے کیا تو خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ آپ کی یہ بات سن کر وجد میں آ گئے اور فرمانے لگے کہ ہم پیر سیال کے خاندان سے ہیں وہ ہمارے پیر پٹھان کے خاندان سے ہیں اور اس کے بعد حضرت خواجہ اللہ بخش رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کی بہت تعریف کی اور فرمایا کہ بے شک اہل اللہ اور فدایان شیخ کی یہی شان ہوتی ہے۔

زاہد و تقویٰ ☆: آپ انتہائی درجہ کے متقی اور پرہیز گار تھے ہر معاملے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ آپ تمام رات جاگ کر گزارتے اور آپ کے وضو کے لئے دو گھڑے پانی آبادی سے باہر دور ایک کنواں تھا وہاں سے پانی منگوایا جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ قریب والی مسجد کے کنویں کا پانی کسی قدر آلائش والا تھا۔ آپ کے بڑے صاحبزادے سید بدیع الزمان شاہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنی دادی صاحبہ سے سنا ہے کہ آپ پوری پوری رات جاگ کر گزارتے تھے اگر کبھی دوران عبادت سو بھی جاتے تو آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو جگا دیا کرتی تھیں اس لئے کہ آپ کی والدہ ماجدہ اس بات سے بخوبی واقف تھیں کہ ایک دن یہ آفتاب ولایت بن کر دنیا میں چمکیں گے۔

مولوی کرم الٰہی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم سیال شریف کے سفر پر آپ کے ساتھ جا رہے تھے کہ راستے میں ہرپنور سے ایک شخص نور محمد نامی بھی ہمارے ساتھ حضور پیر سیال لجپال کے دست اقدس پر بیعت کی غرض سے ہمراہ ہوا۔ اس نے راستے کے لئے اپنے ساتھ آٹا باندھا ہوا تھا جب ہمارا قافلہ راستے میں رکا تو وہاں ایک کتا آیا اور آٹے میں منہ مار کر کچھ آٹا کھا گیا اور کچھ آٹا باہر کی طرف بکھیر گیا اس شخص نے ہم میں سے کسی کو معلوم نہ ہونے دیا اور دوبارہ گٹھڑی باندھ کر سر پر رکھی اور چلتا ہوا۔ ایک جگہ پر حضرت خواجہ جلالپوری سے کہنے لگا کہ حضور آج ہمارے آٹے کی روٹیاں کھائیں گے آپ نے فرمایا تم اپنا آٹا سنبھال کر رکھو نہ جانے واپسی پر تمہارا ہمارے ساتھ تعلق بنے نہ بنے یہ آٹا تمہارے کام آئے گا مگر وہ بضد رہا اور اصرار کرنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ بھائی اصل بات یہ ہے کہ نجس چیز سے ہمیں نفرت ہے اور جب کوئی ایسی چیز ہمارے گلے سے نیچے اترتی ہے تو ہمیں فوراً قے ہو جاتی ہے اور جب تک وہ معدے سے خارج نہ ہو جائے ہمیں چین نہیں آتا۔

مکاشفات ☆: آپ کی ذات بابرکات **اتقو بفراست المومن فانه ینظر بنور الله** کے مصداق تھا اور اس کی عملی تفسیر تھے آنے والے حالات و واقعات کی آپ پہلے سے خبر دے دیا کرتے تھے ۱۹۰۷ء میں جب بنگال اور پنجاب کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا اور ہر طرف بلوے ہو رہے تھے تو آپ نے بہت افسوس کے ساتھ ان واقعات پر اظہار خیال فرمایا تھا اور مفسدین کے خلاف جو خبر آپ نے دی تھی الحمد للہ مفسدین پنجاب کا وہی حشر ہوا۔ اسی طرح آپ نے بارہا ترکی، ایران، مصر، سراکو اور افغانستان وغیرہ کے متعلق اسلامی لیڈروں کی طرح کئی بار تذکرہ فرمایا۔

چنانچہ جب گورنمنٹ عالیہ کی طرف سے رہبر کابل امیر حبیب اللہ کے پاس ایک زبردست سفارت نہ کی گئی تو اس وقت ہر شخص یہ کہتا تھا کہ اگر گورنمنٹ کے مطالبات منظور کر لئے گئے تو افغانستان کی آزادی کا خاتمہ ہو جائے گا اور نہ منظور ہوئے تو ایک جنگ عظیم برپا ہو جائے گی جب آپ سے اس بات کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ افغانستان کی عزت کو بچائے حاضرین نے اسی وقت سمجھ لیا تھا کہ سفارت ناکام ہو گئی ہے کامیاب نہ ہو گی چنانچہ ویسا ہی ہو کے رہا۔

دولت خان درویش جو آپ کو وضو کرانے کی ڈیوٹی پر مامور تھا وہ کہتے ہیں آپ تمام رات جاگتے تھے آپ کے ساتھ میں بھی جاگتا رہتا کہ نہ جانے کس وقت حضور کو وضو کی حاجت پیش آ جائے ایک رات عبادت و ریاضت کے بعد آپ نے کچھ آرام کیا اور رات کے پچھلے پہر جاگے خادم نے حسب معمول آپ کو وضو کرا دیا مگر خدا جانے آپ کے دل میں کیا خیال گزرا اور فرمانے لگے دولت خان عاجزی وانکساری خدا کی بارگاہ میں بہت مقبول ہے اور غرور و تکبر انسان کی جڑ کو اکھاڑ کر رکھ دیتا ہے جو کچھ بھی خدا پاک کی بارگاہ سے ملتا ہے وہ عاجزی سے ملتا ہے آپ بار بار اسی طرح فرماتے رہے اور میں بات کو نہ سمجھ سکا آپ اس بات کو بار بار دہراتے ہوئے اپنے محل کے صحن میں ٹہلتے ہوئے جا رہے تھے کہ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ

بہائے خویش کہ میدانم نمے جو نمی ارزد
اگر مولا اکرم سازد بہایم بے بہا باشد

پھر آپ نے مجھے بلایا اور مجھے اس شعر کا مطلب سمجھایا کہ انسان کو اپنی اصلیت نہیں بھولنی چاہئے تا کہ خدا پاک کی حقیقت اسے معلوم ہو سکے۔ میں ہاتھ باندھے نظریں جھکائے کھڑا ہوا تھا اور آپ ٹہلتے جا رہے تھے اور بار بار یہی شعر پڑھ رہے تھے پھر آپ نے فرمایا دولت خان خدا پاک کا فضل ہر حال میں شامل حال ہوتا ہے ورنہ عبادتیں کیا کر سکتی ہیں اور پھر یہ شعر پڑھا۔

عبادت کے بھروسے پر عبث ہے عمر کا کھونا
بجز فضل خدا ممکن نہیں ہے اولیاء ہونا

دولت خان درویش فرماتے ہیں کہ میں حیران تھا کہ آج بار بار مجھ پر نظر توجہ کی جا رہی ہے آخر کیا وجہ ہے اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ آج میں نے ایک شخص کا بڑے غرور و تکبر سے مقابلہ کیا۔ جس کا حال آپ پر منکشف ہو چکا ہے اور آپ از راہ ہمدردی اپنا درویش سمجھتے ہوئے تلقین فرما رہے ہیں۔

اخلاقِ کریمانہ☆: آپ کی ذات والاصفات **انك لعلی خلق عظیم** کی مکمل تفسیر تھی آپ کے خلق سے ہندو، مسلمان، مرید اور غیر مرید، بچے، جوان، بوڑھے عورتیں سبھی متاثر رہتے تھے عام طور پر مشہور ہے کہ آپ کسی شخص پر ناراض نہیں ہوتے تھے اگر کسی شخص کی بات پر غصہ آ بھی جاتا تو فرماتے کہ کم بختا تم نے یہ کیا کیا۔ اور یہ کہنے کے بعد بھی اس شخص کو آزردہ نہ ہونے دیتے تھے اور جس طرح بھی ہو سکتا اسے خوشی خوشی واپس لوٹا دیتے۔ آپ نے تمام عمر کسی کے لئے بددعا نہیں فرمائی۔

مرزا خان جو کہ آپ کا قدیمی مخالف تھا جب اس کی مخالفت حد سے بڑھ گئی تو خدام نے عرض کیا حضور اب بات حد سے بڑھ گئی

ہے اس کا کچھ بندوبست ہونا چاہئے آپ نے فرمایا کہ اس کے لئے دعا کرو کہ خداوند کریم اس پر رحم کرے اور اسے کسی اچھے کام میں لگا دے تا کہ اسے ہماری مخالفت کرنے کی فرصت ہی نہ رہے۔

چنانچہ کچھ عرصے کے بعد مرزا خان کو نہر پر مربعے مل گئے اور وہ اپنی زمین کو آباد کرنے میں ایسا مصروف ہوا اسے دوبارہ شرارت کا خیال ہی نہ آیا۔

اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی کے کسی حامی نے آپ کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ جتنے مشائخ اس زمانے میں ہیں سب دوکاندار ہیں آپ نے بڑی خندہ پیشانی سے متبسم ہو کر فرمایا کہ مرزا صاحب سچ کہتے ہیں حقیقت میں جتنے مشائخ ہیں سب دوکاندار ہی ہیں مگر دوکان پر جب تک سودا نہ ہو لوگ خریداری کرنے کے لئے کب آتے ہیں۔

مرشد کی بارگاہ سے انعام واکرام ☆: یہ امر مسلم ہے کہ جو شخص جس چیز کو پسند کرتا ہے اکثر اسی کا ذکر کرتا ہے۔ اس لئے کہ "ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے کے مطابق اور اسی طرح **من احب شیأ فاکثر ذکرہ** کے مطابق آپ کو اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ شمش الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ سے ایسی قلبی اور معنوی محبت تھی کہ اس کی مثال ممکن نہیں۔ بلکہ جس قدر آپ کو اپنے مرشد کامل سے محبت تھی اسی طرح مرشد کامل کو بھی آپ سے اسی طرح محبت تھی۔

حافظ سراج الدین مظفر گڑھی ماہ صفر کے عرس میں شرکت کے لئے سیال شریف حاضر ہوئے تو حضور خواجہ سیالوی رحمتہ اللہ علیہ اپنے محل میں اپنے بہت سے خدام کے ہمراہ مجلس میں تشریف فرما تھے نماز عصر سے کچھ تھوڑا پہلے حضرت خواجہ شمش العارفین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ حضرت حیدر شاہ جلالپوری رحمتہ اللہ علیہ تشریف لا رہے ہیں اہل محفل حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے مگر آپ نظر نہ آئے تو بیٹھ گئے ابھی اس واقعہ کو پندرہ منٹ ہی گزرے تھے کہ آپ ساہیوال کی جانب سے آتے ہوئے نظر آئے تو میں نے عرض کیا کہ حضور جلالپور شریف والے پیر صاحب وہ نظر آ رہے، میں یہ سن کر حضرت خواجہ سیالوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہو گئے میں نے عرض کیا حضور ابھی تو بہت دور ہیں تو آپ بیٹھ گئے جب چلتے چلتے دربار شریف کے قریب صرف سو قدم رہ گئے تو حضرت خواجہ جلالپوری رحمتہ اللہ علیہ نے پاؤں سے نعلین جدا کر دیئے اور ننگے پاؤں چلنے لگے اور پیر سیال لجپال کھڑے ہو گئے اور قریب آتے ہی گلے لگا لیا۔

مرشد کی قائم مقامی ☆: حضرت خواجہ محمد الدین رحمتہ اللہ علیہ کی شادی کے موقع پر جب آپ سیال شریف میں تشریف فرما تھے بارات تیار ہو گئی تو عزیز و اقارب نے حضور خواجہ شمش الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بارات کے ساتھ چلنے کی التجا کی تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے قائم مقام حضرت جلالپوری بارات کے ساتھ جائیں گے۔ جب چند لوگوں نے زیادہ اصرار کیا تو خواجہ سیالوی نے پرزور لفظوں میں فرمایا کہ نادانو تمہیں معلوم نہیں **النائب کا المنیب** کیا تم شاہ صاحب کو ہم سے جدا سمجھتے ہو ان کا ساتھ جانا گویا ہمارا ساتھ جانا ہے بالآخر حضرت جلالپوری ہی بارات کے ساتھ گئے اور حق نیابت بحسن خوبی انجام دیا۔

وہ اور نہیں میں اور نہیں ☆: ایک دفعہ جلالپور اور دیگر مضافات کے کچھ لوگ سیال شریف بغرض بیعت حاضر ہوئے

اور بیعت کی درخواست حضرت پیر سیال لجپال کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت خواجہ سیالوی نے ان سے پوچھا کہ کیا خواجہ جلالپوری بیعت نہیں فرماتے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ انہیں تو انکار نہیں ہے لیکن ہم تو حضور ہی کے دست مبارک پر بیعت کرنا چاہتے ہیں حضرت خواجہ شمس العارفین نے فرمایا کہ نادانو کیا شاہ صاحب کی بیعت میں اور ہماری بیعت میں کوئی فرق ہے جاؤ اور شاہ صاحب سے شرف بیعت حاصل کرو۔

عرفی تو مندیش زغوغائے رقیباں ☆: ایک دفعہ مسماۃ بانو جو خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی خادمہ تھی جس پر آپ نظر التفات فرماتے تھے وہ ایک مرتبہ جلالپور شریف آئی تو آپ نے حسب توفیق اس کی خدمت و مدارت میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور رخصت کرتے وقت دور تک اس کو رخصت کرنے بھی گئے اور نقد روپے بھی پیش کئے۔ آپ کی ظاہری شان و شوکت انتظام کو دیکھ کر حسد پیدا ہوا اور سیال شریف پہنچ کر حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے جھوٹی جھوٹی شکایتیں کرنے لگی اور آپ کی ذات پر بہتان و افترا باندھنے لگی اور کہنے لگی کہ شاہ صاحب تو مغرور ہو گئے ہیں اور کچھ بے ادب بھی ہو گئے ہیں الغرض اس نے دل کھول کر شکایتیں کی۔ حضرت خواجہ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ خاموشی سے سب کچھ سنتے رہے جب وہ سب کچھ کہہ چکی تو آپ نے فرمایا کہ بانو شاہ صاحب نے تمہیں کچھ روپیہ پیسہ کم تو نہیں دیئے عرض کی نہیں تو پھر آپ نے فرمایا کہ یہ تو حسد کی آگ ہے جو تمہارے سینے میں سلگ رہی ہے شاہ صاحب ان تمام عیوب سے پاک اور مبرا ہیں جو تم ان پر لگا رہی ہو اگر آج کے بعد پھر ایسی بات ان کے حق میں کہو گی تو یاد رکھو گھر سے نکال دی جاؤ گی۔

لَا یُـرَدُّ الا الْعَادَاتِ بِالْمَوْتِ○: جلالپور شریف کے ایک شخص کی عادت تھی کہ وہ جب بھی سیال شریف جاتا تو آپ کی برائیاں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ضرور بیان کرتا ایک دن حضرت خواجہ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی یا تو تم شاہ صاحب کی شکایت نہ کیا کرو۔ یا تم ہمارے پاس نہ آیا کرو۔ مگر بھلا وہ کب مانتا تھا۔ "**لَا یُـرَدُّ الا الْعَادَاتِ بِالْمَوْتِ**" کے مطابق اس نے پرانی عادت نہ چھوڑی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شخص کتے کی موت مرا اور لوگوں نے دیکھا کہ مرنے کے بعد اس کی صورت خنزیر کی سی ہو گئی تھی **اللھم احفظنا من الحسد**۔

مرید کی بیماری اور مرشد کی بے قراری ☆: ایک مرتبہ آپ بیمار ہو گئے تو آپ کے چہرے کے تاثرات چند ہی روز میں بدل گئے پیرا احجام کو لنگر خانے جلالپور شریف سے سیال شریف حضور خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا کہ جا کر آپ کی صحت کے لئے دعا کرائی جائے۔

ادھر خواجہ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کیفیت کہ آپ سخت پریشانی کے عالم میں تھے یہ خبر ملنے سے پہلے خواجہ سیالوی نے ایک رات ایک دن کچھ بھی نہ کھایا طبع مبارک سخت بے قرار رہی کبھی حضور مہمان خانے میں جاتے اور کبھی مسجد شریف کی طرف اور کبھی باہر تشریف لے جاتے آپ کے قریب بیٹھے میاں احمد دین نے عرض کیا حضور طبیعت کیسی ہے۔ فرمایا کہ دل کو قرار نہیں ہے خدا خیر کرے۔

رات کو آٹھ بجے پیرا احجام پہنچا ابھی قدم بوس ہو رہا تھا کہ حضور خواجہ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا میرے شاہ صاحب راضی ہیں؟

عرض کیا حضور آج چھ روز سے سخت بیمار ہیں اور خادم کو حضور کی بارگاہ میں دعا کے لئے بھیجا گیا ہے یہ سنتے ہی خواجہ سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے مراقبہ فرمایا۔ بڑی دیر کے بعد سر اٹھایا اور حضرت خواجہ جلالپوری کی مفصل خیریت دریافت فرمائی اور علاج اور دوا کی کیفیت پوچھی۔ ادھر پیرا حجام خواجہ جلالپوری کی کیفیت بیان کرتا جاتا اور ادھر خواجہ سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی آنکھوں سے آنسو جاری اور روتے جاتے تھے اور فرمایا کہ سید تو کس تکلیف میں ہے۔ اللہ تجھ پر رحم کرے۔ پھر دعائے خیر کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا کہ یا ارحم الرحمین یہ میری ساری عمر کی کمائی ہے اسے برباد نہ کرنا کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ اللہ شافی مطلق قادر شفا بخشے گا اور میری درخواست کو منظور کرے گا اور فرمایا کہ جلدی جاؤ اور ہمیں ان کے حال سے جلدی مطلع کرنا۔

پیرا حجام روانہ ہوا۔ ابھی اسے گئے ہوئے ۱۲ گھنٹے ہی گزرے تھے کہ جلالپور شریف کا ایک درویش یہ خوشخبری لے کر آ گیا کہ اب شاہ صاحب کو آرام ہے حضرت خواجہ سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرط مسرت سے نماز شکرانہ ادا کی اور خوشی کے آثار آپ کے چہرہ انور سے نمایاں ہونے لگے۔

آپ کو یکے بعد دیگرے پیش آنے والے صدمات☆: خوشیوں اور راحتوں کے اس دور میں ایک وقت آیا کہ آپ پر یکے بعد دیگرے صدموں کے پہاڑ ٹوٹنے لگے مگر آپ دل برداشتہ نہ ہوئے اور بڑی خندہ پیشانی سے ان مصائب و آلام کو برداشت کیا سب سے پہلے آپ کو والدہ ماجدہ کے انتقال پر دلی طور پر صدمہ ہوا کہ جن کی دعاؤں کی بدولت خدا پاک نے آپ کو مدارج طے کرائے تھے۔

اس کے بعد آپ کے بڑے بیٹے جناب صاحبزادہ سید بدیع الزماں شاہ رحمتہ اللہ علیہ اکیس برس کی عمر میں ایک سال کی علالت کے بعد داغ مفارقت دے گئے۔ ابھی یہ صدمہ ہلکا نہ ہوا تھا کہ۔ آپ کے پیرومرشد حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ ۲ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ بمطابق ۴ جنوری ۱۸۸۳ء کو وصال باکمال فرما گئے۔ یہ صدمہ آپ کے لئے جانکاہ تھا۔ ۲۹ سال کی طویل رفاقت اور آپ کا سایہ شفقت قائم رہا اس لئے یہ خبر ملتے ہی آپ کی طبیعت پر بے خودی طاری ہوگئی۔ چھ سات روز تک کھانا مطلقاً نہ کھایا۔ جب طبیعت میں تھوڑا سا سکون آیا تو ایک ہفتے بعد سیال شریف حاضر ہوئے اور روضہ شریف کی تعمیر میں خاص حصہ لیا اور واپس آ کر جلالپور شریف میں پورے آداب و اہتمام سے چالیسویں کا ختم شریف کرایا۔

ابھی یہ غم روانہ ہوا تھا کہ صاحبزادہ سید قائم الدین شاہ صاحب جن کی صرف دو سال قبل بڑی دھوم دھام سے شادی کی گئی تھی کہ اچانک بیمار ہوئے اور اکیس برس کی عمر میں ان کا بھی انتقال ہو گیا جب ایک خادم خاص نے آ کر اس عظیم سانحہ کی خبر سنائی تو آپ کی زبان مبارک سے تین مرتبہ یہ کلمہ نکلا الحمدللہ علی کل حال فرمایا اور سجدے میں سر جھکا دیا۔

اولاد امجاد☆: خداوند قدوس نے آپ کو چار صاحبزادے عطا فرمائے تھے سب بڑے صاحبزادے سید بدیع الزمان شاہ رحمتہ اللہ علیہ جن کا وصال باکمال ۷ شعبان ۱۲۹۵ ہجری میں ہوا سید قائم الدین شاہ رحمتہ اللہ علیہ جن کا وصال باکمال ۲۱ رجب ۱۳۱۶ ہجری کو ہوا۔ چوتھے صاحبزادے سید محمد مظفر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ جن کا وصال باکمال ۱۹ ربیع الاول ۱۳۶۲ ہجری کو ہوا۔

کشف وکرامات ☆: منشی غلام حیدر خان تحصیلدار پنڈ دادنخان رشوت ستانی کے کئی مقدمات میں معطل ہو گئے اور اس کے خلاف فوجداری مقدمہ درج ہو گیا۔ انتظامیہ کا تمام عملہ ان کے خلاف تھا۔ مقدمات سے بری ہونے کی کسی کو کوئی امید نہ تھی۔ حکیم محمد سعید سیالکوٹ والے ایک دن جلالپور شریف حاضر ہوئے اور صاحبزادہ صاحب کے کمرے جہاں منشی خدا بخش اور بہاول بخش قصاب بیٹھے ہوئے تھے حکیم صاحب اس کمرے میں ٹہلنے لگے اور کہنے لگے کہ کوئی ہے جو غلام حیدر خان کی باعزت بریت کے لئے حضرت قبلہ عالم جلالپوری سے دعائے خیر کرادے اگر آپ نے دعا کر دی تو وہ بے چارہ ان مقدمات سے ضرور بری ہو گا اور نوکری پر بحال ہو جائے گا۔

بہاول بخش قصاب جو کہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کا مرید تھا ازراہ مذاق کہنے لگا اگر دعا کرادی جائے تو کیا دلاؤ گے حکیم صاحب نے کہا تین سو روپے یہ سنتے ہی بہاول قصاب آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی باتیں کرنے لگا آپ کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی شخص حضرت خواجہ سیالوی یا سیال شریف کا ذکر کرتا تو بڑی ہمت وتوجہ سے سنتے آپ بہاول بخش قصاب کی زبانی اپنے مرشد کی تعریف سنتے رہے اور خوش ہوتے رہے۔

جب بہاول قصاب نے دیکھا کہ آپ بڑے ہشاش بشاش ہیں تو ساتھ ہی کہنے لگا کہ حضرت خواجہ سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی یہ بھی عادت تھی کہ اکثر اپنے درویشوں کو دنیاداروں سے کچھ دلایا کرتے تھے آپ نے پوچھا کس طرح اس نے عرض کیا کہ درویشوں کی سفارش سے بعض حاجت مندوں کے لئے دعائے خیر فرماتے اور جب ان کا کام ہو جاتا تو وہ درویشوں کی خدمت کر دیتے تھے۔ میں نے بھی حکیم محمد سعید سے تین سے روپیہ لینا کیا ہے۔ اگر حضور والا منشی غلام حیدر کے حق میں دعا کر دیں تو پھر میرا بھی بھلا ہو جائے گا اور اس کا بھی آپ چونکہ پلنگ پر آرام کر رہے تھے فوراً اٹھے اور متبسم ہو کر دعائے خیر فرمائی جو کہ فوراً قبول ہوئی اور غلام حیدر تحصیل دار تمام مقدمات سے بری ہو کر نوکری پر بحال ہو گیا اور زمانہ معطلی کی تمام سالم تنخواہ بھی اسے مل گئی۔

لاعلاج بیمار کو شفا ہو گئی ☆: مولوی محمد اشرف ڈپٹی انسپکٹر پولیس ضلع جہلم کے سارے جسم پر پھوڑے نکل آئے جس جگہ ناسور ہوتا وہاں سے پیپ نکلنی شروع ہو جاتی ہر چند علاج معالجے کرائے مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

دوائیوں سے بجائے فائدہ کے اور نقصان ہوتا گیا ہر ایک زخم سے ایک ایک انچ کے قریب گوشت کا ٹکڑا نکل گیا۔ اکثر حکماء کا خیال تھا کہ یہ مرض جذام کی قسم کا ہے اگر ملازمت کا احترام نہ ہوتا تو لوگ اپنے پاس بھی بیٹھنے نہ دیتے۔ ایک دن عیدا درزی ساکن جلالپور شریف جو کہ مولوی صاحب مذکور کا پیر بھائی تھا ان سے ملنے کے لئے گیا تو انہوں نے اپنی حالت زار رو کر سنائی۔

عیدا اس کے پاس سے رخصت ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مولوی صاحب کی کیفیت بیان کر کے دعا کا طلب گار ہوا تو آپ نے فرمایا کہ وہ یہاں کیوں نہیں آتا۔ عیدا نے دریائے کرم جوش میں دیکھ کر فوراً اپنے چھوٹے بھائی کو بھیجا کہ مولوی صاحب کو بلا کر لے آؤ۔

چنانچہ اگلے روز وہ مولوی ڈپٹی انسپکٹر پولیس آپ کی خدمات اقدس میں حاضر ہوا اور رو کر کہنے لگا حضور مرض اس خطرناک حد تک بڑھ چکا ہے کہ اب زندگی سے بھی مایوس ہو چکا ہوں آپ نے اس کی کیفیت سن کر فرمایا اب تمام دوائیاں چھوڑ دو قادر مطلق خود شفا بخشے گا۔ آپ نے ان کے لئے دعائے صحت کی اور رخصت کر دیا۔ جب وہ رخصت ہو کر اپنے گھر جا رہے تھے کہ راستے میں ہی شفاء کے آثار ظاہر

ہونا شروع ہو گئے تھے زخموں سے جو پیپ بہتی تھی وہ خشک ہو گئی اور اللہ کریم نے مکمل شفا بخش دی۔

بارگاہ غریب نواز میں شرف یابی ☆: ملک محمد نمبردار ساکن شین علاقہ چھچھ تحصیل حضرو ضلع اٹک ابھی تک کسی کے مرید نہ تھے کہ اجمیر شریف چلے گئے اور دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضور غریب نواز کی بارگاہ میں اجمیر پہنچ کر عرض کروں کہ کس کا مرید ہونا چاہئے تین دن کے اندر اگر غریب نواز نے کسی کا مرید ہونے کا حکم دیا تو مرید ہو جاؤں گا ورنہ تمام عمر کسی کا مرید نہیں بنوں گا۔

چنانچہ وہ اجمیر شریف پہنچ کر حضور غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہنچے اور اپنا مقصد و مدعا بیان کیا اور سو گئے پہلی رات تو کچھ بھی نظر نہ آیا مگر دوسری رات کیا دیکھا کہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا دربار سجا ہوا ہے اور دربان دروازے پر کھڑے ہیں لوگ آ کر اپنی حاجات پیش کر رہے ہیں اور منہ مانگی مرادیں پا رہے ہیں۔ اسی دوران ایک شخص نے اسے پکڑا اور اندر حضور غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیش کر دیا حضور غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے محمد عمر نمبردار کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ اس کو تو جلالپور شریف بھیج دیا جائے۔ اس فرمان کے بعد اس شخص نے ملک محمد عمر کو دربار سے باہر کی طرف دھکیل دیا اور ان کی آنکھ کھل گئی اب یہ سخت حیران و پریشان تھے جلالپور شریف کہاں ہے کس ضلع میں ہے کیسے پہنچا جائے اسی تردد میں تھے کہ اچانک ایک سفید ریش بزرگ آئے اور فرمانے لگے پریشان کیوں ہے جلالپور شریف ضلع جہلم میں ہے چنانچہ وہ اجمیر شریف سے سیدھے جلالپور شریف آئے اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہو کر ممتاز ہوئے۔

مائی کو آسیب سے نجات ☆: مولوی نبی بخش صاحب واعظ رسول نگری فرماتے ہیں کہ جلال پور بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ میں ایک جلسہ میں شرکت کے لئے گیا تو وہاں سے چند احباب کے اصرار کرنے پر مرزا بھگنی کا میں نماز جمعۃ المبارک کا اتفاق ہوا دوسرے دن چوہدری احمد بھٹی کے ہاں ضیافت تھی اثنائے گفتگو چوہدری احمد بھٹی نے کہا کہ موجودہ دور میں خالص ولی کا ملنا مشکل ہے لوگوں نے دو کانیں چمکا رکھی ہیں مگر اونچی دوکان پھیکا پکوان کے مصداق مرید اپنے پیر کی اس قدر تعریف کرتے ہیں کہ جیسے خداوند تعالیٰ نے تمام کاروبار نظام زندگی ان کے پیر کے ہاتھ میں دے رکھا ہو مبالغے کی بھی حد ہوتی ہے مولوی نبی بخش صاحب نے ان سے پوچھا کہ کیا تم شان اولیاء اللہ کے منکر ہو میاں احمد کہنے لگے نہیں میں تو اولیاء اللہ کو سچے دل سے مانتا ہوں اور میں نے جس مرشد کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے وہ واقعی خدا کا پیارا اور حبیب ہے۔

مولوی نبی بخش فرماتے ہیں کہ جب میں نے پوچھا کہ تمہارے مرشد کا نام کیا ہے کون ہیں تو میاں احمد بھٹی نے حضرت جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا۔ جب میں نے حضرت جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی اسم گرامی سنا تو چونک گیا اور پوچھا کہ تم کس طرح اس بارگاہ میں پہنچے تو میاں احمد بھٹی نے اپنی ماں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ میری والدہ بعارضہ آسیب بیمار تھیں بڑے بڑے حکیموں طبیبوں سے علاج کرایا تمام عاجز آ گئے تو پھر بڑے بڑے پیران عظام جو زندہ ہیں ان کی خدمت میں لاہور تک گیا مگر میری والدہ کو آرام نہ آیا۔ آخر ایک روز میری والدہ صاحبہ بے خودی کے عالم میں گھر سے نکل کھڑی ہوئیں اور ایسی نکلیں کہ تلاش کے باوجود پتہ نہ چلا تیسرے روز ایک گاؤں میں جا کر معلوم ہوا کہ ایک عورت کل سے یہاں آئی ہے اور وہ پیر حیدر پیر حیدر پکار رہی ہے۔ ہم دونوں باپ بیٹے وہاں پہنچے تو

والدہ وہاں موجود تھیں ایک شخص جس کا نام نور محمد تھا اس نے ہمیں بتایا کہ پیر حیدر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ جلالپور شریف میں رہتے ہیں ان کے پاس چلے جاؤ۔

چنانچہ ہم بمشکل اپنی والدہ کو قابو کر کے وہاں سے چلے ابھی دریائے جہلم عبور ہی کیا تھا کہ والدہ کو آرام آنا شروع ہو گیا اور جب ہم جلالپور شریف آپ کی خدمت میں پہنچے تو والدہ محترمہ بالکل ٹھیک ہو چکی تھیں اس وقت سے آج تک دوبارہ کبھی آسیب کی تکلیف نہیں ہوئی۔

مولوی نبی بخش فرماتے ہیں کہ جب میں نے بتایا کہ میں بھی حضور قبلہ جلالپوری رحمتہ اللہ علیہ سرکار کا مرید ہوں تو اس مائی کی ہچکی بندھ گئی اور آپ کی تعریف میں کہنے لگی۔

لیا کرتے ہیں خود آسیب نام پاک حیدر کا

وصالِ باکمال ☆: آپ نے ۲۴ مارچ ۱۹۰۸ء کو سیال شریف کا آخری سفر فرمایا حضرت خواجہ شمس العارفین خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے عرس مبارک کا موقعہ تھا آپ نے چند سال سیال شریف حاضری نہیں دی تھی اس وجہ سے جب آپ اس مرتبہ گئے تو آپ جہاں جہاں سے گزرتے گئے لوگ قطار در قطار آپ کی زیارت کے لئے کھڑے نظر آرہے تھے صاحبزادہ پیر سید فضل شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی آپ کے ہمراہ تھے اس وقت ان کی عمر عزیز ۱۴ برس تھی جب آپ کا گزر رہرپور شریف سے ہوا تو آپ نے حضرت پیر سید غلام علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف پر حاضری دی اور اپنی جیب سے کچھ نقدی دربار شریف کی تعمیر کے کام کے لئے دی وہرپور سے خوشاب تک ریل کا سفر تھا ہر اسٹیشن پر لوگوں کا اژدھام زیارت کے لئے موجود ہوتا۔ خوشاب سے سیال شریف تک کا سفر دریا کے ذریعے کشتی پر سفر کیا۔

سیال شریف پہنچے تو نماز عشاء کا وقت تھا لوگوں کے بے پناہ ہجوم نے آپ کو گھیر لیا جناب حضرت صاحبزادہ سعد اللہ صاحب سیالوی والد خواجہ محمد الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین سیال شریف چھڑی سے لوگوں کو ہٹاتے تھے بمشکل آپ دربار شریف کے اندر داخل ہوئے اور فاتحہ خوانی کی حضرت سجادہ نشین سیال شریف بیماری اور نقاہت کے باوجود درویشوں کے سہارے دروازے تک استقبال کے لئے تشریف لائے، حضرت خواجہ جلالپوری بھی پوری طرح آداب بجالائے نذر پیش کی احترام کا یہ عالم تھا کہ ادھر سے جو سوال ہوتا اس کے جواب میں ایک لفظ بھی زیادہ زبان پر نہ لاتے تھے اس موقعہ پر حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے جب سیال شریف سے رخصت ہونے لگے تو آپ سے بھی ملاقات کی اور دعائے خیر کروائی اور کہا کہ میں نیاز مند ہوں۔ سیال شریف سے واپس گھر پہنچنے پر تین ماہ بعد آپ کو خفیف سا بخار ہوا۔

اگلے روز بروز سوموار ۶ جمادی الثانی ۱۳۲۶ ہجری ماہ جولائی ۱۹۰۸ء کو آپ کی زبان سے نماز سے قبل اسم اللہ نکلا اور آپ دار آخرت کی طرف مراجعت فرما گئے۔ اگلے روز بروز منگل ۷ جمادی الثانی ۱۳۲۶ ہجری ۱۹۰۸ء کو نماز جنازہ ادا کی گئی اور آپ کی تدفین ہوئی مزار فیض آثار جلالپور شرف تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم میں آج بھی مرجع خاص وعام ہے آپ کے وصال باکمال پر علامہ ڈاکٹر محمد

اقبال عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ قطعہ تاریخ لکھی۔

ہر کر بر خاک مزار پیر حیدر شاہ رفت — تربت او امین جلوہ ہائے طور گفت

ہاتف از گردوں رسید و خاک اور ابوسہ داد — گفتمش سال وفات اوبگو مغفور گفت

فقیر راقم الحروف کو حضرت پیر سید برکات احمد شاہ جلال پوری علیہ الرحمۃ کے دور سجادگی میں آپ کے دربار اقدس کی حاضری کا شرف حاصل ہے۔ آج کل موجودہ سجادہ نشین حضرت پیر سید انیس حیدر شاہ چشتی نظامی مدظلہ العالی سجادہ نشین ہیں، جو اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بڑے ہی احسن انداز میں آستانہ عالیہ وسلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کو چلا رہے ہیں، خدا تادیر غلامان جلالپور شریف کے سروں پر حضرت کا سایہ قائم رکھے۔ آمین اللھم آمین۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا غلام قادر چشتی نظامی بھیروی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: استاذ العلماء، شمس الفضلاء، عمدۃ المحققین، زبدۃ العارفین، سراج السالکین، حامی سنت، ماحی بدعت، استاذ الشہیر فی الآفاق، مقتدائے اہل سنت، الفاضل الجلیل والکامل النبیل حضرت مولانا عبدالقادر المعروف مولانا غلام قادر چشتی نظامی بھیروی رحمتہ اللہ علیہ ضیغم اسلام و تیغ بے نیام ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت قریش خاندان کے ایک عظیم چشم و چراغ اور اپنے زمانے کے بہترین عالم دین حضرت مولانا عبدالحکیم بن مولانا جان محمد بن مولانا محمد صدیق کے گھر بھیرہ شریف ضلع سرگودھا کے مردم خیز خطہ میں تقریباً 1214ھ بمطابق 1825ء میں ہوئی بوقت ولادت آپ کی پیشانی ایک خاص قسم کے نور سے منور تھی۔ آپ کے مورث اعلیٰ سندھ کے باشندے تھے۔ سندھ کے بعض سیاسی انقلابات سے مجبور ہو کر سندھ سے بھیرہ شریف ضلع سرگودھا میں مقیم ہو گئے تھے۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ نے قرآن مجید اور علوم دینیہ کی ابتدائی کتب کی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا عبدالحکیم قریشی سے حاصل کی جب آپ کی عمر عزیز دس برس کی ہوئی تو ایک غیر معمولی واقعہ یوں پیش آیا کہ آپ اپنے والد گرامی کے فرمان پر اپنی ایک گائے بھیرہ کے نواحی گاؤں میں چھوڑنے کے لئے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک نورانی صورت بزرگ سے ملاقات ہوئی تھی انہوں نے انتہائی شفقت آمیز لہجہ میں فرمایا۔ بیٹا تیری پیشانی سے تو انوار علم درخشاں ہیں تو مویشی کیوں ہانک رہا ہے؟ جا اس کام کو چھوڑ کر علم دین حاصل کر اور مخلوق خدا کو فیض پہنچا۔

اس بات کا آپ پر اس قدر اثر ہوا کہ آپ اپنے والدین سے اجازت لے کر ایک تاجر کے ہمراہ دہلی کی جانب روانہ ہوئے اور حضرت مولانا مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی کی خدمت میں چودہ برس رہ کر جملہ علوم نقلیہ و عقلیہ کی تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کر کے بھیرہ شریف واپس تشریف لے آئے۔ آپ کی ذہانت کا یہ عالم تھا کہ ہر علم کے ایک ایک رسالہ کا متن ازبر کر لیا۔ بڑے بڑے علماء آپ کی باریک بینی، نکتہ سنجی اور تفقہ فی الدین میں کمال کی تعریف کرتے تھے۔

دہلی کے مشہور و معروف غیر مقلد مولوی نے آپ سے زمانہ طالب علمی میں نماز جمعہ کے متعلق گفتگو کی۔ آپ نے چند سوالوں میں ہی اسے لاجواب کر دیا جس کی بناء پر وہ آپ کے مسلک کے قائل ہو گئے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے مرشد کامل نے پہلی نظر میں ظاہری و باطنی کمالات سے مالا مال کر دیا۔ آپ چھ ماہ تک اپنے مرشد کامل کی خدمت میں رہ کر مجاہدہ وسلوک میں مشغول رہے۔ مرشد کامل نے سلوک کی تکمیل کے بعد آپ کو خرقہ خلافت سے نواز کر صاحب ارشاد ومجاز کیا۔

شادی واولاد ☆: مرشد کامل کی خدمت میں چھ ماہ گزرنے کے بعد جب آپ نے واپسی کی اجازت چاہی تو مرشد کامل محبت وشفقت سے اجازت مرحمت کرتے ہوئے فرمایا مولوی صاحب آپ کا نکاح دریائے جہلم کے کنارے ایک گاؤں میں ہوگا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کی شادی موضع راجڑ ضلع جہلم کے ایک عارف کامل حضرت مولانا شیر محمد علیہ الرحمتہ کی دختر نیک اختر سے ہوا جو آپ کے والد گرامی کے قریبی رشتہ دار تھے۔

شادی کے بعد اللہ کریم نے آپ کو تین صاحبزادیاں اور چار صاحبزادے عنایت فرمائے صاحبزادوں کے نام درج ذیل ہیں حضرت مولانا عبدلعلی قریشی' مولانا رفیع الدین قریشی' مولانا زین العابدین قریشی' مولانا قربان محمد قریشی

سیرت وکردار ☆: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پکے اور سچے عاشق اور حضرت امام اعظم کے مسلک پر سختی سے کاربند حضور غوث اعظم محی الدین سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خام وجانثار تھے آپ نے تمام عمر الحب اللہ والبغض للہ کے مطابق گزاری اگر کوئی بدعقیدہ شخص ملاقات کرتا پہلے تو آپ نرم لہجہ اختیار کرتے محبت وشفقت سے سمجھانے کی کوشش کرتے اگر اس کے باوجود کوئی شخص قرآن وحدیث کے دلائل کا انکار کرتا تو آپ پُر جوش لہجہ میں سرزنش کر کے اسے اپنی مجلس یا مسجد سے نکال دیتے۔

آپ کو اپنے شیخ کامل سے بہت محبت تھی۔ شیخ کا نام لیتے ہی آبدیدہ ہو جاتے ہر دوسرے یا تیسرے ماہ سیال شریف ضرور حاضری دیتے اور اپنے شیخ کا کمال ادب کرتے اور ان کی خدمت کے لئے ہمہ وقت کمر بستہ رہتے حضرت ثانی لاثانی اور حضرت خواجہ فضل الدین سیالوی کی علمی خدمت کو اپنے لئے دارین کی سعادت سمجھتے تھے۔

آپ کا معمول تھا کہ صبح نماز تہجد باقاعدگی سے ادا فرماتے اور نماز فجر سے قبل حلقہ ذکر جہر ہوتا تھا جس میں شہر اور محلہ کے باذوق حضرات شامل ہو کر انوار وبرکات وفیضان اور تجلیات الٰہیہ سے بہرہ مند ہوتے تھے نماز فجر کے بعد اشراق کے نوافل کی ادائیگی تک قرآن مجید کی تلاوت اور اوراد ووظائف کا معمول پورا فرماتے اس دوران کسی سے نہ کلام کرتے نہ ملاقات' اشراق کے بعد نماز ظہر تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہتا ظہر سے عصر تک فتویٰ نویسی فرماتے اور لوگوں کے مسائل سنتے عصر کی نماز کے بعد ختم خواجگان کا مستقل معمول تھا ختم شریف میں ایسے لوگوں کو شامل فرماتے تھے جو حقہ نوش نہ ہوتے اور مذہبی بندیوں کا لحاظ کرتے تھے ختم شریف کے بعد آپ چہل قدمی کے لئے تشریف لے جاتے واپس آ کر نماز مغرب ادا فرما کر اوابین کے نوافل ادا کرتے تھے اس کے بعد کچھ کھانا تناول فرماتے اور عشا کی نماز سے قبل طلباء سے سبق سنتے اور کتابوں کا مطالعہ فرما کر عشاء ادا کر کے اوراد ووظائف مکمل کر کے آرام فرماتے تھے۔

آپ کی علمی خدمات اور تصانیف ☆: آپ نے مختلف موضوعات پر یادگار کتابیں چھوڑی ہیں جن میں سے چند کے نام یہ ہیں اسلام کی گیارہ کتابیں (دینی تعلیم کا بہترین نصاب) 2۔ نماز حضوری نوری 3۔ نماز حضوری ضروری 4۔ ختمات خواجگان 5۔

حقیقت انوار محمدیہ 6۔ شمس الحنیفہ' بجواب نور الحنیفہ مسلہ وحدت الوجود 7۔ جوہر ایمانی سر قرآنی 8۔ انوار ربانی فی مدح المحبوب سبحانی 9۔ عقائدہ در صلوٰۃ جنازہ 10۔ شوارق صمدیہ (ترجمہ) بوارق محمدیہ فی رجیم الشطین النجدیہ 11۔ شمس الضحیٰ فی مدح خیر الوریٰ 12۔ فاتحہ خوانی 13۔ مصباح الکلام 14۔ احسن العقائد حصہ اول دوئم 15۔ سیوف الابرار علی منکر جہر الاذکار 16۔ عقائد الاخیار فی فضائل الائمۃ الاطہار 17۔ رسالہ حق المبین 18۔ رسالہ مسماۃ الجواب الصواب فی انصات المقتدی عن فاتحۃ الکتاب' در جواب رسالہ فصل الخطاب فی مسئلہ فاتحہ الکتاب۔ 19۔ ارشاد الحق المبین لہدایۃ الجاہل الغبین 20۔ ناصح العباد مع نافع العباد در جواب دافع الفساد 21۔ شعب الایمان 22۔ رسالہ علم غیب 23۔ رسالہ تراویح 24۔ اسلام کا اردو قاعدہ۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: آپ کے خلفاء میں سے جن کے اسمائے گرامی کا علم ہو سکا وہ درج ذیل ہیں حضرت حاجی الٰہی بخش حضرت خلیفہ محمد اکرم حضرت مولانا شہاب الدین حضرت مولانا حکیم محمد یعقوب سلامت پوری لاہور کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

کشف و کرامات☆: ایک دفعہ ایک عیسائی مبلغ ماہر علوم عربیہ اسلامی لباس پہن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' وہ اس سے قبل بھی بھیس بدل کر دیگر علماء کو اپنے علم و فضل کی سندات دکھا کر کسی خاص مقصد کے لئے متعدد اسناد حاصل کر چکا تھا۔

آپ کی خدمت میں بھی وہ اسی غرض سے آیا تھا کہ آپ کی سند کے ذریعے وہ اسلامی ممالک میں اثر پیدا کر کے اپنے لئے تبلیغ کا راستہ ہموار کرنا چاہتا ہوگا۔ لیکن آپ نے اپنے نور باطن سے اس کی اصلی حالت معلوم کر لی اور فرمایا کہ جب تک ایک شخص ایماندار نہ ہو اس کا علم و فضل کسی کام کا نہیں میں ایسے آدمی کو ہرگز سند نہیں دے سکتا جو مسلمان ہی نہ ہو یہ کہہ کر آپ نے اس سے دیگر علماء سے حاصل کی ہوئی اسناد بھی چھین لی اور واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ جس سے وہ شخص اس قدر شرمندہ ہوا کہ کچھ کہہ نہ سکا اور واپس چلا گیا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 19 ربیع الاول شریف 1327ھ بمطابق گیارہ اپریل 1909ء کو ہوا مزار پُر انوار بیگم شاہی مسجد کے مشرقی جانب مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں آپ کے شاگرد حضرت مولانا محمد عالم آسی نے آپ کی مادہ ہائے تاریخ نکالی ہے۔

منبعِ فیضِ ربِ جلیل	در خلدِ بریں قبلہ ءِ مَن
1327ھ	1327ھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ مولانا محب النبی چشتی نظامی صابری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: چراغ دین ہدیٰ، فخر ولایت، متصرف بہ تصرفات، جامع الصفات، منبع فیوض وکمالات، عالم علوم لدنی شہنشاہ ہفت اقلیم، حضرت مولانا خواجہ محمد محب النبی چشتی نظامی صابری رحمتہ اللہ علیہ آپ ہمت بلند اور نفسِ قاطع رکھتے تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۸۷ھ بمطابق ۱۸۶۱ء کو بڑیلہ شریف ضلع گجرات میں اپنے وقت کے عظیم ولی کامل حضرت خواجہ الحاج مولانا محمد عزیز الدین چشتی قادری علیہ الرحمۃ کے علمی وروحانی گھر میں ہوئی۔

آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد گرامی مدینہ پاک تشریف لے کر گئے ہوئے تھے۔ مدینہ پاک میں قیام کے دوران آپ کے والدِ گرامی کو خواب میں بشارت ملی تھی کہ آپ کے ہاں ایک بچہ جنم لے گا جو اپنے زمانے کا عارف کامل ہوگا۔ دور دور تک اس کے علم وفضل کا چرچا ہوگا، آپ کا مادہ تاریخ ولادت ''چراغ دین ہدا'' سے اخذ ہوتا ہے، آپ کی ولادت پر آپ کے والد گرامی نے بارگاہ رب العزت میں سجدۂ شکر ادا فرمایا۔

پھر وہ وقت بھی آیا کہ آپ کے والد گرامی نے جو مدینہ پاک میں ملنے والی اس بشارت کو اپنی ظاہری آنکھوں سے اس شان سے ملاحظہ فرمایا کہ آپ کا مایہ ناز فرزند پ کی حیات مبارکہ میں ہی دین اسلام کی ہدایت اور علم وعرفان کے روشن چراغ بن کر آسمان رُشد وہدایت پر مہر عالم فروز کی صورت میں عروج نصف النہار پر جلوہ گر ہوئے۔ اور مسلمانان ہند کے دلوں کے تاریک گوشوں کو اپنے انوار رُشد وہدایت سے چمکا کر دینی ومذہبی خدمات کی جو بنیاد آپ نے رکھی تھی۔ آپ کے عظیم فرزندار جمند نے اس کی تعمیر وترقی میں وہ قابل قدر خدمات سرانجام دیں اور تجدد واحیائے دین وملت کا وہ کارنامہ انجام دیا کہ اپنے اسلاف کی یاد تازہ کردی۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ کی تعلیم وتربیت اپنے گھر میں ہی اپنے عظیم والدِ گرامی کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔ قرآن کریم سے لے کر علوم متداولہ کی تمام کتب اور دورۂ حدیث شریف بھی والد گرامی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے عین عالم شباب میں فراغت حاصل کی۔ اور اس کے فوراً بعد ایک متبحر عالم فاضل کی حیثیت سے مسند ارشاد کی ذمہ داریاں سنبھال لیں اور اس تاریک دور میں ''چراغ دین ہدا'' بن کر تشنگانِ علوم دینیہ کے قلوب واذہان کو روشن ومنور فرماتے رہے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت پیر سیال لجپال خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے، اور بہت تھوڑے عرصہ میں سلوک وفقر کی منزلیں طے کر کے اپنے مرشد کامل سے ہی خرقہ خلافت

پا کر سرفراز ہوئے، مرشد کامل حضور پیر سیال نے عطائے خرقہ خلافت کے وقت آپ کو "فخر ولایت" کے لقب سے بھی سرفراز فرمایا۔

اتفاق کی بات یہ کہ لقب "فخر ولایت" سے ہی آپ کا مادۂ تاریخ وصال بھی اخذ ہوتا ہے، یعنی ذات خداوندی نے حضور پیر سیال کے فرمان کی تائید وتصدق کی مہر ثبت ہے۔

حضور مخدوم صابر کلیری کی طرف سے انعام☆: اپنے مرشد کامل شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ سے خرقہ خلافت پانے کے بعد آپ نے سیالکوٹ کو اپنے ظاہری و باطنی فیوض و برکات کا مرکز بنایا۔

اُنہی دنوں قدوہ اہل کمال و زبدہ اہل وصال، بظاہر مجذوب الحال حضرت قلندر صابر کلیری علیہ الرحمۃ نامی ایک بزرگ نے سیالکوٹ شہر میں نزول اجلال فرمایا اور تھوڑے ہی عرصہ میں شہر میں ہزاروں تشنگان ظاہری و باطنی کو اپنے فیوضات روحانی سے سیراب فرمایا، ان کی کرامات کا شہرہ دور دور تک زبان زدِ خاص و عام ہو گیا۔

دوسری طرف آپ کی قائم کردہ خانقاہ عالیہ میں ملت اسلامیہ کی فلاح و بہبود کے لئے عملی اقدامات پر عمل زور دینے کا سلسلہ جاری تھا۔ آپ نے اس مقصد کے لئے اپنی زندگی کو مسلسل جہاد میں تبدیل کر رکھا تھا۔ دن و رات اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی میں سرگرم عمل تھے۔

اتفاقاً ایک روز آپ کا آمنا سامنا قلندر صابر کلیری علیہ الرحمۃ سے سیالکوٹ کے بازار میں ہو گیا تو آپ نے ان سے سلام و مصافحہ کیا۔ قلندر صاحب نے آپ کو دیکھتے ہی ارشاد فرمایا مولوی صاحب ہم یہاں ویسے ہی نہیں آئے ہیں، بلکہ سلطان الاولیاء، بادشاہ دوجہاں حضرت سیدنا مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری رضی اللہ عنہ کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ میں ان کے حکم سے آپ کو فقر کی تیغ برہنہ بنانے کے لئے آیا ہوں، ہم قطبیت کے خزانوں سے آپ کے قلب کو بھرنے اور شہنشاہی ہفت اقلیم کا تاج آپ کے سر پر رکھنے آئے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی قلندر صابر کلیری نے آپ کے قلب مبارک میں قطبیت کے بے بہا خزانے سمو دیئے، اس سے فیض یاب ہونے کے بعد آپ فقر کی شمشیر برہنہ بن کر اس دنیا میں ظاہر ہوئے، اور چاروں طرف آپ کے فیوض و برکات و کرامات کا ڈنکا بجنے لگا۔

اور وہ قلندر صابر کلیری اپنی ڈیوٹی پوری کرنے بعد کلیر شریف انڈیا چلے گئے، اور کچھ عرصہ کے بعد ان کا وصال ہو گیا ہے مرقد منورہ کلیر شریف میں مرجع انام ہے۔

حضرت قلندر پاک صابر کلیری علیہ الرحمۃ نے آپ کو "شہنشاہ ہفت اقلیم" کا جو اعزاز بحکم حضرت مخدوم صابر کلیری عطا فرمایا۔ اس سے بھی آپ کا مادہ تاریخ ولادت اخذ ہوتا ہے۔

قلندر پاک سے فیض ہونے کے بعد آپ اس طرح، حضور پیر سیال کی نسبت سے چشتی نظامی ہوئے جبکہ صابری فیضان کے حصول کے بعد آپ چشتی نظامی صابری ہوئے، جبکہ صابری سلسلہ کا رنگ آپ پر غالب رہتا۔

سیرت و کردار☆: آپ اپنے وقت کے بے نظیر عالم و شیخ طریقت تھے۔ اپنے ہمعصر علماء اور مشائخ میں مقام بلند رکھتے

تھے۔ بڑے بڑے جید علماء دقیق مسائل لے کر حاضر خدمت ہوئے آپ آن واحد میں گتھیاں سلجھا دیتے، اسی طرح آپ کے ہمعصر مشائخ بھی دل و جان سے آپ کی عزت افزائی فرماتے اور آپ کی مجالس وصحبت میں بیٹھنا باعثِ فخر اور موجب خیر و برکت سمجھتے تھے۔ آپ کا وجود باجود اہل سنت و جماعت کے لئے بہت گراں قدر سرمایہ تھا۔ اعتقادی و نظریاتی طوفان میں آپ کی ذات مینارۂ نور تھی۔ اختلافی مسائل میں آپ کا فیصلہ حق پر مانا جاتا تھا۔

آپ کے معاصرین علمائے کرام مشائخ عظام آپ کو جن مخصوص القابات سے یاد فرماتے تھے وہ یہ ہیں۔ شیر بیشۂ شریعت، شہباز خطابت، شہسوار مضمار طریقت، فخر ولایت، ہمائے اُوج کرامت، آفتاب علم و معرفت۔

وراثت میں ملنے والا گراں قدر علمی خزانہ☆: آپ فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی کے کتب خانے میں ۲۸ ہزار کتابیں تھیں۔ اُن کے وصال کے بعد ہم دو بھائی تھے۔ دونوں نے وہ کتابیں آدھی آدھی بانٹ لیں۔ وہ کتابیں درج ذیل علوم وفنون کی تھیں جن میں علم تفسیر، اصول، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تجوید، صرف، نحو، ادب، اسماء الرجال، جرح و تعدیل، معقول، منقول، فلسفہ، منطق، کلام حضور، علم نجوم، معانی، بیان، بلاغت، طب، عروض، قوافی، سیر، مناقب، لغات، ہندسہ، رمل، تعبیر، تصوف، سلوک، حساب، اقلیدس، سائنس، تواریخ واقعات وحالات، اور فن تاریخ۔

آپ نے ان مختلف فنون وعلوم کی کثیر تعداد میں کتابوں کا مطالعہ انتہائی مختصر عرصہ میں مکمل کیا۔ جبکہ اس دور میں اتنی بڑی تعداد میں کتب کا مطالعہ سے گزر جانا یہ ایک حیرت انگیز بات ہی نہیں بلکہ یہ کسی کرامت سے کم ہی نہ تھا۔

قبل از وصال عطائے خرقہ خلافت☆: وصال سے چند روز قبل ۲۹ اپریل ۱۹۰۹ء بروز جمعرات علی الصبح آپ کو بخار ہو گیا، ظہر کے وقت شدید بخار کے باعث نماز گھر پر ہی ادا فرمائی۔ اس وقت سائیں رحیم بخش شیخوپوری آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔

آپ نے اپنے صاحبزادے خواجہ محمد حفیظ اللہ کو طلب فرما کر اپنے سینہ مبارک سے لگا کر پیار فرمایا اور ان کی پیشانی کو چوما، پھر سائیں رحیم بخش کو حکم فرمایا کہ ہماری دستار لے کر آؤ، سائیں صاحب نے دستار پیش کی تو آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد حفیظ اللہ سے ارشاد فرمایا، "باپ کی جان! تم انشاء اللہ قادری ولایت کبریٰ کا تاج پہنو گے، یہ سلسلہ عالیہ چشتیہ کی دستار ہمارے ہاتھ سے بھی پہن لو"

پھر دستار مبارک اپنے ہاتھوں صاحبزادے کے سر پر سجائی اور اپنی خصوصی توجہات سے نواز کر سرفراز فرمایا۔

اگلے روز بخار کی شدت میں ہی نماز جمعہ آپ نے خود پڑھائی۔ نماز جمعہ کے بعد طبع مبارک پر جلال غالب تھا۔ اسی کیفیت میں لوگوں سے فرمایا۔ بڑیلے شریف والو ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم میں سے کوئی ہمیں مرنے کے بعد نہ دیکھے اور نہ ہی ہم تم میں سے کسی کو دیکھیں، یہ فرمان ذیشان سُن کر لوگ خوفزدہ ہو گئے، اور بلک بلک کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

اسی پُر جلال کیفیت میں اپنے گھر تشریف لے گئے، اور سیالکوٹ جانے کی تیاری فرمائی۔ آپ کی اہلیہ محترمہ نے حاضر خدمت ہو کر نہایت ادب سے سلام پیش کیا تو آپ نے فرمایا تم بالکل فکر نہ کرنا، آٹھویں روز تمہیں ہمارا پیغام مل جائے گا، پھر اس کے بعد ہم

ہمیشہ ہی آپ کے ساتھ ہیں۔

پھر گھوڑی پر سوار ہونے کے وقت اپنے صاحبزادے خواجہ حفیظ اللہ سے ارشاد فرمایا آؤ اور باپ کا آخری پیار لے لو، انتہائی شفقت ومحبت سے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا ہمارے بعد اپنی والدہ کا خیال رکھنا۔ اس کے بعد سیالکوٹ کے لئے روانہ ہوگئے۔

سیالکوٹ پہنچ کر اپنے مخلصین ومریدین کے پُرزور اصرار پر آپ ہسپتال داخل ہوگئے۔ مگر علاج معالجہ کے باوجود مرض شدت اختیار کرگیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ بمطابق ۷ مئی ۱۹۰۹ء بروز جمعتہ المبارک بوقت تہجد ہوا۔ پورے ملک کے طول وعرض میں آپ کے وصال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ ہزاروں افراد زاروقطار روتے ہوئے آئے، تین دن تک جسم مبارک دیدارِ عام کے لئے رکھ گیا۔ تیسرے روز بعد نماز ظہر آپ کی نماز جنازہ ہجوم زیادہ ہونے کے باعث کئی مرتبہ ادا کی گئی۔ مزارِ پُرانوار ساڑھے تین سال تک سیالکوٹ میں قائم رہا۔ آپ کے خلیفہ سائیں رحیم بخش علیہ الرحمۃ نے اہل سیالکوٹ کے خلاف دعویٰ عدالت دائر کیا ہوا تھا، جو اُن کے حق میں ہوگیا، پھر وہ آپ کو لے کر چونڈہ چلے گئے۔

آپ کا مزارِ پُرانوار چونڈہ ضلع سیالکوٹ میں مرجعٔ خاص وعام ہے، جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نورِ ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کا سالانہ عرس مبارک آپ کے دربار پر ۷ مئی کو ہر سال منایا جاتا ہے۔ جبکہ بڑیلہ شریف ضلع گجرات میں ۷ جون کو آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ سید غلام رسول بخاری چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: پروردۂ نگاہ لطف رسول مدنی، غوث الاسلام والمسلمین، قطب الحق والیقین، غریق بحر محبت، مقتدائے اہل مودت سرفراز دارین، بے نیاز کونین حضرت خواجہ سید غلام رسول بخاری چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ قطب آسمان ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 25 صفر المظفر 1256 ہجری بمطابق 7 مئی 1840ء بروز دوشنبہ موضع چکوڑی شریف تحصیل و ضلع گجرات میں ولی العصر حضرت خواجہ سید احمد شاہ چکوڑی علیہ الرحمتہ کے علمی وروحانی گھرانے میں ہوئی۔

آپ کے دادا بزرگوار حضرت خواجہ سید نظام الدین شاہ بخاری علیہ الرحمتہ کریری سیداں آزاد کشمیر سے گجرات کے نواحی گاؤں بھملہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات میں آ کر آباد ہوئے۔ خدا نے ان کو سات بیٹے عطا فرمائے۔ ان میں سے ایک بیٹے حضرت سید احمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے چکوڑی شریف میں سکونت اختیار کی بعد از وصال ان کا مزار پر انوار شکریلہ شریف میں بنا جو مرجع خاص و عام ہے۔

شکریلہ شریف سرائے عالمگیر سے نہر اپر جہلم کی پٹڑی پر میر پور روڈ کے کنارے تقریباً 20 کلومیٹر دور واقع ہے۔ جغرافیائی لحاظ سے اس کا محل وقوع ایک انوکھا دلچسپ منظر پیش کرتا ہے۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ نے اپنے والد گرامی حضرت سید احمد شاہ بخاری علیہ الرحمتہ سے قرآن کریم اور دیگر علوم متداولہ کی تعلیم حاصل کی۔

بیعت و خلافت ☆: آپ نہایت ہی حسین و جمیل اور بہادر وشہہ زور نوجوان تھے۔ فن کشتی سے خاصہ شغف اور لگاؤ تھا۔ کسی بہانے آپ سیال شریف کی راہ چل دیئے اور حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کی خدمت میں پہنچ کر سلام عرض کیا۔ حضرت خواجہ سیالوی کو آپ کی بھولی بھالی شکل وصورت دیکھ کر پیار آ گیا۔ اور پوچھا کہ جوان تم کون ہو؟ اور یہاں کیوں اور کیسے آئے ہو؟

آپ نے عرض کیا حضور سید ہوں۔ علاقہ گجرات سے آیا ہوں۔ کشتی لڑنے کا شوق ہے۔ مجھے ایسا تعویذ عطا فرما دیں کہ جس کی برکت سے مدمقابل پہلوان پر فتح حاصل کر لیا کروں۔ حضرت خواجہ سیالوی نے مسکرا کر فرمایا شاہ جی سب سے بڑا دشمن اور پہلوان نفس اور شیطان ہے۔ اس کو زیر کرنے کا تعویذ لے جاؤ۔ عرض کیا حضور یہی دے دو۔ حضرت خواجہ سیالوی نے قریب بلا کر ہاتھ پکڑا اور بیعت سے سرفراز فرما کر سینے سے لگا کر عرفان کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ اور بعد تکمیل مجاہدات اور سلوک و معرفت کی منزلیں طے کرانے کے بعد

خرقہ خلافت سے سرفراز فرما کر صاحب ارشاد کیا۔

آپ بیعت کے بعد چار برس تک سیال شریف میں مرشد کامل کی خدمت میں رہ کر مجاہدات عبادات اور سلوک و معرفت کے حصول کے لیے مصروف و مشغول رہے۔

شیخ کامل کی خصوصی عنایات☆: آپ کو اپنے پیرومرشد سے والہانہ عشق اور عقیدت و محبت تھی۔ ہر سال پاپیادہ سیال شریف حاضری کے لیے جاتے۔ اسی طرح آپ کے شیخ کامل کو بھی آپ سے خصوصی تعلق و محبت تھی۔ جس کا اندازہ اس بات سے لگتا ہے کہ جس وقت شیخ کامل نے آپ کو خرقہ خلافت دے کر سیال شریف سے روانہ کرنا چاہا تو آپ کو چند تبرکات بھی عطا فرمائے۔ جن میں سنگ مرمر کی سفید تختی، مصلےٰ (جائے نماز) تسبیح کوزہ عصایہ تبرکات آج بھی آپ کے دربار شکریلہ شریف میں موجود و محفوظ ہیں۔

سیرت و کردار☆: آپ مجاہدہ و ریاضت میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ آپ فرض نمازوں کے علاوہ ایک ہزار رکعت نفل بلا ناغہ ادا فرماتے تھے۔ قرآن پاک کی باقاعدگی سے تلاوت کے علاوہ دیگر اوراد و وظائف بھی مکمل کرتے۔ سال میں دو تین مرتبہ پندرہ پندرہ دن کا روزہ رکھتے۔ نماز پنجگانہ باقاعدگی کے ساتھ باجماعت ادا فرماتے تھے۔ آپ نہایت پارسا، متقی و پرہیزگار متشرع عابد زاہد عالم و فاضل عارف کامل تھے۔ اکثر آپ پر استغراقی کیفیت طاری رہتی تھی۔ حد درجہ کے متوکل اور فکر معاش سے آزاد تھے۔ آپ طویل القامت جسم دبلا چہرہ ہشاش بشاش شگفتہ اور زردی مائل تھا۔

کمالات باطنی میں یکتائے زمانہ اور توحید و معرفت میں لاثانی تھے۔ آپ کو نسبت جذب و کیف حاصل اور ولایت میں مرتبہ غوثیت اور قطب مدار پر فائز تھے۔ آپ کا لباس بالکل سادہ ایک کرتہ اور تہبند استعمال کرتے تھے۔ سر پر کلاہ قادری اور اوپر سفید ململ کی چادر اوڑھتے تھے۔ غذا بالکل سادہ مگر بہت تھوڑی استعمال کرتے تھے۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: آپ کے چند خلفاء کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ حضرت خواجہ سید محمد شاہ بخاری (پسر)، حضرت خواجہ سید ملک علی شاہ بخاری (پسر)، حضرت خواجہ سید علی شاہ ساکن گرساہی علاقہ پونچھ آزاد کشمیر، حضرت خواجہ سید حیدر علی شاہ ساکن مظفرآباد آزاد کشمیر، حضرت مولانا قاری خواجہ غلام نبی للّٰہی ساکن للّٰہ شریف تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم۔

اولاد و امجاد☆: خداوند کریم نے آپ کو چار صاحبزادے عنایت فرمائے۔ جن میں حضرت سید مردان علی شاہ، حضرت صاحبزادہ سید محمد شاہ، حضرت صاحبزادہ سید گل حسین شاہ، حضرت صاحبزادہ سید ملک علی شاہ ہیں۔

آپ نے اوّل الذکر تینوں صاحبزادوں کو اپنی حیات مبارکہ میں اپنے شیخ کامل حضرت خواجہ سیالوی کے دست مبارک پر بیعت کرا دیا تھا۔ چوتھے صاحبزادے حضرت سید ملک علی شاہ بخاری حضرت سید غلام حیدر علی شاہ جلالپوری علیہ الرحمتہ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت و اجازت حاصل کر کے سرفراز ہوئے۔

حضرت مولانا نور عالم چکوڑی کا خواب☆: حضرت مولانا نور عالم ساکن چکوڑی شریف کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں حضرت زبدۃ الانبیاء مسعود المسلمین حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس مبارک پر پاکپتن شریف میں حاضر ہوا۔

مخلوق کا انبوہ کثیر تھا۔ لوگوں نے مجھے بہشتی دروازے کے قریب نہ جانے دیا۔ آخر مجبور ہو کر ایک دیوار سے تکیہ لگا کر سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر اور حضرت خواجہ غلام رسول شاہ بخاری تشریف لائے ہیں۔ حضرت خواجہ سید غلام رسول شاہ بخاری علیہ الرحمتہ مجھے فرماتے ہیں باواجی کو ذرا داد دے، اور آپ پاس ہی بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد میری آنکھ کھل گئی۔ میں حیران تھا کہ سبحان اللہ کیسا کرم ہے۔ جب میں واپس شکریلہ شریف پہنچا تو آپ نے فرمایا نور عالم باواجی کی خواب میں خوب زیارت کی۔ اب تو پکے بہشتی ہو گئے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 13 رجب المرجب ۱۳۲۸ ہجری بمطابق 26 اگست 1910ء بروز چہار شنبہ (بدھ) کو ہوا۔

مزار پُر انوار شکریلہ شریف سرائے عالمگیر سے میر پور جانے والی سڑک پر سرائے عالمگیر سے دو میل دور مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے مزار شریف پر بہترین گنبد ہے۔ اس کے قریب عالی شان مسجد اور مزار شریف کے چہار طرف پھلواڑی لگی ہوئی ہے جو حسین و جمیل منظر پیش کرتی ہے۔

آج کل آپ کے پوتے حضرت صاحبزادہ سید عاشق حسین شاہ بخاری سجادہ نشین ہیں جو دربار عالیہ اور سلسلہ عالیہ کے نظام کو احسن انداز میں چلا رہے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ محمد بخش نازک کریم چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی، عارف ابن عارف، کامل ابن کامل، عالم ربانی، مرشد لاثانی حضرت خواجہ محمد بخش نازک کریم چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ اپنے اسلاف کی عملی تصویر ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ماہ ربیع الاوّل شریف 1283ہجری بمطابق ماہ جولائی 1866ءکوسلطان العارفین حضرت خواجہ غلام فرید چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے گھر چاچڑاں شریف ضلع رحیم یار خان میں ہوئی۔ آپ کی ولادت باسعادت پر آپ کے تایا اور دادا مرشد حضرت فخر جہاں علیہ الرحمتہ نے اپنا لعاب ڈال کر ابتدائی نشو ونما کی آبیاری کی اور آپ کے بارے میں فرمایا کہ بچہ بہت بلند مقام پر فائز ہوگا۔

آپ نے بہت تھوڑے عرصے میں قرآن کریم حفظ کیا اور پھر مروجہ دینی تعلیم جید علماء سے حاصل کی۔ جبکہ مشکوٰۃ، شرح جامی، لوائح اور شرح عقائد اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ غلام فرید چشتی نظامی سے پڑھی۔

ظاہری تعلیم سے فراغت کے بعد باطنی تربیت بھی والد گرامی سے حاصل کی۔ والد گرامی اپنے فرزند ارجمند کی روحانی و باطنی تربیت کے لیے ہر آن متوجہ رہے۔ اور پھر وہ مقام آن پہنچا کہ آپ باطنی کمالات کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہو گئے۔ آپ نے سلوک کی منازل بھی اپنے والد گرامی کی زیر نگرانی طے کیں۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں اپنے عظیم والد بزرگوار وحید العصر، فرد فرید حضرت خواجہ غلام فرید چشتی نظامی آف کوٹ مٹھن شریف کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

درس وتدریس اور مسند سجادگی ☆: آپ اپنے والد گرامی اور شیخ طریقت کے وصال کے بعد چھتیس برس کی عمر میں مسند سجادگی اور رشد وہدایت کے منصب پر فائز رہ کر سلسلہ عالیہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

والد گرامی کے وصال کے تیسرے روز پندرہ ہزار روپے نقد خیرات کیے۔ اور اخراجات لنگر اور خیرات وصدقات کو بدستور قائم رکھا۔ اور اپنے والد گرامی کے وظیفہ خواروں اور روزینہ خواروں کو نئی اسناد لکھ کر دیں اور تمام اہلکاران خانقاہ چاچڑاں شریف کو بدستور اپنی جگہ قائم رکھا۔ اپنے بزرگوں کی طرح درس وتدریس اور سلسلہ رشد وہدایت کو اسی طرح جاری رکھا۔ منتہی کتابیں بذات خود پڑھاتے رہے۔

اور تعلیم معرفت اور احترام شریعت کے امور بحسن خوبی انجام پذیر ہوتے رہے۔ آپ کے تبحر علم کا یہ عالم تھا کہ آپ کے شاگردوں میں بڑے بڑے صاحب سلسلہ بزرگوں اور جید علماء کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ جن میں حضرت خواجہ احمد دین صاحب سجادہ نشین پراران شریف، مولانا نور احمد صاحب پائی شریف، مولانا خواجہ محمد یار صاحب گڑھی اختیار خان ضلع رحیم یار خان اور حضرت دیوان مہر جہانیاں صاحب بخاری علیہم الرحمتہ جیسے حضرات آپ سے اکتساب علم کرتے رہے۔ معروف تذکرہ نگار و مؤرخ مولانا نور احمد فریدی نے بھی آپ سے فیض حاصل کیا ہے۔

آپ کی محفل میں ہر وقت علمائے کرام مشائخ عظام عالمانہ اور عارفانہ مسائل کے حل کے لیے آپ کی خدمت وصحبت میں موجود رہتے تھے۔ دقیق سے دقیق مسئلہ بھی آپ آن واحد میں حل فرمانے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

آپ قادر الکلام اور سحر البیان تھے جو بھی آپ کی محفل میں ایک مرتبہ آتا عمر بھر کے لیے گرویدہ ہو کے رہ جاتا۔ آپ کو مسائل تصوف اور توحید میں وہی ادراک حاصل تھا جو آپ کے بزرگوں کو حاصل تھا۔ سالکان طریقت کی تربیت میں آپ ید طولیٰ رکھتے تھے۔

آپ کے علمی و روحانی بلند مقام کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک دن آپ کے شیخ کامل اور والد بزرگوار نے مولانا محمد علی صاحب سے فرمایا کہ مولانا۔ ''فقیر کے فرزند کے مقام معرفت وولایت کا اندازہ کر کے مجھے مطلع کریں۔''

مولانا محمد علی صاحب نے کچھ دن کے معمولات، انہماک وادراک اور آپ کے وجد وحال کا بغور مشاہدہ کرنے کے بعد حضرت خواجہ غلام فرید چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں آکر عرض کی۔ حضور آپ کے صاحبزادے ''مقام عروج پر ہیں۔'' یہ سن کر حضرت خواجہ غلام فرید نے فرمایا کہ ''خلق خدا کو فائدہ پہنچانے کے لیے ان کو نیچے لانا پڑے گا۔''

آپ کے علمی جواہر پارے ☆: آپ فرماتے ہیں کہ درویش پانچ صفتوں سے موصوف ہوتا ہے۔ اول، صاحب درد ہو۔ دوم، ریا کو شرک جانے۔ سوم، غیر حق کو رخصت کردے۔ چہارم، عشق میں یک رنگ ہو۔ پنجم، شکر گزار ہو۔

مقام اہل تصوف ☆: آپ فرماتے ہیں کہ اہل تصوف تین چیزوں کو معتبر جانتے ہیں۔ اول، جذبہ۔ دوم، سلوک۔ سوم، عروج۔

جذبہ اس کشش کو کہتے ہیں جو من جانب اللہ ہو۔ سلوک اس کوشش کو کہتے ہیں جو سالک کی طرف سے ہو۔ جذبہ حق تعالیٰ کا فعل ہے۔ جو بندے کو اپنی طرف کشش فرماتا ہے۔ اور وہ مال وجاہ کی محبت سے نجات عطا فرماتا ہے۔ اور جو کچھ بندے کی طرف سے وارد ہوتا ہے۔ اسے میل واردات محبت وعشق کہا جاتا ہے۔ بندہ کی توجہ جس قدر زیادہ ہوتی ہے اتنی گرمی زیادہ ہوتی ہے۔ اور پھر نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ غیر حق کو ترک وفراموش کر کے مرتبۂ عشق پر فائز ہو جاتا ہے۔ اور اسی میں زندگی بسر کرتا ہے۔ ایسے مرد کو مجذوب کہتے ہیں۔ بعض ان میں سے اپنی اصل حالت پر واپس آکر سلوک کو تمام کر لیتے ہیں، ایسے آدمی مجذوب سالک کہتے ہیں۔ ان کی جملہ چار اقسام ہیں۔ اول، سالک۔ دوم، مجذوب۔ سوم، سالک سالک۔ چہارم، مجذوب سالک۔

کمالات انسانی ☆: آپ فرماتے ہیں کہ انسان میں چار کمالات ہیں۔ اول، افعال نیک۔ دوم، اقوال نیک۔ سوم، اخلاق

نیک۔ چہارم، عادات نیک۔

ان کے ساتھ اگر ترک، عزلت، قناعت اور فراغت کے اوصاف بھی حاصل ہو جائیں تو ان آٹھ کمالات کا حامل انسان ''کامل آزاد'' ہوگا۔ اور کاملِ آزاد کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ نے حصول ترک کے بعد عزلت وقناعت کو اختیار کر لیا۔ اور دوسرے گروہ نے ترک کے بعد تسلیم ورضا کو پسند کر لیا۔

قبل از وصال سرکاری وفد کی آمد ☆: زندگی کے آخری ایام میں آپ علیل ہو گئے۔ پہلے تو مقامی طور پر علاج کرایا جاتا رہا۔ بعد ازاں آپ کو علاج کی غرض سے حکیم اجمل خان کے پاس دہلی لے جایا گیا اور ان کا علاج کرایا مگر کمزوری دن بدن بڑھتی گئی۔ بالآخر حکیم اجمل خان نے آپ کے مقربین کو کہہ دیا کہ نبض بہت کمزور پڑ گئی ہے۔ لہٰذا ان کو واپس چاچڑاں شریف لے جاؤ۔

چنانچہ دہلی سے واپس تشریف لائے تو چاچڑاں شریف کی بجائے خانپور رک گئے۔ خانپور میں قیام کے دوران نواب آف ریاست بہاولپور کے فرمان کے مطابق حاجی غلام محی الدین سپرنٹنڈنٹ پولیس آف بہاولپور اور صالح محمد خان تحصیل دار پر مشتمل ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ مولوی رحیم بخش وزیر ریاست استفسار کرتے ہیں کہ علالت کے دوران اگر جناب والا کوئی وصیت کرنا چاہیں تو حسب الحکم تعمیل کی جاوے گی۔

آپ ان کی آمد کا مقصد سمجھ گئے اور فرمایا۔ میں اپنے فرزند کے ہوتے ہوئے کسی وصیت کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

اس کے بعد آپ چاچڑاں شریف چلے گئے اور وہیں آپ کا وصال ہوا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 21 رمضان المبارک ۱۳۲۹ ہجری بمطابق ماہ اگست 1911ء کو ہوا۔

مزارِ پُرانوار والد گرامی کے مزار کے ساتھ کوٹ مٹھن شریف میں مرجعِ خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نورِ ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ احمد میروی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: مردِ حقیقت آگاہ، طورِ استقامت کشتۂ جود وسخا، سراپا مہر ووفا، عارف کامل، مرشد اکمل، پیر طریقت، امیر شریعت، محبوب اللہ الصمد حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ سلطان الذاکرین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۵۰ھ بمطابق ۱۸۳۴ء میں کھوکھر اعوان خاندان کے ایک بزرگ حضرت خواجہ برخوردار علیہ الرحمۃ کے گھر بلوچستان کے کوہستانی علاقہ میں ہوئی۔ آپ کے آباؤ اجداد کا اصل وطن کنار دریائے چناب پنجاب ہے۔ آپ کے دادا سکھوں کے عہد میں ان کے ظلم وستم سے تنگ آ کر اپنے قبیلے کے ہمراہ بلوچستان کے پہاڑی علاقوں میں آ کر آباد ہوئے اور وہیں پر بلوچ خاندان کی ایک شاخ بزدار قوم میں شادی کی جس سے آپ کے والد میاں برخوردار پیدا ہوئے پھر انہوں نے بھی اسی بزدار قوم میں شادی کی۔ جس سے دو فرزند حضرت خواجہ احمد میروی اور خواجہ یعقوب اور ایک صاحبزادی کی ولادت ہوئی۔ آپ کے دوسرے بھائی خواجہ یعقوب بچپن ہی میں انتقال فرما گئے تھے۔

آپ کے والد ماجد میاں برخوردار علیہ الرحمۃ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی المعروف پیر پٹھان علیہ الرحمۃ کے مرید اور خدا دوست بزرگ تھے۔ وظائف کی تکمیل کے لئے جنگلوں میں چلے جاتے اور یاد خدا میں ہمہ وقت مصروف رہتے۔

ایک دفعہ آپ کی موجودگی میں آپ کے والد گرامی پر وجد طاری ہو گیا آپ ابھی چھوٹی عمر میں تھے والد گرامی کی اس کیفیت کو دیکھ کر ان کی چیخیں نکل گئیں۔ اس کے بعد انہوں نے معمول بنا لیا کہ آنکھ بچا کر تنہائی میں تشریف لے جاتے۔ ایک مرتبہ حضرت پیر پٹھان علیہ الرحمۃ کی زیارت سے مشرف ہو کر واپس آ رہے تھے کہ موضع منگروٹھہ جو تونسہ شریف سے مغرب کی جانب ۴ کلومیٹر دور ہے پہنچے تھے کہ ان کا وصال ہو گیا۔ مسجد بلوچ خاناں میں آپ کا مزار بنا۔

تعلیم وتربیت ☆: والد ماجد کی وفات کے بعد آپ کی کفالت تعلیم وتربیت کی ذمہ داری آپ کے ماموں علی خان پر آ پڑی وہ بھی حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کے مرید تھے۔ آپ اپنے ماموں کے ہمراہ تونسہ شریف پہنچے اور وہیں پر مقیم ہو کر تحصیل علم کرنے لگے اور متواتر نو سال تک تونسہ شریف میں علم حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد آپ ملتان تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ ملتان کے علمأ سے اکتساب فیض کرتے رہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی جناب میاں برخوردار علیہ الرحمۃ سے حاصل کی اور قرآن پاک پڑھنے کے لئے اپنے گاؤں سے ۸ کلومیٹر دور ایک مولوی صاحب کے پاس جاتے رہے۔ اس دوران آپ نے سخت ریاضت برداشت کی۔ صبح کو سبق پڑھ کر استاد محترم کے مویشی چرانے چلے جاتے۔ سردیوں کے موسم میں استاد محترم نے اونٹ کی اون کا کمبل دیا ہوا تھا جسے اوڑھ کر آپ پہاڑی کی غار میں سو جاتے اس دوران ایک سال تک آپ کے والد محترم نے آپ کی کوئی خبر نہ لی۔ لیکن آپ قرآن پاک کی تعلیم کے حصول کے لئے مسلسل تکلیف برداشت کرتے رہے اور قرآن پاک مکمل کرنے کے بعد ہی اپنے گھر واپس تشریف لائے۔

بیعت و خلافت ☆: جب آپ بچپن کے عالم میں حصول علم کے لئے اپنے ماموں علی خان کے ہمراہ تونسہ شریف پہنچے تو دوران تعلیم ہی آپ حضرت خواجہ پیر پٹھان کے دام محبت میں گرفتار ہو گئے تھے۔

چنانچہ علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد دوبارہ تونسہ شریف حاضر ہو کر حضرت پیر پٹھان علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے مگر اس کے بعد جلد ہی حضرت پیر پٹھان علیہ الرحمۃ کا وصال ہو گیا۔

اس کے بعد آپ مسلسل اور عبادت و ریاضت میں مصروف رہے اور سلوک کی منزلیں طے کیں۔ آپ کا شمار حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمتہ کے خلفاء میں ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ آپ مکھڈ شریف ضلع اٹک میں حضرت مولانا محمد علی مکھڈی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے عرس مبارک میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت خواجہ محمد فاضل شاہ علیہ الرحمۃ نے آپ کو حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کی سونپی ہوئی امانت آپ کے سپرد کی اور فرمایا کہ حضرت پیر پٹھان نے آپ کی یہ امانت میرے سپرد کی تھی۔ آج میں اس بار سے عہدہ برآں ہوتا ہوں اور اس کے بعد جب آپ تونسہ شریف پہنچے تو حضرت پیر پٹھان علیہ الرحمۃ کے پوتے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی سجادہ نشین تونسہ شریف نے بھی آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا

میرا شریف میں مستقل سکونت ☆: آپ ایک مرتبہ سیر و سیاحت کرتے ہوئے جب تحصیل پنڈ گھیپ ضلع اٹک کی بستی میں میرا میں پہنچے تو آپ کی طبیعت کو بہت سکون ملا اور یہاں پر دل لگ گیا۔ آپ کو موضع میرا بہت پسند آیا آپ نے وہیں پر مستقل سکونت اختیار کرنے کا پروگرام بنالیا اور قیام پذیر ہو گئے۔

میرا شریف میں قیام کے بعد آپ نے ایک دینی ادارہ قائم کیا جہاں دور دور سے علماً اور طلباً آ کر آباد ہو گئے۔ مسجد، خانقاہ، لنگر خانہ کی تعمیر سے یہ ایک خاصہ قصبہ بن گیا۔

آپ نے میرا شریف میں علماء اور طلباء اور فقراُ کے لئے باقاعدہ لنگر خانہ قائم کر کے لنگر جاری کیا۔ آپ کے پاس ایسے چند علماً بھی آ گئے جو طلباً کو بلا معاوضہ تعلیم دیتے تھے۔ تھوڑے ہی دنوں میں میرا شریف کا یہ دینی مدرسہ پورے علاقے میں اسلام کا عظیم مرکز بن گیا اور بہت سے علماً نے اس جگہ سے اکتساب فیض کیا۔

آپ نے میرا شریف کے گرد و نواح میں بہت سی مساجد کی تعمیر کروائی اور بعض مقامات پر زائرین کے لئے مسافر خانے تعمیر کرائے۔ جس سے مخلوق خدا نے فائدہ اٹھایا۔

سیرت وکردار☆: میراشریف میں پہلاعرس کیاتو گاجروں پرختم دلایا تھامگر بعد میں خدانے اتنی ترقی دی کے عرس کے موقع پرایک دن میں چالیس من غلہ خرچ ہوتا رہا۔آپ عبادت وریاضت میں یگانہ روزگار تھے۔ ہمیشہ نماز پنجگانہ باجماعت ادافرماتے تھے حتی کہ شدید علالت کے زمانے میں آپ کے مریدین آپ کی چارپائی مسجد میں لاتے اور آپ مسجد میں ہی نماز باجماعت ادافرماتے تھے آپ کے تمام افعال واقوال اعمال شریعت محمدیہ اور طریقت خواجگان چشت کے عین مطابق تھے آپ ایک متواضع ،منکسر المزاج ،متوکل اور ایثار پیشہ بزرگ تھے۔اپنے مریدین کی اصلاح وتربیت بڑی نرمی وشفقت سے فرماتے تھے۔کبھی کسی پرناراض نہ ہوتے تھے۔

اخلاق اور حلم کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کے جوتے چوری کر لئے اچانک مریدین نے دیکھ کر پکڑ لیا آپ نے چور سے فرمایا کہ بھائی جب تم نے ان کو اپنے قریب آتے ہوئے دیکھ لیا تھا تو جوتے گہری جگہ پر پھینک دیئے ہوتے۔لہٰذا اب تو تم یقینا چور بن چکے ہو۔اب تمہیں ایسی سزا دوں گا کہ تم یاد رکھو گے۔پھر اپنے خادم سے فرمایا کہ اسے جوتے کے لئے حافظ بدرالدین صاحب سے ایک روپیہ لادو۔

بدی رابدی سہل باشد جداً
اگر مروی احسن الی من اسا

استغنااور روابط حکومت وقت☆: آپ میں توکل استغنا بچپن ہی سے مزاج میں بدرجہ اتم موجود تھا۔جن دنوں آپ تونسہ شریف میں حصول علم کے لئے قیام پذیر تھے تو نواب بہاولپور کے وزیر احمد خان نے طلباً کا ماہانہ وظیفہ مقرر کیا تو طلباء کی فہرست میں آپ کا نام بھی شامل تھا جب آپ کو معلوم ہوا تو اپنے استاد سے کہہ کر اپنا نام اس فہرست سے خارج کروادیا۔اور وظیفہ لینے سے صاف انکار کردیا اور فرمایا کہ میں یہاں پر محبت الٰہی کا درس لینے آیا ہوں۔احمد خان کا دست نگر نہیں بننا چاہتا۔میں تو رب کریم اور اپنے خواجگان چشت کی رضا پر راضی ہوں۔اگر آپ کے بچپن کا یہ عالم ہے تو بعد میں کیا مقام ہوگا۔

میں گدا ہوں اپنے کریم کا

جب آپ میراشریف میں رشد وہدایت پر مامور تھے اور آپ کا شہرہ چاردانگ عالم میں پھیل چکا تھا۔اس زمانے میں انگریزوں کی حکومت تھی انگریزوں کا برعظیم پاک وہند پر مکمل تسلط ہو چکا تھا۔لیکن آپ ہمیشہ انگریز اور اس کے حواریوں کو اسلام کا متعصب دشمن سمجھتے ہوئے سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے رہے اور انگریزوں کی لائی ہوئی تہذیب کی برملا مخالفت کرتے رہے۔

حضرت تاجدار گولڑہ سے خصوصی تعلق☆: آپ کے حضرت تاجدار گولڑہ پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ سے خصوصی تعلق اور گہرے مراسم تھے باہم خط وکتابت اور آمد ورفت بھی تھی آپ حضرت تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ کو پیار سے لالو بھائی کہہ کر پکارتے تھے۔

مرکزی جامع مسجد راولپنڈی کا سنگ بنیاد☆: مرکزی جامع مسجد راولپنڈی کی تعمیر میں سکھ رکاوٹ بنے ہوئے تھے، مسجد کے قریب باغ سرداراں سکھوں کا مضبوط مرکز تھا۔

مسلمان دن بھر مسجد کی تعمیر کراتے شام کو سکھ وہ تعمیر گرادیتے تھے،صبح کو مسلمان آکر دیکھتے اور پریشان ہوجاتے مگر دوبارہ پھر سے

کام شروع کر دیتے تھے، یہ سلسلہ کافی عرصہ تک جاری رہا۔ اس سلسلہ میں کافی جھگڑے لڑائیاں بھی ہوئیں اور بہت سے سکھ مارے گئے اور بہت سے مسلمان شہید بھی ہوئے۔

ایک دن مرکزی جامع مسجد راولپنڈی کے بانی جناب قاضی گوہر علی خان صاحب نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعہ عرض کیا اور گزارش کی حضور آپ بذات خود تشریف لا کر اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھ کر تعمیر کا آغاز کریں۔

آپ نے وعدہ فرمالیا کہ انشاء اللہ میں صبح ایک مقدمہ کے سلسلہ میں راولپنڈی آؤں گا تو اس نیک کام کا آغاز اپنے ہاتھوں سے پہلا پتھر رکھ کر کروں گا۔

بانیان نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تاجدار گولڑہ فاتح قادیان حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ سے بھی رابطہ کر کے شرکت کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کر لی۔ اور دونوں بزرگ ضلع کچہری راولپنڈی میں شہادت صفائی کے لئے بھی مدعو تھے وہیں سے اکٹھے ہو کر راجہ بازار کے قریب مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے پہنچے۔ مسجد کے سنگ بنیاد کا پہلا پتھر آپ نے رکھا دوسرا پتھر تاجدار گولڑہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ نے رکھا اور دعا کے وقت آپ نے فرمایا کہ اب قیامت تک کوئی شخص اس سنگ بنیاد کو نہیں اکھاڑ سکتا۔

آپ کے خلفائے کرام☆: آپ کی شخصیت مرجع انام تھی۔ ان گنت افراد شرف بیعت سے مشرف تھے اور کثیر تعداد حضرات صاحب کمال بنے اور خرقۂ خلفاء حاصل کیا آپ کے چند خلفاء کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ حضرت مولانا احمد خان صاحب (سجادہ نشین اوّل) مولوی جلال الدین المعروف شاہ صاحب جھگی والے، حضرت مولانا خواجہ امیر احمد بسالوی تحصیل جنڈ ضلع اٹک، سید احمد شاہ فتح جنگی عرف سوہنے شاہ، حافظ بدرالدین، حضرت سرفراز خان صاحب، مولوی صالح محمد صاحب، مولانا محمد نواز صاحب ڈیرا اسماعیل خاں، فقیر عبداللہ صاحب (سجادہ نشین دوم)

حضرت مولانا حاجی فضل کریم مہتمم مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال، مولانا نور محمد چکڑالہ، حضرت مولانا محمد اکبر علی میانوالی، الحاج میاں مہر پشاور، احمد دین صاحب بمبئی، حضرت سید غلام حسین شاہ صاحب جھنگ، مولانا محبوب الرحمٰن صاحب ملتان، حضرت پیر سید محمود شاہ صاحب کراچی، سید فیض اللہ شاہ صاحب ساکن چھمبر شریف ضلع جہلم، حضرت سید لعل شاہ دوالمیال، حضرت مولانا فخر الدین بیر بلوی بیر بل شریف ضلع سرگودھا، حضرت سید عنایت علی شاہ ساکن چھمبر شریف ضلع جہلم، حضرت فقیر عبدالصمد صاحب، سید نور عالم شاہ ساہیوال، حضرت پیر سید حبیب شاہ صاحب چکوال، حضرت فقیر دیدار بخش صاحب مہار شریف، حضرت سید سلطان محمد شاہ، شاہ پور شریف، حضرت خواجہ احمد نور صاحب چاولی شریف، حضرت پیر فتح شاہ صاحب مڑیالہ شریف اٹک، حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب قفل گڑھ آزاد کشمیر، حضرت حکیم پیر فتح شاہ ہاشمی راولپنڈی، حضرت میاں دوست محمد صاحب چکوال، حضرت حافظ فقیر محمد صاحب نلہڈ، حضرت علامہ پیر نور محمد ہاشمی کندیاں، حضرت صوفی علاؤالدین راولپنڈی، حضرت پیر سید قادر بخش دندہ شاہ بلاول، حضرت پیر سید لال شاہ جندہ بلاول۔

ایک دن آپ درویشوں کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ میاں محمد نامی چٹھی رساں آیا اور ایک خط جو مدینہ شریف سے آیا تھا۔ حضور کی خدمت اقدس لا کر پیش کیا۔ جس کا مضمون یہ تھا

''احمد خان باشندہ لاہور کسی ناگہانی مصیبت میں پھنس کر اس سے رستگاری کے لئے عازم مدینہ منورہ ہوا۔ سات سال روضہ نبوی پر معتکف رہا۔ وہاں سے حکم ملا میرا شریف جاؤ وہاں سے مطلب دلی حاصل ہوگا۔ وہ حیران رہ گیا۔ اور خط لکھ کر اجازت طلب کی کہ اگر حکم ہو تو میں حاضر خدمت ہوں۔''

آپ نے جواب میں لکھا کہ

''یہ سب حضور پر نور کی ذرہ نوازی ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ اُس در کو مضبوط پکڑنا جب تک دلی مراد پوری نہ ہو۔ میں انشاء اللہ ہر نماز کے بعد دعا کرتا رہوں گا۔ تسلی رکھو۔''

کشف و کرامات ☆: ایک دفعہ آپ سیر و سیاحت کے سلسلہ میں کشمیر گئے۔ حضرت سید احمد شاہ صاحب آف فتح جنگ بھی آپ کے ہمرکاب تھے۔ آپ ایک آہنگر کے مکان پر فروکش ہوئے۔ ان دنوں ایک خونخوار شیر نے اس علاقہ میں اودھم مچا رکھا تھا۔ آپ تہجد کی نماز کے لئے اُٹھے اور وضو میں مشغول ہوئے۔ لوہار شیر مردم خور کے ڈر سے ایک لکڑی کو جلا کر باہر آیا (یہ اس علاقہ میں عام رواج ہے) تو کیا دیکھتا ہے کہ آپ وضو فرما رہے ہیں اور شیر ادب سے زانو تہ کئے ہوئے بیٹھا ہے۔ اس کے بعد شیر نے اس علاقہ میں کسی آدمی یا جانور کو کوئی ایذا نہیں دی۔

کرامت ۲ ☆: ایک دفعہ ملتان کی کسی مسجد میں نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ کی عادت تھی کہ نماز ادا کرتے وقت زر و مال دنیا سے جو پاس ہوتے وہ زمین پر رکھ دیتے اور نماز ادا کرتے۔ منور دین نام ایک مفلوک الحال شخص نے جب آپ کے زہد و ورع کا یہ عالم دیکھا تو بے حد متاثر ہوا ادھر آپ نماز سے فارغ ہوئے ادھر وہ آپ کے قدموں پر گر پڑا۔ اور زور زور سے رونے لگا۔ آپ نے رونے کا سبب پوچھا تو جواب دیا کہ فقر و فاقہ سے تنگ آ گیا ہوں۔ میرے حال زار پر توجہ فرمایئے۔ آپ نے ایک تعویذ لکھ کر دیا اور فرمایا اسے سنبھال کر رکھنا۔ انشاء اللہ امیر کبیر ہو جاؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

کرامت ۳ ☆: زمانہ طالب علمی میں کلور کوٹ تشریف لے گئے اور مولوی ملوک علی صاحب کے ہاں حصول علم کے لیے ٹھہرے۔ آپ دن کے وقت شہر سے باہر ایک درخت کے نیچے ذکر و فکر کیا کرتے اور شام کو شہر میں آ جاتے۔ آپ جہاں بیٹھا کرتے وہاں سلطان سچا نام ایک زمیندار کا خربوزوں کا کھیت تھا۔ وہ روزانہ ۳/۲ خربوزے بطور نذرانہ پیش خدمت کیا کرتا تھا۔ انہی دنوں دریائے سندھ میں طغیانی آئی اور دریا کا پانی کلور کوٹ شہر میں آ داخل ہوا۔

سلطان سچا نے حسب معمول نذرانہ پیش کر کے استدعا کی کہ خواجگان چشت اہل بہشت کا صدقہ ہم پر کرم کی نگاہ کیجیے۔ ورنہ ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ آپ نے اس کی آہ و زاری سنی اور دریا کے پانی میں داخل ہو کر ڈبکی لگائی۔ جب دیر تک کوئی سراغ نہ ملا۔ تو وہ دوڑتا ہوا کلور کوٹ گیا اور اہلیان دیہہ کو خواجہ صاحب کے ڈوب جانے کی اطلاع دی۔ کافی دیر بعد آپ دریائے سندھ سے باہر نکلے اہلیان دیہہ آپ کو صحیح و سلامت پا کر بہت خوش ہوئے اور خدا کے فضل سے دریائے سندھ کا پانی شہر سے تین کوس پرے ہٹ کر بہنے لگا۔

کرامت ۴ ☆: میرا شریف میں پانی کی سخت قلت تھی۔ لوگ تالاب کا پانی استعمال کرتے تھے۔ مکھڈ کے مال دار پراچوں

اور ہندوؤں نے بڑی کوشش کی کہ پانی نکل آئے کافی رقم خرچ کر کے کنوئیں کھدوائے لیکن ناکام رہے۔ آخر خواجہ صاحب نے خود ایک موزوں جگہ تلاش کر کے کنواں کھدوایا جس کا پانی آج تک لنگر خانہ اور حوض مسجد میں استعمال ہو رہا ہے۔

کرامت ۵ ☆: ایک دفعہ نکہ کلاں کے قوال فیض اللہ و گل محمد حاضر خدمت ہوئے۔ اور بیان کیا کہ نکہ کلاں کا احمد نمبردار ہمیں ناجائز طور پر تنگ کرتا ہے۔ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم نکہ کلاں سے ہجرت کر کے جہاں سینگ سمائیں چلے جائیں۔ آپ ان کے ہمراہ نکہ کلاں تشریف لے گئے۔ نمبردار کو بلا کر وعظ نصیحت کی۔ کہ یہ میرے قوال ہیں۔ ان کو تنگ کرنا چھوڑ دو۔ لیکن اس نے گستاخانہ جواب دیا۔ آپ کبیدہ خاطر ہو کر واپس چلے آئے۔ بقول سعدیؔ

باسیاہ دل چہ سود گفتن وعظ
نہ رود میخ آہنی در سنگ

اُسی دن نکہ کلاں میں لڑائی ہوئی اور احمد نمبردار اپنے لڑکے سمیت قتل ہو گیا۔ ؎

اے دو بہک چرانہ نشستی بجائے خویش
باشیر پنجہ کر دی و دیدی سزائے خویش

کرامت ۶ ☆: ایک دفعہ خواجہ صاحب نکہ کلاں کے ایک کنواں کے سایہ دار درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ درویشوں کے علاوہ علاقہ کے مریدین بھی حاضر تھے۔ مولوی شیخ احمد صاحب نکہ کلاں نے دست بستہ عرض کی۔ حضور سخت قحط سالی ہے گرمی کی شدت ہے، ہوا بند ہے۔ دعا کیجیے کہ ہوا چلنے لگے اور بارش ہو جائے تا کہ خلق خدا نہال ہو۔ آپ نے ہنس کر فرمایا۔ مولوی صاحب! چالیس گنجوں کے نام گنو انشاء اللہ دلی مراد پوری ہو جائے گی۔ مولوی صاحب نے دل ہی دل میں نام گن کر کہا حضور چالیس گنجوں کے نام گن چکا ہوں۔ لیکن کسی درخت کا کوئی پتہ تک نہیں ہلا۔ آپ نے فرمایا مولوی صاحب زور زور سے نام لے کر گنو تا کہ سب سُن سکیں۔ پھر اگر مطلب حل نہ ہو تو میرا ذمہ۔

جب مولوی صاحب نے ۴۰ گنجوں کے نام زور زور سے گن کر پورے کئے تو خدا کی قدرت دیکھیے کہ ہوا زور شور سے چلنے لگی۔ آسمان ابر آلود ہو گیا۔ باران رحمت برسنے لگی اور مخلوق خدا نہال ہو گئی۔

کرامت ۷ ☆: فتح خان ساکن پچھنڈ ایک شیعہ سید کو لے کر موضع توت آیا۔ اور آہستہ آہستہ اثر و تبلیغ سے گاؤں کے لوگوں کو شیعہ بنانا شروع کر دیا۔ موضع توت کے مریدین حاضر خدمت ہوئے اور تمام قصہ گوش گزار کیا۔ آپ ان کے ہمراہ توت تشریف لے گئے اور شیعوں کو بلا کر سمجھایا۔ کہ ہندوستان میں سب سے پہلے سید معین الدین اجمیری، سید جلال بخاری سید عیسیٰ شاہ بلوٹ تشریف لائے۔ ہندوستان میں اسلام ان بزرگان دین کی کوششوں سے پھیلا۔ اگر کوئی ان کی کتابوں سے ثابت کر دے کہ وہ شیعہ تھے یا اہل شیعہ حق پر ہیں۔ تو ہم سب مذہب شیعہ اختیار کر لیں گے ورنہ خواہ مخواہ کیوں ان پڑھ لوگوں کی دین دنیا خراب کر رہے ہو۔

فتح خان نے کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا۔ ہم خواجہ غریب نواز و شاہ عیسیٰ و سید جلال بخاری کے پیروکار نہیں ہمیں ان کی کتابوں

سے کیا واسطہ۔ ہم اہل سنت کے مذہب سے بیزار ہیں۔ حضرت خواجہ میروی رحمتہ اللہ علیہ کبیدہ خاطر آزردہ دل ہو کر واپس میرا تشریف چلے آئے۔ اسی دن فتح خان بدبخت درد قولنج میں مبتلا ہو کر مر گیا اور ژالہ باری نے گندم کی فصلوں کو سخت نقصان پہنچایا۔ نیز انہی ایام میں وبائی بیماری سے ہزاروں لوگ لقمۂ اجل ہوئے۔ گاؤں کے لوگ مذہب شیعہ سے توبہ تائب ہو کر حاضر خدمت ہوئے اور حضور کو اپنے گاؤں میں لے گئے اور تمام لوگوں نے جمع ہو کر طریقہ اہل سنت والجماعت اور نماز روزہ کی پابندی کا اقرار کیا۔ حضور نے دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے خواجگان چشت اہل بہشت کے صدقہ میں ان لوگوں کو بلیات ارضی وسماوی سے بچالیا۔

کرامت ۸ ☆: ایک عجیب وغریب مقدمہ قتل کا آپ کو سامنا کرنا پڑا۔ وہ یہ کہ موضع لانے والہ کے ایک شخص نے اپنی عورت کو قتل کر دیا۔ زیر دفعہ ۳۰۲ تعزیرات ہند چالان ہو کر مقدمہ میں ماخوذ ہو کر راولپنڈی پہنچا۔ تو اس نے راولپنڈی کے حاکم عدالت کے روبرو بیان دیا کہ مجھ سے قتل دیوانگی کے سلسلے میں ہوا ہے۔ میں کئی دفعہ رفع دیوانگی کے تعویذ کے لئے پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اور حضرت خواجہ احمد میروی کی خدمت میں گیا ہوں۔ جج نے بطور شہادت صفائی پیر مہر علی شاہ صاحب خواجہ احمد میروی اور سردار محمد نواز خان صاحب، کوٹ فتح خان کو طلب عدالت کرا دیا۔

عدالت کے طلب کرنے پر آپ ضلع کچہری راولپنڈی کے احاطہ میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی بھی شاہانہ شان وشوکت سے تشریف لے آئے۔ دونوں بزرگان دین بغلگیر ہوئے۔ حضرت پیر صاحب نے ہنس کر فرمایا۔ خواجہ صاحب آپ نے تو قسم کھا رکھی ہے کہ جیتے جی انگریزوں کو منہ نہ لگاؤں گا۔ لیکن آج تو معاملہ کچھ بے ڈھب سا نظر آ رہا ہے۔ آج تو انگریزی عدالت کے روبرو پیش ہونا اور شہادت دینی پڑے گی۔

آپ نے فرمایا۔ قبلہ خواجگان چشت کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے ملتجی ہوں کہ وہ مجھے انگریز کے منہ نہ لگائے اور بچارا قاتل جس نے یہ حیلہ کیا ہے۔ بفضل خدا باعزت بری ہو جائے تو کیا تعجب ہے۔ انہی باتوں کے دوران نماز ظہر کا وقت آ گیا۔ دونوں بزرگواروں نے راولپنڈی کے احاطہ کچہری میں نماز باجماعت ادا کی جب نماز سے فارغ ہو کر دُعا مانگ رہے تھے تو اہلکاروں نے خوشخبری سنائی کہ قاتل بری اور شہادت صفائی منسوخ۔

ہندو مریدین ☆: آپ کے زمرہ مریدین میں کٹھورام اور رام کور نکہ کلاں بھی تھے۔ رام کور درویشوں کے لئے صابن تیل کنگھی وغیرہ سامان مہیا کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ سخت بیمار ہو گیا۔ اور جب امید زیست منقطع ہو گئی تو خویش واقارب کو بلا کر وصیت کی کہ اگر میں مر جاؤں تو میری لاش مسلمانوں کے حوالے کر دینا۔ کیونکہ میں خواجہ احمد میروی کا مرید ہوں۔ ہندوؤں نے تو اس وقت آمنا وصدقنا کہہ دیا۔ لیکن اس کے مرنے کے بعد جب اس کی لاش کو جلانے کے لئے شمشان بھومی میں لے گئے اور ہر چند کوشش جلانے کی کی لیکن نہ جلی ناچار تنگ آ کر دریا برد کر دیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کی صحت مبارکہ آخری العمر ٹھیک رہی اور اپنے معمولات با قاعدگی سے ادا کرتے رہے۔ ۲۱ ذالحج ۱۳۲۹ھ بمطابق ۱۹۱۱ء کو آپ کے ہاتھ پر ایک پھوڑا نکلا جس سے آپ کو بہت تکلیف ہوئی اور اس سے آپ کا مرض موت شروع ہوا۔

آخر ۵ محرم الحرام ۱۳۳۰ھ ۲۷ دسمبر ۱۹۱۱ء بروز بدھ آپ کا وصال با کمال ہوا۔

مزار پر انوار میر اشریف تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک میں مرجع خاص و عام ہے آپ نے چونکہ مجرد زندگی گذاری نہ شادی کی نہ ہی اولاد تھی۔ اس لئے آپ کے بعد آپ کے مرید و خلیفۂ خاص حضرت مولانا احمد خان علیہ الرحمۃ آپ کے سجادہ نشین ہوئے اور پھر ان کے بھتیجے حضرت فقیر عبد اللہ علیہ الرحمۃ سجادہ نشین ہوئے۔ آج کل حضرت خواجہ فقیر عبد اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کے تیسرے صاحبزادے حضرت فقیر مقبول احمد چشتی میردی سجادہ نشین ہیں جو اپنے اسلاف کے طریقہ پر چلتے ہوئے خانقاہی نظام کو فروغ دینے میں مصروف عمل ہیں، خداوند کریم مزید توفیقات سے نوازے۔ آمین اللھم آمین

فقیر راقم الحروف کو بھی آپ کے دربار گوہر بار میں حاضری کا بارہا شرف حاصل ہے۔

رہے یہ آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ پیر سید محمد فضل شاہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ

تعارف ☆: فخر السادات، پروردۂ آغوش ولایت، ولی العصر، نیر افق ولایت حضرت خواجہ پیر سید محمد فضل شاہ چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ قطب الاسلام ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت تخمیناً 1265ھ ہجری بمطابق 1849ء کو موضع وریامال ضلع چکوال میں حضرت سید جندے شاہ علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

آپ نے موہڑہ کدلٹھی میں حضرت شیخ غلام محمد چشتی علیہ الرحمتہ سے علوم دینیہ میں تحصیل و تکمیل کی۔ آپ کے آباؤ اجداد کاشتکاری بھی کرتے تھے۔ آپ نے کاشتکاری کے علاوہ حلوائی کا پیشہ بھی اختیار فرمایا۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔ آپ کو اپنے شیخ کامل سے دلی عقیدت و محبت تھی۔ سیال شریف پا پیادہ تشریف لے جاتے۔ سیال شریف میں لنگر کی ڈیوٹی کر کے بہت خوش رہتے تھے۔ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ بھی آپ پر انتہائی کرم نوازی فرماتے تھے۔

درس و تدریس ☆: آپ نے تمام عمر اپنے گاؤں وریامال نواحی چکوال میں درس و تدریس، امامت و خطابت کے فرائض سر انجام دیئے۔ لاتعداد لوگوں نے آپ سے علمی استفادہ حاصل کیا۔

سیرت و کردار ☆: آپ بذات خود حافظ قرآن تھے۔ درس و تدریس کے علاوہ اپنی مسجد میں نماز تراویح بھی خود پڑھایا کرتے تھے۔ شریعت و طریقت کے احکام کی سختی سے پابندی فرماتے تھے۔ حسن اخلاق میں یکتائے زمانہ تھے۔ نرم مزاجی، خوش اخلاقی آپ کی طبیعت کا خاصہ تھی۔ ہر حال میں صبر اور شکر کرتے تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک اس قدر نورانی تھا کہ جو بھی ایک مرتبہ زیارت کرتا گرویدہ ہو کے رہ جاتا تھا۔ آپ نے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تبلیغ اور رشد و ہدایت کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ آپ کے کلام میں بہت تاثیر تھی۔ گرد و نواح کے لاتعداد افراد آپ کے مرید تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 22 رمضان المبارک ۱۳۳۱ ہجری بمطابق 25 اگست 1913ء بروز سوموار کو ہوا۔ مزار پر انوار موضع وریامال ضلع چکوال میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ سید سکندر شاہ گیلانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: آفتاب طریقت، ماہتاب شریعت، شہباز میدان حقیقت و معرفت حضرت خواجہ سید سکندر شاہ گیلانی چشتی نظامی ثمہٗ پشاوری رحمتہ اللہ علیہ قطب آسمان ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1266 ہجری بمطابق 1850ء کو پشاور شہر صوبہ سرحد میں امام العارفین حضرت سید میراں محی الدین شاہ گیلانی جو"سلطان المشائخ"اور گورگھنڈی والے آغا صاحب کے نام سے معروف تھے کے گھر ہوئی۔

آپ کے والد حضرت سید ابوالبرکات سید حسن شاہ گیلانی علیہ الرحمتہ کے فرزند ارجمند اور حضرت سید محمد غوث لاہور قادری گیلانی علیہ الرحمتہ کی اولاد پاک سے ہیں۔آپ کے اجداد میں پشت در پشت تمام بزرگ اپنے اپنے زمانہ کے کاملین و عارفین ہوئے ہیں۔

تعلیم و تربیت☆: آپ نے دینی تعلیم کے حصول کے لیے بہت محنت شاقہ برداشت کی اور ریاست جموں و کشمیر کے اساتذہ اور متبحر علماء سے دینی تعلیم حاصل کی۔اس کے علاوہ پشاور میں بھی حضرت مولانا میاں نصیر احمد سے بھی آپ نے اکتساب فیض کیا۔آپ نے دینی تعلیم کے حصول کے لیے طویل سفر کیئے اور علوم مروجہ میں تحصیل و تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کی۔

بیعت و خلافت☆: آپ حضور غوث الاعظم میاں محی الدین عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باطنی اشارہ پر سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں پیر سیال لجپال حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔آپ کو اپنے شیخ کامل حضرت خواجہ سیالوی علیہ الرحمتہ سے والہانہ عشق اور محبت تھی۔ سیال شریف کا سفر ہمیشہ پیدل فرماتے تھے۔شیخ کامل کے وصال کے بعد حضرت ثانی لا ثانی خواجہ محمد الدین سیالوی علیہ الرحمتہ اور حضرت مجاہد اعظم سیالوی خواجہ محمد ضیاء الدین علیہ الرحمتہ کے دور میں بھی کمال عقیدت و محبت سے حاضری دیتے رہے۔اور اپنا دامن فیوض و برکات سے مالا مال کرتے رہے۔

سیرت و کردار☆: آپ کی مجلس میں علماء فقراء، صلحا اور امراء کا ہر وقت تانتا بندھا رہتا اور کسی نہ کسی دینی مسئلہ پر گفتگو رہتی تھی۔آپ کا معمول تھا کہ اپنے تمام بزرگان کے اعراس نہایت ہی عقیدت و احترام کے ساتھ منعقد کرتے رہے۔خصوصاً گیارہ ربیع الثانی کو حضور غوث الاعظم سرکار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارھویں شریف اپنے اجداد کے طریقہ کے مطابق نہایت ہی شان و شوکت سے

منعقد کرتے رہے۔ تمام دن لنگر غوثیہ تقسیم ہوتا تھا اور تمام رات ذکر و فکر نعت خوانی علماء کا خطاب و محفل سماع کا اہتمام ہوتا تھا۔ رمضان المبارک میں تراویح کے دوران پورا کلام اللہ سماعت فرماتے تھے۔ ہر جمعہ کو بعد از نماز مغرب حدیث شریف کا بیان فرماتے اور اس کے ساتھ فرض نماز دیگر نوافل اور اوراد و وظائف پابندی سے پورے فرماتے۔ آپ کی نظروں میں وہ روحانی کشش تھی کہ جب مریدین پر توجہ فرماتے تو وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگ جاتے اور ان پر وجد و حال کی ایک کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ کتنا ہی بڑا منکر سامنے آ جائے تو نظر پڑتے ہی قدموں میں ڈھیر ہو جاتا تھا۔ آپ کی اس کشش و جذب باطنی سے بے شمار مریدین صاحب سیر و سلوک ہو گئے۔ ان میں سے بہت سے درجہ ولایت کو پہنچے۔

آپ آنے والے لوگوں سے بڑی خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ سفر میں اپنا بوجھ خود اٹھاتے اور مریدین سے فرماتے کہ خبردار کسی کو یہ کہو میں تمہارا پیر ہوں اور تم میرے مرید ہو۔ جب کبھی موقع آتا تو فرماتے کے میرے ہمسفر میرے دوست ہیں۔ آپ کے فیوض باطنی کا دروازہ ہر کسی کے لیے کھلا رہتا تھا۔ رواداری، سخاوت اور اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا خاصہ تھا۔ آپ نے اپنے بلند اخلاق اور عشق الٰہی کے روحانی اثرات سے لوگوں کے دلوں کو مسخر کیا۔ اکل حلال اور صدق مقال آپ کا وصف خاص تھا۔ آپ کا فرمان تھا۔ **"دل بایار و دست با کار"**

زہد و تقویٰ علم و فضل و کمال میں یکتائے زمانہ تھے۔ مگر باوجود اس کے شہرت بالکل پسند نہ فرماتے اور گوشہ نشینی گم نامی آپ کو پسند تھی۔ مگر چونکہ آفتاب کسی کے چھپائے سے کبھی نہ چھپتا۔ اس کی نوری کرنیں اپنا پتہ خود ہی بتا دیتی ہیں کہ آفتاب موجود ہے۔

آپ نے پشاور میں چشتیہ سلسلہ کی خانقاہ قائم کر کے سلسلہ عالیہ چشتیہ کے فروغ کے لیے کام کیا اور سلسلہ کی رشد و ہدایت ایسے ماحول میں جہاں طریقہ قادریہ نقشبندیہ اپنے عروج پر تھا۔ بہت مشکل اور کٹھن کام تھا۔ خصوصاً سلسلہ باباجی سوات صاحب جو اپنے آپ کو قادریہ نقشبندیہ زاہدیہ سے نسبت کرتے اور سماع کو مطلقاً حرام کہتے تھے اور انتہائی گمراہی اور بے دینی تصور کرتے تھے۔ آپ نے اس ماحول میں جب پرائے تو پرائے اپنوں سے بھی بحث و مباحثہ اور بسا اوقات مناظرہ تک کی نوبت آ جاتی تھی۔ مگر آپ نے ہمت و استقلال سے کام لیتے ہوئے سلسلہ عالیہ چشتیہ کا پیغام گھر گھر پہنچایا۔

دوران سماع وجد و توجہ باطنی ☆: آپ کے تصرفات کا یہ عالم تھا کہ ادھر آپ نے توجہ فرمائی اور دوسری طرف اللہ کریم نے کام پورا فرما دیا۔ آپ کے روحانی کمالات کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جو آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا۔ آپ کے ایک مرید کا بیان ہے کہ مجلس سماع میں جس وقت آپ توجہ فرماتے تو سالک سیر فی اللہ اور سیر مع اللہ میں محو ہو جاتے۔ یہ سب آپ کی نظر کرم اور توجہ کی برکت سے تھا۔

درس و تدریس ☆: آپ نے پشاور میں اپنی خانقاہ کے ساتھ ایک مدرسہ بھی قائم کیا۔ جس میں دور دور سے طالبان علم و معرفت حاضر ہو کر اپنی علمی تشنگی بجھاتے رہے۔ اور ہزار ہا افراد نے اس مدرسہ سے دینی تعلیم اور اسلامی علوم کی تحصیل کر کے دور دراز علاقوں میں دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کو عام کیا۔

آپ بذاتِ خود ایک متبحر عالم اور بہترین مناظر اور کامل ترین بزرگ تھے۔ آپ کے معاصر علماء آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ علماء میں آپ کو بلند مقام حاصل تھا۔ ایک دفعہ سوات کے علماء نے فتویٰ دیا کہ محراب کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ یہ فتویٰ جب مولانا نصیر احمد المعروف بہ میاں صاحب قصہ خوانی پشاور والوں کی نظر سے گذرا تو آپ نے حضرت آقا پیر خان قادری اور مولانا سراج الدین لاہوری کو ہمراہ لیا سوات چلے گئے اور تین دن تک آپ نے اس مسئلہ پر مناظرہ کیا۔ بالآخر علمائے سوات نے اپنے پہلے فتویٰ پر نظر ثانی کی اور دوسرا فتویٰ جاری کیا۔ حضرت مولانا اخوند عبدالغفور قادری آف سوات نے آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور بڑی ہی قدر و منزلت سے رخصت کیا۔

اولاد و امجاد☆: خداوند کریم نے آپ کو دو صاحبزادوں حضرت سید محمد سعید جان اور حضرت خواجہ تجمل حسین شاہ چشتی نظامی سے نوازا جو آپ کے بعد آپ کے جانشین کہلائے۔

خلفائے نامدار☆: آپ کے چند خلفائے اجل کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ جن میں حضرت قاضی فضل حق چونیاں ضلع قصور، حضرت مولانا عزیز گل چشتی نظامی سفید ڈھیری پشاور۔ آپ کے خاص اور محبوب خلیفہ تھے۔ سردار عبدالرب نشتر اپنے تعلیمی ایام میں مولانا عزیز گل چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کی بیٹھک میں قیام پذیر رہے اور انہی کی امداد سے اسلامیہ یونیورسٹی پشاور سے بی اے کیا تھا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 14 رمضان المبارک ۱۳۳۱ ہجری بمطابق 17 اگست 1913ء بروز سوموار ہوا۔ مزار پر انوار حضرت خواجہ سید حسن گیلانی قادری علیہ الرحمتہ کے دربار کے احاطہ باغ وزیر خان پشاور شہر میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ فقیر راقم الحروف کو حضرت سیّد نور سلطان آغا مدظلہ العالی آف یکہ توت کی معرفت آپکے دربار پر حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اس موقع پر فقیر کے ہمراہ خطیب اہل سنت علامہ محمد ثناء اللہ قادری خطیب اعظم راولپنڈی اور مجاہد اہل سنت جناب صوفی حامد نواز نقشبندی آف حیال شریف بھی موجود تھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ سید نیاز علی شاہ گردیزی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فخر السادات گردیزیہ، پروردۂ آغوش ولایت، سادات خانوادۂ سرسیداں شریف، نیّر تاباں پیر طریقت، امیر شریعت حضرت خواجہ سید نیاز علی شاہ گردیزی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ سلطان ارباب مشاہدہ ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1338ھ ہجری بمطابق 1823ء کو ڈہنڈی کیاٹ کنارہ نالہ کہن راولاکوٹ آزاد کشمیر میں ولی کامل حضرت خواجہ پیر سید فقیر محمد شاہ گردیزی علیہ الرحمتہ کے علمی وروحانی گھر میں ہوئی۔

آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ سید فقیر محمد شاہ گردیزی اور دادا حضرت سید امیر شاہ گردیزی اپنے زمانے کے چوٹی کے عارف کامل اور صاحب کشف وکرامات بزرگ گزرے ہیں۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے قرآن مجید کی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی نیز حدیث وفقہ کی کتب بھی والد گرامی سے ہی پڑھیں اور بقیہ تعلیم درس نظامی کے لیے راولاکوٹ سے پیدل چل کر اپنے جد امجد حضرت پیر سید منور شاہ سچیار گردیزی علیہ الرحمتہ کے مزار واقع پھلگراں نزد بھارہ کہو ضلع اسلام آباد شاہراہ مری تشریف لائے اور علم میں کامیابی ومدد کے لیے اپنے جد امجد کے حضور مزار پر کھڑے ہوکر دعا کی۔

بعدازاں وہاں سے حویلیاں ضلع ایبٹ آباد میں حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمتہ کے محبوب خلیفہ حضرت مولانا گل محمد چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کی درسگاہ میں داخل ہوکر کتب متداولہ پڑھتے رہے۔ اور بہت تھوڑے عرصہ میں کتب فقہ، تفسیر واحادیث میں درجۂ کمال کو پہنچے۔ ایک دن آپ کے استاد محترم حضرت مولانا گل محمد نے فرمایا۔ شاہ جی! علم تو خدا نے آپ کے سینے میں رکھا ہے۔ بہتر ہے کہ آپ اب طلباء کو پڑھایا کریں۔

آپ نے استاد گرامی کے فرمان کے مطابق اپنے استاد کے مدرسہ کے طلباء کو درس نظامی کی کتب پڑھانا شروع کردیں۔ اور بذات خود اپنے علم میں اضافہ کے لیے استاد گرامی سے مزید کتب پڑھتے رہے۔ علوم ظاہریہ کی تکمیل کے باوجود آپ کے دل کی پیاس نہ بجھی۔

لہٰذا آپ استاد گرامی سے اجازت لے کر سہارنپور انڈیا تشریف لے گئے اور وہاں کچھ عرصہ تک پڑھتے رہے مگر دل نہ لگا۔ اور دل

کی پیاس نہ بجھی۔ تو مرشد کامل کی تلاش وجستجو پیدا ہوئی۔ آپ سہارنپور سے تونسہ شریف تشریف لے گئے۔ وہاں مدرسے میں کچھ عرصہ طلباء کو درس نظامی کی کتب پڑھائیں اور درس وتدریس میں مصروف رہے۔

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت پیر سیال لجپال حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی کے دست مبارک سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔ جس وقت آپ سیال شریف بغرض بیعت پہنچے تو اس وقت حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمتہ بھی وہاں موجود تھے۔

چنانچہ حضرت خواجہ گولڑوی اور آپ کی روحانی تعلیم وتربیت اور کمالات باطنی کا نکھار ایک ساتھ ہوا۔ آپ کو اپنے شیخ کامل حضرت خواجہ سیالوی سے بے انتہا محبت وعقیدت تھی۔ پیدل سیال شریف کا سفر فرماتے تھے۔

درس وتدریس☆: اپنے شیخ طریقت حضرت خواجہ سیالوی کے وصال باکمال کے بعد آپ حضرت خواجہ گولڑوی کی دعوت پر گولڑہ شریف تشریف لے آئے اور وہاں کے مدرسہ میں درس وتدریس میں مصروف ومشغول ہو گئے۔

آپ کے اس دور کے شاگردوں میں حضرت مولانا محبوب عالم ہزاروی اور حضرت خواجہ پیر سید غلام محی الدین گولڑوی المعروف قبلہ بابو جی علیہ الرحمتہ جیسی عظیم المرتبت ہستیوں کے نام شامل ہیں۔ آپ گولڑہ شریف میں مزید قیام فرماتے مگر کشمیری طلباء اور عوام کے مطالبہ پر اور حضرت خواجہ گولڑوی کے مشورہ سے آپ اپنے وطن کشمیر تشریف لے آئے۔ اور اپنے علاقہ ڈھنڈی کیاٹ میں ایک عظیم درسگاہ قائم کر کے باقاعدہ ظاہری وباطنی علوم کی تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ مدرسہ کے قیام کے ساتھ ہی اطراف وجوانب سے لوگ پروانہ وار آپ کے مدرسہ میں داخل ہونے لگے۔ جس میں پاکستان کے علاقہ جات، روات، جہلم، ہزارہ اور کشمیر کے دور دراز علاقے اور مظفرآباد کے گردونواح کے طلبہ شامل تھے۔

آپ کے فیض یافتہ لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ کے حلقہ درس میں جنات بھی آتے تھے۔ آپ سے علمی اکتساب کرنے والے چند معروف علماء میں حضرت مولانا سعید احمد رواتی (مری)، حضرت خواجہ عطاء اللہ شاہ سوہاوہ شریف ضلع باغ، حضرت مولانا فیض رسول ساکن رنگوئی ضلع باغ، حضرت مولانا محمد حسین ضلع باغ، مولانا عالم دین ساکن کفل گڑھ ضلع باغ، مولانا عتیق اللہ شاہ المعروف حافظ جی سرچھ شریف ضلع راولاکوٹ آزاد کشمیر، حضرت مولانا سخی محمد ساکن سرسیداں ضلع باغ، حضرت سید محمد یٰسین چشتی (پسر)، حضرت سید محمد سوار شاہ (پسر)، حضرت سید برکت اللہ شاہ (پسر) شامل ہیں۔

موضع سرسیداں میں ورود مسعود☆: ضلع باغ کے نواحی قصبات سرسیداں، ہلڑ سیداں، پدر سیداں اور کنہ موہری کے سادات گردیزیہ کے افراد آپ کے عقیدت مند اور ان کے بچے آپ کے مدرسہ میں پڑھتے تھے۔ سادات گردیزیہ سرسیداں نے آپ کو سرسیداں شریف میں مستقل سکونت اختیار کرنے کی دعوت دی۔ جس کو آپ نے بخوشی قبول کر لیا۔ شاید اس لیے کہ سرسیداں شریف باغ شہر کے نزدیک ترین جگہ ہے۔ جہاں پر مدرسہ وخانقاہ معلیٰ قائم کر کے لوگوں کو زیادہ سہولت میسر آئے گی۔

چنانچہ سرسیداں کے لوگوں نے خالصہ سرکار، جو ان کی چراہ گاہ تھی اس کی ارضی آپ کے نام منتقل کی اور آپ کو مکان بنوا کر دیا۔ آپ

نے وہاں رہائش قائم کرنے کے بعد ایک مسجد تعمیر کی اس کے ساتھ ہی دینی درسگاہ کی بنیاد رکھی اور خانقاہی نظام قائم کر کے درس و تدریس کا آغاز کیا۔

آپ کے اس مدرسہ میں پورے کشمیر اور پاکستان کے مختلف شہروں سے طلباء آئے اور اکتساب فیض کر کے مختلف شہروں میں درس و تدریس اور خطابت و امامت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔

باطنی علوم اور فیض و عرفان کے طالب دور دور سے آکر بیعت ہونے لگے۔ بیمار شفا پانے لگے، مایوس لوگ خوش ہو کر واپس جانے لگے۔ خالی جھولی آنے والے جھولیاں بھر کر واپس جانے لگے۔ آپ کے اس مدرسہ و خانقاہ کو اس علاقہ میں مرکزی مقام حاصل ہو گیا۔ اور لاتعداد بے علم، علم کی دولت سے اور لاتعداد گم کردہ راہ ہدایت پا کر منزل مقصود کو پہنچے۔ آپ ان تمام تدریسی و روحانی صلاحیتوں سے مالا مال ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین مبلغ اور خطیب شہیر بھی تھے۔ آپ کا انداز خطابت انتہائی مدلل اور واضح ہوتا تھا۔ پورے علاقہ میں شعلہ بیان مقرر و خطیب تسلیم کیے جاتے تھے۔ اکثر موقع محل کے مطابق خطاب فرماتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جمعہ اور عیدین کے موقع پر علاقہ کا سب سے بڑا اجتماع آپ کے پاس ہوتا تھا۔ جہاں ہزاروں افراد آپ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے۔

سیرت و کردار☆: آپ نے مسلمان قوم کو اتفاق و اتحاد کی تلقین فرمائی۔ سادات گردیزی جن سے پونچھ کے ڈوگرا حکام بیگار لیتے تھے۔ مہاراجہ کے دربار میں جا کر ان کی بیگار معاف کروائی۔ آپ نے مسلمان قوم کو ایک پلیٹ فارم مہیا کیا۔ آپ کا سیاسی علماء سے رابطہ تھا۔ اور سیاسی بصیرت کے حامل حضرات جن میں اکثر ان پڑھ تھے۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضری دے کر آپ سے سیاسی معاملات پر گفت و شنید کرتے تھے۔

آپ فتویٰ جاری کر کے عوام کے مقامی مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔ آپ خود بھی شریعت و طریقت کے پابند تھے اور اپنے متعلقین کو عمل کی ترغیب دیتے تھے۔ مسلمان قوم کا درد کوٹ کوٹ کر سینے میں بھرا ہوا تھا۔ طبعاً بڑے سخی اور فیاض تھے۔ نیز غریب پروری آپ کا شعار تھا۔

شادی و اولاد☆: آپ کی شادی حضرت پیر سید فضل شاہ کوٹیڑی سیداں ضلع راولاکوٹ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ جن کے بطن سے خدا نے آپ کو چار صاحبزادے عنایت کیے۔ جن میں حضرت پیر سید یٰسین شاہ صاحب جو حضرت خواجہ گولڑوی سے اجازت و خلافت یافتہ تھے۔ آپ کا 1980ء میں وصال ہوا۔ اپنے وقت کے عظیم ولی کامل اور عالم و فاضل ہوئے ہیں۔

حضرت پیر سید محمد سوار شاہ گردیزی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ یہ بھی حضرت خواجہ گولڑوی سے اجازت و خلافت یافتہ تھے۔ اپنے وقت کے متجر عالم اور کامل ترین بزرگ ہوئے ہیں ان کا وصال 1975ء میں ہوا۔

حضرت پیر سید برکت اللہ شاہ گردیزی بھی اپنے وقت کے متجر عالم دین اور بہترین خطیب تھے۔ ان کا وصال روات (مری) ضلع راولپنڈی میں ہوا۔ وہیں مرقد منورہ ہے۔

حضرت پیر سید محمد ثناء اللہ شاہ گردیزی جو 1997ء تک حیات تھے۔ بعد کا حال معلوم نہیں۔ یہ بھی اپنے وقت کے بہترین عالم و

فاضل اور شیخ طریقت اور مرکزی جامع مسجد باغ کے تمام عمر خطیب رہے۔ وہیں مدرسہ تعلیم القرآن کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ جس میں ہنوز دینی تعلیم جاری وساری ہے۔ ان کو بھی حضرت خواجہ گولڑوی سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔ 1995ء تک ان کی عمر 76 برس تھی۔

کشف وکرامات ☆: وحید العصر، شہباز طریقت، برہان شریعت حضرت خواجہ پیر سید نیاز علی شاہ گردیزی چشتی نظامی ایک مرتبہ مسلمانوں کے نمائندہ وفد کے ہمراہ پونچھ کے راجہ مہاراجہ کے پاس اس کے ظلم کے خلاف (جو کہ عوام پر بے جا ٹیکسوں کا بوجھ تھا، کی وجہ سے) تشریف لے گئے اور مہاراجہ سے مطالبہ کیا کہ آپ بیگار معاف کر دیں۔ راجہ چونکہ اقتدار کے نشے میں مست تھا۔ اس نے مطالبات سننے کی بجائے دھمکی دی اور دھونس سے کام لیتے ہوئے مسلمان زعما سے کہا کہ طاقت ہے تو کچھ کر کے دکھاؤ۔

ایک روز بعد جب راجہ کے وزیر کی سواری بڑی دھوم دھام سے رواں دواں تھی۔ تو آپ سواری کے جلوس کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے اور ایک جلتی ہوئی مشعل میں اپنے دونوں ہاتھ ڈال دیئے۔ راجہ کے وزیر نے کہا کہ ''راستہ چھوڑ دو'' آپ نے اسے جواب دیا کہ یہ ''آگ ہے یا تجھ کو جلائے گی یا مجھے'' قدرت خدا کے آپ کے ہاتھ تو نہ جلے۔ لیکن اس واقعہ کے تیسرے روز مہاراجہ کی طرف سے وزیر کو معزولی کا حکم مل گیا۔ اور ابھی تک یہ وفد پونچھ ہی میں تھا کہ راجہ پابجولاں جیل کی طرف جا رہا تھا۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر آپ کے تمام ساتھی حیران وششدرہ تھے۔

مہاراجہ نے خاندان سادات گردیزیہ کی بیگار معاف کر دی اور اس کے لیے باقاعدہ احکامات جاری کیے گئے۔ اور آپ کے ساتھی سب لوگوں کا معافی نامہ بھی لکھوا کر دیا جو لے کر آپ اپنے احباب کے ہمراہ اپنے علاقہ سرسیداں تحصیل راولاکوٹ آزاد کشمیر واپس تشریف لے آئے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال تین شوال المکرم ۱۳۳۳ ہجری بمطابق 18 ستمبر 1914ء بروز جمعرات ہوا۔

جس وقت آپ کا وصال ہوا۔ تو اس وقت تاجدار گولڑہ پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمتہ گولڑہ شریف طلباء کو سبق پڑھا رہے تھے کہ عین وصال کے وقت سبق پڑھاتے ہوئے فرمایا کہ ''آج پہاڑوں کا چراغ بجھ گیا۔''

مزار پر انوار سرسیداں شریف تحصیل وضلع باغ آزاد کشمیر میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آج کل موجودہ سجادہ نشین صاحبزادہ سید خلیل احمد شاہ مدظلہ ہیں۔ جبکہ آپ کے بڑے پوتے سید فرید احمد شاہ ایم اے اسلامیات نہایت ہی حلیم الطبع باخلاق اور پڑھے لکھے نوجوان ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید میاں فتح محمد گیلانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: ولی ابن ولی، عارف ابن عارف، پروردۂ آغوش ولایت، بانی میانوالی کے خانوادہ کے عظیم چشم و چراغ حضرت سید فتح محمد شاہ گیلانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ سیاح سلطنت فقر و تصوف ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۴۸ھ بمطابق ۱۸۳۲ء میں حضرت میاں سید عمر شاہ گیلانی علیہ الرحمۃ کے گھر واقع میانوالی شہر میں ہوئی۔

آپ بانی میانوالی حضرت خواجہ پیر سید میاں علی گیلانی علیہ الرحمۃ کے بھائی حضرت سید میاں محمد شاہ گیلانی علیہ الرحمۃ کے فرزند ارجمند ہیں۔

آپ کا شجرہ نسب ۳۴ چونتیس واسطوں سے حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ عنہ سے اور چھ واسطوں سے اپنے جدِ اعلیٰ حضرت سید محمد شاہ گیلانی علیہ الرحمۃ سے جا کر ملتا ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حضرت سید فتح محمد شاہ گیلانی بن حضرت سید محمد عمر شاہ بن حضرت سید میاں محمد شاہ ثانی العروف دادا جی کندھاں ٹو بن حضرت سید میاں یوسف گیلانی قادری بن حضرت سید بزید قادری گیلانی بن حضرت سید میاں محمد شاہ گیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم۔

آپ کے والد گرامی بھی بانی میانوالی حضرت سید میاں علی شاہ گیلانی بن حضرت سید بلال الدین المعروف جلا پیر علیہم الرحمۃ کے ہمراہ ہجرت کر کے کچھی کے علاقہ میں تشریف لائے تھے اور خدمت دین کرتے ہوئے ان کا وصال بھی میانوالی میں ہی ہوا ہے۔

آپ کا گھرانہ ابتدا ہی سے علمی و روحانی گھرانہ تھا۔ اسی بنا پر آپ کی تربیت و تعلیم گھر میں ہی مکمل ہوئی۔ اور علوم دینیہ کی تعلیم مکمل کر کے متبحر علماء میں شمار ہوئے۔ ظاہری تعلیم کے بعد باطنی علوم کی طرف توجہ دی تو شیخ کامل کی تلاش میں نکلے۔

بیعت و خلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں شمش العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے، اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و مجاز ہوئے۔ شیخ کامل نے عطائے خرقہ کے بعد آپ کو حکم دیا کہ جاؤ میانوالی میں بیٹھ کر خلق خدا کو فائدہ پہنچاؤ۔

مسجد و مدرسہ کا قیام☆: ۱۸۷۰ء میں آپ نے میانوالی شہر کے عین وسط میں ایک عظیم الشان مسجد اور مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا، ایک کنواں کھدوایا۔ اس زمانے میں دور دور کی آبادیوں کے لوگ اسی کنویں سے پانی بھر کر لے جاتے تھے۔ آپ کے قائم کردہ

مدرسہ کے مدرس حافظ مظفر خان صاحب تھے، اس مدرسہ سے بے شمار طلباء نے علم دین حاصل کیا، لاتعداد حفاظ قرآن کریم حفظ کر کے فارغ ہوئے۔

آپ کی قائم کردہ مسجد آج کل آپ کے نام سے منسوب ہے، جو جامع مسجد ''میاں فتح محمد گیلانی کے نام سے معروف ہے، جس جگہ پر مسجد اور آپ کا دربار واقع ہے۔ وہ جگہ بھی آج کل میانوالی کے مین بازار کے ایک مشہور چوک جو'' میاں فتح محمد چوک'' کے نام سے مشہور ہے۔

اس مسجد میں آپ کے شیخ کامل حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ نے تشریف لا کر نماز بھی ادا کی، اور آپ کے حجرے مبارک میں بھی قدم رنجہ فرمایا تھا، اس حجرے کا نام بنگلہ پیر سیال ہے۔

اولاد وامجاد☆: خداوند کریم نے آپ کو صرف ایک ہی بیٹا عنایت فرمایا تھا جس کا نام آپ نے میاں سید فضل احمد گیلانی رکھا، ان کی ولادت ۱۹۰۱ء میں ہوئی، دینی و دنیاوی تعلیم کے جوہر سے مرصع تھے، حضرت مولانا اکبر علی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ ان کے ماموں اور استاد بھی تھے۔

سید فضل احمد گیلانی صاحب نے آپ کے بعد آپ کی قائم کردہ مسجد و مدرسہ کو بحسن و خوبی سنبھالا۔ جناب سید فضل احمد شاہ گیلانی علیہ الرحمۃ کو حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی علیہ الرحمۃ سے خرقہ خلافت حاصل تھا۔ ان کا وصال ۱۹۸۱۔ا۔۱۹ کو ہوا۔

حضرت سید فضل احمد شاہ گیلانی علیہ الرحمۃ کو خدا نے دو بیٹے میاں سید فضل حق شاہ اور حاجی میاں عبدالحق شاہ عطا فرمائے۔

حضرت سید میاں عبدالحق شاہ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا پیر سید محمد ضیاء الحق شاہ گیلانی آج کل موجودہ سجادہ نشین ہیں۔

کشف وکرامت☆: آپ حضرت میاں سید فتح محمد شاہ گیلانی علیہ الرحمۃ کے ایک مرید جناب عمر خان گڈی خیل مرحوم کا بیان ہے کہ ہم بے حد غریب خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے جب بہت سے لوگ میانوالی سے ہجرت کر کے تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد میں منتقل ہو رہے تھے، اس لئے کہ میانوالی کی زمین سے پیداوار نہ ہونے کے برابر تھی۔

چنانچہ اس نیت سے کہ آپ سے اجازت لے کر میں بھی جڑانوالہ ہجرت کر جاؤں، بغرض اجازت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی حضور تھوڑی سی زمین ہے اس میں گزارا بھی نہیں ہوتا، حالت یہ ہے کہ ہمارے پاس اتنی رقم بھی نہیں کہ بیج خرید کر نئی فصل بوسکوں۔

آپ نے فرمایا تمہارے پاس بھوسہ ہے؟ میں نے عرض کیا جی حضور ہے، آپ نے فرمایا بسم اللہ پڑھ کر بجائے گندم کے بیج کے صرف بھوسہ ہی زمین ڈال دو، اللہ تعالیٰ کرم کرے گا، ساتھ ہی فرمایا یہ کوندر کا گٹھا گھولے جا کر اس کی رسی بناؤ اور جانوروں کی انشاء اللہ مال مویشی میں برکت ہوگی۔

عمر خان کا کہنا ہے کہ میں نے گھر آ کر کوندر کی رسی بنا کر جانوروں کے گلے میں ڈالی اور چادر میں بھوسہ بھر کر رات کے وقت اس خیال سے کہ لوگ کہیں گے یہ پاگل ہو گیا ہے، چونکہ میرا یقین پختہ تھا، رات کو بھوسہ بھر کر کھیت میں چلا گیا اور بھوسہ کھیتوں میں ڈال کر

واپس گھر لوٹ آیا۔

چنانچہ جب فصل کا وقت آیا تو خدا کی قدرت اور مرشد کی دعا سے چند دنوں میں میرے کھیت میں گندم اُگ آئی، میں نے خوشی خوشی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بشارت سنائی کہ حضور کے فرمان کے مطابق میرے کھیت میں گندم اگ آئی ہے، حالانکہ میں بیج نہیں بھوسہ ڈالا تھا۔

آپ نے فرمایا جب فصل کی کٹائی کا وقت آئے تو میری چادر لے جا کر گندم پر ڈال دینا، خداوند کریم برکت دے گا، جب کٹائی کا وقت آیا تو میں نے آپ کی چادر گندم پر ڈال دی۔ جس کے نتیجے میں میرے گھر سے پورا سال گندم ختم نہ ہوئی اور میرے مال مویشیوں میں اسی قدر برکت پیدا ہوئی کہ میری غریبی دور ہو گئی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۳۴ھ بمطابق ۱۹۱۶ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار میانوالی شہر کے عین وسط میں مین بازار کے فتح محمد چوک کے قریب جامع مسجد میاں فتح محمد گیلانی میں مرجع خاص و عام ہے۔

آج کل موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا پیر سید میاں ضیاء الحق شاہ گیلانی مدظلہ العالی ہیں جو انتہائی ملنسار، با اخلاق، نیک سیرت اور مہمان نواز شخصیت کے حالم ہیں۔ حضرت مولانا پیر سید محمد ضیاء الحق شاہ گیلانی مدظلہ شیخ الاسلام والمسلمین قمر الملت والدین حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے دست گرفتہ اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

اس کے علاوہ حضرت خواجہ محمد زکریا چشتی نظامی تونسوی علیہ الرحمۃ اور حضرت خواجہ پیر فتح محمد بھوروی نقشبندی علیہ الرحمۃ سے بھی آپ خرقہ خلافت حاصل ہے۔

حضرت مولانا پیر سید محمد ضیاء الحق شاہ گیلانی مدظلہ العالی کے فرزند ارجمند جناب صاحبزادہ میاں احسان الحق شاہ گیلانی مدظلہ بھی اپنے بزرگوں کے ورثے کے امین ہیں، خدا عمر دراز کرے۔ آمین۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ محمد نصیر الدین چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فاضل جلیل عالم نبیل، عالم ربانی، مرشد لاثانی، ستارۂ ولایت آسمانی حضرت مولانا محمد نصیر الدین چشتی نظامی چاچڑوی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت تخمیناً 1265ھ ہجری بمطابق 1849ء کو چاچڑ شریف ضلع سرگودھا میں ولی العصر حضرت غوث زماں خواجہ فضل الدین چاچڑوی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے علمی وروحانی گھر میں ہوئی۔

آپ مادرزادولی تھے، بچپن ہی سے طبیعت گوشہ نشینی اور ترک دنیا کی طرف مائل تھی۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے ابتدائی فارسی کی کتب حضرت مولانا غلام مرتضیٰ بیر بلوی نقشبندی علیہ الرحمتہ سے بیربل شریف میں پڑھیں۔ اس کے بعد ملتان، دہلی، لکھنو اور رامپور کے مدارس میں علوم متداولہ کی تحصیل وتکمیل اور سند فراغت حاصل کی۔

دوران تعلیم صحبت بزرگاں ☆: آپ اپنے تعلیمی دور سے بزرگوں اور فقیروں مجذوبوں کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ قیام دہلی کے دوران کا ایک واقعہ آپ خود بیان فرماتے ہیں کہ دہلی میں ایک مجذوب سے تعلق پیدا ہوا۔ ہم سبق کے بعد ان کے پاس چلے جاتے اور کئی گھنٹے کھڑا رہتا۔ ایک دن حسب معمول کھڑے کھڑے کافی دیر ہوگئی تو انہوں نے فرمایا او مولوی میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔

وہ مجذوب شہر سے اٹھے اور جنگل کی طرف چل دیئے۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ حتیٰ کہ ہم دونوں شہر سے دور ویرانے میں پہنچ گئے۔ وہاں ایک مسجد تھی مجذوب نے مسجد کے غسل خانے میں غسل کیا۔ اور غسل کے بعد مجھ سے فرمایا مجھے چادر دے دو۔ میں نے اپنی چادر پیش کر دی۔ وہ چادر لپیٹ کر مسجد کے صحن میں بیٹھ گئے۔ اور مجھے اپنے پاس بیٹھنے کا حکم دیا۔ جب ہم دونوں بیٹھ گئے۔ تو فقیر نے فرمایا میری طرف دیکھو۔ میں نے جب ادھر نگاہ کی تو انہوں نے لا الٰہ بلند آواز سے کہا۔ اور غائب ہوگئے۔ حتیٰ کہ پوری رات گذر گئی اور صبح کی آذان کے وقت الا اللہ کی آواز آئی تو وہ سامنے موجود تھے، میں تمام رات اسی عجیب وغریب کیفیت میں ڈوبا رہا۔ صبح کے وقت وہ مجھے لے کر شہر کی طرف چلے آئے۔ اور اپنی جگہ پر آ کر حسب معمول بیٹھ گئے۔

اسی طرح ایک دفعہ پھر مجھے اسی مسجد میں لے گئے۔ اور غسل کے بعد حسب سابق مسجد کے صحن میں بیٹھ کر لا الٰہ کی ضرب کھینچی تو فقیر اور میں دونوں غائب ہوگئے حتیٰ کہ صبح صادق کے وقت ان کیلا الا اللہ کی ضرب لگانے پر دونوں موجود تھے۔ تیسری مرتبہ جب

مجھے لے گئے اور لا الٰہ کی ضرب کھینچی تو فقیر صاحب زمین و آسمان غائب ہو گئے۔ اور الاّ اللہ کی ضرب پر صبح صادق کے وقت پھر سب کچھ موجود تھا۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور انہی کے دست مبارک سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

آپ نے سلوک کی منازل اپنے والد گرامی حضرت خواجہ فضل الدینؒ چاچڑوی اور اپنے شیخ کامل حضرت خواجہ سیالوی سے طے کیں۔

شیخ طریقت سے محبت و عقیدت ☆: آپ کو اپنے شیخ کامل سے نہایت درجہ کی محبت تھی۔ اسی طرح حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی سے بھی فیض اٹھایا۔ آپ کے ساتھ سایہ کی مانند رہے۔ سفر و حضر میں ان سے جدا نہ ہوئے۔

حضرت ثانی لاثانی سیالوی علیہ الرحمتہ بھی آپ پر خصوصی شفقت فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت ثانی سیالوی چاچڑ شریف تشریف لے گئے۔ حضرات چاچڑوی حضرت مولانا نصیر الدین اور مولانا عبدالعزیز قلندر کریم حضرت کی پیشوائی کے لیے آگے سے آ رہے تھے، ہر دو صاحبان دست بستہ آگے آگے نشہ محبت میں جھومتے جا رہے تھے۔ ان کے پیچھے قوال قوالی کر رہے تھے، دونوں حضرات حضرت ثانی صاحب کی سواری والے اونٹ کی قدم بوسی کے لیے خاک پر جھکے ہی تھے، کہ حضرت ثانی صاحب نے ساربان کو اونٹ بٹھانے کا حکم دے دیا۔ جسکی فوری تعمیل کی گئی۔ حضرت ثانی صاحب اونٹ کے کجاوے سے نکل کر اپنے دونوں عاشقوں کو گلے لگا کر ملے۔ اور معانقہ کا شرف بخشا۔

سیرت و کردار ☆: بقول آپ کے خادم خاص آپ نے بیس پچیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی ہے۔ نماز عشاء کے بعد تسبیح لے کر چارپائی کے ساتھ پشت لگا کر مصلی پر ذکر میں مشغول ہو جاتے حتیٰ کے صبح ہو جاتی اور فجر کی نماز اسی وضو سے ادا فرماتے۔ اس کے علاوہ آپ نے سخت سے سخت ریاضات کیں اور اپنے شیوخ کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف کو ہر حال میں پورا فرماتے۔ آپ اپنے وقت کے جید عالم دین اور صوفی بزرگ تھے۔ اتباع شریعت و طریقت کا ہمہ وقت خیال فرماتے۔ اخلاق میں یکتائے زمانہ تھے۔

آپ خلق سے بے نیاز اور تفرید و تجرید میں کامل تھے۔ ذوق سخن بھی بہت زیادہ تھا۔ اور زیادہ تر کلام ناز مرغوب طبع تھا۔ سفر و حضر میں ہمیشہ حضرت کے ساتھ رہتے۔ سیال شریف اپنے کمرے میں بیٹھے رہتے باہر کم نکلتے تھے۔

آپ بہت خوبصورت اور حسین و جمیل تھے۔ اور آئینہ جلال و جمال تھے، قد درمیانہ، رنگت گوری، ریش مبارک مقطع اور گھنی۔ چہرہ مبارک نہایت کشادہ اور نورانی تھا۔

لباس آپ کا سادہ تھا۔ آپ کھدر کا کرتا اور تہبند باندھتے اور سر پر سلیٹی رنگ کی پگڑی باندھتے تھے۔ اسی طرح آپ کی خوراک بھی بہت سادہ تھی۔

آپ نے خانقاہ معلی چاچڑ شریف کی مسند پر بیٹھ کر خلق خدا کی رہبری اور ارشاد و تلقین میں مصروف و مشغول ہونے کا حق ادا کر دیا۔

آپ پر استغراقی کیفیت طاری رہتی تھی۔ رجوع الی اللہ کا اس قدر غلبہ تھا کہ ماسویٰ (جس میں رشتہ مناکحت بھی شامل ہے) کے لیے بھی مدت العمر کوئی گنجائش نہ نکال سکے۔ چاچڑ شریف کے موجودہ دربار میں ایک حجرہ تھا۔ جس میں آپ شب و روز مصروف عبادت و ریاضت رہتے تھے۔ اور بہت کم باہر تشریف لاتے تھے۔ مشتاقان زیارت کو وہیں شرف باریابی بخشا جاتا تھا۔

آپ کا ذوق سماع پاکیزہ تھا۔ آپ صاحب وجد و حال بزرگ تھے۔ ایک دفعہ میراں بخش قوال کو بخار ہوا تو حضرت ثانی لا ثانی عیادت کے لیے تشریف لائے۔

اور اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھنے لگے یہ کیا ہے؟ عرض کیا ماتھا۔ پھر سینے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا یہ کیا چیز ہے؟ اس نے عرض کیا سینہ۔ پھر اسی طرح پورے جسم کے اکثر اعضاء پر ہاتھ رکھتے گئے اور پوچھتے گئے اور وہ جواب دیتا گیا۔ بعد ازاں مسکرا کر فرمایا کہیں سینہ ہے، کہیں ماتھا، کہیں کچھ کہیں کچھ میرو کہاں ہے؟

آپ اس وقت درد گردہ سے سخت بے قرار چارپائی پر دراز تھے۔ اس بات سے ہی آپ کو وجد ہو گیا روتے اور لوٹتے ہوئے مرغ بسمل ہو کر حضرت ثانی لا ثانی کے قدموں میں گر گئے اور نہایت مضطرب رہے۔

آپ کو درد گردہ کی تکلیف رہتی تھی۔ لیکن اس واقعہ کے بیس پچیس برس کے بعد ایک دفعہ فرمایا کہ اُس وقت سے آج تک دوبارہ کبھی درد گردہ کی شکایت نہیں ہوئی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال یکم رجب المرجب ۱۳۳۴ ہجری بمطابق 4 مئی 1915ء بروز جمعرات کو ہوا۔ مزار پر انوار چاچڑ شریف ضلع سرگودھا میں آپ کے والد گرامی کے پہلو میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ ناصرالدین للٰہی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی، عالم ابن عالم حجتہ الاسلام شہباز میدانِ حقیقت و معرفت، حضرت مولانا خواجہ حافظ ناصرالدین چشتی نظامی للٰہی رحمتہ اللہ علیہ زبدہ السالکین ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۷۰ ہجری بمطابق ۱۸۵۳ء میں حضرت خواجہ فیض بخش للٰہی رحمتہ اللہ علیہ کے گھر للہ شریف تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم میں ہوئی۔ آپ کی ولادت کے فوراً بعد آپ کے والد گرامی خواجہ فیض بخش رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کی ولایت کی بشارت دے دی تھی۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں ہی حاصل کی قرآن مجید مکمل حفظ کرنے کے بعد کتب متداولہ اپنے ماموں خواجہ الٰہی بخش کنڈلوی رحمتہ اللہ علیہ اور مولوی شمس الدین کنڈلوی کے سامنے زانوے تلمذ طے کر کے مکمل کی اور سند فراغت حاصل کی۔

سیرت و کردار ☆: آپ انتہائی حلیم الطبع، منکسر المزاج اور ہردلعزیز بزرگ تھے اکثر اوقات مراقب رہتے تھے اور جب عشق الٰہی کا غلبہ ہوتا تو فقیر احمد بخش اور میاں ابراہیم سے مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ کی غزلیات سنتے۔ اولیاء اللہ کے تذکرے کی کتابیں۔ نفحات الانس تالیف علامہ جامی رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ اکثر اوقات آپ کی مطالعے میں رہتی آپ کو اپنے مرشد کامل حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ سے انتہائی درجہ کا عشق اور پیار تھا آخر عمر تک ہر سال تونسہ شریف حاضر ہوتے رہے نماز پن گانہ اور تہجد دیگر نوافل کا آپ خصوصیت سے اہتمام فرماتے تھے حسن اخلاق میں اپنی مثال آپ ہی تھے سخاوت آپ کا شعار تھا۔

آپ کے معاصرین ☆: آپ کے معاصرین مشائخ عظام میں سے شیخ غلام حسن قادری بھلوالی، سید نواب شاہ قادری بھرتوی، سید حیات شاہ ساکن علاول خلیفہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کے خصوصی تعلق تھے۔

اولاد امجاد ☆: آپ کو خداوند کریم نے دو صاحبزادے عطا فرمائے تھے جن میں اوّل صاحبزادے مولانا فضل حسین دوئم مولانا خواجہ محمد عثمان آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا فضل حسین صاحب آپ کے جانشین ہوئے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۳۴ ہجری بمطابق 1915ء کو ہوا مزار فیض آثار موضع للہ شریف تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ محمد پیر بخش شاہ کاظمی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆ : پاسبان شریعت وطریقت، آفتاب علم وحکمت، پیشوائے جمیع اہل کمال، راہنمائے ارباب فضل وحال وعرفان حضرت خواجہ محمد پیر بخش شاہ کاظمی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ آپ کا شمار عارفان روزگار اور واصلان صاحب اسرار میں ہوتا ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۷۶ھ بمطابق 1860ء کو اپنے زمانے کے عظیم روحانی پیشوا حضرت سیّد شاہ شرف حسین علیہ الرحمۃ کے علمی وروحانی گھرانے واقع خواجہ آباد شریف ضلع میانوالی میں ہوئی۔

آپ کا تعلق سادات کاظمیہ کے عظیم خانوادہ سے ہے، جس میں بڑے بڑے اولیائے کاملین ہو گزرے ہیں۔ آپ کے اجداد میں حضرت سیّد محمد امین کاظمی المعروف داداوست محمد علیہ الرحمۃ عظیم وکبیر شیخ طریقت ہوئے ہیں۔ جن کے دم قدم سے علاقہ بھر بالخصوص ضلع میانوالی کے بہت سے دیہات، قصبوں، شہروں اور تحصیلوں میں رہنے والے حضرات کو علم وعرفان کی دولت ملی، اور تصوف ومعرفت کے وہ شگوفے پھوٹے جن کی خوشبو ابدالآباد تک میانوالی کے خطہ کو معطر ومنور رکھے گی۔ حضرت دادوست محمد کاظمی علیہ الرحمۃ کی اولاد سے بڑے بڑے کاملین زمانہ ہوئے، اور ان کے اجداد میں عارفان روزگار شامل ہیں، جن کے شجرہ نسب کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

شجرہ نسب ☆ : حضرت سیّد غلام نصیر الدین شاہ کاظمی بن سیّد پیر بخش شاہ کاظمی بن شاہ شرف حسین کاظمی بن میاں سیّد محمد شاہ کاظمی بن سیّد حسین شاہ کاظمی بن سید عبدالنبی شاہ کاظمی بن سید محمد امین شاہ المعروف داداوست محمد کاظمی بن سید علاؤ الدین کاظمی بن سیّد آدم شاہ کاظمی بن سید حسن شاہ کاظمی بن سید جلال شاہ کاظمی بن سید محمد شاہ کاظمی بن پیر عبدالوہاب شاہ کاظمی بن سید موسیٰ شاہ کاظمی بن سید عبدالمالک شاہ کاظمی بن سیّد عبدالمعروف شاہ کاظمی بن سیّد صدر الدین شاہ کاظمی بن سیّد سعید الدین شاہ کاظمی بن سیّد عبداللطیف شاہ کاظمی بن سیّد اسحاق شاہ کاظمی بن سیّد یعقوب شاہ کاظمی بن سیّد اسماعیل شاہ کاظمی بن سیّد سلطان حسین شاہ کاظمی بن سیّد سلطان محمود شاہ کاظمی بن سیّد ابراہیم شاہ کاظمی بن سیّد محمد شاہ کاظمی بن سیّد فیروز حسین شاہ کاظمی بن سیّد رجب الدین شاہ کاظمی بن سیّد قطب الدین شاہ کاظمی بن سیّد شاہ شمس کاظمی المعروف (بابا شمس قبرش درغزنی است) بن سیّد ناصر الدین شاہ کاظمی بن سیّد ابراہیم شاہ کاظمی بن سیّد حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعلیہم الرحمۃ اجمعین۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے عظیم والدگرامی حضرت سیّد شاہ شرف حسین کاظمی علیہ الرحمۃ سے حاصل کی۔ بعدازاں مختلف مدارس دینیہ میں مختلف اساتذہ سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کے لئے جستجو فرمائی۔ مگر کسی کو اپنے والد ماجد جیسا پائے کا عالم نہ سمجھا۔ بالآخر تمام درس کتب ازاول تا آخر دورہ تفسیر القرآن دورہ حدیث شریف کی تکمیل بھی ان کے سامنے زانوے تلمذ طے کر کے کی۔ اور سندِ فراغت حاصل کر کے علم کا آفتاب و ماہتاب بن کر اپنے بزرگوں کے طریقہ پر قائم رہتے ہوئے درس و تدریس کا آغاز کر کے لاتعداد بندگان خدا اور تشنگان علم کی پیاس کو بجھاتے رہے۔

مجاہدہ وریاضت ☆: بچپن ہی سے ذوق بندگی وعبادت وریاضت آپ کی ذات میں سرائیت کر چکا تھا، نماز پنجگانہ، تہجد، دیگر نوافل اپنے بزرگوں کے خاندانی اوراد ووظائف بچپن ہی سے آپ کا معمول بن چکا تھا۔

جب جوانی کو پہنچے تو راتوں کو دریائے سندھ کے کنارے جا کر عبادت وریاضت میں مست ومحو ہو جاتے۔ آپ کی پُرسوز آواز سے ذکر حق کی صدائیں سُن کر دریا کی مچھلیاں، اور آسمان پر اُڑنے والے چرند وپرند بھی آپ سے مانوس ہوگئیں تھیں۔

طبیعت نے جب "ھَلْ مِنْ مَزِیْد" کا دم بھرا تو آپ دشوار گزار راستوں کا سینہ چیر کر ملاخیل کی پہاڑیوں کے نوکیلی پتھروں کی اذیت برداشت کر کے پہاڑوں میں چلہ کش ہو کر عبادت وریاضت میں مگن رہے۔

ملاخیل ضلع میانوالی کی پہاڑیاں اُن دنوں پانی جیسی نعمت سے محروم تھیں۔ راہ گزر مسافر جب اس علاقہ سے گزرتے تو پانی کی بوند بوند کو ترستے تھے، آپ بھی اپنی چلہ گاہ سے پانچ میل دور کے فاصلے سے پانی کا گھڑا بھر کر لاتے، اور راستے کے تمام مٹکوں میں رات کے کسی حصہ میں پانی بھر دیتے۔ جس سے صبح اور دن کو گزرنے والے مسافر مستفید ہوتے تھے، کسی کو معلوم نہ ہوتا کہ یہ مٹکے کو راتوں کو کون بھر جاتا ہے۔ وہ کون ہے جو چپکے چپکے مسافروں کی پیاس کا سامان فراہم کر رہا ہے۔

عبادت وریاضت، مجاہدہ وزہد، کا یہ سلسلہ دس برس سے زیادہ جاری رہا، اور آپ دن بدن منازل سلوک وتصوف طے کرتے ہوئے معرفت خداوندی حاصل کرنے کے جذبے، شوق وذوق میں اس حد تک بڑھے کہ جوں جوں جسم کمزور اور ضعیف وناتواں ہوتا گیا، اسی طرح ذوق وعبادت اور خلق خدا کی خدمت کا جذبہ پروان چڑھتا گیا۔ پھر سیر وسلوک کی منازل کی تکمیل میں وہ مقام بھی آیا کہ مشرق ومغرب شمالاً جنوباً، اطراف واکناف میں آپ کی شہرت کا ڈنکا بجنے لگا۔ دور دور سے لوگ آپ کے در دولت پر آکے فیض و عرفان، اور منہ مانگی مرادیں حاصل کرنے لگے۔ لاتعداد لاعلاج مریض آپ کے روحانی شفاخانے سے صحت وتندرستی حاصل کر کے گئے، کئی گمراہوں کو راہ ہدایت ملی، کئی گم کرداراہوں کو منزل حقیقی کا نہ صرف پتہ چلا بلکہ وہ اس کو حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہوئے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضور پیر سیال لجپال خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے دست

حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے، اور اُنہی سے خرقہ خلافت و اجازت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

سیرت و کردار☆: مالک کریم رب العالمین نے آپ کو جہاں باطنی فیوض و برکات اور علم و فضل و عرفان اور باطنی حسن کی دولت سے نوازا ہوا تھا۔ اسی طرح ظاہری حسن و جمال کی بھی وافر مقدار میں عطا فرمایا ہوا تھا۔ دیکھنے والا دیکھتا ہی رہ جاتا کہ دست قدرت کا شاہکار ہے، اسی طرح حسن اخلاق، اعلیٰ اقدار، محبت و شفقت، اُنس و پیار کا مجسمہ آپ کی ذات والا صفات تھی، ملنساری، خندہ پیشانی اور خوش کلامی کے اوصاف آپ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھے۔

سخاوت تو آپ کو ورثہ میں ملی ہوئی تھی، اپنے پاس آنے والوں کو خالی واپس نہ لوٹانا یہ معمول کا حصہ تھا، مگر اس میں کمال کی بات یہ تھی کہ اپنی خانقاہ معلیٰ کے اطراف و اکناف میں رہنے والوں کی خبر گیری رکھتے اور ضرورت مند کی حاجت کو اس انداز سے پورا فرماتے کہ کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوتی۔ خانقاہ معلیٰ خواجہ آباد شریف میں آنے جانے والے غریب و امیر سب سے یکساں سلوک اور محبت و پیار فرماتے۔ اسی طرح لنگر بھی ہر خاص و عام کے لئے یکساں اور آنے والوں کے لئے دروازے ہمیشہ کھلے رکھتے تھے۔

مرشدِ کامل سے والہانہ عشق☆: آپ کو اپنے مرشد کامل حضور خواجہ شمس العارفین، خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کی ذات سے جنون کی حد تک عشق تھا، شیخ کامل کی محبت آپ کے رگ و ریشہ میں سرائیت کر چکی تھی، کیفیت یہ تھی کہ خواجہ آباد ضلع میانوالی سے سیال شریف تک سو کوس سے زیادہ کا سفر اکثر پیدل اور ننگے پیر طے کرتے تھے۔

سیال شریف پہنچتے تو لنگر کا کام کرنے میں ذرہ برابر بھی عار محسوس نہ کرتے، کبھی لکڑیاں تیار کرتے تو کبھی گارہ اٹھاتے ہوئے نظر آئے، کبھی لنگر شریف کے مکانوں کی تعمیر کبھی مرشد کامل کی بارگاہ میں ادب و نیاز کا مجسمہ بن کر کھڑے نظر آتے۔ مرشد کامل سے محبت کا عالم یہ کہ سیال شریف سے پشاور تک کا سفر پیدل طے کر کے پشاور سے ایک خاص قسم کی نسوار خرید کر لاتے اور پیش کرتے تھے۔

کتاب انوار پیر بخش کے مصنف حضرت علامہ سیّد علم الدین شاہ صاحب الازہری مدظلہ العالی اپنے والد گرامی حضرت خواجہ سیّد غلام محی الدین شاہ سیالوی علیہ الرحمۃ کی زبانی حضور شیخ الاسلام والمسلمین کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد پیر بخش کاظمی سیالوی علیہ الرحمۃ اور حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمۃ دونوں بیک وقت حضور پیر سیال خواجہ شمس الدین سیالوی کی خدمت میں نسوار پیش کیا کرتے تھے، حضرت خواجہ پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی کی پیش کردہ نسوار سونگھ کر پیر سیال فرماتے بہت عمدہ نسوار ہے، اور حضرت خواجہ پیر سیّد پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ کی نسوار سونگھ کر فرماتے شاہ صاحب اس سے عشق کی بُو نظر آ رہی ہے۔

مرشد کامل کی ذات میں فنائیت کا حال اس قدر غالب آ گیا کہ باطن تو تھا ہی مرشد کامل کے مشابہ مگر آپ کی ظاہری صورت بھی قدرے مشابہت کرنے لگی، اور دیکھنے والے سمجھ نہ پاتے تھے۔ گویا آپ فارسی کے اس شعر کے مصداق بن گئے۔

مَـــنْ تــوُ شُــدَمْ تــوُ مَــنْ شُــدِیْ
مَــنْ تَــنْ شُــدَمْ تــوَ جَـــاں شُــدِیْ
تـــاکـــس نـــہ گـــویُـدْ بعد اَزِیں
مَـــنْ دِیــگـــرم تــوُ دِیــگـــری

جو تجھ کو دیکھ لے اس کو میرا دیدار ہو جائے ☆: حضور ثانی لاثانی حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی علیہ الرحمۃ اپنے دوسجادگی میں جب پہلی مرتبہ خواجہ آباد میانوالی تشریف لائے جو اُس زمانے میں دریا کے کنارے آباد تھا۔ اس وقت اس جگہ کا نام بھی خواجہ آباد نہ تھا۔

حضرت ثانی لاثانی بذریعہ کشتی تشریف لائے تو عقیدت مندوں کا ایک ہجوم والہانہ انداز میں استقبال کے لیے کھڑا ہوا تھا۔ جب کشتی دریا کے کنارے پہنچی اور خلقت کی عقیدت ومحبت شیخ کامل نے دیکھی تو آپ کو بلا کر ثانی لاثانی صاحب نے فرمایا شاہ صاحب میری طبیعت خراب ہے، اس لئے زیادہ لوگوں سے ملنے کا متحمل نہیں ہوں، مین کشتی میں ہی بیٹھا رہوں گا، اور آپ کشتی سے نکل کر یہ آواز لگانا کہ لوگو آؤ مجھے ملو میں پیر سیال لجپال ہوں، میں پیر سیال لجپال ہوں۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، جیسے ہی آپ نے یہ اعلان کیا کہ لوگوں میں پیر سیال لجپال ہوں۔ میں پیر سیال لجپال ہوں مخلوق کا ایک اژدھام بے تابی سے آگے بڑھا، آپ اپنے دونوں پھیلائے ہوئے تھے، پانچ پانچ، سات سات، افراد کو بیک وقت دامن سے لگاتے اور زور زور سے فرماتے۔ میں پیر سیال لجپال ہوں۔ میں پیر سیال لجپال ہوں۔

گویا کہ مرشد کامل کی محبت نے طالب کو مطلوب، محب کو محبوب بنا دیا۔ اور غلام کو آقا جیسا بنا دیا، پھر کسی کو تمیز نہ رہی کہ غلام کون ہے اور آقا کون ہے۔

ملفوظات وارشادات ☆: آپ فرماتے ہیں کہ تکمیل سلوک کے لئے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

۲☆: آپ فرماتے ہیں کہ ہر گھڑی جو غفلت میں گزر جائے وہ نا قابل تلافی ہے۔

نمبر۳☆: آپ فرماتے ہیں کہ جو دوسروں کو فائدہ پہنچاہے، مسلمانوں کے نقصان سے پرہیز کرتا ہے، اور کسی کو رنجیدہ خاطر نہیں کرتا وہ سعادت دارین حاصل کرنے والا بندہ ہے۔

نمبر۴☆: آپ فرماتے ہیں کہ میرے مرشد کامل نے ارشاد فرمایا کہ سالک کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں (اول) توکل، تحمل

اورصبر۔

نمبر۵☆: آپ فرماتے ہیں کہ سب سے بڑا صوفی وہ ہی ہے جو رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق اپنے ظاہری و باطن کو بنالے۔

اولاد وامجاد☆: اللہ کریم نے اپنے فضل سے آپ کو دو صاحبزادے حضرت خواجہ غلام فرید شاہ ناظمی اور صاحبزادہ سیّد غلام نصیرالدین شاہ کاظمی علیہم الرحمۃ عطا فرمائے تھے۔ ہر دو حضرات اپنے اپنے وقت کے عظیم شیخ کامل اور اپنی مثال آپ ہو گزرے ہیں۔ ہر دو حضرات حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے مرید اور خصوصی خلفاء میں سے تھے۔

کشف وکرامات☆: حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین محمد سیالوی علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ خواجہ آباد تشریف لائے، جب واپس سیال شریف جانے لگے تو انہوں ن آپ خواجہ محمد پیر بخش کاظمی رحمتہ اللہ علیہ سے فرمایا آپ پہلے اسٹیشن پر جا کر گاڑی رکوائیں ہم آتے ہیں۔

جس وقت آپ سمندوالا ریلوے اسٹیشن پر پہنچے تو گارڈ گاڑی کے جانے کی سیٹی بجارہا تھا۔آپ نے گاڑی کے ڈرائیور سے فرمایا کہ ہمارے مرشد کریم تھوڑی دیر میں تشریف لانے والے ہیں۔لہٰذا اُن کے تشری لانے اور سوار ہو جانے کے بعد گاڑی چلانا،اس نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا یہ گاڑی انگریز سرکار کے حکم سے چلتی ہے،فقیروں کے حکم سے نہیں۔آپ نے فرمایا اگر ایسا ہے تو پھر گاڑی چلا سکتے ہو تو چلاؤ۔

جب دوسری سیٹی کے بعد گاڑی روانہ ہونے کے لئے تیار ہوئی۔تو ایک انچ بھی آگے کہ جانب حرکت نہ کرسکی،سارا عملہ نیچے اتر آیا،گاڑی کو اوپر سے نیچے تک چیک کیا۔لیکن گاڑی میں کوئی فنی خرابی کا پتہ نہ چلا،طرفہ تماشہ یہ کہ گاڑی جب کہ جانب چلاؤ تو چلتی تھی، مگر آگے کی جانب نہیں،جس کی بنا پر سارا عملہ تنگ پڑ گیا۔

اتنی دیر میں حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی علیہ الرحمۃ بھی بمعہ احباب تشریف لے آئے اور گاڑی میں سوار ہو گئے۔حضور ثانی صاحب نے آپ کو اشارہ کرتے ہوئے فرمایا شاہ صاحب اب گاڑی کو چھوڑ دیں۔

اب ریلوے انجن ڈرائیور نے گاڑی کا اگلا گیر لگا کر چلایا تو بلا کسی تردد کے وہ آگے کی جانب چل پڑی، یہ دیکھ کر گاڑی کے ڈرائیور سمیت تمام عملہ آپ کے قدموں میں گر کر معافی کا خواستگار رہا۔اور آپ کے ہاتھ پر بیعت اختیار کر کے غلامی کا شرف قبول کیا۔

کرامت نمبر۲☆: جن دنوں آپ ملاخیل کے پہاڑوں میں چلہ کشی تھے انہی ایام میں ملاخیل کے قریب ایک اژدھا آفت بن کر ظاہر ہوا،جس کی وجہ سے ہر طرف خوف وہراس پھیل گیا،وہ اژدھاہ روز دو چار جانوروں اور انسانوں کو زندہ نگل جاتا تھا۔

جب لوگوں کے جانور ختم ہونے شروع ہوئے تو لوگ اس خوف سے کانپ اُٹھے کہ اب تو یہ انسانوں کو کھائے گا۔

ان دنوں ایک بہت بڑے بزرگ جو حزب البحر کے عامل تھے، ان پہاڑوں میں چلہ کش تھے، لوگ بھاگے ہوئے ان کے پاس گئے اور اپنی دکھ بھری کہانی سنائی اور کہنے لگے ہمیں آپ کے سوا کوئی اور نظر نہیں آیا جس سے فریاد کریں۔ برائے کرم آپ اس آفت سے نجات کے لئے دعا فرمائیں۔

اتفاق سے آپ بھی ان دنوں حزب البحر کے عمل کے لیے اس جگہ موجود تھے، کہ اچانک اژدھا کے آنے کا وقت ہو گیا، وہ اژدھا بڑے بڑے پتھروں کو دھکیلتا ہوا انسانی ہجوم کی طرف بڑھا۔ اس بزرگ نے اپنی دستار اتاری تا کہ اسے پھاڑے لیکن ضعف کی بنا پر نہ پھاڑ سکے، انہوں نے آپ کی طرف اشارہ کیا تو آپ نے دستار ہاتھ میں لی، ادھر آپ دستار کو پھاڑتے جاتے دوسری طرف اژدھا بھی کپڑے کی طرح چرتا جاتا، حتیٰ کہ اژدھا کے دو ٹکڑے ہو گئے، یہ دیکھ کر اُن بزرگ نے کہا کہ میں حزب البحر میں کامل ہونے کے باوجود بھی تمہاری ولایت وعظمت کے سامنے کچھ نہیں ہوں۔

کرامت بعد از وصال☆: آپ کے وصال باکمال کے بعد دریائے سندھ میں شدید طغیانی آ گئی، جس کی وجہ سے بہت سے شہر زیر آب آ گئے، آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ غلام نصیر الدین شاہ کاظمی علیہ الرحمۃ نے اس شدید طغیانی کے پیش نظر خواجہ آباد کو چھوڑ کر شہر کی جانب ہجرت کا ارادہ کیا تو رات کو آپ نے خواب میں ارشاد فرمایا فی الحال شہر کی طرف منتقل ہونے کا پروگرام ملتوی کر دو۔

میں کوشش کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے شہر کو اس آفت سے محفوظ رکھے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں دعاؤں کا سلسلہ جاری تھا، لیکن دریا کے پانی کی وجہ سے تمام علاقہ کٹاؤ کی زد میں تھا، اگلی رات آپ نے خواب میں اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ کل نماز ظہر تک کی مہلت ہے ظہر سے پہلے شہر منتقل ہو جاؤ، اور میرا مزار بھی منتقل کر دو، وہ جگہ بھی بتا دی جہاں منتقل کرنا تھا۔

چنانچہ آپ کے مزار شریف کو منتقل کرتے کرتے وقت لوگوں کا ایک ہجوم برپا ہو گیا، جس وقت لحد مبارک کھولی تو آپ کا جسد اطہر موجود نہ تھا، یہ دیکھ کر صاحبزادہ صاحب اور دیگر اعزا پریشان ہوئے۔ دونوں صاحبزادگان پر اسی دوران نیند کا غلبہ ہوا تو آپ نے عالم رویا میں فرمایا تمہیں معلوم نہیں کہ بعد از وصال مرحوم کے حالات عوام الناس سے پوشیدہ رکھے جاتے ہیں، تم نے اتنا انبوہ کثیر جو جمع کر لیا، اس لئے میں مدینہ پاک چلا گیا، لہٰذا تم صرف دو یا تین آدمی باوضو ہو کر درود پاک پڑھتے ہوئے لحد کھولو، میں ابھی واپس آ جاتا ہوں، لیکن اس کے بعد عوام کو چہرہ دکھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

چنانچہ چند مخصوص افراد نے درود و سلام کی گونج میں جب لحد کو کھولا تو ورطۂ حیرت میں رہ گئے کہ آپ کی ریش مبارک سے پانی کے قطرے گر رہے ہیں جیسا کہ ابھی غسل باوضو کر کے آئے ہیں، جسم نازنین بالکل تروتازہ محسوس ہو رہا تھا، اور کفن کی سفیدی بھی تابناک تھی۔

پھر اس کے بعد آپ کے جسدِ اطہر کو اُس جگہ سے ڈیڑھ میل جانب مشرق لے جا کر تدفین کر دی گئی۔

جس وقت آپ کا جسم مبارک وہاں سے نکال لیا تو مقررہ وقت یعنی ظہر کے بعد دریا پوری آب و تاب اور جوش و خروش کے ساتھ اس کنارے کی طرف نکلا اور چشم زدن میں سارا علاقہ زیرِ آب آ گیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۲۲ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ بمطابق 1915ء بروز جمعرات کو ہوا۔

وصال سے قبل آپ نے کچھ تکلیف محسوس کی تو اعزا سے پوچھا کہ آج کونسی تاریخ ہے؟ عرض کی گئی حضور ۲۲ تاریخ ہے اور صفر المظفر کا مہینہ ہے، پھر فرمایا کہ یہ تو میرے شیخ طریقت حضور پیر سیال کے وصال کا دن ہے۔ پھر فرمایا کہ دن سے دن اور مہینے سے مہینہ مل گیا۔ تاریخ سے تاریخیں مل گئیں۔ اوقات و لمحات مل گئے۔ اسی دوران ایک ہلکی سی مسکراہٹ چہرے پر پھیل گئی۔ کلمہ شہادت پڑھا، رخ انور کو قبلہ شریف کی طرف پھیر دیا، اس کے فوراً بعد آپ کی روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

آپ کا مزار پُر انوار خواجہ آباد تحصیل و ضلع میانوالی میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نورِ ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آج کل آپ کے دربار پر حضرت صاحبزادہ پیر سیّد علم الدین شاہ کاظمی الازہری مدظلہ العالی سجادہ نشین ہیں جو بڑے ہی احسن انداز میں دربار شریف اور اس سے متصل دار العلوم کی خدمت کا فریضہ نہایت ہی احسن انداز میں دے رہے ہیں۔

جناب حضرت صاحبزادہ پروفیسر سیّد علم الدین شاہ الازہری مدظلہ العالی ایک پڑھے لکھے عظیم مبلغ و شیخ طریقت ہیں۔ نہایت ہی بلند اخلاق، بامروت، ملنسار، مہمان نواز طبیعت کے مالک ہیں۔ فقیر راقم الحروف کا دلی تعلق ہے، اکثر فون پر ملاقات اور علمی مشوروں سے نوازتے رہتے ہیں۔ اللہ آپ کا سایہ غلامان خواجہ آباد پر قائم و دائم رکھے۔

حضرت صاحبزادہ پروفیسر پیر سید علم الدین شاہ الازہری دامت برکاتہم العالیہ فقیر راقم الحروف کی دعوت پر سالانہ جشن غوث اعظم و عرس فیض الملت کی تقریب میں شرکت و خطاب کے لیے 12 جون بروز ہفتہ 2010ء کو تشریف لائے اور بڑے ہی اچھوتے انداز میں شان اولیاء بالخصوص حضور شہنشاہ بغداد کے شان عظمت پر نورانی و عرفانی خطاب سے عوام اہل سنت کو مستفیض فرمایا۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ حافظ سید محمد سدیدُ الدِّین گیلانی المعروف پیر جندوڈا شاہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: شہزادۂ غوث الوریٰ' زینت الاصفیاء' رونق مجالس الاتقیاء' منبع حسنات وکمالات' صاحب کشف وکرامات' مجسمۂ حُسن اخلاق حضرت خواجہ حافظ سیّد محمد سدید الدین گیلانی المعروف پیر خواجہ جندوڈا شاہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ نیّر اُفق ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت تقریباً ۱۲۴۵ھ بمطابق ۱۸۳۸ء کو عیسیٰ خیل میانوالی میں ساداتِ گیلانی کے عظیم نیّر تاباں حضرت قبلہ پیر سید محمد معظم علی شاہ علیہ الرحمتہ کے علمی وروحانی گھر میں ہوئی۔

گیلانی سادات کا یہ عظیم گھرانہ حضرت سید عبدالرحمٰن گیلانی دھلوی علیہ الرحمتہ کی اولاد ہے، حضرت عبدالرحمٰن دھلوی علیہ الرحمتہ سلطان العارفین حضرت سلطان محمد باھو المعروف سلطان باھو قادری علیہ الرحمتہ کے پیر ومرشد ہیں۔

آپ کے والدِ گرامی حضرت سید محمد معظم علی شاہ گیلانی علیہ الرحمتہ اپنے زمانے کے بہت بڑے ولی کامل اور سیف اللسان بزرگ تھے' اپنی زبان ترجمان سے جو فرماتے اُسی وقت پورا ہو جاتا تھا۔

چنانچہ اُن کے بارے مشہور ہے کہ، جب کسی کے لئے دعا فرماتے تو فرماتے کہ اگر یہ کام اڑھائی پہر میں ہو جائے تو سمجھ لیا کہ یہ کام اللہ اور اسکے رسول ﷺ اور اس ناچیز کی طرف سے ہوا ہے، ساتھ ہی گھوڑے پر سوار ہو کر فرماتے اے اللہ ہم اس شہر سے جا رہے ہیں اگر یہ کام نہ ہوا تو ہم دوبارہ واپس نہ آئیں گے، اے اللہ میری اور ان لوگوں کی لاج رکھ لینا۔

جب وہ کام ہو جاتا تو اُس گاؤں یا علاقہ کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضری دیکر عرض کرتے حضرت آپ کی دعا کے صدقے ہمارا کام ہو چکا ہے لہٰذا آپ ہمارے علاقہ میں تشریف لائیں۔

تعلیم تربیت ☆: آپ نے دو برس میں قرآن کریم مکمل حفظ کیا، اس کے بعد تجوید وقرأت کا کورس کر کے عیسیٰ خیل کے قاضی صاحبان کے مدرسہ میں علوم دینیہ کی کتب پڑھیں، بعد ازاں مکھڈ شریف کی مشہور زمانہ دینی درسگاہ سے علوم دینیہ کی تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کی، آپ اپنے وقت کے بہترین حافظ وقاری اور متبحّر عالم دین تھے، بڑے بڑے دقیق مسائل آن واحد میں حل فرما دیتے تھے۔

آپ کے والد گرامی کی وصیت ☆: آپ کے والدِ گرامی حضرت پیر سید معظم علی شاہ گیلانی علیہ الرحمتہ کے وصال کا وقت آیا تو انہوں نے آپ کو بلا کر چند وصیتیں کیں، اور فرمایا کہ میری وصیتوں پر سختی سے عمل پیرا ہے تو کامیابی تمھارا مقدر ہو گی۔

(۱) اپنے ازاز بند کو مستحکم رکھنا (۲) اپنے اقرباء سے صلہ رحمی کرنا (۳) بڑوں کا ادب چھوٹوں پر شفقت کرنا (۴) سائل کو خالی ہاتھ نہ جانے دینا (۵) کسی مرد کامل کے ہاتھ پر بیعت کرنا۔ اس کے بعد آپ کے والد گرامی کا وصال با کمال ہو گیا۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور منازل سلوک کی تکمیل کے بعد اُنہی کے دست مبارک سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز ہوئے تو حضور خواجہ شمس العارفین نے آپکو دیکھتے ہی فرمایا جندوڈا شاہ آ گئے ہو، بہت دیر لگا دی ہم تمہارے انتظار میں تھے۔

سیرت وکردار ☆: آپ بچپن ہی سے عبادت وریاضت میں مشغول رہتے تھے، عیسٰی خیل کے مضافات کے پہاروں میں اللہ کا ذکر کرنے کے لیئے نکل جاتے، کبھی دس بارہ کلومیٹر دور دریائے کرم کے یخ بستہ پانی میں محو عبادت وریاضت ہوئے۔

ایک مرتبہ پیرو مرشد حضور پیر سیال لجپال کی خدمت میں عرض کی حضور دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اپنی محبت عطا فرمائے اور اس ہستی موہوم سے چھٹکارا ملے۔

حضور پیر سیال نے فرمایا یہ محض عطیہء خداوندی ہے، خدا جسے چاہے عنایت کرتا ہے۔

آپ نے پھر عرض کیا کہ میں آپ کو محبوب سُبحانی سمجھتا ہوں مجھے اس کا جام وصال پلا دیجئے، حضور پیر سیال نے جواب میں یہ شعر پڑھا

کملے لوک میتھوں ماہی دی پچھدے جھوک
میں جہاں آپ ماہی نوں ڈھونڈنی آں

آپ نے عرض کیا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ **الفقر فخری والفقر منّی** مجھے فقر پر فخر ہے اور فقر مجھ سے ہی شروع ہوا ہے، اُس فقر سے کیا مراد ہے؟

حضور پیر سیال نے ارشاد فرمایا کہ صوفیائے کرام کے نزدیک اس سے مراد فاقہ ہے اور یہ فاقہ دل کے لیئے نور ہے۔

وڑچھہ، وڑچھہ شریف کیسے بنا ☆: وڑچھہ سیکسر، پہاڑ کے دامن میں ایک بستی کا نام ہے، وڑچھہ کا ایک شخص بھیرہ شریف ضلع سرگودھا سے ایک عورت اغواء کر کے لے آیا، اس کے ورثاء نے حضرت میراں سید محمدی قادری علیہ الرحمتہ بھیرہ شریف والوں کی خدمت میں عرض کی حضور وڑچھہ کا شخص ہماری لڑکی لے گیا ہے، خدا را ہماری مدد فرمایا۔

حضرت سید میراں محمدی قادری علیہ الرحمتہ ان کی بات سُن کر انکے ہمراہ خود وڑچھہ تشریف لائے اور اس شخص کو حکم دیا کہ مغویہ عورت کو اسکے ورثاء کے حوالے کر دو۔

ان بدبختوں نے وہ عورت واپس نہ کی بلکہ اللہ کے ولی کی شان میں نازیبا جملے استعمال کیئے۔

ان کے اس رویئے پر حضرت میراں سید محمدی شاہ قادری علیہ الرحمتہ کو غصہ آ گیا اور جلال بھرے لہجے میں فرمایا" وڑچھہ بھک داکڑچھا" چنانچہ اس مرد خدا کی بددعا کے بعد اُن لوگوں کا جینا حرام ہو گیا، بھوک وافلاس نے ان کا گھیرا تنگ کر دیا، ان کی زندگی اجیرن ہو گئی۔

وڑچھہ کے کچھ لوگ بھوک و افلاس سے تنگ آ کر حضرت خواجہ محمد الدین ثانی سیالوی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے بڑوں کے کیئے پر ندامت کا اظہار کیا اور عرض کیا کہ ہم اُن کی غلطی کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد الدین ثانی سیالوی علیہ الرحمتہ نے حکم دیا کہ جاؤ سید جنددوڈا شاہ گیلانی کو اپنے ہمراہ لے جاؤ۔

آپ حضرت خواجہ سیالوی کا حکم ملتے ہی ان لوگوں کے ہمراہ وڑچھہ تشریف لے گئے اور اُن کے حق میں دعا فرمائی لیکن مستقل اقامت سے انکار کر دیا۔

چنانچہ وڑچھہ کے لوگ دوبارہ حضرت خواجہ ثانی سیالوی کی خدمت میں حاضر ہو کر فریادی ہوئے کہ حضرت پیر سید جنددوڈا شاہ گیلانی، کو مستقل ہمارے گاؤں میں بھیج دیں تو حضور کی نوازش ہوگی۔

چنانچہ حضرت خواجہ ثانی سیالوی نے آپ کو وڑچھہ میں مستقل سکونت کا حکم دیا تو گیلانی سادات کا یہ عظیم چشم و چراغ اور خانوادہ اپنے مُرشد خواجہ سیالوی کے حکم سے یہاں آ کر آباد ہوا، اس خاندان کی آمد کے بعد سے وڑچھہ پھر وڑچھہ نہیں رہا بلکہ وڑچھہ شریف بن گیا، اور غوث اعظمؒ کے اس خانوادے کے قدموں کی برکت سے ان لوگوں کے جن پھر گئے اور وہاں کے لوگ پھر سے خوشحال ہو گئے۔

کشف و کرامات ☆: آپ کے پیرو مرشد حضرت خواجہ شمس العارفین نے اسم اعظم بتایا تھا جس کے آپ عامل تھے، آپ اکثر انکھیں جھکائے رکھتے تھے اگر کسی چیز کو نظر اُٹھا کر دیکھ لیتے تو وہ اللہ اللہ کرنے لگتی تھی۔

ایک مرتبہ آپ حضرت جنڈوڈا شاہ گیلانی رحمتہ اللہ علیہ نور پور تھل کے علاقہ میں تشریف فرما ہوئے تو آپ کی آمد کی خبر پا کر ہزاروں افراد آپ کی زیارت کے لیے جمع ہو گئے اُن لوگوں میں شامل ایک بدبخت نے کہا آجکل کے پیروں نے پکھنڈ بنا رکھا ہے، حقیقت میں یہ لوگ بذات خود کچھ نہیں ہیں۔

آپ نے اُس کی طرف دیکھا اور خاموش ہو گئے، اس نے یہی فقرا دوبارہ دُہرایا تو آپ نے اُسے ایسا کرنے سے منع فرمایا، تیسری مرتبہ جب وہ باز نہ آیا اور بار بار اس فقرے کو دہراتا رہا تو آپ نے فرمایا ''میاں سارے پیر کھیاں نہیں ہوتے'' پھر اس کے قلب پر نظر کی تو اس قلب سینے سے باہر آ گیا، اور اللہ ہو، اللہ ہو، اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

اس واقعہ کو دیکھ کر سینکڑوں راجپوت ہندو، سکھ مسلمان ہو کر آپ کے دست حق پرست پر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور آپکے حلقہ ءادارات میں داخل ہو کر ذاکر و شاغل بنے۔

کرامت نمبر ۲ ☆: حضرت حاجی مرید احمد چشتی صاحب کتاب ''الفوز المقال فی خلفائے پیر سیال'' اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ اولاد سے محروم ایک عورت آپکی خدمت میں حاضر ہوئی اور رونے لگی۔ آپ نے قریب کھڑی عورت سے پوچھا بختاں بہن مائی کیوں روتی ہے، عرض کیا حضور یہ کچے کے علاقہ سے آئی ہے، اور اولاد سے محروم ہے، جسکی وجہ سے سخت پریشان ہے، آپ کے حضور دعا کا سوال کر رہی ہے کہ خدا آپ کے طفیل اولاد جیسی نعمت سے مالا مال کر دے۔ آپ نے فرمایا کہ کچے کی ہے تو پھر حیض تو بنا لیتی ہوگی، عرض کیا جی ہاں، فرمایا اس کہو جنتی حیض بنا کر مسجد کو دے گی اللہ تعالیٰ اتنے ہی بچے دیگا۔

چنانچہ نے تعمیل ارشاد کی اور تین حیض بنا کر مسجد میں رکھیں، اللہ تعالیٰ نے اسکو تین بچے عطا فرمائے جیسا کہ آپ نے اپنی زبان ترجمان سے فرمایا تھا۔

کرامت نمبر۳ ☆: حضرت سید غلام رسول شاہ ولد محبوب شاہ ساکن تلہ گنگ ضلع چکوال روای ہیں مارچ۔ اپریل 1907ء میں تلہ گنگ میں طاعون کی وباء پھیلی، روزانہ اموات کی تعداد تقریباً چالیس تک پہنچ گئی تھی، ہم نے خود دیکھا کہ ایک گھر سے کتا نکلا جس کا منہ خون آلود تھا، کتے کے ساتھ ایک جوان عورت بھی نکلی اس نے کہا سب فوت ہو گئے ہیں اور یہ کتا انہیں کھا کر آ رہا ہے۔ میرے والدِ گرامی نے مجھے حکم دیا کہ فوراً وڑچھ شریف پہنچ کر حضرت خواجہ پیر سید حافظ سید محمد سدیدالدین المعروف سید محمد جندوڈا شاہ گیلانی کی خدمت میں حاضر دو، اور تمام مساجد عرض کر کے انہیں اپنے ہمراہ تلہ گنگ لے کر آؤ تا کہ ان کی آمد کی برکت سے اس موذی وباء سے چھٹکارا مل سکے۔

چنانچہ میں وڑچھ شریف پہنچا تو آپ نماز عصر ادا کر کے مسجد سے باہر تشریف لا رہے تھے، میں نے آگے بڑھ کر بعد از سلام عرض کیا حضور تلہ گنگ سے حاضر ہوا ہوں، آپ نے ارشاد فرمایا تم کون ہو؟ میں نے والدِ گرامی کا رقعہ خدمت میں پیش کیا، اس رقعہ کی عبارت کچھ اس طرح تھی حضور! ہمارے شہر میں طاعون کی وباء پھیل چکی ہے، روزانہ چالیس افراد کے جنازے اُٹھتے ہیں، از راہ کرام ہمارہاں تشریف لا کر بطفیل سرور کائنات فخر موجودات ﷺ ہماری مدد فرمائیے۔

آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ صبح چلیں گے۔

چنانچہ دوسرے روز علی الصبح عازم تلہ گنگ ہوئے، راستے میں جہاں جہاں سے آپ کی سواری گذرتی لوگ بڑی تعداد میں آپ کی زیارت کیلئے موجود ہوتے تھے، ہم سفر کرتے کرتے شام کو تلہ گنگ پہنچے، ہمارے والد اور دادا بزرگوار نے آپ کے قیام وطعام کا انتظام پہلے سے کیا ہوا تھا، نماز مغرب کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے ہم اپنا کام کرینگے اور کھانا بعد میں کھائیں گے۔

آپ نے اپنی کالی گھوڑی پر سوار ہو کر شہر کے اردگرد چکر لگا کر کڑا دیا، یعنی شہر کا حصار باندھا، لوگوں نے دیکھا کہ ایک سوار کی بجائے دو سوار ہیں، آپ نے پورے شہر کا کڑا مکمل کیا اور اپنی قیام گاہ پر تشریف لے آئے۔

میرے والدی اور دادا بزرگوار نے عرض کیا حضور گھوڑی پر دوسرا سوار کون بزرگ ہستی تھی؟ آپ نے پہلے تو کوئی جواب نہ دیا، جب اصرار حد سے زیادہ بڑھا تو ارشاد فرمایا

''شاہ صاحبان! میرے ساتھ میرے جدِ اعلیٰ حضور غوث الاعظم سرکار سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؓ کی ذات بابرکات تھی۔

بس اُس کے بعد طاعون کی بیماری کا نام ونشان تک مٹ کر رہ گیا، اور لوگ آسودہ اور خوشحال ہو گئے۔

آپکی اس کرامت پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے لوگوں نے یہ گرہ (بیت) بنائی۔

پٹی گھن دی پکے پوندی ساڑھیاں
شالا جیوے محمد جندوڈا شا تیں حکم بیماریاں

تلہ گنگ کے علاقہ کی عورتیں شادی بیاہ کے موقع پر برکت کے لیئے پہلے یہ گرہ الاپتی ہیں۔

اولاد وامجاد☆: خداوند کریم نے آپکو صرف ایک بیٹا حضرت صاحبزادہ غلام دستگیر شاہ گیلانی علیہ الرحمتہ کی شکل میں عطا فرمایا، جواپنے زمانے کے عارف کامل اور بہت بڑے شیخ طریقت ہوئے ہیں۔

آپ کی علمی وقلمی خدمات☆: آپ نے کچھ کتابیں بھی تصنیف فرمائیں جنکو چھ کتاب کے نام سے شائع کیا گیا، اس میں آپ منظوم سلسلہ طریقت اور حضور نبی کریم ﷺ کا مبارک سراپاہ'' حلیہ کے نام سے'' اور بارہ ماہ پنجابی شامل ہیں۔

ایک ہفتہ قبل وصال کی تاریخ سے مطلع فرمانا☆: صاحب کتاب،'' الفوز المقال فی خلفائے پیر سیال'' حضرت شہزادہ حافظ سید محمد سلیم چشتی گیلانی کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ میرے والدِ گرامی نے بتایا کہ حضرت سید محمد جنڈ وڈا شاہ گیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے وصال کی خبر اپنے فرزندار جمند حضرت خواجہ سید غلام دستگیر شاہ گیلانی علیہ الرحمتہ کو آٹھ یوم قبل دے دی تھی۔

آپ نے فرمایا! اے فرزندمَن! میرا یوم وصال فلاں روز ہے لہذا کوئی حاجت اور سوال کرنا چاہو تو کر سکتے ہو، یہ خیال نہ کرنا کہ میں تجھ کو تنہا چھوڑ کر جارہا ہوں بلکہ یہ شریعت کا حکم ہے جو تمام اولیاء اللہ نے پورا فرمایا ہے، ورنہ اولیاء اللہ زندہ ہوتے ہیں۔

انشاءاللہ ہمہ وقت زندگی تمھاری زندگی میں تمھارا ساتھ دوں گا میری قبر کو نہ چھوڑنا، دوسری خاص بات یہ کہ سیال شریف کی راہ نہ چھوڑنا۔

وصال سے ایک روز قبل جمعرات کو آپ اپنی قیام گاہ سے باہر تشریف لائے تو لوگوں کا جم غفیر ہو گیا، وڑچھ شریف کے قریب ایک پہاڑی ٹیلہ جس کا رقبہ ۵۰۰ کنال ہے، آپ اچانک اس کی طرف چل دیئے موقع پر موجود مخلوق خدا کا انبوہ کثیر بھی پیچھے پیچھے ہولیا۔

آپ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ایک ایک پتھر اٹھاتے جائیں، جب آپ ٹیلے پر پہنچے اور پیچھے مڑ کر دیکھا تو سڑک بن چکی تھی۔ آپ نے لوگوں کو متوجہ کر کے فرمایا'' کیا آپ کو علم ہے کہ ہم یہاں کیوں آئے ہیں'' لوگوں نے بیک زباں عرض کی حضور ہم نہیں جانتے، آپ نے ارشاد فرمایا، ہم یہاں اس لئے آئے ہیں کہ کل میرا یوم وصال ہے اور میری قبر کی جگہ بھی یہی ہے جہاں ہم کھڑے ہیں، پھر آپ نے اپنی قبر کی جگہ کی باقاعدہ نشاندہی فرمائی اور تاکیداً ارشاد فرمایا مجھے اسی مقام پر دفن کرنا۔

آپ کی زبان ترجمان سے یہ افسوس ناک المناک خبر سن کر عقید تمندوں کی چیخیں نکل گئیں، لوگ ڈھاڑیں مار کر رونے لگے۔

آپ نے اپنے نورِ نظر حضرت خواجہ پیر سید غلام دستگیر شاہ گیلانی علیہ الرحمتہ سے اپنی علاقائی زبان میں فرمایا۔

لعل گمایا، پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں، اس پہاڑی کو خشک جان کر یہاں سے چلے نہ جانا، یہ پہاڑی کابل بھی ہے کشمیر بھی۔

اگلے روز جمعہ کا دان تھا نماز مغرب کے وقت آپ نے تمامی احباب گرامی اور صاحبزادے وعقید تمندان سے فرمایا جاؤ نماز مغرب مسجد میں جا کر باجماعت ادا کرو، اور خود حجرہ مبارک میں باجماعت نماز ادا فرمائی، نماز سے فارغ ہو کر جلدی جلدی اپنی چارپائی پر تشریف لائے اور دراز ہو کر سورہ یٰسین شریف کی تلاوت شروع کر دی اور ایک بار مکمل پڑھنے کے بعد دوبارہ شروع کی ابھی نصف صورہ کی تلاوت فرمائی تھی کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۷ ربیع الثانی بروز جمعتہ المبارک بعد نماز مغرب ۱۳۳۴ھ بمطابق گیارہ فروری

1916ء کو وڑچھہ شریف میں ہوا۔

مزار پر انوار وڑچھہ شریف کے پہاڑی ٹیلہ پر متعینہ مقام، نزد خوشاب شہر میں مرجع خاص وعام ہے، آپ کے اکلوتے فرزند حضرت صاحبزادہ پیر سید غلام دستگیر شاہ گیلانی علیہ الرحمتہ جو بعد کو سجادہ نشین مقرر ہوئے، انکی نگرانی میں عظیم الشان اور خوبصورت مقبرہ گنبد تعمیر کیا گیا، جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دیکر آج بھی منہ مانگی مرادیں پا رہے ہیں۔

آجکل موجودہ سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ پیر سید انوار الحسن شاہ کاشف گیلانی مدظلہ العالی ہیں، جو پڑھے لکھے باشعور، جہاندیدہ اور صاحب طرز تکلم خطیب، علماء اور مشائخ کی جماعت میں اہم مقام رکھتے ہیں، اخلاق واخلاص پیار محبت کا عظیم حسین وجمیل مرقع ہیں، بڑی ہی لگن اور توجہ ومحنت سے آستانہ کی خدمت اور سلسلہ عالیہ کو آگے بڑھانے اور اس کے ساتھ ساتھ علم دین کی روشنی کو پھیلانے کی کوشش میں مصروف ہیں، خداوند کریم تا دید حضرت کا سایہ غلامان وڑچھہ شریف پر قائم دائم رکھے، آمین ثمہ آمین

حضرت پیر سید غلام شاہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف کامل، فنافی الرسول، حجۃ الکاملین، فخر العاشقین، برہان الواصلین حضرت سید غلام شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے دور کے بہترین عارف کامل نیک سیرت، خوبصورت باکردار، صالح، متقی و پرہیز گار پابند شریعت وطریقت بزرگ تھے۔ آپ موضع نارنگ ضلع چکوال کے رہنے والے تھے۔ آپ نے علوم ظاہریہ کی تعلیم مختلف علماء سے حاصل کی بعد از فراغت آپ کو مرشد کامل کی تلاش کی جستجو ہوئی۔ جس کسی بھی درویش سے ملاقات ہوتی آپ اس کی خدمت وتواضع خوب فرماتے مگر کسی جگہ بھی تسکین نہ حاصل ہوئی۔

آپ کی عادت شریفہ تھی کہ جس بزرگ سے بھی ملاقات ہوتی اس سے وظیفہ ضرور پوچھتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک درویش راولپنڈی سے آپ کے گاؤں میں تشریف لائے تو حسب معمول آپ نے ان سے بھی وظیفہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ سورۃ یٰسین شریف کا عمل کرو اوراس کی زکوٰۃ اس طرح دو کہ ایک چلہ میں سوالاکھ مرتبہ ختم ہو جائے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ دوران چلہ آپ کے پاس جنات بھی آئیں گے ان سے خوف نہ کھانا ڈرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اپنا کام جاری رکھنا۔

چنانچہ آپ نے سورۃ یٰسین شریف کا عمل شروع کر دیا جب عمل کے اختتام کا وقت آیا تو آخری راتوں میں سے ایک رات آپ کے پاس جنات کا سردار آیا اس کے ہمراہ چند جنات اور بھی تھے انہوں نے آپ کو ڈرایا دھمکایا اور کہا کہ یہ عمل چھوڑ دو ورنہ ہم تمہیں جان سے مار ڈالیں گے۔ آپ نے بھی سوچا کہ ایسے عمل کا کوئی فائدہ نہیں لہٰذا اس کو چھوڑ دیا اور عمل کرنے سے توبہ کر لی۔

حضرت پیر سیال لجپال کی محبت ☆: اسی دوران آپ کے دل میں پیر سیال لجپال حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی محبت پیدا ہوئی اور دل ان کی محبت اور شوق زیارت میں مچلنے لگا شب و روز یہی تھا کہ کس طرح سیال شریف پہنچا جائے۔ آخر ایک دن گھر سے سیال شریف کی جانب چل دیئے دوران سفر جب آپ بھیرہ شریف پہنچے تو دل میں مختلف قسم کے خیالات پیدا ہونے لگے دل کی اس کیفیت سے پریشان ہو کر آپ واپس اپنے گھر تشریف لے آئے۔

چنانچہ کچھ دن کے بعد پھر سیال شریف کی حاضری کی نیت سے چل دیئے مگر راستے میں جب یہ خبر سنی کہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کا تو وصال باکمال ہو چکا ہے اور آپ دوسری مرتبہ پھر اپنے گھر واپس تشریف لے آئے۔

بیعت وخلافت ☆: حضرت خواجہ سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال باکمال کے بعد آپ نے جلالپور شریف حاضر ہو کر

حضرت پیر سید غلام حیدر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کا فیصلہ کیا اور ساتھ ہی یہ بھی سوچا کہ اگر حضرت جلالپوری نے بیعت نہ فرمایا تو پھر سیدھا حج بیت اللہ شریف کے لئے چلا جاؤں گا۔

چنانچہ آپ گھر سے نکل کر جلالپور شریف پہنچے اور حضرت پیر سید حیدر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر ۱۳۰۲ھ میں بیعت ہوئے اور ۱۳۱۲ھ میں مرشد کامل نے آپ کو خرقہ خلافت اور اجازت بیعت سے نواز کر سرفراز فرمایا۔

احترام مرشد☆: خرقہ خلافت اور اجازت بیعت سے سرفراز ہونے کے بعد آپ لوگوں کو بیعت نہیں فرماتے تھے۔ آپ کے مرشد کامل حضرت خواجہ جلالپوری اکثر تاکیداً فرمایا کرتے تھے کہ آپ صاحب اجازت ہیں اس لئے خلق خدا کی دستگیری کیا کرو۔ مگر آپ عرض کرتے حضور میں بندہ گنہگار ہوں ابھی اتنی اہلیت نہیں رکھتا۔ ایک مرتبہ سیال شریف میں خواجہ جلالپوری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا کہ سید غلام شاہ لوگوں کو بیعت کرنے سے انکار کرتے ہیں اور ہمیشہ کوئی نہ کوئی بہانہ اور عذر پیش کر دیتے ہیں۔

آپ کی عادت شریفہ تھی کہ حضرت خواجہ پیر سید حیدر علی شاہ جلالپوری رحمتہ اللہ علیہ جب بھی سیال شریف سے واپس تشریف لاتے تو آپ ان سے ملاقات کے لئے جلالپور شریف ضرور جاتے تھے۔ اس مرتبہ بھی حضرت جلالپوری واپس تشریف لائے تو آپ اپنے گھر سے نکلے اور جلالپور شریف پہنچے تو خواجہ جلالپوری رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہیوں نے بتایا کہ سیال شریف میں حضرت خواجہ جلالپوری آپ کے بارے میں شکوہ کر کے فرما رہے تھے غلام شاہ کو ہم نے اجازت بیعت دی ہے۔ مگر وہ لوگوں کو بیعت کرنے سے گریزاں ہیں۔ جب آپ حضرت خواجہ حیدر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت پیر حیدر علی شاہ جلالپوری رحمتہ اللہ علیہ نے بھرے مجمع میں فرمایا کہ غلام شاہ تمہیں خلق خدا کو بیعت کرنے سے گریزاں نہیں ہونا چاہئے تمہیں چاہئے کہ ہدایت خلق خدا میں مصروف ہو جاؤ۔ آپ نے مرشد کامل کے اس پرزور اصرار پر تعمیل حکم کا وعدہ کیا اور زبان حال سے عرض کیا۔

"سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے"

اُس کے روز کے بعد آپ ہدایت خلق خدا میں مصروف ہو گئے اور لوگوں کو بیعت کرنے کا سلسلہ عام کر دیا۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ جلالپوری رحمتہ اللہ علیہ کی آپ پر خصوصی شفقت اور نظر تھی۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے مریدوں میں دو شخص خاص طور پر اپنی مسلمہ ارادت و اخلاص میں بے نظیر و بے مثال تھے۔ ایک تو دنیا داروں میں راجہ بہادر خان مرحوم سکنہ چک جانی جو کہ اعلیٰ طبقے کا رئیس ہونے کے باوجود خصائل و شمائل اور عادات و اطوار خدمت درویشاں و محبت شیخ میں بے مثال تھا۔ دوسرے حضرت سید غلام شاہ صاحب ہیں جو کہ اپنی عاجزی، مسکینی، انکساری اور جوش عقیدت و خلوص میں بے مثل و بے مثال ہیں۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۳۵ھ بمطابق 1916ء کو آبائی گاؤں موضع نارنگ تحصیل و ضلع چکوال میں ہوا۔ مزار شریف موضع نارنگ تحصیل و ضلع چکوال میں مرجع خاص و عام ہے۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ مولانا محمد اکبر چشتی نظامی بصیر پوری رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: قطب الاقطاب، جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول، امیر شریعت، واقفِ اسرار ورموز طریقت و معرفت حضرت خواجہ مولانا محمد اکبر چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ آپ بادہ نوشانِ توحید کے سرِ حلقہ ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت گیارہ شوال بروز اتوار ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۸۵۲ء کو بوقت تہجد اپنے زمانے کے فرد وحید حضرت خواجہ محمد مقیم بن خواجہ محمد عظیم علیہم الرحمۃ کے گھر علمی وروحانی بستی بصیر پور شریف تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ میں ہوئی۔

جس وقت آپ کی ولادت ہوئی آپ کے دادا جان حضرت خواجہ محمد عظیم علیہ الرحمۃ اپنی مسجد میں عبادت وریاضت میں مشغول تھے کہ انہوں نے غیبی آواز سُنی کہ آج ہمارا ایک اور دوست دنیا میں آ گیا ہے۔ آپ کے دادا بزرگوار اُسی وقت گھر تشریف لائے تو آپ کی ولادت کی خبر سنی اور آپ کو گود میں لے کر سینے سے لگایا اور محمد اکبر نام تجویز فرمایا۔ اور فرمایا یہ بچہ آنے والے وقتوں میں قطب الاقطاب ہوگا۔ اور علوم شریعت وطریقت ومعرفت وحقیقت میں بے نظیر اور لاثانی ہوگا۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے ابتدائی تعلیم کے علاوہ شرح جامی تک کتب درسیہ کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہندوستان کے معروف مدارس دینیہ کی طرف رجوع کیا۔ ان دنوں لکھنؤ، بریلی شریف، رام پور شریف، کانپور، علی گڑھ، دہلی، سہارنپور میں بڑے بڑے علمی مراکز قائم تھے۔ ہندوستان کے مدارس میں سے علی گڑھ کا انتخاب آپ کے مسلک اعتدال کا مظہر ہے۔ آپ نے وہاں تین برس تک تعلیم حاصل کی۔ اور سند فراغ حاصل کر کے بصیر پور شریف واپس آ گئے۔

بصیر پور میں درس وتدریس ☆: آپ نے ہندوستان سے واپس تشریف لا کر بصیر پور شریف میں دینی مدرسہ قائم کیا۔ اور درس وتدریس کا آغاز کیا۔ ابتداء ہی میں ایک سو سے زائد طالبان حق داخل ہو کر علوم دینیہ میں آپ سے اکتساب فیض کرنے لگے۔ بعد میں یہ تعداد کئی سو تک پہنچی، اس دارے سے وقت کے بڑے بڑے علماء، صلحا، مفسرین، محدثین، مقررین، ادیب وخطیب پیدا ہوئے۔ جنہوں نے پوری دنیا میں دین حق کی شمع کو روشن کیا۔ اور آپ کے علمی فیضان کو عوام وخواص تک نہ صرف پہنچایا۔ بلکہ لاتعداد افراد کو اپنا علمی جانشین بنا کر فارغ التحصیل کیا۔ جو آج بھی آپ کے علمی فیضان کے کااسم ہیں اور یہ سلسلہ صبح قیامت تک جاری وساری رہے گا۔

بیعت وخلافت ☆: سب سے پہلے آپ اپنے والدِ گرامی کے دست مبارک پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ ان کے وصال کے بعد سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے نامور بزرگ وشیخ طریقت حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمۃ کے دست مبارک پر بیعت سے

مشرف ہوئے۔ اور بعد ازاں کئی ماہ تک مرشد کی خدمت میں رہ کر مجاہدہ وسلوک کی منازل طے کرنے کے بعد مرشد کامل کے دست مبارک سے ہی خرقۂ خلافت پا کر سرفراز وصاحب مجاز ہوئے۔

سیرت و کردار☆: آپ ایک متبحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بلند پایہ شیخ طریقت بھی تھے۔ تمام زندگی اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کاربند رہے۔ آپ خلق محمدی کا عملی نمونہ تھے۔ آپ کی نگاہ جس کو رباطن پر پڑ جاتی اس کی سیاہیاں ڈھل جاتیں، چہرہ مبارک پُرکشش اور نورانی تھا کہ آپ کے روئے تاباں کی زیارت کرنے والا نہ صرف گرویدہ ہو جاتا بلکہ اس کا مردہ قلب زندہ ہو کر یادِ خدا کا متوالا بن جاتا تھا۔ ہزاروں غیر مسلم صرف آپ کے رخ زیبا کی زیارت کر کے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ لاتعداد بے دین اور گمراہی کا شکار آپ کی ایک ہی صحبت با اثر میں بیٹھنے سے صحیح معنوں میں مسلمان بن گئے۔

آپ کی ذاتِ والا صفات سے حاجتمندوں، بیماروں، اور دکھی دلوں کو جو فائدہ پہنچا اس کی مثل کہیں نہیں ملتی۔ آپ کے در پر سائل جو مقصد لے کر آیا وہ دامن مُراد بھر کر واپس لوٹا، آپ کی ذاتِ والا صفات سے بے ایمانوں کو ایمان کی دولت ملی۔ غمزدوں کو غم سے نجات ملی، بے روزگاروں کو روزگار، قرض داروں کو قرض سے فراغت، فاسقوں اور فاجروں کو تقویٰ وطہارت و پاکیزگی ملی، علم کے پیاسوں کو علم کے موتی ملے، معرفت حق تعالیٰ کے متلاشیوں کو خدا کا قرب ملا، پریشان حال لوگوں خوش حالی، تنگ دستوں کو فراغ دستی ملی۔

آپ اپنے زمانہ کے اُن مشائخوں وعلماء میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے جو صاحب بصیرت صاحب حال وقال اور علوم ظاہری و باطنی میں باکمال تھے۔ آپ کی روحانی توجہات اور فیوض وبرکات سے لاکھوں بندگان خدا فیضیاب ہوئے۔

آپ انتہاء درجہ کے تارک الدنیا تھے تمام عمر دنیا اور اہل دنیا سے کوئی تعلق واسطہ نہ رکھا، صرف اور صرف خدمت دین اسلام اور خلق اللہ ظاہری وباطنی رہنمائی اپنا فریضہ تصور کیے رکھا۔

آپ کے قلب میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ سمندر موجزن تھا کہ جس کی ضیا باریوں سے ایک زمانے نے فیض پایا۔ سرکار علیہ السلام سے عشق کا یہ عالم کہ نام نامی سنتے ہی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیلاب اُمڈ آتا۔ حتیٰ کے روتے روتے آنسوؤں سے چہرہ مبارک پر نشان پڑ جاتے تھے۔

سخاوت میں آپ اپنی مثال آپ تھے ہمیشہ محتاجوں مسکینوں کا خیال دامن گیر رہا۔ پہلے انہیں کھلاتے بعد میں خود کھانا تناول فرماتے تھے، لانگری کو سخت تاکید تھی کہ در پر آنے والے کو بھوکا نہ جانے دیا جائے، جو سائل آپ کے پاس آیا وہ خالی ہاتھ نہ لوٹا، نذر نیاز میں جو کچھ آتا وہ سب محتاجوں، مسکینوں اور یتیم بچوں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ کبھی اپنے پاس کچھ نہیں رکھا۔

ایک مرید نے ایک دفعہ عرض کیا حضرت جو کچھ آپ کے پاس جس قدر آتا ہے وہ اُسی وقت تقسیم فرما دیتے ہیں، آپ نے فرمایا عزیزم اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال اُسی کے نام پر اُسی کی مخلوق پر خرچ کر دیتا ہوں، تجھے اس سے کیا واسطہ۔

مرشد کی نگاہ میں آپ کا مقام☆: جب مرشد کامل نے آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا تو فرمایا جاؤ بصیر پور میں خدمت خلق خدا کرو۔ اور اب مجھے ملنے کے لئے تونسہ مقدسہ نہ آنا اگر مجھے ملنا چاہو تو اپنے قریب ہی حضرت زبدۃ الانبیاء شیخ الاسلام والمسلمین

حضرت بابا خواجہ فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمۃ کے دربار پاکپتن آجایا کرنا میں بھی ہر ماہ پاکپتن شریف نوچندی جمعرات کو آجایا کروں گا۔ وہیں ملاقات ہوجایا کرے گی۔

نمبر۲☆: حضرت مولانا سلطان محمود میاں خان والے فرماتے ہیں

جب میں تونسہ مقدسہ میں حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوا تو مرشدِ گرامی نے حکم دیا کہ تم ہر ماہ تونسہ شریف حاضری دیا کرو۔

میں نے عرض کیا حضور سفر طویل ہے، اور ہر ماہ حاضر ہونا نہایت دشوار ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ بصیر پور تم سے کتنی دور ہے، میں نے عرض کی حضور صرف پانچ میل کے فاصلے پر ہے، آپ نے فرمایا کہ تم جمعہ کے روز بصیر پور میں خواجہ محمد اکبر بصیر پوری کے پاس جایا کرو، ان سے تمہارا ملنا ایسا ہی ہوا جیسا کہ مجھ سے ملنا۔

دینی غیرت کا جذبہ☆: ایک بار علاقہ بصیر پور کے چند زمیندار وڈیرے جن میں حاجی شہامد خان، سردار مہند خان اور میاں جہانگیر وٹو نے حاضر ہو کر آپ کی خدمت میں پانچ صد روپیہ کی تھیلی نذرانے میں پیش کی، آپ نے اُن سے دریافت فرمایا کہ کیا آپ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اس پر وٹو صاحب نے عرض کیا کہ نہیں، زکوٰۃ تو ہم نے کبھی نہیں دی۔

آپ چونکہ ایک باضمیر وباکردار اور دینی غیرت وحمیت رکھنے کے ساتھ شریعت محمدیہ پر سختی سے کاربند تھے، اس لئے وہ تھیلی لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ چلے جاؤ۔ وٹو صاحب نے آپ کی طبیعت میں جلال دیکھا تو فوراً تھیلی اُٹھائی اور اُلٹے قدم واپس لوٹ گئے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال تریسٹھ برس کی عمر میں ۱۶ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ بمطابق ۱۹۱۶ء کو ہوا۔ مزار پُرانوار بصیر پور دیپالپور روڈ ضلع اوکاڑہ میں مرجع خاص وعام ہے جہاں ہر سال آپ کا سالانہ عرس مبارک ۶ رجب المرجب کو شروع ہو کر ۱۷ رجب شریف تک جاری رہتا ہے۔ ہزاروں عقیدت مندان ومریدین حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نورِ ایمان سے روشن ومنور کرتے ہیں۔ آج کل موجودہ سجادہ نشین حضرت پیر الحاج خواجہ محمد ظہور اللہ صاحب مدظلہ العالی ہیں جو پڑھے لکھے نامور عالم دین و شیخ طریق ہیں۔ ان کی زیر نگرانی آپ کے دربار شریف اور دینی مدرسہ پوری آب وتاب سے اپنی لگن میں مست ومستغرق ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ سید محمد حیات شاہ ہمدانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فخر السادات ہمدانیہ، عالم ربانی، مرشد لاثانی، قندیل نورانی، ستارۂ ولایت آسمانی حضرت خواجہ سید محمد حیات شاہ ہمدانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ قطب الاسلام ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت تقریباً 1248 ہجری بمطابق 1832ء کو موضع نارنگ ضلع چکوال خاندان رسالت کے عظیم خانوادے ہمدانیہ کے عظیم فرد کامل حضرت مولانا پیر سید باغ علی شاہ ہمدانی علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

آپ کے آباؤ اجداد علم وفقر ولایت اور بزرگی میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا پیر سید باغ علی شاہ ہمدانی علیہ الرحمتہ بھی مرتبۂ علم وعرفان میں بلند مقام رکھتے تھے۔ آپ کے دو بھائی اور بھی تھے۔ اول حضرت خواجہ سید محمد عظیم شاہ ساکن مہوٹہ موہڑہ ضلع راولپنڈی اور دوسرے حضرت خواجہ سید غلام علی شاہ ہمدانی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ ساکن میرا خورد غوث اعظم روڈ، سابقہ چکری روڈ تحصیل وضلع راولپنڈی ہر دو حضرات متصرف بہ تصرفات اور صاحب کشف وکرامات بزرگ ہوئے ہیں۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں ہی حاصل کی۔ بعد ازاں درس نظامی کی مروجہ تعلیم حضرت مولانا محمد احسن علیہ الرحمتہ آف ڈھوک میکی تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک میں حاصل کر کے فارغ التحصیل ہو کر فائز المرام ہوئے۔

نوٹ ☆: ڈھوک میکی تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک وہ عظیم درسگاہِ علم وعرفان ہے جہاں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ نے بھی کچھ عرصہ دینی تعلیم حاصل کی تھی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضور خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے اور انہی کے ہاتھوں خرقہ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

دشمنوں کی سازش اور آپ کی کرامت ☆: عطائے خلافت کے بعد آپ پر سخت امتحان آ گیا۔ کہ آپ کے فیضان و

عرفان کی شہرت سن کر ہر چہار جانب سے لوگوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ لوگ آپ کے علم و عرفان سے مالا مال ہو کر جاتے۔ بیماروں کو شفا اور تنگ دستوں کو فراخی رزق کے لیے غیب کے دروازے کھل جاتے۔ آنے والے زائرین سے لوگوں میں حسد پیدا ہو گیا۔ اور انہوں نے سکھوں کی ملی بھگت سے آپ کے قتل کا منصوبہ تیار کر لیا۔ ایک رات آپ حویلی سے باہر آرام فرما تھے اور درویش بھی قریب ہی سوئے ہوئے تھے۔ آپ نماز تہجد کے لیے بیدار ہوئے اور حویلی کے اندر چلے گئے۔ آپ کا پلنگ خالی دیکھ کر ایک درویش سمندر خان نمبردار ساکن ڈھیری چکری ضلع راولپنڈی پلنگ پر سو گیا۔

موضع کرہن چکوال کا محمد بخش نامی شخص جس کو اُجرت پر آپ کے قتل کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ محمد بخش کا خیال تھا کہ پلنگ پر آپ سوئے ہوئے ہیں۔ اس نے موقع غنیمت جان کر کلہاڑی کا بھرپور وار کر کے سمندر خان کی گردن اڑا دی۔ اس دوران ایک مولوی صاحب جو کوزہ اٹھائے وضو کے لیے جا رہے تھے۔ صورتحال دیکھ کر شور مچا دیا کہ حضرت صاحب کو قتل کر دیا گیا ہے۔ مولوی صاحب جب قاتل کو پکڑنے کے لیے آگے بڑھے تو قاتل نے ان پر کلہاڑی کا وار کیا جس سے مولوی صاحب کی انگلیاں اور کوزہ کٹ گیا۔ درویشوں نے موقع پر قاتل کو پکڑ لیا اور پولیس اسٹیشن پر اطلاع کر دی۔ پولیس نے موقع پر پہنچ کر ملزم محمد بخش کو گرفتار کر لیا۔

آپ کے خاندان کے جن افراد نے یہ سازش تیار کی تھی۔ ان کی عورتیں اور سادات برادری کے سرکردہ حضرات آپ کے قدموں میں گر گر معافیاں مانگنے لگے کہ ہمیں پولیس اور تھانے کچہری سے بچاؤ۔ آپ نے انسپکٹر پولیس کو حکم دیا کہ محمد بخش کا چالان کر دو اور مشورہ میں شامل تمام افراد کو چھوڑ دو۔ میں نے ان کو معاف کر دیا ہے۔

موضع نارنگ سے علاوَل کی جانب ہجرت ☆: اس واقعہ کے بعد جب آپ سیال شریف گئے تو حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی علیہ الرحمۃ نے آپ کو موضع علاول نارتھ میں قیام کا حکم دیا۔ حکم ملتے ہی آپ نے نارنگ ضلع چکوال کو خیر باد کہا اور علاول نارتھ کی مغربی جانب ایک جگہ قیام کیا جو آج کل خواجہ آباد شریف کے نام سے معروف ہے۔ خواجہ آباد شریف ضلع میانوالی میں آپ نے خانقاہ قائم کی۔ ایک مسجد بنائی اور مسافروں اور طلباء کے رہائشی کمرے بنائے اور سلسلہ رشد و ہدایت اور درس و تدریس میں مصروف و مشغول ہو گئے۔

آپ کی نیازمندانہ درخواست پر حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی علیہ الرحمۃ خواجہ آباد شریف ضلع میانوالی تشریف لائے اور اس کے بعد علاقہ دھن کے معتقدین کی درخواست پر تبلیغی دورہ فرمایا۔

سیرت و کردار ☆: آپ کا معمول تھا کہ نصف شب بیدار ہو کر تہجد ادا کرتے۔ بعد ازاں ذکر جہر اور اس کے بعد پاس انفاس یا وقوف قلبی میں مست و مستغرق ہو جاتے۔ بعد ازاں نماز فجر با جماعت ادا فرما کر مسبعات عشر قبل از طلوع آفتاب تک پڑھ کر دعا کبیر۔

اسبوع شریف، درود مستغاث، درود کبریت احمر ہفت اسماء کی تلاوت کر کے نماز اشراق اور چاشت کے بعد قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے۔ اس کے بعد مطالعہ کتب سلوک و توحید کرتے۔ دو پہر کھانے کے بعد قیلولہ کر کے نماز ظہر با جماعت ادا کر کے ختم خواجگان پڑھنے کے بعد آئے ہوئے زائرین سے عام ملاقات کرتے اور نماز عصر کے بعد مختلف اوراد و وظائف پڑھ کر نماز مغرب ادا فرما کر اوابین ادا فرماتے۔ نماز عشاء با جماعت ادا کر کے ایک ہزار مرتبہ درود شریف اور کلمہ شریف کا ورد ہوتا تھا۔ اس کے بعد آرام فرماتے۔ بروز جمعرات پورے گاؤں کا دورہ فرما کر لوگوں کی بیمار پرسی فرماتے۔ رمضان میں ہر سال نماز تراویح کے بعد سو رکعت نماز نفل ادا فرماتے۔ یہ آپ کا معمول خاص تھا۔

خداوند کریم نے آپ کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا ہوا تھا۔ آپ بہت سی خوبیوں اور اوصاف کے مالک تھے۔ شرافت و بزرگی کا مجسمہ اور مستجاب الدعوات، ذاکر و شاغل، رحمدل، شفیق، مہربان اور حد درجہ کے مہمان نواز اور سخاوت میں یکتائے زمانہ تھے۔ زہد و تقویٰ، پرہیز گاری اور پابندی شریعت پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ اپنے مرشد کے نقش قدم پر چلنا اپنے لیے باعث اعزاز سمجھتے تھے۔

حج بیت اللہ شریف و زیارت روضۂ رسول ☆: آپ کو دو مرتبہ خدا نے حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ رسول کریم کی دولت سے مالا مال فرمایا۔

کشف و کرامات ☆: پیر طریقت شہباز ولایت حضرت خواجہ پیر سید محمد حیات شاہ ہمدانی چشتی نظامی سیالوی رحمتہ اللہ علیہ ایک مرتبہ سیال شریف میں اپنے مرشد خواجہ شمس العارفین سے ملاقات و زیارت کر کے واپس تشریف لا رہے تھے کہ موضع بھال متصل نور پور سیٹھی علاقہ ونہار ضلع چکوال کا میراثی ''راگلو'' نامی جو آپ کا مخلص مرید تھا۔ اُس نے آپ کی دعوت کی۔ قحط سالی کا زمانہ تھا۔ خورد و نوش کی کوئی چیز با آسانی دستیاب نہ تھی۔

آپ کے ہمراہ بیس پچیس آدمی تھے۔ راگلو نے ایک مرغی اور دو سیر آٹا پکایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت دی۔ سارا گاؤں اس دعوت میں شریک ہوا لیکن کھانا کم نہیں ہوا۔ جب آپ راگلو کے گھر سے الوداع ہونے لگے تو راگلو نے عرض کیا حضور میرا جنازہ بھی آپ نے پڑھانا ہے۔ آپ نے وعدہ فرما لیا۔

چنانچہ جب راگلو فوت ہوا تو آپ خواجہ آباد شریف (علاؤل) میں تھے۔ کسی قسم کی کوئی اطلاع آپ کو نہیں تھی۔

آپ نے خلاف معمول بعد نماز فجر اشراق و چاشت اور دیگر وظائف سے فارغ ہو کر قاضی محمد حنیف مرحوم کو حکم دیا کہ دو گھوڑیاں تیار کریں۔ جب آپ بھال پہنچے تو جنازہ تیار تھا۔ آپ نے فرمایا کہ راگلو کا جنازہ ہو اور باران رحمت نہ ہو۔ آپ کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ وہاں بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا۔ پھر بادل اتنا برسا کہ کفن تر ہو گیا۔ بعد ازاں آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حاجی مرید احمد چشتی نظامی سیالوی مصنف کتاب ''الفوز المقال فی خلفائے پیر سیال'' فرماتے ہیں کہ مجھے 1960ء کو حضرت سلطان الذاھدین شیخ الاسلام والمسلمین حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس مبارک میں شرکت کیلئے پاکپتن شریف جانے کا اتفاق ہوا۔ تو وہاں پر جناب نور محمد صاحب کے پاس قیام ہوا۔ انہوں نے مجھے ایک پلنگ پر سونے کے لیے اصرار کیا اور اس کی تفصیل کچھ یوں بیان کی۔ کہ اس پلنگ کو حضرت پیر طریقت امیر شریعت خواجہ سید محمد حیات شاہ ہمدانی چشتی نظامی سیالوی نے شرف بخشا تھا۔ اور اس پر دراز ہوئے تھے۔ میں نے سراپا معصیت ہونے کے سبب اس پر سونے سے انکار کر دیا۔

کرامت ☆: اسی سلسلہ میں نور محمد صاحب نے حضور دادا جان حضرت خواجہ پیر سید محمد حیات شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بیان کیا کہ میرے والد ماجد چراغ دین مرحوم کسی سکھ کے زیر عتاب تھے۔ اور سکھ نے والد صاحب کا مکان قرق کروالیا تھا۔

پاکپتن شریف کے عرس مقدس سے پہلے وہ مکان پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن چراغدین صاحب نے منت سماجت کر کے عرس مقدس تک اس سے مہلت لے لی تھی۔ عرس پاک سے ایک روز پہلے میرے والد گرامی حسب دستور مسجد میں نماز عصر ادا کرنے گئے تو خوش قسمتی سے اس کی نظر حضرت خواجہ پیر سید محمد حیات شاہ ہمدانی پر پڑی جو بمع مریدین کے مسجد فرید میں جاگزین تھے۔

ایک درویش حضور کو پنکھا کر رہا تھا۔ اور وہ مکمل طور پر حضرت کی پیشانی سے مع پنکھا جھلک رہا تھا۔ یوں دکھائی دیتا تھا کہ حضور کی پیشانی مثل آئینہ تھی جس میں یہ چیز بخوبی جھلک رہی تھی۔

والد گرامی نے حضرت سے التجا کی کہ دوران عرس مقدس مجھے مہمان نوازی کا شرف بخشیں۔ آپ نے درخواست منظور فرمائی۔ عرس مقدس کے اختتام کے بعد جب آپ روانہ ہونے لگے تو چراغدین صاحب بے ساختہ رونے لگے۔ آپ نے رونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے من وعن تمام حقیقت بیان کر دی۔ پہلے آپ کچھ دیر خاموش رہے۔ بعد میں دریافت فرمایا کہ وہ سکھ کیا کاروبار کرتا ہے؟ چراغدین نے عرض کیا کہ وہ گڑ شکر وغیرہ کی پرچون کی دکان کرتا ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ چار جوان مہیا کیے جائیں۔ تعمیل ارشاد ہوگئی تو آپ نے فرمایا کہ مٹی کے ڈھیلے صحن کے اس کونے میں ڈھیر لگا دیئے جائیں۔

چنانچہ چار آدمیوں نے حکم ملتے ہی دوپہر تک مکان کا کونہ مٹی کے ڈھیلوں سے بھر دیا۔ آپ نے اس پر کمبل ڈلوایا اور چراغدین کو کہا کہ جاؤ اس سکھ دکاندار کو بلا لاؤ۔ اور اسے کہو کہ آکر اپنا قرض وصول کرلے۔

جب چراغدین نے اس سے قرض کی وصولی کا کہا تو وہ انگشت بدنداں رہ گیا کہ کل تک تو یہ شخص منت سماجت کر رہا تھا اور اب اتنا اکڑ کر قرض اتارنے کو کہہ رہا ہے۔

بہرکیف وہ اپنے کھاتے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا میرے پاس بہت عمدہ گڑ ہے اگر لینا چاہو تو سستے

داموں پر چراغدین کے قرض کی ادائیگی میں دینے کو تیار ہوں۔ سکھ دکاندار نے بخوشی قبول کرلیا۔

آپ نے چراغدین کو حکم دیا کہ بیٹا کمبل اتارے بغیر ہاتھ ڈال کر گڑ نکالتے جاؤ۔ چراغدین ضعیف الاعتقادی کے باعث سخت پریشان تھا۔ کہ اپنے ہاتھ سے کھودی ہوئی مٹی گڑ کیسے بنے گی؟ لیکن آپ کے حکم کی تعمیل میں جب ہاتھ ڈال کر باہر نکالا تو بہت خوبصورت اور میٹھا گڑ تھا۔ ہم شام تک تول تول کر سکھ کو دیتے رہے حتیٰ کہ اس کا قرض بے باق ہوگیا۔

آپ نے سکھ سے سب کھاتے وغیرہ لے کر پھاڑ دیئے۔ سکھ کے چلے جانے کے بعد چراغدین نے کمبل اتارا کہ باقی بچا ہوا گڑ مجھے مل جائے گا۔ لیکن جونہی کمبل اترا تو وہ ڈھیلوں کا ڈھیر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کمبل نہ اتارتے تو قیامت تک اس کے نیچے سے گڑ نکالتے رہتے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 28 محرم الحرام ۱۳۳۷ہجری بمطابق 4 نومبر 1918ء بروز اتوار بوقت چاشت کو ہوا۔ مزار پرانوار موضع علاؤل خواجہ آباد شریف ضلع میانوالی میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

وصال باکمال کے بعد آپ کے ہاتھ خود بخود سینے پر بندھ گئے۔ آپ کی نارنگ والی برادری کے کچھ شیعہ لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے تو آپ کے چھوٹے بھائی حضرت پیر سید غلام علی شاہ میرا شریف غوث اعظم روڈ، سابقہ چکری روڈ راولپنڈی والوں نے عرض کی حضور آپ کے مدارج اس فقیر پر اچھی طرح عیاں ہیں۔ مگر لوگوں کی چہ مگوئیوں سے یہ شکوک دور ہونے چاہیں۔ اتنا عرض کرنا تھا کہ دونوں ہاتھ کھل گئے۔ جب نماز جنازہ پڑھائی جانے لگی تو یک لخت آپ کے ہاتھ کفن سے باہر آ کر کانوں تک چلے گئے اور پھر سینے سے بندھ گئے یہ منظر بھی جنازہ میں موجود ہزاروں افراد نے دیکھا۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا امیر اللہ قلندر چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: مرد قلندر ہمہ اوصاف یگانہ، غوث یگانہ، مرشد زمانہ، متصرف بہ تصرفات صاحب کشف و کرامات حضرت مولانا امیر اللہ قلندر چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ قطب آسمان ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1249 ہجری بمطابق 1833ء کو ڈھنکیاری ضلع مانسہرہ ہزارہ صوبہ سرحد میں ہوئی۔

آپ نے ہندوستان کے مختلف مدارس دینیہ سے علوم متداولہ کی تحصیل کی اور سند فراغت حاصل کر کے لاوہ تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال میں مدرس مقرر ہوئے اسی مدرسہ میں حضرت مولانا قاضی نور عالم مانسہروی سے آپ کے تعلقات استوار ہوئے۔

حضرت قاضی نور عالم چشتی نظامی علیہ الرحمتہ جب پہلی مرتبہ سیال شریف حاضر ہوئے تو مولانا امیر اللہ قلندر کو بتائے بغیر سیال شریف چلے گئے تھے۔ جس کے باعث ان کو پریشانی لاحق ہوئی تھی۔

جب قاضی نور عالم سیال شریف سے واپس آئے تو انہوں نے آپ کو اپنا مدعائے سفر اور سیال شریف کے حالات و واقعات بتلائے۔

چونکہ آپ کا عقیدہ اولیاء اللہ کے بارے اچھا نہ تھا۔ لہٰذا باہم بحث و تمحیص کا سلسلہ چل نکلا بہر کیف جب حضرت قاضی نور عالم دوسری مرتبہ سیال شریف جانے لگے تو انہوں نے آپ کو بتایا کہ میں اپنے شیخ کی قدم بوسی کے لیے سیال شریف جا رہا ہوں۔

جب قاضی صاحب سیال شریف پہنچے تو حضرت خواجہ سیالوی نے آپ کے بارے میں دریافت کیا کہ کیسے آدمی ہیں؟ قاضی نور عالم صاحب نے آپ کے مزاج اولیاء اللہ سے بغض و عناد اور مخالفت و مناظروں کے بارے میں پوری تفصیل سے عرض کر دیا۔ تمام قصہ سن کر حضرت خواجہ سیالوی نے مسکرا کر فرمایا مولوی صاحب کو میرا اسلام کہہ دینا۔

حضرت قاضی نور عالم صاحب چند روزہ قیام کے بعد جب سیال شریف سے لاوہ پہنچے تو آپ نے قاضی صاحب کا پرتپاک استقبال کیا اور بڑے ذوق و شوق سے حضرت خواجہ سیالوی کے متعلق پوچھا۔ قاضی نور عالم صاحب نے آپ کی مجلس مبارکہ کا ذکر اور حضرت خواجہ سیالوی کا سلام پیش کیا تو آپ پر سکتہ اور گریہ طاری ہو گیا اور آپ تمام رات نہ سوئے۔ آپ نے جب دیکھا کہ دوسرے تمام احباب سوئے ہوئے ہیں تو چپکے سے بستر باندھا اور سیال شریف روانہ ہو گئے۔

قاضی نور عالم چشتی نظامی علیہ الرحمتہ حسب معمول تہجد کے لیے بیدار ہوئے تو آپ کو غائب پا کر کافی تلاش وجستجو کی مگر بے سود ثابت ہوئی۔

ادھر آپ کئی دنوں کا پیدل سفر کر کے بوقت اشراق سیال شریف پہنچ گئے، جب آپ سیال شریف پہنچے تو اس وقت حضرت خواجہ سیالوی مسجد کے صحن میں جلوہ افروز تھے۔ اور حاجت مند وعقیدت مندان آس پاس بیٹھے تھے۔ آپ دور سے ہی زیارت کا لطف اٹھانے لگے۔ جب حضرت خواجہ سیالوی نگاہ کرم اٹھاتے تو آپ نظریں نیچی کر لیتے۔ اتفاق سے دربار شریف کا حجام ادھر آ نکلا۔ آپ نے حجام سے اپنی ریش مبارک اور سر اور ابرو کے بال صاف کرائے اور غسل کیا۔ اور عصر کی نماز سے قبل حضرت خواجہ سیالوی کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

حضرت خواجہ سیالوی نے آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ تم ہی مولوی امیر اللہ ہو۔ عرض کیا مولوی نہیں۔ غلام بننے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضور پیر سیال لجپال خواجہ شمس الدین چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

حضرت خواجہ سیالوی نے آپ کو بیعت فرمانے کے بعد پشت پر تھپکی دے کر فرمایا مولوی مست ہو جاؤ۔ ان کا یہ فرمانا تھا کہ آپ کی دلی کیفیت بدل گئی اور فنافی اللہ کے مقام پر پہنچ گئے۔

روحانی مقام بفرمان شیخ کامل ☆: آپ نے اپنی زندگی اپنے شیخ کے قدموں میں گذاری۔ وطن جانے کا ہوش نہ رہا۔ جہاں چاہتے پھرتے رہے۔ نماز روزہ کی پابندی سے آزاد ہو گئے صرف نسوار استعمال کرتے تھے۔ سیال شریف کے دربار کے درویش اور خدام آپ کو قدر وعزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور آپ کو قلندر کے مقام پر فائز سمجھتے تھے۔

حضرت خواجہ سیالوی فرماتے تھے کہ میرے دو مجذوب قلندر ہیں۔ ان کا مقابلہ مست ہاتھی بھی نہیں کر سکتا۔ ایک مولانا امیر اللہ قلندر مانسہروی اور دوسرے حضرت سائیں سہیلی سرکار مظفر آباد آزاد کشمیر والے۔

حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی علیہ الرحمتہ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ میں نے مولانا امیر اللہ کو بڑھاپے کے زمانے میں دیکھا ہے۔ آپ ننگا بابا کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کا قد درمیانہ تھا۔ اور نیلا تہبند باندھتے تھے۔ اس کے علاوہ جسم پر کوئی کپڑا نہیں ہوتا تھا۔ گالی بہت دیتے تھے۔ کسی درویش نے پوچھا مولوی صاحب آپ گالی بہت دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں کیا کروں۔ جب دلائل الخیرات شریف پڑھتا ہوں تو میرا دل اس قدر صاف ہو جاتا ہے کہ مجھ پر لوگوں کے قلبی احوال منکشف ہو جاتے ہیں۔ جب گالی دیتا ہوں تو دل پر قدرے سیاہی آ جاتی ہے۔

آپ کے پاس عوام الناس کا جم غفیر لگا رہتا۔ سلانوالی، جھنگ کے کافی لوگ آپ کے پاس آتے اور دلی مرادیں حاصل کرتے۔ آپ اپنی زبان مبارک سے جو فرماتے اللہ تعالیٰ پوری کر دیتا تھا۔ بے اولاد لوگ آپ کے پاس تعویذ کے لیے آتے تو آپ تعویذ پر گالی لکھ کر دیا کرتے تھے۔

مانسہرہ میں قیام☆: آپ حضرت خواجہ سیالوی علیہ الرحمتہ کے وصال باکمال کے بعد تھوڑا ہی عرصہ سیال شریف میں رہے۔ بعدازاں اپنے پیر بھائی نور عالم چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے پاس مانسہرہ میں آ گئے۔

آپ کے بھتیجے آپ کو اپنے گھر شنکیاری لے جانے کے لیے آ گئے اور بڑے جتن کیئے مگر آپ نے گھر جانے سے انکار کر دیا۔ اور اپنے پیر بھائی حضرت قاضی نور عالم چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے پاس تمام عمران کے ساتھ مسجد میں گذاری۔

کیفیت قبل از وصال☆: چاول کے کثرت سے استعمال کے باعث آپ کو گردوں کی تکلیف ہوئی۔ اور دو سال اس موذی مرض میں مبتلا رہے۔ آپ کا وظیفہ **یا حی یا قیوم** تھا۔ جب ڈاکٹر شیر باز خان مرحوم نے آپ کے گردے کا آپریشن کیا تو کلوروفام سونگھانے سے آپ پر بے ہوشی واقع نہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دوا مجھے بے ہوش نہیں کر سکتی۔ آپ آپریشن کریں۔ آپ نے اپنا وظیفہ **یا حیی یا قیوم** ورد زبان رکھا اور اسی دوران آپریشن جاری اور کامیاب رہا۔

آخر وقت مقررہ آ گیا۔ آپ نے قاضی غلام نبی کو بلا کر فرمایا۔ آپ کے والد ماجد قاضی نور عالم نے آپ کو سب کچھ ودیعت کر دیا ہے۔ میں بھی اپنا سب کچھ آپ کو عطا کرتا ہوں۔

یہ فرمایا اور **یا حیی یا قیوم** کا ورد کرتے ہوئے آپ کا وصال ہو گیا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ماہ شوال المکرم ۱۳۳۷ ہجری بمطابق جون 1918ء کو ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے پیر بھائی قاضی نور عالم نے پڑھائی۔

مزار پُر انوار مانسہرہ کے قبرستان احاطہ قاضی نور عالم میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت قاضی محمد عبدالباقی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عالم باعمل، فاضل بے بدل، شیخ یگانہ، عارف کامل، ولی العصر حضرت قاضی محمد عبدالباقی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ شریعت وطریقت کے آفتاب وماہتاب ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1262ھ ہجری بمطابق 1846ء بمقام کرسال ضلع چکوال میں بلند پایۂ عالم دین اور عارف کامل حضرت قاضی احمد الدین کرسالوی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے گھر میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے عظیم والد سے حاصل کی بعدازاں کتب مروجہ معقول ومنقول اور احادیث شریف حضرت قاضی غلام نبی چاولی، حضرت قاضی غلام محمد موہڑہ کدلٹھی اور اپنے والدگرامی قاضی احمد الدین کرسالوی علیہم الرحمتہ سے پڑھیں اور کتب تصوف کا درس حضور پیر سیال لجپال حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ سے لیا۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اورانہی سے خرقۂ خلافت حاصل کر کے سرفراز وممتاز ہوکر صاحب ارشاد ہوئے۔

آپ کو اپنے شیخ کامل سے بے پناہ محبت وعقیدت تھی۔ جب کبھی بھی سیال شریف جاتے تو پاپیادہ جاتے تھے۔ ہر وقت نگاہوں میں حسن یار کا جلوہ سمایا رہتا تھا۔ اسی طرح حضرت خواجہ شمس العارفین بھی آپ پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔

درس وتدریس ☆: علوم دینیہ سے فراغت اور حصول خلافت کے بعد آپ نے اپنے گاؤں موضع کرسال میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ لاتعداد طلباء نے آپ سے علمی استفادہ کیا۔ جنات بھی آپ کے حلقۂ درس میں شامل ہوتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت قاضی محمد ثناء اللہ موضع پنجائن نماز عصر کی ادائیگی کے بعد مسجد سے باہر تشریف لائے تو ایک طالب علم نے عرض کیا کہ قاضی محمد عبدالباقی کرسالوی سلام کہتے ہیں۔ انہوں نے وعلیکم سلام کہا۔ اور پوچھا کہ کرسال سے کب چلا؟ عرض کرنے لگا کہ نماز عصر ادا کر کے روانہ ہوا تھا۔ اور میں جن ہوں۔ بعدازاں انہوں نے اس سے آپ کی خیروعافیت دریافت کی۔

آپ کے چند معروف شاگردوں کے اسمائے گرامی ☆: جن میں حضرت مولانا شمس الدین دھرابی ضلع چکوال، حضرت خواجہ محمد حسین معظم آبادی ضلع سرگودھا، حضرت مولانا محمد حنیف کوٹ مومن ضلع سرگودھا، شیخ محمد امان اللہ چک عمر گجرات، مولانا احمد

الدین سیالوی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

سیرت وکردار☆: آپ بہت بڑے منطقی اور متبحر عالم بے نظیر مناظر اور مفتی وفقیہہ تھے۔ معاصر علماء کی بعض کتابوں پر آپ کے تصدیقی دستخط ملتے ہیں۔ مولانا محمد کرم الدین آف بھیں ضلع چکوال کی کتاب ''ھدیۃ النجباً فی ابطال نکاح غیر الکفو بغیر رضی الاولیاء'' پر آپ کے تصدیقی دستخط ملتے ہیں۔

آپ کچھ مدت اپنے پیر خانے سیال شریف کے مدرسہ میں مدرس رہے۔ حضرت ثالث غریب نواز سیالوی نے اس زمانے میں آپ سے علمی اکتساب فیض کیا۔ اس زمانے میں طلباء دیگر علوم کے علاوہ دورۂ حدیث شریف کرسال ضلع چکوال میں پڑھا کرتے تھے۔

آپ کی علمی شہرت پورے پنجاب میں تسلیم شدہ تھی۔ اس کے علاوہ ہندوستان میں بھی آپ کی علمی تبحر کا شہرہ تھا۔ آپ اپنے دور کے شیخ الاسلام تھے۔

سیال شریف کے عرس کے موقع پر حضور تاجدار گولڑہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمتہ سے مخصوص مسائل پر گفتگو اور تبادلہ خیال ہوتا تھا۔ آپ کی ذہانت کا یہ عالم تھا کہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمتہ کے سوالوں کا فی البدیہہ جواب دے دیا کرتے تھے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور آپ کے درمیان محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنے مدرسہ کے مدرس منشی نواب خان کو حضرت تاجدار گولڑہ سے خود بیعت کرایا تھا۔ منشی صاحب جب کبھی گولڑہ شریف جاتے تو تاجدار گولڑہ پیر مہر علی شاہ پوچھتے چھوٹے منشی۔ قاضی محمد عبدالباقی صاحب کا کیا حال ہے؟

آپ زہد وتقویٰ میں بے مثال، نہایت ہی شفیق اور خوش مزاج، عابد وزاہد شب زندہ دار اور صوفی باصفا تھے۔ شریعت محمدیہ پر بدل و جان عمل پیرا اور تعلیمات اسلامیہ کی زندہ تصویر تھے۔ طبیعت میں استغنا، وضع داری میں باکمال اور ملنسار شخص تھے۔ اوراد و وظائف کی سختی سے پابندی فرماتے اور محفل سماع سنتے اور دوران سماع وجد وحال بھی فرماتے تھے۔ آپ مستجاب الدعوات اور مقبول الٰہی تھے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 25 رمضان المبارک ۱۳۳۷ ہجری بمطابق 24 جون 1918ء کو ہوا۔ مزار پر انوار موضع کرسال ضلع چکوال کے قبرستان میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ جان محمد چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: قطب عالم، جامع کمالات، علیہ وعملیہ، محرم خلوتِ خانہ قدس، باریافتہ مجالس اُنس حضرت خواجہ جان محمد چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ آپ زہد وتقویٰ میں لاثانی اور مشہور زمانہ اولیاء میں سے ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت کمبوہ برادری کے متمول اور نیک سیرت زمیندار شخص کے گھر واقع بستی مہنیال ضلع امرتسر مشرقی پنجاب انڈیا میں ہوئی۔

عالم شیر خوارگی میں آپ کی عادت شریفہ تھی کہ رات کے وقت جب آپ کی والدہ ماجدہ عبادت وریاضت اوراد ووظائف میں مشغول ہوتیں تو آپ ذکر ھُو ھُو میں محو ہو جاتے۔ جب نماز فجر کے بعد والدہ ماجدہ آپ کو دودھ پلاتیں تو تھوڑا سا نوش فرمانے کے بعد چھوڑ دیتے، عام بچوں کی طرح نہ رونا، نہ ہی واویلا کرنا اور نہ ہی کبھی والدہ ماجدہ کا بستر ناپاک کیا۔

جب آپ کی عمر عزیز چار برس چار ماہ کی ہوئی تو آپ کی تعلیم کے آغاز کے لئے رسم بسم اللہ ادا کی گئی اور ظاہری تعلیم کی تکمیل کر کے متبحر علماء میں شمار ہوئے۔ علوم دینیہ سے فراغت کے بعد آپ تونسہ مقدسہ کے دارالعلوم میں درس وتدریس پر مامور رہے۔ بعد ازاں کچھ عرصہ پاکپتن شریف میں حضرت زبدۃ الانبیاء بابا فریدالدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانہ پر قائم مدرسہ میں بھی تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں قطب الوقت حضرت خواجہ شاہ محمد اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی کے ہاتھوں خرقۂ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

عطائے خرقہ خلافت کے بعد مرشد کامل نے حکم دیا کہ چک ۳۹۔ ایس۔ پی میں دینی وروحانی خانقاہ قائم کر کے مخلوق خدا کی خدمت کا فریضہ سرانجام دو۔

چنانچہ آپ نے چک ۳۹ میں دارالعلوم رحمانیہ غوثیہ کے نام سے ایک دینی ادارہ قائم کیا، اس کے ساتھ ہی طالبان حق کے لئے خانقاہ بھی قائم کی۔ لنگر خانے ودیگر تعمیرات کرائیں، تاکہ عوام الناس کو فائدہ پہنچے۔

اس طرح یہ چک انتالیس سے انتالی شریف بن گیا، جہاں صبح قیامت تک علم وفضل وعرفان ومعرفت کے دریا بہتے رہیں گے۔

مرید یا مُراد ☆: بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپ مرشد خانہ تونسہ شریف کے لئے تیار ہوئے تو اُدھر تونسہ مقدسہ میں حضرت

خواجہ فرماتے ہمارے یار آنے والے ہیں، پھر لوگوں سے فرماتے تمہیں ایک فرشتہ دکھاؤں گا۔

چنانچہ آپ جب تونسہ شریف پہنچے اور ابھی دربار شریف سے کچھ دور ہی ہوتے تو حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمۃ اپنے محبوب مرید کے استقبال کے لئے خانقاہ سے باہر تشریف لے آئے۔

آپ سے مل کر معانقہ فرماتے اور آپ کے ہاتھ پکڑ کر آستانہ عالیہ تونسہ مقدسہ میں لے آتے اور دوران گفتگو کئی مرتبہ فرمایا کہ تمہیں ہم نے خدا سے مانگ کر لیا ہے۔ لہٰذا آپ ہماری مراد ہیں۔

سیرت وکردار☆: حضرت خواجہ حافظ فیض الرحمٰن مرحوم سجادہ نشین دوم کی تحریر کے مطابق ایک حاجی صاحب کا بیان ہے کہ میں مشاہدہ کے لئے راتوں کو کئی مرتبہ مختلف اوقات میں حاضر ہوتا تھا مگر میں جب بھی رات کے کسی حصے میں حاضر ہوا تو آپ کو اوراد ووظائف، نوافل کی ادائیگی سمیت دیگر عبادات میں مشغول پایا۔

آپ کے معروف تلامذہ وخلفا☆: حضرت خواجہ حافظ سدید الدین، حضرت خواجہ حامد الدین، حضرت خواجہ غلام ذکریا تونسوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم سجادگان تونسہ شریف آپ کے سعادت مند تلامذہ میں شامل ہیں۔

ان کے علاوہ حضرت خواجہ ابوالنور محمد صدیق بصیر پوری علیہ الرحمۃ بھی آپ کے تلامذہ میں ہیں۔ حضرت خواجہ سید محمد شاہ آف پیر غنی شریف یہ آپ کے شاگرد اور مرید وخلیفہ ہیں۔ حضرت مولانا خواجہ عبدالکریم حجرہ شاہ مقیم ضلع قصور والے یہ آپ کے شاگرد و مرید و خلیفہ ہیں۔ حضرت مولانا خواجہ عبدالکریم حجرہ شاہ مقیم ضلع قصور یہ آپ کے شاگرد و مرید وخلیفہ ہیں۔ حضرت خواجہ روشن دین مرید وخلیفہ حضرت مولانا کرم الدین یہ آپ کے صاحبزادے اور جانشین و مرید وخلیفہ ہیں۔ حضرت خواجہ سید غلام علی شاہ صاحب گیلانی آپ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی سے بیعت تھے۔ اورانہی کے حکم سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر خرقہ خلافت پہن کر سرفراز ہوئے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ بمطابق ۱۹۱۹ء بروز چہارشنبہ (بدھ) بوقت عصر ہوا۔ مزار پُرانوار چک اُنتالی شریف حویلی لکھا ضلع اوکاڑہ چک انتالی (۳۹) شریف میں مرجع اص وہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ غلام محی الدین مکھڈی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف ربانی، واقف اسرار و رموز یزدانی ولی کامل، شیخ طریقت، امیر شریعت، حضرت خواجہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ غوث یگانہ ہیں، آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۷۵ھ ۵۹۔۱۸۵۸ء کو مکھڈ شریف تحصیل جنڈ ضلع اٹک میں جناب میاں محمد بن حافظ محمد حسن کے گھر ہوئی۔

آپ کے آباؤ اجداد موضع تھوہا محرم خان تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے ہجرت مکانی کر کے مکھڈ شریف میں آباد ہوئے تھے۔

آپ بچپن میں ہی یتیم ہو گئے تھے۔ آپ کے دادا جناب حافظ محمد حسن نے آپ کی تربیت و تعلیم پر خصوصی توجہ دی۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے دادا جناب حافظ محمد حسن علیہ الرحمۃ سے حاصل کی بعد ازاں مزید تعلیم کے لئے مولوی محمد قاسم ساکن بٹھو، نزد فتح جنگ ضلع اٹک اور مولوی خورشید لنگڑیال، حافظ عبدالقدوس چھاچھی اور مولانا خان محمد مرجانی سے علوم درسیہ کی تحصیل کی۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

۱۲۹۵ھ میں آپ کے نانا حضرت خواجہ زین الدین علیہ الرحمۃ کا وصال ہوا تو خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمۃ نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور اجازت بیعت و ارشاد عطا فرمائی تھی۔

سعادت حج بیت اللہ شریف ☆: ۱۲۹۵ھ میں آپ نے حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کے ہمراہ حج بیت اللہ شریف بھی ادا کیا اور زیارت روضۂ رسول کریم سے بھی شرف ہوئے۔

سیرت و کردار ☆: آپ نے تمام زندگی اپنے اسلاف کے اصولوں کے مطابق گذاری اور شریعت و طریقت کی پابندی کو اپنا شعار بنائے رکھا ہر وقت ذکر خدا میں مصروف رہتے آنکھوں میں حسن رسول کا جلوہ سمایا رہتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر سنتے تو تڑپ جاتے آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہہ جاتیں۔

تقویٰ پرہیزگاری کا پیکر تھے۔ اخلاق اس قدر اعلیٰ درجہ کا تھا کہ آنے والا آپ کے انداز گفتگو سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ طلباء کو پڑھانے میں استعداد رکھتے تھے۔

مکھڈ شریف میں آپ کی حسن کارکردگی ☆: آپ کے دور میں مدرسہ مولوی محمد علی صاحب کی رونق میں اضافہ ہوتا گیا۔ تشنگان علوم دینیہ دور دور سے آکر پیاس بجھاتے تھے۔ آپ خود ہی مدرسہ کے مہتمم اور مدرس بھی تھے۔ کتابوں کے ذخیرہ میں غیر معمولی اضافہ کیا مدرسہ سے الگ عمارت تعمیر کرائی اور کتابوں کو ترتیب سے الماریوں میں رکھوایا۔ آپ ایک بہترین منتظم کی حیثیت سے مدرسے اور خانقاہ کا نظام چلاتے رہے۔

آپ کی اولاد وامجاد ☆: آپ کے پسماندگان میں تین صاحبزادے ہیں۔

(۱) غلام ذین الدین، (۲) احمد الدین، (۳) محمد الدین (مؤلف کتاب تذکرۃ الصدیقین)

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ماہ ذوالحجہ ۱۳۳۸ھ بمطابق 1919ء کو ہوا۔

مزار پرانوار مکھڈ شریف تحصیل جنڈ ضلع اٹک میں مرجع خاص و عام ہے۔ فقیر راقم الحروف نے بھی آپ کے مزار پرانوار پر حاضری کی سعادت حاصل کی۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ مولانا جان محمد کریمی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: قطب الوقت، پیشوائے برحق، ناظر جمال مطلق، جامع کمالات، علمیہ وعملیہ، حضرت خواجہ مولانا جان محمد کریمی تونسوی رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانے کے مشاہیر شیوخ میں سے تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۵۳ھ بمطابق ۱۸۳۷ء میں بمقام ''مہنیاں'' ضلع امرتسر مشرقی پنجاب انڈیا میں مردِ درویش حضرت خواجہ نور محمد علیہ الرحمۃ کے گھر میں ہوئی۔

آپ مادرزادولی تھے۔ بچپن ہی سے طبیعت میں تحمل، بُردباری، سوچ وفکر اور افقر واستغفنا کی خصوصیات پائی جاتی تھیں، یہی وجہ تھی کہ آپ بچپن ہی سے آپ عبادت وریاضت کی طرف راغب تھے۔

بیعت وخلاف ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے، اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز ومجاز ہوئے۔

مرشد کی نوازش کرم ☆: آپ جب کبھی تونسہ شریف جاتے تو حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمۃ اپنی مومنانہ فراست سے جان لیتے اور شہر سے باہر جا کر آپ کا استقبال کرتے، اور اپنے مرید خاص کو آستانہ عالیہ تک ہمراہ لائے، اور فرماتے ہیں کہ آپ تو ہماری مراد ہیں۔ اور حاضرین کو مخاطب کر کے فرماتے کہ یہ فرشتہ صفت انسان ہیں۔

درس وتدریس وتبلیغ اسلام ☆: آپ مدت دراز تک جامعہ سلیمانیہ تونسہ مقدسہ، اور آستانہ عالیہ پاکپتن شریف حضرت بابا فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمۃ اور اس کے بعد اجنالی شریف میں مسند ارشاد بچھا کر اجنالی شریف کو نہ صرف زینت بخشی بلکہ عام مسلمانوں اور بالخصوص تشنگان علوم دینیہ وطالبان حق کی ایسی رہنمائی فرمائی کہ رہتی دنیا تک اس کے ثمرات باقی رہیں گے۔ آپ نے اپنی شیریں بیانی، اور حسن اخلاق سے لوگوں کے دلوں میں ایسے انمٹ نقوش چھوڑے جنہیں ایک زمانہ ہمیشہ یاد رکھے گا۔

آپ کے نامور تلامذہ ☆: آپ کے سامنے زانوے تلمذ طے کرنے والے حضرات میں حضرت خواجہ محمد حامد محمود تونسوی، حضرت خواجہ حافظ سدید الدین تونسوی، حضرت مولانا عبدالکریم (حجرہ شاہ مقیم) حضرت سید محمد شاہ (پیرغنی) ہیں ایسی بُلند ہستیاں آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔

سیرت وکردار ☆: آپ کی ذات والاصفات عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بحر بے کنار، علم وفضل اور دریائے معرفت

وحقیقت کا بحرِ بے کراں، استقامت علی الحق علم وعمل، تقویٰ پرہیزگاری، طہارت و پاکیزگی، فکر ونظر اور کردار کی عظمت، کا کوہ ہمالیہ تھی۔ حق بات کے سلسلہ میں ڈٹ جانا، اور اس سلسلہ میں کسی بڑے سے بڑے کے رعب و دبدہ اور جلال سے خائف نہ ہونا۔ آپ کی طبیعت ثانیہ کا خاصہ تھا۔ اعلائے کلمۃ الحق کے لئے کبھی اپنی جان کی پرواہ نہ کی۔ درحقیقت یہ آپ میں موجود ایمانی قوتوں اور روحانی توانائیوں کا کرشمہ تھا۔ یہ صفات آپ کی زندگی کا اصل جوہر اور کسی کرامت سے بڑھ آپ کی کرامت ہیں۔ تاہم آپ سے لاتعداد ایسے خوارق و عادات وامور صادر ہوئے جنہیں عرف عام میں کرامت کہا جاتا ہے۔

کشف وکرامت ☆: لوگوں نے بارہا دیکھا کہ آپ کے تمام اعضاء جدا جدا پڑے ذکر الٰہی میں مشغول ہیں۔ شائبہ قتل میں برپا ہوا تو آپ صحیح سلامت پائے گئے، آپ کا یہ مقام

کشتگان خنجرِ تسلیم را
هر زمان از غیب جان دیگر است

نمبر۲ ☆: چشم زدن میں میلوں مسافت طے کرتے ہوئے، ایک مقام سے دوسرے مقام دور تک پہنچ جانا آپ کی مشہور کرامت میں سے ایک کرامت ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ بمطابق ۱۳ جنوری ۱۹۲۰ء بروز بدھ بوقت عصر ہوا۔ مزارپُرانوار آپ کی وصیت کے مطابق پاکپتن شریف سے ۱۵ کلومیٹر دور اُستالی شریف تحصیل وضلع پاکپتن شریف میں مرجع خاص ہے۔

آپ کا سالانہ عرس مبارک ہر سال ۲۰۔۱۹ ربیع الثانی سے انعقاد پذیر ہوتا ہے۔ جہاں ہزاروں افراد روزانہ آپ کے دربار مقدسہ پر حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آج کل موجودہ سجادہ نشین حضرت الحاج صاحبزادہ پیر محمد فیض الحبیب اشرفی استالوی مدظلہ العالی اپنے اسلاف کی خوبیوں کا مظہر اتم بن کر سجادہ نشینی کے منصب پر فائز ہے۔ جو بڑی ہی محبت وعقیدت سے سلسلہ عالیہ کے فروغ دینے میں مصروف عمل ہیں۔ خداوند عالم آپ کا سایہ تادیر قائم ودائم رکھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت قاضی نور عالم چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مرد قلندر ہمہ اوصاف یگانہ، غوث زمانہ، واقف اسرار علم لدنی، پیشوائے ارباب طریقت، شہباز میدان حقیقت و معرفت حضرت قاضی نور عالم چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ آفتاب آسمان توحید و تفرید ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1247 ہجری بمطابق 1831ء کو موضع برٹ ضلع مانسہرہ ہزارہ صوبہ سرحد میں وقت کے عارف کامل حضرت قاضی نور محمد نقشبندی اویسی علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

آپ کے والد گرامی موضع کنڈ عمر خان سب تحصیل حضرو ضلع اٹک سے سکھا شاہی دور میں ہجرت کر کے موضع برٹ مانسہرہ میں آ کر آباد ہوئے۔ قوم سے قطب شاہی اعوان مشربا نقشبندی اویسی سلسلہ سے بیعت و خلافت حاصل تھی۔ اپنے زمانے کے متجر علماء میں ان کا شمار تھا۔ آپ کے والد گرامی حضرت قاضی نور محمد نقشبندی اویسی علیہ الرحمتہ کا آپ کی ولادت سے ایک ماہ قبل وصال ہو گیا تھا۔

جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو والدہ محترمہ نے فیض احمد نام تجویز کیا۔ مگر اتفاقاً چودھویں رات کی چاندنی میں آپ کے والد گرامی جناب قاضی نور محمد نقشبندی علیہ الرحمتہ بنفس نفیس گھر کے صحن میں تشریف لائے اور دروازے پر دستک دے کر اپنی زوجہ یعنی آپ کی والدہ کا نام لے کر فرمایا کہ میں اپنے فرزند کا نام خود رکھنے آیا ہوں۔ اور اس کا نام نور عالم تجویز کرتا ہوں۔ یہ بچہ اپنے وقت کا جید عالم اور عارف کامل ہو گا۔

آپ کی والدہ محترمہ نے دروازے کے سوراخ سے دیکھا تو واقعی آپ کے والد محترم حضرت قاضی نور محمد ہی تھے۔ جب آپ کی والدہ نے انہیں اندر بلانے کے لیے دروازہ کھولنا چاہا تو قاضی صاحب نے فرمایا چونکہ میں اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہے۔ لہٰذا دروازہ کھولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس طرح آپ کا نام نامی فیض احمد کی بجائے نور عالم رکھا گیا۔ جب آپ سن شعور کو پہنچے تو اپنی خالہ محترمہ کے پاس موضع کہکہ ہری پور ہزارہ تشریف لے گئے اور ان کی بکریاں چرانے پر مامور ہو گئے۔

ایک دن آپ نے خالہ کے گھر میں ایک کتاب پڑی دیکھی تو اپنی خالہ سے دریافت کیا یہ کتاب کس قسم کی ہے؟ خالہ نے جواب دیا۔ بچے تمہیں اس کتاب کے بارے میں علم نہیں ہے۔ تم ایک بہت بڑے عالم کے بیٹے ہو جنہیں افغانستان میں ''فیض مُلا'' کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔

تعلیم وتربیت ☆: خالہ کی بات سن کر آپ کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ پوری رات نیند نہیں آئی۔ دوسرے روز حسب معمول مویشی چرانے گئے۔ چراہ گاہ میں پہنچ کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں آج شہر جا رہا ہوں۔ جب تم شام کو گھر واپس جاؤ گے تو میرے مویشی بھی میری خالہ کے گھر پہنچا دینا۔

وہاں سے رخصت ہو کر آپ حصول علم کے لیے پھرتے پھراتے اٹک جا پہنچے۔ وہاں علم حاصل کرتے رہے اور کچھ عرصہ کے بعد وہاں سے دہلی تشریف لے گئے اور ہندوستان کے مختلف مدارس دینیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد بالآخر مولانا احمد علی سہارنپوری سے دورۂ حدیث شریف پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔

درس وتدریس ☆: حصول علم کے بعد آپ نے ہندوستان سے موضع لاوہ تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال کے ایک مدرسہ میں درس وتدریس کا آغاز کیا۔ اس مدرسہ سے آپ کے دیرینہ دوست حضرت مولانا امیر اللہ ساکن شنکیاری ضلع مانسہرہ بھی مدرس تھے۔

وہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد وطن مالوف موضع برٹ تشریف لائے۔ اور وہاں سے برکوٹ اور وہاں سے مانسہرہ آگئے۔ اور جمعہ خان سواتی کے اصرار پر ٹمیاں والی مسجد میں امامت وخطابت سنبھالی اور درس وتدریس کا سلسلہ اسی جگہ شروع کیا اور پھر تا حیات تدریس میں ہی وقت گذارا۔

چونکہ آپ ایک صاحب نسبت باپ کے بیٹے اور مادرزاد ولی تھے۔ اس لیے ظاہری تعلیم اور پھر درس وتدریس کے ساتھ ساتھ مرشد کامل کی جستجو بھی آپ کو رہی۔

ایک رات حضرت خواجہ شمس الدین خواجہ سیالوی کی زیارت سے مشرف ہوئے تو انہوں نے فرمایا اے نور عالم! میرے پاس سیال شریف آجاؤ۔ اور سیال شریف کا پورا نقشہ اور پتہ بھی خواب میں بتا دیا۔ آپ علی الصبح اٹھ کر عازم سیال شریف ہو گئے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سیال شریف پہنچ کر حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو پہچان گئے۔ اور قدموں میں گر کر بیعت کی درخواست کی۔ آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور کچھ عرصہ قیام کے بعد مرشد کامل سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

جب آپ حضرت خواجہ سیالوی کے پاس پہنچے تو حضرت سیالوی نے پوچھا۔ سیال شریف کی تلاش میں کوئی دقت تو پیش نہیں آئی؟ آپ نے عرض کیا جہاں آفتاب روشن ہو وہاں اندھیرا یا راستہ نہ ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سیال شریف سے وطن واپسی اور درس وتدریس ☆: جب آپ سیال شریف سے وطن واپس ہوئے تو آپ کے ہمراہ قبائلی علاقہ جات اور کشمیر کے تیس طلباء کی جمعیت تھی۔ کئی دن کی مسافت کے بعد مانسہرہ پہنچے تو موسلا دھار بارش شروع تھی۔ آپ ایک برساتی نالہ جو مانسہرہ شہر کے درمیان سے گذرتا تھا، عبور کر کے ایک حجرہ نما مکان کے قریب پہنچے تو خیال کیا کہ بارش رکنے تک یہاں ہی ٹھہرا جائے۔

جب آپ مع طلباء حجرہ میں داخل ہوئے تو وہاں ایک مجذوب کو دیکھا۔ مجذوب نے آپ کی خوب آؤ بھگت کی۔ اور اپنے بالکے سائیں کتراء کو حکم دیا کہ برادر طریقت آئے ہیں ان کے لیے حلوہ اور سبز چائے تیار کرو۔

مجذوب آپ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ حلوہ چائے نوش کرنے کے بعد مجذوب نے آپ سے پوچھا کہ اب کدھر جانے کا ارادہ ہے؟

آپ نے فرمایا کہ میرے طلباء کشمیر جانے کے لیے مجبور کر رہے ہیں کہ وہاں کے راجہ نے کہا ہے کہ اگر قاضی نور عالم یہاں آجائیں تو ان کی خوب پذیرائی کی جائے گی۔ مدرسہ کے ساتھ ایک بڑی جاگیر بھی دی جائے گی۔ آپ نے ان مجذوب سے کہا کہ مجھے جاگیر وغیرہ کی تو کوئی حاجت و خواہش نہیں۔ البتہ یہ خواہش ہے کہ طلباء کو درس دیتا رہوں تا کہ ان کے علم کی تکمیل ہو جائے۔ آپ کی بات سن کر مجذوب فقیر نے جواب دیا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ بڑی سرکار نے ہمارا یہاں سے تبادلہ کر دیا ہے۔ ہم عازم کشمیر ہونگے اور آپ اس علاقہ کے سردار ہوں گے۔

دوران گفتگو جمعہ خان سواتی نمبردار کا وہاں سے گذر ہوا۔ اس نے ایک عالم کو مع طلباء دیکھ کر سلام و نیاز کے بعد عرض کیا کہ آپ مانسہرہ میں قیام فرمائیں طلباء کے قیام و طعام اور درس و تدریس کا انتظام میرے ذمہ ہوگا۔ اس نے آپ کو اس قدر مجبور کیا کہ آپ کو کشمیر جانے کا اپنا ارادہ بدلنا پڑا۔ آپ نے ٹیاں والی مسجد میں درس و تدریس کا اور اس کے ساتھ ہی رشد و ہدایت کا سلسلہ بھی جاری کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ مجذوب عازم کشمیر ہو گئے اور مظفر آباد جا کر ڈیرہ لگایا۔ ان کا اصل نام سید ذوالفقار شاہ تھا جو کشمیر مظفر آباد میں جا کر سائیں سہیلی سرکار کے نام سے معروف ہوئے۔ اور یہ حضرت خواجہ سیالوی علیہ الرحمتہ کے خلفاء میں سے تھے۔

ٹیاں والی مسجد سے آپ مسجد خان بہادر محمد حسین خان نمبردار مانسہرہ میں منتقل ہو گئے اور آخر دم تک اس مسجد میں درس و تدریس، امامت و خطابت اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کی انتھک محنت و کاوش سے بہت سے طلبا نے اکتساب فیض کر کے فارغ التحصیل ہوئے جن میں چند حضرات نے بہت شہرت حاصل کی جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت مولانا حمید الدین ساکن مانسہرہ حضرت مولانا محمد اسحاق ساکن مانسہرہ، حضرت مولانا عبدالحق سرپنہ ضلع ہزارہ سرحد، حضرت مولانا قاضی احمد حسن (پسر) حضرت مولانا قاضی غلام نبی (پسر)، حضرت مولانا قاضی عبدالحق (پسر)، مولانا سید انور شاہ کشمیری (محدث دیوبندی)، حضرت مولانا احمد گل ہزاروی، حضرت مولانا عبدالکریم ہزاروی ساکن برکوٹ ضلع ہزارہ کے نام شامل ہیں۔

شیخ کامل سے عقیدت و محبت ☆: آپ کو اپنے شیخ کامل سے اس قدر محبت تھی کہ ساری دنیا چھوڑ کر شیخ کے قدموں میں زندگی گذارنے کا ارادہ تھا۔ لیکن مرشد کا حکم تھا کہ تمہارا وظیفہ درس و تدریس ہے۔ لہٰذا الامر فوق الادب کے تحت مجبوراً اس کو ترک کیا اور درس و تدریس میں مشغول رہے۔ آپ کا معمول تھا کہ مانسہرہ سے پاپیادہ سیال شریف کا طویل سفر کر کے حاضر ہوتے تھے۔ مانسہرہ اور گردونواح و مضافات سے آنے والے طالبان حق کو خود بیعت نہ کرتے بلکہ سب کو جمع اور اکٹھا کر کے سیال شریف لے جا کر بیعت کراتے تھے۔

حضرت خواجہ سیالوی فرماتے۔ قاضی صاحب! ان کو خود ہی بیعت کر لیا کریں۔ تو آپ دست بستہ عرض کرتے حضور آپ نے میرے ذمہ درس و تدریس کا کام لگایا ہے۔ مریدوں کے بوجھ کا میں متحمل نہیں ہو سکتا۔ نیز آپ کے ہوتے ہوئے میں کیونکر جرأت اور اجرائے بیعت کر سکتا ہوں اور آپ کے فیوض و برکات سے مخلوق کو محروم رکھ سکتا ہوں؟

آپ کا زندگی بھر کا معمول تھا کہ اپنے شیخ کامل کی اجازت کے بغیر دوسرے سلسلہ کے کسی بھی درویش اور فقیر سے ملاقات نہ کرتے تھے۔ اکثر فرماتے تھے کہ غیر سلسلہ کے فقراء سے ملاقات کر کے اپنے شیخ کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ سیال شریف کے در اقدس کے سوا قاضی نور عالم کا سر کسی دوسرے درویش کے در پر نہیں جھک سکتا۔ سیال شریف کے سفر کے دوران راستے میں جو بھی مزاراتِ مقدسہ آتے باہر ہی کھڑے ہو کر دعائے ایصال ثواب کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص آسمان میں اڑتا اور نور کے شعلے برساتا ہوا کیوں نہ آ جائے۔ جس آنکھ نے خواجہ سیالوی کا روئے زیبا دیکھا ہے وہ آنکھ کسی دوسرے کی طرف نہیں اٹھ سکتی۔ اگر اٹھے تو اندھی ہو جائے۔

سیرت و کردار ☆: آپ پاکیزہ اخلاق کے مالک اور زہد و تقویٰ پابندی شریعت و طریقت میں فرد فرید تھے۔ مہمان نواز، فیاض، سخاوت میں یکتائے زمانہ تھے۔ سادگی آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ طلباء پر بے حد مہربان اور شفیق تھے۔ علم و مطالعہ کا اعلیٰ ذوق تھا۔ اب بھی آپ کا کتب خانہ موجود اور محفوظ ہے۔ فن مناظرہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ زمانہ طالب علمی سے مناظرے کرنے کا شوق تھا۔

اپنے شیخ کے شیدائی تھے۔ ہمیشہ باوضو اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ اپنے پیر بھائیوں اور مریدوں سے بے حد محبت فرماتے۔ پیر بھائیوں کی خدمت و مدارت میں کسی قسم کی کمی نہ چھوڑتے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے پیر بھائی حضرات کئی کئی ماہ آپ کے پاس قیام کرتے اور آپ کی فیض صحبت سے مالا مال ہوتے تھے۔

آپ زیادہ مرید کرنے سے اجتناب برتتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے چند ایک مرید تھے۔ آپ کو سماع کا شوق تھا۔ آپ کے ہاں محفل سماع ہوتی تھی۔ کبھی کبھی تدریس سے فارغ ہو کر اور خصوصاً جمعرات کو عموماً محفل سماع ہوتی تھی۔

مانسہرہ میں ایک شخص جو شہنائی بجاتا تھا۔ آپ اس سے شہنائی سنتے اور نذرانہ پیش کرتے تھے۔ آپ کو زیادہ تر وجد نماز کی حالت میں ہوتا تھا۔ نماز اور تلاوت قرآن مجید کے دوران اللہ اکبر کا نعرہ مار کر زمین پر بیٹھ جاتے۔ اور پھر یکدم اپنے آپ پر قابو پا لیتے۔

کشف و کرامات ☆: حضرت قاضی نور عالم مانسہروی چشتی نظامی سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک مرید جو مانسہرہ سے تین میل کے فاصلے پر کاشتکاری کرتا تھا۔ آپ کے وصال باکمال کے دو سال بعد وہ شخص قاضی غلام نبی مانسہروی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان کی خدمت میں گدھے پر لدی ہوئی چھلیاں نذرانہ گزار کر معافی کا خواستگار ہوا۔

حضرت قاضی غلام نبی نے فرمایا کہ کون سی غلطی کی معافی مانگ رہے ہو۔ عرض کی حضرت میری ذاتی ملکیت چالیس کنال زمین تھی۔ جس پر دس سال سے مقدمہ چل رہا تھا اور فیصلہ میرے حق میں ہو نہیں رہا تھا۔ میں نے حضرت قبلہ قاضی نور عالم چشتی نظامی سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں درخواست کی تھی کہ دعا فرمائیں کہ فیصلہ میرے حق میں ہو جائے۔ آپ نے دعا فرما کر تسلی دی تھی کہ فکر مند نہ

ہو۔اللہ کریم کرم کرے گا۔

چنانچہ فیصلہ میرے حق میں ہوگیا۔اور یہ زمین عرصہ دو سال سے میری کاشت میں ہے۔ چھلیاں نذر گزارنے کا واقعہ اس طرح ہے کہ جس زمین میں مکئی کاشت کی تھی میں اس کے ساتھ والی زمین میں گندم کی کاشت کے لیے ہل چلا رہا تھا۔ دور دور تک کسی آدم زاد کا نشان تک نظر نہ آتا تھا۔ اچانک ایک گھوڑا سوار کو میں نے اپنی طرف آتے دیکھا جو میرے نزدیک آ کر رک گیا۔ گھوڑا سوار سفید کپڑوں میں ملبوس سر پر چادر اوڑھے اور تھوڑا سا چہرہ چادر سے باہر نکال رکھا ہے۔ بغور دیکھا تو حضرت قاضی نور عالم چشتی نظامی سیالوی مانسہروی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر شرف قدم بوسی حاصل کیا۔ بعد ازاں آپ نے استفار فرمایا عصمت اللہ یہ تمہاری زمین ہے؟ عرض کیا آپ کی دعا کا نتیجہ ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا چھلیوں کا میرا حصہ نہیں پہنچا؟

آپ کا یہ فرمان سن کر میں سخت نادم ہوا۔ اور معذرت طلب کرتے ہوئے عرض کیا کہ میں نے عرض کیا کہ حضور اس جہان فانی سے پردہ کیے ہوئے آپ کو دو سال ہوگئے۔ میں آپ کو اس حال میں کیسے دیکھ رہا ہوں؟ آپ نے متبسم ہو کر فرمایا کہ تو نے قرآن مجید میں نہیں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے جو آسائشوں کو ترک کر دیتے ہیں اور جاہ و جلال کو ٹھکرا دیتے ہیں اور نفس امارہ سے جہاد کرتے ہیں، وہ مرتے نہیں بلکہ زندہ ہوتے ہیں وہ صرف موت کا ذائقہ چکھتے ہیں جو چند لمحے یا ساعت کے لیے ہوتا ہے۔ میں نے دوبارہ پوچھا کہ آپ اس وقت کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟

تو آپ نے فرمایا کہ یہاں سے بہت دور ایک مقدمہ ہے اس کا فیصلہ کرنے جا رہا ہوں۔ اتنے میں آپ وہاں سے رخصت ہوگئے تھوڑی دور تک میں نے آپ کو جاتے ہوئے دیکھا اور پھر میری نظروں سے اوجھل ہوگئے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 7 ربیع الثانی ۱۳۳۹ ہجری بمطابق 10 جنوری 1920ء بروز جمعرات ہوا۔ مزار پُرانوار مانسہرہ شہر کے قبرستان میں ایک چاردیواری جو احاطہ قاضی نور عالم کے نام سے مشہور ہے، میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر خواجہ سید غلام علی شاہ ہمدانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: آفتاب ولایت وتصوف پیکر صبر ورضا پیر طریقت فخر السادات ہمدانیہ حضرت خواجہ پیر سید غلام علی شاہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے عظیم روحانی پیشوا تھے۔

آپ کا گھرانہ ایک علمی اور روحانی ماحول کا سرچشمہ تھا۔ ایسے ماحول میں والدین نے آپ کی پرورش انتہائی سادہ اور پروقار طریقہ سے کی آپ نے آنے والے وقتوں میں خطہ پوٹھوار بالخصوص سرزمین میرا شریف پر نیرّ ولایت بن کر چمکے آپ کو خداوند کریم نے حسن و جمال کے ساتھ اس قدر نوازا تھا کہ جو بھی ایک نظر دیکھ لیتا وہ زندگی بھر کیلئے آپ کا گرویدہ ہو کے رہ جاتا۔ سینکڑوں غیر مسلم صرف آپ کے چہرہ انور پر چمکنے والا جمال دیکھ کر مسلمان ہو گئے اور آپ کے دست مبارک پر تائب ہوئے۔

آپ کا خاندان اور آپ کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ ہمدانی سادات جس کا تعلق ایران کی مشہور روحانی شخصیت حضرت امیر کبیر شاہ ہمدان علیہ الرحمتہ سے ہے۔ آپ کے اجداد ایران سے ہجرت کر کے کشمیر و ہزارہ اور مختلف علاقوں میں آباد ہو کر مخلوق خدا کی رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے اور آپ نے ضلع راولپنڈی کے نواحی گاؤں جو کہ غوث اعظم روڈ، سابقہ چکری روڈ پر ضلع کچہری سے ۲۴ کلومیٹر دور موضع میرا خورد جس کو علاقائی زبان مین چوروں کا میرا بھی کہا جاتا تھا۔ آ کر اپنے قدوم لزومیت سے اس سرزمین کو ذکر خدا سے آباد کیا۔

سیرت و کردار☆: آپ جس طرح ظاہری طور پر حسن و جمال کی دولت سے مالا مال تھے۔ اسی طرح باطنی طور پر بھی روحانیت کے چشمے آپ کے وجود باجود سے پھوٹتے تھے۔ آپ صاحب کشف و کرامت اور تقویٰ ورع عبادت و ریاضت میں بے مثال اور اخلاق محمدی کی عملی تصویر تھے۔ تمام عمر نہ تو شریعت محمدی کے خلاف کوئی کام کیا اور نہ ہی کسی کو ایسا کرنے دیتے اور اسی طرح تمام عمر آپ نے کسی کی دل آزادی نہیں ہونے دی اگر کبھی کسی شخص کی کوئی بات ناگوار گذرتی تو بڑی خندہ پیشانی سے سن کر اس کو بڑے شفیق انداز میں سمجھاتے غصہ کے وقت آپ کے چہرے کا جلال ناقابل برداشت تھا۔ مگر آپ اس پر فوراً قابو پا لیتے تھے۔ نماز پنجگانہ، تہجد دیگر نوافل اور اد و وظائف میں۔ کسی قیمت پر کمی نہ آنے دیتے سفر ہو یا حضر غمی ہو یا خوشی آپ نے اپنے معمولات کو ہر حال میں پورا کیا سخاوت کا عالم یہ تھا کہ جو کچھ بھی پاس ہوتا وہ لنگر میں دے دیتے یا فقیروں اور حاجت مندوں میں تقسیم فرما دیتے آپ کے دروازے سے کبھی کوئی سائل

خالی نہیں لوٹا۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کی عظیم علمی وروحانی شخصیت حضرت پیر سید غلام حیدر علی شاہ جلالپوری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر صاحب ارشاد ہوئے۔

کشف وکرامات ☆: آپ سے بہت سی کرامات کا صدور ہوا ہے جس کیلئے ایک بہت بڑے دفتر کی ضرورت ہے اختصار سے کام لیتے ہوئے صرف دو کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

آپ کے ایک مرید خاص صوفی میاں احمد صاحب مرحوم جو کہ فتح جنگ شہر کے رہنے والے تھے کہ صاحبزادے جناب میاں محمود احمد صاحب اپنے والد کی زبانی فرماتے ہیں کہ ایک دن مغرب کی اذان ہوئی میرا شریف کی جامع مسجد میں تمام خدام عقیدت مندان مریدین جمع تھے کہ آپ حضرت خواجہ سید غلام علی شاہ صاحب نے نماز مغرب کی حسب معمول امامت فرمائی نماز کے تین فرضوں کے بعد سلام پھیرا اور دعا کیے بغیر ہی آپ مصلے سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مسجد سے نکل کر گاؤں سے باہر مین روڈ کی طرف چل دیئے۔ مریدین نے عرض کیا حضور ابھی فرض نماز ادا کی گئی ہے مگر آج آپ نے فرضوں کی دعا بھی نہیں کرائی اور بغیر کسی وجہ سے آپ گاؤں سے باہر کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔

آپ باہر کی طرف چلتے رہے اور کوئی جواب نہیں دیا ایک مقام پر جا کر دیکھا کہ سڑک کی جانب سے ایک ننگا فقیر جسم کپڑوں کے بغیر گدھے پر سوار آپ کی طرف آ رہا ہے اور آنے کا انداز یہ تھا کہ گدھے کا منہ گاؤں کی طرف اور اس کا چہرہ گاؤں سے باہر یعنی مخالفت سمت کی جانب تھا۔ جب وہ آپ کے قریب آیا تو بڑی تعظیم سے ہاتھ بڑھایا آپ نے ہاتھ ملا کر فرمایا کہ جا اجازت ہے۔ بس اتنی سی بات ہوئی کہ وہ واپس چلا گیا۔ مریدین عقیدت مندان حیران و پریشان تھے کہ بالآخر یہ معاملہ کیا ہے کہ وہ آیا اور آدھے راستے میں ملا اور واپس چلا گیا اور حضرت خواجہ بھی واپس مسجد کو چل دیئے مریدین کے استفسار پر آپ نے فرمایا کہ فلاں علاقے کا قطب فوت ہو گیا ہے اس کے بعد اب اس کو قطب مقرر فرمایا گیا یہ شخص وہاں جانے سے پہلے یہاں آخری جگہ مجھ سے اجازت لینے آیا تھا۔ میں نے اجازت دے دی۔

کرامت نمبر۲ ☆: یہی صوفی میاں احمد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ظہر کے وقت ہم میرا شریف سے نکل کر حضرت خواجہ کی قیادت میں کھیری مورت موڑ پر جہاں سے پانی کا بھی گذر ہے۔ وہاں پر ایک آٹا پیسنے والی مشین جس کو علاقائی زبان میں جندر بھی کہتے ہیں۔ وہاں جا کر قیام کیا وہاں جا کر نماز ظہر ادا کی اور بیٹھ گئے۔

اچانک حضرت خواجہ کے چہرے کی کیفیت بدل گئی اور سخت اضطراب کی کیفیت نظر آنے لگی ہم یہ سمجھے کہ شاید آپ کی طبیعت خراب ہو گئی ہے جس کی وجہ سے آپ نے آنکھیں بھی بند کر لی ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں آپ نے آنکھیں کھولیں تو تمام حاضرین نے دیکھا کہ آپ کی آنکھیں اور چہرہ پانی سے تر بتر تھا۔ عقیدت مندان نے عرض کیا حضور کیا وجہ خاص تھی کہ طبیعت میں اچانک تبدیلی اور اضطراب پیدا ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میرا ایک مرید بڑی دور سے اپنے گھر سے گھی لے کر چلا کہ میرا شریف پہنچ کر پیر صاحب کو پیش کروں گا۔ مگر یہاں سے تھوڑی ہی دور وہ پانی کا نالہ کراس کر رہا تھا کہ اچانک نالہ میں پانی زیادہ آ گیا اور پانی کی لہروں کی نذر ہو کر بہنے لگا تو

اس نے آواز دے کر کہا کہ حضور میں تو آپ کے لئے گھی کا برتن لے کر زیارت کیلئے آ رہا تھا کہ اب پانی میں بہہ رہا ہوں یا خواجہ غلام علیشاہ مجھے بچاؤ۔ جب اس نے پکارا تو میں نے اسے پانی سے نکالنے کیلئے چلا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے میری طبیعت میں اس قدر اضطراب پیدا ہو گیا تھا۔

میاں صوفی احمد صاحب فرماتے ہیں کہ ابھی ہم وہیں پر بیٹھے ذکر و فکر میں مشغول تھے کہ ہم نے ایک شخص کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا جس کے سر پر گھی کا برتن تھا اور کپڑے پانی سے بھیگے ہوئے تھے۔ ہم نے اس سے اس کا حال پوچھا تو اس نے پورا واقعہ ایسے ہی بیان کر دیا۔ جیسا کہ اس سے پہلے آپ حضرت خواجہ صاحب بیان فرما چکے ہیں۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال با کمال ۱۵ محرم الحرام بمطابق ۱۳۴۱ھ ماہ جون 1922ء کو یاد خدا کرتے ہوئے ہوا۔ مزار پرانوار میرا شریف غوث اعظم روڈ سابقہ چکری روڈ تحصیل و ضلع راولپنڈی میں آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں پر آج بھی اہل عقیدت حاضری دے کر اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کا عرصہ ۱۵ سال سے آستانہ عالیہ کے ساتھ قلبی لگاؤ ہے اور ۱۵ محرم الحرام کو آپ کے عرس پاک کی تقریب میں اکثر حاضری رہتی ہے۔ عرس کے موقع پر دور دور سے جید علمائے کرام نعت خوان حضرات تشریف لا کر اپنے مواعظ حسنہ سے ہر خاص و عام کو مستفیض فرماتے ہیں اور جلالپور شریف کے درباری قوال محفل میں اپنا رنگ جماتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: سادات مشہد کے عظیم چشم و چراغ، نیر افق ولایت، صاحب کشف و کرامت، شہباز حقیقت و معرفت حضرت خواجہ سید ضامن علی شاہ مشہدی چشتی نظامی رحمتہ اللہ قطب الاقطاب اور صاحب تجرید و ترک بزرگ ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1264 ہجری بمطابق 1848ء کو بیلہ سیداں نزد ترپی علاقہ تناول ہزارہ صوبہ سرحد میں ولی العصر حضرت خواجہ پیر سید شاہ جی بابا بن سید وارث شاہ مشہدی کے علمی و روحانی گھرانے میں ہوئی۔

آپ کے اجداد نجیب الطرفین سید ہیں اور خاندان کے بہت سے بزرگ اپنے زمانے کے ولی کامل اور صاحب کشف و کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔ جن میں حضرت سید محمود شاہ مشہدی جن کا مزار کراڑی میں مرجع خلائق ہے۔ ان کے علاوہ انہی محمود شاہ کی اولاد سے ایک اور بزرگ سید شیر محمد غازی المشہدی ان کا مزار بھی کراڑی میں مرجع خلائق ہے۔

علاقہ تناول پھلوہ کی خان برادری کے معزز فرد خان مرد خان، پائندہ خان اور مانا خان وغیرہ ہم آپ کے بزرگوں کے مریدوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ کی ابتدائی تربیت و تعلیم اپنے والد گرامی حضرت شاہ جی بابا کی سرپرستی میں مکمل ہوئی۔ بعد ازاں شاہکوٹ میں حضرت قاضی صفی اللہ مرحوم کے والد گرامی سے تعلیم حاصل کی۔ اس کے علاوہ بھوئی گاڑ شریف، کھلابٹ ٹاؤن شپ ہری پور، مدرسہ اسلامیہ دہلی سے علوم مروجہ میں فراغت حاصل کی اور دورہ حدیث پڑھ کر سند حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضور پیر سیال لجپال حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و صاحب ارشاد ہوئے۔

حضرت خواجہ سیالوی علیہ الرحمتہ نے آپ کو بیعت کرنے کے بعد حکم دیا کہ مزید تعلیم کے لیے دوبارہ ہندوستان جاؤ۔ چنانچہ آپ شیخ کامل کے حکم پر دوبارہ سہارنپور پہنچے اور مزید چند برس خوب محنت سے تعلیم حاصل کر کے واپس شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

درس و تدریس ☆: آپ نے اپنے شیخ طریقت کے حکم سے بیدڑہ شریف ضلع مانسہرہ میں ایک خانقاہ قائم کی۔ اور دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی اور اس کے ساتھ مسجد بھی تعمیر کروائی۔ اور مدرسہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ جہاں سے لاتعداد متلاشیان

دین متین علم دین پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔آپ کے مدرسے سے فارغ التحصیل ہونے والے چند معروف علمائے کرام میں حضرت مولانا سید محمد شریف شاہ بیڈوی۔ جو آپ کے فرزند ہیں۔ حضرت مولانا قاضی عبدالجبار، حضرت مولانا محمد نعمان بیڈڑوی وغیرہ ہم کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

سیرت و کردار☆: آپ شریعت مطہرہ کے سخت پابند اور غیر شرعی امور کے سخت مخالف تھے۔ ہمیشہ شریعت کے دائرہ کار میں رہ کر زندگی گذارنے کا درس دیتے تھے۔

آپ بہت زیادہ فیاض اور مہمان نواز، خوش مزاج، ملنسار اور نفیس الطبع شخصیت کے مالک تھے۔ خدا نے آپ کو ایسی صورت و سیرت سے نوازا تھا کہ دیکھنے والوں کا دل مسرور ہو جاتا تھا۔ آپ کی تمام زندگی خدمت دین متین کے لیے وقف تھی۔ ہمیشہ سادگی کو اپنایا اور اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا۔ خوف خدا سے آپ کا چہرہ ہر وقت خائف نظر آتا تھا۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر صابر و شاکر رہتے تھے۔ آپ کو گوشہ نشینی بہت پسند تھی۔ اسی طرح کم گوئی کے عادی تھے۔

آپ نہایت وجیہ اور حسین و جمیل دراز قامت، کشادہ بدن، پیشانی فراخ اور نورانی تھی۔ ریش مبارک انتہائی خوبصورت اور گھنی، دندان مبارک موتیوں کی مانند تھے۔ سر پر ہمیشہ سفید عمامہ باندھتے تھے۔ کبھی کبھی کالا عمامہ بھی باندھ لیتے تھے۔

آپ اپنے مریدین کو ان کی باطنی استعداد کے مطابق اوراد و وظائف تلقین فرماتے تھے۔ آپ کے مریدین ہزارہ، ڈاڈر، پانو ڈھیری، اوگی، اکرور، کھن تناول، کھٹائی پاوا، ایبٹ آباد، ڈھونڈاں، بانڈی، قلندر آباد، جلو، کالا ڈھاکہ، شیر گڑھ اور پھلوہ کے علاقوں میں بے شمار اور لاتعداد ہیں۔

کشف و کرامات☆: عارف کامل، عالم باعمل، فاضل بے بدل، درویش کامل حضرت پیر سید ضامن شاہ چشتی نظامی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حضرت مولانا عبدالجبار راوی ہیں کہ ایک بار حضرت مولانا شہاب الدین فیروز پوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا خواجہ محمد معظم الدین معظم آبادی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے رسول کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف فرمائیں۔

آپ نے ان کو ثانی لا ثانی حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کی بارگاہ بے کس پناہ میں روانہ کر دیا۔ وہ وہاں سے چلے اور سیال شریف پہنچ کر اپنا مدعا حضرت ثانی صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت ثانی لا ثانی سیالوی نے ان کو حضرت سید ضامن شاہ مشہدی چشتی نظامی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیج دیا۔

جب وہ بیڈرہ شریف پہنچے تو پتہ چلا کہ حضرت سید ضامن شاہ مشہدی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد گرامی حضرت شاہ جی بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار واقع بیلہ سیداں تشریف لے گئے ہیں۔ جب وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ آپ وہاں سے پڑہنہ تشریف لے گئے ہیں۔ مولانا شہاب الدین بھی پیچھے پیچھے چل پڑے۔ آپ پڑہنہ کے قریب نماز عصر ادا کر رہے تھے کہ مولانا شہاب الدین بھی پہنچ گئے۔ مولانا عبدالجبار پلیکروی فرماتے ہیں کہ میں بھی مولانا شہاب الدین کے ہمراہ تھا۔ آپ کئی بار پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتے تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد حضرت سید ضامن شاہ مشہدی نے مولانا شہاب الدین کو گلے لگالیا۔

اس کے بعد مولانا شہاب الدین نے آپ کے سامنے مدعا بیان کیا تو حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی نے فرمایا کہ مجھ میں اتنی طاقت کہاں؟ آپ سیال شریف حضرت ثانی لاثانی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر اپنا مدعا بیان کریں۔ مولانا شہاب الدین نے جواب میں عرض کیا مجھے سیال شریف سے ہی حضرت نے بھیجا ہے۔

حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ سیال شریف سے ہو کر آئے ہیں؟ مولانا شہاب الدین نے اثبات میں جواب دیا۔

پھر فرمایا مولوی شہاب الدین آپ دیدار کے متمنی ہیں؟ بس آپ کا یہ فرمانا تھا کہ مولانا شہاب الدین وجد میں آگئے اور زیارت رسول مقبول ﷺ سے مشرف ہو گئے۔

حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی نے مولانا شہاب الدین سے فرمایا مولوی صاحب پڑھنہ آگیا ہے۔ مولوی شہاب الدین صاحب ہوش میں آئے اور کہنے لگے پڑھنہ کو خدا غارت۔ تو آپ نے فوراً مولوی شہاب الدین کے منہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ بس مولوی شہاب الدین آگے کچھ نہ کہنا یہ میرا علاقہ ہے۔

اس کے بعد خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی رحمتہ اللہ علیہ نے مولانا شہاب الدین اور مولانا عبدالجبار سے عہد لیا کہ میری زندگی میں یہ راز افشانہ کرنا۔ آپ کے وصال کے بعد مولانا عبدالجبار پلیکروی نے یہ واقعہ بیان کیا۔

کرامت ۲ ☆: شہباز طریقت حضرت خواجہ پیر سید ضامن شاہ مشہدی چشتی نظامی سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں نواب عطا محمد والی پھلڑ کی والدہ حاضر ہوئی اور قدموں میں گر کر عرض کرنے لگی۔ حضور میرا بیٹا ہر وقت نشے میں رہتا ہے۔ لوگوں نے اس کی شکایت وائس رائے ہند سے کر دی ہے کہ اس کو پھلڑ کی نوابی سے فارغ کیا جائے اور وائسرائے ہند نے میرے بیٹے کو دہلی طلب کر لیا ہے۔ حضور میرے حال پر رحم فرماتے ہوئے دعا فرمائیں کہ میرا بیٹا نشہ ترک کر دے اور میرے بیٹے کی نوابی بھی بچ جائے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے بیٹے کو میرے پاس لے آؤ۔

چنانچہ کچھ روز کے بعد قاضی عزیز الرحمٰن صاحب نواب عطا محمد کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو حضرت خواجہ ضامن شاہ مشہدی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ نواب عطا محمد کو ہمراہ لے کر معظم آباد شریف حاضر ہوئے اور حضرت خواجہ معظم آبادی کو ہمراہ لے کر سیال شریف حاضر ہوئے۔

سیال شریف پہنچ کر دربار عالیہ خواجہ شمس العارفین پر حاضری کے وقت آپ نے خواجہ معظم آبادی سے کہا کہ حضرت میں دعا کرتا ہوں آپ آمین کہیں۔ یا آپ دعا کریں میں آمین کہتا ہوں۔ حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی نے دعا فرمائی۔

یا اللہ ”نواب عطا محمد خان کو نشہ والی بیماری سے نجات عطا فرما۔ حضرت خواجہ معظم الدین نے آمین کہی۔ حضرت خواجہ سید ضامن شاہ مشہدی نے نماز عشاء کے بعد پھر نواب صاحب کے لیے دعا فرمائی۔ حضرت خواجہ معظم الدین اس وقت تسبیح پڑھ رہے تھے۔ پچانوے دانے پڑھ چکے تھے، پانچ ابھی باقی تھے کہ وہاں انگوٹھے کا نشان رکھ کر پھر دعا کرنے لگے۔ حضرت شاہ صاحب نے کہا یا اللہ نواب عطا محمد کو

اولاد عطا فرما۔ حضرت خواجہ معظم الدین نے آمین کہی اور ایک دانہ تسبیح لڑھکا دیا۔ اور کہا عبدالطیف، پھر دانہ لڑھکا دیا اور فرمایا عبدالستار، پھر ایک دانہ لڑھکایا تو حضرت شاہ صاحب نے فرمایا احمد خان۔ حضرت خواجہ معظم الدین نے آمین کہی۔

اس کے بعد نواب عطا محمد خان کی طبیعت میں ایسا انقلاب آیا کہ نشہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایسے تائب ہوئے کہ پھر عمر بھر منہ نہ لگایا۔

اس کے بعد رب کریم نے والی پھلڑ نواب عطا محمد کو پانچ بیٹے بھی عطا کیئے۔ جن کے نام حسب بشارت رکھے گئے۔ اس طرح نواب صاحب اس موذی بیماری سے بھی بچ گئے اور نوابی بھی بحال ہوگئی۔

بعد ازاں والی پھلڑ نواب عطا محمد تمام زندگی حضرت سید ضامن شاہ مشہدی چشتی نظامی سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے معتقد رہے۔ اور مذہبی معاملات میں آپ سے مشورہ لیتے رہے۔ تمام زندگی بیڈڑہ شریف تحصیل مانسہرہ آتے جاتے رہے اور عقیدت کا اظہار کرتے رہے۔

آپ کی اولاد و امجاد☆: اللہ کریم نے آپ کو سات بیٹیاں اور آٹھ صاحبزادے عنایت کیئے۔ جن میں سے تین صاحبزادے بچپن میں وصال کر گئے۔ آپ کے صاحبزادگان میں حضرت مولانا محمد شریف شاہ مشہدی، حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالطیف شاہ مشہدی، صاحبزادہ سید محمد جلال شاہ مشہدی، حضرت خواجہ سید مبارک شاہ مشہدی، حضرت خواجہ سید مہتاب شاہ مشہدی علیہم الرحمتہ ہیں۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: یوں تو آپ کے بہت سے خلفاء ہوئے جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔ حضرت مولانا قاضی عبدالجبار پلیکروی، حضرت مولانا محمد نعمان بیڈڑوی، حضرت مولانا عبدالطیف ساکن گلی بدرال۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 12 ربیع الاول شریف ۱۳۴۳ ہجری بمطابق گیارہ اکتوبر 1924ء کو تونسہ شریف کے عرس سے واپسی پر جہانیاں منڈی میں ہوا۔ وہاں سے چھ ماہ بعد آپ کو بیڈڑہ شریف ضلع مانسہرہ لایا گیا۔ مزار پرانوار بیڈڑہ شریف ضلع وتحصیل مانسہرہ میں مرجع وخاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ سید غلام فرید شاہ کاظمی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی گلشن زہرہ کی کلی شمع شبستان طریقیت ماہتاب شریعت فاضل یگانہ مرشد زمانہ عارف باللہ حضرت خواجہ پیر سید غلام فرید شاہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ آپ شان عظیم حال قوی ہمت بلند اور نفس قاطع رکھتے تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۰۲ھ بمطابق 1885ء میں اپنے وقت کے عظیم و کبیر شیخ طریقت حضر خواجہ پیر سید بخش شاہ کاظمی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے علمی و روحانی گھر واقع خواجہ آباد شریف ضلع میانوالی میں ہوئی۔

آپ مادرزاد ولی تھے بچپن ہی سے چہرہ مبارک پر آثار ولایت نمایاں ہے بچپن ہی سے کرامات کا ظہور شروع ہو چکا تھا جس کا دور دور تک شہرہ عام تھا۔

ایک دن بچپن میں اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ ہم عمر بچوں نے کہا کہ آؤ گھوڑا گھوڑا کھیلتے ہیں آپ دیوار پر بیٹھ گئے اور فرمایا یہی میرا گھوڑا ہے پھر دیوار کو حکم دیا کہ اللہ کے حکم سے چل وہ دیوار چلنا شروع ہو گئی آپ کی کرامت دیکھ کر کئی ہندو خاندان آپکے والد گرامی حضرت خواجہ پیر سید محمد بخش شاہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر کلمہ پڑھ کر نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ یہ تمام خاندان مرید بھی ہو گئے۔

آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے عظیم والدِ گرامی کے ہاتھوں مکمل ہوئی بقیہ دینی علوم صرف و نحو فقہ کی ابتدائی کتابیں بھی اپنے آبائی علاقہ میں ہی پڑھیں چونکہ مادرزاد ولی تھے ابتدا ہی سے جذب و سلوک فقر و روحانیت کی طرف طبعیت کا میلان تھا اس لئے ظاہری تعلیم کی بجائے باطنی تعلیم پر توجہ دیکر سلوک و فقر میں ممتاز مقام حاصل کیا۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضور ثانی لا ثانی حضرت خواجہ محمد دین سیالوی علیہ الرحمتہ کے دستِ حق پرست بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت و اجازت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

مرشدِ کامل سے جنون کی حد تک عشق و محبت: پیر سید لجپال کی غلامی تو آپ کو ورثہ میں ہی ملی ہوئی تھی اس پر سونے پر سہاگہ یہ کہ آپ کی بیعت بھی اس در کا مقدر بنی والدِ گرامی کی معیت میں دربار سیال شریف کی حاضری ہمیشہ نصیب ہوتی رہتی تھی بیعت ہونے کے بعد یہ کیفیت جنون میں تبدیل ہو گئی۔

آپ کو اپنے شیخ کامل سے جنون کی حد تک عشق و محبت تھا جب بھی سیال شریف کی حاضری ہوئی تو لنگر کے کام میں کوئی عار

محسوس نہ فرماتے دور دراز سے جتنے مہمان آئے ہوتے تھے کوئی بھی آپ کے برابر کام نہ کر سکتا تھا۔

جن دنوں حضور خواجہ شمس العارفین خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے مزار مبارک کی تعمیر کا آغاز ہوا تو آپ بھی مزدوروں کی طرح اس میں حصہ لیتے حالت یہ تھی کہ تقریباً ایک سو اینٹو کا بورا اپنے سر پر رکھ کر روضہ مبارک کی چوٹی تک پہنچاتے تھے واضح رہے کہ حضور پیر سیال کے روضہ پاک کی کلغی سوفٹ کی بلندی پر واقع ہے۔

جرأت وشجاعت ☆: ایک مرتبہ اپنے مرشد کریم خواجہ محمد دین سیالوی علیہ الرحمۃ کی معیت میں ریل کا سفر کر رہے تھے کہ ریل میں سوار ایک انگریز تکبر ونخوت میں آکر حضرت ثانی صاحب قبلہ پر سگریٹ کا دھواں پھینکنے لگا۔

آپ نے فرمایا کہ کون ہے عرض کی گئی کہ انگریز ہے

آپ نے فرمایا اس پر نسوار پھینکو آپ نے اس پر نسوار پھینکی اور اس گستاخی پر اسے گاڑی سے نیچے گرا دیا جب انگریز نے یہ جرات دیکھی تو معاملہ سمجھ گیا فوراً حضور پیر سیال کے قدموں میں گر کر معافی مانگنے لگا، حضو خواجہ ثانی لاثانی صاحب نے فرمایا شاہ صاحب اسکو معاف کر دو اسکو معلوم نہ تھا کہ میرے ساتھ عشق اور شجاعت کے پہاڑ موجود ہیں۔۔

مرشد کریم کی محبت وشفقت ☆: منازل سلوک کے طے کرنے میں ادب و نیاز کو ایک خاص مقام حاصل تھا اللہ تعالیٰ نے ادب و نیاز سے آپ کو وافر حصہ عطا فرمایا تھا اپنے مرشد کریم کے احکام کی بجا آوری میں ہمہ وقت دست بستہ رہتے تھے۔

جن دنوں حضور ثانی لاثانی جب بیمار ہوئے تو آپ نے اپنے آپ کو مرشد کریم کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا اس خدمت و عجز و نیاز سے خوش ہو کر مرشد کریم برملا اس بات کا اظہار فرمایا کرتے تھے مرشد کامل نے ایک دن سینے سے لگا کر انوار و برکات کا ایک جہاں آپ کے سینے میں منتقل کر دیا۔

سیرت وکردار ☆: آپ انتہائی سادہ طبعیت کے مالک تھے، قلندرانہ طبعیت پر جلدی کیفیت کا غلبہ رہتا تھا ہر کام اپنے ہاتھ سے کرنے میں خوشی محسوس کرتے تھے سخاوت و فیاضی آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا سخاوت کا عالم یہ تھا کہ بسا اوقات اپنا لباس تک ضرورت مندوں میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔

مالک کریم نے جس طرح آپ کو باطنی حسن کی دولت سے مالا مال کیا ہوا تھا اسی طرح ظاہری حسن و جمال کے ساتھ ساتھ بلند قد و کاٹھ نورانی چہرہ اور جسمانی وجاہت جیسے نمایاں اوصاف سے بھی آپ کو نوازا ہوا تھا جو ایک مرتبہ پہلی بار آپکو دیکھتا دیکھتا ہی رہ جاتا تھا اور اس پر ایسا رعب طاری ہو جاتا کہ مبہوت ہو کے رہ جاتا تھا۔

عبادت وریاضت فقر ومجاہدہ وسلوک میں آپ کی ذات والا صفات یگانہ روزگار تھی کوئی دم ذکر خدا سے غافل نہ تھا۔

اولاد وامجاد ☆: مالک کریم نے آپ کو تین صاحبزادے حضرت پیر سیّد غلام نظام الدین شاہ حضرت پیر سیّد غلام کمال الدین شاہ، حضرت پیر سیّد محمد حسن شاہ کاظمی عطا فرمائے تھے، جو اپنے زمانے کے پڑھے لکھے اور اپنے اسلاف کی تعلیمات کا عملی نمونہ تھے۔

کشف وکرامات ☆: ایک مرتبہ آپ کمر مشانی کے علاقہ میں تشریف لے گئے تو لوگوں نے نہایت ہی والہانہ انداز میں

آپ کا استقبال کیا میلہ دیکھنے والے چند ہندو بھی وہاں موجود تھے انہوں نے کہا کہ اگر تمہارا پیر اتنا ہی طاقتور ہے جیسا کہ نظر آ رہے ہیں تو پھر یہ اونٹ جو غلہ کی بوریوں سے لدا ہوا ہے اسکو اٹھا کر دکھائے آپ نے ان کی بات کسی طرح سن لی قریب بلا کر فرمایا اگر میں اونٹ بوریوں سمیت اٹھالوں تو کیا تم کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کرلو گے انہیں نے وعدہ کرلیا آپ نے ان سے وعدہ لیکر اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا نام لیکر ایک دفعہ اونٹ کو اٹھا کر سر سے لیکر اوپر گئے پھر دوسری مرتبہ ایسا ہی گیا اور پھر تیسری مرتبہ یہ دیکھ کر بہت سے ہندو کلمہ پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے

کرامت نمبر۲ ☆: آپ کو جب کبھی دریائے سندھ عبور کرنا پڑتا تو اکثر طور پر کشتی کا انتظار نہیں فرماتے تھے بلکہ دریا کے اوپر مصلٰی بچھا کر جہاں تشریف لیجانا چاہتے وہاں مصلّٰی جود بخود آپکو پہنچا دیتا تھا۔

بعض اوقات تو ایسا ہوتا تھا کہ دریا پوری طغیانی پر ہوتا موجیں اٹھ رہی ہوتیں آپ ان حالات سے مستغنی ہو کر دریا سے اس طرح گزر جاتے جیسا کہ دریا میں پانی ہے ہی نہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال گیارہ جمادالاثانی ۱۳۴۳ھ بمطابق 19 جنوری 1924ء بروز ہفتہ کو ہوا مزار پرانوار والد گرامی کے پہلو خواجہ آباد شریف تحصیل میانوالی میں مرجع خاص وعام ہے جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دیکر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں آپکے وصال کے بعد دربار عالیہ خواجہ آباد شریف کے سجادہ نشین آپکے چھوٹے بھائی غوث زماں حضرت خواجہ پیر سید غلام نصیر الدین شاہ کاظمی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ مقرر ہوئے۔

آجکل موجودہ سجادہ نشین حضرت پیر سید پروفیسر علم الدین شاہ کاظمی چشتی نظامی مدظلہ العالی ہیں جو بڑے ہی پُرتپاک انداز میں سلسلہ عالیہ ودربار عالیہ خواجہ آباد شریف کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں موجودہ سجادہ نشین ایک پڑھے لکھے ہوئے پروفیسر ادیب خطیب محقق ومدقق اور متحرک وفعال باہمت بااصول سراپا عجز ونیاز خوش گفتار خوش خلق خوش مقال خوش خصال خوش وضع خوش طبع کے مالک ہیں مالک کریم نے انکو دین ودنیا اور ظاہری وباطنی حسن وجمال کی دولت سے نوازا ہوا ہے دربار خواجہ آباد کی تعمیر وترقی دارالعلوم کی دیکھ بھال مہمانوں کی خدمت وخاطر آنے والے حاجت مندان کی دلجوئی کے ساتھ ساتھ کراچی میں جامعۃ القمر برائے طلباء جامعۃ القمر برائے طالبات بھی بڑے ہی احسن انداز میں چلا رہے ہیں آپ جامعۃ الازھر مصر کے فارغ التحصیل جبکہ بہاولپور یونیورسٹی ریسرچ اسکالر بھی ہیں مالک کریم آپکے علم وعرفان کو اپنی مخلوق کے لئے نافع بنائے اور حضرت کا سایہ تا دیر قائم رکھے۔ فقیر راقم الحروف کا سجادہ نشین پروفیسر علم الدین شاہ الازھری چشتی نظامی مدظلہ العالی سے مسلسل رابطہ ہے یافقیر راقم الحروف کی زیرنگرانی منعقدہ جشن غوثِ اعظم وعرس فیض رسملت کی تقریب بارہ جون 2010ء میں کراچی سے خصوصی خطاب کے لیے تشریف لائے اپنی بڑی محبت اور پیار سے پروگرام میں شرکت کی۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر امیر شاہ بھیروی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: امیر السالکین، سراج العارفین، برہان الوصلین، پیشوائے ارباب طریقت، شہباز میدان حقیقت و معرفت حضرت پیر امیر شاہ بھیروی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ آفتاب بلندی عظمت جلال ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1265ہجری بمطابق 1840ء کو بھیرہ شریف ضلع سرگودھا میں عارف کامل حضرت پیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی اور روحانی گھر میں ہوئی۔

آپ غوث العلمین شیخ الاسلام والمسلمین حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا سہروردی ملتانی علیہ الرحمۃ کی اولاد سے ایک مرد باکمال حضرت دیوان پیر فتح شاہ علیہ الرحمۃ جو تین صدی قبل بھیرہ شریف میں جلوہ افروز ہو کر علم وعرفان اور فیضان معرفت کا نور بکھیر کر واصل بحق ہوئے انہی حضرت دیوان پیر فتح شاہ کی اولاد میں بہت سے مردان خدا اور پیشوایان طریقت پیدا ہوئے۔ جن میں سے ایک فرد حقیقت و مرد کامل عالم باعمل شیخ یگانہ حضرت پیر امیر شاہ بھیروی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کی ذات والا صفات ہے۔ جن کے علم وعرفان کا ڈنکا تا قیامت بجتا رہے گا۔

آپ کا شجرہ نسب ☆: حضرت پیر امیر شاہ بھیروی بن حضرت پیر شاہ بن شمس الدین بن عبداللہ شاہ بن محمد غوث بھیروی بن غلام محمد حسین بن شیخ محمد بن شیخ محمود بن شیخ احمد بن شیخ نظام الدین بن شیخ شمس الدین لاہوری بن شیخ صدر الدین بادشاہ بن شیخ بن شہر اللہ بن شیخ یوسف بن شیخ عماد الدین بن شیخ رکن الدین سمرقندی، بن شیخ صدر الدین حاجی بن شیخ اسماعیل، بن شیخ الاسلام حضرت صدر الدین عارف بن شیخ الکبیر غوث العلیمین شیخ الاسلام حضرت بہاؤالدین ذکریا الہاشمی الاسدی السہر وردی ثمہ ملتانی علیہم الرحمۃ اولغفران و لرضوان۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ کی ابتدائی تربیت و تعلیم اپنے گھر میں ہی مکمل ہوئی۔ دیگر علوم دینیہ اور کتب متداولہ کی تحصیل و تکمیل بھیرہ شریف کے معتبر علماء سے مکمل کی۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضور پیر سیال لجپال خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

اس کے علاوہ آپ نے اپنے بچپن کا زمانہ خانوادہ غوثیہ کے عارف کامل حضرت پیر بہادر شاہ گیلانی بھیروی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں گزارا اور سلسلہ عالیہ قادریہ کا فیضان ان سے حاصل کیا۔

سیرت و کردار☆: اللہ تعالیٰ نے جن خصائل حمیدہ اور کمالات عجیبہ سے آپ کو سرفراز فرمایا اور خلق عظیم کی جس لازوال دولت سے مالا مال فرمایا اس کا احاطہ چند لفظوں میں تحریر کرنا آسان نہیں ہے۔ آپ دن بھر روزہ رکھتے تھے، عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد دریا کے کنارے پر رات بسر فرماتے۔ ہر شب اللہ کی یاد میں سحر آشنا ہوتی، موسم گرمی کا ہو یا سردی کا طوفان ہو یا باد و باراں حالت کوئی بھی ہو آپ نے اپنے معمول کو ترک نہیں کیا۔

دسمبر اور جنوری کی طویل ٹھنڈی راتیں دریا کے کنارے پر ہی بیت جاتیں، کوئی حجرہ یا چھپر آپ نے نہیں بنوایا تھا، صرف ایک سرکنڈے کی اوٹ میں بیٹھ کر اللہ اللہ کیا کرتے تھے، نہ گرمی کی پرواہ نہ سردی کی پرواہ، آپ سوز و گداز سینے میں رکھ کر اور عشق و محبت کی لگن دل میں لیکر عالم اسباب سے بے نیاز مشاہدہ حق میں مست و مستغرق رہتے، ذکر الٰہی کی حرارت کے باعث سردی کے موسم میں رات کے وقت دریا کے یخ بستہ پانی سے کئی کئی بار غسل فرماتے اور کافی دیر تک کبھی کبھی کسی نیاز مند کو بھی اپنی رفاقت کا شرف بخشتے اور اسے اپنے پاس شب باشی کا موقع دیتے۔

غریبوں سے محبت، مسافروں کی خدمت و خاطر مدارت، ہمسایوں کا خیال، بچوں سے پیار، آپ کی عادت مبارکہ کا حصہ تھی، عصر کے بعد جب آپ کے دریا پر جانے کا وقت ہوتا تو محلہ کے بچے آپ کی راہ گزر پر جمع ہو جاتے اور آپ کو دیکھ کر باواجی، باواجی کہتے ہوئے دوڑتے آتے اور بعض بچے تو آپ کی ٹانگوں سے لپٹ جاتے۔ آپ ان تمام بچوں کے سر پر دست شفقت پھیرتے اور دعاؤں سے نوازتے۔

آپ کی ایک پڑوسن اکثر رات کو کوڑا کرکٹ آپ کے گھر کے صحن میں ڈال دیتی اس کے علاوہ اور بھی مختلف حیلے بہانوں سے تنگ کرنے کی کوشش کرتی۔ لیکن آپ کی زبان پر شکایت کا لفظ نہ آیا بلکہ ہمیشہ اپنے احسانات سے اس کو نوازتے رہے۔

رات کے کسی حصے میں کوئی مہمان آجاتا تو بڑی خوش دلی سے اس کی خاطر مدارت و تواضع فرماتے، ایک مرتبہ سخت سردی کا موسم تھا، عشاء کی نماز کے قریب پٹھانوں کا ایک قافلہ مسجد میں آگیا۔ آپ نے اسی وقت ان کے کھانے کا انتظام کیا۔ باورچی کو بلا کر حلوہ تیار کرایا اور ان کی خوب خدمت و خاطر کی۔

آپ سے کسی کی تکلیف دیکھی نہیں جاتی تھی، حتیٰ کے وہ لوگ جو ہر وقت عداوت ایذا رسانی پر کمر بستہ تھے، ان کے ایک ساتھی بھی حسن سلوک کی حد کر دیتے، گالیاں نکالنے والے کو نیک دعاؤں سے نوازا کرتے تھے ایک مرتبہ چوروں نے رات کے وقت آپ کے گھر پر نقب لگائی اور کچھ سامان چرا کر لے گئے۔ دوسرے روز وہ چور پکڑے گئے۔ تھانیدار آپ کا نیاز مند تھا، آپ نے اسے پیغام بھیجا کہ ان پر جبر و تشدد نہ کیا جائے۔ وہ چور جتنے دن حوالات میں رہے۔ آپ دونوں وقت کا پر تکلف کھانا ان کو تھانے میں بھجواتے رہے۔

احکام شریعت کی پابندی کا یہ عالم تھا کہ فرائض و واجبات تو کجا نوافل کی ادائیگی میں بھی تساہل نہ برتا، نماز با جماعت کی سختی سے

پابندی فرمایا کرتے تھے، آپ اپنے حلقہ ارادت میں داخل ہونے والوں کو اتباع طریقت کی سختی سے پابندی کی تاکید فرمایا کرتے۔ ان کے تزکیہ نفس میں سرگرم عمل رہتے۔ آپ کی اصلاح وتربیت کا انداز بالکل نرالا اور جداگانہ تھا۔ بھاری بھرکم پندونصائح کے بجائے آپ کی زبان فیض سے نکلا ہوا ایک سادہ سا جملہ انسان کی کایا پلٹ کرر کھ دیتا تھا۔

موضع گوندل میانہ کا ایک مرید نماز کی ادائیگی میں سستی کا مرتکب تھا۔ کسی نے آپ سے شکایت کی، یا حضرت میاں محمد بھوڑ آپ کا مرید ہو کر نماز میں کوتاہی کرتا ہے۔ آپ نے ایک خط سادے سے انداز میں اسے ایک لائن پر مشتمل لکھا۔ ''میاں محمد دیکھنا قیامت کے روز میں اور تم شرمندہ نہ ہوں۔'' آپ کے اس سادے سے جملے کا اثر یہ ہوا کہ نماز پنجگانہ تو الگ رہی اس کے بعد تہجد اور دیگر نوافل میں بھی میاں محمد نے کوتاہی نہیں کی۔

آپ کی زبان پرتاثیر تھی کہ ایک مرتبہ جس کو فرمادیا کہ نماز پڑھا کرو۔ وہ خواہ کتنا ہی بڑا بے نماز کیوں نہ ہوتا؟ پکا نمازی بن کرتا زندگی اس پر قائم رہتا۔

آپ کے رخ انور کی روحانیت ونورانیت اور آپ کا حُسن عمل لوگوں کو متاثر کیے بغیر نہیں رہتا تھا، ہزاروں کی تعداد میں چور، ڈاکو، راہزن، بدکار خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے تمام گناہوں سے توبہ کر کے مجلس عشاق سے رخصت ہوئے۔

اولاد وامجاد☆: خداوند کریم نے آپ کو تین صاحبزادے عنایت فرمائے تھے۔ جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔
حضرت پیر صدیق شاہ بھیروی، حضرت امیر جند اللہ پیر محمد شاہ بھیروی، حضرت پیر فتح شاہ بھیروی علیھم الرحمۃ اجمعین۔

کشف وکرامت☆: حضرت پیر سید امیر شاہ بھیروی چشتی نظامی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک نیازمند ولی محمد گورایہ حج پر گیا۔ حاجی ولی محمد گورایہ یہ اپنا واقعہ خود بیان کرتے ہیں کہ جب ہم بحری جہاز میں سفر کر رہے تھے تو ایک دن میں جہاز کی بالائی منزل پر جا کر لیٹ گیا اور لیٹے لیٹے سو گیا اور آہستہ آہستہ نیچے کی طرف لڑھکنا شروع کر دیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت امیر السالکین فرما رہے ہیں۔ ''ولی محمد جاگ'' جب میری آنکھ کھلی تو میں نے اپنے آپ کو بالکل جہاز کے کنارے پر پایا۔ اگر کچھ دیر میری آنکھ نہ کھلتی تو کچھ بعید نہ تھا کہ میں لڑھک کر سمندر میں گر جاتا اور میری زندگی کا چراغ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گل ہو جاتا۔

حاجی ولی محمد گورایہ فرماتے ہیں کہ حج سے فارغ ہو کر جب آپ کے آستانہ پر بھیرہ شریف پہنچا تو آپ نے فرمایا ولی محمد حج کے دوران پیش آنے والا واقعہ سناؤ۔ میں نے حالات بیان کرنا شروع کئے۔ تمام حالات سنا دیئے تو آپ فرماتے ہیں وہ واقعہ سناؤ۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ حضرت کا اشارہ اس واقعہ کی طرف ہے جو عرشہء جہاز پر میرے ساتھ پیش آیا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 10 جمادی الثانی 1346 ہجری بمطابق 2 دسمبر 1927ء بروز منگل ہوا۔ مزار پرانوار بھیرہ شریف میں مرجع خاص وعام ہے جو کہ آپ کے صاحبزادے حضرت پیر محمد شاہ نے تعمیر کروایا ہے ان کے واصل کے بعد دنیائے اسلام کی عظیم علمی وروحانی شخصیت مفسر قرآن اور لاتعداد کتابوں کے مصنف اور جامعہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے پرنسپل جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ سجادہ نشین رہے۔ ان کے بعد حضرت صاحبزادہ پیر امین الحسنات صاحب چشتی نظامی مدظلہ العالی سجادہ

نشین ہیں، جو کہ بڑے احسن انداز میں سلسلہ عالیہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ کا سالانہ عرس مبارک 8- 9- 10 جمادی الثانی کو ہر سال حضرت پیر امین الحسنات کی زیر سرپرستی منایا جاتا ہے۔ جس میں علمائے کرام کا خطاب اور بعد از اں قوال حضرات عارفانہ کلام پیش کرتے ہیں لنگر ہر خاص و عام کے لئے کھلا ہوتا ہے۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

منقبت در شان

حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

ضیائے شمس عرفانے حبیب شاہ سلیمانے
ز نور او قمرؒ روشن مجسم دین و ایمانے
جلال حیدری دارد خصال بوذریؓ دارد
زہے عزو شرف دارد نسیم بزم امکانے
فرنگی لرزہ براندام شد از عزم و اعلانش
چہ رعب و دبدبہ ظاہر کندآں شریزدا
عیاں شان تولائے شہید کربلا ازاو
و مشروب ضیائی بار یا بد نطق سلطانے
حسینان جہاں خیرہ شود از روئے تابانش
ظفر نازد بو سیدن چوں پائے ناز جانانے

از قلم: ڈاکٹر ظفریاتو آنہ سیالوی

حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: امام العارفین شہباز طریقت ماہتاب طریقت دلبند حضرت پیر سیال لجپال، عارف یگانہ، مرشد زمانہ حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ ولی ابن ولی اور ضیاء الاسلام ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۷ رمضان المبارک ۱۲۹۴ھ بمطابق 1877ء بروز جمعۃ المبارک حضرت خواجہ ثانی لاثانی محمد الدین علیہ الرحمۃ کے گھر سیال شریف ضلع سرگودھا صوبہ پنجاب میں ہوئی۔

آپ کو ضیاء الملت والدین کے نام نامی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اوصاف حسنہ اور عادات عالیہ کے لحاظ سے آپ اپنے دادا حضرت خواجہ شمس العارفین علیہ الرحمۃ کی تصویر تھے وہی جلال قلندرانہ وہی جمال معرفت وہی روحانی ادائیں وہی ایمانی جگمگائیں آپ کی زندگی کا قریب سے مشاہدہ کرنے والے کہتے ہیں کہ آپ صورت اور سیرت کے لحاظ سے عظمت ایمانی کا مکمل نمونہ تھے۔ اور روحانی جلال وجمال کے امتزاج سے چہرے پر ہر وقت فکری ونظری شکوہ کی علامت نظر آتی تھی۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ کے والد گرامی نے آپ کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ فرمائی اس سلسلہ میں حفظ کرنے کی خاطر آپ کی بھرپور رہنمائی کی گئی۔ جس کے نتیجہ میں آپ نے بہت جلد قرآن مجید حفظ کر لیا اور حصول سعادت کی خاطر تین سال تک خود تراویح میں مصلیٰ سنایا بعد میں کتب فارسی اور عربی مولانا غلام محمد سے پڑھیں درس نظامی کی تکمیل کی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے حضرت حافظ محمد موسیٰ تونسوی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ آپ کو اپنے مرشد سے والہانہ طور پر عشق تھا۔ تمام زندگی مرشد گرامی کے طریقے پر کاربند رہے۔ جب حضرت حافظ موسیٰ تونسوی علیہ الرحمۃ کے وصال باکمال کے بعد آپ کے جانشین حضرت خواجہ محمد حامد تونسوی مسند ارشاد پر متمکن ہوئے تو آپ حضرت ضیاء الملت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی بدستور ان کی صحبت میں آستانہ عالیہ تونسہ شریف میں فیوض برکات سمیٹتے رہے۔ حضرت ضیاء الملت حضرت خواجہ محمد حامد تونسوی سے عشق کی حد تک ارادت رکھتے تھے۔ حضرت تونسوی بھی آپ پر غایت درجہ شفقت فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ کی درخواست پر شہزادہ تونسہ شریف خواجہ حامد تونسوی سیال شریف تشریف لائے تو جشن مسرت کا سماں بندھ گیا۔

حضرت ثانی حضرت تونسوی کی تشریف آوری پر وجد میں آ کر رقص فرمانے لگے۔ سیال شریف کے گردونواح میں ارادت مندوں اور عقیدت مندوں نے خوشیاں منائیں۔ یوں گمان ہوتا تھا جیسے آسمان سے ستارے زمین پر اتر آئے ہوں ہر طرف سے ارادت مندوں اور عقیدت مندوں کے ہجوم بارگاہ شہزادہ تونسوی کی خدمت میں حاضر ہوتے اور جبین عقیدت خم کر کے نیاز مندی کا اظہار کرتے۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری ☆: حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی محض رمز آشنائے معرفت ہی نہ تھے بلکہ سیاست کی خارداروادیوں کے بھی شہسوار تھے۔ آپ صحیح معنوں میں مردِ مومن تھے۔ اور ایمان کے اس تقاضے سے بخوبی واقف تھے کہ اس اسلام میں دین اور اسلام کا رنگ الگ وجود نہیں بلکہ دونوں کے امتزاج ہی سے اسلام کی عملی تفسیر پوری ہوتی ہے۔

آپ کی نظر برصغیر کے سیاسی و معاشی حالات پر تھی اور آپ سمجھتے کہ حالات کا تقاضا یہی ہے کہ کھل کر آزادی پسند تحریکات کا ساتھ دیا جائے۔ اور برطانوی سامراج کی بیخ کنی کے لئے ہر اس ادارہ اور تحریک کا ساتھ دیا جائے جس کا مقصد بالخصوص عظمت اسلام کا احیاء ہے۔ یہ وہ دور تھا جبکہ بہت سے علماء مصلحت کے دام اسیر ہو کر اطاعت حکمران وقت کا فتویٰ دے رہے تھے۔ ان حالات کو دیکھ کر حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی نے خانقاہی ماحول سے باہر نکل کر آزادی پسند تحریکات سے علمی اور مالی طور پر جو تعاون کیا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہ دور تحریک خلافت کا دور تھا اس تحریک کا مقصد برصغیر پاک و ہند سے انگریزوں کو نکال کر خلافت اسلامیہ کو پھر سے زندہ کرنا تھا تمام قابل ذکر علماء اور مشائخ اور سیاستدان اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔ بالخصوص مولانا محمد علی جوہر مولانا شوکت علی کی جادو بیانی نے اس تحریک میں حیرت انگیز حد تک نئی روح پھونک دی تھی۔ ضیاء لملت حضرت خواجہ سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ عملی طور پر اس پلیٹ فارم پر جدوجہد آزادی کا پرچم لہرا کر اس تحریک کو بے پناہ طاقت عطا کی جب ولایتی کپڑے کے بائیکاٹ کا وقت آیا تو آپ نے کھدر کا استعمال شروع کر دیا جب ترک مجاہدین کی مالی امداد کا وقت آیا تو پہل اپنے گھر سے کی اور اپنے گھر کی محترم خواتین کے زیورات امدادی فنڈ میں جمع کروانے کے علاوہ ہزاروں روپے چندہ بھی امدادی فنڈ میں جمع کرایا۔

آپ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ یہ فتویٰ بھی جاری کر دیا کہ جملہ مسلمان بالخصوص عقیدت مندان و مریدین سیال شریف کے لئے انگریز کی نوکری حرام ہے جو مسلمان فوجی انگریز کی نوکری نہیں چھوڑے گا وہ سیال شریف کی مقدس سرزمین پر قدم نہ رکھے۔ آپ کے اس مجاہدانہ اعلان سے انگریز حکومت بوکھلا گئی گورنر کے نمائندوں نے بار بار ملاقات کی اور آپ کے نیاز مندوں کو آپ کی خدمت میں بھیجا کہ آپ کسی طرح اس اعلان سے دست بردار ہو جائیں۔ اس مقصد کی خاطر انگریز حکومت کے ایک نمائندے نے آپ کو اٹھارہ سو مربع زمین کی پیشکش بھی کی مگر آپ نے کمال استغنا سے کام لیتے ہوئے جو جواب دیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

آپ نے فرمایا کہ انگریز تو مجھے میرے ہی وطن کی زمین دیکر خرید رہے ہیں۔ خدا کی قسم اگر انگریز صاحب بہادر مجھے اپنے وطن برطانیہ لندن میں بھی اتنا رقبہ دے دے تو میرا جواب یہی ہوگا کہ حق اور باطل ایک مقام پر جمع نہیں ہو سکتے اور انگریز کے خلاف ہمارا جہاد جاری رہے گا۔

صوبہ پنجاب کی تحریک کے متفقہ صدر حضرت خواجہ ضیاء لملت ہی تھے اس سلسلہ میں ایک اجلاس کا حال قلمبند کرتے ہوئے مورخین

تحریر فرماتے ہیں کہ لاہور میں علماء کی ایک شاندار کانفرنس ہوئی اس میں مولانا ابوالکلام آزاد نے عربی میں تقریر کی۔ مولانا حسرت موہانی جو کہ تحریک آزادی کے نامور مجاہد تھے نے اٹھنا چاہا اس وقت حضرت ضیاء الملت خواجہ سیالوی نے فرمایا ہاں ہاں فرمایئے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ حسرت نہ رہ جائے مولانا موہانی نے غور سے حضرت کو دیکھ کر بصورت شکریہ سلام کیا۔ اس کانفرنس کے بعد تحریک خلافت کا عملاً کام شروع ہو گیا۔ رضا کاروں کے جلوس نکلنے لگے۔ اور ہر طرف سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ حضرت ضیاء الملت نے پوری شدت کے ساتھ تحریک خلافت کی سرپرستی فرمائی۔

اس سلسلہ میں انگریز کی کسی وارننگ یا مصلحت کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ کی دارالعلوم سیال شریف کے صدر مدرس حضرت مولانا محمد حسین اور دیگر اساتذہ طلباء آپ کے پیغام کو عام کرنے کے لئے سرگرم عمل ہو گئے۔ پنجاب بھر میں جلسے کئے گئے۔ حضرت ضیاء الملت اور مدرسین آپ کے خلفاء ان جلسوں سے خطاب کرتے انگریز حکومت آپ کو گرفتار کرنا چاہتی تھی مگر خوف دامنگیر تھا کہ آپ کی گرفتاری آستانہ عالیہ سیال شریف کے بے شمار متعلقین میں بغاوت کی آگ بھڑکا دے گی۔ اس لئے برطانوی سامراج کوشش اور خواہش کے باوجود آپ کو گرفتار نہ کر سکی۔

حضرت ضیاء الملت کی تحریک آزادی کو دیہات اور قصبات تک پہنچانے کے لئے دارالعلوم کے مدرسین اور طلباء اور مولانا محمد حسین کے علاوہ جو حضرات سرگرم عمل تھے ان میں حضرت مولانا محمد ذاکر رحمتہ اللہ علیہ بانی جامع محمدی شریف جھنگ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ حکیم علی محمد مولوی ظہور احمد بگوی اور مولوی خان بھی اس تحریک کا حصہ ہیں۔ انگریز حکومت نے ان مجاہدین تحریک آزادی کو گرفتار کر لیا اور مولانا محمد حسین کو اڑھائی سال مولانا محمد ذاکر کو ڈیڑھ سال اور حکیم علی محمد کو دو سال کی سزا سنائی۔ ان حضرات نے کمال استقامت اور صبر سے جیل کے مصائب اور صعوبتوں کو برداشت کیا۔ حضرت ضیاء الملت ہر قدم پر اپنے جانثاروں کا خیال فرماتے اور انہیں اپنی دعاؤں سے نوازتے رہے۔

ایک مرتبہ جہلم کی سنٹرل جیل میں ان حضرات سے ملاقات کے لئے گئے تو آپ نے فرمایا کہ مولانا فضل حق خیر آبادی کو بڑی اذیتیں دیکر تمام عمر کالے پانی میں رکھا گیا۔ اور وہ وہیں شہید ہو گئے لہٰذا آپ کو ہر مشکل کا صبر و تحمل سے سامنا کرنے کے لئے تیار رہنا ہو گا۔ آپ حضرات کو ثابت قدم دیکھ کر میں بہت خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس جہاد کو قبول فرمائے۔ حضرت ضیاء الملت نے تمام عمر انگریز حکومت کو زمین کا مالیہ ادا نہ کیا۔

غیرت ایمانی ☆: آپ مجاہدانہ صفات کے مالک تھے۔ شاہسواری اور نشانہ بازی تیغ زنی کی خاص مشق بھی آپ نے حاصل کر رکھی تھی۔ کئی کئی دن تک شکار گاہ میں بھوکے گزار دیتے تھے۔ انگریز سے نفرت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ انگریز کا کوئی ملازم لنگر شریف کے برتن میں کھا لیتا یا ان کو ہاتھ لگا دیتا تو آپ اس برتن کو توڑ دیا کرتے تھے۔ ایک فوجی نے آپ کی گھوڑی کی پشت پر ہاتھ رکھا تو آپ نے فرمایا اب یہ میرے کام کی نہیں رہی کیونکہ فرنگی ملازم کا ہاتھ اس پر لگ گیا ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ اب تو رائفل کے لائسنس کی ضرورت ہے۔ جب حکومت نے آپ سے پوچھا کہ لائسنس اور رائفل کی

ضرورت کیوں محسوس ہوئی ہے۔تو آپ نے فرمایا کہ تلوار سے جنگ کا زمانہ نہیں رہا۔دل کی یہ تمنا ہے کہ موقعہ ملے تو کسی انگریز کے سینے میں گولی اتار دوں۔

علمی خدمات☆: آپ کا سب سے بڑا کارنامہ سیال شریف میں دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام کا قیام ہے۔چونکہ آپ خود بہت بڑے عالم دین تھے۔اس لئے بذات خود دارالعلوم کی سرپرستی فرماتے دارالعلوم میں تدریس کے لئے برصغیر کے نامور عالم دین حضرت علامہ محمد حسین آزاد علیہ الرحمۃ کا انتخاب کیا۔جو اجمیر شریف کے عظیم مدرسہ معینیہ عثمانیہ کے فارغ التحصیل تھے اور بحر العلوم حضرت علامہ معین الدین اجمیری علیہ الرحمۃ کے فیوض علمی کی روشن تصویر تھے۔

آپ کی سرپرستی اور مولانا محمد حسین آزاد علیہ الرحمۃ کی شدید محنت کی بدولت دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام بہت جلد طالبان علم کے لئے عقیدت کا مرکز بن گیا۔اور تشنگان علوم دینیہ چاروں طرف سے کھنچے کھنچے اس دارالعلوم کا رخ کرنے لگے جب مولانا محمد حسین علیہ الرحمۃ تحریک آزادی کی پاداش میں جیل میں بند ہو گئے۔تو مدرسہ کسی قدر زوال کا شکار ہو گیا۔مگر آپ کے جیل سے رہا ہوتے ہی وہی پرانی رونقیں پھر سے لوٹ آئیں۔

آپ نے عسائیت اور مرزائیت کا ڈٹ کر ہر سطح پر مقابلہ کیا اور اہل ایمان کی ہر دور میں سرپرستی کا حق ادا کیا۔آپ نے عیسائی پادریوں سے مناظرے کئے اور ان کو ان کے مذاہب کی خرافات سے باخبر کر کے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔

سیرت و کردار☆: آپ انتہائی متقی پرہیزگار تھے۔نماز پنجگانہ پوری زندگی باجماعت ادا فرماتے رہے۔تہجد کبھی بھی قضا نہ کی۔شریعت وطریقت کے اصولوں پر سختی سے کاربند رہتے اور اپنے پاس آنے والوں کو اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرماتے۔غیر مسلموں سے سختی سے پیش آتے اور اپنے پاس آنے والے عقیدت مندوں اور مریدین سے ملتے وقت اخلاق محمدی کا مکمل مظاہرہ فرماتے کبھی کسی کا دل نہ دکھایا اور نہ ہی کسی پر بوجھ بنتے تھے۔آپ کی صفات میں سے سب سے بڑی صفت یہ تھی کہ آپ علم دولت اور جذبہ غیرت ایمانی کا بھرپور مظاہرہ کرتے زندگی بھر کبھی بھی اسلام اور اہل اسلام پر حرف نہ آنے دیا۔آپ خلق محمدی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا عملی نمونہ تھے۔

ضیاء الملت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی مکمل طور پر حمیت اسلامی کے جذبہ سے سرشار تھے۔جس کا اعتراف برصغیر کے بیشتر مسلم زعما اور علماء مشائخ اور اصحاب سیاست کو تھا۔ایک مرتبہ آپ ۱۹۰۸ء میں دہلی تشریف لائے دہلی اسٹیشن پر آپ کے استقبال کے لئے رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی سمیت بہت سے مسلم قائدین موجود تھے۔مولانا محمد علی جوہر آپ کو اپنے ہاں لے گئے۔وہاں نادر شاہ بعد میں افغانستان کے تخت پہ بیٹھے۔اس کے بیٹے ظاہر شاہ حکیم اجمل خان اور دیگر معززین نے آپ کا پرتپاک استقبال کیا۔

ایک دن قیام کے بعد آپ درگاہ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ پر حاضر ہوئے عرس مبارک تھا۔فوجیوں کو پتہ چلا کہ پیر سیال شریف تشریف لائے ہیں۔تو جوق در جوق فوجیوں اور افسروں کی حاضری شروع ہو گئی۔سب نذرانے رکھتے گئے۔جب سب بیٹھ گئے تو آپ نے کمال جلال سے فرمایا یہ وہی مقام ہے جس جگہ انگریزوں نے مسلمان شہزادوں کا خون بہایا تھا۔اب بھی خون کے چھینٹے گنبد کی دیواروں کے ساتھ موجود ہیں۔تم اسی انگریز کے نوکر ہو۔اور میرے زخموں پر نمک پاشی کرنے آئے ہو۔اٹھو اپنے

نذرانے اٹھالواور میری آنکھوں کے سامنے سے دور ہو جاؤ۔

غرضیکہ حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی ہر لحاظ سے صاحب فضیلت اور روحانی ونظری رفعتوں کے امین تھے۔آپ زاہد شب زندہ دل بھی تھے اور میدان معرفت کے مرد افتخار بھی تھے۔اسلاف کی عظمتوں کے پاسدار بھی تھے۔اور بے شمار بندگان خدا کے لئے روشنی فکر وعمل کا مینار بھی آپ کی نواؤں میں بوئے اسداللہ کی جھلک تھی۔تو آپ کا کردار صورت آفتاب معرفت فروزاں تھا۔آپ کاروان محبت کے رکن بھی تھے۔اور صاحب اسرار یقین بھی۔آپ کی سیرت خواجہ شمس العارفین کی روحانی صلاحیتوں کا پرتو لیئے ہوئے تھی۔اور صورت کی دل نشینی کا یہ عالم تھا۔جو ایک مرتبہ آپ کے حلقہ تربیت میں حاضر ہوتا۔پھر ہمیشہ ہمیشہ آپ ہی کا ہو جاتا۔

یہ آپ کی بے مثال آزادی کا ہی ثمرہ ہے۔کہ انگریزی سامراج کا سورج برصغیر کے مطلع اقتدار سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا اوہمیں پاکستان کی صورت میں لازوال آزادی نصیب ہوئی۔خدائے بزرگ وبرتر کی بے شمار رحمتیں ہوں۔اس مرد کامل پر جس نے اپنی ایمانی استقامت اور جرأت کی بدولت جدوجہد آزادی کو نئے ولولوں سے سرشار کر دیا۔زمانہ صدیوں کے افق کو سفر کرتا رہے گا۔اور حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ شمع ایمانی کی صورت پہ دلوں میں ایمانی آفریں یاد بن کر فروزاں رہیں گے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۲ محرم الحرام ۱۳۴۸ھ بمطابق 21 جون 1929ء کو ہوا۔مزار پُر انوار سیال شریف ضلع سرگودھا تحصیل شاہ پور میں آج بھی مرجع خاص وعام ہے جہاں اہل عقیدت اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف بھی بارہا آپ کے مزار پرانوار کی زیارت کی ہے۔سیال شریف کی بستی اِک پر کیف بستی ہے۔جہاں ہر وقت مستی ہی مستی ہے۔علم وعمل اخوت ومحبت اور چشتیت کا رنگ اس دربار میں واضح نظر آتا ہے۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ احمد خان چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عالم ربانی، فاضل اکمل، شیخ لاثانی، آفتاب علم وحکمت، ماہتاب طریقت، مجاہد اسلام، عارف یگانہ حضرت مولانا احمد خان چشتی نظامی میروی رحمتہ اللہ علیہ شمس آستانہ عالیہ میرا شریف ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت اپنے آبائی گاؤں چکڑالہ ضلع میانوالی میں ۱۲۸۷ھ بمطابق ۱۸۷۰-۷۱ء کو اعوان قبیلہ کے چشم و چراغ جناب محمد پناہ کے گھر ہوئی۔ ابھی آپ کی عمر صرف دو سال تھی کہ والد گرامی کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں حاصل کی۔ اس کے بعد موضع کھیوال ضلع جہلم اور پنجاب کے بعض دیہاتوں کے مختلف مدارس میں اپنے وقت کے بہترین فاضلین اور نامور علماء سے اکتساب فیض کرتے رہے اور کتب احادیث وتفاسیر مولانا احمد صاحب سکندر پوری سے پڑھیں۔

بیعت وخلافت ☆: آپ نے علم دینیہ کی تکمیل کے بعد شیخ العصر حضرت خواجہ احمد میروی چشتی نظامی تونسوی کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا۔ تصوف کی باطنی اور روحانی تعلیم کے حصول اور منازل سلوک طے کرانے کے بعد آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو گڑھی افغاناں ضلع راولپنڈی کے عرس مبارک کی ایک بہت بڑی تقریب میں آپ کو دستار علم وفضیلت سے سرفراز فرمایا۔ ۱۳۰۷ھ سے آپ مستقلاً اپنے مرشد کے پاس دربار میرا شریف میں مقیم ہو کر رشد وہدایت اور بالخصوص اپنے مرشد کے قائم کردہ دینی مدرسہ میں طلباء کو تعلیم دینے میں مصروف ہو گئے۔ اپنی محنت شاقہ سے مدرسے کو رونق اور ترقی بخشی۔

مرشد کامل کا وصیت نامہ ☆: آپ کے پیر و مرشد خواجہ احمد میروی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ نے آپ کے بارے میں ۱۳۲۹ھ میں ایک مختصر وصیت نامہ لکھا جس کے بعد آپ کو اپنا جانشین اور وارث مقرر کیا جس کی عبارت مندرجہ ذیل ہے۔ تمام پیر بھائیوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ میاں جلال الدین المعروف استاد صاحب جھگی والے اول سے آخر تک میرے سفر وحضر میں ہمرکاب رہے۔ لیکن اس وقت چونکہ وہ بہت کمزور ہو چکے ہیں۔ لنگر کے انتظام اور دیگر کاروبار کے متحمل نہیں رہے۔ لہٰذا میں نے اپنا قائم مقام مولوی احمد خان کو مقرر کیا۔ لنگر کا انتظام ان کے ذمے ہے۔ ادائے قرض وخرچہ، لنگر، جنازہ، گوروکفن سے جو مال باقی رہے۔، دو حصے وارث لے لیں۔

تیسرے حصے کے وارث مولوی احمد خان ہے۔

سیرت و کردار ☆: آپ اپنے زمانے کے متجر عالم دین تھے دور دور تک آپ کے علم و عرفان کا شہرہ تھا۔ متقی و پرہیز گار عبادت گزار نماز پنج گانہ کا باجماعت اہتمام با قاعدگی سے فرماتے رہے مرشد کے دربار، مدرسے، خانقاہ، لنگر اور دیگر تمام معاملات کو بخوبی خندہ پیشانی سے توجہ دیتے اخلاق محمدی کا عملی نمونہ تھے۔ سخی اتنے تھے کہ کسی کو لنگر کے بغیر اجازت نہ دیتے تھے۔ ظاہری تعلیم کے علاوہ بھی طالبان حق کو باطنی تعلیم کا مشاہدہ کراتے اور تھوڑے ہی عرصہ میں ان کو سلوک کی منزلیں طے کرا دیتے تھے۔

آپ فرماتے ہیں زمانہ طالبعلمی میں ایک سفر کے دوران جب میں منزل مقصود پر پہنچا تو وہ ایک ایسی بستی تھی جہاں اُستاد صاحب کے مکان کے علاوہ صرف ایک دو مکان اور تھے۔ میں نے اُستاد صاحب سے سبق شروع کر دیا۔ رات ایک قریبی گاؤں میں جا کر بسر کرتا۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ایسی موسلا دھار بارش کئی دن تک برسی کہ اُستاد صاحب کا مکان مع چھت و دیوار شکستہ ہو گیا۔ جب میں صبح سبق کے لیے پہنچا تو اُستاد صاحب غمگین بیٹھیں ہوئے تھے میرے دریافت کرنے پر بتایا کہ میرے پاس مرمت کے لیے ایک پیسہ بھی نہیں۔ میں نے عرض کی کہ آپ فکر نہ کریں میں یہ کام جانتا ہوں۔ دو دن میں تنہا اور کچھ کھائے پیے بغیر میں نے مکان اپنے ہاتھوں سے تیار کر دیا۔ رات کو خواب میں میرے مرشد کریم حضرت خواجہ احمد میروی علیہ الرحمۃ ارشاد فرمایا مولوی صاحب آپ جنوبی سرحد پر فوراً آ جائیں سرکار دو عالم ﷺ کی سواری آ رہی ہے۔ آپ استقبال کے لیے سرحد پر حاضر رہیں۔ میں دوڑ کر پہنچا سامنے سے سواری مبارک آ رہی تھی چار یار رضی اللہ عنہم ہمرکاب ہیں۔ میں فوراً قدم بوس ہوا آپ ﷺ اپنے دست مبارک میرے شانے پر رکھا دیا اور اسی حالت میں میرا شریف پہنچے تو میرے مرشد کریم نے حضور ﷺ کا استقبال کیا۔ کچھ دیر مجلس کے بعد آپ ﷺ تشریف لے جانے کے لیے سوار ہوئے تو میرے مرشد کریم نے فرمایا کہ مولوی صاحب شمالی سرحد تک حاضری دو جب میں اس سرحد تک پہنچا تو سرکار دو عالم ﷺ نے بکمال شفقت رخصت فرمایا۔ جب میں واپس پہنچ تو میرے مرشد کریم نے ارشاد فرمایا۔ آپ نے جو اپنے اُستاد کی جو خدمت کی تھی وہ رسول اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہو چکی ہے۔ پھر حکم فرمایا اب یہاں سے دوسری منزل پر جا کر تعلیم حاصل کرو۔

آپ دنیاداروں سے الگ تھلگ رہتے۔ کبھی کسی امیر یا وڈیرے کو خاطر میں نہ لاتے۔ اپنے مدرسے کے غریب طلبا اور مرشد کے آستانے پر آنے والے غریب زائرین اور پیر بھائیوں سے شفقت سے پیش آتے۔ اکثر فرماتے تھے میں تو راکھا ہوں مگر لوگ میرے پاؤں کی جوتیوں کو چومتے ہیں۔ یہ سب میرے خواجہ احمد میروی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کا کمال ہے۔

وصال باکمال ☆: مرشد کامل کے وصال باکمال کے بعد تمام زندگی میرا شریف کی درگاہ کے بحکم شیخ سجادہ نشین رہے اور اپنی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی انجام دیتے رہے مورخہ ۲۱ صفر ۱۳۵۰ھ بمطابق ۸ جون ۱۹۳۱ء کو آپ کا وصال باکمال ہوا۔ مزار پر انوار دربار

عالیہ میرا شریف تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک میں آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر شرف باریابی حاصل کرتے ہیں۔ آپ کے وصال باکمال کے بعد آپ کے بھتیجے مولوی فقیر عبداللہ چشتی نظامی علیہ الرحمۃ آپ کے جانشین مقرر ہوئے۔ آپ کے وصال باکمال پر مولانا غلام محمد جھنڈیالوی نے ایک طویل مرثیہ لکھا جس کے آخری چند اشعار درج ذیل ہیں۔

قضائے قادر مطلق بہ حق کرد وصال میروی باذات سبحان

دریفارفت فیاض زمانہ ہنوز ازوے خلائق ماندہ عطشان

فقیر خان احمد کز کمالش مکرم شد بہ عالم نسل انسان

ازیں محنت سرا رحلت گرفتہ شدہ مجلس گزیں باحورو غلمان

بہ سال رحلتش فکرم دعا کرد نصیبش باد دائم ''زیب غفران''

فقیر راقم الحروف کو بارہا آپ کے مزار پرانوار پر حاضری کی سعادت حاصل ہے دعا ہے۔

حضرت خواجہ فضل حسین للہی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عالم ربانی، مرشد لاثانی، واقف اسرار یزدانی، پیر طریقت حضرت مولانا خواجہ فضل حسین للہی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ دلیل الکاملین ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت عالم ربانی حضرت خواجہ ناصر الدین للہی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کے گھر موضع للہ شریف میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم وتربیت استاذی العلماء مولانا غلام محمد صاحب للہی رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی منطق وفلسفہ کی کتابیں مولانا محمد رفیق تلمیذ مولوی رشید گنگوہی سے پڑھیں اس کے بعد آپ نے بقیہ تعلیم امرتسر کے علماء سے حاصل کی۔

بیعت وخلافت ☆: علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور والد گرامی خواجہ ناصر الدین کے وصال باکمال کے بعد حضرت خواجہ محمود تونسوی رحمتہ اللہ علیہ اور خواجہ حامد تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نے تونسہ شریف میں علماء اور مشائخ کے بہت بڑے اجتماع میں آپ کو خرقہ خلافت اور اجازت بیعت سے سرفراز فرمایا۔

سفر زیارات مقامات مقدسہ ☆: حصول خلافت کے بعد آپ نے مشائخ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے مزارات کی زیارت کیلئے اپنے خدام کے ہمراہ ہندوستان کا سفر کیا۔ تونسہ شریف سے مہار شریف ہوتے ہوئے وہاں سے پاکپتن شریف وہاں سے دہلی تشریف لے گئے اور دہلی کے خواجگان کے مزارات پر معتکف رہ کر اکتساب فیض کرتے رہے دہلی سے اجمیر شریف تشریف لے گئے اور حضرت خواجہ سید محمد معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر معتکف رہ کر فیض باطنی حاصل کیا اور اس کے بعد للہ شریف واپس آگئے واپس آکر آپ نے اپنے بزرگوں کے قائم کردہ دینی مدرسہ کی طرف توجہ دی اور اسے نئے سرے سے منظم کر کے علوم ظاہریہ کا مرکز بنایا اور طلبہ کو تعلیم دینے میں مصروف ہو گئے بہت سے علماء اور مشائخ نے آپ سے اکتساب فیض حاصل کیا۔

اولاد امجاد ☆: آپ کو خداوند کریم نے تین صاحبزادے عطا فرمائے تھے جن میں اوّل مولانا حافظ خواجہ نظام الدین دوئم مولانا حافظ خواجہ محمد سعید اور سوئم مولانا حافظ خواجہ محمد اکرم صاحب کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۵۰ ہجری بمطابق 1931ء کو ہوا۔ آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حافظ خواجہ نظام الدین چشتی نظامی آپ کے جانشین ہوئے جو کہ حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ آپ کا مزار پُرانوار للہ شریف تحصیل پنڈ دادن خان ضلع جہلم میں اپنے والدِ گرامی کے پہلو میں مرجعٔ خاص وعام ہے جہاں اہلِ عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نورِ ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سائیں محمد عظیم خان چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف باللہ، مالک مقام فنافی اللہ، حجتہ اللہ، مستغرق در بحر عشق و محبت، واقف اسرار علم لدنی، حضرت خواجہ سائیں محمد عظیم خان چشتی نظامی نیازی رحمتہ اللہ علیہ ستارہ ولایت آسمانی ہیں۔

آپ کا سلسلہ طریقت چند واسطوں سے حضرت شاہ نیاز احمد چشتی نظامی ثمہ بریلوی علیہ الرحمتہ سے ملتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے حضرت سائیں محمد عظیم چشتی نظامی نیازی مرید و خلیفہ حضرت مولانا عبداللہ چشتی نظامی کے وہ مرید و خلیفہ ہیں حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے آپ کا روحانی اور غیبی تعلق حضور شہنشاہ ولایت عطائے رسول خواجہ سید محمد معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات والاصفات سے ہے۔ خواجہ خواجگان اکثر و بیشتر آپ پر کرم کی نگاہ فرماتے رہتے ہیں۔ پشاور شہر کی معروف روحانی شخصیت حضرت بابا سید عبدالستار شاہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کو بہ اشارہ باطنی حضور غریب نواز نے ہی حکم دیا تھا کہ تمہارا فیض باطنی حضرت سائیں محمد عظیم خان کے پاس کشمیر میں ہے۔

چنانچہ وہ آپ کے پاس پہنچے اور آپ کے فیض و کرم سے مالا مال ہوئے اور آج تک ان کے ذریعے آپ کا سلسلہ طریقت پشاور میں جاری و ساری ہے۔ آپ نے تمام عمر یاد خدا اور پابندی شریعت و طریقت میں گزاری، نہایت درجہ کے متقی و پرہیزگار عابد و زاہد بزرگ ہوئے ہیں۔ دینی علوم ظاہری کے علاوہ خداوند کریم نے آپ کو باطنی علوم کی دولت سے بھی مالا مال کیا تھا۔ آپ صاحب علم معرفت و حقیقت اور صاحب کشف و کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔ دور سے مخلوق خدا آکر آپ کے علم ظاہری و باطنی اور فیضان معرفت سے سیراب ہوتی تھی لنگر آپ کا وسیع اور دراز تھا، حسن اخلاق میں بے مثال تھے آپ انتہائی سادہ لباس یعنی گودڑی اور لنگوٹ میں ہوتے تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال تقریباً ۱۳۵۰ ہجری بمطابق 1931ء کے قریب ہوا۔ مزار پُر انوار نڑاں شریف نزد چنال بنگ مظفر آباد آزاد کشمیر میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہلِ عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نورِ ایمان سے منور کرتے ہیں آپ کے وصال باکمال کے بعد آپ کا سلسلہ اور فیضان جاری ہے اہل سنت و جماعت کشمیر کے ممتاز عالم دین خطیب اسلام علامہ محمد سلیم خان، فیض الچشتی آپ ہی کی اولاد سے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ محمد سلیم فیض الچشتی صاحب سے زمانہ تعلیم میں فقیر راقم الحروف سے اچھی یاد اللہ رہی ہے اور وہ فقیر کی دعوت پر کئی مرتبہ جامع مسجد رحمانی جھنگی محلہ نزد بنی چوک راولپنڈی میں خطاب کے لیے تشریف لا چکے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ قاضی احمد دین چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : ناطق اللسان احوال، مرآۃ جمال بے مثال، فارغ از مستقبل وحال، خطۂ پڑی شریف میں فیضان نظامیہ کے قاسم وامین، شہسوار طریقت حضرت خواجہ قاضی احمد دین چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ خورشید ولایتِ نظامیہ ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۷۷ھ ماہ رمضان المبارک بروز جمعتہ المبارک بمطابق ۱۸۶۰ء میں معروف عالم دین اور صوفی بزرگ حضرت خواجہ قاضی غلام محمد علیہ الرحمۃ کے گھر موضع بھال چک بیلی روڈ تحصیل وضلع راولپنڈی میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت ☆ : آپ کے چہرہ انور پر بچپن سے ہی ولایت کے آثار نمایاں تھے، جس کی وجہ سے بچپن میں ہی آپ نے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا، جب سن شعور کو پہنچے تو والد گرامی سے قرآن حکیم کی تعلیم کا آغاز کر کے جلد ہی قرآن کریم ختم کرلیا، آپ کو بچپن ہی سے دینی تعلیم کے حصول کا شوق دامن گیر تھا، جس کا اندازہ آپ کے اس عمل سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم مکمل کر کے، گھر پر ہی والدگرامی کی کتابوں کی اوراق گردانی کر کے مطالعہ میں مگن رہنے لگے، لیکن جب دیکھا کہ کسی کامل اُستاد کے بغیر اس اہم فریضہ کی تکمیل ناممکن ہے تو اپنے والدگرامی سے اجازت حاصل کر کے اگرچہ عمر عزیز بہت چھوٹی تھی، مگر چونکہ شوق غالب تھا گھر سے رخت سفر باندھا اور سب سے پہلے موضع ڈھلیاں علاقہ سواں تحصیل وضلع راولپنڈی تشریف لے گئے۔ اس زمانے اس علاقہ میں استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا ظہور احمد علیہ الرحمۃ جو حضور پیر سیال خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے منظور نظر مرید تھے، ان کے علم وعرفان کا بہت شہرہ تھا کے سامنے زانوے تلمذ طے کیے اور کچھ کتابیں پڑھنے کے بعد مزید تحصیل علم کے لئے معروف علمی وروحانی درسگاہ مکھڈ شریف تحصیل جنڈ ضلع اٹک تشریف لے گئے اور حضرت پیر پٹھان خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کے منظور نظر مرید وخلیفہ حضرت خواجہ مولوی محمد علی مکھڈی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضری دے کر اپنا مدعا بیان کیا تو چونکہ مولوی خواجہ محمد علی علیہ الرحمۃ بہت بڑے عارف کامل تھے، آپ کو دیکھ کر پہلی نظر میں ہی جوہر قابل کو بھانپ لیا کہ آنے والا شہباز علم وفقر کا تاجدار بن کر ابھرے گا۔

چنانچہ حضرت خواجہ مولوی محمد علی مکھڈی علیہ الرحمۃ نے آپ کو داخلہ دے کر آپ پر خصوصی توجہ فرماتے رہے، آپ نے بھی نیک سیرت اور سلیم الفطرت ہونے کے سبب سے اپنے اسباق میں محنت ولگن سے اپنے اساتذہ بالخصوص حضرت خواجہ محمد علی مکھڈی علیہ الرحمۃ کی نگاہ میں بہت جلد مقبولیت کا مقام حاصل کرلیا۔ ہر طرف آپ کی ذہانت وشرافت کا چرچا ہونے لگا۔

خواجہ محمد علی کی طرف سے آپ پر انعام واکرام ☆ : حضرت خواجہ مولوی محمد علی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ نے جب

آپ کی علم دین کے ساتھ وارفتگی کی حد تک محبت اور اساتذہ کا بے حد احترام کے علاوہ آپ کے سینۂ بے کینہ میں عشق الٰہی کی چنگاری کو سلگتے ہوئے دیکھا تو نہ صرف اپنے مدرسے کا نظم ونسق آپ کے سپرد کیا بلکہ لنگر شریف کے جملہ امور بھی آپ کے سپرد کر دیئے۔

آپ نے بھی اس تمام تر ذمہ داری کو بحسن وخوبی اس طرح انجام دیا کہ اپنی تعلیم پر محنت اور کوشش کے ساتھ اپنے سپرد کی گئی ذمہ داری کو بھی کمال لگن اور بے پناہ محنت سے نبھایا، اور کسی کو کسی قسم کی شکایت کرنے کا موقع فراہم نہ کیا۔ مگر کمال یہ کہ اس دوران اپنی تعلیم اور اسباق میں بھی فرق نہ آنے دیا، آپ کا شمار حضرت خواجہ محمد علی مکھڈی علیہ الرحمۃ کے لائق ترین شاگردوں میں ہونے لگا۔ اور وقت کے ساتھ ساتھ آپ آسمان علم وفضل کے آفتاب وماہتاب بن کر چمکنے لگے۔ اور آپ میں حصول علم کی مزید قوت واستعداد بڑھنے لگی۔ دینی علوم کے حصول کا شوق اُوج ثریا کو چھونے لگا۔

دربار عالیہ سیال شریف کی حاضری ☆: چونکہ حضور پیر سیال لجپال خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ بھی حضور پیر پٹھان کے اجل خلفا میں شمار ہوتے ہیں۔ اور سیال شریف کا مدرسہ بھی اس زمانے میں پورے خطہ میں علم وفضل کی ضوفشانیاں بکھیر رہا تھا۔ مکھڈ شریف میں قابل ترین اساتذہ اور طلباء اکثریت اس مرکز علم وعرفان کا ذکر کرتے رہتے تھے، آپ کے سینے میں سیال شریف کی حاضری اور بقیہ کتب کا علم اُس منبعٔ رُشد وہدایت سے حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ تو آپ نے بڑے ہی ادب سے حضرت خواجہ مولوی محمد علی مکھڈی علیہ الرحمۃ سے سیال شریف جانے کی خواہش کا اظہار کیا تو خواجہ محمد علی علیہ الرحمۃ نے بخوشی آپ کو اجازت سے نواز کر رخصت کیا۔

آپ نے مکھڈ شریف سے رخت سفر باندھا اور سیال شریف پہنچ کر حضور خواجہ شمس العارفین علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضری دے کر اپنے آنے کا مقصد ومدعا عرض کیا تو حضور پیر سیال نے آپ کی علمی استعداد وہمت اور شوق کو بھانپتے ہوئے اپنی عظیم درسگاہ جہاں لاتعداد تشنگان علوم دینیہ علم وعرفان کی اس شمع سے روشنی حاصل کر رہے تھے میں داخلہ عنایت فرمایا۔

آپ کے دل میں خیال تھا کہ سیال شریف سے علوم دینیہ کی تکمیل کر کے دور دراز علاقوں میں تبلیغ اسلام اور علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت کا فریضہ سرانجام دوں گا۔ آپ نے سیال شریف کے قیام کے دوران اپنی بقیہ تعلیم مکمل کی اور وہاں سے فراغت حاصل کر کے اپنے گھر واپس تشریف لے آئے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ پیر سید غلام حیدر علی شاہ چشتی نظامی جلالپوری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے، اور اُنہی کے ہاتھوں خرقہ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

مرشدِ کامل سے والہانہ عشق ومحبت ☆: حضرت خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ جلالپوری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کے بعد آپ اپنے گھر پڑی شریف چلے آئے، مگر ہوا یہ کہ آپ خود تو پڑی شریف میں تھے اور دل جلالپو شریف میں چھوڑ آئے۔

جب موضع بھال پہنچے تو معلوم ہوا کہ والدین کریمین کا وصال ہو چکا ہے، چھوٹے دونوں بھائی موضع بھال آبائی گھر سے پڑی شریف منتقل ہو گئے تھے۔ ﷺ

چنانچہ آپ بھی پڑی شریف ہی میں رونق افروز ہوئے، مگر شیخ کامل کی محبت نے وہ کام دکھایا کہ پڑی شریف میں جی نہ لگتا تھا، مرشد کامل کے عشق میں طبیعت بے قرار رہنے لگی، جس کے سبب راتوں کی نیند حرام، دن کا سکون بھی اجنبی ہو چکا تھا، ہمہ وقت حسن یار کا جلوۂ پیش نظارہ رہتا، اسی کشمکش میں ننگے پاؤں کوبہ کوبہ پھرتے پھراتے جلالپور شریف، نہ گرمی کی پرواہ نہ سردی کا علم، نہ وقت کی پابندی، نہ دن کا تعین، نہ ہی دامن میں زادِ راہ بس ایک ہی دھیان اور شیخ کے تصور میں گم رہنے لگے، پھر وہ وقت بھی آیا کہ آپ اپنے شیخ کی بارگاہ میں مقام مرید سے مقام مراد کو پہنچے، جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب آپ جلالپور شریف اپنے مرشد سے ملاقات کے لئے جاتے تو حضرت خواجہ سید غلام علی شاہ جلالپوری علیہ الرحمۃ واپسی پر آپ کو رخصت کرنے کے لئے کافی آگے تک چل کر آتے تھے۔

مرشد کامل کی آپ کی ذات سے محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ خرقہ خلافت عطا فرمانے کے بعد مرشد کامل نے فرمایا کہ قاضی صاحب اکیلے نہ آیا کریں، اور جلدی جلدی بھی نہ آیا کریں، چونکہ آپ کا امتحان مکمل ہو چکا تھا، کہ آپ ننگے پاؤں پاپیادہ جلالپور شریف جاتے تھے، پاؤں مبارک کی یہ کیفیت ہوگئی کہ پاؤں میں چھالے پڑے رہتے اور ان سے ہمہ وقت خون جاری رہتا، جسے مرشدِ کامل گوارا نہ کر سکے اور حکم دے دیا کہ جلدی جلدی نہ آیا کریں۔

سیرت و کردار☆: مرشد کامل کے اس فرمان کا یہ اثر ہوا کہ پڑی شریف میں دور دراز سے لوگ آنے لگے، دست مبارک پر بیعت ہونے لگے، لاتعداد لا علاج مریضوں کو شفا ہوئی، بہت سے گم کردہ راہوں کو راہ ہدایت ملی، سینکڑوں بے نماز آپ کی سیرت و کردار کو دیکھ نمازی ہو گئے، بہت سے غیر مسلم صرف اور صرف آپ کے روئے تاباں کی زیارت کر کے مسلمان ہو گئے۔ پڑی شریف اور گرد و نواح کے لوگ آپ کے درِ دولت سے فیض پانے لگے، پڑی شریف میں آپ کے ورودِ مسعود اور وجودِ باوجود سے پڑی کا یہ خطہ پڑی شریف کے نام سے یاد کیا جانے لگا، ہر بھوکا پڑی شریف کے لنگر سے لنگر کھانے لگا۔ تشنگان علوم دینیہ اکتساب فیض کرنے لگے، طالبان حق اپنی منزلوں کو پہنچ کر مخلوق خدا کو فیض پہنچانے لگے۔ بے ذوق دلوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا، پھر چشم فلک نے یہ بھی دیکھا کہ جب آپ اپنے شیخ کامل کی زیارت کو جلالپور شریف جاتے تو سینکڑوں لوگوں کا قافلہ ہمراہ سفر کیا کرتا تھا، اور اپنے مرشد کامل سے دعا و فیض روحانی لے کر واپس آتے تھے۔

گلدستہ حیدری☆: آپ نے اپنے شیخ کامل کے عشق میں ڈوب کر منظوم کلام لکھا جو ''گلدستہ حیدری'' کے نام آج بھی صفحہ قرطاس پر موجود ہے، آپ کی گراں قدر تصنیف ''گلدستہ حیدری'' کا ایک ایک لفظ ہر ہر سطر عشق خود آگاہی کا درس دیتی ہے۔ آپ کی اس تصنیف سے آپ کے علمی تبحر اور مقام کا پتہ چلتا ہے کہ آپ عشق کے اس بحرِ کنار میں کس قدر غوطہ زن تھے۔

کشف و کرامات☆: حضرت قاضی محمد حنیف صاحب چشتی نظامی المعروف لالہ جی سرکار مدظلہ العالی، جو آپ کے صاحبزادے حضرت فرید العصر خواجہ غلام فرید چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے محبوب ترین بھانجے اور داماد ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ حضرت قاضی احمد دین صاحب رحمتہ اللہ علیہ وضو فرما رہے تھے کہ اچانک دوران وضو آپ کا سفید لباس چونکہ آپ نے تمام عمر سفید

لباس ہی زیب تن فرمایا ہے، سرخ ہو گیا۔

قریب ہی موجود مریدین وعقیدتمندان نے آپ کا سفید لباس اچانک سرخ رنگ میں تبدیل ہوتے دیکھا تو عرض کی حضور کیا معاملہ ہے، آپ نے نہایت سلیس انداز میں بات کو بدلا، اور فرمایا کچھ نہیں ہوا، بس تمہیں وہم ہوا ہے۔

اس بات کو ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ آپ کا ایک مرید آ کر قدمبوسی ہوا، اور عرض کی حضور آج اگر آپ تشریف نہ لاتے تو میں کب کا غرق ہو گیا ہوتا۔

لوگوں کے پوچھنے پر اُس نے بتایا کہ میں دریائے سواں عبور کرنے کے لئے پانی میں اُترا پانی کا بہاؤ تیز تھا۔ لہروں کی شدت سے میرے پاؤں اُکھڑ گئے اور میں غوطے کھانے لگا۔ اچانک قسمت نے یاوری کی کہ میرے لبوں سے آپ کا نام نکلا۔ یا قاضی احمد دین مجھے بچالیجئے، اتنا کہا تھا کہ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ مرشد کامل دستگیری کے لئے میرے سامنے جلوہ افروز ہوئے، اور مجھے سواں کی لہروں کے ہچکولوں سے غوطے کھاتے ہوئے نکال کر کنارے پر پھینک دیا۔

اُس وقت موقع پر موجود مریدین وعقیدتمندان کو اس حقیقت کا پتہ چلا کہ آپ کا لباس وضو کرتے ہوئے کیوں سُرخ ہوا تھا۔

دریائے سواں کے پانی میں سرخ مٹی کی آمیزش ہے جس کی وجہ سے آپ کا لباس سرخ ہو گیا تھا، اور دیکھنے والے اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ آپ اُس وقت بڑی شریف میں جلوہ افروز تھے۔

مگر پکارنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ

میں تو مر جاتا اگر ساتھ نہ ہوتا تیرا

کرامت نمبر۲ ☆: آپ زندگی کے آخری لمحات تک روبہ صحت تھے، آپ کی ظاہری حیات کی آخری گھڑیاں قریب تھیں کہ ایسے میں اچانک آپ نے اپنے دونوں بھائیوں حضرت قاضی محمد ضیاء الدین اور حضرت قاضی محمد عطاء الدین علیہم الرحمۃ کو بلا کر فرمایا میرے وصال کا وقت آ پہنچا ہے۔ میرا وصال آخری روزے کو ہوگا اور نماز جنازہ عید الفطر کے دن ادا کی جائے گی۔

عید والے دن میرے پیر بھائی، عقیدت مندان و مریدین اور دیگر اہل سلام میری نماز جنازہ میں شرکت کریں گے، عید کا دن خوشی کا دن ہوتا ہے، جنازہ میں شرکت کرنے والے حضرات کی کسی اور چیز سے خدمت کرنے کی بجائے لنگر میں گوشت کا انتظام کرنا، تا کہ لوگ نمازِ جنازہ میں شرکت بھی کریں اور عید کا کھانا بھی تناول کریں۔

آپ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ خود اپنے جنازہ کے لئے جگہ کا تعین فرمایا اور ساتھ ہی نماز جنازہ کی ادائیگی کیلئے سفید چونے سے صفوں کے لئے لکیریں کھنچوا دیں، تا کہ لوگوں کو نماز جنازہ کے لیے صفیں درست کرتے وقت دشواری نہ پیش آئے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال بعینہٖ آپ کے ارشاد کے مطابق ۳۰ رمضان المبارک بروز سوموار بعد از نماز فجر ۱۳۵۱ھ بمطابق ۱۹۳۲ء کو ہوا۔ نماز جنازہ عید الفطر کے دن ادا کی گئی۔

مزار پُر انوار بڑی شریف نزد بھال چک بیلی روڈ تحصیل وضلع راولپنڈی میں مرجع خاص وعام ہے، جہاں اہل عقیدت ومحبت

حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کا سالانہ عرس مبارک ہر سال ۵۔۴ شوال کو نہایت عقیدت واحترام کے ساتھ دربار شریف کے موجودہ سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ پیر قاضی قمر الدین چشتی نظامی جو آپ کے پوتے ہیں کی زیر صدارت انعقاد پذیر ہوتا ہے۔

حضرت صاحبزادہ قاضی پیر قمر الدین چشتی نظامی مدظلہ العالی دار العلوم محمد یہ غوثیہ بھیر شریف کے فاضل عالم دین اور بہترین خطیب ہیں، جو اپنی سحر بیانی سے عوام اہل سنت کے دلوں کی دھڑکن بن چکے ہیں، حضرت صاحبزادہ صاحب اخلاق و کردار میں بلند مقام رکھتے ہیں ہر ایک سے خوش اخلاقی سے پیش آنا بزرگوں اور علماء کی خدمت وعزت ان کا وطیرہ اور سخاوت ان کی میراث ہے۔ عبادت وریاضت زہد وتقویٰ پرہیز گاری میں بے مثال شخصیت ہیں۔علم وفضل کے ساتھ ساتھ خداوند قدوس نے ظاہری و باطنی حسن کی دولت سے بھی مالا مال کیا ہوا ہے۔

حضرت صاحبزادہ پیر قاضی قمر الدین صاحب چشتی نظامی مدظلہ اندرون ملک و بیرون ملک میں خطابت اور تبلیغ اسلام اور ترویج و اشاعت کے حوالے سے دن ورات سرگرم عمل ہیں۔آپ کی ذاتی کاوشوں سے دربار شریف پر ہر ماہ روحانی محفل کا انعقاد، ہفتہ وار ختم خواجگان کا خصوصی انعقاد ہوتا ہے، جس کے لئے عقیدتمندان دور دراز سے کھینچے چلے آتے ہیں۔فقیر الحروف کا صاحبزادہ قاضی قمر الدین چشتی نظامی سے گہرا تعلق اور رابطہ ہے، فقیر کی دعوت پر کئی مرتبہ جامع مسجد صابری غوثِ اعظم روڈ پر خطاب کے لئے تشریف لائے ،اور فقیر بھی قاضی صاحب کی دعوت پر دربار عالیہ پڑی شریف حاضری دیتا رہتا ہے مالک کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حضرت قاضی قمر الدین صاحب کو دین ودنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے اور اپنے اسلاف کے اصولوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ بحق خواجگان چشت اہل بہشت۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ ہوت محمد چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مرد قلندر ہمہ اوصاف یگانہ، مرشد زمانہ، آفتاب آسمان طہارت و پاکیزگی، متعلم مکتب خانہ ام الکتاب، مدرس مسائل عشق و عرفان، محدث وجد و پیان، شاہد بزم الانسان سری، ہادی ساکنان بحری و بری، غزالی صحرائے الوہیت رازی صحرائے نبوت، بحر اسرار و معدن حقائق و معارف، شمع قصر ہدایت، خورشید ولایت حضرت خواجہ ہوت محمد چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ جلیس مسند حق الیقین ہیں۔

آپ نے علوم دینیہ کی ظاہری تعلیم اپنے وقت کے جید علماء سے بیس برس کے طویل عرصہ میں مکمل کر کے سند فراغ حاصل کی۔ جبکہ علوم دینیہ کی ترویج واشاعت میں چالیس سال کا طویل ترین وقت قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداؤں میں گذارا۔

جبکہ تصوف وسلوک ومعرفت کی منازل اپنے عظیم والد گرامی علیہ الرحمتہ سے طے کیں۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں اپنے عظیم والد گرامی حضرت خواجہ غوث بخش علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

درس وتدریس ☆: آپ نے اپنے بزرگوں کی قائم کردہ دینی درسگاہ شیدانی شریف تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان میں چالیس برس تک سلسلہ درس وتدریس اور رشد وہدایت کو جاری رکھا۔ ابھی آپ خود طالب علم ہی تھے کہ آپ کی علمیت کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔ جب مسند تدریس پر رونق افروز ہوئے تو دور دور سے طلباء کی جماعتوں نے آنا شروع کر دیا اور اکتساب علم کرنے لگے۔ اس طرح بزرگوں کے لگے ہوئے علم وفضل کے اس باغ میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا رہا۔ اور بزرگوں کی جلائی ہوئی شمع کی روشنی چار دانگ عالم میں پھیلنے لگی۔

اس زمانے میں شیدانی شریف جانا اتنا آسان نہ تھا جتنا کہ آج ہے۔ اٹھارہ میل کا پیدل یا گھوڑوں پر سفر تھا۔ لیکن علم وعرفان کے متوالے دیوانہ وار شیدانی شریف کی طرف لپکتے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض حاصل کرتے۔ آپ تفاسیر اور احادیث مبارکہ کے علاوہ مخصوص چیدہ چیدہ افراد کو تصوف کی منتہی کتابوں کا درس بھی دیتے۔ جن میں عام طور پر فصوص الحکم، فتوحات مکیہ سواء السبیل، مرقع شریف، کشکول کلیمی اور لوائح جامی کے اسباق پڑھاتے۔ اور کبھی کبھی کلام حضرت احمد جام، کلام اسیری، کلام آشکارہ، کلام سچل سرمست، مثنوی مولانا روم، کلام مولانا جامی، کلام حضرت امیر خسرو کی اس طرح عارفانہ تشریح بیان فرماتے کہ سامعین پر ایک خاص

کیفیت طاری ہو جاتی۔

آپ کے شاگردوں میں حضرت علامہ غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ، جامعہ عباسیہ بہاولپور، حضرت خواجہ احمد دین صاحب سجادہ نشین پاران شریف، مولانا احمد علی صاحب نائب شیخ الجامعہ، جامعہ عباسیہ بہاولپور، مولانا حاجی شاہ، مولانا عبدالرحیم، قاضی اللہ بخش صاحب، میاں فیض احمد صاحب، خان واہ شریف اور حضرت صاحبزادہ خواجہ فیض احمد صاحب سجادہ نشین چاچڑاں شریف کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

سیرت و کردار☆: آپ نے اپنی تمام عمر اسلام کی تبلیغ میں گذاری اور اپنے آرام وسکون، اپنے اختیار واقتدار اور اپنے اعزاز واکرام کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے فروغ اور خوشنودی کے لیے ترک کر دیا۔ اور ہمہ وقت شریعت وطریقت پر عمل پیرا ہو کر کوئی سانس بھی ذکر خدا اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خالی نہ جانے دیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیاوی راحتیں آپ کی منتظر تھیں مگر وہ ان سے بیگانہ ہو کر اس کے قریب سے بھی نہ گذرے۔ حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمتہ کے آخری جانشین حضرت خواجہ قطب الدین کا جب صغیر سنی میں انتقال ہوا تو مسند چاچڑاں شریف کے لیے متفقہ طور پر آپ کا نام سامنے آیا مگر آپ نے انکار کر دیا۔

نواب آف بہاولپور نے خود قدم بوسی کرتے ہوئے عرض کیا حضور چاچڑاں شریف کے سجادہ شریعت وطریقت کو بنفس نفیس جا کر رونق بخشیں تو آپ نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ میں نے جن درسگاہ میں بذات خود بیس برس تک پڑھایا ہے اور چالیس برس کے قریب مجھے یہاں پڑھاتے ہوئے گذر گئے۔ میں اس سے قطع تعلق نہیں رہ سکتا اور رشیدانی شریف کو چھوڑ کر چاچڑاں شریف نہیں جا سکتا۔

نواب صاحب نے جب دیکھا کہ کسی طرح بھی چاچڑاں شریف جانے پر رضا مند نہیں ہیں تو پھر اس نے عرض کیا حضور آپ ہی اس اعزاز کے مستحق ہیں۔ اور آپ ہی اس کے بارے میں حکم دے سکتے ہیں۔ جسے چاہیں اپنے فرمان سے اس اعزاز کے لیے منتخب فرمالیں۔

چنانچہ آپ نے اپنے قابل ترین شاگرد اور رشتہ میں پوتے حضرت خواجہ فیض احمد صاحب جو حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمتہ کے نواسے ہیں کو اپنا انتخاب قرار دیا۔ اور آپ کا یہ انتخاب اتنا صحیح تھا کہ آپ کے حسن انتخاب کے سامنے سبھی نے سر تسلیم خم کر لیا۔

اور پھر دنیا نے یہ منظر بھی بمعہ نواب آف بہاولپور نے دیکھا کہ آپ نے اپنے جس شاگرد کو منتخب کیا اس کی دستار بندی بھی اپنے ہاتھ سے کی۔

علم وفضل میں کمال یدِ طولیٰ☆: ایک مرتبہ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمتہ نے حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمتہ سے سوال کیا کہ حضرت ہمارے استاد زادوں میں آپ کے علاوہ کوئی اور بھی صاحب علم ہے؟ حضرت خواجہ غلام فرید نے آپ کو بلوا کر ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ اس وقت بالکل نوعمر تھے اور ابھی تحصیل علم جاری تھا۔

جبکہ اعلیٰ حضرت تونسوی کی عمر شریف سو برس کے قریب تھی۔ انہوں نے آپ سے ایک مسئلہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے عرض کیا۔ حضرت تشریح کتابی ہو، عقلی، یا عارفانہ ہو؟

حضرت تونسوی نے اس سوال سے لطف اٹھایا اور محظوظ ہوتے ہوئے فرمایا جس طرح جی چاہے بیان فرمائیے۔ اس غیر مشروط اجازت کے بعد آپ کا دریائے علم و تحقیق جوش میں آ گیا۔ اور اسرار و رموز روحانی اور عقل و نقل کا ایسا دفتر کھلا کہ گھنٹوں بند ہونے میں نہ آیا۔ حضرت تونسوی آپ کے علم و فضل سے متاثر ہو کر جزاک اللہ جزاک اللہ کہتے رہے اور فرمایا کہ "الحمد للہ ہمارا استاد گھرانہ آباد ہے"۔

بھیکھ مالی بھے مالی بھیکھ بھے نارائن ہرے نارائن ہرے☆: آپ فرمایا کرتے تھے شیخ وہ ہے جو اپنے متعلقین کو فیض پہنچائے۔ اور ان کے تمام معاملات سے واقفیت رکھے۔ اور ان کی غیر موجودگی میں بھی ان کی حرکات و سکنات سے باخبر ہو۔ اور اگر یہ مقام حاصل نہیں تو پیری مریدی ماسوائے ضلالت اور گمراہی کے کچھ بھی نہیں۔

یہی وجہ تھی کہ ایک دن لنگر خانے سے ایک آدمی کا کھانا فالتو منگوایا اور اپنے پاس رکھ لیا۔ تھوڑی دیر گذری کہ آپ کا ایک ارادتمند دور دراز کا سفر کرتا ہوا حاضر خدمت ہوا۔ اسے دیکھ کر آپ فرمانے لگے۔ "میں کب سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں آؤ کھانا کھالو"

یہ تھا وہ طرز عمل جس پر آپ نے عمل کر کے بتایا کہ شیخ کو مرید کے بارے میں خبر رکھنی چاہیے۔ اب آگے چل کر دیکھیے آپ کے مریدوں کا طرز عمل کہ وہ شیخ سے کیسے تعلق رکھتے ہیں۔

میاں علی نامی ایک درویش سے آپ نے ایک دن فرمایا "میاں علی کل صبح خانبیلہ جانا ہے"۔ خانبیلہ شیدانی شریف سے چار میل دور واقع ہے۔ یہ بات کرنے کا مقصد تھا کہ صبح جلدی آنا تمہیں خانبیلہ بھیجنا ہے۔ مگر ہوا یہ کہ صبح آپ انتظار فرماتے رہے مگر میاں علی نظر نہ آیا۔ جب وہ دن چڑھے حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا میاں علی میں نے تمہیں خانبیلہ بھیجنا تھا تم آئے ہی نہیں؟

اس نے عرض کی حضور میں تو حسب الحکم علی الصبح خانبیلہ چلا گیا تھا۔ ابھی واپس آ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم سے پوچھنا تو تھا کہ کیا کام ہے؟ اس نے عرض کی حضور کام کا تو آپ نے فرمایا ہی نہیں تھا۔ بس حکم تھا کہ خانبیلہ جانا ہے۔ لہٰذا میں ہو آیا۔

دیکھیے مرید ہو تو ایسا ہو کہ شیخ کا حکم ملا اور چلا آیا اور پوچھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی۔

عفو و درگذر کا انوکھا انداز☆: ایک رات نماز تہجد کی ادائیگی کے لیے آپ مسجد کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ ایک غریب ہمسایہ آپ کی گندم چوری کر رہا تھا۔ اُس نے جب آپ کو دیکھا تو مارے شرم کے پانی پانی ہو گیا۔ آپ نے اسے سراپا ندامت دیکھ کر فرمایا۔ اگر گھر میں فاقہ تھا تو مجھے کیوں نہ بتلایا۔ میرے اللہ نے مجھے یہ سب کچھ اپنے بندوں کے لیے دیا ہے۔ میں از خود گندم تمہارے گھر بھجواتا۔ اب آ ہی گئے ہو تو میرا بوجھ ہلکا ہو گیا۔ یہ لے جاؤ اور آئندہ جب کبھی ضرورت پڑے میرے پاس آ جانا۔

آپ کا فرمان سن کر اسے گندم لے جانے کا کہاں ہوش تھا۔ اسے تو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا بھی دوبھر تھا۔ آپ نے اس کی یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا جلدی کرو۔ کسی نے ارد گرد دیکھ لیا تو مجھے دکھ ہوگا۔ یہ فرما کہ آپ نے خود ہاتھ لگا کر گندم کی بوری اس کے کندھے پر رکھ کر اسے لے جانے پر مجبور کر دیا۔

اگلے دن کھلے دروازوں اور اس کے قدموں کے نشانات نے اس کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ اور چوری کا سراغ لگایا جانے لگا یہ دیکھ کر آپ مسکرائے اور فرمانے لگے بند کرو یہ سراغ رسانی۔ جس نے چوری کی وہ مانے گا نہیں اور جس نے اسے دیکھا وہ بتائے گا نہیں۔ اس کے بعد

اس ہمسائے کے دل کی جو کیفیت ہوئی اسے کون بیان کر سکتا ہے۔

طور طریقے درویشی کے منصب ہے سلطانی کا ☆: ملتان کا ایک انگریز کمشنر جناب سردار بہادر خان دریشک کے ہمراہ آپ سے ملاقات کے لیے آیا۔ آپ چونکہ بوریا نشین درویش تھے۔ فقیروں کے دربار میں جاہ وحشم اور حکمرانی کا دبدبہ کہاں؟ وہ انگریز ایسے درویشوں کے قدر دان تھے۔ انہوں نے آتے ہی سلام کیا۔ آپ نے بیٹھے بیٹھے ہی ایک سرسری نگاہ سے اُسے دیکھا اور سلام کا جواب دیا۔ دریشک صاحب ان کمشنر صاحب کو لے کر چارپائی پر بیٹھ گئے۔ کمشنر نے آپ سے کہا کوئی ضرورت ہو تو بتلایئے؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ الحمدللہ اُس نے آج تک کسی کا محتاج نہیں ہونے دیا۔

پھر آپ سردار صاحب کے ساتھ دنیاداری کی باتوں میں مصروف ہو گئے۔ جنہیں سن کر سردار صاحب خفیف سے ہو گئے۔ اس خیال سے کہ یہ انگریز کیا سوچے گا کہ مسلمانوں کے پیر دنیاداری کی ایسی باتیں بھی کرتے ہیں اور دین اسلام کے بارے مین کوئی بات ہی نہیں کی۔

کچھ دیر کے بعد وہ صاحب بہادر اجازت لے کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ واپسی پر سردار صاحب اس ملاقات دنیاوی کے تحت چپ سے رہے۔ لیکن وہ مردم شناس انگریز کہنے لگا۔ سردار صاحب۔ ''آج بڑے عرصے کے بعد ایک اعلیٰ انسان دیکھا ہے۔ اس نے مجھے دیکھ کر اپنی خوبیاں بیان نہیں کیں۔ بلکہ اپنی خامیوں کا اظہار کیا ہے۔ اور یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ واقعی یہ ایک عظیم انسان ہے۔''

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 2 شوال المکرم ۱۳۵۲ ہجری بمطابق ماہ جنوری 1933ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار کوٹ مٹھن شریف ڈیرہ غازی خان میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں آج بھی اہل دل حضرات حاضری دے کر آپ کے باطنی فیضان سے مستفیض ہوتے ہیں۔ فقیر راقم الحروف کو آپ کے در کی حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس موقعہ پر خطیب اسلام علامہ قاری غلام محمد چشتی سمیت 20 رُکنی قافلہ فقیر کے ہمراہ تھا۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ فیض احمد چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف کامل، فاضل اکمل، واقف اسرار رموز شریعت و طریقت و معرفت، شمع بزم عاشقاں حضرت خواجہ فیض احمد چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ تاج الاولیاء حضرت خواجہ تاج محمود علیہ الرحمتہ کے پڑپوتے اور حضرت خواجہ غلام فرید آف کوٹ مٹھن شریف کے نواسے اور حضرت خواجہ امام بخش کے فرزند ارجمند ہیں۔ پیدائش کے وقت آپ کے نانا جان حضرت خواجہ غلام فرید چشتی نظامی علیہ الرحمتہ نے آپ کے منہ میں اپنا "لعاب دہن" ڈالا اور اپنی زبان چوسنے کے لیے ان کے منہ میں دی۔

آپ کی ولادت باسعادت 1304 ہجری بمطابق 1876ء کو چاچڑاں شریف تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان کے علمی و روحانی مرکز میں حضرت خواجہ امام بخش علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔ آپ نے تمام علوم دینیہ، صرف ونحو، فقہ وحدیث، منطق و معقول اور فلسفہ و ادب جید علماء سے حاصل کیے۔ تمام کتابیں ذوق وشوق سے پڑھیں اور ان میں استعداد حاصل کی۔ زمانہ طالب علمی میں ہی آپ کے علمی ذوق کا چرچا عام ہوگیا۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ ہوت محمد چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہو کر سرفراز وممتاز ہوئے اور انہی کے دست مبارک سے خرقۂ خلافت پا کر صاحب ارشاد ہوئے۔

مسند سجادگی ☆: آپ کو والد گرامی کے وصال کے بعد 1343 ہجری بمطابق 1730ء میں حضرت خواجہ ہوت محمد صاحب علیہ الرحمتہ نے جو آپ کے رشتے میں دادا اور دوسری طرف آپ کے پیرومرشد بھی ہیں نے چاچڑاں شریف تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان کی مسند سجادگی پر درس وتدریس کے لیے بیٹھایا اس موقع پر والیان ریاست بہاولپور نواب صاحب بھی موجود تھے۔ آپ نے مسند درس وتدریس اور رشد وہدایت کے منصب پر بیٹھ کر چاچڑاں شریف کی روحانی خانقاہ کا حق ادا کر دیا۔ ہر ایک کے لئے دروازے کھولے رکھے۔ بزرگوں کی روایات کو قائم رکھا اور رشد وہدایت میں کبھی کوتاہی نہ آنے دی۔

فقر کے اسرار کھلتے ہیں ☆: مسند سجادگی پر جلوہ افروز ہونے اور اس میں مصروفیات کے باوجود آپ کا تعلق اپنے شیخ کامل حضرت خواجہ ہوت محمد چشتی نظامی علیہ الرحمتہ سے بدستور قائم رہا۔ اور تصوف ومعرفت کی تعلیم کا سلسلہ باقاعدہ جاری رکھا۔ حضرت خواجہ

ہوت محمد علیہ الرحمتہ بھی آپ پر مسلسل توجہ دیئے ہوئے تھے۔اس کے لیے آپ کو ایک علیحدہ کمرے میں بٹھا کر مولانا عبدالرحیم کا متن پڑھاتے اور اس کی تشریح فرماتے اور آپ اسے سماعت فرماتے۔اس طرح احترام اور انفرادیت کے ساتھ شیخ کامل سے ان کا اکتساب فیض جاری رہا۔تحصیل علم کے ساتھ ساتھ سلوک کے مراحل بھی طے ہوتے رہے اور آپ اپنے مقامات کی روداد بھی ان کے گوش گذار کرتے رہے۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنے معتمد مصاحب میاں محمود اختر کے ذریعے اپنے مرشد کامل خواجہ ہوت محمد علیہ الرحمتہ کے پاس پیغام بھیجا کہ عالم کشف میں میری نگاہ ان مردوں اور عورتوں پر پڑ جاتی ہے۔جو ننگے ہو کر غسل کر رہے ہوتے ہیں۔اور یہ امر کوفت کا سبب بنتا ہے۔

میاں محمود صاحب پیغام لے کر شیدانی شریف پہنچے اور حضرت خواجہ ہوت محمد علیہ الرحمتہ کی خدمت میں عرض کیا تو وہ فرمانے لگے۔ ان سے جا کر کہیں سالک کو اس راستے میں ایسی بہت سی کیفیات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اولوالعزم راہروان طریقت ان سے گذر کر ہی اعلیٰ مقام تک رسائی حاصل کرتے ہیں اور یہ راز کی باتیں ہیں۔ان کے برسر عام اظہار سے یہ کیفیات ختم ہو جاتی ہیں۔

میاں محمود اختر نے واپس چاچڑاں شریف حاضر ہو کر آپ کو یہ جواب پہنچایا تو آپ نے ارشاد فرمایا میں بھی ان کیفیات کا اختتام چاہتا ہوں۔یعنی میں بھی تو یہی چاہتا ہوں۔

عبادات ومجاہدات وریاضات میں شدت ☆: ایک مرتبہ آپ کے مرشد حضرت خواجہ ہوت محمد علیہ الرحمتہ کو اطلاع ملی کہ استغراق ومحویت اور مجاہدات میں انہماک کی وجہ سے آپ کی خوراک کم ہو گئی ہے۔تو یہ سنتے ہی مرشد کامل خود فوراً چاچڑاں شریف پہنچے اور فرمایا کہ خورد ونوش ترک کرنے سے بھی کہیں فقر ملتا ہے۔مرشد کے حکم پر آپ نے خوراک پر توجہ دی مگر وہ بھی اتنا ہی ہوا کہ سلسلہ حیات برقرار رہے۔

ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا ذکر جہر پاس انفاس، حبس ہر سہ قسم، ذکر حدادی، برزخ کبیرہ مشاغل محمد یہ سمیت اذکار کی کئی قسمیں ہیں۔لیکن توجہات باطنی کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔برزخ شیخ کے ذکر کو جامع الاذکار تصور کرنا چاہیئے۔پھر فرمایا متقدمین حضرات کے دور میں فقر کے اٹھارہ مدارج مقرر تھے۔بعد میں انہیں مختصر کر کے تین کر دیا گیا۔

اوّل، فنافی الشیخ۔دوم، فنافی الرسول۔سوم، فنافی اللہ۔لیکن سلسلہ چشتیہ میں جملہ اسباب کا محور برزخ کو مقرر کیا گیا ہے۔لیکن اس کے سمجھنے کے لیے تعلیمات وتفہیمات شیخ کا ہونا ضروری ہے۔سالک جب تک شیخ کو مظہر ذات وصفات نہیں سمجھے گا مستفیض نہیں ہو نگے۔ یہ شرط مبتدأ بھی ہے اور منتہا بھی۔

نواب صادق محمد امیر ریاست کی نیازمندی ☆: نواب سر صادق محمد خان عباسی ابھی تک کسی سے بیعت نہ ہوئے تھے۔وہ کچھ عرصہ سے مختلف بزرگوں کو صادق گڑھ پیلس بلا کر ان اعمال صالحہ کا مطالعہ کرتے اور رخصت کر دیتے تھے۔نواب موصوف نے آپ کو پیغام دعوت بھیجا مگر چونکہ آپ مقصد دعوت سمجھتے تھے اور امراء سے تعلق قائم کرنے کو اچھا نہ جانتے تھے اس لیے انکار کر دیا۔مگر جب نواب صاحب کے معتمد خاص مولوی عبدالرحیم صاحب نے آپ سے دوبارہ اصرار کیا تو آپ بادل نخواستہ ڈیرہ نواب صاحب

تشریف لے گئے۔ اور ایک علیحدہ مکان میں آپ کو ٹھہرایا گیا۔

جب نواب صاحب تشریف لائے تو آپ نے ان پر کوئی خاص توجہ یا اہمیت نہ دی۔ نواب صاحب کچھ دیر وہاں بیٹھ کر واپس چلے آئے مگر اپنا دل وہاں بھول آئے۔ نواب صاحب کو آپ کا انداز فقر و ولایت بھا گیا۔ اور آپ کو اپنا سب کچھ سمجھ بیٹھے۔ اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر محبت و عقیدت کی وہ مثالیں قائم کیں۔ جو نواب صاحب کے جدامجد نے آپ کے جدامجد سے قائم کیں تھیں۔

زندگی کے آخری ایام میں جب آپ بیمار ہوئے تو نواب صاحب کے بار بار اصرار پر آپ بہاولپور علاج کے لیے تشریف لے آئے۔ کافی علاج معالجہ کرایا جتنی خدمت ایک محبّ صادق کر سکتا تھا نواب صاحب نے کی۔ مگر بات جو ہونی تھی وہ ہو کے رہی 2 صفر کو آپ دن کے وقت پلنگ سے نیچے آ کر لیٹ گئے۔ اور سامنے گلاب کے پھولوں کی کیاری تھی۔ پھول تڑوائے اور سونگھتے رہے اسی کیفیت میں وصال ہو گیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 2 صفر المظفر ۱۳۵۴ ہجری بمطابق ماہ مئی 1935ء کو ہوا۔

مزار پر انوار کوٹ مٹھن شریف ڈیرہ غازی خان میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

کوٹ مٹھن شریف کی حاضری کے موقع پر علامہ قاری غلام محمد چشتی خطیب اعظم راولپنڈی کے ہمراہ آپ کے دربار سے روحانی فیوض و برکات سمیٹنے کا موقع مالک کریم نے عطا فرمایا تھا۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خلیفہ صوفی احمد یار چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: واقف اسرار رموز شریعت' ترجمان حقیقت' عارف باللہ' حضرت خلیفہ صوفی احمد یار چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ صاحب تجرید وترک ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ماہ اپریل 1838ء کو ولی کامل حضرت محمد یار رحمتہ اللہ علیہ کے گھر قبہ چاند نہ کھچی تحصیل وضلع جھنگ میں ہوئی۔

آپ کا گھرانہ شروع سے مذہبی وروحانی گھرانہ رہا۔ آپ کے آباؤ اجداد شیخ الاسلام والمسلمین غوث العالم بہاؤالدین زکریا ملتانی' سہروردی علیہ الرحمتہ کے خدام اور اتالیق تھے بعد ازاں غوث بہاوالدین زکریا علیہ الرحمتہ کی اولاد کے بھی اتالیق رہے۔

آپ کے والد گرامی بھی اپنے وقت کے عظیم شیخ کامل اور صاحب علم وعرفان ولی کامل تھے تمام عمر خدا اور اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وغلامی میں گزاری خداوند کریم نے آپ کے خاندان کے بزرگوں کو علم وعرفان اور روحانیت کے فیضان کے علاوہ فن شہسواری کا ملکہ بھی عطا فرمایا تھا جس کی بدولت معاشرے میں اس خاندان کا بڑی بڑی با اثر شخصیتوں نے احترام کیا۔

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ پیر سید غلام حیدر علی شاہ صاحب چشتی نظامی جلالپوری علیہ الرحمتہ کے مرید وخلیفہ تھے اور بعد تکمیل مجاہدات اور سلوک ومعرفت کی منازل کی تکمیل کے انہی کے دست مبارک خرقہ خلافت اور اجازت پاکر صاحب ارشاد ہوئے آپ نے کچھ عرصہ اپنے دادامرشد شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین چشتی نظامی سیالوی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں رہ کر بھی استفادہ کیا۔

سیرت وکردار☆: آپ انتہا درجہ کے متقی و پرہیز گار پابند شریعت وطریقت اور سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے عظیم مبلغ اور ترجمان تھے۔ معاشرے میں آپ کا بلند مقام تھا عبادت وریاضت مجاہدہ سلوک میں کمال درجہ حاصل تھا طبیعت میں سخاوت وحلم حد درجہ کی تھی۔ مانگنے والا جو مانگتا عطا فرمادیتے تھے آپ کی تمام عمر یاد خدا اور ذکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گزری' تمام عمر توکل واستغنا میں گزاری جس کی وجہ سے مال ودولت اور دنیاوی دھندوں کی کبھی پرواہ نہ کی۔

آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ بزرگان دین کے مزارت کی حاضری اور وہاں پر چلہ کشی کر کے انکے روحانی فیوض وبرکات کے حصول

میں گزری۔ بزرگان دین کی خدمت' اور دین حق کی تبلیغ واشاعت آپ کا شغل خاص رہا اسی بناء پر آپ پر استغراق کا غلبہ رہتا تھا۔

شادی واولاد☆: آپ نے تین شادیاں کیں مگر اولاد نہ ہوئی بعد میں آپ نے پیر غلام علی سے قصیدہ بردہ شریف کی اجازت حاصل کی جس کے بعد آپ کو خداوند قدوس نے اپنے خاص فضل وکرم سے تین لڑکے جناب صفدر علی' ارشاد علی' شاہ سوار محمد انعام عطا فرمائے' جن سے آپ کا سلسلہ طریقت ونسب چلا آ رہا ہے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ایک سو برس کی عمر شریف میں ۱۳۵۶ھ بمطابق 1937ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار قصبہ چاندنہ کچھی تحصیل جھنگ میں مرجع خاص وعام ہے جہاں پر آج بھی سینکڑوں لوگ حاضری دے کر اپنے قلوب اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: مقرب بارگاہِ رسول کریم ﷺ متصرف بہ تصرفات، صاحب علم و عرفان و کشف و کرامات، وارث علوم حیدری، تاجدار گولڑہ فاتح قادیاں غوث زماں حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فخر السادات گیلانیہ، شہزادۂ غوث الوریٰ آفتاب و مہتاب ولایت غوثیہ ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۷۶ھ بمطابق ۱۸۵۹ء میں راولپنڈی سے 17 کلومیٹر دور گولڑہ شریف کے مقام پر ہوئی۔

آپ کے والد گرامی کا نام نامی اسم گرامی پیر سید نذر دین شاہ تھا۔ جو کہ مجذوب تھے۔ وہ راتوں کو گولڑہ شریف کے قلعہ کے آس پاس حق ہو کے نعرے لگاتے تھے۔ راستے میں چلتے وقت اُن کے آگے کوئی بسم اللہ کی صدائیں لگاتا تھا۔ آپ خاموش طبیعت فقیر تھے۔ کسی سے کلام نہ فرماتے تھے۔ لوگ بسا اوقات آپ کے بولنے کے منتظر رہتے تھے۔ آپ سیف زبان تھے۔ جو بھی آپ کی زبان ترجمان سے نکل جاتا وہ ہو کے رہتا۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سے قبل ہی خاندان کے بزرگوں کو بشارتیں ملنا شروع ہو گئیں تھیں۔ آپ کی ولادت سے چند روز قبل ایک مجذوب فقیر نے آپ کی خانقاہ کے باہر ڈیرہ ڈال دیا تھا۔ خانقاہ کے خادم اس کو کھانا پہنچاتے۔ تو وہ کھانا کھانے سے یہ کہہ کر انکار کر دیتا کہ ظالمو! میں کھانا کھانے نہیں بلکہ آنے والے کو سلام کرنے آیا ہوں۔

جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو وہ مجذوب فقیر بے تابانہ انداز میں حرم سرا کی ڈیوڑھی میں پہنچا اور ''پہلے میں، پہلے میں'' کی دیوانہ وار صدائیں دینے لگا۔ آپ کے والد گرامی نے لوگوں سے فرمایا یہ حقیقت ہے کہ پہلا حق بھی اسی کا ہے کہ بچے کی زیارت اسی کو کرائی جائے۔

چنانچہ بچے کو باہر لایا گیا۔ مجذوب نے عقیدت و محبت سے ''السلام علیکم یا مجدد یا ولی اللہ'' کہہ کر بچے کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اور الحمد اللہ کہہ کر واپس چلا گیا۔ پھر دوبارہ کسی کو نظر نہ آیا۔ آپ کا پیدائشی نام نامی مہر منیر ہے۔ مگر آپ نے سید مہر علی شاہ کے نام سے شہرت پائی۔

ولادت سے پہلے آپ کے والد گرامی کی کیفیت ☆: آپ کے والد گرامی پیر سید نذر دین شاہ قادری رحمۃ اللہ

علیہ فرماتے ہیں کہ جس وقت سید مہر علی شاہ میرے صلب میں تھے تو میری طبیعت میں اس قدر ہیجان اور بے قراری ہوا کرتی تھی۔ کہ ایک پل بھی مجھے چین نہ ملتا تھا۔ ساری ساری رات عبادت گذاری میں بسر ہو جاتی تھی۔ پورے قصبہ میں جتنی مساجد تھیں۔ کبھی ان میں پانی بھرنا شروع کر دیتا۔ مگر سکون میری طبیعت سے کوسوں دور تھا۔ کبھی نوافل کا اہتمام شروع کر دیتا۔ کبھی اوراد و وظائف میں رات گذر جاتی۔ کبھی روزے رکھتا جن کی تعداد کا شمار ہی نہیں۔ مگر عشق الٰہی کی ایک حدت تھی۔ جو مجھے اندر ہی اندر جلا رہی تھی اور یہ خدا کا طالب اس کی طلب میں جان جان آفرین کے سپرد کرنے کو بے قرار تھا۔

تعلیم و تربیت ☆: حضور تاجدار گولڑہ کی عمر شریف ابھی ۴ سال ہی تھی کہ آپ کی ابتدائی تعلیم کا آغاز ہو گیا۔ ابتدائی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ کو عربی فارسی اور صرف و نحو کی تعلیم ہزارہ کے ایک عالم دین مولانا غلام محی الدین نے دی تھی۔ کافیہ کے علوم بھی آپ نے مولانا غلام محی الدین سے ہی حاصل کئے تھے۔

آپ کی ذہانت میں اس قدر تیزی تھی کہ جو سبق ایک روز پڑھتے وہ اگلے روز ازبر ہوتا۔ اسی طرح قرآن کریم بھی آپ نے بہت جلد حفظ کر لیا تھا۔ ایک روز آپ کے اُستاد مولانا غلام محی الدین نے آپ کی روحانیت اور فراست کو آزمانے کے لئے ایک ایسی کتاب جس کی کچھ عبارت کرم خوردہ تھی۔ اس کو پڑھنا اور اس کے متعلق اندازہ لگانا عام آدمی کے لئے بہت مشکل تھا۔

مولانا غلام محی الدین نے وہ کتاب آپ کو دی اور کہا کہ یہ کرم خوردہ صفحات کی عبارت کل تمہیں صحیح یاد ہونی چاہیے۔ ورنہ سخت سزا دی جائے گی۔ آپ نے وہ کرم خوردہ عبارت اور صفحات اگلے روز مولانا غلام محی الدین کو زبانی سنا دیئے۔ مولانا سُن کر حیران تو بہت ہوئے مگر اپنی تسلی کے لئے وہ کتاب لے کر راولپنڈی ایک مدرسے میں گئے۔ وہاں سے اصل کتاب میں سے کرم خورہ عبارت اور صفحات کو دیکھ کر انگشت بدنداں ہو گئے کہ عبارت بلفظہٖ وہی تھی جو کہ گولڑے کے تاجدار نے سنائی تھی۔

اُس روز کے بعد مولانا غلام محی الدین مرحوم نے آپ کو پڑھانے سے معذرت کرتے ہوئے آپ کے والد گرامی سے عرض کیا۔ کہ عرش کی طرف پرواز کرنے والے شاہین کو ایک مولا کیا تعلیم دے سکتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے بھوئی گاڑ کے مقام پر مولانا محمد شفیع قریشی علیہ الرحمۃ کی درس گاہ میں داخل ہو کر منطق اور نحو کی تعلیم حاصل کی۔ دوران تعلیم آپ کے زہد تقوے کا یہ حال تھا کہ آپ اکثر روزے سے رہتے تھے۔ گھر سے ملنے والے جیب خرچ کو اپنے ساتھی طلباء میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ آپ نے ہندوستان کی اعلیٰ درس گاہوں سے علم حاصل کیا۔ اور کمال کے درجے کو پہنچے۔ آپ کے زمانے میں آپ کا ثانی ناممکن تھا۔ بڑے بڑے الجھے ہوئے مسائل کا فوری حل فرما دینا یہ آپ کو خداداد نعمت حاصل تھی۔

دوران تعلیم قصیدہ غوثیہ کے عامل سے ملاقات ☆: جس زمانے میں آپ مولانا سلطان محمود علیہ الرحمۃ کے درس میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اُن سے ملنے کے لئے قصیدہ غوثیہ کے ایک عامل تشریف لائے۔ تمام طلباء ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ مگر آپ اپنی جگہ پر بیٹھے رہے۔ یہ دیکھ کر قصیدہ غوثیہ کے عامل کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا کہ میں قصیدہ غوثیہ پڑھوں تو جب اٹھو گے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تم قصیدہ پڑھو میں قصیدے والے کو بلاتا ہوں۔

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ تمام طلباء اور مولانا سلطان محمود علیہ الرحمۃ نے دیکھا کہ اُس عامل کو غش پڑ گیا۔ اور بے ہوش ہو کر گر گیا۔ آپ کے اُستاد مولانا سلطان محمود علیہ الرحمۃ نے جب یہ ماجرا دیکھا تو فرمایا کہ آپ شرعی درسگاہ کے طالب علم ہیں۔ شرعی حدود سے تجاوز نہ کیا کریں۔

استاد محترم کی نصیحت سننے کے بعد آپ نے اپنا سر ندامت سے جھکا یا۔ اور ساتھ ہی اُستاد محترم سے عرض کیا کہ آپ بھی ایسے شعبدہ بازوں کو یہاں آنے سے روکیں۔

ولیہ خاتون کی پیشن گوئی ☆: ایک مرتبہ آپ کے اُستاد مولانا سلطان محمود علیہ الرحمۃ کسی سفر کیلئے روانہ ہوئے وہ خود تو گھوڑے پر سوار تھے۔ جبکہ تاجدار گولڑہ ان کے گھوڑے کی لگا میں پکڑ کر آگے آگے چل رہے تھے۔ راستے میں ایک مقام پر سلطان العارفین حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ کی ایک مریدہ جو کہ انتہائی متقی پرہیز گار عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔ نے جب یہ منظر دیکھا تو مولانا سلطان محمود سے فرمایا کہ تمہیں اس شہزادے کے مرتبہ کا علم نہیں۔ وگرنہ تم یوں گھوڑے پر سوار ہو کر لگا میں اس کے ہاتھ میں نہ تھماتے۔ انہوں نے فرمایا کہ مولوی سلطان محمود علیہ الرحمۃ ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ جب یہ شہزادہ گھوڑے پر سوار ہوگا اور تم اس کے پیچھے بھاگو گے۔

چنانچہ اس عفیفہ اور متقیہ خاتون کی یہ پیشن گوئی درست ثابت ہوئی کہ تاجدار گولڑہ پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ جب روحانیت اور سلوک کی تمام منزلیں طے کر چکے تو دور دور تک آپ کے علم وعمل، فضل وکمال اور ولایت کے چرچے تھے۔ آپ گھوڑے پر سوار عرس مبارک میں شرکت کے لئے تشریف لے جا رہے تھے کہ مولانا سلطان محمودؒ نے آپ کے گھوڑے کے پیچھے دوڑنا شروع کیا کافی دور جا کر آپ کو جب علم ہوا کہ استاد محترم مولانا سلطان محمودؒ گھوڑے کے پیچھے دوڑے چلے آرہے ہیں۔ تو فوراً گھوڑے کو روکا اور نیچے اترنے کی کوشش کی تو آپ کے استاد محترم مولانا سلطان محمود علیہ الرحمۃ نے حکم دیا کہ اگر آپ گھوڑے سے اُترے تو میں آپ کو اپنی شاگردی سے خارج کر دوں گا۔

چنانچہ اُستاد کا فرمان سن کر آپ مجبوراً گھوڑے پر سوار رہے۔ اس طرح مولانا نے اس واقعہ کی تلافی کی۔ کہ جب ان کے گھوڑے کی لگام تاجدار گولڑہ تھام کر چلتے تھے۔

حصول علم کے لئے کان پور روانگی ☆: آپ جس زمانے میں حصول علم کے لئے کان پور مولانا احمد حسن محدث علیہ الرحمۃ کے پاس تشریف لے گئے۔ مولانا اُن دنوں حج بیت اللہ کے لئے ہندوستان سے حجاز کی طرف روانہ ہونے کی تیاری کر رہے تھے۔ آپ کی عمر شریف اس وقت صرف ۱۰ برس تھی۔ آپ نے جب دیکھا کہ مولانا احمد حسن محدث علیہ الرحمۃ حج کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں۔ تو آپ علی گڑھ تشریف لے گئے۔ وہاں مولانا لطف اللہ علیہ الرحمۃ کے مدرسے میں داخلہ لیا اور بقیہ تعلیم وہیں پر مکمل کی۔ مولانا احمد حسنؒ جب حج بیت اللہ سے واپس تشریف لائے تو انہیں اس بات کا شدید احساس ورنج تھا کہ گولڑے کے تاجدار کی استادی کا شرف حاصل نہ کر سکا۔ اسی احساس محرومی میں کافی دن گذر گئے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں بھی سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا استاد ہوتا تو

میری بھی بخشش کا سامان بن جاتا۔ مگر میری قسمت میں ایسا نہ تھا۔

اسی غم میں آپ ایک مرتبہ زبدۃ الانبیاء حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمۃ کے آستانہ عالیہ پر پاکپتن شریف تشریف لے گئے۔ تو وہاں پر پہلے سے موجود حضرت پیر سید مہر علی شاہ کو دیکھ کر بہت پرتپاک طریقہ سے ملے اور بہت خوش ہوئے۔ آپ بھی مولانا احمد حسن محدث علیہ الرحمۃ کو دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ وہاں پر بھی مولانا احمد حسن علیہ الرحمۃ نے دوران گفتگو کہا کہ کاش آپ کی اُستادی مجھے حاصل ہو جاتی اور میں بھی آپ کی دعاؤں اور تلطف میں شامل ہوتا۔

مولانا احمد حسن محدث کانپوری علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد بھی اکثر و بیشتر آپ اپنی محافل میں اُن کا تذکرہ کرتے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ مولانا احمد حسن جیسا انسان اب اس دنیا میں نہیں آسکتا۔ یہ فرما کر آپ آبدیدہ ہو جایا کرتے تھے۔

بیعت وخلافت ☆: ۱۲۹۳ھ بمطابق ۱۸۷۶ء میں آپ ظاہری تعلیم سے فارغ ہو کر مرشد کامل کی تلاش میں نکلے۔ مختلف مقامات کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے بالآخر سیال شریف میں حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کے مرید و خلیفہ اور جانشین شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے مرید ہوئے۔ بیعت کے بعد پیر کامل نے جلد ہی خلافت عطا فرما کر آپ کو سرفراز فرمایا۔

بیعت سے متعلق ایک سوال ☆: حضرت تاجدار گولڑہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور آپ سید زادے اور آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ مگر بیعت آپ نے جٹ گھرانے کے مرشد سے کی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ یہ سادات کی توہین کے مترادف نہیں ہے؟ یہ سن کر گولڑے کے تاجدار مسکرا دیئے۔ اور فرمایا کہ جٹ کے سبز کھیت اپنی ہریالی کی وجہ سے مجھے اپنی طرف کھینچ کر لے گئے۔ جٹ کے پاس کچھ تھا۔ تب ہی سید زادے نے اس کی غلامی قبول کی ہے۔ یہ سن کر معترض خاموش ہو گیا۔

شادی وازدواجی زندگی ☆: ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل کے بعد جب آپ گولڑہ شریف پہنچے تو والدین نے فوراً آپ کی شادی کر دی۔ مگر شادی کے بعد جلد ہی آپ پر جذب کا عالم طاری ہو گیا۔ دوران نماز اوراد و وظائف عبادت و ریاضت کے دوران گفتگو آپ پر رقت طاری ہو جاتی اسی حالت میں آپ ننگے پیر اپنی خانقاہ سے نکل کر جنگل کی طرف چلے جاتے۔ اکثر اوقات کئی کئی مہینے گھر واپس تشریف نہ لاتے۔

اسی دوران آپ آگرہ، دہلی، کلیر شریف سرہند شریف اور ہندوستان کی دیگر زیارت مقدسہ پر حاضری دیتے ہوئے جب والی ہند شہنشاہ ولایت عطائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواجہ خواجگان حضرت خواجہ سید محمد معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے دربار گوہر بار میں پہنچے تو حضور غریب نواز نے آپ پر خصوصی توجہ فرماتے ہوئے آپ کو اسرار رموز کی غیبی تعلیم بھی دی اور حجاب کے پردے بھی اُٹھا دیئے۔

حضور خواجہ غریب نواز کی بارگاہ میں حاضری کے بعد آپ نے حجاز مقدس کے لئے اپنے سفر کا آغاز کیا۔ وہاں پر پہنچنے کے بعد آپ نے حج بیت اللہ ادا کیا۔ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں زیارت روضۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچے اور کافی عرصہ

مقیم رہے۔

مدینے کے تاجدار کی زیارت ☆: ایک روز وادی حمرأ میں ڈاکوؤں کے خوف سے آپ نے عشاء کی سُنتیں بوجہ مجبوری موقوف کردیں۔ تورات کو شہنشاہ کونین باعث تخلیق کائنات مالک ارض وسماء نبی کریم روف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت سے مشرف ہوئے۔ مدینے کے تاجدار کو دیکھ کر طبیعت میں حیرانگی پیدا ہوئی کہ سرکار مدینہ علیہ سلام نے آپ پر نظر کرم نہیں فرمائی بلکہ ناراضگی کا اظہار نمایاں نظر آتا ہے۔ آپ نے سرکار ابد قرار کی بارگاہ بے کس پناہ میں عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا وجہ ہے کہ آج آپ ناراض معلوم ہو رہے ہیں مجھ سے کیا بے ادبی ہوگئی جواب میں سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مہر علی جب تم نے میری سُنتیں ترک کردیں۔ تو لطف وکرم کا مطالبہ کیسا؟ تاجدار گولڑہ فرماتے ہیں کہ جب میری آنکھ کھلی تو فوراً عشاء کی نماز دوبارہ مکمل ادا کی۔

حاجی امداداللہ مہاجر مکی سے ملاقات ☆: مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ واپسی پر آپ کی ملاقات برصغیر کے معروف صوفی بزرگ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ سے ہوئی۔ آپ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران اکثر و بیشتر حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حجاز مقدس میں قیام کا ابھی آپ کا پروگرام کافی طویل تھا کہ حاجی امداداللہ صاحب نے آپ کو ہندوستان واپسی کے لئے فرمایا اور کہا کہ آپ کی ضرورت یہاں نہیں بلکہ ہندوستان میں ہے۔ اس لئے کہ ہندوستان میں ایک فتنہ اُٹھنے والا ہے جس کی سرکوبی آپ کے ہاتھوں ہوگی۔ مکہ مکرمہ سے روانہ کرنے کے وقت حاجی امداداللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ نے آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کی دستار خلافت بھی عنایت فرمائی۔

گولڑے شریف کی واپسی ☆: حجاز مقدس سے جب آپ گولڑے شریف پہنچے۔ تو ہر وقت آپ کے آستانہ عالیہ پر مخلوق خدا کا اژدھام رہنے لگا اور دور دور سے لوگ آتے۔ ملاقات وزیارت کرتے اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرتے۔ روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں مریض آتے اور خدا کی رحمت سے شفایاب ہو کر واپس جاتے۔

فاتح قادیان کا اعزاز ☆: آپ مخلوق خدا کی رشد وہدایت میں مصروف تھے کہ پورے ملک میں قادیانی فتنہ کی آوازیں آنے لگی۔ پورے برصغیر و پاک وہند میں مرزا غلام احمد قادیانی کذاب نے اعلان نبوت کر کے مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کی ناپاک کوشش کی۔ مرزا قادیانی نے اسلام دشمنی میں طرح طرح کے حیلے بہانے اختیار کئے۔ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ اور حضرت تاجدار گولڑہ پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو مناظرے کا چیلنج کیا۔

آپ نے مرزا قادیانی کو جواباً فرمایا کہ تو میرے ساتھ کیا مناظرہ کرے گا۔ اگر تو سچا ہے تو آ ہم دونوں جلتے ہوئے تندور میں چھلانگ لگاتے ہیں۔ جو سچا ہوگا بچ جائے گا۔ جو جھوٹا ہوگا وہ جل کر مرجائے گا۔ مرزا قادیانی آپ کا یہ جواب سُن کر راہ فرار اختیار کر گیا۔ اسی طرح لاہور میں انجمن اسلامیہ کے ہال میں مناظرہ طے ہوا۔ جس میں حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ علیہ الرحمۃ محدث علی پوری جیسے اکابرین ملت موجود تھے۔ مگر مرزا قادیانی وہاں بھی وقت طے ہونے کے باوجود نہیں پہنچا۔

چنانچہ مغرب کی نماز تمام علمائے اہل سُنت ومشائخ عظام نے اکٹھے ادا کی۔ اور نماز کے بعد دعا کرتے ہوئے تاجدار گولڑہ پیر سید

مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ کہ اے اللہ ہم سب تیرے دین اور تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کی خاطر یہاں اکٹھے ہوئے صبح سے اب تک اس جھوٹے اور کذاب مدعی نبوت کا انتظار کیا۔ مگر وہ نہ آیا۔ اے اللہ اب معاملہ تیرے سپرد ہے اس کذاب کو اپنے منطقی انجام تک پہنچا۔ اس دُعا کے فوراً بعد آپ نے فرمایا کہ لوگو سُن لو۔ مرزا قادیانی کی موت انتہائی ذلت آمیز اور غلاظت میں ہوگی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اسی رات مرزا کو پیٹ کی تکلیف ہوگئی، اور بار بار بیت الخلا میں جارہا تھا کہ اس بے ایمان کو خُدا نے اسی رات بیت الخلاء میں انتہائی ذلت آمیز موت دی جو کہ مرزا کے پیروکاروں کے لئے رہتی دنیا تک باعث عبرت ہے۔ ادھر آپ نے بددُعا کی اور ادھر پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمۃ نے اعلان کیا کہ لاہور والو کل کا سورج نکلنے سے پہلے مرزا اپنے انجام کو پہنچ جائے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ردقادیانیت کے لئے تاجدار گولڑہ کی خدمات انتہائی درجہ کی ہیں۔ جس کی مثال ونظیر ناممکن ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے بہت سی کتابیں اور رسالے لکھے۔ جن میں سیف چشتیائی اور ایک رسالہ شمس الھدیٰ مقبول عام ہیں۔ آج بھی علمائے اہل سنت کے علاوہ مختلف مکاتب فکر کے لوگ ان ہی کتابوں سے استفادہ کرتے ہیں۔ اور انہی کتابوں کے حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔

بابا غلام فرید کی حاضری☆: سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ایک بزرگ کے مرید بابا غلام فرید جو کہ معماروں کا کام کرتے تھے۔ اُنھیں بزرگوں، پیروں، فقیروں، درویشوں سے ملاقات اور ان کی زیارت کرنے اور بزرگوں کی کرامات دیکھنے کے علاوہ ذاتی تجلی کا بھی شوق تھا۔ انہوں نے اپنے مرشد سے تحریری طور پر اجازت لے رکھی تھی کہ میں کسی بھی بزرگ کی خدمت میں جاسکتا ہوں اس سلسلہ میں انہوں نے کسی صاحب کمال ہستی کی تلاش میں کئی سال جنگلوں ویرانوں بیابانوں شہروں اور قصبوں میں گذار دیئے۔

ایک روز حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری لاہوری علیہ الرحمۃ کے مزار فیض انوار پر چلہ کش تھے۔ کہ ان کی ملاقات ایک گیسو دراز خوش پوش خوبصورت بزرگ سے ہوئی۔ اور اسی طرح بار بار خواب میں انہی باکمال بزرگ کی زیارت ہوتی رہی۔ مگر یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ بزرگ کس مقام پر جلوہ گر ہیں۔ اسی پریشانی میں کافی دن گذر گئے کہ ایک دن حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے مزار پر حاضر تھے کہ ایک بزرگ تشریف لائے۔ انہوں نے بابا غلام فرید سے کہا کہ گولڑے شریف کے مقام پر ایک بزرگ ہیں۔ جو ذاتی تجلی کرانے پر قادر ہیں۔ لہٰذا گولڑے شریف چلے جاؤ تمہارا گوہر مقصود تمہیں مل جائے گا۔

چنانچہ بابا غلام فرید مژدۂ جان فزاں سن کر فوراً وہاں سے گولڑے شریف کی جانب چل دیئے۔ گولڑے شریف پہنچ کر کیا دیکھا کہ جس بزرگ کی بار بار زیارت کرائی جارہی تھی وہ بزرگ تو یہاں تشریف فرما ہیں۔ دیکھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی۔ بڑے شوق وولولے کے ساتھ حضور تاجدار گولڑہ کی خدمت میں حاضری دی۔ حضور تاجدار گولڑہ نے جب اپنی نگاہ بابا فرید غلام فرید پر ڈالی۔ تو بیہوش ہوکر زمین پر گر گیا اور مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگا۔

آپ کے آستانہ پر بیٹھے ہوئے خدام نے بابا غلام فرید کو سہارا دینا چاہا اور پکڑنے کی کوشش کی۔ تو آپ نے منع فرمایا اور فرمایا کہ اس کو ایسے ہی تڑپنے دو۔ دو روز کے بعد خدام نے عرض کیا۔ حضور اس کی حالت دیدنی اور قابل رحم ہے۔ اب معاف فرمادیجئے۔ تو آپ

نے فرمایا کہ اچھا جاؤ بابا غلام فرید سے کہہ دو کہ اگر ورد وظائف سے تمہاری تسلی نہیں ہوتی تو پھر ۴۰ یوم کا روزہ رکھو۔ بابا غلام فرید نے سوچا کہ چلو تڑپ تو رہا ہوں۔ چالیس یوم کا روزہ رکھوں گا۔ بھوک پیاس کی وجہ سے دم تو نکل ہی جائے گا اور جان کی خلاصی ہو جائے گی۔

چنانچہ اسی طرح آپ کے فرمان کے مطابق بھوک پیاس برداشت کرتے ہوئے کئی روز گذر گئے ایک دن اچانک تاجدار گولڑہ نے اپنے خادم خاص سے فرمایا کہ بابا غلام فرید کو بلاؤ جب خدام بابا غلام فرید کو لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ بابا غلام فرید تمہارے لئے خوشخبری ہے کہ تمہیں مبارک ہو تمہارا کام ہو گیا ہے۔ اب روزہ افطار کر لو۔ چنانچہ بابا غلام فرید نے روزہ افطار کر لیا اور اس کے بعد ورد وظائف میں مشغول رہنے لگا اور ہر وقت ایک چادر میں اپنے آپ کو لپیٹے رکھتے۔

کچھ عرصہ بعد بابا غلام فرید کو حج بیت اللہ پر جانے کا حکم ملا۔ حکم ملتے ہی حج پر چلے گئے۔ مگر واپسی پر حضرت تاجدار گولڑہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے مرشد آپ یہاں بھی میرے ساتھ اور نظروں کے سامنے تھے۔ اور وہاں بھی میرے سامنے رہتے تھے۔ تو پھر مجھے اپنی شان دکھانے کیلئے اتنی دور کیوں بھیجا۔ اس بوڑھے کو اپنے قدموں میں ہی رہنے دیتے۔ یہ سن کر تاجدار گولڑہ مسکرا دیئے۔ اور بابا غلام فرید پر خصوصی نگاہ کرم ڈالی۔ اور دعا سے سرفراز فرمایا۔

مریدوں کے سامان کی حفاظت اور نگہبانی ☆: پشاور سے ایک پٹھان گولڑہ شریف میں آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ اور عرض کرنے لگا۔ حضور مجھے اپنی غلامی میں لے لیں۔ میں آپ کا مرید ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا خان صاحب ابھی کچھ انتظار کرو۔ اور جب تک آپ کیلئے کوئی حکم نہیں آ جاتا۔ آپ مسجد کی خدمت کریں۔

چنانچہ حکم ملنے کے بعد خان صاحب نے مسجد کی خدمت کا فریضہ سرانجام دینا شروع کر دیا۔ ۳، ۴ ماہ کے بعد خان صاحب دوبارہ حضور تاجدار گولڑہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر عرض کیا۔ حضور مجھے بیعت فرمالیں۔ حضور تاجدار گولڑہ نے کچھ دیر سکوت فرمایا اور کہا کہ خان صاحب ابھی مزید انتظار کرو۔ خان صاحب پھر انتظار میں لگ گئے۔

ایک رات اعلیٰ حضرت تاجدار گولڑہ نے اس پٹھان کو طلب فرمایا اور فرمایا کہ خان صاحب ایک کدال ساتھ لے لو اور میرے ساتھ چلو، پٹھان نے کدال لی اور آپ کے ساتھ چل دیا۔ ایک گاؤں میں پہنچ کر حضور پیر مہر علی شاہ ایک مکان کے قریب جا کر رک گئے اور پٹھان سے فرمایا کہ خان صاحب اس مکان کو نقب لگاؤ۔ خان صاحب یہ حکم سنتے ہی پہلے تو بڑے حیران و پریشان ہوئے اور پھر خاموشی سے تعمیل ارشاد کی خاطر نقب لگائی۔ پھر مکان کے اندر داخل ہو کر آپ نے پٹھان سے فرمایا کہ خان صاحب اس گھر میں جتنے صندوق ہیں ۔سب کی تلاشی لو اور ان میں جتنی قیمتی پارچات زیورات نقدی اور قیمتی اشیاء موجود ہیں۔ سب نکال کر گٹھڑی باندھ لو۔

خان صاحب نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے تمام سامان باندھا اور لے کر واپس آپ کے ساتھ گولڑے شریف آ گئے۔ آپ نے فرمایا، خان صاحب یہ تمام سامان میرے حجرے میں رکھ دو۔ پٹھان نے تمام مذکورہ سامان آپ کے حجرے میں رکھ دیا۔ مگر پٹھان کی کیفیت بڑی عجیب تھی۔ طبیعت انتہائی پریشان اور خوف زدہ تھی اور دل ہی دل میں کہنے لگا شکر ہے۔ خدا کا کہ میں نے اس پیر کی بیعت نہیں کی۔ اس شخص نے تو چوری کا کام بھی شروع کر رکھا ہے۔ پٹھان پر اس قدر خوف طاری تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں اس چوری میں میرا

نام بھی نہ آئے۔ مجھے تو یہاں سے بھاگ جانا چاہیئے۔ کسی سے ذکر نہ کیا۔ مگر خاموش رہا۔

اسی اڈھیڑ بن میں تھا کہ ایک روز کچھ لوگ دربار شریف میں آئے اور حضرت تاجدار گولڑہ کے پاس آکر رونے چیخنے چلانے لگے اور عرض کرنے لگے۔ حضور ہم کسی کام کی غرض سے اپنے مکان کو تالا لگا کر گاؤں سے باہر گئے ہوئے تھے۔ ہمارے جانے کے بعد گاؤں میں ڈاکہ پڑا۔ ڈاکو پورے گاؤں کے لوگوں کا سامان لوٹ کر لے گئے۔ اور ہمارا تمام سامان بھی چوری کر کے لے گئے۔ حضور ہماری بیٹی جوان ہے۔ ہم نے بڑی مشکل سے اس کی شادی کا سامان اکٹھا کیا تھا۔ اب شادی بھی نزدیک آگئی ہے۔ جب کہ تمام سامان ڈاکو لے گئے۔ اب ہمارا کیا بنے گا۔

آپ نے پوری بات سننے کے بعد پٹھان کو بلایا اور فرمایا کہ خان صاحب میں نے اپنے حجرے میں رکھنے کے لئے آپ کو کچھ سامان دیا تھا۔ وہ لے آؤ۔ جب وہ سامان لایا گیا اور کھولا گیا تو وہ مرید دیکھ کر حیران ہو کر خوشی کے مارے کہنے لگے۔ حضور یہ ہمارا ہی سامان ہے۔ آپ کے پاس کیسے پہنچا آپ نے فرمایا کہ وہ مرشد کیسا مرشد ہے جو مریدوں کی خبر نہ رکھتا ہو۔ مجھے باطنی طور پر جب معلوم ہوا کہ تمہارے گاؤں میں ڈاکو ڈاکہ ڈالیں گے۔ تو میں خود تمہارے مکان پر پٹھان کو لے کر گیا اور نقب لگا کر تمام قیمتی سامان نکال لیا۔ ہمارے بعد ڈاکوؤں نے گاؤں میں ڈاکہ ڈالا اور تمہارا نقب زدہ مکان دیکھ کر انہوں نے اس کی طرف نگاہ بھی نہ کی۔ جس کی وجہ سے تمہارے گھر کا سارا سامان محفوظ پڑا رہا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ہماری ذمہ داری تھی کہ ہمارے مرید گھر پر نہ ہوں تو ان کے سامان کی حفاظت کرتے۔

چنانچہ قیمتی سامان ہم لے آئے جو کہ تمہاری امانت ہے لے جاؤ۔ خان صاحب یہ تمام ماجرا دیکھ کر بہت پشیمان اور حیران ہوئے خان صاحب کی کیفیت دیکھ کر حضور تاجدار گولڑہ نے فرمایا کہ خان صاحب تمہارا یقین متزلزل تھا۔ اسی لئے ہم آپ کو اپنی بیعت میں لینے کے لئے تامل سے کام لیتے رہے اور یہ واقعہ بھی آپ کے یقین اور اعتقاد کو پختہ کرنے کے لئے تھا۔ پٹھان آپ کے قدموں میں گر گیا۔ اور زار و قطار رونے لگا اور معافی مانگنے لگا۔ آپ نے اس کو معاف فرما کر بیعت فرما لیا۔

راہزن سے راہبر تک ☆: ایک مرتبہ گولڑے کے تاجدار اپنے استاد محترم مولانا لطف اللہ علیہ الرحمۃ اور چند مستورات کے ہمراہ بیل گاڑی پر سوار ہو کر سفر پر جا رہے تھے کہ راستے میں ڈاکوؤں نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا اور وہ لوگوں کو لوٹ رہے تھے۔ جب آپکا قافلہ ڈاکوؤں کے قریب پہنچا تو انہوں نے سامان اور مال و زر طلب کیا۔ آپ نے ڈاکوؤں کے سردار سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ مستورات بھی ہیں۔ آپ ایک طرف ہو جائیں ہم تمام مطلوبہ سامان آپ کو خود ہی دے دیں گے۔

چنانچہ آپ نے تمام مطلوبہ سامان اور مستورات سے زیور اتروا کر ڈاکوؤں کو دے دیئے۔ جب ڈاکو چلے گئے۔ تو قافلہ میں شامل ایک عورت کہنے لگی کہ میں نے کس طرح اپنا زیور ڈاکوؤں سے بچا لیا ہے۔ جب آپ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ بہت ناراض ہوئے اور کسی سے کہہ کر وہ زیور اس عورت سے اتروا کر خود ان ڈاکوؤں کا تعاقب کرتے ہوئے ان کے پیچھے گئے۔ اور ڈاکوؤں کے سردار کو آواز دے کر کہا کہ بھئی وعدہ خلافی ہوگئی ہے۔ جس کیلئے تمہارے پیچھے مجھے آنا پڑا ہے۔ معافی چاہتا ہوں کہ ایک عورت نے زیور چھپایا تھا وہ

دینے آیا ہوں۔ آپ کے زبان ترجمان سے یہ الفاظ سنتے ہی ڈاکوؤں کا سردار تائب ہو کر آپ سے معافی چاہنے لگا۔ تمام لوٹا ہوا سامان آپ کو واپس کیا اور آپ کے دست حق پرست پر پورے گروہ سمیت بیعت ہو گیا۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے راہزنی سے تائب ہو گیا۔

تسبیح کا کمال ☆: تاجدار گولڑہ حضور پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف کے اسٹیشن پر ہاتھ میں تسبیح لئے گھوم رہے تھے کہ اسٹیشن پر گاڑی آ کر رکی۔ گاڑی میں سوار ایک انگریز نے جب آپ کے چہرہ انور کو دیکھا تو آپ کے جمال جہاں آرا کو دیکھ کر نہ رہ سکا۔ فوراً گاڑی سے اُترا اور آپ کے پاس آ کر کہنے لگا۔ بابا جی یہ آپ کے ہاتھ میں کیا ہے۔

آپ نے ایک لمحہ کیلئے سکوت فرمایا اور پھر اس کے گلے میں پڑے ہوئے پستول کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ کیا ہے انگریز کہنے لگا۔ بابا جی یہ میرا ہتھیار ہے آپ نے اپنی تسبیح کی طرف اشارہ کر کے انگریز سے فرمایا کہ یہ میرا ہتھیار ہے۔ انگریز کہنے لگا بابا جی یہ کس کام آتا ہے اور آپ کو یہ ہتھیار کس نے دیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ ہتھیار شہنشاہ بغداد حضرت گیارہویں والے پیر نے دیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے انگریز کی پستول پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ تمہیں یہ ہتھیار کس نے دیا ہے اور کس کام آتا ہے۔ انگریز کہنے لگا۔ بابا جی مجھے یہ ہتھیار انگریز حکومت کے وائس لینڈ لاٹ مارٹن نے دیا ہے۔ اور حضور تاجدار گولڑہ کی توجہ اپنی طرف کر کے کہنے لگا۔ بابا جی سامنے درخت پر پرندہ بیٹھا ہوا ہے۔ یہ کہہ کر اس کے اس پستول میں گولی بھری اور فائر کھول دیا۔

پستول کی گولی ہواؤں فضاؤں کو چیرتی ہوئی اس پرندے کے سینے پر لگی اور وہ نیچے آ گرا اور مر گیا۔ اس کے بعد انگریز نے کہا دیکھا بابا جی آپ نے میرے ہتھیار کا کمال کہ ابھی زندہ تھا۔ ابھی مر گیا اس کا جواب سن کر تاجدار گولڑہ اس پرندے کے قریب گئے اور اپنی درود شریف والی تسبیح مردہ پرندے پر رکھ دی وہ پرندہ زندہ ہو گیا اور اُڑ کر درخت پر بیٹھ کر چہکنے لگا۔ اس کے بعد آپ نے انگریز سے فرمایا کمال یہ نہیں کہ زندہ کو مار دیا جائے۔ بلکہ کمال یہ ہے کہ مردہ کو زندہ کر دیا جائے۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر وہ انگریز بہت نادم ہوا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو گیا۔

گھوڑے سمیت دریا سے گذرنا ☆: حضور تاجدار گولڑہ دریا کے کنارے عبادت الٰہی اور ذکر وفکر میں مشغول تھے کہ آپ کے پاس ایک گھوڑا سوار آیا اور عرض کیا۔ حضور کیا میں اس دریا سے اسی طرح گذر جاؤں آپ نے فرمایا کہ اللہ پر توکل کر کے گذر جاؤ جب وہ گھوڑے سمیت دریا سے گذرنے لگا۔ تو کچھ دیر بعد آپ کو وہ نظر نہ آیا۔ آپ نے فوراً اپنا منہ بغداد شریف کی طرف کیا اور عرض کیا یا غوث الاعظم میں اس کو کہہ بیٹھا ہوں کہ گھوڑے سمیت اسی طرح پار ہو جا۔ اب میری لاج آپ کے ہاتھ میں ہے۔ دستگیری فرمایئے۔ شہنشاہ بغداد کی بارگاہ میں استغاثہ کرنے کے بعد جب آپ نے دریا کی طرف دیکھا تو وہ گھوڑا سوار دریا کے دوسرے کنارے کھڑا ہوا تھا۔

نجدی ٹولے کا جنازہ ☆: ایک مرتبہ منکرین ولایت نجدی وہابیوں کے گروہ کے چند افراد جو کہ گولڑہ شریف کے قریب ہی کسی جگہ کے رہنے والے تھے مل بیٹھے اور چہ مگوئیاں کرنے لگے کہ یہاں پر دور دور سے لوگ آتے ہیں اور جو بھی ہمیں ملتا ہے وہ یہی کہتا ہے کہ ہم تاجدار گولڑہ پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو سلام کرنے آئے تھے۔ کوئی کہتا ہے کہ ہم زیارت کرنے آئے تھے کوئی علاج

کیلئے آتا ہے کوئی دعا کیلئے آخر ہم بھی اسی بستی کے رہنے والے ہیں۔ ہمیں کوئی سلام نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی ہمیں ملنے کو آتا ہے۔ آخر معلوم یہ کرنا چاہیئے کہ ان کے پاس کچھ ہے بھی یا ویسے ہی کھیل رچایا ہوا ہے۔

انہوں نے اپنے گروہ میں سے ایک شخص کو تیار کیا۔ وہ چارپائی پر مردہ کی طرح لیٹ جائے ہم جنازہ کی شکل بنا کر پیر سید مہر علی شاہ کے راستے میں رکھ دیں گے۔ جب وہ گذریں گے ان سے کہیں گے کہ آپ اس کا جنازہ پڑھا دیں۔ جب وہ جنازہ پڑھائیں گے تو یہ مردہ شخص اٹھ کر کھڑا ہو جائے گا۔ ہم اس طرح مہر علی شاہ کا مذاق بھی بنائیں گے اور لوگوں کو بھی بتائیں گے کہ انہوں نے سب کھیل رچایا ہوا ہے۔ اس کے پاس کوئی ولایت وغیرہ نہیں ہے۔

چنانچہ منصوبہ کے مطابق جنازہ تیار کر کے پیر سید مہر علی شاہ کے اس راستے میں رکھ دی۔ جہاں سے آپ روزانہ چلہ کشی کے لئے پہاڑی پر جایا کرتے تھے۔ جب آپ کا گذر ہوا تو ان لوگوں نے آپ سے گذارش کی کہ جناب یہ مر گیا ہے اس کا جنازہ پڑھا دیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے جنازہ مت کراؤ بلکہ کسی مولوی سے پڑھوا لو۔ انہوں نے فوراً پینترا بدلا اور کہنے لگے۔ حضور مرنے والے نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ تاجدار گولڑہ سے ہی کرانا۔ لہذا آپ ہی اس کا جنازہ پڑھائیں۔

آپ نے صفیں بنانے کا حکم دیا اور جنازہ کی تکبیریں پڑھ دیں۔ مگر وہ منصوبے کے تحت نہ اُٹھا۔ آپ نے جنازہ پڑھایا اور گھوڑے پر سوار ہو کر چل دیئے۔ انہوں نے جب لیٹے ہوئے آدمی کے چہرے سے پردہ اٹھایا تو وہ حقیقت میں مر چکا تھا۔ اب وہ دوڑے اور آپ کو روک کر کہنے لگے۔ ہم نے آپ سے مذاق کیا تھا۔ یہ تو حقیقت میں مر چکا ہے۔ اس کو زندہ کر جایئے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ جب مرغا ذبح کرتے ہو تو کتنی تکبیر پڑھتے ہو تو انہوں نے جواب میں عرض کیا۔ حضور ۳ تکبیریں آپ نے فرمایا کہ میں نے اس پر چار تکبیریں پڑھی ہیں۔ اب یہ زندہ نہیں ہو سکتا۔ روز محشر تمام لوگ اٹھ بیٹھیں گے۔ مگر یہ روز محشر بھی نہیں اٹھ سکے گا۔

آنکھوں کی بینائی واپس آگئی ☆: ایک ستار نواز کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی اسے آپ کے پاس لایا گیا اور آنکھوں کی بینائی کے لئے عرض کیا گیا۔ آپ نے فرمایا آج یہیں رہو اور مجھے راگ سنانا۔ جب رات کا وقت ہوا۔ تو ستار نواز نے راگ بجانا شروع کر دیا۔ آپ ساتھ والے کمرے میں دروازہ بند کئے ہوئے سجدے میں پڑے رہے۔ تھوڑی دیر گذری جب راگ اپنے عروج پر پہنچا تو ایک دم سے کسی چیز کے گرنے کی آواز آئی اور ستار نواز کی آنکھوں کی روشنائی واپس آگئی۔ خوشی کی وجہ سے اس کے ہاتھوں میں رعشہ طاری ہو گیا۔ اس نے اپنے ساتھی سے کہا مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میری آنکھیں روشن ہو گئی ہیں ساتھی نے کہا کہ ساز بے سرا نہ ہونے پائے۔ اس نے حجرے کے دروازے میں جھری سے جھانک کر دیکھا تو آپ سجدے میں پڑے ہوئے تھے۔ آپ نے سجدے کی حالت میں فرمایا۔ بھاگ جاؤ بھاگ جاؤ اپنی آنکھیں لے جاؤ اور میری آنکھوں کے لئے دعا کرنا کہ درست رہیں۔

میخ چکی کے پاٹ سمیت باہر آگئی ☆: گولڑہ شریف سے ایک بارات موضع ڈھیری شاہاں گئی۔ رواج کے مطابق وہاں نیزے بازی کا مقابلہ ہوا۔ لڑکی والوں نے یہ شرط رکھ دی کہ جب تک گولڑے کا کوئی شہسوار اس میخ کو زمین سے اکھاڑ کر باہر نہ نکالے گا ہم نکاح نہ دیں گے۔ نیزے بازی کے اس مقابلے کو ۳ دن گذر گئے اور گولڑے کا کوئی شہسوار اس مقابلے میں کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ جب

بھی کوئی گھوڑ اسوار میدان میں اُترتا ناکام ہوکر واپس آتا۔لڑکی والے ہر اس سوار کی ناکامی پر اس کا مذاق اڑاتے۔
بارات میں شامل چند بزرگ واپس لوٹے اور آ کر آپ کی خدمت میں عرض گذاری کی کہ حضور گولڑے شریف کی عزت کا مسئلہ ہے برائے کرم آپ تشریف لے چلیں اور ہماری لاج رکھ لیں۔آپ ان کے ہمراہ گھوڑے پر سوار ہوئے۔موضع ڈھیری شاہاں پہنچ کر اس میخ کا جائزہ لیا۔گھوڑے پر سوار ہوکر پہلے چکر میں ہی اس میخ کو اکھاڑ کر باہر پھینک دیا۔لوگوں نے دیکھا کہ میخ کے ساتھ چکی کا پاٹ بھی باہر آگیا تھا جو کہ درحقیقت انہوں نے میخ چکی کے پاٹ میں گاڑ رکھی تھی۔

آپ کے معمولات اور آخری ایام☆: آپ کا اکثر وقت ذکر خدا میں صرف ہوتا۔فجر کی سنتیں پڑھنے کے بعد حجرے سے مسجد میں تشریف لاتے۔اور نماز کے بعد دس بجے دن تک ورد و وظیفہ میں مصروف رہتے۔اس دوران میں کسی کو آپ کے پاس آنے کی اجازت نہ تھی۔اکثر لوگ اگر جاتے تو بے ہوش ہو جاتے۔ساڑھے دس بجے آپ دیوان خانے میں تشریف لاتے لوگ آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے۔نصیحت وہدایت کا سلسلہ جاری رہتا۔لوگوں سے گفتگو بھی ہوتی نماز مغرب اور نماز عشاء خانقاہ سے باہر کسی دوسری جگہ ادا فرماتے۔

آپ کا معمول تھا کہ آپ کم بولتے کم کھاتے اور کم سوتے تھے۔عبادت الٰہی کی وجہ سے نیند اور آرام سے بے نیاز ہو چکے تھے۔ آخری عمر میں آپ کے معدے نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔اس کے باوجود اکہتر برس کی عمر تک آپ کی صحت بہت اچھی رہی جیسے جیسے عمر بڑھتی گئی۔عبادتیں طویل ہوتی چلی گئیں۔تھوڑی تھوڑی دیر بعد آہ بھر کر سر اٹھا لیتے چہرہ کبھی زرد کبھی سرخ ہو جاتا۔باوجود اس کے آپ نے اپنے معمولات میں فرق نہ آنے دیا۔عقیدت مندان آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر پریشان اور مغموم ہو جاتے۔آپ سر اٹھا کر لوگوں کے فکر مند چہرے دیکھتے تو مسکرا کر انہیں تسلی دیتے آخر ایک وقت وہ بھی آیا کہ آپ کو اپنا ہوش نہ رہا۔کسی سے واسطہ نہ رہا۔صرف نماز کے وقت بے چین ہو جاتے اور اشاروں میں نماز ادا فرماتے۔

اسی زمانے میں آپ کی بڑی صاحبزادی عیادت کے لئے آئیں۔تو آپ نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے اپنے بھائی کا نام لے کر کہا کہ میں غلام محی الدین کی بہن ہوں۔آپ نے پھر فرمایا کہ کون غلام محی الدین؟ صاحبزادی نے عرض کیا کہ پیر مہر منیر کے بیٹے اور جانشین حضرت نے یہ سن کر فرمایا کہ یہاں کوئی مہر منیر نہیں ہے۔کوئی غلام محی الدین نہیں ہے۔

وصال باکمال☆: ۳۰ صفر المظفر ۱۳۵۶ھ بروز بدھ ۱۲ مئی ۱۹۳۷ء عصر کے وقت آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا کہ مجھے سہارا دو۔آپ کو سہارا دے کر اٹھایا گیا۔تو آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔پھر آپ نے دروازے کی طرف دیکھ کر احترام سے سر جھکا لیا۔ جیسے کسی آنے والے کا استقبال فرما رہے ہوں۔فضا میں قرآن خوانی کی آواز گونج گئی۔حاجی خدا بخش ٹوانہ اس وقت آپ کے پاؤں دبا رہے تھے۔وہ فرماتے ہیں کہ ایسا محسوس ہوا کہ جیسے رحمت کے فرشتے اور اولیاء اللہ کی روحیں یہاں پر موجود ہیں۔تھوڑی دیر کے بعد آپ کے حکم کے مطابق آپ کو پھر لٹا دیا گیا۔آپ کے چہرے پر سکون اور ہونٹوں پر تبسم اچانک آپ نے آہستہ سے اللہ کہا اور آپ کا پورا جسم روشنی میں نہا گیا۔مولانا غلام محمد آپ کے سرہانے کھڑے تھے۔انہوں نے جھک کر آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور رونے لگے۔

آپ کا مزار پر انوار راولپنڈی سے 17 کلومیٹر دور گولڑہ شریف کے مقام پر جو کہ آج کل ضلع اسلام آباد کہلاتا ہے۔ میں واقع ہے۔ سینکڑوں لوگ روزانہ آپ کے مزار پر فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ جمعہ کی شب اور جمعہ کے وقت لوگوں کا اژدھام رہتا ہے۔ بڑی گیارھویں شریف اور آپ کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر زائرین کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔ لاکھوں افراد کے لنگر اور بیرونی مہمانوں کے قیام کا بہترین انتظام ہوتا ہے۔ آپ کے مریدین کی تعداد لاکھوں سے تجاوز کر چکی ہے۔

آپ کا مزار مبارک پہاڑوں کی اوٹ میں ہے۔ صبح کے وقت ہرے بھرے درختوں کے جھرمٹ میں سنگ مرمر کے گنبد اور مینار کا نظارہ بہت دلکش ہوتا ہے۔ مزار شریف کے ساتھ خوبصورت مسجد ہے۔ جس کا خوبصورت حوض شفاف پانی سے ہمہ وقت لبریز رہتا ہے۔ مسجد کے پہلو میں آپ کا کتب خانہ ہے۔ جس کا شمار پاکستان کے خوبصورت کتب خانوں میں ہوتا ہے۔ حفاظ قرآن کریم حفظ کرتے ہیں اور علماء دینی کتابوں کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ لاتعداد علماء اور مشائخ اس درس گاہ کے فارغ التحصیل ہیں۔ طلباء کے قیام وطعام کے تمام اخراجات خانقاہ شریف سے پورے ہوتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو اس دربار گوہر بار میں بارہا حاضری کی سعادت حاصل ہے

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ امیر احمد چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆ : زبدۃ العارفین، عمدۃ السالکین، دلیل الکاملین برھان الواصلین سلطان العاشقین حضرت خواجہ امیر احمد چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ بسال شریف تحصیل جنڈ ضلع اٹک کے زمیندار اور نیک و دیندار گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ بچپن ہی سے گھر کے دینی ماحول نے آپ کو یادِ خدا کی طرف راغب کیا۔ سن شعور کو پہنچنے کے بعد آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں ہی حاصل کی بعد ازاں تکمیل علوم دینیہ کے لئے مختلف مقامات پر مختلف متجر علماء سے اکتساب فیض کیا۔

آپ بچپن سے ہی یادِ خدا میں مست اور سرشار رہتے تھے۔ پیشانی سے نورِ ولایت چمکتا نظر آتا تھا۔ عام بچوں سے مختلف عادات رکھتے تھے۔ دنیاوی کسی کھیل یا شغل میں کبھی انہماک نہ ہوئے۔ دنیاوی معاملات سے بے خبر خوفِ خدا اور ذکرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وقت گذارتے شریعت مطہرہ کی پابندی سختی سے فرماتے تھے۔ نماز روزہ اور دیگر نفلی عبادات کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ تمام عمر خلاف شریعت کوئی کام سرزد نہ ہونے دیا آپ کی زندگی آپ کے حلقہ احباب کے لئے مشعل راہ تھی۔ جس نے بھی آپ کو دیکھا وہ خدا پرست اور دیندار ہو گیا آپ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ بہت سے کرامات آپ سے سرزد ہوئیں وقت کے بڑے بڑے علماء اور مشائخ آپ کا بیحد احترام کرتے تھے۔

آپ کا اخلاق بہت بلند تھا اپنا ہو بیگانہ دوست ہو دشمن سب سے اخلاق کے ساتھ پیش آتے۔ سخاوت میں آپ کی نظیر نہ ملتی تھی آنے والا سائل کبھی آپ کے دروازے سے خالی نہ گیا عبادت و ریاضت میں یکتائے روزگار تھے۔

بیعت و خلافت ☆ : آپ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمۃ کے دستِ حق پرست پر شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ انہی سے خرقہ خلافت حاصل کر کے صاحب ارشاد ہوئے۔

حضرت خواجہ محمود احمد تونسوی کے ہمراہ گولڑہ شریف آمد ☆ : آپ کے مرشد کامل حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی آپ پر خصوصی نظر شفقت فرماتے تھے۔ ان کے وصال کے بعد اُن کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمود احمد تونسوی علیہ الرحمۃ بھی آپ پر خصوصی شفقت فرماتے اور محبت سے پیش آتے تھے۔ انہوں نے دربار عالیہ تونسہ شریف کی جامع مسجد کی امامت و خطابت کے فرائض کی ذمہ داری بھی آپ کو سونپی ہوئی تھی۔

حضرت خواجہ محمود احمد تونسوی علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ گولڑہ شریف تشریف لائے تو آپ بھی ہمراہ تھے۔ گولڑہ شریف میں آپ عام لوگوں کی صف میں تشریف فرما تھے کہ حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ کی نظر آپ پر پڑی گئی تو معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ حضرت خواجہ محمود احمد تونسوی علیہ الرحمۃ کے ہمراہی ہیں یہ سُن کر حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ مجھے اس شخص سے اللہ اللہ کی خوشبو آ رہی ہے۔

جب آپ بسال شریف آ کر مسند نشین ہوئے تو پھر گاہے بہ گاہے گولڑہ شریف حضرت پیر سید خواجہ سیّد مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے جس وقت حضور تاجدار گولڑہ کا وصال ہوا اور آپ نے یہ خبر جان کاہ سُنی تو آپ پہلے ہی بہت شدید علیل تھے اور چلنے پھرنے سے معذور تھے۔ باوجود اس کے آپ ڈولی میں بیٹھ کر گولڑہ شریف پہنچے۔ اور پھر رات بھر گولڑہ شریف قیام کے دوران حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ کے مزار پرانوار کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے۔

گولڑہ شریف کے امام مولانا اللہ بخش مرحوم کچھ عرصہ آپ کے ہاں بسال شریف میں امامت و خطابت اور تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ اکثر اُن سے فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ سے اجازت لے کر آپ کو اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔

سادات جنڈ کی راہنمائی ☆: جنڈ کے سادات کا ایک گھرانہ شیعہ نظریات کی بنا پر اصحاب ثلاثہ پر کھلے عام تکفیر اور اعلانیہ تبرا بازی کرتا تھا اور ان کی یہ عادت و معمول پورے علاقے میں مشہور ہو گئی تھی۔ جب آپ کو علم ہوا تو آپ نے ان کو اس فعل قبیح سے روکا منع فرمایا اور ان کو عقائد اہلسنت کی روشنی میں تبلیغ کی تو اس خاندان کے نامور بزرگ سید محبوب علی شاہ نے باطل نظریات سے تائب ہو کر اہلسنت کے عقائد کو قبول و تسلیم کرتے ہوئے آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے بھی مشرف ہوئے اور اہلسنت جماعت کی تبلیغ کو اپنا شعار بنا لیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۲۱ ذوالحج ۱۳۵۷ھ بمطابق 1938ء کو ذکر خدا کرتے ہوئے ہوا۔

مزار پُر انوار بسال شریف تحصیل جنڈ ضلع اٹک میں مرجع خاص و عام ہے۔ آپ کے مزار پرانوار کے ساتھ عظیم الشان خوبصورت جامع مسجد آپ کی یادگار ہے۔ جو آپ کے فن تعمیری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا محمد عبدالعزیز قلندر چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فقیر مست الست، ہمہ صفت قلندرانہ، مرشد زمانہ، غوث یگانہ، حجتہ اللہ، فنا فی اللہ، بقاباللہ حضرت مولانا محمد عبدالعزیز قلندر چشتی نظامی المعروف قلندر کریم رحمتہ اللہ علیہ کمال معرفت حقیقت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1229ہجری بمطابق 1352ء کو چاچڑ شریف ضلع سرگودھا میں قدوۃ السالکین، امام العارفین حضرت خواجہ فضل الدین چاچڑوی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے علمی وروحانی گھر میں ہوئی۔ آپ مادرزادولی تھے، بچپن سے ہی ایسی کرامات کا ظہور ہونا شروع ہوگیا جس کی مثال نہیں ملتی۔

آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، آنکھوں پر پٹی باندھ کر ایک دوسرے کو پکڑنے کا کھیل کھیلا جارہا تھا۔ آپ نے اس بچے کو جس کی آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آؤ تمہیں سیر کرائیں۔ اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ وہ دیکھو اجمیر شریف، دیکھو بغداد شریف حتیٰ کہ مدینہ منورہ تک کی سیر کرادی۔

عالم طفولیت میں آپ نے چند کبوتر رکھ لیے۔ بچپن میں ہی کمال کا یہ عالم تھا۔ مکان کی چھت پر جا کر فرماتے کہ جو میرے کبوتروں کو دانہ ڈالے گا اس کو دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوگی۔ اور جو شخص آپ کے کبوتروں کو دانہ ڈالتا فی الواقع اس کو دربار رسالت ﷺ کی حاضری نصیب ہو جاتی تھی۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ ابھی کمسن ہی تھے کہ آپ کو چاچڑ شریف سے چار میل دور بیربل شریف کی معروف تاریخی دینی و روحانی درسگاہ میں داخل کرادیا گیا۔ جہاں آپ نے قرآن کریم کے علاوہ دیگر علوم دینیہ میں تحصیل وتکمیل کی۔

یہ سات آٹھ میل کا روزانہ سفر آپ پاپیادہ فرماتے تھے۔ اس زمانے میں ذرائع ابلاغ وآمدورفت بالکل نہ تھی۔ دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ صاحبزادگیت کا خمار ذہن میں نہ رہے اور محنت ومشقت کے عادی بنیں۔ آپ نے والدین کی خواہش کے عین مطابق دینی علوم کے حصول کے لیے بھرپور جدوجہد اور محنت ولگن سے کام کیا اور اپنے استاد محترم حضرت خواجہ مرتضیٰ بیربلوی علیہ الرحمتہ جو بذات خود بھی ایک بڑے شیخ طریقت اور بلند مرتبہ عالم دین تھے سے عربی وفارسی میں دستگاہ حاصل کی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ شمس العارفین خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے

دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

آپ کی تمام روحانی تربیت آپ کے والد گرامی قدر عارف باللہ حضرت خواجہ فضل الدین چاچڑوی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ ا[ور] حضرت خواجہ سیالوی علیہ الرحمتہ کے زیر نگرانی پایۂ تکمیل کو پہنچیں۔

آپ کے والد گرامی کے وصال کے بعد آپ کے شیخ کامل حضرت خواجہ سیالوی نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرما کر سرفراز و صاحب ارشاد کیا۔

شیخ کامل سے عقیدت و محبت☆: آپ کو اپنے شیخ سے کامل درجہ کی عقیدت و محبت حاصل تھی۔ اپنے شیخ کے وصال کے بعد بھی مرشد کے آستانہ پر حاضری اور حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے پاس حاضری باقاعدگی سے دیتے رہے اور ان کی مجالس میں بیٹھ کر ان کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہے۔ آپ اپنے مرشد کے صاحبزادگان سے حد درجہ کا پیار اور اد[ب] فرماتے اور ان سے تعلق مثالی تھا حتیٰ کہ سگان کوئے یار کی خدمت اور احترام کو واجب جانتے تھے۔

آپ کا معمول تھا کہ ماہ صفر میں حضرت خواجہ سیالوی کے عرس پاک پر حاضری کے بعد 2 ربیع الاول شریف کے عرس تک سیال شریف میں ہی مستقلاً قیام پذیر رہتے تھے اور چالیس نمازیں ادا کر کے واپس چاچڑ شریف تشریف لاتے تھے۔

سیال شریف کے عرس مبارک کے موقع پر آپ لنگر شریف کے انچارج ہوتے تھے۔ لنگر شریف کا تمام انتظام و انصرام اور سارا کا[م] آپ کے ذمہ ہوتا تھا جس کو آپ نے تادم آخر بحسن و خوبی سرانجام دیا۔

حضرت صاحبزادہ بدرالدین سیالوی سے تعلق خاطر☆: حضرات صاحبزادگان بسال شریف اور صاحبزادگا[ن] چاچڑ شریف میں پیری مریدی سے گذر کر ایسا تعلق قائم ہوا جو یگانگت و اخوت تک پہنچ گیا۔ اور ہر دونو خانوادے ایک دوسرے کے [لیے] بیقرار رہتے تھے اور کیفیت یہاں تک کہ حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمتہ آپ کو چچا جان کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔

سیال شریف کے عظیم چشم و چراغ حضرت صاحبزادہ بدرالدین سیالوی سے آپ کا خصوصی تعلق خاطر تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے شیدائی تھے۔ جب کبھی ملتے تو یوں ملتے جیسا کہ برسوں کے بچھڑے ہوئے ہیں اور گھنٹوں باہم راز و نیاز کی باتوں میں مصروف رہتے۔

آپ جب بیمار ہوئے تو حضرت صاحبزادہ بدرالدین سیالوی آپ کی تیمارداری کے لیے نصیر آباد چاچڑ شریف پہنچے تو آپ کی حالت دیکھ کر تڑپ اٹھے۔ آپ نے انہیں تسلی دینے کی کوشش کی تو صاحبزادہ صاحب نے بے قرار ہو کر فرمایا آپ کی دائمی جدائی کا تصو[ر] ہی میرے لیے ناقابل برداشت ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ گھبرائیے نہیں میں آپ سے ملتا رہوں گا۔ خواب کا ملنا بھی کوئی ملنا ہے۔ اس سے تو بیقراری اور بڑھے گی۔ آپ نے انتہائی نقاہت اور کمزوری کے باوجود قدرے پر جوش لہجہ میں فرمایا آپ کے دادا ابا حضرت خواجہ شمس العارفین کو ضامن ٹھہرا کر عہد کرتا ہوں کہ آپ سے اسی طرح ملتا رہوں گا جیسے ظاہری حیات میں ملتا ہوں۔ آپ نصیر آباد تشریف لائیں تو روضے کے اندر تنہا آیئے گا۔

حضرت صاحبزادہ بدرالدین سیالوی کا فرمان ہے کہ آپ کے وصال کے بعد میں نے ایک دو مرتبہ اس ہدایت پر عمل کیا اور آپ

تنہائی صادق العبد پایا۔ وہی بات کہ ان ملاقاتوں میں کیا باتیں ہوئیں تو یہ محرمان راز کے مابین راز ہے جسے سربستہ رکھنا لازم ہے۔

سیرت و کردار☆: باوجود اس کے کہ آپ ہمہ وقت کیف و وجدان میں رہتے تھے۔ مگر پھر بھی شریعت مطہرہ کا احترام والتزام ہمہ وقت فرماتے، اور باقاعدگی سے نماز پنجگانہ، تہجد، اشراق اوابین کے نوافل اور چشتیہ سلسلہ کے اوراد و وظائف باقاعدگی سے پورے فرماتے تھے۔

ابتدائے سجادگی سے لے کر تادم آخر ہر سال رمضان المبارک میں عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا فرمائی۔ اور نماز فجر کے بعد آرام فرماتے۔ اور اس مبارک مہینہ کی ہر رات کو لیلۃ القدر سمجھتے تھے۔

رات سردیوں کی ہو گرمی کی آپ کا معمول تھا کہ پوری پوری رات **لا الہ الا اللہ** کے ذکر میں گذار دیتے تھے۔ اسی طرح اٹھتے بیٹھتے ذکر خدا کرنا آپ کی طبیعت کا خاصہ بن چکا تھا۔ یہی ذکر ہر سانس کے ساتھ جاری رکھا اور کچھ دن حبسِ دم کے ساتھ یہی ذکر جاری رکھا۔ لیکن جب جسم سے خون جاری ہو گیا تو پھر چھوڑ دیا۔

آپ کا مجاہدہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ آپ نے 37 برس تک گندم کی روٹی یا گندم کی بنی ہوئی کوئی چیز نہ کھائی اور آخری دس سالوں میں تو خوراک کا یہ عالم ہوا کہ کم ہوتے ہوتے ایک لقمہ سے بھی کم ہو گئی۔

حضرت مخدوم نور محمد چشتی کے اصرار پر آپ نے چواسیدن شاہ میں بتایا کہ ایک رات خواجہ شمس العارفین نے حکم دیا کہ گندم چھوڑ دو۔ میں نے حکماً چھوڑ دی۔ پھر 37 برس کے بعد حکم ہوا گندم کھا لیا کرو۔ حسب الحکم اب تھوڑی بہت کھا لیا کرتا ہوں۔

آپ کو سماع کا حد درجہ ذوق تھا۔ لیکن صحت لفظی کا خاص خیال فرماتے۔ اگر قوال سے زیر زبر کی بھی غلطی ہو جاتی تو آپ کی طبیعت میں اضطراب پیدا ہو جاتا۔ آپ کا سماع سننے کا انداز بھی جداگانہ تھا۔ سفر ہو یا حضر قوال ہمیشہ ساتھ رہتے جب طبیعت چاہتی تو قوالوں کو حکم دیتے۔ وہ حاضر ہو کر کلام پڑھنا شروع کر دیتے۔ اس کے لیے وقت کی کوئی پابندی نہ تھی۔ رات کے دو بجے ہوں یا دن کا کوئی وقت ہو۔ سماع بالکل تنہا اور بند کمرے میں سنتے۔ اکثر قوال حضرات سے فرماتے کم بختو مجھے کبھی کبھی کوئی کلام سنا جایا کرو۔ آپ ہمیشہ باوضو ہو کر سر پر کپڑا لے کر باادب بیٹھ کر تخلیہ میں خوشبودار لوبان سلگا کر سماع سے پہلے تلاوت اور سماع کے اختتام پر بھی تلاوت کراتے تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ سماع میں روح کی غذا ہے۔ اگر نہ ملے تو بیمار پڑ جاتا ہوں۔ اور اگر بیمار ہو جاؤں تو یہ غذا ملنے پر تندرست ہو جاتا ہوں۔ شروع شروع اور عمر کے وسطی حصے میں آپ پر وجد کی حالت بہت زیادہ طاری ہوتی تھی۔ لیکن آخری عمر میں حالت یہ ہو گئی تھی کہ آپ کی توجہ قلب مبارک پر متوجہ ہو جاتی تھی۔ اور آپ اسی طرح مراقب ہو کر سنتے رہتے تھے۔ آپ کو خوش الحانی سے از حد لگاؤ تھا۔ ایک مرتبہ سیال شریف میں بنگلہ مبارک میں محفل سماع منعقد ہوئی اور قوالوں نے پنجابی کی یہ نعت پڑھی:

دے خبر عرب دی وائے نی   شاہ عربی کیوں چر لائیے نی

یہ اشعار سن کر آپ کو وجد کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ داڑھی مبارک کے بال بالکل آگے کو سیدھے کھڑے ہو گئے اور آنکھیں انگار برسانے لگیں۔

آپ میں وہ خودی بدرجہ کمال موجود تھی جو تقدیر کو اپنی مرضی کے روپ میں ڈھالنے پر قادر تھی لیکن جو خودی تکبر اور تفاخر سے تعبیر کی جاتی ہے اس کا شائبہ بھی آپ میں موجود نہ تھا۔ آپ میں شان بے نیازی تھی۔ مگر صبر و توکل اور تسلیم و رضا کے ساتھ۔

حسن اخلاق کی حالت یہ تھی کہ آنے جانے والے نوراد ہوں یا پرانے مداح ہر ایک سے حسن اخلاق سے پیش آتے اور بڑے ہی پرتپاک انداز میں ملتے۔ ہر ایک سے اس کے مسائل کرید کرید کر دریافت فرماتے اور چٹکی بجانے کے انداز میں حل بھی فرما دیتے تھے۔

خوش خلقی کا یہ عالم تھا کہ جس کی طرف ایک مرتبہ محبت کی نگاہ سے دیکھا وہ عمر بھر کے لیے گرویدہ ہو کے رہ گیا۔

طبیعت میں نفاست کا معیار بہت بلند تھا۔ دربار شریف میں آپ کی نشست گاہ سے ملحقہ مہمان خانے، باغ اور صحن ہر وقت آئینہ بنے رہتے تھے۔ نفیس قطعوں، طغروں اور آیات کریمہ کے دیدہ زیب مرقعوں سے آراستہ پیراستہ رکھا جاتا تھا۔

ذوق مطالعہ کا یہ حال تھا کہ آئے روز نئی سے نئی کتاب کا لائبریری میں اضافہ ہوتا تھا۔ لائبریری کی کتابوں میں دینی علوم و معلومات کی ہر شعبہ کی کتاب موجود تھی۔

آپ کے زمانہ میں اگرچہ دربار چشتیہ نصیر آباد چاچڑ شریف کوئی مستقل جائیداد یا آمدن نہ تھی نچلے طبقے اور متوسط طبقے کے مریدوں کے نذرانوں کے سوا کوئی آمدن نہ تھی۔ لیکن باوجود اس کے لنگر کا انداز شاہانہ تھا۔ لنگر کا انتظام و انصرام جہاں سے زائرین کو دوران قیام کھانا ملتا۔ اس کا معیار بہت بلند تھا۔ بزرگان سلسلہ کے اعراس کی ذمہ داری بھی آپ کے سر تھی۔ مہمانوں کی تواضع پوری توجہ سے کی جاتی تھی۔

آپ کی سیر چشمی اور دریا دلی کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی ارادت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور واپسی کا خرچ اس کے پاس نہ ہوتا تو اس کو کرایہ اور زادِ راہ عطا کر کے رخصت کرتے تھے۔ اگرچہ آپ کی مجالس میں کسی کے آنے جانے پر کوئی پابندی نہ تھی لیکن بڑے لوگ جن میں امراء وزراء، سرمایہ دار، جاگیرداروں کا زیادہ مجلس میں بیٹھنا آپ کو پسند نہ تھا۔ آپ معمول کے مطابق ہر طبقہ کے افراد سے حسن سلوک سے پیش آتے۔ اگر کوئی شخص نذر نیاز کے لیے کوئی نقدی یا جائداد پیش کرتا تو انکار فرما دیتے تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 8 جمادی الثانی 1357 ہجری بمطابق 5 اگست 1938ء بروز جمعۃ المبارک کو ہوا۔ مزار پر انوار نصیر آباد چاچڑ شریف ضلع سرگودھا میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ سید احمد شاہ ہمدانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فخر سادات ہمدانیہ، متصرف بہ تصرفات، غریق در بحر تو حید و رسالت، شہباز میدان حقیقت و معرفت حضرت خواجہ سید احمد شاہ ہمدانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت با سعادت تقریباً 1265 ہجری بمطابق 1849ء کو فتح جنگ ضلع اٹک میں ہمدانی سادات کے عظیم بزرگ حضرت پیر سید کرم شاہ ہمدانی بن حضرت سید بزرگ شاہ ہمدانی علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ نے ابتدائی تربیت و تعلیم اور درسی کتب موضع نکہ ضلع اٹک میں مولانا غلام محی الدین علیہ الرحمتہ سے پڑھیں۔ فقہ و حدیث کی تعلیم میرا شریف میں حضرت خواجہ احمد میروی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ سے حاصل کی۔

جن ایام میں آپ موضع نکہ میں بسلسلہ تعلیم مقیم تھے۔ تو آپ نے حضرت خواجہ احمد میروی علیہ الرحمتہ کا شہرہ اور تذکرہ سنا تو اپنے استاد محترم مولانا غلام محی الدین علیہ الرحمتہ کی معیت میرا شریف حاضر ہوئے۔ اور خواجہ احمد میروی کی قدم بوسی سے مشرف ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے میرا شریف کو اپنا مسکن بنا لیا۔ آپ کو حضرت خواجہ احمد میروی علیہ الرحمتہ سے حد درجہ کا جنون، محبت اور عشق تھا۔ اسی طرح حضرت خواجہ احمد میروی بھی آپ کو محبت کی نگاہ سے دیکھتے اور شفقت فرماتے اور آپ کو ''سوہنے شاہ'' کہہ کر بلاتے تھے۔ حضرت خواجہ احمد شاہ میروی علیہ الرحمتہ کے پاس اگر کوئی شخص آپ کی موجودگی میں بیعت کے لیے آتا تو خواجہ میروی آپ سے فرماتے شاہ جی اس کو اپنے ہاتھ پر مرید کر لیں۔

اگر کوئی شخص خواجہ میروی کے پاس دعا کیلئے آتا تو حضرت خواجہ میروی آپ سے فرماتے شاہ جی اس کے لیے دعا فرما دیں۔

لیکن آپ خواجہ میروی سے عرض کرتے کہ حضرت میں آپ کی موجودگی میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اور حقیقتاً جب تک حضرت خواجہ میروی کے پاس میرا شریف میں رہے نہ ہی کسی کو بیعت کیا نہ ہی کسی کے حق میں حضرت خواجہ میروی کے احترام میں دعا کی۔ آپ حضرت خواجہ میروی کے وصال کے بعد بھی میرا شریف میں آخر دم تک قیام پذیر رہے۔ حتیٰ کہ میرا شریف میں ہی آپ کا وصال ہوا۔ اور امانتاً کچھ روز کے لیے وہیں دفن کیے گئے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت واجازت حاصل کر کے سرفراز ہوئے۔ آپ کو اپنے شیخ کامل حضرت خواجہ سیالوی علیہ الرحمتہ سے والہانہ عشق تھا۔ ہمیشہ سیال شریف کی حاضری پا پیادہ دیتے تھے۔ ہر سال چالیس نمازیں سیال شریف جا کر ادا فرماتے تھے۔ آپ کے شیخ کامل حضرت خواجہ سیالوی کی آپ پر انتہائی نظر شفقت تھی۔

ایک مرتبہ آپ ہندو ساہوکار کے ایسے مقروض ہوئے کہ اس سے نجات کی کوئی صورت بظاہر نظر نہ آتی تھی۔ بالآخر مجبور ہو کر خواجہ سیالوی کی بارگاہ میں تمام قصہ کوتاہ عرض کیا تو حضرت خواجہ سیالوی نے شفقت دلی اور عنایت قلبی سے دعا فرمائی کہ آپ کی قرض سے جان چھوٹ گئی۔

خواجہ میروی سے قلبی لگاؤ کے باعث خرقہ خلافت عطا ہونا ☆: آپ کو حضرت خواجہ احمد میروی علیہ الرحمتہ سے قلبی اور جنون کی حد تک لگاؤ تھا۔ اور جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ حضرت خواجہ میروی آپ سے کمال درجہ پیار اور شفقت ومحبت فرماتے تھے۔ اسی بنا پر حضرت خواجہ احمد میروی نے آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا اور اجازت بیعت سے نواز کر صاحب ارشاد ومجاز کیا۔

آپ کا حضرت خواجہ میروی سے عشق اور لگاؤ کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت خواجہ میروی کے متعلقین ہر نماز کے بعد خواجہ میروی کے مزار شریف پر حاضری دیتے تھے۔ مگر آپ تمام عمر وہاں رہنے کے باوجود مزار شریف پر حاضری دینے سے قاصر رہے۔ صرف اس لیے کہ آپ جب بھی دربار شریف پر حاضری کے لے جاتے تو بے ہوش ہو جاتے تھے۔ جس کی بنا پر آپ کو بعد میں چار پائی پر ڈال کر قیام گاہ میں لایا جاتا تھا۔

اس بنا پر آپ تمام عمر مزار شریف پر حاضری دینے سے قاصر ومعذور رہے۔ اگر کبھی مجبوراً تشریف لے بھی جاتے تو بے ہوش ہو جاتے۔ اور کئی کئی گھنٹے تک یہی حالت طاری رہتی تھی۔

حضرت خواجہ میروی کی آپ کو نصیحت ☆: حضرت خواجہ میروی علیہ الرحمتہ نے ایک مرتبہ آپ کے خط کے جواب میں چند نصائح فرمائے جو کہ درج ذیل ہیں۔ فرمایا کہ:

اس راستے میں صبر سے کام لینا چاہئے اور پہاڑ کی طرح پختہ بننا چاہئے، تب جا کر دروازہ کھلتا ہے۔ کم کھانا، کم پینا، ورد و وظائف پر مستحکم رہنا، درس دینا، چھوٹے بچوں کے درس سے اجتناب کرنا، رات کو جاگنا، دنیاداروں کی طرف نہ جانا، کسی سے نذرانہ مانگنا، اگر کوئی بلا مانگے دے دے تو انکار نہ کرنا، ورد و وظائف کے وقت دروازہ بند رکھنا اور نہ کھولنا چاہئے، کوئی کتنا ہی واویلا کرے، اگر شغل کا غلبہ ہو تو ورد و وظائف چھوڑ کر فرض اور سنت مؤکدہ پر محکم رہنا، تیز پیاس سے محفوظ رہنے کی کوشش کرنا۔ کھانے کی چیز کو حاصل کرنا۔ اگر وہ اپنی کوشش سے ہی کیوں نہ ہو۔ اچھے عشق سے خالی نہ رہنا۔ مگر چھوٹے بچوں کی صحبت اس راہ میں زہر قاتل ہے۔

اگر کوئی ورد وظیفہ پوچھے تو اس وظیفہ بتلانا۔ جائز تعویذ لکھنا اور ناجائز سے پرہیز کرنا، نرم بستر پر سونا اور سخت سردیوں کے موسم میں رفع حاجت حجرہ کے اندر کرنا اور روٹی کھاتے وقت حاضرین کو حصہ دار کرنا، تاکہ اس کھانے کی زکوۃ وغیرہ نکلتی رہے اور پس خوردہ کھانا

خدام کو دینا اور ضروری چیزوں کے لیے قرض اٹھانا مضائقہ نہیں۔

سیرت و کردار☆: آپ کی عادات واطوار اور زندگی کے تمام معاملات سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق تھے، سیف زبان اس قدر کے زبان حق ترجمان سے جو فرما دیتے وہ ہو کے رہتا، غریب پروری اور سخاوت وفیاضی میں آپ کی نظیر نہیں ملتی۔

نماز روزہ اور شریعت مطہرہ پر سختی سے پابند ہمہ وقت ذکر خدا میں مست و سرشار یہاں تک کے سوتے ہوئے بھی ذکر خدا زبان پر جاری رہتا تھا۔ آنے والے ہر شخص سے پیار اور شفقت فرماتے اور اس کے مقصد کو بیان کرنے سے پہلے سمجھ جاتے اور پورا فرما دیتے تھے۔ زہد وتقویٰ اور ورع علم وعرفان میں یکتائے زمانہ اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس قدر لحاظ کہ ہر لحظہ اس کی ادائیگی ملحوظ خاطر رہی۔ ہوش سنبھالنے کے بعد سے وصال تک کوئی نماز قضا نہ ہونے دی۔ چہرے پر نظر ڈالنے سے محسوس ہوتا کہ تھا کہ نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔

سر مبارک پر کھدری گول ٹوپی، استرے سے سر کے بال صفا، گلے میں سفید رنگ کا کرتہ، کمر میں نیلے رنگ کا ازار بند، دیکھنے والے کو محسوس ہوتا کہ ہم جنت کی زمین پر بیٹھ کر مظہر ذات خدا کی شان ولایت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ آپ کا قد میانہ، رنگ سرخ وسفید چہرہ مبارک ہمیشہ ڈھکا ہوا۔ سردیوں میں کھاری کپڑے اور گرمیوں میں سفید کرتا اور نیلی لنگی، سر پر نیلے رنگ کا صافہ ہوتا تھا۔ خداوند کریم نے آپ کو سماع کا اعلیٰ ذوق ودیعت کیا ہوا تھا۔ آپ صاحب سماع اور صاحب وجد وحال بزرگ تھے۔ ذوق کی کیفیت یہ تھی کہ جب کوئی پیر بھائی سیال شریف کا ذکر کرتا تو وجد میں آجاتے تھے۔ اکثر اوقات فقیر حسن قوال اٹک والے اگر میرا شریف میں چند روز ٹھہرتا اور ساز سے قوالی کرتا تو آپ کا اس مصرع پر چہرہ زرد ہو جاتا تھا۔

جس عشق میں سر نہ دیا تو دو جگ میں جیا تو کیا ہوا

اس کے شعر کے سنتے ہی چہرہ متغیر اور آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب بہہ نکلتا۔ اکثر اوقات خاص کر جمعہ کی رات کو سحری کے وقت میاں فیض اللہ اور گل محمد قوال کو بلا کر حضور عشقیہ وحدانیہ غزلیں اور مولانا جامی حضرت بابا بلھے شاہ، حافظ شیرازی وغیرہ کا کلام سماعت فرماتے تھے۔

کشف وکرامات☆: فاضل اجل، شیخ یگانہ، غوث زمانہ حضرت خواجہ سید احمد شاہ ہمدانی چشتی نظامی سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید خاص سلطان محمد ساکن شاہیا ضلع میانوالی کے گاؤں میں کسی شخص کی چوری ہوگئی۔ اُس نے عداوت کی بنا پر سلطان محمد کے خلاف کیس درج کرا دیا کہ میری چوری سلطان محمد نے کی ہے۔

چنانچہ پولیس سلطان محمد کو پکڑنے کو آئی۔ پولیس نے جب سلطان محمد کو ہتھکڑی لگانا چاہی تو وہ اچانک ٹوٹ گئی۔ چنانچہ دوبارہ لگائی وہ بھی تیسری مرتبہ جب ایسا ہوا تو پولیس والے خود حیران رہ گئے۔ بالآخر پولیس والے بغیر ہتھکڑی کے سلطان محمد کو لے گئے۔ پولیس والے حیران تھے کہ پوری زندگی میں ایسا واقعہ کبھی نہیں دیکھا۔ جب حضرت احمد شاہ ہمدانی نظامی فتح جنگی رحمتہ اللہ علیہ کو اس واقعہ کا علم ہوا کہ سلطان محمد بے گناہ تھانے میں بند ہے تو آپ نے فرمایا جھوٹا الزام لگانے والا تین روز میں ہلاک ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 24 رجب المرجب شریف ۱۳۵۷ ہجری بمطابق 19 ستمبر 1938ء بروز سوموار کو ہوا۔ میرا شریف کے جس حجرے میں محو عبادت و ریاضت رہے اس میں آپ کو امانتاً دفن کیا گیا۔

بعدازاں فتح جنگ کے عقیدتمندوں اور مریدین کے اصرار پر وہاں سے فتح جنگ لا کر دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار پر انوار فتح جنگ ضلع اٹک میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آپ کا سالانہ عرس مبارک 22-23-24 رجب المرجب کو نہایت ہی عقیدت و احترام سے ہر سال فتح جنگ میں منایا جاتا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ محمد عبدالحکیم نوری چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: آفتاب آسمان طہارت و پاکیزگی' مظہر تامہ کمال انسانی' معدن گنجینہ علوم لدنی' پروردہ نگاہ لطف رسول مدنی' آئینہ جمال وجلال حقانی' مدرس مسائل عشق وعرفان' محدث وجد و پیان' غزالی صحرائے الوہیت' رازی دریائے نبوت' جلیس مسند حق عالم ربانی' حافظ آیات قرآنی حضرت خواجہ محمد عبدالحکیم نوری چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ 1835ء بمطابق 1251ھ کو اپنے وقت کے معروف ولی کامل حضرت خواجہ محمد عبداللہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے گھر محلہ بختیار کا کی دہلی ہندوستان میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد گرامی کے پیرو مرشد حضرت خواجہ نور محمد ثانی چشتی نظامی جو کہ حضرت خواجہ غلام رسول تو کیروی علیہم الرحمتہ کے مرید وخلیفہ تھے نے ارشاد فرمایا میاں عبداللہ آپ کو خداوند کریم اپنی جناب سے ایک فرزند عنایت فرمائیں گے جو اپنے زمانے کا عارف کامل اور جید عالم دین ہوگا اس کی ولایت کا ڈنکا دور دور تک بجے گا وہ بچہ جس طرح ظاہری طور پر حسین وجمیل ہوگا اسی طرح اس کا باطن بھی حسن و جمال میں یکتا ہوگا۔

جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کے والد گرامی حضرت میاں عبداللہ دہلی سے مانکی شریف اپنے مرشد کامل حضرت خواجہ نور محمد ثانی معنوی علیہ الرحمتہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی بندہ نواز خدا نے آپ کی دعاؤں کے طفیل فرزند عطا فرمایا ہے اس کا نام تجویز فرمادیں حضرت خواجہ نور محمد ثانی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ نے آپ کا نام اسم گرامی محمد عبدالحکیم تجویز فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میاں عبداللہ مبارک ہو کہ فرزند ہونہار اور حافظ قرآن اور عالم باعمل ہوگا۔ اور جب یہ بچہ پانچ برس کا ہو جائے تو اس کو میرے پاس مانکی شریف میں علوم دینیہ کی تعلیم کیلئے چھوڑ دینا۔

والدین کریمین ☆: آپ کے والدین کریمین نیک سیرت باکردار اور مذہبی گھرانے کے فرد تھے گھر کا ماحول شروع ہی سے مذہبی اور اخلاقی طور پر پورے علاقے میں بلند مقام رکھتا تھا۔ آپ والد گرامی جو کہ بذات خود حافظ قرآن عالم باعمل اور اپنے زمانے کے کاملین میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے جبکہ آپ کے دادا حضرت میاں حامد بھی حافظ قرآن اور بلند پایہ عالم دین اور بہترین قاری قرآن اور درویش صفت انسان تھے جو کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی علیہ الرحمتہ کے مزار پر انوار پر قائم مدرسہ میں بچوں کو دین متین اور قرآن کریم کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ دربار شریف سے منسلک مسجد میں امامت بھی کرایا کرتے تھے۔ ان کا زیادہ وقت حضرت خواجہ

بختیار کاکی علیہ الرحمتہ کی درگاہ پر ہی گزرتا تھا۔

آپ قوم سے چڈھڑ جٹ تھے خاندانی پیشہ تجارت اور کھیتی باڑی تھا کاروبار کے ساتھ ساتھ مختلف بزرگوں کے مزارات پر حاضری دے کر ان کے فیوض و برکات وروحانیت سے مستفید ہونا آپ کے خاندان کے تمام افراد کا وطیرہ تھا۔ اسی طرح آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ محمد عبداللہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کا زیادہ وقت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمتہ کے مزار پرانوار پر گزرتا تھا ایک دن مرشد کامل کی بیعت کا خیال دل میں موجزن ہوا تو دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی زری زر بخش اور اجمیر شریف میں خواجہ خواجگان فخر کون ومکاں شہنشاہ ولایت ہندالولیٰ عطائے رسول حضرت خواجہ سید محمد معین الدین چشتی اجمیری لاہور میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری پاکپتن شریف میں شیخ الاسلام والمسلمین' قطب الحق والیقین حضرت خواجہ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مزارات پر حاضری دی مگر کہیں بھی گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا تو دہلی کی طرف واپسی کا ارادہ کیا۔ پاکپتن شریف سے جب حضرت میاں عبداللہ براستہ حویلی لکھا ضلع اوکاڑہ پہنچے تو اس زمانے میں ہیڈ سلیمانکی کا نام ونشان نہ تھا جس کی بناء پر مسافر حضرات دریا سے پار ہونے کے لئے کشتیوں کا استعمال کرتے تھے یہ زمانہ وہ تھا کہ جب برطانیہ حکومت برصغیر پر قبضہ جمانے کی کوشش میں مصروف تھی۔

بہر کیف آپ دریا سے پار ہو کر جب ایک بستی میں داخل ہوئے تو مغرب کا وقت ہو چکا تھا آپ کے ہمراہ اور بھی دیگر مسافر تھے جو دہلی جانا چاہتے تھے اس بستی میں چند مکان تھے آپ نے کسی سے پوچھا کہ نماز ادا کرنی ہے مسجد کدھر ہے تو بتانے والے نے بتایا کہ قریب ہی چھوٹی سی کچی مسجد ہے وہاں چلے جاؤ۔ آپ اس بستی کی مسجد میں جب پہنچے تو وہاں کے امام حضرت خواجہ نور محمد معنوی علیہ الرحمتہ تھے کہ پیچھے نماز پڑھی۔

نوٹ ☆: حضرت خواجہ نور محمد ثانی معنوی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ حضرت خواجہ غلام رسول تو گیروی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے مرید وخلیفہ تھے خواجہ نور محمد ثانی بیعت ہونے سے قبل نجدی وہابی خیالات سے متعلق تھے۔ جنکو مرشد کامل خواجہ تو گیروی کی نگاہ باکمال نے ایسا کندن بنایا کہ بعد کو جو بھی آیا باکمال بنتا گیا۔ اور خود نور محمد ثانی یعنی ثانی صاحب کے لقب سے ایسے مشہور ہوئے کہ دور دور تک شہرت پائی اور لاتعداد جاہل عالم بنے اور بے شمار افرادان کی نگاہ ولایت سے روشن ضمیر ہوئے۔

آپ حضرت خواجہ میاں عبداللہ جب خواجہ ثانی صاحب کے پیچھے نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو خواجہ ثانی صاحب کی مجلس میں بیٹھ گئے اور ٹکٹکی باندھ کر اُن کے روئے تاباں کی زیارت کرتے رہے جس سے آپ کے دل میں حضرت ثانی صاحب کی محبت دل میں گھر کر گئی حضرت خواجہ نور محمد ثانی علیہ الرحمتہ جب مجلس سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے تو حضرت خواجہ محمد عبداللہ ان کے قدموں میں گر گئے اور زار و قطار رونا شروع کر دیا جس کی بناء پر تمام اہل مجلس اور حضرت ثانی صاحب حیران ہوئے کہ اس مسافر کو کیا ہوا حضرت خواجہ ثانی نے اٹھا کر آپ کو گلے سے لگالیا اور پوچھا اے اجنبی مسافر کیوں روتے ہو۔ حضرت عبداللہ نے عرض کی حضرت کافی عرصہ سے میرے دل میں ایک تکلیف ہے جس کا علاج صرف اور صرف آپ ہی کر سکتے ہیں حضرت مجھے اپنی غلامی میں قبول فرما کر بیعت سے مشرف فرمالیں اس لئے کہ اب مزید ٹھوکریں کھانے کی گنجائش نہیں اور ویسے بھی مجھے اپنی پناہ گاہ اور منزل مل گئی ہے اس لئے اب دیر نہ کیجئے۔

حضرت خواجہ نور محمد معنوی علیہ الرحمتہ نے فرمایا اے مسافر میں تو ایک زمیندار اور گنہگار آدمی ہوں اور مجھ سے تو اللہ تعالٰی کے احکام اور فرائض کے ادا کرنے میں بھی سستی ہو جاتی ہے اس لئے کہ شیطان ہر وقت اپنے کام میں مصروف ہے مجھ پر تو پہلے ہی بہت بوجھ ہے مرید کرنے کے بعد تمہارا بوجھ بھی برداشت کرنا پڑے گا۔ اور ویسے بھی دہلی ولیوں کا گڑھ اور درویشوں کا شہر ہے وہاں فقیروں کی کون سی کمی ہے جو آپ دہلی سے میرے پاس بیعت ہونا چاہتے ہیں آپ دہلی ہی چلے جائیں اور وہاں کے کسی ولی کامل کے ہاتھ پر بیعت ہو جائیں اور میرے ہاتھ پر بیعت ہونے کے بعد تمہیں زیارت کیلئے ایک طویل سفر برداشت کرنا پڑے گا اس لئے آپ کے لئے دہلی ہی بہتر ہے۔

حضرت خواجہ ثانی کی یہ گفتگو سن کر آپ پر بے اختیار رقت طاری ہو گئی اور عرض کی حضرت مجھے اپنے قدموں سے دور نہ کیجئے میں آپ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے بغیر ایک قدم بھی آگے نہیں جاؤں گا۔

حضرت خواجہ عبداللہ کا گریہ دیکھ کر حضرت خواجہ سے نہ رہا گیا آپ کو گلے سے لگایا اور اپنے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف فرما کر چند وظائف و اوراد آپ کو پڑھنے کے لئے بتائے حضرت خواجہ ثانی صاحب کی پہلی نگاہ میں ہی آپ کا سینہ روشن ہو گیا تھا اس لئے تھوڑے دن کی محنت سے خدا نے آپ کو بہت جلد درجہ کمال کو پہنچا دیا۔

آپ کچھ عرصہ مرشد کی خدمت میں رہ کر دہلی تشریف لے گئے مگر دہلی جا کر آپ کی طبیعت بے چین و بے سکون رہی مرشد سے ایک لمحہ کی جدائی بھی آپ کو گوارا نہ تھی اس لئے بہت جلد ہی دہلی سے بمع اہل خانہ آپ مرشد کامل کے حضور مانیکی شریف تشریف لے آئے اور ہر وقت مرشد کی زیارت اور مرشد کے آستانے پر آنے والوں کی خدمت اور مہمان نوازی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

مرشد کامل نے منازل سلوک کی تکمیل کے بعد حضرت خواجہ محمد عبداللہ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرما کر ان کو مانیکی سے پانچ میل دور کے فاصلے پر بستی سوجیکی کی جانب بھیج دیا۔ بستی سوجیکی میں برائے نام مسلمانوں کے چند گھر تھے آپ نے وہاں پر ایک مسجد تعمیر کروائی اور وہاں کے لوگوں کو دین متین کی تعلیم خدا کے احکام اور نماز کے فرائض واجبات سنن مستحبات سے آگاہ فرما کر دہلی تشریف لے گئے تو اُن کو خداوند کریم نے ایک فرزند عطا فرمایا جن کا نام آپ کے مرشد نے محمد عبدالحکیم نوری رکھا جو کہ بعد کو بہت بڑے ولی کامل اور عارف باللہ ہوئے اور ہزاروں افراد نے ان سے فیض حاصل کیا۔

تعلیم و تربیت ☆: حضرت خواجہ محمد عبدالحکیم نوری چونکہ مادرزاد ولی تھے اس لئے آپ کا بچپن عام بچوں سے مختلف تھا ویسے بھی گھر کے روحانی ماحول کا بھی کافی اثر تھا کہ والدین اور دیگر اہل خانہ کا رجحان اور روحانیت کی طرف مائل تھا ایسے ماحول میں آپکی پرورش اور تربیت ہوئی اور پھر جب پانچ برس کی عمر شریف ہوئی تو آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ محمد عبداللہ نے اپنے مرشد کے فرمان کے مطابق آپ کو مانیکی شریف کی خانقاہ میں قائم دینی مدرسے میں داخل کرا دیا۔ آپ نے اپنی محنت شاقہ اور مرشد کامل کی نگاہ کی بدولت دس سال کے عرصہ میں حفظ قرآن کے علاوہ منطق و فلسفہ، علم ہندسہ، عربی، فارسی، اور علم ادب، تفسیر و حدیث فقہ پر مکمل مہارت تامہ حاصل کی۔ اس کے علاوہ عربی اور پنجابی ہندی فارسی، سنسکرت اور بنگالی زبان پر عبور حاصل کرنے کے ساتھ اوراد و وظائف اور علم روحانیت، علم تصوف، علم ظاہری و باطنی کے اسرار و رموز حضرت خواجہ ثانی معنوی سے مانیکی شریف میں حاصل کئے اور اسکے بعد بقیہ دینی تعلیم کے حصول کے لئے

مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور انڈیا اور علی گڑھ یونیورسٹی میں زیر تعلیم رہ کر علوم ظاہریہ کی تکمیل کے بعد واپس وطن مالوف تشریف لے آئے۔

بیعت و خلافت ☆: حضرت خواجہ محمد عبدالحکیم نوری رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ نور محمد ثانی معنوی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر صاحب ارشاد و مجاز ہوئے۔

اس طرح آپ نے اپنے والد گرامی کے پیر بھائی بھی ہوئے کہ وہ بھی حضرت خواجہ نور محمد ثانی معنوی علیہ الرحمتہ کے مرید و خلیفہ مجاز تھے حضرت خواجہ ثانی حضرت خواجہ غلام رسول تو گیروی کے مرید و خلیفہ اور وہ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے مرید و خلیفہ تھے۔

مختلف بزرگوں کے مزارات پر حاضری ☆: جن دنوں آپ حصول علم کے لئے سرگرداں تھے اس دوران آپ نے مختلف شہروں میں قائم بزرگان دین کے مزارات پر حاضری دینے کے علاوہ حصول فیض کے لئے مختلف درگاہوں پر چلہ کشی بھی کی ان بزرگان دین میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی، حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی، حضرت خواجہ مخدوم سیدنا علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری، حضرت خواجہ سید محمد معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری، حضرت خواجہ سید کلیم اللہ جہاں آبادی حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، حضرت بابا خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی، حضرت خواجہ غلام رسول تو گیروی علیھم الرحمتہ کے علاوہ دیگر لاتعداد بزرگان دین کے مزارت پر نہ صرف حاضری دی بلکہ وہاں مراقبے کئے اور چلہ کشی کر کے ان کے فیوض و برکات اور روحانیت سے مستفید ہوتے رہے۔

حج بیت شریف اور زیارت روضہ رسول کریم ☆: ان تمام مراحل سے فارغ ہو کر آپ کے دل میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ رسول کریم ﷺ کی تمنا ابھری تو آپ نے اپنے مرشد کامل حضرت خواجہ نور محمد ثانی معنوی علیہ الرحمتہ سے اس سفر کی اجازت چاہی تو حضرت نے آپ کو ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا اس سفر میں آپ کے ہمراہ آپ کے بچپن کے ساتھی اور مرید و خلیفہ جناب میاں فقیر محمد لانگری جو کہ آپ کے سمدھی یعنی حضرت خواجہ محمد نور الحق نوری علیہ الرحمتہ کے سسر بھی ہیں آپ رفیق سفر تھے آپ کا یہ تمام سفر پیدل یا اونٹ کی سواری پر تھا۔

آپ ملتان شریف پہنچے تو حضرت شیخ بہاؤ الحق ذکریا ملتانی اور ان کے پوتے حضرت شاہ رکن عالم حضرت خواجہ شاہ شمس سبزواری اور حافظ جمال اللہ ملتانی علیھم الرحمتہ کے مزارات پر حاضری دیتے ہوئے قریہ قریہ پھرتے پھراتے کوئٹہ پہنچے اور وہاں کے بزرگوں کے مزارت پر حاضری دے کر تفتان کے راستے ایران وہاں سے خشکی کے راستے عراق پہنچے عراق میں حضور غوث الثقلین سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی اور حضرت سیدنا امام عالی مقام امام حسین کے علاوہ دیگر بزرگان دین علیھم الرضوان کے مزارات پر حاضری دیتے ہوئے کوفہ نجف اشرف، کربلائے معلٰے، شام شریف کے بزرگوں کے مزارت پر حاضری دیتے ہوئے کوفہ کے راستے حجاز مقدس پہنچے اور حج بیت اللہ شریف کی ادائیگی کے بعد مدینۃ الرسول میں رسول کریم ﷺ کے مزار پُرانوار پر پوری عقیدت و محبت سے حاضر ہو کر روزانہ زیارت کرتے رہے اور کچھ عرصہ تک مدینہ پاک میں قیام پذیر رہ کر اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور آپ نے فی البدیہہ ایک نعت لکھی جو حضور ﷺ کے مزار پرانوار کے گنبد خضرٰی کے سائے کے نیچے نہ صرف مکمل کی بلکہ اپنی زبان ترجمان سے وہ نعت شریف رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرنے کی سعادت بھی حاصل کی جو کہ حسب ذیل ہے۔

میرے درد دل کی دوا ہے محمد ۔ میرے مرض تن کی شفا ہے محمد ﷺ
کسی کا کوئی ہے کسی کا کوئی ۔ میرا تو رسول خدا ہے محمد ﷺ
رسولوں سے نبیوں سے سب سے ہے افضل ۔ عجب مجتبیٰ مصطفیٰ ہے محمد ﷺ
یہ ثقلین کونین سب ملک اس کے ۔ شہنشاہ فرماں روا ہے محمد ﷺ
بنی مجھ کو مشکل ولے کچھ نہیں غم ۔ میرا یار مشکل کشا ہے محمد ﷺ
تو محبوب و مقبول و منظور ربی ۔ عجب حسن و ناز و ادا ہے محمد ﷺ
حبیب خدا آؤ امداد کیجئے ۔ یہ عاصی گناہ میں پھنسا ہے محمد ﷺ
تیرے بن کسی پر بھروسہ نہیں ہے ۔ بھروسہ سہارا تیرا ہے محمد ﷺ
نیکوکار چھوٹیں گے نیکی سے اپنی ۔ مجھے آسرا آپ کا ہے محمد ﷺ
کرو دور نوری سے دوری کو لِلّٰہ ۔ یہ سگ در تیرے پر پڑا ہے محمد ﷺ

مدینہ پاک میں تقریباً تین ماہ قیام کے بعد جب واپسی کا ارادہ کیا تو آنکھیں اشکبار تھیں تڑپتے ہوئے دل سے رخصت ہو کر براستہ ایران افغانستان کے شہر مزار شریف پہنچے جو کہ زیارت گاہ ہے وہاں سرکار مدینہ علیہ السلام کے موئے مبارک کی زیارت کی اور مختلف بزرگوں کے مزارت پر حاضری دے کر ڈیرہ اسماعیل خان کے راستے کوٹ مٹھن شریف پہنچے اور خواجہ غلام فرید چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے مزار پرانوار پر حاضری دے کر کچھ دن قیام کے بعد براستہ مظفر گڑھ اپنے مرشد کامل حضرت خواجہ ثانی کی خدمت میں مانیکی شریف تحصیل حویلی لکھا ضلع اوکاڑہ پہنچے جب آپ مانیکی شریف کی حد میں داخل ہوئے تو کیا دیکھا کہ آپ کے مرشد کامل خواجہ معنوی ثانی صاحب خانقاہ معلیٰ مانیکی شریف سے باہر کی جانب کافی دور اپنے مریدین کے ہمراہ استقبال کیلئے کھڑے ہوئے ہیں اور آپ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ ہمیں خداوند کریم نے اپنے فضل و کرم سے تمہارے آنے کی اطلاع کر دی تھی کہ تمہارا مرید مدینہ پاک کے سفر سے واپس آ رہا ہے اس لئے میں خود استقبال کیلئے آیا ہوں آپ آگے بڑھ کر مرشد کامل کے قدموں میں گر گئے قدم بوسی کے بعد گلے ملے اور کچھ عرصہ مرشد کامل کی بارگاہ میں حاضر رہ کر منازل سلوک طے کیں مرشد کامل نے رخصت کرتے وقت آپ کو نوری کے لقب سے نواز کر آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ محمد عبداللہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ سے فرمایا کہ خداوند کریم نے آج تمہاری دلی تمنا اپنے محبوب پاک ﷺ کے صدقے پوری کر دی ہے تمہارا بیٹا عبدالحکیم نوری جدھر بھی جائے گا علم دین اور عشق مصطفیٰ ﷺ کی نورانیت سے ان علاقوں کو نور و نور کرتا جائے گا اور فرمایا جو کچھ خدا نے مجھے عطا کیا تھا میں نے وہ تمام نعمت و روحانیت علم ظاہری و باطنی سب کچھ عبدالحکیم کو عطا کر دیا ہے۔

بنگلہ فاضلکا بستی جنڈ والا میں ورود مسعود☆: حج بیت اللہ سے واپسی کے کچھ عرصہ کے بعد آپ کے مرشد کامل نے آپ کو بنگلہ فاصل کا بستی جنڈ والا ضلع فیروز پور کی جانب روانہ کر دیا وہاں آپ نے ایک عظیم الشان مسجد اور مدرسہ نور العلوم کے نام سے

ایک دینی ادارہ قائم کیا اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی شہرت دور دور تک ہوگئی اس مدرسہ سے سینکڑوں کی تعداد میں لوگوں نے علم دین حاصل کیا اور لاتعداد غیر مسلم آپ کی روحانیت اور تبلیغ سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

اسی قیام کے دوران آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ میاں محمد عبداللہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کا وصال باکمال ہوگیا آپ نے بنگلہ فاضلکا بستی جنڈ والا میں ہی اماناً انکی تدفین کر کے مرقد منورہ بنائی۔ بعد میں جب آپ منڈی صادق گنج تحصیل منچن آباد ضلع بہاول نگر تشریف لائے تو کچھ عرصہ کے بعد ہی حضرت خواجہ محمد عبداللہ کو وہاں سے نکال کر منڈی صادق گنج لے آئے تھے جہاں آج کل آپ کا مزار پر انوار مرجع خاص عام ہے اور لاتعداد افراد حاضری دے کر مستفید و مستفیض ہوتے ہیں۔

بنگلہ فاضلکا سے منڈی صادق گنج میں مستقل قیام ☆: بنگلہ فاضلکا بستی جنڈ والا سے آپ نے ہجرت کا فیصلہ کیا اور منڈی صادق گنج تحصیل منچن آباد ضلع بہاولنگر آ کر ایک ویران جگہ کو آباد کرنے کا فیصلہ کیا اور سب سے پہلے مسجد کا سنگ بنیاد رکھ کر تعمیر کا آغاز کیا تو بعض شر پسند عناصر راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرنا چاہیں اور نواب آف بہاولپور کے پاس آپ کے خلاف شکایتیں شروع کر دیں مگر ہونا وہی تھا جو خدا کو منظور تھا کہ نواب آف بہاولپور نے وہ تمام جگہ اور اسکے علاوہ مدرسہ خانقاہ کی تعمیر کیلئے مزید جگہ آپ کے نام لکھ کر دے دی جہاں آپ نے ایک بہترین عظیم الشان جامع مسجد نوری اور عیدہ گاہ نوری اور مدرسہ نور العلوم نوری کے نام سے ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ اس کے ساتھ ہی خانقاہ نوریہ قائم کر کے تصوف و محبت کے دیپ لوگوں کے دلوں میں روشن کئے اور خانقاہ نوریہ میں اپنے والد گرامی حضرت خواجہ محمد عبداللہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کا عظیم الشان دربار تعمیر کروایا اور ان کو بستی جنڈ والا بنگلہ فاضلکا سے لا کر خانقاہ نوریہ نوری محلہ منڈی صادق گنج میں دفن کیا جہاں ان کی مرقد منورہ پر عقیدت مندان حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آپ کے قائم کردہ دینی مدرسہ نور العلوم نوری سے ہزاروں تشنگان علوم دینیہ نے اکتساب فیض کیا اور لاتعداد طلباء نے قرآن کریم حفظ کیا جبکہ سینکڑوں افراد علوم دینیہ سے تکمیل کر کے فارغ التحصیل ہو کر نکلے جن میں بڑے بڑے نامور علماء اور شیوخ ہوئے ہیں ان میں بصیر پور شریف کی درسگاہ کے بانی حضرت فقیہ العصر شیخ الحدیث والتفسیر علامہ محمد نور اللہ نوری بصیر پوری کے والد گرامی حضرت علامہ خواجہ محمد صدیق اور حضرت مولانا خواجہ محمد اسماعیل شاہ صاحب نقشبندی دربار کرمانوالہ ضلع اوکاڑہ حضرت مولانا خواجہ فتح محمد وٹو صاحب جن کا مزار پر انوار بہاولنگر میں ہے علیھم الرحمتہ جیسی عظیم شخصیات شامل ہیں جو اپنے اپنے مقام پر فیض کے دریا بہائے ہوئے ہیں۔

کشف و کرامات ☆: حضرت خواجہ عبدالحکیم نوری چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں میاں قطب الدین فاضل کا وٹو قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا ان کے علاوہ اور بھی کچھ مرید حاضر خدمت ہوئے۔ خواجہ نوری رحمتہ اللہ علیہ نے میاں فقیر لانگری کو کہا ان کو کھانا کھلاؤ میاں فقیر محمد نے عرض کی حضور کھانا تو تقسیم ہو چکا ہے اب تو تین چار روٹیاں تازی پڑی ہیں اور کچھ باسی پڑی ہیں آپ نے فرمایا باسی روٹیاں بھی تازی روٹیوں میں ملا کر دے دیں میاں فقیر محمد لانگری نے ایسے ہی کیا۔ جب مریدین کے آگے کھانا آیا تو انہوں نے تازی روٹیاں اپنے پاس رکھ لیں اور باسی روٹیاں میاں قطب الدین فاضل کا وٹو کو دے دیں جب مریدین کھانا کھا چکے تو خواجہ نوری

صاحب تشریف لائے اور مریدین سے پوچھا باسی روٹیاں کس نے کھائی ہیں اور تازی روٹیاں کس نے کھائی ہیں تو میاں قطب الدین نے عرض کی حضور باسی روٹیاں میں نے کھائی ہیں تو خواجہ نوریؔ صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا اے قطب الدین تمہیں اور تمہاری اولاد کے رزق میں کمی نہ ہوگی اور تمہاری اولاد نیک اور صالحہ ہوگی آپ کی نظر کرم سے آج قطب الدین کے نام پر قطب پورہ بستی مشہور ہے جو کہ حویلی شہر (ضلع اوکاڑہ) کے ۸ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ ان کے بڑے بیٹے حاجی خورشید وٹو ہے جو بہت ہی نیک اور صالح ہیں۔ علاقہ کے بہت بڑے زمینداروں میں سرفہرست ہیں۔

کرامت نمبر 2 ☆: مولوی گل محمد اسلام قبول کرنے سے پہلے ہندو مذہب سے تھے اور انگریز حکومت میں ریلوے میں گارڈ کے عہدے پر فائز تھے۔ یہ سال ۱۹۲۸ء کا واقعہ ہے کہ دہلی سے ریل گاڑی لے کر ریاست بہاولپور جا رہا تھا کہ جب گاڑی بنگلہ فاضلکا اسٹیشن پر رک کر پھر چلی تو گاڑی اسٹیشن سے کچھ فاصلے پر جا کر اچانک رک گئی تو گل محمد (گارڈ) نے ڈرائیور سے پوچھا گاڑی کیوں رک گئی کیا انجن میں خرابی ہے۔ ڈرائیور نے کہا کہ انجن میں تو کوئی خرابی نہ ہے اور نہ ہی میں نے روکی ہے۔ حضرت خواجہ محمد عبدالحکیم نوریؔ چشتی نظامی اپنے مریدین حاجی میاں فقیر محمد، صاحبزادہ محمد نورالحق نوریؔ چشتی نظامی، حضرت مولانا فخرالدین نظامی، سید مصباح علی شاہ، میاں شیخ سلطان محمود، مولوی اللہ دین، میاں غلام مصطفیٰ بھنڈارہ، میاں قطب الدین فاضلکا وٹو، میاں اسماعیل لنگڑیال، میاں قطب الدین لنگڑیال و دیگر مریدین کے ہمراہ گاڑی پر سوار ہونے کیلئے اسٹیشن بنگلہ فاضلکا کی طرف جا رہے تھے کہ گاڑی پہنچنے سے پہلے چل پڑی مریدین نے عرض کی یا حضرت گاڑی تو چل پڑی اب اسٹیشن کی طرف جانا فضول ہے جس پر حضرت خواجہ نوریؔ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا فرمان ہے جو بندہ میرا ذکر کرتا ہے میں اُس کا ذکر کرتا ہوں اور ہر چیز اس نیک بندے کے تابع کر دیتا ہوں آپ سب اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے جلدی قدم اٹھائیں گاڑی ہمیں لے کر جائے گی۔ ہمارا انتظار کر رہی ہے۔ آپ حضرت خواجہ نوریؔ صاحب اور مریدین گاڑی میں سوار ہو گئے مولوی گل محمد (گارڈ) کے دل میں خیال آیا کہ شاید ان بزرگوں کی وجہ سے گاڑی رکی تھی۔ وہ بھی اسی ڈبہ میں سوار ہو گیا اور ڈرائیور کو گاڑی چلانے کا اشارہ کیا اور گاڑی چل پڑی اور ڈرائیور بھی حیران تھا اور سمجھ گیا کہ یہ ان بزرگوں کی کرامت کی وجہ سے گاڑی رکی ہے۔ گارڈ گل محمد حضرت خواجہ نوریؔ کے حسین و جمیل چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا اس کا دل خواجہ نوریؔ صاحب کی طرف کھنچا جا رہا تھا اور گم سم کھڑا نگاہوں سے دیدار کر رہا تھا کہ خواجہ نوریؔ صاحب نے کہا کہ گارڈ صاحب ہم دوڑ کر گاڑی میں سوار ہوئے ہیں ہماری ٹکٹیں منڈی صادق گنج اسٹیشن کی بنا دیں تو گل محمد (گارڈ) نے عرض کی حضور آپ کی ٹکٹیں تو بن چکی ہیں آپ میری ٹکٹ اپنی غلامی کی بنا دیں اور قدموں میں گر گیا اور روتے عرض کی حضور اسٹیشن منڈی صادق گنج میرا دو دن ریسٹ ہوتا ہے آپ میری دعوت قبول فرمائیں۔ آپ نے دعوت قبول کر لی۔ اور اسٹیشن منڈی صادق گنج ریلوے ریسٹ ہاؤس میں دعوت کا ٹائم مقرر کر لیا۔ گل محمد (گارڈ) نے عرض کی حضور میں غیر مذہب ہندو ہوں اس لئے آپ اپنا لانگری بھیج دینا تا کہ وہ کھانا تیار کر لے۔ رات کو جب گل محمد اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا تو اسے شیطان نے بہکا دیا کہ جو کرامت خواجہ نوریؔ صاحب کی تم نے دیکھی ہے یہ کرامت نہ ہے۔ انجن کی خرابی کی وجہ سے گاڑی رکی تھی اور تیرا مذہب ہندو صحیح اور سچا ہے جو کچھ بھی تم کر رہے ہو یہ سب کچھ تمہارا وہم اور غلط کر رہے ہو اور مسلمانوں کو دعوت

دے کر اسلام قبول کر رہے ہو۔ شیطان نے گل محمد (گارڈ) کا دل بے یقینی میں ڈال دیا اب چونکہ دعوت کا وقت مقرر ہو گیا تھا۔ حضرت خواجہ نوری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے لانگری میاں فقیر محمد کو کھانا پکانے کیلئے گل محمد (گارڈ) کے پاس بھیج دیا۔ گل محمد (گارڈ) نے حضرت خواجہ نوری صاحب کے امتحان کی غرض سے پکانے کیلئے بلی کا گوشت دیا اور لانگری سے کہا کہ یہ خرگوش کا گوشت ہے اسے ذبح بھی مسلمان نے کیا ہے۔ میاں فقیر محمد لانگری نے تمام کھانا تیار کیا اور وقت مقررہ پر خواجہ نوریؒ صاحب اپنے مریدان کے ساتھ تشریف لائے اور محفل ذکر ہوئی جب دستر خوان پر حضرت خواجہ نوری بیٹھے تو گل محمد (گارڈ) نے کہا حضرت اگر آپ یہ بتا دیں کہ گوشت کس جانور کا پکا ہے تو میں اور میرے اہل خانہ اور تمام ریلوے ملازم جو اس دعوت میں شریک ہیں مسلمان ہو جائیں گے تو حضرت خواجہ نوریؒ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو گوشت خود کہے کہ میں کس جانور کا ہوں یا میں بتاؤں تو (گارڈ) نے کہا گوشت خود کہے تو بہتر ہے تو خواجہ نوریؒ نے گوشت کی طرف اشارہ کر کے کہا اے گوشت تو کس جانور کا ہے۔ اور ہمارے پاس کیوں آیا ہے۔ پس آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ تمام گوشت اکٹھا ہو گیا بلی بن کر میوں میوں کیا اور بھاگ گئی۔

یہ واقعہ و کرامت دیکھ کر گارڈ بمعہ اہل و عیال مسلمان ہو گیا۔ گارڈ کا جو پہلے ہندو نام تھا آپ نے گل محمد رکھا ان کے علاوہ ۲۳ ملازم ریلوے کے اور بھی مسلمان ہوئے۔ ان کے نام بھی آپ خواجہ نوریؒ نے اسلامی رکھے۔

گل محمد نے خواجہ نوری کی محبت میں نوکری چھوڑ دی اور ہر وقت آپ کی خدمت میں رہتا۔ ایک دن حضرت خواجہ نوری نے گل محمد کو سینے سے لگا کر تمام علم عطا کر دیئے اور ہندو سے گل محمد اور پھر گل محمد سے مولوی گل بنا کر چک نمبر 198/8.R تحصیل فورٹ عباس ضلع بہاولنگر دین کی تبلیغ کے لئے بھیج دیا اور اس گاؤں میں سینکڑوں بچوں اور بچیوں کو قرآن پاک درس دیا اور آپ کی مجالس میں بیٹھ کر روزانہ آپ کی گفتگو اور مواعظ حسنہ و ملفوظات کو قلمبند کرتا رہے جو کہ ایک کتاب کی شکل اختیار کر گئی ہے۔

کرامت نمبر 3 ☆: حضرت خواجہ محمد عبدالحکیم نوری چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ آستانہ کے صحن میں ایک نیم کے درخت کے سایہ تلے اپنے مریدان کو تبلیغ فرما رہے تھے کہ اس دوران ریاست بیکانیر گاؤں چوناوڑھ سے آپ کے مریدین میاں ادمیرا اور میاں لکھا قوم سیال جو کہ یہ دونوں بھائی تھے لنگر کیلئے بیل گاڑی پر اناج وغیرہ لے کر آئے اور قدم بوسی کرنے کے بعد عرض کی حضور اس دفعہ لنگر میں حصہ کم ڈالا ہے کیوں کہ اس دفعہ بارشیں بہت کم ہوئی ہیں اور ہمارا رقبہ بارانی ہے اور بارش سے ہی سیراب ہوتا ہے۔ اور آپ سے بارش کے لئے دعا کرنے کی عرض کی تو حضرت خواجہ نوری نے مریدین سے دعا کے لئے کہا۔ حضرت خواجہ نوری نے میاں فقیر محمد لانگری سے کہا کہ تمام لنگر کا انتظام آپ کے پاس ہوتا ہے اس لئے تمام مریدین اور تم میرے ساتھ مل کر ان دونوں بھائیوں کے لئے بارش کے لئے دعا کریں شاید ہم میں سے کسی ایک کی دعا قبول ہو جائے۔ حضرت خواجہ نوری نے بارانِ رحمت کیلئے دعا فرمائی تو دونوں بھائیوں نے عرض کی یا حضرت بارش کے لئے تو آپ نے دعا فرما دی ہے ہماری اولاد کیلئے بھی دعا فرمائیں کہ وہ نیک اور صالح ہو۔ آپ نے ان کی اولاد کے لئے بھی دعا فرمائی۔ جب دونوں بھائی دوسرے دن واپس اپنے گاؤں چوناوڑھ گئے تو ہر طرف رقبوں میں پانی ہی پانی تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے دریا کا پانی آ گیا ہو۔ دونوں بھائیوں نے اپنے گھر والوں سے پوچھا یہ بارش کب ہوئی ہے تو گھر والوں نے بتایا کہ کل بعد نماز

ظہر اور عصر کے درمیان اچانک ایک بادل آیا کہ اتنی بارش ہوئی کہ ہر طرف جل تھل ہو گیا۔ خواجہ نوری رحمتہ اللہ علیہ کی دعا کی برکت سے آئندہ سال فصل اچھی ہوئی دونوں بھائی دوبارہ اناج لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور آپ جس وقت یہاں بارش کے لئے دعا فرما رہے تھے اس وقت وہاں ہمارے گاؤں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کی بارش شروع ہو گئی تھی آپ نے فرمایا یہ سب کمال تو میرے اللہ جل شانہٗ اور اس کے پیارے حبیب محمد ﷺ کا ہے۔

یہ عجب بات تھی کہ بارش تو ہوئی لیکن دونوں بھائیوں کے رقبہ میں دوسرے لوگوں کے رقبوں کی نسبت رحمت کی بارش زیادہ ہوئی اور اس گاؤں میں یہ کہاوت مشہور ہو گئی تھی کہ سیالوں کے رقبہ میں بارش زیادہ ہوتی ہے اور فصل بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یہ آپ کی کرامت تھی آج بھی مشہور ہے کہ ان دونوں بھائیوں کی اولاد حافظ قرآن اور عالم دین ہے اور علاقہ کے بہت بڑے زمیندار ہیں پاک و ہند کی تقسیم کے بعد ضلع بہاولنگر گاؤں حافظ والا میں رہائش پذیر ہیں۔

کرامت نمبر 4 ☆: حاجی میاں فقیر محمد جو کہ آستانہ خواجہ عبدالحکیم نوری چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کا لانگری تھا۔ میاں فقیر محمد اپنے بڑے بیٹے محمد یار کو جس کی عمر سات آٹھ سال کی تھی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور قدم بوسی کے بعد عرض کی میں اپنا بیٹا آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اسے بھی علم دین سکھا دیں حضرت خواجہ نوری نے فرمایا تم نے یہ میرے سپرد کر دیا ہے۔ اب تم اس سے فارغ ہو۔ آپ نے محمد یار کی ڈیوٹی مال مویشی چروانے کے لئے لگا دی اس طرح چند سال گزر گئے۔ ایک دن کسی درویش نے میاں حاجی فقیر محمد لانگری کو کہا کہ ہم تو علم دین سیکھ رہے ہیں اور تمہارا بیٹا جو کہ مال مویشی لنگر کا چرواتا ہے جاہل رہ جائے گا۔ آپ خواجہ نوری سے اپنے بیٹے کے بارے میں عرض کریں۔ ایک دن حاجی میاں فقیر محمد نے موقع پا کر آپ سے عرض کی حضور میرے بیٹے پر نظر کرم فرمائیں کہ وہ بھی علم دین سیکھے کہیں وہ جاہل نہ رہ جائے۔

آپ نے فرمایا تمہیں کس نے کہا ہے کہ وہ جاہل رہ جائے گا۔ آپ نے محمد یار کو بلوایا اور کہا وضو کر کے قرآن شریف لے کر میرے پاس آؤ۔ محمد یار وضو کر کے اور قرآن پاک لے کر آپ کے پاس بیٹھ گیا اور آپ نے اپنا داہنا ہاتھ محمد یار کے سر پر رکھا اور حاجی میاں فقیر محمد سے کہا کہ قرآن پاک کھولو اور اپنے بیٹے سے جہاں مرضی چاہے سن لیں میاں فقیر محمد نے تین چار جگہوں پر اپنے بیٹے کو پڑھنے کو کہا۔ اس نے آسانی سے قرآن پاک اپنے والد کو مختلف جگہ سے سنا دیا یہ دیکھ کر میاں فقیر محمد حضرت خواجہ نوری کے قدموں میں گر پڑا اور عرض کی حضور مجھے معاف کر دو۔ کہ میں نے آپ سے محمد یار کی تعلیم کے بارے پوچھ لیا۔ محمد یار آج بھی زندہ ہے اور دوسری کتابیں بڑی آسانی سے پڑھ لیتا ہے اور اس کا دماغ اور صحت بالکل صحیح ہے۔ اب اس کی عمر ۹۰ سال کی ہو چکی اور رزق کی بھی خدا کے فضل اور فقیر کی نگاہ سے کمی نہ ہے۔

کرامت نمبر 5 ☆: محمد اسماعیل لنگڑیال جو کہ ایک بہت بڑا ڈاکو تھا۔ ان کا گاؤں منڈی صادق گنج سے تقریباً ۸ کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ ہندوستان میں بہت مشہور تھا انگریز حکومت نے اس کو پکڑنے کے لئے انعام بھی رکھا ہوا تھا۔ آپ کے ایک مرید نے آپ کو اس گاؤں جو کہ لنگڑیال کے نام پر مشہور تھا دعوت دی آپ اپنے مریدین کے ساتھ اس گاؤں میں گئے۔ محفل ذکر ہوئی اس محفل میں محمد اسماعیل لنگڑیال بھی شامل تھا۔ جب اللہ اور اس کے رسول کریم ﷺ کا ذکر ہو رہا تھا تو حضرت خواجہ نوری کی نظر کرم جب اس پر پڑی تو

قدموں میں گر پڑا اور روتا رہا۔ آپ نے اس کی کمر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا اور کہا محمد اسماعیل تمہارا نام کتنا پیارا اور اچھا ہے لیکن تمہارے کام اچھے نہ ہیں۔ آپ ڈاکہ چوری سے توبہ کر لیں۔

کچھ دنوں کے بعد اپنے گروہ کے ساتھ آستانہ نوری پر حاضر ہوا اور عرض کی حضور مجھے اپنا مرید کر لیں لیکن ایک شرط پر کہ آپ مجھے چوری کرنے اور ڈاکہ سے منع نہ فرمائیں گے۔

اُس کی بات سن کر حضرت خواجہ نوری صاحب نے فرمایا آپ کو مرید کرنے کی ہماری بھی شرط ہے کہ تم نماز پابندی کے ساتھ پڑھو گے اور ہمیشہ سچ بولو گے۔ تم ہماری شرط مان لو ہم تمہاری شرط مان لیتے ہیں۔ اگر تم کو یہ شرط منظور ہو تو مرید کر لیتے ہیں آپ کا فرمان محمد اسماعیل نے کہا مجھے منظور ہے اور اپنے گروہ کے ساتھ مرید ہو گیا۔ محمد اسماعیل اپنے گروہ کے ساتھ ڈاکے ڈالتا اور پانچ وقت کی نماز بھی ادا کرتا اور جب بھی ڈاکہ کے بارے میں حکومت اس سے پوچھ گچھ کرتی سچائی کا جو وعدہ اپنے پیر سے کیا فوری اقرار کر لیتا کہ یہ ڈاکہ میں نے ڈالا ہے اور لوٹا ہوا سامان واپس کرنا پڑتا یعنی جو بھی چوری ڈاکہ کا سامان لوٹا سچائی کی وجہ واپس کر دیتا آخر ایک دن بمعہ اپنے گروہ کے خواجہ نوری کے آستانہ پر حاضر ہوا اور قدموں میں گر کر کہا کہ حضور میں ڈاکہ اور چوری سے توبہ کرتا ہوں آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ میرے گناہ معاف فرما دے اور آئندہ زندگی نیک اور فلاحی کاموں میں گزرے۔ محمد اسماعیل اور اس کے گروہ نے توبہ کر لی۔ آج اُسی محمد اسماعیل لنگڑیال کی اولادیں حضرت خواجہ نوری کی دعا کی برکت سے نیک حافظ عالم دین ہیں۔ کراچی میں ان کا بہت بڑا مدرسہ ہے جہاں پر ہزاروں طالب علم دین حاصل کر رہے ہیں۔ محمد اسماعیل کی اولادمیں بہت بڑے زمیندار بھی ہیں اور گاؤں کے نمبردار بھی ہیں۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: آپ کے خلفائے کرام میں جن مقتدر شخصیات کے نام آتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔ 1۔ حضرت خواجہ فخر الدین چشتی نظامی بھابڑا پاکپتن شریف۔ 2۔ حضرت سید مصباح علی شاہ چشتی نظامی مظفر گڑھ۔ 3۔ میاں سلطان محمود چشتی نظامی حویلی لکھا ضلع اوکاڑہ۔ 4۔ میاں غلام مصطفیٰ بھنڈارہ چشتی نظامی بستی ججکی تحصیل منچن آباد۔ 5۔ حضرت میاں اللہ دین چشتی نظامی میکلوڈ گنج حال مقیم بستی کھوسہ۔ 6۔ میاں محمد نواز چشتی نظامی کراچی۔ 7۔ حضرت میاں شیر محمد لنگڑیال چشتی نظامی میکلوڈ گنج بہاولنگر۔ 8۔ حضرت صاحبزادہ مولانا محمد خلیل الرحمان نوری چشتی نظامی منڈی صادق گنج۔ 9۔ حضرت مولانا صاحبزادہ محمد عبدالحق نوری چشتی نظامی منڈی صادق گنج۔ 10۔ حضرت مولانا صاحبزادہ محمد نورالحق نوری چشتی نظامی منڈی صادق گنج تحصیل منچن آباد ضلع بہاولنگر علیھم الرحمتہ۔

نوٹ☆: آخر الذکر تینوں خلفاء حضرات آپ کے بھائی مولانا جمال الدین کے بیٹے اور آپ کے بھتیجے ہیں جن میں مولوی صاحبزادہ خواجہ محمد نورالحق نوری چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کو آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی اپنا سجادہ وخلیفہ اکبر مقرر فرمایا تھا جو کہ آپ کے وصال با کمال تین ماہ شوال 1362ھ 1941ء سے تادم آخر مورخہ 2004ء تک بحیثیت سجادہ وخلیفہ اکبر فرائض انجام دے کر واصل الی اللہ ہوئے۔

فقیر راقم الحروف کی حضرت مولانا مولوی خواجہ صاحبزادہ محمد نورالحق نوری چشتی نظامی سے 1992ء سے تادم آخر شناسائی تعلق اور رابطہ آپ کے نور نظر اور سب سے چھوٹے صاحبزادے جناب صاحبزادہ محمد اشفاق نوری زیدہ مجدہ کے ذریعے قائم ہوا تھا جو کہ انتہائی خلق مہربان نہایت ہی درویش صفت عبادت گزار اور ظاہری و باطنی علوم سے مرصع اور روادار، پُر بہار، مرنجامرنج شخصیت کے مالک تھے

آپ کے بعد آپ کے سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ پیر حاجی مشتاق احمد نوری متولی اور دربار شریف منتظم اعلیٰ مقرر ہوئے جو کہ بڑی محنت ولگن اور جانفشانی سے ذمہ داریاں بحسن وخوبی سرانجام دینے میں مصروف ہیں۔

وصال سے قبل تاریخ سے مطلع فرمانا☆: آپ حضرت خواجہ محمد عبدالحکیم نوری چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے وصال سے کچھ ماہ پہلے چند شعروں میں بزبان پنجابی وعربی وفارسی اپنی تاریخ اورسن وصال لکھ کر ایک پتھر کی تختی پر کنندہ کروا کر جس جگہ آپ کی مرقد منورہ آج موجود ہے اس جگہ سرہانے پر پہلے ہی لگوادی تھی جس کی آپ کے صاحبزادوں اور خلفاء سمیت کسی کو سمجھ نہیں آئی کہ یہ اشعار کیا پیغام دے رہے ہیں اگر کسی نے آپ سے کبھی سوال کر بھی دیا کہ یا حضرت یہ اشعار کس زبان میں ہیں اور ان کا مفہوم کیا ہے تو آپ فرما دیتے کہ یہ تمہارے سمجھنے کی چیز نہیں ہے اس کی رمز میں جانتا ہوں یا میرا خدا جانتا ہے۔

جب آپ کا وصال باکمال ہوا تو لاتعداد افراد جنازے میں شرکت کے لئے پہنچے۔ صاحبزادگان وخلفاء مریدین عقیدتمندان دھاڑیں مار مار کر آپ کی جدائی کے غم میں آہ وبکار کر رہے تھے مگر اس موقع پر موجود ایک ولی کامل نے جب اس مرقد منورہ کی کھدائی کے وقت وہ تختی پڑھی تو وجد میں آ کر رقص شروع کر دیا اور جھوم جھوم کر لوگوں کو بتا رہا تھا کہ سبحان اللہ موت ہو تو ایسی کہ جس کی پہلے سے خبر اور تیاری ہو لوگ اس درویش کی اس حرکت پر حیران تھے اسے پکڑ کر پوچھا کہ آج خواجہ نوری کے وصال کا دن ہے لوگ سوگوار ہیں اور تم ہو کہ خوشی سے جھوم رہے ہو؟ اس نے کہا کہ نادانو تمہیں معلوم نہیں کہ اس تختی پر حضرت خواجہ نے کچھ ماہ پہلے کیا لکھ کر لگایا تھا لوگوں نے کہا کہ ہمیں تو علم نہیں ہم نے حضرت سے پوچھا بھی تھا مگر وہ اس کو ٹال گئے تب اس فقیر نے بتلایا کہ حضرت نے چند شعروں میں جو لکھا تھا وہ اُن کی قطعہ تاریخ وصال ہے جو کچھ آپ نے پہلے سے لکھ کر لگایا آج وہی تاریخ وہی وقت اور وہی سن ہے یہ سن کر تمام مریدین کو نہ صرف تعجب ہوا بلکہ جب غور کیا تو واقعی وہی وقت دن تاریخ اور سن نکلا آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں جو اپنی قطعہ تاریخ وصال لکھی تھی وہ حسب ذیل ہے۔

یارب غَافِرُنَا و رحمانَا	چاھنداں ھاں تیری غُفْرَانَا
اَغْفِرنَا بِطُفَیْلِ نبی دیے	سال قبول دعا عربی دیے
یعنی عربی لفظ دُعاؤں	دِسدیے ھجری سال 1362ھ
یھی ھجری روضہ نورینہ	تے دن عید شوال مھینہ

یارب نوری عاصی تیرا

تینوں ھیے خصمانہ میرا

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 3 شوال المکرم 1362ھ بمطابق 1941ء بروز سوموار بوقت شام 5 بجے

دربار نوری محلہ نوری منڈی صادق گنج میں ہوا بعداز وصال آپ کے چہرہ انور سے جوانوار وتجلیات رونما ہوئے انہیں دیکھ کر بہت سے ہندو سکھ اور عیسائی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی اہل رائے کے نزدیک یہ جنازہ منڈی صادق گنج کی تاریخ کا پہلا جنازہ تھا کہ اس قدر ہجوم کے سینکڑوں افراد ہجوم کے باعث کندھا نہ دے سکے پورے علاقے میں ذکر خدا کی گونج پڑ گئی آپ کو آپ کے عظیم والد گرامی پیر طریقت رہبر شریعت حضرت خواجہ میاں محمد عبداللہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے مزار کے ساتھ دائیں پہلو میں دفن کیا گیا۔

آپ کا مزار پُر انوار محلہ نوری منڈی صادق گنج تحصیل منچن آباد ضلع بہاولنگر میں مرجع خاص وعام ہے جہاں آپ کا سالانہ عرس مبارک موجودہ سجادہ نشین حضرت حاجی پیر مشتاق احمد نوری چشتی نظامی مدظلہ العالی کی زیر سرپرستی ہر سال 3 شوال کو منایا جاتا ہے لاتعداد مریدین عرس مبارک میں شرکت کر کے اور دربار پر حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

نوٹ ☆: آپ کے خلیفہ اکبر وسجادہ نشین حضرت مولوی خواجہ محمد نورالحق نوری چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے فرزندان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں نمبر 1 صاحبزادہ حاجی مشتاق احمد نوری چشتی نظامی جن کو اپنی حیات مبارکہ میں ہی مولوی خواجہ محمد نورالحق نوری چشتی نظامی علیہ الرحمتہ نے اپنا خلیفہ وسجادہ مقرر کر دیا تھا جو کہ نہایت ہی خلیق اور ملنسار طبیعت کے مالک اور درویش صفت انسان ہیں ہمہ وقت دربار شریف کی خدمت پر مامور رہتے ہیں اور جمعہ کے روز جامع مسجد نوری جو کہ دربار کے ساتھ منسلک ہے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہیں ان کے ایک صاحبزادے حامد رضا نوری حافظ قرآن ہیں آج کل درس نظامی کی تعلیم کے سلسلہ میں جہلم کی دینی درسگاہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

جبکہ دوسرے صاحبزادے جناب محمد عبدالغفار نوری چشتی نظامی اور تیسرے صاحبزادے جناب رضا احمد نوری سب سے چھوٹے جناب صاحبزادہ محمد اشفاق نوری تعلیم یافتہ نوجوان ہیں جو کہ آج کل سرکاری ملازمت اسلام آباد میں رہائش پذیر ہیں

فقیر راقم الحروف کا صاحبزادہ محمد اشفاق نوری سے تقریباً 1991ء سے تعلق واسطہ ہے دربار نوری منڈی صادق گنج پر ان کے ہمراہ ستمبر 1992ء میں پہلی مرتبہ حاضری نصیب ہوئی دوسری حاضری 1994ء میں اور تیسری حاضری 3 شوال 1998ء میں عرس کے موقع پر جبکہ آخری اور چوتھی حاضری 1999ء میں 3 شوال کو عرس کے موقع پر ہوئی۔ دربار شریف پر حاضری دے کر اطمینان قلب بلکہ لذت حیات حاصل ہوتی ہے۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا خواجہ فیض شاہ جمالی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عالم باعمل، فاضل بے بدل، غوث یگانہ، مرشد زمانہ، پیکر علم وعرفان، محدث وجد و پیان، حضرت مولانا خواجہ فیض بخش شاہ جمالی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 16 ذیقعد 1290ھ بمطابق 1873ء بروز جمعرات اپنے وقت کے ممتاز عالم دین و عارف کامل حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمتہ کے گھر قصبہ شاہ جمال شہر جام پور ڈیرہ غازی خان میں ہوئی۔

آپ نے ابتدائی دینی تعلیم قرآن پاک اور ابتدائی درسی کتب اپنے والد گرامی سے حاصل کی، اسکے بعد علوم متداولہ کی کتب حضرت مولانا نصیر بخش سے پڑھیں بعدازاں مولانا خلیل احمد نزد روہیلانوالی ضلع مظفر گڑھ اور حضرت حافظ صاحب سیلانوالی ضلع میانوالی سے دیگر کتب متداولہ اور درس حدیث شریف تحصیل و تکمیل کی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ حضرت خواجہ عبدالرحمان ملتانی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے، اور انہیں سے خرقہ خلافت حاصل کر کے صاحب مجاز وصاحب ارشاد ہوئے۔

حضرت خواجہ عبدالرحمان ملتانی مرید وخلیفہ تھے حضرت خواجہ خدابخش خیر پوری کے وہ مرید تھے حضرت حافظ محمد جمال ملتانی کے وہ مرید تھے حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کے وہ مرید وخلیفہ حضرت خواجہ فخر جہاں مولانا فخرالدین چشتی نظامی دہلوی علیہم الرحمتہ کے۔

درس وتدریس ☆: قصبہ شاہ جمال شروع ہی سے علم وعرفان کا گہوارہ تھا کم وبیش ڈیڑھ سو طلباء اکثر یہاں زیر تعلیم رہا کرتے تھے، جہاں صبح وشام اسباق علوم دینیہ کا تکرار رہا تھا۔

جب آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا تو دور دراز سے بے شمار طلباء پروانوں کی طرح علم وعرفان کی اس شمع کے پاس جمع ہوگئے آپ کی مسلسل شبانہ روز کی جدوجہد کی بدولت ہزار ہا تشنگان علوم دینیہ نے اس چشمۂ فیض سے اپنی پیاس بجھائی۔

درس کا انداز یہ تھا کہ طلباء کی کثرت کی بناء پر تمام دن درس اور سبق جاری رہتا، حتیٰ کے ایک وقت ایسا بھی آیا کہ نماز عشاء کے بعد تک اسباق پڑھائے جاتے رہے بذات خود آپ کا یہ حال تھا کہ درسی کتابیں پڑھاتے پڑھاتے تمام کتب زبانی یاد ہوگئیں تھیں۔

توکل وقناعت ☆: ایک مرتبہ کیمیا گری جاننے والا ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا حضرت میرے پاس سونا بنانے والا نسخہ ہے۔ میں آپ کے مدرسہ میں طلباء کی کثیر تعداد اور خانقاہ میں مریدین کا انبوہ کثیر اور مہمان نوازی دیکھ کر حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھ سے نسخہ لے لیں تاکہ لنگر خانے کا نظام آسانی سے چلتا رہے۔

آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں قبول تو کر لیتا مگر میرے توکل میں فرق آ جائے گا۔ ابھی تک میرا نظام خدا کے توکل پر چل رہا ہے اگر یہ حاصل کر لوں تو پھر مجھے اس پر کچھ بھروسہ ہو جائے گا اور یہ تمام توکل کے منافی ہے۔ وہ آدمی آپ کے اس جواب سے مایوس ہو کر چلا گیا۔

بظاہر فقر و تنگدستی کے باوجود آپ ہر سال عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر میلاد شریف کے پروگرام پر بے بہا روپیہ خرچ کرتے تھے، تنگدستی کا یہ عالم کہ تمام نظام کو چلانے کیلئے اکثر قرض بھی لیتے رہے جب تنگدستی زیادہ بڑھ گئی تو قرض خواہوں نے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ ریجو رام ہندو نوٹس دینے کو تیار ہو گیا تھا۔

مگر اس کے باوجود بھی آپ نے جلسہ عید میلاد النبی ﷺ نے نہایت ہی احسن انداز سے منعقد کرایا۔

علاقہ بھر کے بزرگان دین کے عرسوں میں بھی آپ خصوصیت سے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

آپ کے مشہور شاگردان عزیز ☆: یوں تو شاگردوں کی ایک طویل فہرست ہے مگر جن شاگردوں نے ملکی سطح پر شہرت حاصل کی ان میں حضرت مولانا خورشید احمد ظاہر پیر والے حضرت علامہ مولانا خدا بخش اظہر شجاع آبادی، حضرت مولانا منظور احمد، احمد پور شرقیہ اور آپ کے صاحبزادے حضرت علامہ مولانا پیر صاحبزادہ خواجہ غلام یاسین علیہ الرحمتہ قابل ذکر ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۵ رجب المرجب 1364 ہجری بمطابق 1944 بروز پیر کو ہوا، مزار پُر انوار بستی سندیلہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے دربار کے سجادہ نشین کا مقام ☆: آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے خواجہ غلام یاسین صاحب سجادہ نشین مقرر ہوئے جو کہ اپنے وقت کے جید علمائے دین اور شیوخ جن میں حضرت علامہ مولانا نور دین، حضرت مولانا نصیر بخش چاچڑوی، اور حضرت خواجہ فیض محمد شاہ جمال کی شاگردی کا شرف رکھتے ہیں۔

ان کے بارے میں مشہور ہے اور ان چشم دید گواہوں میں سے بعض اہل علم و عرفان آج بھی زندہ ہیں کہ جنہوں نے حضرت صاحبزادہ خواجہ غلام یاسین شاہ جمال کو بیداری کی حالت میں مدینہ منورہ میں حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں سلام پیش کرتے اور مکہ مکرمہ میں طواف بیت اللہ شریف کرتے دیکھا ہے۔ جبکہ بظاہر اپنے آستانے پر موجود تھے۔

حضرت صاحبزادہ خواجہ غلام یاسین شاہ جمالی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کا وصال باکمال 2 رجب المرجب شریف ۱۳۶۴ ہجری بمطابق 1991ء کو ہوا مزار پر انوار اپنے والد گرامی کے پہلو میں مرجع خلائق ہے۔

آج کل حضرت خواجہ غلام یٰسین شاہ جمال کے فرزند ارجمند صاحبزادہ عبدالحیٔ چشتی نظامی مدظلہ العالی ہیں جو کہ آستانہ عالیہ کے نظام کو چلانے میں مصروف عمل ہیں وہی اپنے والد گرامی اور دادا بزرگوار کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت حافظ الحاج محمد حمید الدین صدیقی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عالم ربانی، حافظ آیات قرآنی، صوفی لا مکانی، طائر سبحانی، حضرت مولانا الحاج الحافظ القاری محمد حمید الدین صدیقی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1270 ہجری بمطابق 1853ء میں حضرت حکیم عبدالرحمان صاحب کے گھر کوٹ نجیب اللہ تحصیل و ضلع ہری پور میں ہوئی۔

آپ کا نام نامی اسم گرامی محمد حمید الدین بن حکیم عبدالرحمان بن حافظ محمد معصوم صدیقی ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد صدیقی النسل ہیں آپ کے جد اعلیٰ مصر سے ہجرت کر کے ہندوستان سے ہوتے ہوئے وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ صوبہ پنجاب میں تشریف لائے بعد ازاں نواب نجیب اللہ خان کے عہد میں کوٹ نجیب اللہ تحصیل و ضلع ہری پور میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز ہو کر مقیم ہوئے نواب نجیب اللہ خان نے اس اعزاز کے ساتھ اُن کو کافی زمین بھی بطور جاگیر دی تھی۔

آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی کے زیر سایہ ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اور حفظ قرآن اور قرأت و تجوید اپنے والد گرامی سے ہی پڑھی۔

ابتدائی تعلیم کے بعد آپ مولوی احمد سکندر پوری کے درس میں داخل ہو گئے اور وہاں سے فارغ ہونے کے بعد لاہور میں حضرت علامہ خواجہ غلام قادر بھیروی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں رہ کر تکمیل علوم متداولہ کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

درس و تدریس ☆: آپ صرف و نحو میں امام تصور کیے جاتے تھے۔ دور دراز سے طلباء آپ سے صرف و نحو پڑھنے کے لئے آتے تھے تمام زندگی درس و تدریس میں گزاری، آپ طلباء کو قرآن مجید بھی حفظ کراتے تھے فن قرآت و تجوید میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا یہی وجہ تھی کہ آپ طالب کو جب قرآن مجید حفظ کراتے تو قرآت و تجوید کے ساتھ حفظ کراتے تھے۔

آپ کافی عرصہ اپنے استاد محترم حضرت خواجہ غلام قادر بھیروی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے پاس بطور نائب امام بیگم شاہی مسجد لاہور میں ذمہ داریاں پوری کرتے رہے۔

اس کے علاوہ جالندھر مشرقی پنجاب انڈیا میں جالندھر چھاؤنی کی جامع مسجد میں خطیب و امام مقرر رہے روزانہ درس قرآن مجید

اور درس حدیث شریف دیا کرتے اور شائقین علوم قرآنیہ کو قرآت وتجوید سے قرآن مجید حفظ بھی کرواتے تھے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضور تاجدار گولڑہ حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی کے ہاتھوں خرقہ خلافت پاکر سرفراز وصاحب ارشاد ہوئے۔ آپ حضور تاجدار گولڑہ کے اول خلفاء میں سے ہیں۔

سلسلہ رشد وہدایت ☆: آپ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کی اشاعت وترویج کے لئے بہت کاوش کی مریدین کے حلقہ پر خصوصی توجہ دیتے اور طالبان راہ سلوک کو رشد وہدایت سے نوازتے۔ آپ کے مریدین کا سلسلہ بہت وسیع تھا ملک بھر کے مختلف شہروں میں آپ کے کافی تعداد میں مریدین موجود ہیں۔

آپ کے خلفاء ☆: آپ نے بہت سے افراد کو خلافت واجازت سے نوازا۔ مگر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب جالندھری خطیب جامع مسجد فاضل دیوان ڈسکہ کے دوسرے خلیفہ حضرت سید تصدق حسین شاہ صاحب ریلوے ملازم سے آپ کے سلسلہ کو بہت فروغ ملا۔

شادی واولاد ☆: آپ نے دو شادیاں کیں پہلی بیوی سے چار لڑکیاں اور چار لڑکے پیدا ہوئے۔ آپ کی اس بیوی کا دہلی میں انتقال ہوا تھا۔ آپ کی دوسری بیوی کے بطن سے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا حافظ حسین الدین تولد ہوئے آپ کے یہ صاحبزادے عالم ہونے کے علاوہ بہترین حافظ قاری اور دنیاوی تعلیم میں ایف ایس سی ہیں۔

حج بیت اللہ شریف وزیارت روضہ رسول کریم ﷺ ☆ آپ نے اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں دو مرتبہ حج بیت اللہ شریف کیا پہلی مرتبہ 1342 ہجری بمطابق 1923ء میں دوسری مرتبہ 1366 ہجری بمطابق 1946ء میں ادا کیا اور زیارت روضہ رسول کریم ﷺ سے مشرف ہوئے۔

آپ کی علمی وقلمی خدمات ☆: آپ نے درس وتدریس کے ساتھ اپنی نوک قلم سے جو جواہر پارے چھوڑے ان میں شرح درود مستغاث سیر دنیا اور عقدۃ العالی بقانونچہ کھیوالی جیسی عظیم کتابیں اہلسنت کے لئے یادگار چھوڑی ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال گیارہ جمادی الاول ۱۳۶۶ ہجری بمطابق 28 جنوری 1946ء کو ہوا۔
مزار پرانوار کوٹ نجیب اللہ تحصیل وضلع ہری پور ہزارہ صوبہ سرحد میں مرجع خاص وعام ہے۔
جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سید لعل حسین دوالمیالوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: صوفی کامل ولی العصر مناظر السلام شاعر بارگاہ رسالت، فخر السادات حضرت علامہ مفتی پیر سید لعل حسین شاہ دو المیالوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ جامع الحسنات وکمالات ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت تحصیل چواسیدن شاہ ضلع چکوال کے معروف گاؤں دوالمیال کے مشہدی کاظمی سادات کے عظیم مبلغ حضرت مولانا سید رسول شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے گھر ہوئی آپ کے والد گرامی ساتھ والے گاؤں تترال کی جامع مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔اس طرح سادات کا یہ علمی اور روحانی گھرانہ شروع ہی سے اس علاقہ میں علم وعرفان کا نور بکھیر رہا تھا۔

گھریلو مذہبی ماحول سے متاثر ہو کر آپ میں بھی علوم دینیہ کا شوق پیدا ہوا۔اور اس کے حصول کے لئے گھر سے نکلے اور اپنے عظیم خاندان سادات کے مشن کے وارث بنے جس کے لئے خدا پاک نے آپ کو چن لیا تھا۔آپ بچپن ہی سے نیک سیرت و با کردار باصلاحیت شخصیت کے مالک تھے۔عام بچوں کے طرز زندگی سے مختلف آپ کا انداز فکر تھا۔آپ کی اس خصوصیت کے پیش نظر خاندان کے بزرگوں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا یہ بچہ ایک وقت علم وحکمت وعرفان کا آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے گا۔اور دور دور تک اس کے علم وعرفان کا شہرہ ہوگا۔دنیا اس کے فیض کے چشمے سے سیراب ہوگی اور وقت نے ثابت کیا کہ آپ نے اپنی شبانہ روز کی جدوجہد سے وہ مقام حاصل کرلیا کہ اس وقت کے علماء فضلاء صلحاء اتقیاء آپ کی نہ صرف تعظیم کرتے بلکہ آپ کے علم وفضل پر ناز کرتے تھے۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں والد گرامی سے حاصل کی اور بعدازاں آپ کے والد گرامی نے آپ کو چکوال شہر کے معروف عالم دین مولانا غلام حسین کے پاس داخل کرادیا وہاں سے ابتدائی کتابیں مکمل کرنے کے بعد ضلع سرگودھا کے شہر بھیرہ شریف میں مولانا غلام قادر بھیروی رحمتہ اللہ علیہ اور مولانا عبدالعزیز بگوی علیہ الرحمۃ سے اکتساب فیض کیا۔ بعدازاں پشاور شہر میں مولانا قاضی غلام محی الدین مفتی قدیم پشاوری کے ہاں پشاور میں کچھ عرصہ اور پھر بقایا تعلیم لاہور جا کر مکمل کی۔

آپ خداداد صلاحیتوں کے مالک اور غضب کی ذہانت رکھتے تھے۔جس زمانہ میں آپ بھیرہ شریف میں زیر تعلیم تھے تو امتحان میں شامل سو طالب علموں میں سے آپ کی کارکردگی سب سے بہتر رہی اور اول درجہ میں امتحان پاس کیا۔اسی طرح جہاں بھی گئے وہاں تمام طلباء پر آپ کو سبقت حاصل رہی۔

مجذوب سے ملاقات ☆: دوران تعلیم بھیرہ میں قیام کے دوران موضع لون میانی میں مقیم ایک مجذوب فقیر کے پاس آپ آیا جایا کرتے تھے اور یہ مجذوب فقیر بھی آپ سے بڑی محبت وشفقت سے پیش آتے اور آپ کی زبان سے نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد اس مجذوب فقیر کا انتقال ہوگیا۔

تو آپ ان کے وصال با کمال کے بعد ان کے مزار شریف پر بھی اکثر حاضری دیا کرتے تھے۔ ایک روز آپ اس مجذوب کے مزار پر تلاوت کرتے کرتے سو گئے تو خواب میں وہ مجذوب فقیر ملے اور فرمایا کہ آپ ضلع اٹک کی تحصیل پنڈی گھیپ کے گاؤں میرا شریف چلے جائیں اور حضرت خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضری دو۔

بیعت وخلافت ☆: مجذوب فقیر کا حکم ملتے ہی آپ فوراً وہاں سے ضلع اٹک تحصیل پنڈی گھیپ کے میرا شریف پہنچے اور حضرت خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر ان کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور مرشد کامل کے حکم پر واپس اپنے گاؤں پہنچ کر آپ نے درس وتدریس کا وسیع وعریض سلسلہ شروع کر دیا اور اس کے ساتھ ہی عظیم الشان جامع مسجد کی تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ ابھی مسجد کی تعمیر مکمل نہ ہوئی تھی کہ مرشد کامل کا پیغام ملا آپ تعمیل ارشاد کے لئے فوراً میرا شریف پہنچے اور مرشد کامل خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں قدم بوس ہوئے آپ کے مرشد نے آپ کو خرقہ خلافت اور دستار سے نواز کر اجازت بیعت وارشاد عطا فرمائی اور حکم دیا کہ خلق اللہ کی خدمت کرو اور اللہ کے ذکر میں مست رہو۔

حج بیت اللہ وزیارت روضہ رسول ﷺ ☆: ۱۸۹۴ء میں آپ حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ رسول کریم ﷺ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے حرمین شریفین حجاز مقدس روانہ ہوگئے حجاز مقدس میں اس سفر کے دوران آپ کو مختلف جگہوں پر تقاریر کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ حجاز مقدس سے واپسی پر آپ نے بہت سی قیمتی کتابیں بھی خریدیں جو کہ آپ کی لائبریری کی زینت اور علمی یادگار رہیں۔

مرزائیوں سے مناظرہ ☆: جس زمانے میں آپ حصول علم کے لئے کوشاں تھے اس زمانے میں آپ کا گاؤں دوالمیال قادیان کے بعد مرزائیت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ یہاں کے مرزائیوں کا سرخیل مولوی کرم داد مرزائی تھا جو کہ مولوی نور دین مرزائی بھیروی کا شاگرد تھا۔ آپ نے مرزائیوں کی بڑھتی ہوئی یلغار کو روکنے کے لئے ان سے ہر میدان میں مقابلے کا فیصلہ کر لیا اور اپنے رفقاء اور عقیدت مندان کو ساتھ ملا کر اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے سرگرم عمل ہوگئے۔

آپ نے مرزائیت سمیت دیگر تمام مذاہب باطلہ وعقائد باطلہ رکھنے والوں کے خلاف بھرپور علمی مواد سے تقریروں اور تحریروں کی جو مہم چلائی اس سے مرزائی بوکھلا کر رہ گئے اور حواس باختہ ہو کر مولوی کرم داد مرزائی نے آپ کو مناظرے کا چیلنج کر دیا۔ آپ نے فوراً قبول کر لیا دوران مناظرہ خدا پاک کے فضل وکرم سے آپ کامیاب ہوئے اور مرزائی مناظر کو ہزیمت اٹھانا پڑی اس سلسلہ میں ناکامی کے بعد انہوں نے آپ کے خلاف مختلف قسم کے مقدمے بنائے جو کہ کافی عرصہ تک چلتے رہے۔ ان میں بھی کامیابی آپ ہی کو نصیب ہوئی۔
آپ نے مسلمانوں کی قوت کو یکجا کرنے کے لئے اور فتنہ قادیانیت کے بھرپور مقابلے کے لئے انجمن اسلامیہ کی بنیاد رکھی جس کا

پہلا اجلاس۔ مارچ ۱۹۲۴ء کو ہوا اور اس طرح مسلمان ایک پلیٹ فارم پر متحد ہونا شروع ہو گئے۔ انہی دنوں مولوی کرم داد خان مرزائی نے آپ کو ایک بار پھر مناظرہ کا چیلنج دیا اور کہا کہ اگر آپ نے مجھے شکست دے دی تو میں مرزا جی کو کافر اور اس کے سب دعوؤں کو جھوٹا مان لوں گا۔

چنانچہ ۱۶ مارچ ۱۹۲۴ء کو چواسیدن شاہ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ کے دربار کے احاطہ میں پولیس کی نگرانی میں مناظرہ طے پا گیا۔ تمام علماء نے متفقہ طور پر آپ کو مسلمانوں کی طرف سے مناظر مقرر کیا اور مولانا حاجی عبدالواحد علمبردار لاہوری رحمتہ اللہ علیہ صدر مناظرہ اور مولانا قاضی فضل احمد لدھیانوی رحمتہ اللہ علیہ معاون مناظرہ مقرر ہوئے اور مرزائی جماعت کی طرف سے آپ کے سابقہ حریف مولوی کرم داد مناظر اور فتح محمد نمبردار صدر اور محمد بخش باشندہ معاون مناظرہ مقرر ہوئے۔

چنانچہ دوران مناظرہ آپ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں دلائل و براہین قاطعہ سے رد مرزائیت کیا اور اس قسم کے مضبوط دلائل پیش کئے کہ مرزائی مناظر انگشت بدنداں رہ گیا اختتام مناظرہ پر انسپکٹر پولیس مہر خان صاحب نے مسلمانوں کے دلائل کو مضبوط اور جامع قرار دیتے ہوئے مسلمانوں کی فتح کا اعلان کیا۔

اس طرح قادیانیوں کو اس مناظرہ میں بھی بری طرح ناکامی کا سامنا کرنا پڑا مگر باوجود اس کے مولوی کرم داد مرزائی نے اپنے وعدے کے مطابق حق کو قبول نہ کیا اور شکست تسلیم کرتے ہوئے وہاں سے راہ فرار اختیار کی۔ اس مناظرہ کی مکمل روئیداد انجمن تائید اسلام لاہور کے ماہوار رسالے کے شمارہ ۱۵ مئی ۱۹۴۵ میں شائع ہوئی تھی۔

تیسرا مناظرہ اور اس کا انجام ☆: گجرات شہر کے ملک عبدالرحمٰن خادم ایڈووکیٹ مرزا کے قریبی حواریوں اور مبلغین میں سے ایک شخص جس نے ۱۹۳۳ میں مرزائیت کو تبلیغ کے لئے احمد پاکٹ بک کے نام سے کتاب لکھ کر شائع کی تھی اور اس کے جواب میں مناظر اعظم حضرت علامہ مولانا محمد عمر اچھروی رحمتہ اللہ علیہ نے مقیاس النبوۃ کی ۳ جلدوں پر مشتمل کتاب تقریباً ۱۲ سو صفحات پر تصنیف فرما کر ۱۹۳۴ میں شائع کی تھی۔

حضرت سید لعل حسین دوالمیالوی کے قریبی گاؤں چھبی کوٹ راجگان سے تھا یہ شخص راجہ علی محمد گجرات میں محکمہ جنگلات افسر تھا۔ راجہ صاحب کا تعلق ملک عبدالرحمٰن خادم سے تھا اور وہ انہی کی وجہ سے مرزائیت بھی اختیار کئے ہوئے تھے۔ اور راجہ علی محمد نے ملک عبدالرحمٰن خادم مرزائی کی ہمشیرہ سے شادی کر لی تھی اس وجہ سے ملک عبدالرحمٰن خادم ایڈووکیٹ کا اس علاقہ میں آنا جانا تھا جو کہ شادی کی وجہ سے اور زیادہ ہو گیا۔ آپ نے اس کا بھی گھیراؤ کیا۔

چنانچہ ۱۹۳۶ کے لگ بھگ موضع چھبی کوٹ راجگان میں حضرت پیر طریقت سید لعل حسین شاہ دوالمیالوی رحمتہ اللہ علیہ اور ملک عبدالرحمٰن خادم مرزائی کے درمیان مناظرہ ہوا۔ جس میں مرزائی مناظر ملک عبدالرحمٰن خادم کو عبرتناک شکست ہوئی اور لوگوں پر حق آشکار ہو کے رہا۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے مرزائیوں سے بہت مناظرے کئے۔ جن میں حافظ کوہاڑ امولوی فیض محمد کھیالوی حافظ کفایت حسین پشاوری، حافظ شہباز، سید محبوب شاہ سکھر پور اور سید فضل حسین احمد آبادی سے مختلف موضوعات پر مناظرے کئے اور مرزائیت کا ناطقہ ایسا

بند کیا کہ مرزائی ہزار کوششوں کے باوجود بھی اپنے مشن کو آگے نہ بڑھا سکے اور اسی گاؤں تک محدود ہو کے رہ گئے۔

اہل سنت کے ممتاز عالم دین مولانا قاضی زاہد الحسینی نے اسی وجہ سے فرمایا تھا کہ حضرت سید لعل حسین دوالمیالوی اور مولانا محمد کرم الدین دبیر اگر اس علاقہ میں موجود نہ ہوتے تو یہ پورا علاقہ مرزائی بن گیا ہوتا اور کچھ لوگ رافضی ہو جاتے۔ ۱۹۴۰ء میں آپ کافی ضعیف ہو گئے تھے۔ عمر عزیز نوے برس سے تجاوز کر چکی تھی تو اس درمیان ایک مرتبہ پھر دوالمیال میں مرزائی فتنہ نے سر اٹھایا اور دوبارہ پھر مناظرہ کی نوبت آئی تو آپ نے اپنی طرف سے حضرت علامہ قاضی زاہد الحسینی کو مناظر مقرر کیا اور اس مناظرے کے تمام انتظامات خود سنبھالے مرزائیوں کی طرف سے کرم الٰہی جو منڈی بہاؤالدین میں سکول ٹیچر تھا کو شکست فاش ہوئی۔ اس مناظرہ کی مکمل روئیداد علامہ زاہد الحسینی کی مطبوعہ کتاب درۃ الزاہدیہ بر فرقہ احمدیہ میں محفوظ ہے۔

آپ کی دینی تحریکات اور تحریری خدمات ☆: فتنہ قادیانیت کے خلاف مسلسل شب و روز کی مصروفیت کے علاوہ آپ نے تحریر کے میدان میں بھی بہت کام کیا ہے۔ جہلم شہر سے نکلنے والے ہفت روزہ اخبار، سراج الاخبار، جو حضرت مولانا فقیر محمد جہلمی کی زیر ادارت نکلتا تھا، میں مسلمانوں کے دینی مسائل پر علماء کی طرف سے ان کے جوابات شائع ہوا کرتے تھے۔ اس اخبار میں آپ کے جوابات اکثر شائع ہوتے۔

امرتسر سے نکلنے والے معروف اور بلند پایہ رسالہ الفقیہ میں آپ اور آپ کے صاحبزادے کی طرف سے بہت سے کالم اور مذہبی مضمون شائع ہوا کرتے تھے۔ جہلم اور گردونواح میں ایک مرتبہ طاعون کی بیماری پھیل گئی اور پورے علاقے کو گھیرے میں لے لیا لوگ نقل مکانی کرنے پر مجبور ہو گئے اس موقع پر جہلم شہر کے معروف عالم دین مولانا عبدالکریم قریشی قلعداری نے ایک فتویٰ شائع کیا کہ ایسی حالت میں لوگوں کا نقل مکانی کرنا ٹھیک ہے اور تنگ گھر چھوڑ کر کھلی فضاء میں منتقل ہونا از روئے شریعت جائز ہے۔ اس فتویٰ پر حضرت سید لعل حسین دوالمیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی تصدیق فرمائی تھی اس کے بعد افادہ عامہ کے لئے یہ فتویٰ سراج الاخبار کے شمارے ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۴ء کو شائع ہوا تھا۔ علاوہ ازیں، الٰہی عتاب، تیغ الٰہی بر فرقہ سبائی، اظہار حق اور باغ فدک کا قصہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی تصانیف میں سوز احقر، ذکر ولی اور احمدی پاکٹ بک کے جواب میں حنفی پاکٹ بک آپ کی یادگار ہیں۔

آپ کے ہم عصر علماء اور مشائخ ☆: آپ کے ہم عصر علماء اور مشائخ میں حضرت مولانا نظام الدین وزیر آبادی، مولانا محمد مسعود سکنہ الہڑنزد چونڈہ، مولانا نجم الدین ڈھریالوی، مولانا مفتی عطا محمد رتوی، مولانا کرم الدین دبیر، مولانا حافظ غلام احمد سلوئی والے حضرت علامہ غلام محمد گھوٹوی رحمتہ اللہ علیہ جیسی مقتدا اور ماہر علوم وفنون شخصیات سے آپ کے گہرے مراسم تھے۔

مدرسہ اشاعت اسلام چکوال ☆: مدرسہ اشاعت اسلام چکوال اہل سنت کا عظیم اور قدیمی مدرسہ ہے جو کہ صدیوں سے آباد ہے اس مدرسہ کے سالانہ اجتماع میں آپ بنفس نفیس باقاعدگی سے ہر سال شرکت فرماتے تھے۔

آپ کے معروف تلامذہ ☆: آپ کے مشہور و معروف شاگردوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ جس میں سے چند علمائے کرام کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ جن میں مولانا سید فضل حسین شاہ مولانا سید کرم حسین شاہ، مولانا میاں لعل دین دعولوی، حضرت

پیر سید مہتاب حسین شاہ دعولوی، مولانا سید فردوس شاہ قصوری علیہم جیسی نابغہ روزگار شخصیات شامل ہیں۔ جنہوں نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے اکتساب فیض کیا۔

سیرت و کردار ☆: آپ نہایت بلند پایہ اخلاق کے مالک اور پر عزم و استقلال اور بہادر شخص تھے۔ شریعت و طریقت کی پاسداری آپ کا وطیرہ تھا زہد و تقویٰ میں بے مثال اور علم و فضل میں یگانہ تھے۔ تمام زندگی ناموس رسول ﷺ کے تحفظ کی خاطر جہاد کرتے رہے۔ بڑے سے بڑا گستاخ رسول بھی آپ کے سامنے مبہوت ہو کے رہ جاتا تھا۔

آپ انتہائی خوبصورت اور دراز قد تھے۔ عملی زندگی بھی انتہائی خوبصورت تھی۔ وضع داری رواداری میں بے مثال اور یکتا تھے۔ اللہ پاک ہی کے لئے دوستی رکھتے اور اللہ پاک ہی کے لئے کسی سے دشمنی فرماتے تمام عمر اپنی ذات پر ہونے والے حملوں کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اپنے دشمنوں کو معاف فرما دیتے تھے۔ نماز پنجگانہ تہجد اور دیگر نوافل کا بہت خیال فرماتے تھے۔ ہر وقت آپ کی زبان پر خدا پاک اور اس کے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر جاری رہتا ہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۴۷ء بمطابق ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۶۶ھ بروز جمعرات سو برس کی عمر میں ہوا۔ نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے اور خلف الرشید حضرت مولانا سید کرم حسین شاہ نے پڑھائی عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر آپ کے جنازہ میں دیکھنے میں آیا۔ ہر آنکھ پرنم اور ہر دل غمگین تھا۔ اس موقع پر سید محمد شاہ خطیب جامع مسجد دوالمیال جناب حافظ عبداللہ تترالوی اور حضرت مولانا غلام احمد سلوئی والے خاص طور پر شریک ہوئے۔ آپ کا مزار آپ کے آبائی علاقہ کے قبرستان واقع موضع دوالمیال نزد چوآسیدن شاہ ضلع چکوال میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں سے آج بھی اہل عقیدت و محبت فیض یاب ہو رہے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت سائیں نواب حضوری چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: سلطان الفقراء، برھان العرفاء، امام العاشقین، دلیل الکاملین، شہباز طریقت و تصوف، حضرت سائیں نواب حضوری چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ السالکین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1274ھ بمطابق 1857ء کو بمقام ٹھیری شریف کھرل عباسیاں ضلع باغ آزاد کشمیر میں ہوئی۔

آپ ستر برس تک پوشیدہ زندگی گزارتے رہے۔ اس عرصہ میں کوئی آپ کے بلند پایہ مقام کو نہ پہچان سکا جس علاقہ میں آپ کی ولادت ہوئی آپ نے زندگی گزاری وہ علاقہ دین اسلام کی تعلیم سے نابلد اور بزرگان دین کے مقام سے نا آشنا، چھوٹے بڑے میں کوئی امتیاز نہ تھا، پورا معاشرہ بے راہ روی کا شکار تھا خداوند کریم نے ان لوگوں کی اصلاح اور رشد و ہدایت اور ان کا بگڑا ہوا نصیبا سنوارنے کے لئے آپ جیسی عظیم المرتبت ہستی کو درجہ ولایت پر فائز المرام کر کے بھیجا اور کھرل عباسیاں، کھرل ملا، وادی لیپہ اور گردونواح کے لوگوں کی طرف خدا نے آپ کو بھیج کر احسان عظیم فرمایا۔

آپ سنت رسول ﷺ پر سختی سے کاربند اور توحید و رسالت کے احکام شرعیہ کی تمام عمر تبلیغ و اشاعت کرتے رہے اور لوگوں سے بھی سختی سے احکام شرعیہ پر عمل درآمد کراتے رہے آپ کی تمام عمر سنت رسول ﷺ سے عبارت تھی آپ کی صورت مبارک دیکھ کر خدا کی یاد تازہ ہو جاتی ہے آپ سچے اور پکے عاشق رسول ﷺ تھے۔

آپ کا معمول تھا کہ اپنی عبادات عوام و خواص سے پوشیدہ رہ کر کرتے تھے اور پوری پوری رات قیام و قعود اور تلاوت قرآن میں گزر جاتی تھی عاجزی مسکینی انکساری آپ کی طبیعت مبارکہ کا خاصہ تھا۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میری زندگی کا ایک ہی مقصد ہے کہ اور وہ یہ کہ عاشق کو عشق کا عارف ہونا چاہیے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت شیخ سید محمد انور شاہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر صاحب ارشاد ہوئے۔

کشف و کرامات ☆: حضرت سائیں نواب حضوری رحمتہ اللہ علیہ موسم بہار میں وادی کھلانا بڑی بیک کی ایک ڈھودھم میں مویشی لے کر جایا کرتے تھے جب آپ سنکھ پہنچے تو آگے سے ایک سکھ ونجلی (یعنی بانسری) بجاتا ہوا آ رہا تھا جب اس سکھ کی نظر آپ کے

چہرہ مبارک پر پڑی تو سکھ نے بوجہ ادب ونجلی بند کر دی۔

اس جگہ آپ اپنے مریدین کے ہمراہ آرام کی غرض سے تشریف فرما تھے۔ آپ نے اپنے مریدین سے پوچھا کہ ونجلی کی آواز آ رہی تھی کون بجا رہا تھا۔ آپ کے مرید مہندی خان نے جواب دیا حضرت ایک سکھ تھا جس نے آپ کو دیکھ کر ونجلی بند کر دی آپ نے فرمایا اسے بلا کر لاؤ۔ اتنی دیر میں وہ سکھ نوجوان خود وہاں پہنچ گیا آپ نے اس سے پوچھا کہ ونجلی کیوں بند کر دی تھی۔ اس سوال پر وہ خاموش ہو گیا۔

آپ نے اس سکھ جوان سے فرمایا کہ ونجلی پھر بجا۔ اس نے ونجلی بجائی آپ نے کچھ دیر کے بعد اس سے پوچھا کہ تم پریشان کیوں ہو؟ اس نے جواب دیا کہ حضرت میری شادی کو تین سال ہو گئے ہیں اور میں نامرد ہونے کی وجہ سے اپنی بیوی پر قادر نہ ہو سکا۔ جبکہ میری بیوی نے بھی اس راز سے اتنے عرصے میں پردہ نہیں اٹھایا اب چونکہ یہ راز کھل چکا ہے جس کی وجہ سے آج میرے گھر میں میری سسرالی آئیں گے اور جرگہ میں فیصلہ کر کے میری بیوی کو آزاد کرا کر لے جائیں گے۔

آپ نے اس کی بات کو سن کر زمین میں لگی ہوئی کھبل (گھاس) اکھیڑ کر اسے دی اور فرمایا کہ تم جاؤ اور جرگہ والوں سے کہو کہ یہ عورت تین سال سے میرے پاس ہے لہٰذا مجھے تین دن کی مزید مہلت اور دے دو۔ جرگہ والوں نے اس کی بات سن کر اسے مزید تین دن کی مہلت اور دے دی۔ تین دن کے بعد جب دوبارہ جرگہ بیٹھا تو اس کی بیوی نے کہا کہ میرا شوہر ٹھیک ہو گیا ہے لہٰذا اب میں اس کے ساتھ ہی رہوں گی۔

اس کے بعد وہ دونوں میاں بیوی آپ کے سامنے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے اور خوشحال زندگی گزارنے لگے۔

کرامت نمبر 2 ☆: ایک انگریز میم نے مری کلب کا ٹھیکہ ایک ٹھیکیدار کو دیا میم بہت سخت مزاج تھی ٹھیکیدار کا بیٹا عطا محمد جو کہ نوجوان اور گرم مزاج تھا کسی بات پر تو تکار ہوئی تو موقع دیکھ کر ٹھیکیدار کے بیٹے عطا محمد نے اس انگریز میم کو قتل کر کے گہرے کنویں میں پھینک دیا۔

لاش کی تلاش کی گئی تو وہ کنویں سے مل گئی۔ تفتیش کے دوران یہ بات ثابت ہو گئی کہ قتل عطا محمد نے ہی کیا ہے۔ مقدمہ درج ہوا اور اس کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔ مقدمہ کی روشنی میں اس کے بچنے کی کوئی امید نہ تھی جس کی وجہ سے اس کا والد اور دیگر اعزاء بہت پریشان ہوئے

اس پریشان کن صورتحال میں اس کے والد نے سائیں کالا جو آپ کا مرید تھا کو ہمراہ لیا اور بکوٹ شریف میں حضرت فقیر اللہ بکوٹی علیہ الرحمۃ کے پاس پہنچے اور ان سے اپنا مدعا بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ سائیں نواب حضوری علیہ الرحمۃ کے پاس چلے جائیں وہ بتا سکیں گے کہ اس کیس کا کیا ہو گا انہوں نے پوچھا کہ ان کو کہاں تلاش کیا جائے تو حضرت فقیر اللہ بکوٹی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ کھرل عباسیاں ضلع باغ آزاد کشمیر چلے جاؤ تمہاری ملاقات ہو جائے گی۔

جب وہ ٹھیکیدار اپنے گھر پہنچا تو اس کا باورچی ملازم بھی کھرل عباسیاں ہی کا رہنے والا تھا اس نے کہا کہ میں ساتھ چلے چلتا ہوں۔

جب یہ کھرل عباسیاں ضلع باغ آزاد کشمیر پہنچے اور آپ کی خدمت میں حاضری دی تو آپ نے ان کی بات سن کر مری چلنے کا وعدہ فرما لیا۔

حسب وعدہ جب آپ مری پہنچے تو ان لوگوں نے آپ کا والہانہ استقبال کیا۔ چند دنوں بعد مقدمہ کے فیصلے کی تاریخ تھی تو آپ نے فرمایا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں، تمہارا بیٹا بری ہو گیا ہے عدالت میں جب پیشی ہوئی وکلاء کی بحث سننے کے بعد جب جج فیصلہ سنانے لگا اور وہ لکھنے لگا کہ پھانسی لیکن فیصلہ لکھا جاتا ہے کہ بری ہے۔ جج بہت پریشان ہو گیا اور اس نے وہ کیس راولپنڈی عدالت کو ریفر کر دیا وہاں بھی یہی معاملہ پیش آیا۔ جب غیبی تائید و حمایت جج نے دیکھی تو اس نے فیصلہ لکھ دیا کہ یہ بری ہے۔

اولاد و امجاد☆: خداوند کریم نے اپنے فضل سے آپ کو چار صاحبزادیاں اور پانچ صاحبزادے عنایت فرمائے تھے جن میں سے حضرت شیخ میرولی، حضرت صاحبزادہ محمد علی جو عالم شباب میں وصال کر گئے تھے اور نہ ہی انکی کوئی اولاد ہے حضرت شیخ خواجہ محمد یوسف باجی، حضرت شیخ غلام محمد جی عرف نانگا باجی حضرت الحاج محمد سلیمان صاحب رحمتہ اللہ علیہ تمام صاحبزادے عارف کامل اور نیک متقی ہوئے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال پندرہ ذیقعد ۱۳۶۷ھ بمطابق 1947ء کو نوے برس کی عمر میں ہوا۔ مزار پُر انوار دھار شریف کھرل عباسیاں ضلع باغ آزاد کشمیر میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ محمد یار فریدی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: پیکر عرفان و آگہی، منبع فیوض و برکات، آفتاب نور توحید و تفرید، سلطان ارباب مشاہدہ، قطب آسمان ولایت، شہباز میدان حقیقت و معرفت شاعر ہفت زبان، خطیب اسلام، ریاست علم و طریقت کے شہنشاہ، گلستان معرفت و ولایت کے نگہبان حضرت خواجہ محمد یار فریدی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ آفتاب آسمان ہدایت ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت 1299ھ بمطابق 1881ء کو گڑھی اختیار خان ضلع رحیم یار خان میں ہوئی۔

یہ زمانہ وہ تھا کہ جب عالم اسلام کے ہر اُفق پر مختلف ادبار کے منحوس سائے پھل رہے تھے، ہندوستان 1857ء کے ہنگامہ خیز کارستانیوں سے گزر کر مکمل طور پر برطانوی سامراج کے قبضے میں آ چکا تھا، اور کلیسا کے وارث صلیبی انتقام کے زہر میں بجھی تلواریں لہراتے ہوئے ہر طرف بڑھ رہے تھے۔

دنیا کو حریت و انصاف کی منزلوں سے ہمکنار کرانے والے مسلمان خود غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، اور مسلمانوں کی صلاحتیں بالکل مفلوج اور دل و دماغ کی رگیں خشک ہو رہی تھیں، فکر و عمل، اخلاق و کردار اور عادات و اطوار کا نام تک نظر نہ آتا تھا، مغربی تہذیب تیزی سے پھیل رہی تھی جبکہ اسلامی تہذیب و تمدن ختم ہوتی جا رہی تھی، مغربیت کے سائے میں مادیت، فحاشی و عریانی، الحاد بے دینیت فروغ پا رہی تھی۔ ایسے پرفتن دور میں انسانیت کو بالعموم اور امت مسلمہ کو بالخصوص انفرادی، اجتماعی اور آفاقی سطح پر زندگی کی بقاء د ارتقاء اور اسلام کے احیا کے لئے روحانی شخصیت کی ضرورت تھی۔

اس لئے کہ روحانیت ہی وہ راستہ ہے جو کاروان انسانیت کو کرب و اضطراب کے اس تپتے صحرا سے نجات دلا سکتا ہے۔

ایسے پُرفتن دور میں امت کی رہنمائی کیلئے خطہ میں آپکا وجود اس خطہ کے لئے بالعموم اور بالخصوص پورے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کیلئے روشنی کا مینار ثابت ہوا، آپ خدا کے ان پاکباز بندوں میں سے ہیں جن کو دیکھ کر خدا کی یاد تازہ ہوتی ہے اور جناب مصطفیٰ کریم ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلو نہ صرف جگمگا اٹھتے ہیں بلکہ ان کی بہت سی سنتیں زندہ و جاوید کرنے کا ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔

آپ کی ذات وہ ذات ہے کہ جن کے فیض و صحبت سے بگڑے ہوئے نفوس کی اصلاح ہوتی اور بجھے قلوب میں ایمان کی حرارت چمکتی ہے آپ کی ذات عشق رسول ﷺ کا ایک حسین کشتہ اور آپ کی زندگی عشق رسول اور جلوتوں میں عشق رسول ﷺ کے حسین نظارے

سمائے رہتے' خداوند کریم کی بندگی' عبادت و ریاضت' اور احکام خداوندی پر عمل آپ کا شیوہ خاص تھا اور ذکر رسول ﷺ آپ کا ورد وظیفہ تھا
آپ عمر بھر خدمت و اشاعت دین اور فروغ سیرت و سنت کے لئے کوشاں رہے تمام عمر دعوت تبلیغ کے لئے وقف تھی' کبھی نثر میں
اور کبھی شعر و شاعری کی صورت میں اس فریضہ کو بخوبی انجام دیتے رہے۔

پورے برصغیر پاک و ہند میں آپ کا حلقہ ارادت تھا' وعظ و سحر بیانی کا عالم یہ تھا کہ مخالفین اس بات کا برملا اعتراف کرتے دیکھے
گئے کہ آپ کے وعظ میں اڑتے ہوئے پرندے بھی پرواز چھوڑ دیتے اور چلتا ہوا دریا بھی تھم جاتا تھا۔

شعر و شاعری اور انداز فکر☆: شعر و ادب کی دنیا میں آپ کے فن کمال کا آئینہ ''دیوان محمدی'' کی صورت میں موجود ہے۔
آپ کی شاعری کا مکمل رنگ تصوف اور روحانیت پر مبنی ہے جو کہ فقر و درویش اور عشق حقیقی اور سوز و گداز اور قلب روح کی ترجمانی ہے
آپ نے جس زمانے میں صوفیانہ شاعری کا بیڑا اٹھایا وہ برصغیر ہی نہیں بلکہ پورے عالمی منظرنامے پر امت مسلمہ کے لئے
جہتی زوال و انحطاط کا تاریک دور تھا' اور مغربی استعمار کے زیر اثر مادیت اور اس کا زیر علم و فکر اور جذبہ و احساس کی پہنائیوں میں بھی اتر
تھا نظریاتی اور ثقافتی گھٹن کے اس ماحول میں مذہبی صوفیانہ اور روحانی شاعری کا بیڑا اٹھانا فی الواقع یہ آپ کا عظیم کارنامہ تھا۔

آپ کی شاعری ''از دل خیزد و بر دل ریزد'' کے مصداق انسانی دلوں کو گرمانے اور روحوں کو تڑپانے لگیں' ہمدردی' اخلاق
ایثار کی اعلیٰ اخلاقی رسمیں تصوف اور صوفیانہ شاعری کی بدولت معاشرے میں پروان چڑھنے لگیں۔ آپ نے اپنے ہر دلعزیز لہجہ اور مقبول
عوامی اور مقامی زبان سرائیکی کے ذریعے تصوف کو پنجاب میں ایک عوامی اور اسلامی تحریک کا روپ دینے میں بھرپور کردار ادا کیا۔

آپ کے دیوان پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ نے فارسی اردو' اور سرائیکی شاعری کی آغوش میں
برصغیر کی طویل کلاسیکی صوفیانہ روایت فکری سرمائے اور ادبی و لسانی ورثے کو سمیٹ کر لوگوں کے قلوب و اذہان میں ڈھالا ہے۔

آپ کے کلام میں مختلف صوفیانہ لہجے انداز اور تیور جذب ہو کر ایک عجیب قوس و قزح کا روپ دھار چکے ہیں' صوفیانہ شاعری اور
روایات کا کل سرمایہ تین اساسی دائروں میں سمٹ آتا ہے (1) مابعد الطبیاتی معتقدات (2) صوفیانہ اخلاق و تعلیمات (3) روحانی احوال
و واردات اور یہ تینوں عناصر آپ کی شاعری اور کلام میں پوری تابانی سے جگمگا رہے ہیں۔

مشت از نمونہ کلام☆: آپ کی فارسی' اردو اور سرائیکی شاعری کے مختلف کلاموں کے نمونے قارئین کے ذوق کے لئے
پیش خدمت ہیں سب سے پہلے فارسی کے چند اشعار جن میں آپ کے ملت کے درد کا احساس نظر آتا ہے۔

درد مندیم و درد ملت ما است
درد لدار دین و دولت ما است
ننگ و ناموس را نمی خواهیم
ذلت کوئے دوست عزت ما است

ایک اور مقام پر آپ اپنی شاعرانہ مہارت اور جدت کے رنگ میں فرماتے ہیں

اے کز نگاہ ناز تو ناز آفریدہ اند

در طاق ابروئے تو نماز آفریده اند
در شوق آں گلم شد از غنچه در ظهور
در بلبل ایں چه سوز وگداز آفریده اند

ازقد او قدم تراشیدند
ازید اوکرم تیرا شید ند

گریه چشم ماچه طوفان کرد
که ازو بحر ویم ترا شید ند

توحید کے مقام پر آپ ایک جگہ فرماتے ہیں

دبز بهر خدا گاهے بیادر کوئے ما
تابه بینی زیر پایت جان و ایمان کسے

سالهادر پرده بابت دیده ام
یك زماں بے پرده دیدن آر دوست

آرزویم رانگر شوقم ببیں
در مقام اور سیدن آرذوست

در مذهب ماکفر بود غیرتو دیدن
بیست غیرے تو مسلمان بنا شد

در بندگی پیر مغاں پیر گشته ایم
مازندگی به بندگی اں فروختیم
ماحامد محمد پاکیم ازازل
حمد خدا بحمد خدا واں فروختیم

• سرکار علیہ السلام کی شان میں آپ کا ایک شعر

هر کسے دارو تمنائے دگر

دین و ایمانم تمنائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سرکار علیہ السلام کے بارے میں آپ کا اردو کا شعر

شہہ خیرالوریٰ کے عشق میں اب تو محمد بھی
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش پا معلوم ہوتا ہے

سرائیکی زبان میں سرکار علیہ السلام کے بارے میں آپ کی عقیدت کا اظہار

محمد محمد پکیندے گزر گئی
احد نال احمد ملیندے گزر گئی

ایک اور مقام پر سرائیکی کے انداز میں فرتے ہیں

میڈے درد دے دفتر ہک پاسے
مجنوں و چارہ ہک پاسے
مذاہب دے جھگڑے اساں چھوڑ بیٹھے
محبت دا جھگڑا چھڑا کوئی نہیں سکدا

اپنے مرشد کامل کی طرف رجوع کا سرائیکی میں انوکھا انداز

صباکوٹ مٹھن دے پیر کو آکھیں
ہیں بلبل کوں خود گلی بنڑیں ہو کے کیناں

گڑھی اختیار خان اور اس کی سماجی حیثیت ☆: گڑھی اختیار خان، ضلع رحیم یار خان کے معروف علاقہ خانپور سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر سردار گڑھ روڈ پر واقع ہے۔ یہ ایک تاریخی حیثیت کا قصبہ ہے۔ اس کی بنیاد سندھ میں کلہوڑ دور حکومت میں خدایار خان کلہوڑا کے ایک آفیسر شادی خان نے رکھی تھی، اور اس کا نام گڑھی شادی خان رکھا تھا۔

سٹیٹ گیزیٹر بہاولپور میں ہے کہ "نور محمد خان کلہوڑا کی وفات کے بعد سندھ میں کلہوڑا اقتدار روبہ زوال ہونے لگا تو کوندی کے حاجی اختیار خان نے 1753ء میں اس قصبے پر اچانک حملہ کر کے اس کلہوڑا افسروں سے چھین لیا، اس کے ارد گرد قلعہ نما فصیل تیار کر دی اور اس کا نام تبدیل کر کے گڑھی اختیار خان رکھ دیا۔ (سٹیٹ گزیٹر بہاولپور مطبوعہ 1904ء)

پھر اس قصبہ کی مساجد محل اور بنگلوں کا ذکر ہے۔ نیز یہاں کی دستکاری اور صنعت کا بیان ہے...... آج کل گڑھی اختیار خان ایک چھوٹے سے قصبے کی شکل میں ہے، ایک بازار موجود ہے، ایک گورنمنٹ ہائی سکول، ایک ڈسپنسری اور غلہ گودام ہے۔

(پھر پروفیسر سعید احمد نے اس قصبہ کی موجودہ شناخت اور شہرت کا حوالہ دیا ہے کہ کیونکر یہ گمنام قصبہ آج اس قدر معروف ہو گیا ہے، فرماتے ہیں) یہ قصبہ نامور صوفی بزرگ اور سرائیکی کے مایۂ ناز شاعر خواجہ محمد یار فریدی رحمتہ اللہ علیہ کی وجہ سے مشہور ہے جو حضرت

خواجہ معین الدین رحمتہ اللہ علیہ چاچڑاں شریف کے خلیفہ خاص تھے۔

ضلع رحیم یار خان کی سیاسی تاریخ اور اہم مقامات (بحوالہ) بہار چشت، از پروفیسر محمد اسحاق قریشی صفحہ 155-154

ملک کے معروف دانشور اور ادیب جناب صاحبزادہ سیّد خورشید احمد گیلانی مرحوم اس کے بارے رقمطراز ہیں۔

ملک کے ہزار ہا قصبات میں سے ایک قصبہ گڑھی اختیار خان ہے مگر اس قصبے کو ایک لازوال شہرت حاصل ہے کہ اس کی آغوش میں اپنے دور کا ایک جادو بیان خطیب، درد و سوز کا سفیر، اسلاف کی روایات کا امین، بستان فرید کا بلبل، روشن ضمیر صوفی، عشق و محبت کا پیکر، مثنوی مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ کے خاموش الفاظ کو نطق آشنا کرنے والا شیریں مقام واعظ اور مٹی ریت کے زروں میں عشق کا بارود بھرنے والا مردِ قلندر آسودہ ہے، جس کی لحد زیارت گاہ اہل کیف و مستی کا درجہ رکھتی ہے۔

ان تاریخی حقائق سے واضح ہوا کہ آپ کا مکانی حوالہ کسی پیشگی عظمت و برتری سے معروف نہ تھا، اس کی شناخت اور تعارف کا اصل حوالہ پیکرِ عرفان و آگہی حضرت خواجہ محمد یار فریدی رحمتہ اللہ علیہ کا وجود مسعود ہی تھا۔ اور ہے اور صبح قیامت تک رہے گا۔ ایسے پسماندہ علاقے میں آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے علم و عمل اور تصوف و معرفت کے موتی چننے کا آغاز کیا اور اوجِ ثریا کی بلندیوں کو چھو کر طہارت و پاکیزگی، زہد و تقویٰ کا وہ معیار قائم کیا جس کی اس سے قبل اس خطہ میں نظیر پیش کرنا ناممکن ہے۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے علاقہ گڑھی اختیار خان میں ہی مکمل ہوئی۔ مزید علوم دینیہ کے حصول کے لئے کچھ عرصہ جلالپور کے معروف دینی مدرسہ میں زیرِ تعلیم رہ کر قرآن مجید پڑھا اور مروجہ نصاب کے مطابق فارسی کی چند ابتدائی کتابیں مولانا رحمت اللہ، مولانا محمد حیات اور مولانا تاج محمود سے پڑھیں۔

بعد ازاں تمام علوم عقلیہ نقلیہ، دورۂ حدیث شریف اور فقہی کتابوں کی تکمیل لئے اُس زمانے کی معروف روحانی و علمی درسگاہ چاچڑاں شریف جس کی نظامت اور تدریس کے فرائض اپنے وقت کے چوٹی کے عالم و فاضل، کشتۂ عشق و محبت، پیکر سوز و گداز حضرت خواجہ غلام فرید چشتی نظامی علیہ الرحمۃ ف کوٹ مٹھن شریف جن کی علمیت اور عرفان و فیضان کا شہرہ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ چاچڑاں شریف سے جب آپ نے سند فراغ حاصل کی تو آپ عمر شریف اس وقت صرف ۱۹ برس تھی۔ اس دوران آپ نے حضرت خواجہ سے شعر و بیان کی اصلاح بھی لی۔ یہ زمانہ 1900ء کا تھا جبکہ حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ کا وصال 1901ء میں ہوا۔

علوم ظاہری کی تکمیل اور سند فراغ حاصل کرنے کے بعد آپ مزید دس برس تک چاچڑاں شریف میں رہ کر علوم ظاہری و باطنی میں جو مقام حاصل کیا اس کے اثرات آپ کی پوری ظاہری حیات مبارکہ میں نمایاں ہوتے رہے، اور یہی وہ فیضان نظر اور اساتذہ کی محنت اور حضرت خواجہ غلام فرید چشتی نظامی آف کوٹ مٹھن کی آپ پر روحانی توجہات کا اثر تھا کہ آپ کو مالک الملک نے تھوڑے ہی عرصہ میں نہ صرف اپنے ملک بلکہ پوری دنیا میں شناسا کرا دیا۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ غلام فرید چشتی نظامی علیہ الرحمۃ آف کوٹ مٹھن شریف کے صاحبزادے حضرت خواجہ نازک کریم چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور خرقۂ خلافت حضرت خواجہ نازک

کریم چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے نورِ نظر حضرت خواجہ معین الدین چشتی نظامی علیہ الرحمۃ سے حاصل کر کے سرفراز و ممتاز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

سیرت و کردار☆: آپ ایک شیریں مقال واعظ، ایک درد آشنا مصلح، اور ایک فیض رساں مردِ قلندر تھے۔ آپ ایک پُرخلوص راہنما اور بے ریا صاحب مسند اور پُرعزم شخصیت کے حامل بزرگ تھے۔ ایک خوش بیان خطیب اور شعلہ بار مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ علم و فضل کا بحرِ بیکراں تھے۔ خداوند عالم نے علم ظاہری و باطنی کی وافر دولت سے آپ کو نوازا ہوا تھا۔ اسی طرح حسن ظاہری و باطنی میں یکتا اور ممتاز مقام رکھتے تھے۔ روشن چہرہ، کشادہ پیشانی جس سے نورِ معرفت کی جھلک صاف دکھائی دیتی تھی، صاف و شفاف گلابی مائل سفید رنگ پر سنت کے مطابق سرخ ریش مبارک، سفید لباس، زبان پر ہر وقت **قَالَ اللّٰہُ وَ قَالَ الرَّسُوْلُ** قرآن کا نور بکھیرتی ہوئی سریلی لحن داؤدی سے مرصع آواز، مدبھری سرگیں آنکھیں، اجنبیوں کے لئے ایسے جیسے ان کا کوئی دیرینہ آشنا، خداوند عالم کی طرف سے بے شمار خصوصیات وصفات وحسنات وکمالات اور قلندرانہ ادائیں رکھنے والی یہ عظیم ہستی دورِ حاضر کے لوگوں کا بے غرض راہنما جو نہ صرف بے عملی کے صحراء میں عمل کی ادا دے رہا بلکہ اس کا روشن اور بے باک کردار بے شمار کرداروں کا کفارہ ادا کرتا رہا۔

آپ نے امت مسلمہ کو بیدار و فعال اور منظم کرنے کے لئے اُس دور میں کوششیں کیں جب یہ اہم فریضہ ادا کرنا انتہائی کٹھن مرحلہ بلکہ جان جوکھوں میں ڈالنے کے مترادف تھا۔ آپ کی ذات مایوسیوں کے اندھیروں میں امید کی کرن تھی۔ آپ نے تمام عمر امت مسلمہ کی عظمتِ رفتہ کی بحالی کے لئے وقف کر رکھی تھی، کبھی خانقاہ کے سجادہ پر، کبھی مسجد کے منبر و محراب میں فن خطاب کے جوہر دکھاتے ہوئے، کبھی فارسی و اردو، بالخصوص سرائیکی کے میٹھے لب و لہجے میں جب ترنم سے اشعار پڑھتے تو مردہ دلوں میں ایک نئی روح بیدار ہو جاتی تھی۔ مرجھائے ہوئے باغوں میں پھول کھل جاتے۔ کھیتیاں سرسبز و شاداب ہو جاتیں تھیں۔

جب آپ بولتے تو پتہ چلتا کہ منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔ آپ کو فن خطابت میں اس قدر ملکہ حال تھا کہ جب منبر پر تشریف لاتے تو سننے والے اس قدر ہمہ تن ہو کر بیٹھ جاتے، دورانِ تقریر جب علم و معرفت کے دریا بہائے تو کئی تشنہ لب سیراب ہوتے۔

مہمان نوازی کا اس قدر تھا کہ کسی مہمان کو لنگر کے بغیر نہ جانے دیتے، سخاوت آپ کی ضرب المثل تھی، ساری زندگی تبلیغی دوروں میں اور اپنے خطابات میں ہمیشہ صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت کے عقائد اپنانے کی نصیحت کرتے رہے، اور خود بھی سختی سے عقائدِ اہل سنت پر کاربند رہے۔ عقائد و فقہی معاملات میں نئے نئے محققین کے مقابلے میں اکابر اور جمہور علماء کی تحقیق کو ترجیح دیتے اور سرعام اپنے عقائد کا اظہار کرنے میں کسی قسم کی کوئی مصلحت پیش نظر نہیں رکھتے اور بلا جھجک عقائد اہل سنت کی توثیق اور بدمذہبوں کی تردید فرماتے رہے، خطابت کا میدان ہو یا شعر و شاعری کی محفل آپ کی گفتگو میں علم کے ساتھ ساتھ تصوف و معرفت کی چاشنی گھلی ہوئی نظر آتی تھی۔ اور سب سے بڑی بات جرأت و بے باکی تھی۔ کبھی بھی کسی معاملہ میں مصلحت پسندی کا شکار نہ ہوئے، اگرچہ آپ کے پاس ہر مذہب و ملت کے افراد آتے اور فیض پا کر جاتے، ہر آنے والا متاثر ہوئے بغیر واپس نہ جاتا۔ بڑے بڑے جاہ و جلال والے، جاگیردار و حکمران بھی در دولت پر جبین سائی کرتے مگر آپ کی شخصیت کسی سے متاثر نہ ہوئی۔ بلکہ ہر آنے والے کے ذہن و قلب پر آپ کی شخصیت کا اثر ایسا نقش ہو جاتا کہ دوبارہ ملاقات کی آواز رکھتا تھا۔

عبادت وریاضت زہد وتقویٰ، ورع وعرفان، بلند نگاہی، اعلیٰ کردار، صاف دل روشن دماغ، عاجزی وانکساری اورکسب محنت جس کا شعار، سادگی، بردباری اور عفو درگزر میں فقید المثال، حق گوئی و بے باکی میں یگانہ روزگار، معاملہ فہمی ودوراندیشی میں کمال، مجسمہ اخلاق و اخلاص، پیکر صبر ورضا، عزم واستقلال کا کوہ گراں، مسلک حقہ کا پاسبان ''لایخاف لومۃ لائم'' کا کامل مصداق، ریاست علم وطریقت و شریعت کا شہنشاہ، گلستان معرفت وولایت کا نگہبان عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبہ سے سرشار آپ کی ذات والا صفات جس کی ضیا پاشیوں سے ایک جہان روشن ومنور وفیض یاب ہو رہا ہے، اہل علم وعرفان اور صاحبان نظر وکفر جس کو درد وسوز کا شہنشاہ کہیں وہ آپ حضرت خواجہ محمد یار فریدی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات والا صفات ہے۔

تحریک پاکستان کے لئے آپ کی خدمات ☆: معروف مورخ ومحقق، نازشِ اہل نعت گو شاعر، ممتاز ادیب و خطیب نقاد، برادر اکبر میرے مخدوم ومحترم عالی مرتبت جناب علامہ بشیر حسین ناظم تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات کے حوالے سے اپنا ذاتی مشاہدہ تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

ان دنوں تحریک پاکستان وتخلیق پاکستان کے لئے جدوجہد عروج کو پہنچنے والی تھی، قرارداد پاکستان کے بعد بریلوی مکتب فکر کے چند (اللہ تعالیٰ ان کے روحانی مدارج ومراتب بلند فرمائے) نے پورے برصغیر پاک وہند میں تحریک پاکستان میں زبردست عملی حصہ لیا اور مرکزی حزب الاحناف کے سالانہ جلسوں میں قراردادِ پاکستان کے عملی پہلوؤں پر کام کرنے کے لئے علمائے کرام کو مخصوص علاقوں میں متعین کیا گیا، حضرت ممدوح ماسرکار محمد یار فریدی رحمتہ اللہ علیہ کو بنارس سنی کانفرنس کے بعد پورے سرائیکی بیلٹ میں پاکستان کے حق میں رائے عامہ ہموار کرنے کے فرائض سونپے گئے۔

آپ نے صرف سرائیکی بیلٹ میں ہی نہیں تحریک پاکستان وتشکیل پاکستان کے لئے کام کیا، بلکہ حضرت مولانا محمد بخش مسلم رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ پنجاب کے اضلاع جہاں یونینسٹ پارٹی کا اثر ورسوخ تھا، میں بھی کامیاب دورے کیے اور انگریز کی ژلہ ربا پارٹی کا طلسم وسحر اچھی طرح توڑا، حضرت مولانا مسلم علیہ الرحمۃ نے بتایا کہ حضرت خواجہ محمد یار فریدی رحمتہ اللہ علیہ صوبہ سرحد ریفرنڈم کے وقت بھی ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے پختونوں کو قیام پاکستان کی برکات سے آگاہ کیا اور علالت کے باوجود پہاڑی علاقوں میں بھی ان کے ساتھ جا کر سرحدی گاندھی عبدالغفار خان، ڈاکٹر خان اور دیگر مخالفین پاکستان کو کمر توڑ شکست دی۔ (مضمون) عبدالنبی المختار حضرت خواجہ محمد یار فریدی (بحوالہ) بہار چشت صفحہ 218-217

کشف وکرامات ☆: ایک مرتبہ شدت گرمی نے لوگوں کو بے چین کر دیا، احباب اکٹھے ہو کر دعا کے لئے حاضر ہوئے عرض کی حضور دعا فرمائیں کہ بارش ہو جائے۔

آپ نے فرمایا کھلے آسمان کے نیچے اکٹھے ہو جاؤ، ایسا ہی ہوا۔ میدان میں موجود ہر شخص گرمی کی شدت سے جھلسا جا رہا تھا۔ آپ تشریف لائے اور فرمایا اُلٹے ہاتھ کر کے دعا مانگو میں بھی تمہارے ساتھ دعا کرتا ہوں۔ ابھی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا، ہر طرف پانی ہی پانی ہو گیا۔

کرامت نمبر۲☆: مجیٹھ ضلع امرتسر مشرقی پنجاب بھارت کے لوگ گواہ ہیں کہ ایک مرتبہ آپ میلاد شریف کی محفل میں تشریف لے گئے، مگر حالت یہ تھی کہ بخار نے پورا جسم نڈھال کر رکھا تھا۔

محفل میں موجود افراد حالت دیکھ کر سمجھ گئے کہ آج آپ کی تقریر کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، بخار کی اس قدر شدت کے باوجود آپ سامعین کے اشتیاق کو دیکھتے ہوئے اسٹیج پر تشریف لائے اور تکیہ کا سہارا لے کر بیان شروع کیا، ابھی چند ہی لمحے گزرے تھے کہ عشق کی ایک ہی جست نے قصہ تمام کر دیا، والہانہ پن کی یہ کیفیت بنی کے حاضرین وسامعین بھی حیرت زدہ تھے کہ آپ کھڑے ہوگئے اور اس وارفتگی عشق میں ذکر محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کہ جسم کے ہر انگ میں حرارت ایمانیہ نے حرارت جسم کو گھیر لیا۔ اسی کیفیت میں خود ہی فرمایا کہ تم میں سے کوئی ڈاکٹر ہے تو میری نبض دیکھ لو، اب مجھے کوئی بخار نہ ہے، کیوں نہیں، فرمایا، یہ شہنشاہ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر پاک کی برکت ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ نبض مریض پنجۂ عیسیٰ میں چاہیے کہ مصداق عاشق صادق کی نبض طبیب کائنات کے ہاتھ میں تھی۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۶۷ھ بمطابق 1948ء کو ہوا' مزار پرانوار گڑھی اختیار خان ضلع رحیم یار خان میں مرجع خاص وعام ہے' جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، نامور محقق وعلم دوست اور قدر شناس شخصیت حضرت علامہ صاحبزادہ غلام قطب الدین چشتی فریدی مدظلہ العالی آپ کے دربار کے سجادہ نشین ہیں جو بڑے احسن انداز میں سلسلہ کی خدمت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد قمر الدین چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: قمر المشائخ، خورشید ولایت، غواصِ بحر معانی، مدرس مسائل عشق وعرفان، عالم ربانی، مصدر رجودِ یزدانی، پیر لاثانی، حضرت خواجہ محمد قمر الدین چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ مقتدائے اہل بصیرت اور قلندر صفت درویش ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۱۵ھ بمطابق ۱۸۹۷ء کو معروف صوفی بزرگ حضرت قاضی جان محمد علیہ الرحمۃ کے علمی وروحانی گھر واقع ''عزت کے شریف'' حویلی لکھا ضلع اوکاڑہ میں ہوئی۔

ضلع اوکاڑہ کی تحصیل حویلی لکھا کے شہر سے پانچ میل دور جانب جنوب برلب دریائے ستلج چند گھرانوں پر ایک پروقار وروحانی بستی ''عزت کے شریف'' واقع ہے، یہ بستی، میاں عزت محمد وٹو کے نام سے منسوب ہے، میاں صاحب متذکرہ نیک سیرت باکردار، عالم وفاضل اور راہ طریقت میں حضرت خواجہ سلطان عبدالحکیم قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ مجاز تھے۔

حضرت سلطان عبدالحکیم علیہ الرحمۃ کا مزار پُر انوار موضع وشہر عبدالحکیم ضلع خانیوال میں مرجع خاص وعام ہے، یہ شاہ جہاں بادشاہ کے دور کے بزرگ ہوئے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد قمر الدین چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد میں ایک بزرگ حضرت خواجہ قاضی محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہم میں باہم تعلق کے علاوہ قرابت داری بھی تھی۔

حضرت خواجہ قاضی محمد مراد علیہ الرحمۃ بعہد شاہجہان اپنی علمی اور خاندانی وجاہت کی بنا پر شاہ نگر کہ مشہور ڈیرہ مُڑرانی گڑھ مہاراجہ کے عہدہ قضاء پر بھی فائز المرام تھے، اور ان کے لئے بحکم شاہی وظیفہ مقرر تھا۔

آپ کے والد گرامی ایک صدی قبل گڑھ مہاراجہ سے سکونت ترک کر کے بستی ''عزت کے'' میں تشریف لا کر مستقلاً سکونت پذیر ہوئے، اور اسی بستی میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آپ کی تعلیم وتربیت اپنے والدین کے ہاتھوں گھر ہی میں مکمل ہوئی، قرآن پاک اور دیگر دینی علوم کی تعلیم والد گرامی قدر سے حاصل کی۔

آپ کے چہرہ پر بچپن سے ہی فقر ولایت کے آثار نمایاں تھے، روحانیت کا رنگ آپ پر ہمیشہ غالب رہا جس کی وجہ سے اکثر اپنی دھن میں ہی مست الست رہتے تھے، دنیوی شغل سے کبھی کوئی سروکار نہ رہا، نہ ہی کھیل کود سے کوئی اُنس تھا، اس کی خاص وجہ یہ بھی

تھی آپ کے پرورش میں آپ کی جدہ ماجدہ حضرت مخدومہ وساں مائی صاحبہ کا بہت بڑا دخل تھا، وہ آپ کو روٹی کے نوالے تک اپنے مبارک ہاتھوں سے کھلاتی تھیں، اور رسمِ بسم اللہ بھی انہوں نے ادا فرمائی تھی۔

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں فخر السادات عارف کامل حضرت خواجہ پیر سیّد غلام علی شاہ گیلانی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز وصاحب ارشاد ہوئے۔

سیرت وکردار☆: آپ شریعت وطریقت کے پابند، نماز روزہ کی ادائیگی میں کبھی کوتاہی نہ ہونے دی، نماز تہجد اور اس کے بعد اوراد ووظائف آپ کے معمول کا حصہ رہا ہے، مرشد کامل کے حکم اتباع کو ہر امر پر مقدم جانتے، اپنے شیخ سے والہانہ عشق اور لگاؤ تھا، آپ نے موضع ابدال میں مرشد کی خانقاہ میں رہ کر بے پناہ خدمت کی، آپ کی خدمت سے خوش ہو کر مرشدِ کامل اکثر فرمایا کرتے "صاحبزدہ صاحب فی الحقیقت قلندر صفت درویش ہیں۔" آپ کے پیرومرشد آپ پر اس قدر مہربان وشفیق تھے کہ جس روز آپ کو اپنے ہاتھ پر بیعت کا شرف بخشا اُسی دن خرقۂ خلافت سے بھی نواز کر مسندِ ارشاد پر فائز المرام کر دیا تھا، مگر اس کے باوجود آپ نے کبھی اپنے مرشد کے سامنے نہ ہی کسی کو داخل سلسلہ کیا اور نہ کسی سے صاحب سلسلہ ہونے کا دعویٰ یا گمان کیا۔ اکثر فرماتے کہ شیخ کامل کے سامنے سوئے ادب ہے کہ ہمسری دکھاؤں۔

اسی طرح اپنے برادرِ بزرگ حضرت خواجہ سلطان محمود کا بھی دلی احترام فرماتے تھے ایک عقیدت مند مسمی وریام گلگو سکنہ سوڈھیکے کا بیان ہے کہ میں آپ سے حد درجہ عقیدت ومحبت رکھتا تھا، اسی بنا پر ایک روز بیعت کے لئے عرض کیا اور سر نیاز آپ کے قدموں پر رکھ دیا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے برادرِ بزرگ حضرت خواجہ سلطان محمود صاحب کے ہاتھ میں دے دیا، اور فرمایا کہ یہ آپ ہی کا حق ہے، ہمارا تو غلامی دعویٰ ہے۔

آپ کے برادرِ بزرگ بھی آپ پر بہت زیادہ شفقت فرمایا کرتے تھے، گویا کہ ہر دو اُخوان ایک دوسرے کو عزیز جان تھے۔

کشف وکرامات☆: آپ کے صاجزادے حضرت قاضی محمد صدیق عاصم سلطان مدظلہ العالی اپنی تالیف کردہ کتاب "گلستانِ چشت" میں ایک عقیدت مند دوست محمد بافندہ مرحوم کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ دوست محمد کا بیان ہے کہ میں اور میرے دیگر اہل خانہ اچانک بیماری میں مبتلا ہوئے، گھر میں کوئی شخص تندرست نہ تھا جو دوسرے کی تیمارداری کرے، اور یہ کیفیت پورے ایک ہفتے تک طاری رہی۔

میں پورا ہفتہ اسی کرب وابتلا میں کبھی کبھی افاقہ ہو جاتا، اندریں حالات پریشانی کے ایک رات میں نے اپنے مرشد کریم کی جدہ ماجدہ حضرت مائی مخدومہ صاحب کو بہت یاد کیا۔ اور درد بھرے لہجے میں شفائے امراض کے لئے دعا کی درخواست کی۔

ابھی تہائی رات باقی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی، چونکہ میں بیدار تو تھا ہی، باہر نکل کر دیکھا تو میرے مرشد کریم حضرت قاضی محمد قمر الدین صاحب کھڑے ہیں، مگر آپ پر سردی کے اثرات بالکل نہ تھے، طبیعت پُرسکون تھی، حالانکہ سخت سردی کا موسم تھا، میں نے عرض کی حضور اس وقت سواری کے بغیر کیسے پہنچے، جبکہ پندرہ میل کا درمیانی سفر تھا۔

آپ نے فرمایا کہ یہ پوچھنے کی بات نہیں ہے، تو بتا تیرا کیا حال ہے؟ تو نے رات بھر سونے نہیں دیا، تیری فریاد پر حضرت مخدومہ نے مجھے دو مرتبہ آگاہ فرمایا اور حکم دیا بیٹا ابھی جاؤ، لہٰذا میں پہنچ گیا۔

دوست محمد مذکور کا بیان ہے کہ آپ دو روز تک ہمارے گھر میں قیام پذیر رہے، جب میرے گھر کے تمام افراد رو بہ صحت ہو گئے تو تیسرے روز آپ واپس اپنی خانقاہ معلیٰ ''عزت کے شریف'' چلے گئے۔

حضرت صاحبزادہ قاضی محمد صدیق صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ دوست محمد نے یہ واقعہ مجھ سے حضرت سلطان عبدالحکیم قادری علیہ الرحمۃ کے سالانہ عرس مبارک پر موضع عبدالحکیم ضلع خانیوال میں رو رو کر بیان کیا، اور کافی دیر تک آپ کو یاد کر کے اشک باری کرتا رہا، جب اُس کا جوش فرو ہوا تب ہم نے مِل کر کھانا کھایا، بوقت وداع اُس نے دست بستہ نہایت عاجزی سے کہا کہ حضرت صاحب کے مزار پر میرا نیازمندانہ سلام عرض کرنا۔

کرامت نمبر۲ ☆: آپ کے ایک مرید غلام محمد ارائیں مرحوم ساکن کالووالہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ قاضی قمرالدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہمارے پاس کھیتوں میں تشریف لائے، ہم اس وقت کھیت میں کھڑے دھان کی فصل کے واسطے زمین تیار کر رہے تھے۔

ہم نے آگے بڑھ کر قدمبوسی کی دورانِ گفتگو سرکار نے فرمایا غلام محمد! ''میرا کیارہ کہاں بناؤ گے؟'' ہم نے عرض کیا حضور! کیارہ تو جہاں چاہیں بنوالیں، مگر پانی کی حالت مایوس کُن ہے، کیونکہ نہر بند ہوگئی ہے۔

آپ نے پوچھا تمہاری باری کب ہے؟ میں نے عرض کی حضور آج رات بارہ بجے، آپ نے فرمایا اپنے کھیتوں کا بندوبست کر لو، میری کیاری یہیں رہنے دو، آج رات پانی آجائے گا۔ یہ فرما کر آپ واپس تشریف لے گئے۔

ہم رات کو سو گئے اور تقریباً آدھی رات بیدار ہو کر کھیتوں میں گیا تو کیا دیکھا کہ وہاں پانی کا نام و نشان بھی موجود نہ تھا، پھر میں راجباہ دیکھنے گیا تو وہ بھی خشک تھا، میں نے سوچا شاید ابھی وقت نہیں ہوا۔

فی الحقیقت ٹائم ہوا بھی نہیں تھا، اور مجھے یقین تھا کہ آپ نے جو فرمایا وہ ہر صورت پورا ہو کے رہے گا، میں واپس آ گیا، اور چھوٹے بھائی کو بیدار کیا، میں نے اس سے کہا میں اب سوتا ہوں اور تم کھیتوں میں جا کر دیکھو پانی آیا ہے کہ نہیں۔ میرا چھوٹا بھائی کہتا ہے کہ جب میں کھیتوں میں پہنچا تو کیارے پانی سے لبریز تھے، اور فالتو پانی ہم نے دوسروں کے کھیتوں میں چھوڑ دیا، مگر جب راجباہ کو جا کر دیکھا تو وہ بالکل خشک تھا۔ آپ کی یہ کرامت غلام محمد مذکور نے ۱۹۷۸ء میں بیان کی تھی۔

کرامت نمبر۳ ☆: آپ کے سجادہ نشین و صاحبزادے حضرت علامہ قاضی محمد صدیق صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ ۱۹۷۲ء کے اواخر میں مجھے ٹائیفائڈ ہو گیا، جس کی وجہ سے سخت پریشانی غالب ہوئی۔ میرے ایک مخلص دوست صوفی غلام حسین نے تیمارداری کی خدمات انجام دیں۔

اسی دوران ایک رات محو استراحت تھا کہ خواب میں قبلہ والد بزرگوار حضرت قاضی محمد قمرالدین صاحب کے مزار پر اپنے آپ کو

پایا، اور یکدم مرقد منورہ صندوق کی طرح کھل گئی، میں نے دیکھا کہ میرے والد بزرگوار اپنے برزنی مقام میں عمدہ ترین پنگھوڑے میں تشریف فرما ہیں اور بہت مسرور نظر آ رہے ہیں، بندہ کو بلا کر تسلی و تشفی دی اور سر پر دست مبارک رکھ کر فرمایا بیٹا گھبراؤ نہیں اللہ تعالیٰ مہربانی کرے گا، جب میں بیدار ہوا تو طبیعت میں کافی افاقہ تھا اور چند یوم میں صحت ہوگئی۔

کرامت نمبر ۵ ☆: آپ کے جانشین صاجزادے قاضی محمد صدیق صاحب مدظلہ العالی ہی فرماتے ہیں کہ، جولائی ۱۹۹۰ء کی بات ہے کہ بندہ کا دستارچہ گم ہوگیا، ہر چند تلاش کیا مگر نہ ملا حتیٰ کے بیس بائیس روز گزر گئے۔

ایک روز حسب معمول رات کے آخری حصے میں آپ کے مزار پُر انوار پر قرآن حکیم کی منزل پڑھنے گیا، مزار شریف کو بوسہ دیا تو مجھے محسوس ہوا کہ مزار شریف پر کوئی کپڑا پڑا ہوا ہے، حالانکہ ایک روز قبل تمام چادریں اور غلاف وغیرہ دھلائی کی غرض سے اتار لئے تھے، چونکہ اس وقت اندھیرا تھا، میں نے معمول کی منزل پڑی اور ذکر وفکر اوراد و وظائف میں مشغول ہوگیا، جب فجر کی نماز کا وقت ہوا تو دعا وغیرہ کر کے نماز فجر ادا کی، اتنی دیر میں کافی روشنی ہوگئی تھی، نماز سے فارغ ہو کر میں نے جب وہ کپڑا اٹھا کر دیکھا تو فی الواقعہ وہی گمشدہ میرا دستارچہ تھا۔

صاجزادہ قاضی محمد صدیق صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ میں اس کو سرکار کے روحانی تصرف کو اپنے لئے روحانی امتیاز اور اعزاز تصور کرتے ہوئے، اس دستارچہ کو محفوظ کر کے اپنے لواحقین کو وصیت کر دی ہے کہ آئندہ میری نسل میں بوقت دستار بندی از روئے طریقت بطور علامت خصوصی امتیاز یہی دستارچہ پاک استعمال کیا جائے، امید واثق ہے کہ میرے اخلاف نسلاً بعد نسل اس وصیت عمل کریں گے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۱ صفر المظفر ۱۳۶۷ھ بمطابق ۳ جنوری ۱۹۴۷ء کو پچاس برس کی عمر میں ہوا، مزار پُر انوار موضع ''عزت کے شریف'' حویلی لکھا ضلع اوکاڑہ میں مرجع خاص وعام ہے، جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور فرماتے ہیں، آپ کے بعد آپ کے جانشین حضرت صاجزادہ قاضی محمد صدیق صاحب جو ایک پڑھے لکھے فاضل آدمی ہیں دربار کے سجادہ نشین ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت بابا ہیرے شاہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی العصر' عارف باللہ' درویش خدا پرست' پیر طریقت' رہبر شریعت امام الفقراء حضرت بابا ہیرے شاہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ سلطان ارباب مشاہدہ ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت موضع ہر دو تھلہ شریف ضلع مشرقی پنجاب انڈیا کے گجر خاندان میں ہوئی۔ آباؤ اجداد اپنے ذاتی رقبے پر کھیتی باڑی کرتے تھے۔

آپ شروع ہی سے کم گو اور کم سخن تھے ہمہ وقت عبادت و ریاضت میں مگن اور درویشوں فقراء کی صحبت میں وقت گزارتے تھے آپ نے اپنی ذاتی جائیداد وز مین پر بہت عظیم الشان مسجد پر پختہ چونے سے تعمیر کروائی اور اسکے ساتھ ایک کنواں بھی بنوایا ہوا تھا مسجد کے ساتھ ہی ایک کمرہ عبادت و ریاضت کے لئے بنوایا ہوا تھا جس میں آپ عبادت و ریاضت کرتے رہے آپ نے بہت سخت مجاہدے کر کے سلوک و معرفت کی منازل کو طے کیا آپ نے اپنے حجرے پر وسیع و عریض لنگر بھی جاری کیا جس سے مخلوق خدا استفادہ کرتی تھی۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت میاں محمد شاہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ آف بسی شریف جن کا مزار قصبہ دوسوہہ ضلع ہوشیار پور میں ہے کہ مرید و خلیفہ تھے۔

نوٹ ☆: حضرت میاں محمد شاہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے نواسے اور خلیفہ اکبر میاں علی محمد خان چشتی نظامی علیہ الرحمتہ جن کا مزار پاکپتن شریف درگاہ حضرت گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بالمقابل ان کے صحن میں ہے

شجرہ طریقت ☆: آپ کا شجرہ نسب چند واسطوں سے حضرت خواجہ فخر جہاں خواجہ فخر الدین چشتی نظامی ثمہ دہلوی علیہ الرحمتہ سے جا ملتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حضرت بابا میاں ہیرے شاہ' حضرت میاں محمد شاہ' حضرت شاہ محب اللہ' حضرت مرزا بخش اللہ بیگ' حضرت حاجی لعل محمد حضرت مولانا خواجہ فخر الدین فخر جہاں چشتی نظامی دہلوی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

سیرت و کردار ☆: آپ کی تمام عمر یاد خدا اور عشق رسول ﷺ میں گزری' خدمت دین اسلام اور مخلوق خدا کی رہبری رشد و ہدایت آپ کا معمول خاص رہا ہے تمام عمر کسی سے کوئی نذرانہ وصول نہ کیا بلکہ اپنے ذاتی خرچے سے لنگر چلاتے رہے ہمہ وقت لا تعداد

افراد آپ کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر رہتے' بے شمار لوگوں نے آپ کے روحانی فیضان سے استفادہ کیا۔ شریعت وطریقت کے اصولوں پر سختی سے پابند رہے۔ کوئی کام خلاف شرع نہ کیا اگر کوئی ایسی حرکت کرتا تو منع فرمادیتے آپ کے عقیدت مندان اگر قدم بوسی کے لئے جھکتے تو منع فرمادیتے۔ اور فرماتے میں تو کچھ بھی نہیں ہوں جو کچھ بھی ہے میرے پیرومرشد سرکار میاں محمد شاہ کا کرم اور فیضان ہے۔ آپ کا لباس بہت سادہ مگر نفیس اور سفید رنگ کا کرتا اور سفید رنگ کا ہی تہبند استعمال فرماتے تھے' سر پر پیلے رنگ کا رومال باندھا ہوتا اور ہاتھ میں تسبیح اور زبان پر ذکر خدا جاری رہتا تھا۔

آپ کا رنگ گورا' داڑھی مبارک گھنی اور سفید چاندی کی طرح تھی' قد مبارک درمیانہ تھا آپ کو رب کریم نے جس قدر ظاہری طور پر خوبصورت پیدا کیا تھا۔ اسی طرح آپ باطنی طور پر بھی خوبصورت و نیک سیرت اور بلند اخلاق کے مالک تھے' آپ کا تکیہ کلام ہر دنیادار شخص کے لئے۔ ''اوئے بھلیا مانسا تیرا کی حال اے'' تھا اور پھر فرمایا کرتے تھے اوئے اللہ اللہ بھی کریا کر''

آپ اگست 1947ء میں قیام پاکستان کے وقت اپنے آبائی وطن ہوشیار پور سے ہجرت کر کے لاہور کے محلہ رنگ محل حویلی میاں خان میں آکر سکونت پذیر ہوئے اور 1952ء تک وہیں اپنے مریدین کے ہاں ہی آخری وقت تک ان کے پاس رہے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال ۱۳۷۲ھ بمطابق 1952ء میں لاہور میں ہوا' سرگودھا کے رہنے والے ایک مرید بابا جھنڈے شاہ آپ کا تابوت لاہور سے سرگودھا لے گئے اور وہیں دفن کیا مزار پُرانوار چک جنوبی نواح سرگودھا میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں ہر سال آپ کا عرس منایا جاتا ہے اور لاتعداد افراد حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سیّد غلام نصیر الدین شاہ کاظمی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: سلطان الکاملین، برھان الواصلین، امام العاشقین، حجۃ الواصلین، حضرت خواجہ پیر سیّد غلام نصیر الدین شاہ کاظمی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ آفتاب آسمان طہارت و پاکیزگی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ولی العصر حضرت خواجہ سیّد پیر بخش شاہ کاظمی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے علمی و روحانی گھرانے خواجہ آباد شریف تحصیل و ضلع میانوالی میں ہوئی۔

کاظمی سادات کے مورث اعلیٰ حضرت دوست محمد المعروف دادمیاں علیہ الرحمۃ کے اجداد و اولاد میں بہت سے لوگ نیک متقی و پرہیزگار اور منصب ولایت پر فائز ہو گزرے ہیں، آپ بھی اسی خاندان کے عظیم روشن چشم و چراغ ہیں۔

ابتدائی تعلیم و تربیت ☆: آپ کی بنیادی تربیت اپنے گھر میں ہی مکمل ہوئی اور ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے لئے اپنے ہی خاندان کے ایک تبحر عالم دین حضرت علامہ مولانا علی محمد شاہ علیہ الرحمۃ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے علم دین حاصل کرتے رہے، اس کے بعد بھیرہ شریف اور بنوں صوبہ سرحد کے مدارس دینیہ میں رہ کر علوم دینیہ کی کتابوں کی تکمیل کی، اور انتہائی کتب جڑانوالہ ضلع فیصل آباد میں پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں امام العارفین، سراج السالکین حضرت خواجہ محمد الدین ثانی لاثانی سیالوی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور اُنہی کے ہاتھوں خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

نوٹ ☆: آپ کے بھائی حضرت سید غلام فرید شاہ کاظمی علیہ الرحمۃ بھی حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ کے مرید و خلیفہ تھے۔

سیرت و کردار ☆: آپ بہت طاقتور اور خوبصورت تھے، خداوند عالم نے آپ کو ظاہری و باطنی حسن کی دولت سے بے انتہا نوازا ہوا تھا۔ لیکن جب کبھی بھی سیال شریف کی طرف جانا ہوتا تو اپنی سیادت کو ایک طرف رکھ کر لنگر کے کام میں مشغول ہو جاتے، لنگر کی خدمت کو اپنا فرض و فخر تصور فرماتے اور اپنی تمام تر صلاحیتیں اور طاقت خدمت شیخ میں صرف فرما دیتے۔

کتاب سرزمین اولیاء میانوالی کے مصنف جناب سید طارق مسعود کاظمی تفریح الروائح کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ حضرت ضیاء

الملت والدین خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے ساتھ آپ ایک مرتبہ ایک سیال کی شادی پر گئے، حضرت خواجہ سیالوی کی نیزہ بازی کی سانگ چاندی کی تھی جو اُن کو تحفہ میں ملی تھی۔ جب نیزہ بازی کا مقابلہ شروع ہوا تو وہ سانگ ایک طرف کھڑی تھی، حضرت خواجہ سیالوی کا ایک دشمن قوم سیال وہ سانگ لے کر گھوڑے پر سوار ہوا اور حضرت خواجہ سیالوی کو للکارا کہ میں تمہاری سانگ لے کر جا رہا ہوں۔ پھر یہ نہ کہنا کہ سیال چھپا کر لے گیا ہے۔

اتنے میں حضرت خواجہ سیّد نصیر الدین شاہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ بھی آ پہنچے آپ نے اس کے عقب میں گھوڑا دوڑایا اور وہاں جا کر زوردار نعرہ مارا جس سے وہ مبہوت ہو کر رہ گیا، آپ نے اس سے سانگ چھین لی اور واپس لا کر اپنے مرشد کامل خواجہ سیالوی کو پیش کر دی، حضرت ثالث خواجہ سیالوی نے خوشی کے عالم میں پر جوش لہجے میں فرمایا کہ اگر انسان سیالویوں کی شادی میں جائے تو شاہ صاحب بھی ضرور ساتھ ہوں۔

عبادت وریاضت کا یہ عالم کہ آپ نے اپنے والد محترم کی طرح ملاخیل کے پہاڑوں اور اس میں موجود غاروں کو عبادت وریاضت کے لئے منتخب فرمایا اور طویل عرصہ تک چلہ کشی عبادت وریاضت، ذکر واذکار اوراد و وظائف کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس کے علاوہ اپنے جد امجد حضرت سید دوست محمد المعروف دادا میاں سرکار علیہ الرحمۃ کے مزار پُر انوار ڈِلے والی پر بھی چلہ کشی فرمائی۔ آپ عبادت وریاضت، زہد وتقویٰ اور پابندی شریعت وطریقت میں یکتا اور بے نظیر تھے۔ حسن اخلاق میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق کا پرتو تھے۔

اولاد وامجاد☆: آپ کے ہاں اولادِ نرینہ نہ تھی۔ آپ کے بھائی حضرت سید غلام فرید کاظمی علیہ الرحمۃ کے دو صاحبزادوں غلام نظام الدین اور غلام کمال الدین شاہ کاظمی جو حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی شیخ الاسلام والمسلمین علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ ہیں نے ہی آپ کی مسند سجادگی کو سنبھالا اور سلسلہ عالیہ کو فروغ دینے میں بھرپور کردار ادا کیا۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: آپ کے خلفائے کرام میں حضرت مولانا مرید حسین شاہ ساکن پھاتھی ضلع میانوالی حضرت مولانا غلام نبی چشتی نظامی بنوں صوبہ سرحد، حضرت حافظ میاں محمد عثمان باہی موسیٰ خیل ضلع میانوالی کے اسمائے گرامی شامل ہیں جو اپنے اپنے مقام پر سلسلہ عالیہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

انسانی ہمدردی کی انتہا☆: خداوندِ عالم نے جس طرح آپ ظاہری وباطنی حسن کی دولت سے مالا مال کیا ہوا تھا اسی طرح جرأت وبہادری اور انسانی ہمدردی کا جذبہ بھی آپ کے سینے میں موجزن تھا۔

18 برس کی عمر عالم شباب کی ہوتی ہے، اس عمر میں چڑھتی ہوئی جوانی مستی کا پیغام دیتی ہے اور نوجوان اس عمر میں بہت سارے تغیر وتبدل کا شکار ہوتا ہے۔ عالم شباب کے اس عالم میں آپ دربار عالیہ خواجہ آباد شریف کہنہ میں عصر کے وقت تشریف فرما تھے، ساون کا مہینہ تھا سورج غروب ہونے کو تھا۔ دریائے سندھ اپنی مستی میں زور وشور سے جاری تھا، اس کی ہر لہر دوسری لہر سے دو گز آگے بڑھنے میں مصروف تھی۔

دریا کے کنارے چند منچلے نوجوان خوش گپیوں میں مصروف اور دریا کی موجوں سے لطف اندوز اور اس کے دلچسپ نظارے دیکھ

رہے تھے، کہ اتنے میں دریائے سندھ کی موجوں کو چیرتی ہوئی ایک آواز کانوں میں پڑی کہ ہے کوئی جو خدا کے نام پر ہمت کر کے میری جان بچائے اور مجھے دریا سے باہر نکالے۔

وقت بڑا خطرناک یعنی غروب آفتاب کا تھا، دریائے سندھ ساون کی وجہ سے بپھرا ہوا تھا، دریاء کے کنارے بیٹھے ہوئے نوجوانوں کے کان میں اس مصیبت زدہ کی آواز تو پڑی مگر کس میں ہمت کہ وہ اپنی جان کی بازی لگائے، نوجوانوں میں تو تکرار بھی ہوئی مگر کوئی بھی اس ڈوبتے شخص کی جان کو بچانے کے لئے اپنی جان داؤ پر لگانے کے لئے تیار نہ تھا۔

یہ آواز جیسے ہی آپ کے کان میں پڑی تو آپ نے اپنے بھائی خواجہ سید غلام فرید شاہ کاظمی سے فرمایا ایک انسانی جان بچانے کا معاملہ ہے لہٰذا تیاری کرلو، یہ سنتے ہی آپ کے اردگرد بیٹھے تمام احباب نے بہت منع کیا، مگر آپ نے ایک کی نہ مانی اور اپنی جان خدا کے سپرد کر کے اللہ کا نام لیا اور دریائے سندھ میں چھلانگ لگادی۔

دریا میں تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ ایک مگرمچھ سے آمنا سامنا ہو گیا، مگرمچھ اگرچہ بہت لمبا چوڑا تھا مگر آپ کے رُخِ زیبا کو دیکھ کر فوراً ایک طرف ہو گیا۔

سورج غروب ہو چکا تھا رات کی تاریکی آہستہ آہستہ چھارہی تھی، آسمان پر ستارے ٹمٹمانے لگے، ڈوبنے والے کی صرف آواز سنائی دے رہی تھی، اور آپ دریا کی موجوں سے مقابلہ کرتے ہوئے منزل کی جانب گامزن رہتے ہوئے کنارے سے بہت دور پہنچے اور اس نوجوان کو پکڑا ساتھ لے کر واپس پھر دریا کی موجوں سے ٹکراتے ہوئے اور مصیبتیں جھیلتے ہوئے کنارے پر تشریف لے آئے۔ اس آدمی کو دریا کے کنارے اوندھا ڈالا اس کے جسم میں داخل ہونے والے پانی کو باہر نکال کر اُس کی جان بچائی۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ صحیح سلامت رہا اور اس کی جان بچ گئی۔

واقعہ نمبر۲ ☆: ایک مرتبہ آپ کمر مشانی ضلع میانوالی میں قیام فرما تھے۔ کمر مشانی شہر کے کنارے ہی دریائے سندھ بہتا تھا۔ ان دنوں میں دو بچیاں دریائے سندھ میں ڈوب گئی تھیں، لوگوں نے بہت تلاش کیا مگر اُن کی لاشیں نہ ملیں۔

کسی شخص نے دکھ بھرے لہجے میں آپ کے سامنے اس اندوہناک واقعہ کا جب ذکر کیا تو آپ نے سب حاضرین سے فرمایا آؤ ہم بھی دریا پر چلتے ہیں۔

چنانچہ دریاء کے کنارے پہنچ کر آپ نے چادر باندھی اور دریا میں اُتر کر غوطہ خوری شروع کر دی اور کچھ ہی دیر میں دونوں بچیوں کو تلاش کر کے باہر لے آئے، موقع پر موجود تمام لوگ حیران رہ گئے، اور بے ساختہ کہنے لگے واقعی اللہ کی مخلوق سے پیار کرنے والے ایسے پیر اور بزرگ کہاں ملتے ہیں۔

مقام ولایت کے بارے پیر فتح محمد بھوروی کا انکشاف ☆: حضرت علامہ ابوالسعید محمد حسین چشتی کمالوی صاحب تفریح الراوئح فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ عیسیٰ خیل کسی دعوت پر تشریف لے گئے۔

دربار عالیہ نقشبندیہ بھور شریف کے روح رواں حضرت قبلہ خواجہ میاں فتح محمد علیہ الرحمۃ نے آپ کی نہایت درجہ عزت و توقیر فرمائی

اور آپ کو رخصت کرنے کے لئے ایک میل شہر سے باہر تک تشریف لائے اور جب تک آپ نظر آتے رہے وہ کھڑے رہے۔

جب واپس اپنی خانقاہ معلیٰ بھور شریف پہنچے تو میاں فتح محمد نقشبندی علیہ الرحمۃ کے مریدین اور درویشوں نے عرض کی حضور آج آپ نے مہمان نوازی کی انتہا کردی کہ دیگر خدمت وعزت کے علاوہ ایک میل تک آپ ان کے ہمراہ تشریف بھی لے گئے بالآخر اس راز سے مطلع فرمائیں گے آپ نے خواجہ آباد والے پیر صاحب کی اتنی قدر ومنزلت کیوں فرمائی تھی۔ حضرت میاں فتح محمد نقشبندی علیہ الرحمۃ نے پہلے پہل تو انکار فرمایا مگر بار بار پوچھنے پر مجبوراً اس راز سے پردہ اٹھایا اور فرمایا کہ حضرت پیر سید نصیر الدین شاہ کاظمی چشتی نظامی پیر آف خواجہ آباد شریف ہمیں روزانہ مدینہ پاک میں صبح کی نماز پڑھاتے ہیں، ایک تو وہ ہمارے باطنی امام ہیں۔ دوم یہ کہ آپ غوثِ زماں ہیں۔ لہٰذا اُن کی تعظیم ہم پر واجب ہے۔

کشف وکرامات ☆: آپ کی سوانح حیات پر مشتمل کتاب تفریح الروائح میں عبدالرحمٰن عرف بنوچہ خان بیان کرتے ہیں کہ آپ مغل خیل ضلع بنوں میں تشریف لائے تو چند روز قیام بھی فرمایا، مجھے کسی ذریعہ سے پتہ چلا کہ حضرت صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں۔

چنانچہ میں اپنے گھر سے آپ کی زیارت وملاقات کی غرض سے نکلا، ادھر آپ جس جگہ قیام فرماتے تھے وہاں سے مکمل تیاری فرما کر باہر تشریف لے گئے پھر واپس آگئے اور فرمایا کہ میں آج یہاں ہی رہوں گا۔

جناب عبدالرحمٰن عرف بنوچہ خان فرماتے ہیں کہ میرے پاس آپ کو پیش کرنے کے لئے عطر کی ایک شیشی موجود تھی اور واللہ میرے دل میں یہ بات تھی کہ جب میں آپ کی خدمت میں حاضری دوں تو کیا ہی اچھا ہو کہ آپ غسل فرما چکے ہوں اور میں پہنچ جاؤں اور عطر کی شیشی آپ کو پیش کروں اور آپ اپنی ریش مبارک لگائیں۔

چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ حضور غسل فرما کر دھوپ میں تشریف فرما ہیں، کیونکہ سردیوں کا موسم تھا، آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا آؤ بنوچہ خان کہاں ہے وہ عطر کی شیشی لاؤ میں سر اور ریش پر لگاؤں، کافی دیر سے تمہارا منتظر ہوں۔

یہ دیکھ کر تمام لوگ حیران رہ گئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ آپ آج تیاری کر کے گاؤں سے باہر تشریف لے گئے اور پھر دوبارہ واپس آگئے ہمیں معلوم نہ ہوسکا کہ آپ نے اس طرح کیوں کیا، حالانکہ جانے میں کوئی امر مانع نہیں تھا۔ یہ بات بظاہر ہم اب سمجھے کہ آپ کو تمہارے آنے کی خبر باطنی طور پر ہو چکی تھی، اس لئے تمہارا انتظار کرتے رہے۔

کرامت نمبر۲ ☆: الفوز المقال فی خلفائے پیر سیال جلد سوم میں جناب حاجی مرید احمد چشتی رقمطراز ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ثالث خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی علیہ الرحمۃ جب حج بیت اللہ شریف کی ادائیگی کے لئے تشریف لے گئے تو بہت سی نیک ہستیاں اور بزرگ آپ کے ہمراہ تھے، دوران سفر سمندر میں شدید طوفان آگیا، جس کی وجہ سے لوگ اضطراب کا شکار ہوگئے۔

حضرت خواجہ سیالوی نے آپ کو بلایا اور فرمایا شاہ صاحب حزب البحر کی تلاوت فرمائیں، حکم ملتے ہی آپ جہاز کے عرشے پر تشریف فرما ہوئے اور حزب البحر کا وظیفہ پڑھنا شروع کردیا، جونہی آپ نے وظیفہ مکمل کیا طوفان ختم ہوگیا، تب تمام لوگوں کی جان میں جان آئی۔

اسی سفر کے دوران تمام حضرات اکٹھے بیٹھے تھے کہ حضرت خواجہ سیالوی نے آپ سے فرمایا شاہ صاحب آپ کا ذکر جہر بڑا مشہور ہے، آج ذکر جہر تو کر کے دکھائیں، آپ نے الامر فوق الادب کے تحت ذکر کی تیاری فرمائی جب کلمہ لا الہ کہا تو پورا جہاز ایک سمت جھک گیا، تمام عازمین حج نے شور مچایا اور عورتیں بچے رونے لگے، جب آپ نے کلمہ اِلّا اللہ فرمایا تو جہاز سیدھا ہو گیا۔

یہ کیفیت دیکھ کر حضور خواجہ سیالوی نے فرمایا واہ شاہ صاحب واہ مشہوری سنتے تھے، آج دیکھ بھی لیا کہ ذکر کا لطف ہی الگ ہے۔

وصال باکمال ☆: وصال سے چند دن قبل آپ کی طبیعت علیل ہوئی چند دن بعد معمول پر آ گئی، آپ کے بھتیجے الحاج حضرت غلام کمال الدین شاہ کاظمی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کسی کام کے سلسلہ میں بنوں جانے لگے تو آپ نے ارشاد فرمایا صاحبزادہ صاحب ابھی نہ جاؤ کچھ دن بعد چلے جانا۔

اس کے بعد صاحبزادہ سید غلام نظام الدین شاہ کاظمی سے فرمایا کہ تم نے مکان بنوانا ہے لہٰذا کچھ کچی اینٹیں اور لکڑی پھٹے دروازوں کے لئے نکلوا لاؤ، اور مکان بنوانا شروع کر دو۔

مگر ابھی تک کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ پھٹے اور اینٹیں آپ مکان کے لئے منگوا رہے ہیں یا اپنی آخری آرامگاہ کے لئے، دوسرے دن آپ کی طبیعت مبارک زیادہ علیل ہو گئی اور اسی علالت میں ہفتہ عشرہ گزر گیا، آخر ایک دن اچانک پھر طبیعت بحال ہو گئی، اس کے بعد سب مطمئن ہو گئے کہ اب بفضلہٖ تعالیٰ آپ بالکل ٹھیک ہو گئے ہیں۔

آپ نے بوقت عصر تمام نواسوں، نواسیوں اور خاندان کے دیگر افراد اہل خانہ کو بلایا سب کو پیار کیا اور اپنے پاس موجود تمام رقم ان میں تقسیم کی ایسے معلوم ہو رہا تھا کہ تمام افراد سے ملنا گلے لگانا شاید آخری بار ہے۔ آپ کی طبیعت عشاء کی نماز کے وقت تک بالکل صحیح رہی، عشاء کے وقت آپ نے دریافت فرمایا کہ آج کیا تاریخ ہے، تمام نے عرض کی حضور آج یکم رجب المرجب ہے، آپ نے فرمایا اچھا پھر تو تاریخیں مل گئیں۔

چونکہ آپ کے شیخ طریقت حضور خواجہ ثانی سیالوی کا وصال بھی یکم رجب المرجب ہی کو ہوا تھا۔

رات پونے دس بجے یکم رجب المرجب ۱۳۷۵ھ بمطابق 1955ء کو آپ کا وصال باکمال ہوا۔ آپ کا مزارِ پُر انوار خواجہ آباد شریف تحصیل و ضلع میانوالی میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت آج بھی حاضری دے کر منہ مانگی مرادیں پا رہے ہیں۔

آج کل موجودہ سجادہ نشین حضرت پیر سید پروفیسر علم الدین شاہ کاظمی چشتی نظامی سیالوی مدظلہ العالی ہیں جو آپ کے مشن کی تکمیل میں دن و رات کوشاں ہیں۔

آپ کا دربار آپ کے بھتیجے حضرت پیر سیّد غلام کمال الدین شاہ علیہ الرحمۃ نے تعمیر کروایا ہے، سنگ مرمر کا دیدہ زیب کام آج بھی دعوت نظارہ دے رہا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ غلام غوث کوریجہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عالم ربانی' مرشد لاثانی' حامی سنت' ماحی بدعت' غریق بحر عشق ومحبت مقتدائے اہل مودت حضرت خواجہ غلام غوث کوریجہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ شہید وکیل الباب ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ولی العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ کوریجہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی مگر شومئی قسمت کہ ولادت کے اڑھائی سال بعد والد بزرگوار حضرت خواجہ محمد عبداللہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کا وصال باکمال ہوگیا اور آپ کی پرورش کی تمام ترذمہ داری آپ کے دادا بزرگوار حضرت خواجہ ہوت محمد کوریجہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ پر آن پڑی جنہوں نے پوری لگن اور توجہ سے آپ کی تربیت کرکے عشق رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھال کر آپ کو کشتہ عشق رسول ﷺ بنایا اور دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے آپ کی ذات میں تصوف کا وہ رنگ بھرا کہ جس سے حوصلہ صبر ورضا' استقامت میں کبھی فرق نہ آیا۔

آپ کو بچپن ہی سے تنہائی میں وقت گزارنے کی عادت تھی کھیل کود سے کوئی دلچسپی نہ تھی ایک طرف علمی وروحانی گھرانی کا ماحول اور دوسری طرف ایک ولی کامل کی تربیت سونے پر سہاگے کا کام کرگئی۔ جس کی بناء پر بچپن ہی سے یاد خدا اور ذات خدا سے لو لگ گئی اور ہمہ وقت ایک عجیب مستی میں گم سم نظر آتے تھے۔

بچپن کی یہ کیفیت تعلیمی اور تربیتی ماحول پر بھی اثرانداز ہوئی کہ سالوں کا سفر مہینوں میں اور مہینوں سفر ہفتوں میں اور ہفتوں کا سفر دنوں میں طے ہونے لگا۔

دوسری طرف آپ کے دادا بزرگوار کو بھی اپنی ضعیفی اور آپ کی کم عمری کا احساس تھا جس بناء پر انہوں نے اپنی بھرپور باطنی وظاہری توجہ صرف کرکے آپ کو علمی وروحانی ظاہری وباطنی سطح پر جوانی کے ابتدائی ایام میں ایک بلند پایہ عارف کامل بنادیا۔ اس لئے کہ آپ کے دادا بزرگوار آپ کو حضرت کو حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل چشتی نظامی اور حضرت خواجہ تاج محمود چشتی نظامی علیہم الرحمتہ کی مسند رشد وہدایت کا روحانی وارث بنانا چاہتے تھے اس لئے دوران تربیت سخت سے سخت مجاہدے سے بھی گریز نہ کیا۔

آپ کی تربیت کا ایسا سخت نظام دیکھ کر ایک مرتبہ محمد عمر شاہ صاحب ساکن مستونگ بلوچستان نے آپ کے دادا بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا حضور صاحبزادہ صاحب پر اتنی سختی؟

تو حضرت خواجہ ہوت محمد علیہ الرحمتہ نے فرمایا اس نے مسند شریعت وطریقت پر بیٹھنا ہے میں اسے اس مقام پر دیکھنا چاہتا ہوں کہ علماء نقباء اس کے کمال عرفان اور علم کا اعتراف کریں اور مخلوقِ خدا میرے اس نور دیدہ کے انداز واطوار کردار وگفتار پر حیران رہ جائے۔

چنانچہ آپ کو اپنے دادا بزرگوار کے زیر سایہ مکتب کی کرامت بھی ہوئی اور فیضان نظر بھی حاصل ہوا۔اور مروجہ تعلیم وعلوم کے حصول کے بعد روایات صوفیاء کے مطابق فصوص الحکم' فتوحات مکیہ' لوائح جامی' سوا السبیل اور اسی طرح تصوف کی دیگر کتب پڑھنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ آپ کے برادر نسبتی اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ فریدیہ فخریہ کے نامور سجادہ نشین حضرت خواجہ فیض احمد چشتی نظامی کو آپ کے متعلق یہ کہنا پڑا کہ

شد آں وقت غلام غوث نامت
ز ہفت افلاک بالا شد مقامت

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں اپنے دادا بزرگوار اور استاد محترم حضرت خواجہ ہوت محمد چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔اور انہی سے خرقہ خلاف پا کر سرفراز وصاحب ارشاد ہو کر انہی کی مسند ورشد و ہدایت پر بطور سجادہ نشین جلوہ افروز ہو کر سلسلہ عالیہ کی ترجمانی کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

دستار بندی برائے سجادگی ☆: آپ اپنے دادا بزرگوار اور استاد محترم وشیخ طریقت کے وصال با کمال انکی جگہ پر بطور سجادہ نشین متمکن ہوئے دیرینہ روایت کے مطابق حضرت خواجہ ہوت محمد علیہ الرحمتہ کے چھوٹے بھائی حضرت خواجہ غلام رسول چشتی نظامی علیہ الرحمتہ نے اپنے اس پوتے لیکن دستار فضیلت کے حامل سجادہ نشین کے سامنے''جوتیاں''سیدھی کر کے رکھیں سر پر ایک عارف کامل کی دستار تھی جوتی سیدھی کر کے رکھنے والا بھی دادا تھا۔تو پھر عروج کیوں نہ نصیب ہوتا یہ ایک ایسی لذت تھی کہ ہزاروں افراد اشکبار تھے۔ان کے سامنے ان کے بزرگوار محترم اشکبار تھے اس موقع پر آپ خود بھی اشکبار تھے یہ ایمان افروز اور روح پرور منظر لوگوں کو برسوں یاد رہا آپ کو جد محترم اور شیخ طریقت سے بہت زیادہ محبت تھی انہیں ان سے بہت سے فیوض وبرکات بھی حاصل ہوئے تھے والد کی محبت' استاد کی شفقت اور مرشد کی نظر عنایت اور فیضان یہ سبھی خوشیاں آپ کو اپنے انہیں جد محترم سے عطا ہوئی تھیں۔

سجادہ نشینی کے بعد آپ کو اپنے فرائض کی انجام دہی کا ہر وقت خیال رہا اور آپ نے ہمیشہ سچ کو پسند کیا اور سچ ہی کا ساتھ دیا۔

قرب وجوار والوں کو یہ تحفظ حاصل ہو گیا کہ آپ کی موجودگی میں کسی پر ظلم نہیں ہوگا کسی کی حق تلفی نہیں ہوگی اور کسی کی عزت نفس مجروح نہیں ہوگی۔

یہ تمام معاملات ویسے بھی آپ کے فرائض میں شامل تھے آپ نے تو اس سے بڑھ کر وہ کام بھی کر دکھائے جو آپ کی ذمہ داری میں نہیں تھے۔

1940ء کی دہائی میں ریاست بہاولپور شدید قحط کی لپیٹ میں آ گئی اور لوگ بھوکے مرنے لگے۔ان دنوں ریاست کی حدود میں بغیر اجازت کوئی جنس لانے کی اجازت نہیں تھی آپ خانقاہ معلیٰ سے بطور خاص مٹھن شریف ضلع ڈیرہ غازی خان تشریف لے گئے اور وہاں

سے سینکڑوں من اجناس جوار باجرہ' آپ نے خریدا' اور پھر اپنے عقیدت مندوں مریدین ملاحوں کو بلا کر رات کے اندھیرے میں دریا سے اس پار بھجواتے اور مستحقین میں تقسیم کراتے رہے اور جب تک یہ وباء ختم نہ ہوگئی اور خوراک کا وافر انتظام نہ ہوگیا آپ اپنی خانقاہ معلیٰ شیدانی شریف واپس تشریف نہ لائے اور نہ ہی سکھ کا سانس لیا۔

اس طرح آپ نے جد اعلیٰ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس سنت پر عمل کیا جو انہوں نے اپنے دور اقتدار میں قحط سالی کے زمانے میں قائم کی تھی۔

سیرت و کردار☆: آپ اپنے بزرگوں کے طریقے پر سختی سے قائم تھے آپ کے بزرگوں نے کسی صاحب اقتدار کے سامنے کبھی سر نہ جھکایا نہ ہی آپ نے ایسا کیا بلکہ آپ کا انداز اپنے بزرگوں سے بھی اس معاملہ میں سخت تھا' کہ آپ کو جب معلوم ہوتا کہ کوئی صاحب اقتدار اپنی کسی غرض سے شیدانی شریف آ رہا ہے تو آپ ان کے آنے سے کچھ دیر پہلے اٹھ کر اپنے گھر تشریف لے جاتے آپ کے متعلقین واویلا کرتے کہ اتنی بڑی شخصیت شیدانی شریف میں آپ سے ملنے کو آ رہی ہے آپ بے شک استقبال نہ کریں کم از کم یہاں موجود تو رہیں لیکن آپ مسکرا کر یہ باتیں سنتے اور گھر چلے جاتے۔

درحقیقت ایسی باتیں آپ کے اجداد کے طریقے اور آپ کے مزاج عالی کے بھی خلاف تھیں کہ کوئی حکمران آئے اس کا استقبال کیا جائے کھڑے ہو کر تعظیم کی جائے اور لوگوں میں یہ شہرت ہو کہ فلاں صاحب الیکشن میں کامیابی کے لئے دعا کرانے آئے تھے وغیرہ وغیرہ۔

وزارت تعلیم کی پیشکش مسترد☆: آپ کی علمیت اور سابقہ خاندانی عظمت و مرتبہ اور آپ کی مقبولیت سے متاثر ہو کر آپ کو سابق ریاست بہاولپور کی وزارت تعلیم کی پیش کش ہوئی تو آپ نے اسے یہ کہہ کر مسترد کر دی کہ میں وزارت کی خاطر اپنے اجداد کی مسند رشد و ہدایت کو نہیں چھوڑ سکتا۔

علم و فضل اور فصاحت و بلاغت☆: آپ علم و فضل کے بحر بے کنار تھے' آپ کے علم و فضل کا یہ عالم تھا کہ غزالی زماں حضرت علامہ مولانا احمد سعید شاہ کاظمی چشتی صابری علیہ الرحمۃ آف ملتان شریف جیسے متبحر عالم اور شیخ طریقت آپ کے احترام میں سرنگوں ہو جاتے تھے۔

آپ کی خدمت میں دور دور سے تشنگان علوم دینیہ و علم و عرفان حاضر ہوتے اور گوہر مراد حاصل کر کے واپس لوٹتے فصاحت و بلاغت کا یہ عالم کہ آپ کی تقریر کے دوران مترادف الفاظ کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہو جاتا جو کبھی ختم ہونے میں نہ آتا الفاظ فصاحت کے سانچے میں ڈھلے ہوئے اور فقرے علم و ادب کے موتیوں میں جڑے ہوئے ہوتے۔ آپ کے بیان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ مشکل سے مشکل علمی گفتگو سے ان پڑھ بھی اسی طرح متاثر ہو جاتا تھا جس طرح ایک عالم متاثر ہوتا تھا گفتگو میں گرفت اسقدر مضبوط تھی کہ سامعین کو پہلو بدلنے کا بھی ہوش نہ رہتا آپ کی تقریر میں اہل دل حضرات مرغ بسمل کی طرح تڑپتے ہوئے نظر آتے تھے۔

آپ چیدہ چیدہ افراد کو فصوص الحکم الوائح جامی اور دیگر کتب تصوف کا سبق بھی دیا کرتے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں خواجہ

قطب الدین صاحب پراروی، قاضی محمد کامل صاحب سید علی اکبر شاہ صاحب کے علاوہ ان جیسے لاتعداد افراد کے اسمائے گرامی شامل ہیں جنہوں نے آپ سے اکتساب علم وفیض کیا ہے آپ نظریہ وحدت الوجود کے علمبردار تھے لیکن اپنے محبوب کو ہمیشہ شریعت کے لباس سے آراستہ رکھتے تھے آج کل کے نام نہاد صوفیوں کی طرح شریعت طریقت کو کبھی علیحدہ کرنے کی کوشش نہ کی ہمیشہ احکام شریعت کے احترام کی تلقین فرماتے اور ہمیشہ شریعت وطریقت کو مختلف مدارج روحانی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

آپ کی اولاد وامجاد☆: خداوند کریم نے اپنے خاص فضل سے آپ کو پانچ صاحبزادے عنایت فرمائے ان میں بڑے صاحبزادے خواجہ ہوت محمد، خواجہ محمد عبداللہ، خواجہ طاہر محمود، خواجہ محمد اکبر، خواجہ محمد اصغر یہ تمام صاحبزادگان اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علم وعرفان کی دولت سے مالا مال ہیں۔

آپ کے تیسرے صاحبزادے حضرت خواجہ طاہر محمود کوریجہ چشتی نظامی مدظلہ العالی ایک پڑے لکھے عالم وفاضل اور ادیب ہیں کثرت مطالعہ ان کی طبیعت ثانیہ کا خاصہ بن چکی ہے انہوں نے اپنے اجداد اور بالخصوص خاندان کوریجہ کی ایک تاریخی کتاب جو اس دور کا عظیم شاہکار اور اس صدی کا وسیع وعریض کارنامہ ہے جس کا نام انہوں نے ''خواجہ فرید اور ان کا خاندان'' تصنیف فرما کر وابستگان دربار عالیہ شیدانی شریف اور چاچڑاں شریف وکوٹ مٹھن شریف کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے اور آئندہ آنے والے مورخین اور تذکرہ نگاروں کے لئے ایک رہنما اصول ثابت ہوگی۔ اس کے علاوہ بھی حضرت صاحبزادہ طاہر محمود کوریجہ صاحب کی دیگر تصانیف بھی منصہ شہود پر آچکی ہیں جو کہ متلاشیان حق کے دلوں کو جلا بخشیں گی۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال 29 رمضان المبارک ۱۳۷۶ ہجری بمطابق ماہ اپریل 1956ء کو سینتالیس برس کی عمر میں شکار کے دوران ہوا۔

مزار پرانوار کوٹ مٹھن شریف ضلع ڈیرہ غازی خان میں مرجع خاص وعام ہے جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو اپنے 20 رکنی قافلے کے ہمراہ آپ کے دربار عالیہ پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ اس موقع پر خطیب ملت حضرت علامہ قاری غلام محمد چشتی مہتمم جامعہ فاروقیہ چشتیہ کمال آباد کلمہ چوک راولپنڈی بھی فقیر کے ہمراہ تھے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا خواجہ محمد اکبر علی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆ : عالم ربانی، مرشد لاثانی، مدرس مسائل عشق وعرفان، محدث وجد و پیان، واقف اسرار و رموز معرفت، شہباز میدان حقیقت حضرت مولانا خواجہ محمد اکبر علی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1351 ہجری بمطابق 1884ء کو میانوالی شہر میں ممتاز عالم دین مولانا غلام حسین چشتی سیالوی علیہ الرحمتہ بن محمد عثمان بن مولانا میاں محمد الیاس بن خدایار بن میاں محمد عبداللہ کے علمی وروحانی گھر میں ہوئی۔

آپ کے جداعلیٰ میاں مولانا محمد عبداللہ اپنے اہل وعیال سمیت کابل سے ہجرت کر کے موضع موچھ ضلع میانوالی کے کچہ کے علاقے میں آباد ہوئے۔ آپ کے جداعلیٰ میاں عبداللہ صاحب نہ صرف عالم دین بلکہ صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔ موچھ کچہ کی پٹھان قوم اور دیگر قبائل دل کی گہرائی سے ان کا احترام کرتی تھی۔ بہت سے جھگڑوں میں ان کے فیصلے کو اہمیت دی جاتی اس طرح بڑے بڑے تنازعات ختم ہوئے۔

اسی طرح میاں عبداللہ کے فرزندارجمند حضرت میاں خدایار بھی بڑے بزرگ ہیں۔ نیک متقی و پارسا اور اپنے وقت کے عظیم ولی کامل اور بانی میانوالی حضرت میاں سلطان زکریا علیہ الرحمتہ کے خلف الرشید حضرت میاں علی احمد علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے۔

اسی طرح ان کے فرزندارجمند حضرت میاں محمد الیاس عابد وزاہد شب زندہ دار اور جنات کے عامل تھے۔ جنات اکثر ان کو تحفے تحائف بھیجتے رہتے تھے۔ جنات ہی ان کو بغدادشریف لے گئے اور وہیں انکا وصال باکمال ہوا۔

آپ کے دادا جان اور والد گرامی کی روحانی نسبت اور تعلق حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمتہ سے تھی۔ الغرض پورا خاندان پشت در پشت علم وفضل سے آراستہ وپیراستہ چلا آرہا تھا۔ اسی روحانی اور علمی ماحول میں آپ کی تربیت ہوئی۔

آپ نے جب آغوش مادر میں آنکھ کھولی تو گھر کی چاردیواری کے اندر ہر طرف سے قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں آرہیں تھیں۔ گھر میں علم وعرفان کا ایک نور برس رہا تھا۔

تعلیم وتربیت ☆ : آپ نے ابتدائی تعلیم کے ساتھ قرآن پاک اپنے والد گرامی سے حفظ کیا۔ پھر تحصیل علم کے لیے گھر کو

خیر باد کہا اور موضع چکی ضلع اٹک میں حضرت مولانا میاں محمد صاحب کے مدرسہ میں داخل ہو کر ابتدائی کتابیں پڑھیں۔اس کے بعد علوم متداولہ کی کچھ کتابیں مولانا احمد گانگوی سے پڑھیں۔اس کے بعد مزید تعلیم کے حصول کے لیے کوٹ چاندنہ میں مولانا نور الزمان ''جو رسول نما'' کے لقب سے مشہور تھے۔ان کی خدمت میں رہ کر ظاہری و باطنی علوم میں اکتساب فیض کیا۔ 1901ء میں دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث شریف کے لیے تشریف لے گئے۔اور 1327 ہجری بمطابق 1904ء کو بیس برس کی عمر میں سند فراغت حاصل کر کے واپس اپنے وطن مالوف میانوالی تشریف لے آئے۔

سلسلہ درس وتدریس کا آغاز☆: علوم ظاہری سے فراغت کے بعد آپ کو بہت سے دینی مدارس میں پڑھانے کی دعوت ملی مگر آپ نے اس بات کا تہیہ کر لیا تھا کہ بقیہ زندگی اپنے علاقہ اور شہر کو علم کا گہوارہ بنانے میں مصروف کروں گا۔

چنانچہ میانوالی شہر کے محلّہ زادے خیل کی چھوٹی سی مسجد میں امامت وخطابت سنبھالی اور اس کے ساتھ ہی درس وتدریس کا سلسلہ قائم کرنے کی کوشش کی مگر لوگوں کی عدم توجہی کی بنا پر اس مسئلہ میں ناکامی نظر آئی۔جس کی بنا پر آپ نے فیصلہ کر لیا کہ ہندوستان جا کر تدریس کا شوق پورا کیا جائے۔

اتفاق سے محلّہ زادے خیل کی مسجد جہاں آپ امامت وخطابت فرماتے تھے۔اس مسجد میں ایک بزرگ اپنے چالیس رفقاء سمیت آ ٹھہرے۔اہل محلّہ نے ان کی بہت عزت وخدمت کی۔اہل محلّہ کے ساتھ آپ نے بھی ان کی بہت خدمت وتعظیم کی۔

جب وہ بزرگ رخصت ہونے لگے اور آپ سے الوداعی ملاقات کرنے لگے تو غلام حسین زادے خیل نے ان سے عرض کی حضور یہ مولانا اکبر علی اپنا علاقہ اور ہماری مسجد کی امامت چھوڑ کر ہندوستان جانا چاہتے ہیں۔برائے کرم انہیں سمجھائیں اور دعا فرمائیں کہ خداوند کریم انہیں ہماری رہنمائی کے لیے یہیں رکھے۔

بزرگ نے آپ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔دیکھو بھائی اس فقیر نے سات سال تک حضرت پیر پٹھان خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کی خدمت کی۔تب کہیں جا کر یہ کھدر کی ٹوپی اور نیلا تہبند اور کھدر کی قمیص ملی ہے۔آپ تو اس مسجد میں اُجلا لباس پہنتے ہیں۔اسی مسجد میں ٹھہریں۔آپ کو سب کچھ مل جائے گا۔مخلوق خدا آپ کے پاس آئے گی۔اس کے بعد تین مرتبہ فرمایا۔آپ فاضل ہیں۔آپ فاضل ہیں۔آپ فاضل ہیں۔یہ بزرگ حضور پیر پٹھان کے خلیفہ حضرت خواجہ احمد میروی تھے۔

آپ کے دل پر ان الفاظ کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ مسجد چھوڑنے کا خیال دل سے ترک کر دیا اور اُسی مسجد میں آپ نے درس وتدریس کا آغاز کیا۔اور مدرسہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔دور دور سے تشنگان علم آ کر اپنی علمی وروحانی پیاس بجھانے لگے۔یہ غربت اور قحط کا زمانہ تھا۔بیک وقت سو کے لگ بھگ طلبا زیر تعلیم رہتے تھے۔مگر آپ نے کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلایا۔جو امداد ملتی عطیہ خداوندی سمجھ کر قبول فرما لیتے۔بقیہ نظام اپنے گھر کے دانوں اور ذاتی رقم سے چلتا رہا۔اگر کہیں سے کچھ نہ آتا اور گھر میں بھی کچھ نہ ہوتا تو آپ دوکاندار سے ادھار سودا منگوا لیتے مگر طلبا کے لنگر میں فرق نہ آنے دیا۔

آپ کے قائم کردہ مدرسہ میں حفظ قرآن کے تین اور شعبہ کتب میں پانچ مدرس تھے۔جبکہ آپ بذات خود تفسیر وحدیث اور مثنوی

مولانا روم کا درس دیتے تھے۔

طلباء اور نمازیوں کی تعداد دن بدن بڑھنے سے آپ نے مدرسہ کے لیے ایک الگ جگہ حاصل کی اور پرانی مسجد محلہ زادے خیل کو شہید کر کے عظیم الشان اور بڑی مسجد تعمیر کرائی جو کہ آج بھی آپ کی یادگار اور فن تعمیر کا عظیم شاہکار ہے۔

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ احمد میروی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر 1906ء میں بیعت ہوئے اور مجاہدات کی تکمیل ومنازل سلوک ومعرفت طے کرنے کے بعد 1907ء میں خرقۂ خلافت واجازت سے سرفراز وممتاز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

سیرت وکردار☆: آپ نماز باجماعت کے ہمیشہ پابند رہے۔حتیٰ کہ مرض الموت میں بھی جبکہ آپ پر بے حد نقاہت طاری تھی۔دو آدمیوں کے سہارے چل کر نماز باجماعت میں شامل ہوتے رہے۔

آپ کا معمول تھا کہ صبح نماز فجر کے بعد حجرہ میں تشریف لے جاتے اور دروازہ بند کر لیتے۔جملہ اوراد ووظائف اور اپنے شیخ کے بتائے ہوئے معمولات کو پورا فرما کر نماز اشراق ادا فرماتے بعد ازاں حجرہ سے باہر تشریف لاتے۔نماز چاشت اور اوابین کے ہمیشہ پابند رہے۔اکثر رمضان کے علاوہ بھی روزہ سے ہوتے تھے مگر کسی کو پتہ نہ چلنے دیتے تھے۔

اشراق کے بعد خود درس پڑھانے بیٹھ جاتے۔جس میں مثنوی، معنوی، صحاح ستہ اور قرآن کریم کی تفسیر شامل تھی۔اسباق سے فارغ ہو کر حجرہ میں تشریف لے جاتے بعد ازاں نماز ظہر پڑھا کر قرآن حکیم کی تلاوت نماز عصر تک کرتے۔عصر سے مغرب تک کا وقت اہل خانہ کو دیتے اور نماز عشاء کے بعد اپنے اوراد ووظائف اور معمولات کو پورا فرما کر کچھ دیر آرام فرماتے تہجد کے وقت اٹھ کر تہجد ادا فرما کر کچھ دیر ذکر بالجہر اور بعد ازاں نماز فجر ادا فرماتے تھے۔آپ نے درس وتدریس کی ان تمام مصروفیات کے باوجود میانوالی میں عظیم الشان عیدگاہ کی تعمیر کروائی جس میں تمام سہولیات موجود ہیں۔تقریباً پچاس برس تک عیدگاہ کی تولیت اور خطابت کے فرائض بغیر کسی معاوضہ کے سرانجام دیتے رہے۔

اس کے علاوہ آپ نے ایک عظیم الشان لائبریری قائم کی جس میں پانچ ہزار سے زیادہ کتب جمع کیں۔ان کی خوبصورت جلدیں کرائیں۔جو صاحب کتاب کے حسن ذوق کا آئینہ دار تھیں۔اس لائبریری سے مدرسہ کے طلباء کے علاوہ ہر خاص وعام کو استفادہ کرنے کی اجازت تھی۔

اس کے علاوہ آپ نے میانوالی اور اس کے گردونواح کے لوگوں تک پیغام حق پہنچانے اور ان کے سینوں کو عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معمور کرنے کے لیے لاتعداد روحانی اجتماع منعقد کرائے۔اجتماع میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہو یا گیارھویں شریف، جلسہ دستار فضیلت ہو یا مرشد کامل کے عرس کے سلسلہ میں پروگرام ہو دور دراز سے علماء تشریف لاتے اور قرآن وسنت کی روشنی میں تین تین روز تک وعظ وتبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے۔بالخصوص حضرت مولانا گل شیر مرحوم اکثر تشریف لایا کرتے تھے۔

بطل حریت، ضیغم اسلام حضرت مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی مرحوم اس وقت کالج کے طالب علم تھے۔ان کی تبلیغ دین کا

آغاز بھی آپ ہی کے حکم سے ہوا۔ اور وہ اکثر و بیشتر تبلیغی تقریروں کے لیے تشریف لاتے رہتے تھے۔

آپ نے عوام الناس کی سہولت کے لیے اپنے مدرسہ میں ایک دارالافتاء بھی قائم کیا۔ جہاں آپ شرعی معاملات پر خود فتوے لکھ کر عوام کو دیتے تھے۔ آپ کا فتویٰ پورے شہر میں بالخصوص حکمران طبقہ میں بھی قبول و تسلیم کیا جاتا تھا۔

آپ نے میانوالی میں ایک تنظیم ''انجمن اسلامیہ'' کے نام سے قائم کی۔ جس کے ذریعے آپ نے معاشرتی برائیوں کے خلاف نہ صرف جہاد کیا بلکہ ان برائیوں کو جڑ سے ختم کیا اور اس تنظیم کے زیر اہتمام یتیموں، بیواؤں، مسکینوں اور یتیم بچیوں کے لیے میانوالی میں ایک ادارہ ''دارالاطفال'' قائم کیا۔ اس ادارہ سے ہزاروں بچے پروان چڑھے اور زیور تعلیم سے آراستہ ہو کر نکلے۔

برصغیر کے چند نام نہاد مسلمان علماء نے جب اس نعرے کو پروان چڑھایا کہ قومیں پہلے اور مذہب بعد میں اس کے روح رواں مولوی عبدالکلام آزاد اور حسین احمد مدنی جیسے علما تھے۔ اس وقت علامہ اقبال نے اس کو بولہبی قرار دے کر مسترد کیا۔ اور علمائے اہل سنت نے اس کے خلاف تحریک چلا کر مسلمانوں کو بتایا کہ مذہب ہماری بنیاد ہے۔ اس وقت آپ بھی علمائے اہل سنت کے ساتھ قدم سے قدم ملائے ہوئے تھے۔

تحریک پاکستان کے لیے جب مسلم لیگ معرض وجود میں آئی تو آپ نے اکابرین ملت کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر ساتھ دیا اور مسلم لیگ کا بہت بڑا جلسہ میانوالی میں کرایا۔ جو تاریخی اہمیت کا حامل تھا اور اپنی تنظیم ''انجمن اسلامیہ'' کے صدر محمد اکبر خان خٹکی کی طرف سے ایک اشتہار شائع کیا جس پر علاقے کے تمام علماء کی طرف سے یہ فتویٰ درج کیا گیا کہ:

''مسلمانوں کے لیے مسلم لیگ کی حمایت ضروری ہے۔''

یہ فتویٰ جن علماء کی طرف سے صادر کیا گیا ان میں آپ کا نام نامی اسم گرامی سرفہرست ہے۔ قیام پاکستان کے بعد مہاجرین کی آبادکاری میں آپ کے حکم سے آپ کے صاحبزادے مولانا غلام جیلانی نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

ملفوظات و تعلیمات ☆: (۱) آپ فرماتے ہیں کہ ایک سچے اور مخلص مسلمان کا دل حکمت کا ایک ستارہ ہوتا ہے۔ جس کی روشنی میں وہ دنیا کو دیکھتا ہے۔ اس کا علم مہتاب ہے۔ جس کی روشنی میں وہ آخرت کو دیکھتا ہے۔ اور اس کی معرفت آفتاب ہے جس کے نور میں وہ اپنے مولا کو دیکھتا ہے۔

۲ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ اللہ کے ولی کی مثال دلہن کی طرح ہوتی ہے۔ جو ڈولی سے باہر آ کر اپنا لباس سمیٹ کر بیٹھتی ہے۔ حتیٰ کہ اپنا چہرہ بھی چھپا لیتی ہے۔

یہی حال اللہ کے ولی کا ہے کہ وہ ولایت کا مظاہرہ نہیں کرتا بلکہ اپنے آپ کو اس طرح چھپاتا ہے کہ محرم راز کے سوا اسے اور اس کے مراتب کو کوئی نہیں پہچان سکتا۔

۳ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ صوفی وہ صاف باطن شخص ہے کہ اپنی مرضی کو خدا کی مرضی میں فنا کر دیتا ہے اور اپنے مقصد میں ناکامی کو خدا کی مرضی سمجھ کر غم دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے:

آرام روزگار کو آساں بنا دیا
جو غم ملا اسے غم جاناں بنا دیا

۴☆: آپ فرماتے ہیں کہ دل کی آنکھ سے دونوں جہانوں کو دیکھنا بصیرت کا بلند مقام ہے۔ لیکن بصیرت سے بلند تر مشاہدہ ہے جس کا مطلب ہی معبود حقیقی کی معرفت رکھنے والی آنکھ سے سب کچھ دیکھے اور جو کچھ غیب کی اطلاع ملے صدق دل سے تسلیم کرلے۔

کشف و کرامات ☆: آپ کے ایک مرید مستری کرم الٰہی سکنہ داؤدخیل ضلع میانوالی فرماتے ہیں کہ میرے گھر میں غربت اور تنگ دستی کا عالم تھا۔ مکان بھی اپنا نہ تھا اور دل میں ہمہ وقت مقامات مقدسہ کی تڑپ بھی رہتی تھی کہ خدا غیب سے امداد کرے تو زیارت کرآؤں۔

ایک دن غربت کے ہاتھوں تنگ آ کر میں نے فیصلہ کیا کہ حضرت پیرومرشد کی خدمت میں حاضری دے کر تین سوال پیش کروں اور ان سے دعا کراؤں۔

چنانچہ ایک دن صبح سویرے اٹھا اور میانوالی مدرسہ میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ آپ حجرے میں وظائف پڑھ رہے ہیں۔ میں حجرے کے دروازے پر آیا تو آپ کے خادم خاص صوفی نوراحمد ڈیوٹی پر مامور تھے۔ میں نے اس سے گذارش کی میں داؤدخیل سے آیا ہوں۔ حضرت سے ملاقات کرنی ہے۔

اس نے مجھے ہدایت کی آہستہ سے دروازہ کھول کر بیٹھ جاؤ جب وظائف سے فارغ ہوں گے تو ملاقات کرلینا۔ میں چپکے سے حجرے میں داخل ہوکر ایک کونے میں بیٹھا تو اچانک مجھ پر رقت طاری ہوگئی۔ میں نے رونا شروع کردیا۔ آپ نے وظیفہ ختم کیا اور دعا فرمائی۔ اتنی دیر میں ایک نورانی صورت بزرگ حجرے میں داخل ہوئے۔ سلام عرض کرنے کے بعد اس نے پہلا سوال کیا حضرت دعا فرمائیں کہ خدا مجھے غیب سے رزق عطا فرمائے۔

آپ نے فرمایا کہ جو رزق ہم صبح وشام کھاتے ہیں وہ غیب کا ہی تو ہے۔ کوئی شخص ماں کے پیٹ سے رزق ساتھ نہیں لاتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی روزی متعین کی ہے۔ اگر صبر سے کام اور شکر ادا کرے تو اس میں برکت ہوتی ہے۔

دوسرا سوال کہ دعا کریں اللہ مجھے مقامات مقدسہ کی زیارت کرادے۔

آپ نے فرمایا کہ اللہ کی تقدیر میں ہر چیز کا وقت معین ہے۔ اللہ سے صدق دل سے دعا مانگیں انشاءاللہ ضرور سنے گا۔

تیسرا سوال کہ اپنا مکان نہیں ہے دعا کریں کے خدا وسائل پیدا کردے۔ آپ نے دعا کردی اور وہ سائل رخصت ہوگیا۔

اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کرم الٰہی آج صبح سویرے کیسے آئے ہو۔ میں نے عرض کی حضور میرے سوالوں کا جواب مل گیا ہے۔ میرے لیے دعا فرمادیں۔ آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا چائے اکٹھی پئیں گے۔ گھر سے چائے آ گئی۔ آپ نے بڑی ہی محبت سے مجھے چائے پلائی۔ میرا دل مطمئن ہوگیا کہ ضرور اجابت ہوگی۔

چنانچہ میں گھر واپس آیا تو چند دنوں بعد مجھے ایک ٹھیکیدار نے کہا کہ کام پر راولپنڈی چلنا ہے۔ چلو گے۔ میں نے اس سے کہا کہ

جانا تو ہے لیکن خرچہ نہیں ہے۔ اس نے مجھے نوسو روپے خرچ کو دیئے۔ جن میں سے آدھے پیسے میں نے گھر میں خرچ کو دیئے اور آدھے اپنے پاس رکھ لیے۔

اسی دن مجھے میرے ایک زمیندار پڑوسی نے کہا تم یہ مکان خرید کیوں نہیں لیتے۔ کیا ساری عمر کرائے پر رہو گے۔ میں نے کہا کہ پیسے نہیں ہیں۔ اس نے کہا جتنی رقم گھر میں ہے مجھے دے دو باقی قسطوں میں ادا کر دینا۔ میں نے گھر سے چار سو روپے لا کر اسے دے کر مکان کا سودا کر لیا۔ اور راولپنڈی چلا گیا۔ کام بھی کرتا رہا اور قسطیں بھی ادا کرتا رہا۔ خدا کے کرم اور آپ کی دعا سے قسطیں بھی ادا ہو گئیں۔

ابھی راولپنڈی میں ہی کام کر رہا تھا کہ مجھے استاد گل محمد نے کہا کہ دوبئی کام کرنے جانا ہے۔ کیا تم بھی چلو گے؟ میں نے کہا۔ میرے پاس تو پیسے وغیرہ نہیں ہیں۔ اس نے کہا تم فکر نہ کرو سارا خرچہ بذمہ کمپنی ہوگا۔ تم دو سال کے لیے دبئی چلو۔ میں نے کمپنی سے معاہدہ کر لیا اور دو سال کے لیے دوبئی چلا گیا۔ جس کمپنی کے ساتھ گیا تھا اس نے حج بھی کرا دیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 27 جمادی الاول ۱۳۷۶ ہجری بمطابق 29 دسمبر 1956ء رات دس بجے ہوا۔ آپ کے استاد محترم مولانا احمد دین گانگوی نے لیڈی ریڈنگ پارک میانوالی میں نماز جنازہ پڑھائی۔ لوگ کہتے ہیں کہ میانوالی کی تاریخ کا سب سے بڑا اجتماع اور جنازہ تھا جو پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔

مزار پُر انوار آپ کے تعمیر کردہ ادارے جامعہ اکبریہ سے متصل درگاہ اکبریہ بلوخیل روڈ میانوالی میں مرجع خاص و عام ہے۔

جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آج کل آپ کے پوتے حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ محمد عبدالمالک چشتی نظامی) مدظلہ العالی سجادہ نشین ہیں۔ جو ایک پڑھے لکھے عالم و فاضل صاحب طرز ادیب و خطیب اور بہترین مدرس اور اپنے اسلاف کے حسن عمل کا بہترین نمونہ ہیں۔ جنہوں نے اپنے بزرگوں کے قائم کردہ ادارے میں جدید و قدیم تعلیم کے فروغ کے لیے ایک نیا رخ اختیار کیا ہے تاکہ یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے طلباء علماء جدید دور کے تقاضوں کو بھی پورا کر سکیں۔ اس کے علاوہ صاحبزادہ صاحب اپنے بزرگوں کے مریدین کے معاملات کو بھی بحسن خوبی سرانجام دے رہے ہیں۔ آپکا قائم کردہ میانوالی کا یہ ادارہ آپکے شاگردوں اور اولاد کی صورت میں اہل سنت کی خدمت کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ محمد حسین بخش چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عمدۃ السالکین، اکمل العارفین، دلیل العاشقین، برھان الواصلین حضرت خواجہ محمد حسین بخش چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۹۹ ہجری بمطابق 1881ء کو ملتان میں حضرت خواجہ محمد نظام بخش رحمتہ اللہ علیہ کے گھر ہوئی۔

آپ نے علوم ظاہریہ کی تمام تعلیم اور حفظ قرآن دیگر علوم متداولہ کی تکمیل اپنے عظیم والد گرامی سے حاصل کی۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے ساتھ ساتھ باطنی علوم پر بھی خصوصی توجہ دی۔ اور مجاہدات کی تکمیل اور سلوک و معرفت کی منازل اپنے والد گرامی کے زیر سایہ رہ کر طے کیں۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں اپنے والد گرامی حضرت خواجہ نظام بخش چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ اپنے زمانہ کے تمام مشائخ وعلمائے کرام میں منفرد اور ممتاز شخصیت کے حامل تھے۔ آپ کی ہر رات قیام میں بسر ہوتی، دن بھر روزے سے رہتے، ہر تیسرے روز قرآن کریم ختم فرماتے تھے۔

آپ کے مرید خاص خواجہ دلدار بخش فرماتے ہیں کہ میں نے تمام عمر نماز عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

آپ کا معمول تھا کہ رات دن میں صرف ایک مرتبہ کھانا تناول فرماتے مگر وہ بھی مختصر، خوراک آپ کی بہت سادہ تھی۔ آخری عمر میں تو آپ کی خوراک صرف چند لقمے رہ گئے تھے۔

آپ کا معمول تھا کہ جب آذان ہوتی تو بیٹھے رہتے مگر جب دوران آذان سرکار آقائے نامدار حضرت محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نامی اسم گرامی آتا تو کھڑے ہو جاتے تھے۔

ایک مرتبہ اوچ شریف کے عرس کے موقعہ پر آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ کہ مؤذن نے آذان شروع کی جب مؤذن نے **اشھد ان محمد الرسول الله** کہا تو آپ حسب معمول کھڑے ہو گئے آپ کی تقلید میں تمام نمازی بھی کھڑے ہو گئے اور حاضرین پر ایک وجدانی کیفیت طاری تھی۔ ہر طرف سے سبحان اللہ سبحان اللہ کی صدائیں بلند ہو رہی تھی۔

ہم عصر مشائخ میں آپ کا مقام ☆: جب آپ دہلی میں حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمتہ کے سالانہ عرس مبارک میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت خواجہ حسن نظامی نے اپنے رسالہ میں فرشتوں کا نزول کے عنوان سے آپ کے متعلق مضمون شائع کیا۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے معروف پیشوا حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ آپ سے ملنے کے لیے شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ سے آپ کے پاس ملتان تشریف لائے اور آپ کے پاس دو رات قیام فرمایا۔

ایک مرتبہ چشتیاں شریف ضلع بہاولنگر میں حضرت خواجہ قبلہ عالم نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر دربار شریف کے سجادہ نشین کے ہاں ایک مجلس منعقد تھی۔ جس میں حضرت خواجہ محمد نظام الدین تونسوی علیہ الرحمۃ بھی تشریف فرما تھے۔ دوران گفتگو آپ کے متعلق بات ہوئی تو خواجہ نظام الدین تونسوی نے فرمایا یوں تو ہزاروں لوگ عرس مبارک میں شرکت کرتے ہیں مگر صحیح معنوں میں حاضری صرف اور صرف ایک آدمی دیتا ہے ان کا اشارہ آپ کی ذات والا صفات کی طرف تھا۔

قبولیت دعاء☆: ایک دفعہ حضرت صاحبزادہ نصیر الدین مہاروی علیہ الرحمۃ تشریف لائے تو آپ نے اپنے صاحبزادے محمد حبیب کے ذمہ لگایا کہ ان کی رہائش کے لیے جگہ بنائی جائے۔ مگر انہوں نے آ کر بتایا کہ مہمان خانے میں تو بہت سے آدمی سوئے ہوئے ہیں۔ وہاں جگہ نہیں ہے۔

چنانچہ ان کے لیے مجلس خانے میں جگہ بنانی پڑی۔ مگر وہاں بجلی کا پنکھا نہ تھا۔ دوپہر کا وقت تھا سخت گرمی تھی۔ آپ نے دو رکعت نماز نفل ادا کیئے اور دعا مانگی۔ اسی وقت آسمان پر بادل چھا گئے۔ زبردست بارش ہوئی۔ جس سے موسم خوشگوار ہو گیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادی☆: چشتیہ دواخانہ ساہیوال کے حکیم صوفی محمد صدیق چشتی بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک سفید ریش بزرگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا حضور ساٹھ برس سے وظیفے پڑھ رہا ہوں مگر آج تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب نہ ہوئی۔ خدا کے لیے مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتا دو کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ وظیفہ پڑھ کر کیا کرو گے۔ یہ کیوں نہیں کہتے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادو۔ آپ کی بات سن کر اس نے عرض کی، حضور اصل مقصد تو یہی ہے۔

چنانچہ آپ نے اس کا سر بغل میں لے کر مراقبہ کیا تو اس کو سرکار علیہ السلام کی زیارت ہو گئی۔ اور وہ شاداں و فرحاں ہو کر رخصت ہوئے۔

قبل از وصال آپ کے معمولات☆: آپ نے اپنے وصال سے قبل اپنے صاحبزادے حضرت خواجہ حافظ دلدار بخش کو اپنے مصلے پر مامور کیا۔ اور خود ان کے پیچھے نمازیں ادا فرماتے رہے۔ اس طرح آپ نے اپنی خاندانی روایات کے پیش نظر ان کو اپنا جانشین مقرر فرما دیا۔ وصال سے قبل آپ نے مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی۔ اور سب کے لیے دعا مانگی۔ اس کے بعد ذکر حق کرتے ہوئے آپ کا وصال ہو گیا۔

وصال با کمال☆: آپ کا وصال با کمال 4 محرم الحرام ۱۳۷۹ ہجری بمطابق گیارہ جولائی 1959ء کو ہوا۔ مزار پر انوار اندرون حسین آگاہی ملتان کے شہر میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ فقیر راقم الحروف کو بارہا آپ کے دربار حاضری کا شرف حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سید جنید شاہ گردیزی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: سلطان لس اولیاء' فخر المشائخ' پروردہ آغوش ولایت' شہباز میدان حقیقت و معرفت' حضرت پیر سید جنید شاہ گردیزی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1275 ہجری بمطابق 1858ء کو موضع بھکرال تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی میں گردیزی سادات کے عظیم چشم و چراغ جناب حضرت پیر سید زبیر حسین شاہ گردیزی کے علمی و روحانی گھر میں ہوئی۔

آپ کے والدین قحط کے زمانہ میں ریاست پونچھ آزاد کشمیر سے ہجرت کر کے خطہ پوٹھوہار کے علاقہ کہوٹہ میں آ کر آباد ہوئے تھے۔

آپ کی پرورش اپنے والدین کے ہاتھوں ہوئی۔ ابھی آپ کی عمر عزیز صرف 5-4 برس کی تھی تو آپ نے قاضی محمد سے قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیا۔ ناظرہ قرآن ختم کرنے کے بعد آپ نے حفظ قرآن شروع کیا جو کہ بہت تھوڑے عرصے میں مکمل کر لیا اس کے بعد ابتدائی دینی کتابیں پڑھنا شروع کیں اور ابھی آپ دوسرے درجے کی کتابیں پڑھ رہے تھے اس وقت آپ کی عمر عزیز صرف 14-13 برس تھی کہ آپ کو لیلتہ القدر نصیب ہوئی جس کی وجہ سے آپ کا سینہ نور سے بھر گیا اور آپ کو علم لدنی حاصل ہو گیا۔ پھر قال ختم اور حال شروع ہو گیا۔ اور آپکی کیفیت بدل گئی۔ چہرے پر نور برستا ہوا نظر آنے لگا کوئی آنکھ ملانے کی تاب نہ رکھتا تھا۔ محویت کا یہ عالم ہے کہ کئی کئی دن ایک ہی جگہ بیٹھے آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہتے' کئی کئی دن کھانے کی طلب نہ ہوتی۔

مجاہدہ و مراقبہ☆: جب آپ نے بھکرال کے نالے کے کنارے ایک خطرناک چٹان پر چلہ کشی شروع کی تو اس دوران کئی دن تک نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ ایک دن آپ کی ہمشیرہ آپ کے پاس چلہ گاہ میں روٹی لیکر گئی تو آپ نے دور سے ہی اسے اپنے پاس آنے سے منع کر دیا۔ تو وہ نالے کے کنارے روٹی کے برتن رکھ کر واپس چلی گئی دو تین دن کے بعد جب دوبارہ روٹی لے کر گئی تو کیا دیکھا کہ پہلے والی روٹی برتن میں موجود ہے اس طرح کافی دن گزر گئے حتیٰ کہ چلہ کی تکمیل ہو گئی اس کے بعد آپ نے دوسرا چلہ پانی میں بیٹھ کر کیا۔

حضرت قاضی محمد حسین بیان کرتے ہیں کہ قاضی محبوب عالم کے بڑے بھائی قاضی عبدالعزیز حضرت پیر سید احمد شاہ بخاری کابلی کے مرید تھے اور ہمارے علاقہ میں انکے کافی مرید تھے۔ وہ جب بھی تشریف لاتے یا تو ہمارے ہاں قیام فرماتے یا پھر موضع ساگری میں شیر خان ولد نادر خان کے ہاں قیام فرما ہوتے تھے۔ آپ کی چلہ کشی کے دوران حضرت پیر قاضی عبدالعزیز کے گھر تشریف لائے تو انہوں نے آتے ہی فرمایا کہ مجھے اس علاقے میں سید کے بال کی خوشبو آ رہی ہے۔ تلاش کر کے بتائیں وہ کون ہیں۔

حضرت قاضی عبدالعزیز وغیرہ ہم نے بتایا کہ حضرت جنید شاہ نامی ایک مرد قلندر اس علاقہ میں عرصہ دراز سے چلہ کش ہیں اور تین ماہ

سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا ہے کہ انہوں نے کھایا پیا بھی کچھ نہیں۔ یہ بات سن کر حضرت پیر سید احمد شاہ بخاری کابلی علیہ الرحمتہ نے مرغی کا ایک چوزہ ذبح کروا کر اسکی یخنی بنوا کر اپنے عقیدت مندوں کے ہاتھ آپ کے پاس بھجوائی اور سلام بھی کہلوایا۔

جب آپ کے پاس حضرت پیر سید احمد شاہ بخاری علیہ الرحمتہ کا سلام اور پیغام پہنچا تو آپ نے تین ماہ بعد یخنی سے روزہ افطار کیا اور قاضی عبدالعزیز کے گھر حضرت پیر کابلی کو ملنے کے لئے پہنچے جب آپ قاضی صاحب کے گھر پہنچے تو پانی میں چلہ کشی کی وجہ سے آپ کا جسم گل چکا تھا جسم نڈھال اور نحیف و کمزور تھا صرف سانس چل رہی تھی حضرت پیر کابلی نے آپ کو کئی دن تک روئی میں لپیٹے رکھا اور فرمایا کہ پیر جنید شاہ اس زمانے کے ابدال ہیں۔

حضرت قاضی محمد حسن فرماتے ہیں کہ اگرچہ میری عمر اس وقت بہت چھوٹی تھی مگر مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب آپ کو مکمل صحت ہوئی تو آپ نے دوبارہ مجاہدہ شروع کر دیا کہیں ایک دن کہیں دو دن کہیں ایک مہینہ اور کبھی کبھی کافی کافی دن تک غائب رہتے اس دوران آپ سے کرامات کا صدور بھی ہونا شروع ہو گیا تھا۔

ایک مرتبہ آپ ہماری زمینوں میں چلہ کش تھے کہ موسم کی خرابی کے پیش نظر میں نے اپنے والد گرامی سے عرض کیا کہ آپ کھلے آسمان کے نیچے بیٹھے ہیں میرا خیال ہے میں ان کو چھتری دے آؤں تاکہ بارش سے بچے رہیں چونکہ سخت بارش ہے میرے والد گرامی نے منع فرمایا مگر میں اسکے باوجود چھتری لے کر جب وہاں گیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ آپ جس جگہ چلہ کش ہیں وہ جگہ چاروں طرف تین چار گز مربع جگہ بالکل خشک تھی وہاں بارش کا نام ونشان تک نہ تھا باقی سب جگہ بارش زوروں پر تھی' میں نے گھر آ کر یہ واقعہ والد گرامی کو بتایا تو وہ فرمانے لگے کہ میں نے پہلے ہی منع کیا تھا مگر تم باز نہ آئے اس لئے کہ تم ان کے مقام و مرتبہ سے بے خبر ہو۔

عجب انداز بے باکانہ داری ☆: دوران چلہ کشی جب آپ سے کرامات کا صدور ہوا تو لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہونے لگے تو آپ ان کے پاس سے اٹھ کر چل دیتے اور چند قدم چل کر سب کی نگاہوں سے یکدم اوجھل ہو جاتے۔

موضع ساگری کے جناب شیر خان بتاتے ہیں کہ میرے والد نادر خان حضرت پیر صاحب کے مرید اور خاص معتقدین میں سے تھے اور میرے والد گرامی نے حضرت پیر صاحب کو 16-15 برس کی عمر شریف میں دیکھا اور میرا چونکہ بچپن تھا جب میں نے ہوش سنبھالا تو پیر صاحب کشمیر سے جب اپنے علاقہ بکھروال' ساگری اور چوک' پنڈوڑی میں تشریف لائے تو اس وقت آپ کی ریش مبارک بالکل سفید تھی ایک مرتبہ آپ جب ہمارے گھر 1950ء میں تشریف لاتے تو مجھے آپ نے اپنی چپل اور پگڑی مبارک عنایت فرمائی تھی جو کہ آج بھی میرے پاس موجود ہے۔

یہی شیر خان صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے علاقہ میں سینکڑوں جگہ ایسی ہیں جہاں آپ نے چلہ کشی کی ہے۔

آپ کا معمول تھا کہ لوگ آپ کو نقدی روپے وغیرہ دیتے تو آپ وہ روپے جنگلوں میں جھاڑیوں میں پھینک دیتے اور فصل کے موسم میں لوگ آپ کو غلہ دیتے تو آپ وہ غلہ بھکرال کی مسجد کی چھت اور صحن میں ڈال دیتے جسکو چڑیاں کھا لیتی تھیں۔

آپ کے آبائی گاؤں موضع بھکرال تحصیل کہوٹہ کے محبوب خان کا بیان ہے کہ پیر صاحب ہمارے گھر تشریف لایا کرتے تھے ایک

دن میں نے بہت ہی عجیب منظر دیکھا کہ ہمارے گھر کے قریب سکول کے سامنے شیشم کا درخت تھا آدھی رات کو جب میں گھر سے باہر نکلا تو مجھے ہر طرف چاندنی نظر آئی اچانک میری نگاہ شیشم کے درخت پر پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت پیر سید جنید شاہ صاحب درخت کی بالکل آخری ٹہنی پر کھڑے سوٹی گھمار ہے تھے حالانکہ اس جگہ پر صرف ایک پرندہ ہی بیٹھ سکتا تھا۔

محبوب خان کہتے ہیں کہ آپ کا بچپن لڑکپن اسی علاقہ بھکرال، چوک پنڈوڑی، ساگری وغیرہ میں گزرا اور ہزاروں لوگ اس علاقہ میں آپ کے عقیدت منداور محبین اب بھی موجود ہیں جبکہ آپ نے بھی تادم آخر اپنے علاقے کو فراموش نہیں کیا بار بار کشمیر سے آ کر ملاقاتیں کر کے واپس چلے جاتے تھے۔

آبائی علاقہ کوٹیڑی میں دوبارہ ورود مسعود☆: ممتاز عالم دین اور جامع مسجد باغ کے خطیب مولانا پیر سید ثناء اللہ شاہ صاحب اپنے بزرگوں کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ آپ قحط کے بعد اپنے آبائی علاقہ کوٹیڑی تحصیل باغ میں 20-19 برس کی عمر میں حضرت پیر سید نیاز علی شاہ صاحب کے پاس تشریف لائے تھے اس لئے کہ ان دنوں آپ کے چچازاد بھائی جناب سید ابدال شاہ صاحب بھی سرسیداں شریف کے مدرسہ میں پڑھتے تھے ان دنوں سرسیداں شریف میں حضرت پیر عطاء اللہ شاہ صاحب بھی تشریف فرماتھے اور حضرت پیر سید جنید شاہ صاحب اکثر جنگلوں بیابانوں میں وقت گزارتے تھے۔ اور درختوں پر راتوں کو حق ہو، حق ہو کے نعرے لگاتے تھے آپ پر اکثر محویت واستغراق کا غلبہ طاری رہتا تھا اور لوگوں کو اپنے قریب نہ آنے دیتے تھے۔

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت پیر سید علی شاہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ آف سوہاوہ شریف کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلاف پاکر سرفراز وممتاز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

مقام ابدالیت☆: جن دنوں آپ حضرت سید علی سوہاوی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کی خانقاہ میں پہنچے اور وہاں پر چلہ کشی میں مصروف تھے آپ کی عمر صرف 25 برس تھی۔

آپ کے پیر ومرشد اس وقت طلباء کو درس دے رہے تھے کہ اچانک انہوں نے کسی طالب علم سے فرمایا کہ جلدی دودھ گرم کرو کہ ایک مہمان آرہا ہے چنانچہ دوتین شاگرد فوراً اٹھے اور لنگر خانے میں گئے اور دودھ گرم کر کے لے آئے۔

چند منٹوں کے بعد ایک نیم برہنہ فقیر ایک سیاہ کتے کی زنجیر تھامے کسی طرف سے آیا اور آتے ہی حضرت سید علی سوہاوی گردیزی علیہ الرحمتہ سے کہنے لگا کہ میرا راشن کہاں ہے؟

حضرت پیر سوہاوی نے لنگر خانے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کمرے کی طرف چلیئے۔ آپ کا راشن تیار ہے حضرت سوہاوی اس فقیر کو لے کر کمرے میں گئے اور کافی دیر تک تنہائی میں اس سے معرفت کی باتیں ہوتی رہیں جب وہ فقیر روانہ ہوا تو حضرت پیر سید علی گردیزی سوہاوی علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ یہ شخص اس زمانے کا ابدال ہے اور یہ کشمیر جارہا ہے مگر افسوس کہ کشمیر پہنچنے سے پہلے اس کی موت واقع ہو جائے گی مگر اس کی موت کے وقت جو شخص بھی اس کے پاس ہوگا اس فقیر کا حصہ اللہ کریم اس کو عطا فرمادے گا۔ اس موقع پر یہ تمام گفت وشنید آپ حضرت سید جنید شاہ صاحب بھی موجود تھے یہ گفتگو سنتے ہی فوراً اٹھے اور اس فقیر کے پیچھے چل دیئے۔

جب آپ اس فقیر کے ہمراہ سوہاوہ شریف سے چکار پہنچے تو وہ فقیر ایک جگہ لیٹ گیا آپ اس کے قریب بیٹھ گئے اور چند ہی لمحوں کے بعد اس فقیر کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی مگر اس کے ساتھ ہی آپ کی روحانی قوت میں دوچند اضافہ ہو گیا اور تمام اسرار آپ پر منکشف ہو گئے جن کی آپ کو خواہش وطلب تھی۔

اس فقیر کی تجہیز و تکفین کسی غیبی مخلوق نے کی جب جنازہ ادا کرنے کا وقت آیا تو خود بخود ہی لوگ جمع ہو گئے اس فقیر کی نماز جنازہ پڑھنے والوں میں آپ بھی شامل تھے۔

نماز جنازہ کے بعد آپ جب اپنے پیر و مرشد حضرت سید علی سوہاوی گردیزی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں پہنچے تو دیکھتے ہی بے ساختہ حضرت سوہاوی نے فرمایا کہ میرے اس مرید سید جنید شاہ میں دو ابدالوں کی طاقت موجود ہے۔

مختلف مقامات پر چلہ کشی ☆: اس واقعہ کے بعد آپ خانقاہ معلیٰ سوہاوہ شریف کے لکڑیوں کے ٹال میں آٹھ ماہ تک معتکف رہ کر چلہ کش رہے اس کے بعد دریائے جہلم کے کنارے پانی میں موجود ایک بڑے پتھر پر چلہ کش رہے بعد ازاں کوہ مری کے قریب موضع سہر بگلہ میں چلہ کش رہے اس کے بعد اپنے دادا مرشد کے آستانے گڑھی شریف نزد ٹیکسلا میں کئی ماہ تک چلہ کشی کرنے کے بعد گولڑہ شریف اور حضرت بری امام سید عبداللطیف شاہ قادری المشہدی علیہ الرحمتہ کے آستانے پھر حضرت پیر بچیار سید منور شاہ گردیزی اور حضرت شاہ چن چراغ قادری اور حضرت خواجہ عبدالعزیز المعروف ڈفرہ والے پیر کے آستانے پر حاضری دے کر ان بزرگوں کے روحانی فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہے اس کے بعد برصغیر پاک و ہند کے مختلف حصوں میں مختلف بزرگان دین کے مزارت مقدس پر حاضری دے کر ان کے روحانی فیوضات سے مستفید ہوتے رہے بعد ازاں آپ حرمین شریفین تشریف لے گئے اور حج بیت اللہ ادا کرنے کے بعد مدینۃ الرسول ﷺ پہنچے اور حضور ﷺ کے روضہ مقدسہ پر حاضر ہو کر آقا علیہ السلام کے جمال و کمال اور فیض و کرم سے مالا مال ہوئے یہ سفر آپ کا تیس برس میں مکمل ہوا تھا۔

سیرت و کردار ☆: آپ کی زندگی کا کوئی لمحہ بھی یاد خدا سے غافل نہ گزرا۔ آپ تارک الصلوٰۃ فقیر نہ تھے بلکہ حالت یہ تھی کہ رات کو اگر نفلی عبادت کے لئے کھڑے ہو گئے تو ایک پاؤں پر کھڑے ہوئے پوری رات گزر جاتی' اگر سجدے میں گئے پوری رات میں ایک ہی سجدہ مکمل نہ ہوتا تھا۔ آپ دین مصطفوی ﷺ کے سچے اور پکے امین تھے۔ رمضان کے مہینے میں پورا مہینہ تراویح کی نماز باجماعت ادا فرماتے اور قرآن سنتے ہوئے رقت اس قدر طاری ہوتی کے ریش مبارک تر ہو جاتی تمام عمر لوگوں کو نیکی کی دعوت دیتے اور برائی سے روکتے تھے بے نماز شخص سے مصافحہ نہ فرماتے۔

آپ جہاں کہیں جاتے لوگوں کا اژدہام آپ کے گرد ہو جاتا۔ اور جس کے حق میں دعا فرما دیتے تو خداوند کریم آپ کی دعا کو قبولیت کا درجہ دے کر اس کا بگڑا نصیبا سنوار دیتا تھا۔

کلام میں بہت نرمی اور شیریں تھی بعض مرتبہ تو سرگوشی کے عالم میں محو کلام ہوتے تھے۔ زیادہ تر خاموش رہتے' پاس بیٹھے ہوئے لوگ اکثر سمجھتے تھے کہ شاید مراقبہ میں ہیں آپ کا لباس سفید ململ کی پگڑی موسم سرما میں گرم ٹوپی' گرمی ہو یا سردی قمیض کے اوپر گرم سوئٹر یا

جرسی اس پر لمبا کوٹ اور کمر کے گرد رسی باندھتے دھوپ ہو یا چھاؤں سر پر چھتری ضرور کرتے تھے جوتا انتہائی سادہ کبھی کبھی چپل پہن لیتے تھے عام طور پر سفید شلوار پسند کرتے مگر شلوار کے پاؤنچے ٹخنوں سے اوپر ہوتے تھے۔

آپ کا روئے تاباں شرم وحیاء مسکینی اور نورانیت کا مرقع تھا۔ چہرے کی زیارت کرنے والا بے ساختہ کہہ اٹھتا تھا کہ کسی عارف کامل کی زیارت کی ہے ریش مبارک برف کی طرح بالکل سفید نہ زیادہ لمبی نہ چھوٹی ایک بالشت بھر تھی۔ سو برس کی عمر کے باوجود چہرے پر جھریاں نہ تھیں بلکہ عظمت و بزرگی کے آثار نمایاں تھے جسم اتنا متوازن نہ پتلے نہ موٹے سر مبارک کے بال ہمیشہ منڈوایا کرتے تھے۔

آپ کا حلقہ ارادت بہت وسیع جس کا شمار ناممکن ہے زندگی کے آخری دس سال تحصیل باغ کی مرکزی جامع مسجد میں گزارے۔

کشف و کرامات ☆: پیر سید جنید شاہ چشتی نظامی سوہاوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں مسلمانوں کا ایک وفد حاضر ہو کر عرض کرنے لگا حضرت ہندوؤں نے باغ میں اپنے مندر کے سامنے کنواں کھودا ہے جس سے پانی نکل آیا ہے آپ کو معلوم ہے کہ جامع مسجد میں پانی کی بہت تنگی ہے لہٰذا ہم نے پروگرام بنایا ہے کہ ہم بھی مسجد کے ساتھ والی جگہ پر کنواں کھود لیں تاکہ پانی کی تنگی دور ہو جائے اور اس کے لئے باغ تحصیل کے شرقی و غربی حصے کے ہزاروں مسلمان تیار ہیں آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ تشریف لے جا کر اس کنویں کی کھدائی کے کام کا افتتاح فرما دیں اور دعا بھی فرمائیں کہ اللہ کریم ہمیں پینے کے لئے پانی بھی عطا فرمائے۔

آپ نے جب ان کی بات سن لی تو فرمایا کہ میں اس کام کیلئے تمہیں نہ اجازت دوں گا نہ ہی دعا کروں گا۔ سب نے کہا حضرت پانچ ہزار کے قریب مسلمان جمع ہیں اور ہندوؤں کو اس بات کا علم بھی ہو گیا ہے کہ مسلمان مسجد کے ساتھ کنواں بنانے کا ارادہ کر چکے ہیں۔ لہٰذا اگر ہم اب کنواں نہیں بناتے تو ہماری بہت ذلت ہو گی۔ آپ نے ہندوؤں کے کنویں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ کنواں بھی ہمارا ہے تم لوگ یہاں مسجد کے قریب کنواں نہ کھودو۔

لوگوں نے آپ کی بات کا مقصد نہ سمجھا اور کنواں کھودنے کا پکا ارادہ کر لیا کہ کنواں ہر حالت میں کھودا جائے اور مجبوری یہ تھی کہ تحصیل باغ آزاد کشمیر کے چاروں طرف سے ہزاروں مسلمان اس مقصد کے لئے ارادہ کر کے آئے تھے اور پھر یہ باغ کے ہندوؤں کی نظریں بھی ہماری طرف لگی ہوئی تھیں کہ مسلمان ہماری دیکھا دیکھی کنواں کھود رہے ہیں۔

آپ کے منع کرنے کے باوجود لوگوں نے بڑے جوش و خروش کیساتھ کنواں کھودنا شروع کر دیا۔ اور کئی گز تک کنواں کھودا گیا مگر دوسرے دن لوگوں نے آکر دیکھا کہ جو مٹی کنویں سے باہر نکالی تھی وہ ساری کنویں میں واپس پڑی تھی اور کنواں برابر ہے دوسرے دن لوگ وہ مٹی نکالتے رہے اور تیسرے دن جب آکر دیکھا تو مٹی پھر کنویں میں تھی اسی طرح ایک سال گزر گیا ہر روز مسلمان مٹی نکالتے مگر روز پھر زمین برابر ہو جاتی تھی۔

اس واقعہ سے بعض لوگوں کے دلوں میں یہ شبہ بھی گزرا کہ شاید ہندو ایسا کرتے ہوں اس کے لئے باقاعدہ پہرہ لگایا گیا مگر اس کے باوجود کیفیت وہی رہی جب یہ صورتحال سال بھر تک برقرار رہی تو اندازہ ہو گیا کہ جب تک کنویں کے بارے میں حضرت سید جنید شاہ نظامی رحمتہ اللہ علیہ دعا نہ کریں گے کنویں کا کھودنا خارج از امکان ہے۔

چنانچہ اس سلسلے میں حضرت پیر گل سید احمد شاہ سوہاوی حضرت پیر سید یاسین سوہاوی اور سردار محمد خان کے علاوہ دیگر معززین نے مل کر مشورہ کیا کہ کسی طرح پیر سید جنید شاہ چشتی نظامی کو راضی کیا جائے اس کے لئے جو چیز پیر صاحب کو پسند ہو سب سے زیادہ مرغوب ہو تیار کی جائے۔

چنانچہ کسی نے کہا پیر صاحب کو کباب پسند ہیں لہٰذا ایک بکرا ذبح کر کے فوراً کباب تیار کئے گئے کسی نے کہا پیر صاحب ململ کی سفید پگڑی پسند کرتے ہیں فوراً پگڑی بھی منگوائی گئی غرض یہ کہ پیر صاحب کو راضی کرنے کے تمام حیلے بہانے کئے گئے۔

ایک پروگرام کے تحت شام کو پیر صاحب کو دعوت پر بلایا گیا آپ تشریف لائے آپ نے نہ ہی کباب کھائے اور نہ کوئی تحفہ قبول کیا اس وقت تمام حاضرین نے آپ کے پاؤں پکڑ لئے اور دعا لئے مجبور کیا تو آپ خاموشی سے بغیر دعا کئے چلے گئے۔ اس وقت عجیب صورتحال بن گئی تحصیل باغ کے ہندو مل کر مسلمانوں کو طعنہ دے رہے تھے کہ ہزاروں مسلمان مل کر ایک سال میں کنواں نہ کھود سکے۔

چنانچہ اس واقعہ کے دوسرے دن مسلمانوں نے دل سخت کر کے کنویں سے مٹی نکالنے کا کام پھر شروع کر دیا اور کھدائی کا کام کرتے کرتے بالآخر پانی نکل آیا اب تمام مسلمان بہت خوش تھے کہ شاید حضرت جنید شاہ صاحب راضی ہو گئے مگر درحقیقت ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ راضی نہیں ہیں۔ دوسرے دن جمعہ تھا جس وقت تمام مسلمان جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کر رہے تھے اور دوسری رکعت میں تھے کہ اس قدر زور کا دھماکہ ہوا کہ پوری تحصیل باغ لرز اٹھی بہت سے لوگ نماز چھوڑ کر بھاگ گئے۔ لوگوں نے نماز سے فارغ ہو کر دیکھا تو کنواں مٹی سے بھر چکا تھا بلکہ کنویں کی پچھلی طرف سے ہندوؤں کی چند دکانوں کے چبوترے بھی کنویں میں گر گئے تھے مولانا ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں مسجد کے حجرے میں بیٹھ کر رو رہا تھا کہ سال بھر کی محنت بھی ہوئی مگر مقصد نہ پورا ہو سکا اب جو ملبہ اس میں گر گیا ہے وہ کیسے نکالا جائے۔

اتنے میں حضرت پیر سید جنید شاہ صاحب مسجد میں تشریف لے آئے اور مجھے روتا دیکھ کر دکھ بھرے لہجے میں فرمانے لگے کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کیا میں نے یہ نہیں کہا تھا کیا کہ جو کنواں ہندوؤں نے کھودا ہے وہی ہمارا ہے۔ ہندو کہیں چلے جائیں گے جہاں تم کنواں کھود رہے ہو اس جگہ تک مسجد کی توسیع ہو گی یہ جگہ مسجد کا حصہ ہے آنے والے وقتوں میں مسجد کو بڑا کرنا ہے۔

مولانا سید ثناء اللہ شاہ فرماتے ہیں کہ پیر صاحب کے حکم پر میں نے کنویں کی کھدائی کا کام بند کرا دیا پھر زمانے نے دیکھا کہ 1947ء میں جب ہندو چلے گئے تو ان کا وہی کنواں ہم مسلمانوں کے تصرف میں آ گیا اور جس طرف ہم کنواں کھود رہے تھے بالآخر اس جگہ تک مسجد کی توسیع ہوئی اور وہ جگہ مسجد کے کام آئی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۸۲ ہجری بمطابق 22 اگست 1962ء کو ہوا مزار پُرانوار موضع کوٹیڑی تحصیل و ضلع باغ آزاد کشمیر میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ سیّد غلام علی شاہ گیلانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: پروردۂ نگاہ لطف رسول مدنی، فخر السادات گیلانیہ، غواص بحر معانی، ساقی خمخانہ اسرار، سرشار بادۂ بے خمار قطب دائرۂ وجود کائنات حضرت خواجہ پیر سیّد غلام علی شاہ گیلانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ آپ عشق کامل، شوق وافر وجد صادق، حال قوی اور ہمت بلند میں بے مثال ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت خانوادۂ گیلانی سادات کے عظیم سرخیل حضرت پیر سید عبدالرسول المعروف رمضان شاہ علیہ الرحمۃ کے گھر واقع بستی لالہ امر سنگھ ریاست بہاولپور میں ہوئی۔

آپ نسباً حسنی حسینی نجیب الطرفین سید ہیں، شجرہ نسب چند واسطوں سے حضرت غوث اعظم شہنشاہ بغداد سید عبد القادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم وتربیت گھر میں ہی اپنے عظیم والد گرامی سے حاصل کی، اور مزید تعلیم علوم دینیہ عربی و فارسی کے حاصل ساڑھو (ریاست بہاولپور) میں حاصل کی، سکول کی تعلیم میٹرک تک حاصل کی۔

فراغت علوم کے بعد آپ نے مستقل طور پر نہ ہی درس وتدریس اور نہ ہی کسی دیگر شغل کو اپنایا، بلکہ ہمیشہ ہر حال میں ہمہ وقت ذکر خدا اور یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔

بیعت وخلافت☆: ابھی آپ کا تعلیمی زمانہ جاری تھا کہ قطب دوراں حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمۃ تونسہ شریف سے دہلی جاتے ہوئے جب آپ کے گاؤں سے گزرے تو چندے قیام فرمایا، اس دوران آپ حضرت خواجہ شاہ محمد اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

مرشد کامل نے بوقت روانگی فرمایا کہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد میرے پاس تونسہ مقدسہ آنا۔

چنانچہ علوم ظاہریہ کی تکمیل کے بعد آپ تونسہ شریف میں مرشد کامل کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے حضرت خواجہ محمد حسین بناں والوں کے پاس جانے کا حکم دیا۔

چنانچہ آپ حضرت بناں والوں کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا چودہ سال کی جوگ ہے اگر ہمت ہے تو آؤ، آپ نے عرض کی سرکار آپ کی نظر کرم ہی سے سب کچھ حاصل ہوگا۔ یہ سن کر انہوں نے اپنی خانقاہ میں ایک جگہ منتخب کر کے آپ کو چلہ میں بٹھا دیا۔

جناب حاجی محمد ابراہیم کی روایت کے مطابق آپ چودہ برس تک ایک ہی جگہ مربعہ نشست شغلِ سرمدی میں مشغول رہے، اس دوران آپ کی خوراک چودہ سیر دودھ روزانہ تھی، اور چوبیس گھنٹوں میں صرف تین گھنٹے آرام فرماتے تھے، اس پورے عرصے میں آپ کو کبھی بول و براز کی حاجت نہیں ہوئی، اور بعد میں تا دمِ آخر چوبیس گھنٹوں میں صرف ایک ہی بار کا وضو آپ کا معمول رہا۔

آپ فرماتے ہیں کہ اس شغل کی تکمیل کے بعد بھی میں تشنۂ تسکین تھا، پھر عرصہ سات سال تک دریا میں کھڑے ہو کر عبادت و ریاضت کی، یہاں تک کے آپ کے پاؤں کی پنڈلیوں کا گوشت گل گیا، پنڈلیاں بالکل خالی ہو گئیں تھیں۔ مگر اس کے باوجود آپ کی تشنگی باقی تھی۔

آپ دوبارہ تونسہ مقدسہ حاضر ہوئے تو آپ کے مرشد حضرت خواجہ اللہ بخش کا وصال ہو چکا تھا۔ آپ مزار شریف پر سائلًا معتکف ہوئے، پہلی ہی شب میں مرشد کامل کا دیدار نصیب ہوا، مرشد کامل نے حکم دیا کہ شاہ جی! تمہاری امانت یعنی نعمت باطنی مولوی خواجہ جان محمد کو دے دی ہے، لہٰذا آپ اُن کے پاس چلے جائیں، اور اپنی امانت حاصل کر لیں۔

آپ تونسہ مقدسہ سے چک اناالی شریف میں حضرت خواجہ مولانا جان محمد چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا شاہ جی! ہم مجاہدہ نہیں کرائیں گے، آپ کے ذمہ صرف چھ وقت مجھے وضو کرانے کی خدمت ہے۔

چنانچہ چند برس گزرنے پر ایک دفعہ حضرت خواجہ جان محمد علیہ الرحمۃ نے تنہائی میں آپ کو بلا کر اپنے سینۂ فیض گنجینہ سے لگا کر آپ کو روشن ضمیر کر دیا، اور فرمایا کہ ابھی آپ کا حصہ باقی ہے۔

پھر جب خواجہ جان محمد صاحب کے وصال کا وقت آیا تو ہزاروں عقیدت مندوں کی موجودگی میں آپ کو طلب فرما کر، تمام حاضرین سے اپنا حجرہ مبارک خالی کروا کر آپ کو اپنے سینہ پر لٹا کر نعمت باطنی امانتِ تونسوی آپ کے سینے میں منتقل فرما دی۔ اور فرمایا امانت آپ کو مل چکی مزید صلہ خدمت اپنی طرف سے قبر میں جا کر دوں گا، لہٰذا میرے وصال کے بعد ساتویں کے ختم کے بعد تین روز تک شب روز میرے مزار پر مراقب رہنا۔

چنانچہ آپ نے حسب الارشاد ایسا ہی کیا، تیسری شب حضرت خواجہ جان محمد صاحب علیہ الرحمۃ کی مرقد منورہ شق ہوئی، اور مقام برزخ سے باہر تشریف لائے اور آپ کو کلاوہ میں لے کر دولتِ عرفان سے مالا مال کر دیا اور حکم دیا کہ راتوں رات یہاں سے نکل جاؤ اگر میرے صاحبزادگان کو معاملہ کا علم ہو گیا تو وہ تمہارے دشمن ہو جائیں گے۔

چنانچہ اس امر پر آپ اس قدر محتاط ہوئے کہ بارہ برس تک دوبارہ اس طرف کا رخ ہی نہیں کیا۔

اس طرح آپ مرید حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمۃ کے اور خلیفہ مجاز حضرت خواجہ جان محمد چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے تھے۔

حضرت خواجہ کرم الدین کی آمد☆: ایک مرتبہ حضرت خواجہ جان محمد چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے فرزند و جانشین حضرت خواجہ مولانا محمد کرم الدین چشتی نظامی علیہ الرحمۃ چک اناالی سے حویلی لکھا میں حاجی فضل دین کے گھر تشریف لائے تو خود ہی فرمایا آؤ

غلام علی شاہ کے پاس چلتے ہیں۔

چنانچہ حاجی فضل دین اور حاجی محمد ابراہیم کی معیت میں تشریف لے گئے تو جونہی خواجہ صاحب نے آستانہ عالیہ کے صدر دروازے پر قدم رکھا تو آپ کی نظر خواجہ صاحب پر پڑی تو دوڑ کر قدمبوس ہوئے، اور ساتھ لے جا کر اپنی مسند پر بٹھا دیا، دونوں طرف سے معذرت خواہی کے باب کھلے دوران گفتگو خواجہ صاحب نے فرمایا شاہ جی! ہمارے تمہارے درمیان اب کوئی رقابت نہیں لہٰذا کم از کم آپ حضرت صاحب کے عرس پر تو ضرور تشریف لایا کریں۔

چنانچہ اس کے بعد ایک مرتبہ عرس پر تشریف لے گئے تھے، اور اس کے بعد حضرت خواجہ کرم الدین صاحب کا کچھ عرصہ بعد ہی وصال ہو گیا تھا، بعد ازاں آپ دوبارہ چک انتالی نہیں گئے۔

زیارت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرادی ☆: حاجی محمد ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں حج بیت اللہ کے لئے تیار ہوا تو آپ سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا حضور نظر کرم اور خیال رکھنا، فرمایا ابراہیم خیال کیسا، میں تو تمہارے ساتھ ساتھ ہی رہوں گا، جب ہم نے مکہ معظمہ پہنچ کر حج ادا کیا، مدینہ پاک گئے حاضری دے کر روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھا ہوا تھا کہ دل میں تمنا اُبھری کے جس طرح سرکار کے مزار کی حاضری نصیب ہوئی اسی طرح اگر سرکار کی بھی بنفس نفیس زیارت ہو جائے تو کرم بالائے کرم ہوگا۔

چنانچہ اسی تصور میں مجھے اُونگھ آ گئی، اور اسی عالمِ نیم خوابی میں حضرت شاہ غلام علی شاہ صاحب میرے سامنے آ موجود ہوئے اور فرمایا ابراہیم آ تجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرادوں، میں بدرستی حواس اٹھ کھڑا ہوا، ہم چلے ہی تھے کہ روضہ رسول کا دروازہ کھلا گیا۔ ہم اندر داخل ہوئے، انوار و تجلیات کی یہ کیفیت تھی کہ آنکھیں چندھیا رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا لے اور قدمبوسی کر لے۔ پھر میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اس کے بعد میں اپنی جگہ تھا اور شاہ صاحب غائب۔

جب میں پاکستان واپس پہنچا تو ملاقات کے بعد جب میں اس راز سے پردہ اٹھانے لگا تو آپ نے فرمایا ابراہیم راز کو راز ہی رہنے دو، اور میری زندگی میں کسی کو نہ بتانا، چنانچہ ابراہیم صاحب نے آپ کے وصال کے بعد اپنے اس واقعہ کا لوگوں سے اظہار کیا۔

ہجرت اور مختلف جگہ خانقاہوں کا قیام ☆: عطائے خلافت اور حصول نعمت باطنی کے بعد آپ واپس لالہ امرسنگھ تشریف لائے اور کسی مناسب وجہ سے نقل مکانی کر کے موضع ''دلیل کے'' میں سکونت پذیر ہو گئے، لیکن شاید یہاں کی ہوا راس نہیں آئی۔ نیز عقیدتمندوں کی درخواست پر موضع ''ابدال کے'' میں تشریف لے آئے، ان لوگوں نے بارہ ایکڑ رقبہ زرعی لنگر خانے کے لئے وقف کر دیا، جو تاہنوز بدستور لنگر خانہ کے نام ہی چلا آ رہا ہے۔

اسی مقام پر حضرت خواجہ محمد قمر الدین چشتی نظامی علیہ الرحمۃ ''عزت کے'' تشریف والے آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہو کر خرقہ خلافت سے نوازے گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد میاں اللہ جوایا مانیکا کی استدعا پر ''چرا مانیکا'' میں سکونت اختیار فرمائی۔ انہوں نے بھی دس ایکڑ رقبہ زرعی لنگر خانہ

کے نام ہبہ کردی۔آپ کے والدِ ماجد حضرت پیر سید عبدالرسول شاہ علیہ الرحمۃ کا وصال اسی جگہ ہوا، یہیں ان کا مزار پُر انوار بنایا گیا۔

جو کچھ عرصہ بعد سید علی بہادر شاہ کی فرمائش اور دیگر مریدین کی خواہش پر چک نمبر ۱۹۔ ون۔ آر۔ نزد ستگھرہ منتقل ہو گئے۔اسی مقام پر آپ کی زوجہ محترمہ کا وصال ہوا۔

۱۹۶۰ء میں آپ حویلی لکھا محلہ پیر اسلام میں تشریف لے آئے اور چار کنال جگہ خرید کر خانقاہ قائم فرمائی، اور اسی جگہ کو مستقلاً اپنی آماجگاہ قرار دے کر رُشد وہدایت میں تادم آخر مشغول رہے۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: جناب حضرت حکیم سید محمد یٰسین شاہ صاحب، حضرت قاری سیّد میراں شاہ ہر دو حضرات آپ کے صاحبزادے و جانشین ہیں، ان کے علاوہ حضرت صاحبزادہ خواجہ قمرالدین چشتی نظامی علیہ الرحمۃ عزت کے شریف حویلی لکھا والے، اور حضرت میاں علی محمد ساکن ماچھی سنگھ کا آپ کے خلفا میں شمار ہوتا ہے۔

نوٹ☆: آخر الذکر حضرت میاں علی محمد صاحب حضرت سائیں شیر پاک قادری فتحپوری کے مرید تھے، اُن کے وصال کے بعد آپ کے دامن گرفتہ ہوئے، اور خلافت سے سرفراز بھی ہوئے۔انہوں نے قرب وقبولیت میں وہ مقام پایا کہ ان کی مرقد منورہ بھی آپ کے مزار پُر انوار کے گنبد کے اندر آپ کے پہلو میں مرجع انام ہے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ بمطابق 1962ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار محلہ پیر اسلام، بالمقابل مسجد میاں داد خان سٹریٹ حجرہ روڈ حویلی لکھا ضلع اوڑکاہ میں مرجع خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سید فیض اللہ شاہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: شیخ طریقت امیر شریعت صوفی باصفا پیکر مہر و وفا حضرت پیر سید فیض اللہ شاہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانے کے بہترین عارف کامل بزرگ تھے۔

آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتا ہے آپ کا سلسلہ طریقت بھی خواجہ تونسوی سے ہوتا ہوا حضرت خواجہ بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ اور خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ خواجہ معین الدین عطائے رسول ہندالولی رحمتہ اللہ علیہ سے ہوتا ہوا مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتا ہے۔

آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور بعد ازاں سلوک کی منزلیں طے کرانے کے بعد مرشد کامل نے آپ کو خرقہ خلافت اور اجازت بیعت سے سرفراز فرمایا۔

آپ نے تمام زندگی یاد خدا میں گزاری آپ کے سینے میں عشق رسول ﷺ کا دریا موجزن تھا۔ ہر وقت ذکر خدا اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مگن رہتے تھے نماز پنجگانہ باجماعت ادا فرماتے تھے اس کے لئے ایک عالم دین آپ نے اپنے لئے مستقل رکھے ہوئے تھے سفر میں یا حضر میں کہیں بھی ہوں آپ نماز باجماعت ادا فرما لیتے تھے آپ انتہائی نیک متقی و پرہیز گار عبادت گزار اور پارسائی میں بے مثل و بے مثال تھے۔ آپ کے ہم بزرگوں میں حضرت شہنشاہ کلیام بابا جی حضرت خواجہ فضل الدین چشتی صابری کلیامی حضور تاجدار گولڑہ پیر سید مہر علی شاہ علیہم الرحمۃ والرضوان شامل ہیں۔

آپ اپنے مریدین کو شریعت و طریقت کی تعلیم اس انداز سے دیتے تھے کہ ہر بات سننے والے کے دل پر اثر کرتی تھی اور وہ آپ کی باتوں پر عمل کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔

آپ کی اولاد ☆: آپ کے تین صاحبزادے ہیں۔ صاحبزادہ حضرت سید احمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ بہت ہی جلالی طبیعت کے مالک تھے زبان حق ترجمان سے جو فرماتے وہ اسی وقت پورا ہو جاتا۔ دوسرے صاحبزادے حضرت سید محمد غوث شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ آپ جمالی طبیعت کے حامل عجز و انکساری اور سادگی آپ کا خاصہ رہا ہے نہایت ہی متقی و پرہیز گار اور شریف النفس بزرگ تھے۔ آپ کے بارے میں آپ کے والد گرامی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ غوث شاہ غوث زماں ہوں گے۔ آپ کے چھوٹے اور تیسرے صاحبزادے سید

بشیر احمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ ظاہری و باطنی علوم سے مالا مال تھے آپ بھی صاحب کشف و کرامات بزرگ ہوئے ہیں۔

سیرت و کردار☆: آپ کی ذات مجموعہ صفات تھی۔ سیادت علم شریعت و طریقت، فقر و غیوری، زہد و بے باکی، اور حسن خلق میں مفرد اور اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ گلشن زہرہ کی کلی ہونے کے باوجود عاجزی انکساری میں یکتائے زمانہ تھے۔ اپنے شیخ سے اس قدر عقیدت و محبت کے جب بھی میرا شریف تشریف لے جاتے تو چھب اسٹیشن سے پیدل میرا شریف تک جاتے۔ تقریباً ۷ میل کا یہ طویل سفر پیرانہ سالی میں بھی پیدل ہی طے کرتے تھے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۸۵ھ، 1965ء میں آبائی گاؤں موضع چھمر شریف تحصیل سوہاوہ میں ہوا۔ آپ کا مزار آج بھی موضع چھمر شریف تحصیل سوہاوہ ضلع جہلم مرجع خاص و عام ہے۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سید غلام دستگیر شاہ گیلانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: گل گلشن زہرا کی کلی، ولی ابن ولی، عارف ابن عارف، کامل ابن کامل، حضرت خواجہ پیر سید غلام دستگیر شاہ گیلانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ منظور نظر حضرت خواجہ ضیاء الملت والدین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۲۱ھ بمطابق ۱۹۰۳ء کو عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں اپنے زمانے کے عارف کامل حضرت خواجہ پیر سید حافظ محمد سدید الدین چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے علمی وروحانی گھرانے میں ہوئی۔ ولایت آپ کے اجداد، ددھیال اور ننھیال کے بزرگوں کی میراث ہے، جو اپنے اپنے زمانے کے چوٹی کے ولی ہوئے ہیں۔ ایسے علمی وروحانی ماحول میں آپ نے پرورش پائی، والد گرامی نے خود نہ صرف آپ کی تربیت فرمائی بلکہ قرآن کریم حفظ کرانے کیلئے عیسیٰ خیل کے قاضی صاحبان کے مدرسے میں داخل کرایا، اور اُسی مدرسہ میں حفظ قرآن حکیم کے بعد آپ نے علوم متداولہ کی کتب پڑھیں اور دورۂ حدیث شریف پڑھ کر فراغت حاصل کی۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ محمد دین سیالوی ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

دربار عالیہ وڑچھ شریف کے موجودہ سجادہ نشین حضرت قبلہ پیر سید انوار الحسن کاشف شاہ گیلانی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد دین سیالوی ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ نے اپنے آخری دور میں عیسیٰ خیل ضلع میانوالی کا دورہ فرمایا اور قیام خواجہ آباد شریف میں تھا، تو حضرت پیر سیّد جنڈوڑا شاہ علیہ الرحمۃ حاضر ہوئے۔ اور حضرت ثانی صاحب کی خدمت میں دعوت کے لئے عرض کیا جو انہوں نے قبول فرمالی اور حکم دیا کہ سواری کیلئے اونٹ لے کر آنا۔ حضرت پیر سید جنڈوڑا شاہ علیہ الرحمۃ ایک سو اُونٹ لے کر خواجہ آباد شریف حاضر ہوئے، اُن کی یہ عقیدت ومحبت دیکھ کر حضرت ثانی صاحب بہت خوش ہوئے۔ اور بڑی ہی شان وشوکت سے حضرت پیر سید جنڈوڑا شاہ علیہ الرحمۃ کے ہمراہ عیسیٰ خیل تشریف لائے، اس موقع پر حضرت پیر جنڈوڑا شاہ علیہ الرحمۃ نے اپنے اکلوتے فرزند و جانشین حضرت خواجہ پیر سید غلام دستگیر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو بیعت کے لئے حضرت ثانی کی خدمت میں پیش کیا تو حضور قبلہ ثانی صاحب نے ازراہ شفقت آپ کو اپنے دست مبارک پر شرف بیعت بخشا، اس کے بعد حضرت جنڈوڑا شاہ علیہ الرحمۃ نے حضرت ثانی صاحب کی خدمت میں عرض کیا حضور ذرا حرم خانے میں بھی قدم رنجہ فرما کر بیبیوں کو بھی بیعت کا شرف بخشیں اس پر حضرت ثانی صاحب نے فرمایا کہ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گھر والیوں کو آپ خود بیعت فرمائیں۔ اور ان سادات کی خواتین کو سیال شریف بھی نہ لایا کریں۔

آپ حضرت پیر سید غلام دستگیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت اگر چہ حضرت ثانی صاحب کے دست مبارک پر تھی۔ مگر آپ کی زندگی کا طویل حصہ حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں گزرا۔ چونکہ جب آپ بیعت ہوئے تو حضرت ثانی صاحب کا آخری دور تھا۔ اور آپ عین عالم شباب میں تھے۔

جب آپ کے والد گرامی حضرت جنڈوڑا شاہ علیہ الرحمۃ کا وصال با کمال ہوا تو قل شریف والے دن آپ کو والد گرامی کی جانشینی اور ان کی طرف سے سلسلہ عالیہ کی دستار خلافت وسجادگی سے نوازا گیا۔

والد گرامی کے وصال کے بعد جب آپ سیال شریف گئے تو حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی علیہ الرحمۃ نے اپنا خاص بکس منگوا کر اس میں سے پشاوری لنگی نکال کر آپ کے سر پر باندھی اور فرمایا کہ! جاؤ آج سے تمہیں ہر شاہ وگدا سے بے نیاز کر دیا، اس کے بعد چند وظائف خواجگان چشت اور ختم خواجگان کی اجازت فرما کر رخصت کر دیا۔

سیرت و کردار☆: تعلیم ظاہری سے فراغت کے بعد آپ مرشد کامل حضرت خواجہ سیالوی کے حکم سے اپنے والد گرامی حضرت خواجہ پیر سید سدید الدین چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے مزار پُر انوار وڑچھ شریف ضلع خوشاب میں مستقل قیام کے لئے ایک خانقاہ کی بنیاد رکھی، بہت جلد اس کی تعمیر مکمل کرنے کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھ کر تبلیغ حق میں مشغول ہو گئے۔

مرشد گرامی کی نظر ولایت اور آپ کی شبانہ روز کی جدوجہد محنت ولگن سے یہ جگہ بہت جلد مرجع خلائق بن گئی ہمہ وقت مخلوق خدا کا ہجوم آپ کے گرد جمع رہتا، بعض مرتبہ تو ہزاروں کی تعداد میں لوگ آ کر مستفید و مستفیض ہوتے۔ آپ کی زبان میں خدا نے ایسی تاثیر رکھی تھی جو بھی ایک مرتبہ آپ کی خانقاہ معلیٰ میں حاضری دیتا وہ غلام بے دام ہو کر رہ جاتا۔ زندگیوں میں انقلاب بپا ہو جاتا، آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہونے والوں کی زندگی میں حیرت انگیز تبدیلی آ جاتی تھی۔

آپ ہمہ وقت تلقین وارشاد اور وعظ ونصیحت میں صرف فرماتے۔ صبح ہو یا شام آپ کی مجلس گرم رہتی ہر وارد وصادر کی استعداد، قابلیت اور مزاج کے مطابق کلام فرماتے، کسی شخص کی گفتگو سے قطعاً مکدر نہ ہوتے، ہر شخص کے سوال کا شافی وکافی جواب دیتے تھے۔

آپ کی خانقاہ معلیٰ میں آنے والے ہر امیر وغریب، دیہاتی وشہری عالم وجاہل عوام وخواص ہر قسم کے لوگ آتے، آپ ہر آدمی کے مرتبہ ومقام اور حیثیت کے مطابق برتاؤ اور گفتگو فرماتے تھے۔

ہر آنے والے کو اتباع شریعت اور اخلاقی درستگی کی خاص تلقین فرماتے تھے، آپ کی صورت وسیرت میں بلا کی کشش تھی، جو خوش نصیب اور فرخندہ بخت آپ کی ایک بار زیارت کر لیتا وہ فریفتہ ہو کے رہ جاتا تھا۔ سخاوت کا یہ عالم کہ دروازے پر آنے والا سائل کبھی خالی نہ جاتا تھا۔

آپ نے اپنے والدِ گرامی کے وصال کے بعد آستانہ عالیہ وڑچھ شریف کی خانقاہ معلیٰ کا سجادہ نشین ہونے کا حق ادا کر دیا۔ اپنے والد گرامی کا مزار پُر انوار انتہائی خوبصورت ودیدہ زیب انداز میں تعمیر کرایا۔ اس کے علاوہ خانقاہ شریف میں لنگر خانہ، مجلس خانہ، درویشوں کے کمرے، مسافروں کے لئے مسافر خانے، مستورات کے لئے الگ ایک حویلی، نمازیوں کے لئے عظیم الشان جامع مسجد اور سب بڑا اور اہم کارنامہ آپ نے یہ انجام دیا کہ آپ نے دربار اور مسجد کے ساتھ ملحقہ عظیم الشان مدرسہ اسلامیہ کا اجراء کیا، جس میں ہزاروں طلباء کے علاوہ کئی مشاہیر زمانہ

علمائے کرام استفادہ کرنے کے بعد اندرون ملک و بیرون ملک خدمت اسلام و مسلک حقہ اہل سنت کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

اولاد وامجاد☆: خداوندِ عالم نے آپ کو اپنے خاص فضل و کرم سے چار بیٹے عطا فرمائے، جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

حضرت پیر سید غلام ربانی شاہ چشتی نظامی، سید غلام فخر الدین شاہ، حضرت سید حبیب شاہ، سید غلام محمد شاہ ہیں۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۳۸۵ھ بمطابق ۵ مئی ۱۹۶۵ء کو ہوا، مزار پُر انوار وڑچھ شریف ضلع خوشاب میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو منور کرتے ہیں۔

آج کل موجودہ سجادہ نشین حضرت پیر سید انوار الحسن کاشف گیلانی صاحب مدظلہ العالی ہیں۔ جو ایک پڑھے لکھے باشعور، انتہائی زیرک اور معاملہ فہم شخصیت کے حامل ہیں۔ خطابت ان کے ماتھے کا جھومر دوران خطابت مجمع کو کنٹرول کرنا اور بڑوں بڑوں کے سامنے اپنا مافی الضمیر کھل کر بیان کرنا ان کی شخصیت کا خاصہ ہے۔

حضرت صاحبزادہ پیر سید انوار الحسن کاشف گیلانی چشتی نظامی مدظلہ العالی جب خطاب فرماتے ہیں تو آپ کے لبوں کی جنبش سے پھول بکھرتے ہیں۔ جن کو چنتے چنتے جی نہیں بھرتا ہے، بلکہ یوں کہیے کہ راز و نیاز کے سربستہ رازوں سے پردہ کشائی کانوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہے، آپ کی شیرینی گفتار سے دل نہیں بھرتا اور وقت کا دامن تنگ ہو جاتا ہے۔

فن قرأت اور قرآنی تعلیمات کے حوالے سے دنیائے اسلام میں پاکستان کی پہچان قاری پاکستان حضرت علامہ قاری خوشی محمد الازہری مرحوم کی قائم کردہ بین الاقوامی قرأت اکیڈمی چاندنی چوک راولپنڈی میں حضرت صاحبزادہ پیر سید انوار الحسن شاہ صاحب کاشف گیلانی مدظلہ العالی کا خصوصی خطاب متعدد بار ہوتا رہا، فقیر راقم الحروف بار بار سنتا رہا۔ وہیں آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ اس کے علاوہ بھی مختلف مقامات واجتماعات میں شرف نیاز حاصل ہوتا رہتا ہے اور گاہے بگاہے ٹیلی فون پر بھی رابطہ و ملاقات ہوتی رہی ہے۔

فقیر راقم الحروف پر خصوصی شفقت فرماتے ہیں، یہ آپ کے بڑے پن کی دلیل ہے وگرنہ آج کے سجادے اپنے بزرگوں کی روایات کو بھلا کر مغرب زدہ پیر بن گئے۔ اور ان کو دیکھ کر یہی کہا جا سکتا ہے کہ "شراب کی بوتل پر عطر کا لیبل لگا ہوا ہے" الحمد للہ کے حضرت پیر سید انوار الحسن شاہ صاحب گیلانی اپنے اسلاف کی روایات کے پاسبان و امین ہیں، اور آستانہ عالیہ وڑچھ شریف کی پہچان ہیں۔ پیر سید انوار الحسن کاشف گیلانی صاحب مدظلہ فقیر کی دعوت پر فقیر کے غریب خانے پر بھی تشریف لائے ہیں۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سید محمد فضل شاہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف ربانی پیر لاثانی، دلبند رسول، صدر الصدور ودانائے سر حقیقت بحر معرفت، شیخ العصر حضرت خواجہ پیر سید محمد فضل شاہ جلالپوری رحمتہ اللہ علیہ حجۃ الاسلام ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۴ جمادی الاول ۱۳۱۲ ہجری بمطابق ماہ نومبر ۱۸۹۴ء بروز شنبہ حضرت پیر سید مظفر شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے گھر جلالپور شریف تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم میں ہوئی۔ آپ کا نام نامی اسم گرامی آپ کے دادا جان حضرت پیر سید حیدر علی شاہ جلالپوری رحمتہ اللہ علیہ نے رکھا تھا جو کہ الہامی ہے ولادت کے بعد جب آپ کے دادا جان سے عرض کی گئی کہ بچے کا نام تجویز فرمائیں تو آپ نے فرمایا کہ کل بتاؤں گا۔

چنانچہ رات کو خواب میں اشارہ ہوا کہ فضل شاہ مہر شاہ کرم شاہ چنانچہ آپ کے والد گرامی نے اسی ترتیب سے اپنے صاحبزادوں کے نام رکھے۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ نے ابتدائی تعلیم میں قرآن مجید حافظ الہ دین ساکن چک شیر محمد سے ختم کیا اور انہی سے حفظ کرنا شروع کیا ہی تھا کہ آپ بیمار ہو گئے صحت یاب ہونے کے بعد آپ نے مولوی عبدالرحیم صاحب ساکن کروی سے سکندر نامہ تک فارسی اور کتب صرف ونحو اور فقہ میں شرح وقایہ تک عربی پڑھی۔

مولوی صاحب موصوف جب رخصت پر جاتے تو حضرت قبلہ عالم درس و تدریس کے کفیل ہوتے تھے۔ یہ وہ شرف تھا جس کو نہایت فخر سے بیان کرتے تھے۔ منطق، فلسفہ، ادب، عقائد، کلام کیا اور علوم عقلیہ کی تحصیل مولوی فیض الحسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ ساکن موضع بھین ضلع چکوال سے کی۔ صحاح ستہ اور بقیہ علوم نقلیہ مولوی قادر بخش صاحب رحمتہ اللہ علیہ ملتانی اور حافظ جمال الدین ساکن کوٹ مومن اور مولوی محمد سعید سے پڑھے اور علوم دینیہ سے فراغت کی سند حاصل کی۔ ان تمام علوم کے ساتھ انشاء پردازی میں کمال حاصل کیا۔

بیعت وخلافت ☆: علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد آپ کے والد گرامی نے آپ کو حضرت پیر سید حیدر علی شاہ جلالپوری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر کے بیعت کے لئے عرض کیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں ان کو بیعت کرانے کے لئے سیال شریف لے کر جاؤں گا لیکن آپ کے والد گرامی جناب سید محمد مظفر شاہ جلالپوری رحمتہ اللہ علیہ کی درخواست بھی رد نہ ہو سکتی تھی اس لئے بڑے اصرار

کے بعد حضرت پیر سید حیدر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے دست مبارک پر بیعت سے مشرف فرمایا اور سیال شریف کے آخری سفر سے واپسی پر آپ کو خلافت سے بھی سرفراز کر کے صاحب اجازت کیا۔ حضرت پیر سید حیدر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے عہد مبارک میں تعویذ نویسی وغیرہ آپ ہی کے ذمہ تھی جب آپ کے والد گرامی جناب سید مظفر شاہ رحمتہ اللہ علیہ مسند پر جلوہ افروز ہوئے تو ۲ سال تک بیعت خود لیتے رہے مگر بعد میں یہ کام بھی آپ کے سپرد کر دیا۔

چنانچہ آپ ان کی ظاہری حیات مبارکہ میں ۴ سال تک ان کی تمام خدمات جانشینی آپ ہی ادا فرماتے رہے۔

حج بیت اللہ اور زیارات مقامات مقدسہ☆: ایک مرتبہ آپ کو خواب میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو مدینہ شریف آنے کا حکم دیا صبح کو بیدار ہو کر اپنے والد گرامی حضرت پیر سید مظفر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں خواب سنا کر حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ رسول ﷺ کی اجازت چاہی تو آپ کے والد گرامی نے فرمایا کہ دور کا سفر ہے راستے کی تکالیف بھی تم برداشت نہ کر سکو گے اس لئے کہ ابھی تمہاری عمر چھوٹی ہے مگر آپ کے بار بار اصرار کرنے پر آپ کو والد گرامی نے اجازت بخشی۔

چنانچہ آپ ۲ شوال المکرم ۱۳۳۱ ہجری ۴ ستمبر ۱۹۱۳ء کو بعمر ۱۹ سال میں آپ پہلی مرتبہ حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے چند حضرات اہل سلسلہ کے ہمراہ تشریف لے گئے اور سعادت سے مشرف ہوئے۔ اس سفر میں آپ بیروت، دمشق، مصر، کوفہ اور بیت المقدس میں بھی مختلف بزرگان وصحابہ کرام واہل بیت اطہار کے مزارات پر انوار کی زیارات سے بھی مشرف ہوئے۔

شادی و اولاد☆: آپ نے دو شادیاں کیں آپ کا پہلا نکاح مسنونہ جناب سید نواب شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوا۔ سید نواب شاہ صاحب حضرت پیر سید حیدر شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے حقیقی بھانجے اور داماد تھے۔

آپ کی اہلیہ کا جلد ہی انتقال ہو گیا تھا جس کے پیش نظر بعد ازاں آپ کا دوسرا عقد حضرت حاجی آل رسول صاحب مکان شریفی کی صاحبزادی سے ہوا مکان شریفی خاندان کے بزرگان سلسلہ عالیہ نقشبندی کے بڑے عامل عارف کامل بزرگ تھے جب وہ حج پر تشریف لے گئے تو وہیں پر سکونت اختیار کر لی حاجی آل رسول مکان شریفی کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح اپریل ۱۹۰۷ء میں ہوا آپ کی اہلیہ عربی اور فارسی پر خاص کمال رکھتی تھیں ان کا وصال ۱۹۴۰ء میں ہوا۔ ان سے حسب ذیل صاحبزادگان تولد ہوئے۔

☆ پیر سید برکات احمد شاہ ☆ سید حسنات احمد شاہ ☆ حضرت سید لمعات شاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

جماعت حزب اللہ کا قیام☆: آپ نے عارفانہ روایات کے ساتھ اصلاح معاشرہ اور مسلمانان پاک و ہند کو بیدار کرنے میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ نے تحریک خلافت کے زمانے سے سیاست میں حصہ لینا شروع کیا اور پھر تادم آخر فعال کردار ادا کرتے رہے۔ آپ کے کارناموں میں جماعت حزب اللہ کا قیام سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔

۶ جمادی الآخر ۱۳۴۶ بمطابق ۳۰ دسمبر ۱۹۲۷ء کو حضرت قبلہ عالم پیر سید غلام حیدر علی شاہ جلالپوری رحمتہ اللہ علیہ کے سالانہ عرس

مبارک کے موقع پر یہ جماعت معرض وجود میں آئی اور تمام علماء اور مشائخ کی موجودگی میں باالتفاق رائے آپ کو اس جماعت کا امیر تسلیم کیا گیا۔ پیر صاحب کے سوانح نگار جناب ڈاکٹر عبدالغنی "حزب اللہ" کے تعارف میں لکھتے ہیں حزب اللہ خالصتاً ایک اصلاحی تحریک تھی اس کا اجراء ہندوؤں یا انگریزوں کی مخالفت کے لئے عمل میں نہیں آیا تھا اور نہ یہ کسی خاص فرقہ کی حمایت کے لئے قائم کی گئی تھی بلکہ اتحاد بین المسلمین کی داعی اور علمبردار تھی اس کا مقصد مسلمانوں کی انفرادی یا اجتماعی زندگی کے کسی خاص پہلو کی اصلاح نہیں تھا بلکہ یہ ایک جامع، ہمہ گیر تحریک تھی یہ تحریک ذہنی، معاشرتی، تمدنی، اقتصادی، عملی اور اجتماعی انقلاب برپا کرنا چاہتی تھی حزب اللہ نہایت متحرک اور فعال تنظیم تھی جس کے ہزاروں رضا کار اصلاحی کاموں کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے پیر صاحب مختلف مقامات کا سالانہ دورہ کر کے تنظیم اور تحریک کو قائم رکھتے تھے۔ رسالہ ترجمان۔ جماعت کا آرگن تھا۔ جس میں جماعت کی سرگرمیوں کی رپورٹ باقاعدگی سے چھپتی تھی۔ ماہنامہ صوفی (منڈی بہاؤالدین) بھی جماعت کے نصب العین کے لئے کوشاں تھا۔ جماعت حزب اللہ کی سالانہ کانفرنس جلالپور شریف میں منعقد ہوتی تھی جس میں مسلک اہل سنت کے مایہ ناز عالم دین مقررین مشائخ عظام اہل علم اور شعرائے کرام بطور خاص شرکت کرتے تھے حزب اللہ تحریک نے قیام پاکستان میں فعال کردار ادا کیا۔ مسلم لیگ کے حلقوں میں پیر صاحب کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

جمیعۃ المشائخ کا قیام ☆: قیام پاکستان کے بعد آپ کی ذاتی کاوش اور بھرپور جدوجہد سے علماء اور مشائخ اہل سنت کو متحد اور ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کے لئے جمیعت المشائخ کا قیام عمل میں لایا گیا اور اس کے پہلے روح رواں اور ناظم اعلیٰ آپ ہی تھے۔ ۱۹۴۷ء کے جہاد کشمیر میں آپ کی نگرانی میں ہزاروں رضا کاروں نے حصہ لیا آپ تمام عمر قیام پاکستان کے بنیادی مقصد نظام اسلام کے قیام کے لئے کوشاں رہے۔

آپ کی علمی اور تحریری یادگاریں ☆: آپ نے کئی علمی مقالات اور کتابیں یادگار چھوڑی ہیں جن میں سے اہم ترین یہ ہیں۔ (۱) "حزب اللہ" جماعت حزب اللہ کا مفصل تعارف ہے بعد میں اس کی تلخیص ایک رسالے کی صورت میں مرتب کی۔ (۲) "جمیعت المشائخ" کا تعارف۔ آپ کی یادگار ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۷ شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ بمطابق یکم دسمبر 1966ء کو جلال پور شریف تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم میں ہوا وہیں آپ کا مزار پرانوار بھی مرجع خاص وعام ہے۔

فقیر راقم الحروف کو آپ کے دربار پر حضرت قبلہ پیر سید برکات احمد شاہ جلال پوری علیہ الرحمۃ کے دور سجاد میں حاضری کا شرف حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا نور محمد شاہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فاضل اجل، خطیب بے بدل، نور العلماء المشائخ، آفتاب و ماہتاب آسمان طہارت و پاکیزگی حضرت علامہ مولانا نور محمد شاہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ مقتدائے ارباب علم ودانش ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت علاقہ موچھ کے مقتدر عالم دین حضرت علامہ مولانا سلطان احمد ہاشمی علیہ الرحمۃ کے علمی گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے آباؤ اجداد تمام ہی علوم دینیہ کی دولت سے مالا مال تھے۔ آپ کے والد گرامی مولانا سلطان احمد بن گل محمد بن غلام محمد بن نور محمد (حضرت نور محمد قندھار کی جامع مسجد کے متولی تھے) اور ان کے بیٹے غلام محمد کے گھر احمد شاہ ابدالی کے لڑکے شاہ زمان کی دختر تھیں۔ آپ کے پڑدادا حضرت غلام محمد قندھار میں حکومتی چپقلش کی وجہ سے قندھار چھوڑ کر علاقہ کچھی ضلع میانوالی میں پہنچے تو وہاں کے میانہ خاندان نے اُن کی خوب آؤ بھگت کی، اور اُن کو رہائش کے لئے ایک بڑی حویلی بھی عطا کی۔

آپ کے پڑدادا حضرت غلام محمد ہاشمی اور ان کی زوجہ محترمہ بی بی گل رُخ کے مزارات حضرت سیّد سلطان زکریا بن سیّد میاں علی بانی میانوالی علیہم الرحمۃ کے مزار پُر انوار کے ساتھ والے قبرستان میں ہیں، جبکہ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا سلطان احمد ہاشمی علیہ الرحمۃ نے موچھ کے علاقہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں ان کا وصال باکمال ہوا۔

تربیت و تعلیم ☆: آپ کی ابتدائی تربیت اور تعلیم اپنے والد گرامی حضرت مولانا سلطان احمد ہاشمی علیہ الرحمۃ کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔ بعد ازاں علوم دینیہ کی کتب کی تعلیم کے لیے علامہ زماں شیخ العصر حضرت مولانا سیّد نور الزمان شاہ کاظمی علیہ الرحمۃ کوٹ چاندنہ والوں کی خدمت میں چکی شیخ جی میں حاضر ہوئے، اُنہی دنوں علامۃ الدھر مولانا غلام محمد گھوٹوی بھی علامہ نور الزمان شاہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حصول علم کے لئے پہنچے تھے۔

چونکہ علامہ گھوٹوی بلحاظ عمر بھی بڑے تھے اور کچھ دینی کتب آپ سے پہلے دیگر اساتذہ سے پڑھ چکے تھے، اس لیے انہوں نے استاد محترم سے عرض کیا حضور مجھے آپ سبق پڑھا دیا کریں، ان مولانا نور محمد ہاشمی کو میں سبق پڑھا دیا کروں گا۔

چنانچہ آپ ابتدائی کتب علامہ گھوٹوی علیہ الرحمۃ سے پڑھتے رہے، جب علامہ گھوٹوی کی تعلیم مکمل ہوگئی تو ملتان جاتے ہوئے آپ کو بھی اپنے ہمراہ گھوٹہ شریف ملتان لے گئے، وہاں سے کچھ کتابیں مکمل کر کے بیکانیر کے راستے آپ دیو بند پہنچے وہاں سے علوم دینیہ

کی تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کر بارہ برس کے بعد واپس وطن مالوف اپنے گھر پہنچے، آپ کی والدہ محترمہ آپ کے فراق میں روتے روتے اپنی بصارت سے محروم ہوگئی تھیں۔

درس وتدریس کا آغاز☆: آپ نے مدرسہ حزب الاحناف متصل جامع مسجد وزیر خان لاہور میں مدرس کی حیثیت سے درس وتدریس کا آغاز کیا، جب آپ کی والدہ کو آپ کی موجودگی کا علم ہوا تو وہ فوراً لاہور پہنچیں اور آپ کو اپنے ہمراہ موچھ لے آئیں، آپ نے موچھ میں ایک دینی مدرسہ قائم فرما کر تین چار سال تک موچھ میں ہی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا، بعدازاں آپ کندیاں ضلع میانوالی تشریف لے آئے۔

کندیاں میں ورودِ مسعود☆: ایک زمانہ میں کندیاں بہت اہمیت کا حامل شہر تھا، جس کی سب سے بڑی وجہ ریلوے لائن اور کندیاں بہت سے شہروں کا جنکشن تھا۔ 1914ء میں آپ کو کندیاں کے احباب کندیاں لائے یہاں ریلوے سٹیشن کے قریب ہی واقع لوکوشیڈ کی جامع مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔

جمعہ کے روز آپ جب تقریر فرماتے تو لوگوں پر ایک سحر طاری ہو جاتا۔ کندیاں ریلوے سٹیشن چونکہ ایک جنکشن تھا، ریلوے سٹیشن پر اترنے اور قیام کرنے والا جمعہ کی نماز لوکوشیڈ کی مسجد میں ہی ادا کرتا، علاوہ اس کے آپ کی خطابت کی جولانیاں اور علمی استدلال اور شیریں گفتگو کی وجہ سے بہت جلد پورے علاقہ میں شہرت ہوگئی، جس کی وجہ سے دور دور سے لوگ نماز جمعہ کے موقع پر آپ کا وعظ سننے کے لیے آتے تھے۔

آپ نے کندیاں میں نماز پنجگانہ اور جمعہ کے خطبہ کے علاوہ دینی مدرسہ پر بھی توجہ فرمائی۔ اور ایک عظیم الشان ادارہ کی بنیاد رکھ کر درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ جہاں سے لاتعداد تشنگانِ علوم دینیہ نے اپنی علمی پیاس بجھائی۔ آپ سے علمی استفادہ کرنے والی شخصیات میں درج ذیل اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

حضرت صاحبزادہ میاں محمد بسال شریف جنڈ ضلع اٹک، حضرت فقیر عبداللہ چشتی میرا شریف تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک، حضرت مولانا عطا محمد ڈِلے والی ضلع میانوالی حضرت مولانا شاہ ولی اللہ، ساکن انہی ضلع گجرات، حضرات مولانا محمد اسماعیل ساکن باغ آزاد کشمیر، فخر المدرسین، علامہ عطا محمد بندیالوی، مولانا غلام مصطفیٰ مدرس سیال شریف مولوی اللہ یار چکڑالہ، حضرت مولانا صالح محمد ساکن ڈیرہ اسماعیل خان کے نام قابل ذکر ہیں۔

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں مخدوم المشائخ، سراج السالکین حضرت خواجہ احمد میروی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ میرا شریف پنڈی گھیپ ضلع اٹک کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز

وصاحب مجاز ہوئے۔

اس کے علاوہ حضرت خواجہ محمد نظام الدین تونسوی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ اور حضرت خواجہ امیر احمد چشتی نظامی آف بسال شریف ضلع اٹک نے بھی آپ کو اپنے اپنے سلاسل سے خرقہ خلافت عطا فرمایا تھا۔

آپ کا اپنے ہمعصر مشائخ وعلماء سے تعلق☆: چونکہ آپ ہر دلعزیز شخصیت اور حسن اخلاق کا حسین مرقع تھے۔ مہمان نوازی آپ کا وصف خاص تھا۔ جس کی بنا پر اپنے زمانے کے غوث وقطب اور اکابر مشائخ سے آپ کا گہرا تعلق و رابطہ تھا، ان مشائخ میں حضرت خواجہ احمد خان ثانی، حضرت خواجہ امیر احمد بسال شریف، حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، حضرت خواجہ محمود احمد تونسوی، حضرت خواجہ پیر غلام حسن سواگ لیہ علیہم الرحمۃ والرضوان والغفر ان کے علاوہ دیگر اکابرین بھی آپ کے پاس تشریف لاتے مختصراً قیام بھی فرماتے تھے، تقریباً پچاس برس تک آپ کا قیام کندیاں ضلع میانوالی میں رہا، اور اس دور میں لاتعداد بزرگوں سے آپ کا تعلق و رابطہ رہا۔

سیرت وکردار☆: آپ شریعت وطریقت کے اصولوں کی پاسداری خود بھی فرماتے اور اپنے عقیدت مندوں سے بھی کراتے تھے، کبھی بھی خلاف شریعت وطریقت کسی کو کام کرتے دیکھتے تو فوراً اس کی اصلاح فرماتے، اور سختی سے تنبیہ بھی فرماتے اور اس معاملہ میں کسی قسم کی رعایت کے قائل نہ تھے۔

کندیاں میں نماز جمعہ کے خطبہ کے بعد مسائل فقہ کی محفل ہوتی، مسئلہ دریافت کرنے والے کو شرعی احکام کے مطابق فیصلہ سناتے، رویت ہلال کے معاملہ میں آپ کا فیصلہ تمام علماء مشائخ اور اہل شہر کیلئے قابل قبول ہوتا تھا۔

تقسیم ہند سے پہلے کا واقعہ ہے کہ انگریزوں نے بینکوں کی سکیم متعارف کرائی اور لوگوں کو اس کی طرف رغبت دلانے کی کوشش کرنے لگے تاکہ لوگ اپنی رقم بینک میں جمع کرائیں اور اس پر سُود حاصل کریں۔

مسلمان چونکہ سودی لین دین کے خلاف تھے۔ ان کو اس طرف راغب کرنے کے لئے انگریز حکمرانوں نے ڈپٹی کمشنر ضلع میانوالی کو ہدایت کی کہ کسی مسلمان عالم دین سے اس سلسلہ میں فتویٰ لیا جائے تاکہ لوگ قائل ہوسکیں۔

انگریز حکمرانوں نے ڈپٹی کمشنر سے دریافت کیا کہ اس ضلع میں کون سا ایسا عالم ہے جس کی بات کو مسلمان تسلیم کرتے ہوں۔ ڈپٹی کمشنر نے بتایا کہ اگر مولانا نور محمد ہاشمی فتویٰ دے دیں تو کام بن سکتا ہے۔

انگریز حکمران کے حکم پر ڈپٹی کمشنر کندیاں آکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کو بینکوں کے کاروبار سے متعلق قائل کرنے کی ناکام کوشش کرتا رہا، تاکہ اس کے جواز پر فتویٰ مل سکے، ساتھ ہی اُس نے مدرسہ کی امداد کے بہانے آپ کو زمین کی پیشکش بھی کی۔

آپ بڑے تحمل سے ڈپٹی کمشنر کی بات سنتے رہے، اس کی بات مکمل ہونے پر آپ نے فرمایا ڈپٹی کمشنر صاحب! اگر میں سُور کے گوشت کو حلال کہہ دوں تو میرے کہنے سے وہ حلال نہیں ہوگا، البتہ ضعیفی کے عالم میں یہ نور محمد حرام ہو جائے گا۔

چنانچہ ڈپٹی کمشنر صاحب یہ جواب سُن کر اپنا سامنہ لے کر نا کام ہو کر واپس چلا گیا۔

آپ کی تمام عمر شرعی معاملات میں اپنے موقف پر سختی سے گزری شرعی معاملات میں کبھی کسی حکمت عملی سے کام لیا نہ ہی موقف میں لچک پیدا ہونے دی۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال با کمال ۳ شوال المکرم ۱۳۸۸ھ بمطابق 24 دسمبر 1968ء کو ہوا۔

مزار پُر انوار آپ کی تعمیر کردہ جامع مسجد النور کندیاں شہر ضلع میانوالی میں مرجع خاص وعام ہے، جہاں اہل عقیدت ومحبت آج بھی حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت علامہ مولانا حکیم محمد امیر شاہ ہاشمی سجادہ نشین اور آپ کی جامع مسجد النور کندیاں کے خطیب مقرر ہوئے، جو بڑے ہی احسن انداز میں آپ کے مشن کی تکمیل میں مصروف ہیں۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا عبدالغفور ہزاروی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: شیخ القرآن والحدیث' ابوالحقائق' ہمالہء علوم' مدرس مسائل عشق وعرفان' محدث وجد و پیان' قبلہء طالبان' علامہ زماں حضرت مولانا پیر عبدالغفور ہزاروی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ شہید وکیل الباب ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 9 ذوالحجہ 1328ھ بمطابق ماہ دسمبر 1910ء بروز جمعتہ المبارک کو اپنے علاقہ کے نامور عالم دین، حضرت علامہ عبدالحمید بن مولانا محمد عالم علیہم الرحمتہ کے گھر موضع چمبہ پنڈ تحصیل وضلع ہری پور میں ہوئی۔

آپ کے گھر کا ماحول چونکہ شروع ہی سے علمی وروحانی تھا ایسے ماحول میں آپ کی تربیت والدین کے زیر سایہ مکمل ہوئی۔

تعلیم اور اساتذہ کرام ☆: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی علامہ مولانا عبدالحمید صاحب علیہ الرحمتہ سے حاصل کی اور علوم دینیہ کی کتب میں کافیہ تک کی کتابیں بھی اپنے والد گرامی سے ہی پڑھیں۔ بقیہ علوم وفنون کی دیگر کتب استاذ الاساتذہ مولانا احمد دین آف بھوئی شریف' استاذ العلماء شیخ الجامعہ حضرت علامہ محمد محب النبی' بحر العلوم حضرت علامہ یار محمد بندیالوی' استاذ شہیر مولانا قطب الدین غور غشتوی' استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا عبدالحق غور غشتوی اور علامہ مشتاق احمد کانپوری سے بھی درس لیا جبکہ دورہ حدیث حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر پڑھا اور دار العلوم منظر الاسلام بریلی شریف سے سند فراغ حاصل کی۔ استاد محترم نے ابوالحقائق کے خطاب سے نوازا اور اپنے دار العلوم میں تدریس پر فائز کرنے کے علاوہ آپ کو اجازت وخلافت سے بھی نوازا۔

تدریسی سرگرمیاں ☆: تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ کچھ عرصہ بچار ضلع فیصل آباد اور تین سال تک مدرسہ خدام الصوفیہ گجرات میں پڑھاتے رہے۔ 1935ء میں وزیر آباد ریلوے اسٹیشن کے قریب ایک جامع مسجد میں تشریف لائے اور جامعہ نظامیہ کی بنیاد رکھ کر دورہ قرآن پڑھانے کا آغاز کیا جسے تاحیات بڑی دھوم دھام سے جاری رکھا اس دورہ قرآن میں وقت کے بڑے بڑے فضلا شرکت کر کے آپ سے استفادہ کرتے رہے۔

سلسلہ بیعت وخلافت ☆: آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضور غوث زماں تاجدار گولڑہ حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل ہے۔ اعلیٰ حضرت گولڑوی نے بیعت کی سعادت عظمیٰ سے نوازنے کے بعد آپ کو دعائے خیر وبرکت سے نوازتے ہوئے ارشاد فرمایا ''جاؤ میاں اللہ تعالیٰ تمہیں بڑا مولوی بنائے'' قبلہء عالم گولڑوی کے دعائیہ

کلمات اس طرح پورے ہوئے کہ اپنے تو اپنے بیگانے بھی آپ کو شیخ القرآن کے لقب سے پکارتے اور مانتے تھے اور پھر ہزاروں صوفیا جید علماء آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔ آپ کو اپنے شیخ کامل حضرت خواجہ گولڑوی کے آستانہ گولڑہ شریف میں پینتیس برس تک عرس مبارک کی تقاریب میں خطاب کرنے کی سعادت حاصل رہی ہے۔

جبکہ اویس وقت حضرت خواجہ گوہر دین جنید ھڑ وی اور حضرت خواجہ محمد معصوم بادشاہ چوراہی علیم الرحمتہ اور حضرت خواجہ حافظ احمد نور چشتی قادری چکوالی آف ڈھاب نے آپ کو دستار خلافت سے نواز کر صاحب ارشاد کیا۔

فن خطابت وقوت حافظہ☆: آپ ایک سحر بیان خطیب' قادر الکلام مقرر' بے باک عالم دین' قرآن و حدیث اور علوم دینیہ کے متبحر فاضل تھے علمی و تحقیقی گفتگو کے ساتھ سحر بیانی' خوش بیانی' بہت کم کسی شخصیت میں جمع ہوتی ہیں لیکن آپ کے اندر یہ دونو وصف بدرجہ اتم موجود تھے بڑے بڑے علماء آپ کے خطابات دم بخود ہو کر سنتے تھے جبکہ عوام الناس کی کیفیت دیدنی ہوتی تھی۔ آپ کی طبیعت میں بلا کا سوز و گداز تھا جس کے نتیجے میں سامعین پر سکتے کا گمان ہوتا۔ آپ کو مشکل سے مشکل مسائل نہایت سادہ عام فہم انداز میں بیان کرنے کا ملکہ حاصل تھا۔

یہ سچ ہے کہ اللہ کریم جب کسی کو نوازتا ہے تو اپنی شان عطا سے نوازتا ہے۔ کسی کو ایک آدھ وصف خاص سے کسی کو اس سے زیادہ مگر آپ کی ذات والا صفات کو مالک کریم نے اس شان سے نوازا کہ جسمانی وجاہت عطا فرمائی تو ایسی کہ پوری محفل میں نمایاں حیثیت اگر حسن و جمال کو دیکھیں تو منفرد' روحانی و باطنی' عمل اور وجدانی پہلو سے دیکھیں تو بے مثال نظر آتے آپ علوم کے ایسے بحر ذخائر تھے کہ جس کی گہرائی اور وسعت لامحدود تھی اس سمندر بے کنار سے علوم کے طوفان اٹھتے اور پھیلتے نظر تو آتے مگر اس میں باہر سے دریا گرتے ہوئے نظر نہ آتے۔

تیس سے زیادہ علوم آپ کی جنبش لب سے وجود پاتے یعنی آپ علوم سے اپنی بات نہ بناتے بلکہ اپنی بات سے علوم کو وجود فرماتے تھے۔ ایک طرف اگر آپ علوم و فنون کا ہمالیہ تھے تو دوسری طرف میدان خطابت کے شہوار تھے آپ فی الحقیقت ایک جادو بیان اور قادر الکلام خطیب تھے۔ آپ کی خطابت میں جہاں انداز خطابت کی ندرت ہوتی وہاں معارف و حقائق کا موج بھرا سمندر بھی متلاطم ہوتا کتاب و سنت کے جواہر تصوف کے اسرار و رموز کلام کی گتھیں سلجھانے کے لئے ماہرانہ نکات سامعین کو کیف و سرور کے جہان میں مستغرق کر دیتے۔ جب اپنے ذوق و مستی میں مولانا روم کی مثنوی پڑھتے تو محسوس ہوتا تھا کہ قدسی بھی داد و تحسین دے رہے ہیں اور پوری کائنات آپ کے ذوق کی موافقت میں وجد کر رہی ہے بارہا دیکھا گیا ہے کہ آپ کے انداز بیان سے متاثر ہو کر مجمع میں شریک لوگ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگتے تھے۔

وہ تیرا حسن خطابت وہ تیرا طرز کلام
اب نہیں ملتی زمانے میں کوئی ایسی مثال

آپ کے فن خطابت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس جگہ آپ کا خطاب ہو رہا ہو اس کے قریب ہی دنیا کا کوئی بھی

خطیب اپنا جلسہ کامیاب کرنا تو درکنار بلکہ وہ اسٹیج چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہو جاتا تھا جس کا اندازہ تحریک پاکستان کے دوران ہونے والے ایک جلسے سے لگالیں کے جس شخص کو پوری مجلس احرار اور دیوبندیت وہابیت نے امیر شریعت جیسے نام نہاد خطاب سے نواز کر یہ مشہور کیا ہو کر پورے برصغیر میں اس کا ثانی کوئی نہیں آیئے اس نام نہاد امیر شریعت کو حضرت شیخ القرآن کے ایک پروگرام کے سامنے دیکھیں کہ اس کی کیا حیثیت اور اوقات ہے۔

تحریک پاکستان کے دوران ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں جلسہ ہو رہا تھا جس میں مولانا ظفر علی خان اور آپ حضرت ہزاروی بھی خطاب کے لئے موجود تھے۔

قریب ہی احراریوں کا معرکہ آراء جلسہ بھی ہو رہا تھا۔ احراری مولوی اپنی لچھے دار تقریروں سے عوام کو نظریہ پاکستان سے متنفر اور برگشتہ کرنے کی پوری کوشش کر رہے تھے۔ دوسری طرف علماء اہل سنت مسلم لیگ کے اسٹیج پر جلوہ افروز تھے جب احراریوں کے اسٹیج سے اجتماع میں کچھ زیادہ ہی کشش نظر آئی تو حضرت شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ فوراً مائیک پر آئے اور ایسا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا کہ مخالفین کے جلسے کے سامعین دھڑا دھڑ آپ کی تقریر سننے کے لئے پنڈال کی طرف آنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے مخالف احراریوں کے جلسے میں اُلّو بولنے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر مولانا ظفر علی خان دفور جذبات سے دیوانے ہو گئے اور فی البدیہہ ایک نظم پڑھی جس کا ایک شعر یہ ہے

چشمہ اُبل رہا ہے محمدؐ کے نور کا
میں آج سے مرید ہوں عبدالغفور کا

اس نظم کا اگلا شعر پڑھتے ہوئے مولانا ظفر علی خان نے آپ کے زور خطابت کا عطاء اللہ شاہ بخاری سے موازنہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

بند اس کے سامنے ہے بخاری کا ناطقہ
کیا اس سے ہو مقابلہ اس بے شعور کا

آپ کی خطابت کا نمایاں پہلو یہ تھا کہ دقیق سے دقیق مسائل کو آسان مثالوں کے ذریعے غبی سے غبی ذہن میں اتار دیتے تھے تقریر میں صوفیانہ رنگ غالب رہتا جب تصوف کے مسائل پر گفتگو فرماتے تو عوام تو عوام رہے علمائے کرام اور بڑے بڑے مشائخ بھی عش عش کر اُٹھتے۔ پوری تقریر میں ایک شعر کو موضوع سخن بنا لیتے اور پوری تقریر اس شعر کے گرد گھومتی رہتی۔ یوں تو اگر کوئی مقرر بار بار ایک ہی شعر کو پڑھے تو مجمع میں اکتاہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔

مگر آپ جب بار بار شعر کی تکرار کرتے اور اس دوران قرآن و احادیث سے دلائل پیش کرتے تو علماء بھی وجد کرتے تھے کسی عاشق صادق نے آپ کی شان خطابت کو اس طرح رقم کیا ہے۔

عشق نبی کے باب کا عنوان ہزاروی

ناموس مصطفیٰ ﷺ کا نگہبان ہزاروی
غواص بحر عظمت قرآن ہزاروی
شیخ زمان و رازی دوران ہزاروی
اقلیم ذوق و شوق کے سلطان ہزاروی
اہل جنوں کے درد کا درمان ہزاروی
دل اہل درد و سوز کے مسرور ہو گئے
کچھ اس طرح ہوئے تھے غزل خواں ہزاروی

سیرت و کردار☆: آپ ایک عظیم مذہبی رہنماء خطیب، مدرس، مفسر، محدث، صوفی، نکتہ آفریں محقق، شاعر، روحانی پیشواء اور ایمان و عمل، فکر و نظر، عظمت و رفعت، زہد و تقویٰ، فصاحت و بلاغت، استقامت و عزیمت، شجاعت و جرات، مقبولیت و شہرت، مرجعیت و محبوبیت کے اعتبار سے یقیناً ابوالحقائق اور شیخ القرآن تھے وہاں ایک محب وطن رہنما اور قائداعظم محمد علی جناح کے رفیق سفر بھی تھے۔

آپ کی تمام عمر دین کی سربلندی کے لیے وقف تھی درس و تدریس اور خطابت کا سلسلہ تا زیست جاری رکھا دورہ قرآن پڑھانے میں دنیائے اہل سنت کے اندر اول مقام آپ ہی کا تھا۔ تمام عمر دین کے خلاف چلنے والی ہر تحریک کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آپ کا شماران 113 علماء میں ہوتا ہے جنھوں نے شوشلزم کو کفر قرار دیتے ہوئے فتویٰ پر دستخط ثبت فرمائے تھے۔ آپ کی تقریر کا حکومت اور محکمہ اوقاف کے خلاف یہ جملہ تاریخی حیثیت اختیار کر گیا کہ محکمہ اوقاف کو شریعت کے مطابق موڑ دو یا پھر توڑ دو آپ نے علماء سو اور عقائد المسلمین کی اصلاح فرمائی ہمیشہ بدعقیدہ لوگوں کو میدان مناظرہ میں شکست سے دوچار کیا۔

اللہ کریم نے آپ کو وجاہت اور محبوبیت کا بڑا وافر حصہ عطا فرمایا تھا یہی وجہ تھی کہ آپ اپنے احباب کی سخت سے سخت بات بھی خندہ پیشانی سے برداشت کر جاتے تھے۔ اس کے برعکس بعض اوقات تواضع کا اظہار بھی بڑے دل کش پیرائے میں کر جاتے تھے۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے اجلاس میں ایک صاحب نے پرشکوہ الفاظ میں آپ کا تعارف کرایا تو آپ نے خطبہ پڑھنے کے بعد فرمایا۔ میں بڑا نہیں ہوں لیکن **کبرنی موت الکبرا** بڑے لوگ دنیا سے چلے گئے تو لوگوں ہمیں بڑا سمجھ لیا اس جملے میں لطافت یہ تھی کہ یہ نہیں کہا کہ ہم بڑے بن گئے بلکہ فرمایا کہ لوگوں نے ہمیں بڑا سمجھ لیا۔

آپ کا حافظہ غضب کا تھا۔ منطق و فلسفہ کی اصلاحات نوک زبان پر رہتی تھیں ایک دفعہ معراج شریف کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے قبض زماں اور بسط زماں پر گفتگو فرما رہے تھے کسی نے رقعہ بھیج کر پوچھا کہ یہ کس نے لکھا ہے؟

آپ نے فوراً تفسیر کبیر کا حوالہ دیا اور اس کے علاوہ چند دوسری کتابوں کا بھی حوالہ بیان کر کے اس کی تسلی کی۔ اس کے علاوہ جرأت و بے باکی کے ساتھ مخالف کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرنا آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ حق گوئی آپ کا وصف خاص تھا خواہ اس کی زد میں کوئی

آ جائے۔

آپ کو کشف القبور بھی حاصل تھا جو کہ ایک مجذوب پتے شاہ کے ذریعے حاصل تھا آپ خود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمتہ کے مزار پر حاضر ہوا تو مجھے صرف ان کے پاؤں دکھائی دیئے جب میں نے پتے شاہ سے اس کا ذکر کیا تو وہ فرمانے لگے کہ جس نے سلطان کے قدم دیکھے ہیں وہ بڑوں بڑوں کے سر دیکھے گا آپ خود فرماتے ہیں واقعی اس کے بعد مجھے کئی بزرگوں کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔

حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول ﷺ☆: آپ جب پہلی مرتبہ 1939ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ رسول ﷺ کے لئے جانے لگے تو مورخہ 27 دسمبر 1938ء کو مولانا ظفر علی خان نے آپ کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا۔

حج کو جانے والے ہیں حضرت عبدالغفور
آسماں برسا رہا ہے ان پہ نور
کس زبان سے ہو بیاں وصف آپ کا
آپ مولیٰ ہیں وزیر آباد طور

تحریک پاکستان میں آپ کا کردار☆: آپ نے اپنے ابتدائی دور سے ہی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا جب قائداعظم مسلمانان برصغیر سے ناراض ہو کر برطانیہ چلے گئے تھے تو اس موقع جہاں بڑے بڑے سجادہ نشینوں اور علمائے کرام نے ان کو واپس بلانے کے لئے خطوط لکھے تھے ان میں آپ نے بھی قائداعظم کو خط لکھا تھا کہ آپ واپس آ کر مسلمانان برصغیر کی قیادت سنبھالیں علماء ہر ممکن آپ کا ساتھ دیں گے۔

آپ نے جن بڑی تحریکوں میں حصہ لیا ان میں تحریک شہید گنج، تحریک خلافت، تحریک اتحاد ملت، تحریک نیلی پوش تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت شامل ہیں۔

تحریک نیلی پوش☆: تحریک نیلی پوش کی ابتداء یوں ہوئی کہ لاہور ریلوے اسٹیشن کے قریب لنڈا بازار میں ایک مسجد کا نام مسجد شہید گنج ہے سکھوں نے اس مسجد کو شہید کر کے اس جگہ پر قبضہ کر لیا جس سے مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہوئے اس بناء پر یہ تحریک شروع ہوئی۔ آپ بھی مولانا ظفر علی خان کے ہمراہ اس تحریک میں شامل ہوئے۔

30 جون 1935ء کو موچی دروازہ لاہور میں عظیم الشان جلسہ ہوا اور اس میں ایک تنظیم بنائی گئی جس کا نام انجمن تحفظ شہید گنج رکھا گیا۔ 14 جولائی 1935ء کو اسی مقام پر ایک اور جلسہ ہوا جس میں 60 ہزار مسلمانوں نے شرکت کی۔ ایک ہزار رضا کار نیلی قمیض پہن کر شامل جلسہ ہوئے اس جلسہ سے آپ نے بھی خطاب کیا۔ پھر اسی تحریک کو تحریک اتحاد ملت کا نام دیا گیا اور اتفاق رائے سے آپ کو اس تحریک اتحاد ملت کا نائب صدر منتخب کیا گیا جبکہ مولانا ظفر علی خان نے اس تحریک کی قیادت کی۔

آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں شرکت ☆: 19 اپریل 1938ء کو محمد علی پارک کلکتہ میں مسلمانوں کا ایک جلسہ عام زیر صدارت مولانا شوکت علی منعقد ہوا اسی موقع پر آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس بھی تھا۔

آپ نے ان ہر دو اجلاس سے خطاب فرمایا مسلم لیگ میں آپ کی شمولیت کا انداز کچھ ایسا ہے کہ 19 اپریل 1938ء کلکتہ میں جلسہ اپنی روایتی شان وشوکت سے شروع ہوا۔ اسٹیج پر ملک وملت کی مایہ ناز شخصیات اور قابل قدر ہستیاں تشریف فرما تھیں کرسی صدارت پر حضرت قائداعظم محمد علی جناح تشریف فرما تھے نعروں کی گونج میں جب آپ نے اسٹیج پر آ کر مائیک سنبھالا اور ایک دل آویز پر جوش تقریر کا آغاز کیا اور اعلان فرمایا کہ آج سے ہم نے اپنی تنظیم اتحاد ملت کو مسلم لیگ میں مدغم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اب ہم مسلم لیگ کے پرچم تلے قائداعظم کی رہنمائی میں ملک وقوم کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیں گے اس جماعت کے جیش نیلی پوش اب مسلم لیگ کے سپاہی ہونگے۔

آپ کی دلپذیر پر تقریر سن کر قائداعظم بے حد متاثر ہوئے اور قائداعظم نے ''بیٹر' بیٹر'' کہا اور خوشی سے تالیاں بجا کر آپ کو داد دی حاضرین پر کیف طاری تھا اور پر جوش نعرے بلند کر رہے تھے۔

یہ ملاقات بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح اور آپ کے درمیان پہلی ملاقات تھی قائداعظم آپ کی باوقار شخصیت اور پرسوز تقریر سے بہت متاثر ہوئے۔ اس ملاقات وتقریر کا اثر یہ تھا کہ جب آپ نے قائداعظم محمد علی جناح علیہ الرحمتہ کو وزیرآباد آنے کی دعوت دی تو قائداعظم بے پناہ مصروفیات کے باوجود وزیرآباد تشریف لائے اور انکار نہ کر سکے۔

1946ء میں کشمیر سے واپسی پر حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ آپ کی دعوت پر وزیرآباد تشریف لائے اور جامع مسجد غوثیہ سے ملحقہ وسیع وعریض میدان میں عوام کے جم غفیر سے خطاب کیا اس موقع پر آپ نے اسٹیج سیکرٹری کے فرائض خود انجام دیئے۔

آپ نے اس جلسہ اور قائداعظم کی آمد پر جلوس کے تمام تر انتظامات اپنی نگرانی میں کروائے تین بجے دن سخت گرمی کے موسم میں جب قائداعظم کی کار نظر آئی تو فضا اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھی اس جلسہ سے حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ نے تقریباً نصف گھنٹہ تک خطاب فرمایا۔

آپ نے استقبالیہ تقریر میں قائداعظم کو زبردست الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ایک موقع پر آپ نے جلسہ میں مزاح کی کیفیت پیدا کر کے جلسہ کے سامعین کو خوب محظوظ کیا جب آپ خطاب فرما رہے تھے تو قائداعظم آہستہ آہستہ تالیاں بجا رہے تھے اس موقع پر آپ نے قائداعظم سے فرمایا کہ آپ کے ہاتھ اور انگلیاں تو بڑی نرم ونازک ہیں حضرت قائداعظم سمجھ گئے اور مع حاضرین ہنس پڑے اور پھر زور زور سے تالیاں بجائیں۔

اس موقع مولانا عبدالحامد بدایونی مولانا ظفر علی خان علیم الرحمتہ اور نوابزادہ رشید علی خان نے بھی خطاب کیا۔

تحریک ختم نبوت ☆: قیام پاکستان کے بعد 1948ء میں آپ نے مولانا ابوالحامد بدایونی کے ہمراہ کراچی میں قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور مطالبہ پیش کیا کہ ملک پاکستان کا دستور قرآن وسنت کی روشنی میں تیار کیا جائے اور دیگر ملکوں کی طرح یہاں بھی وزارت مذہبی امور قائم کی جائے۔

پاکستان کے معرض وجود میں آتے ہی کئی فتنوں نے جنم لیا ان میں سب سے بڑا مسئلہ قادیانیوں کا اسلام اور پاکستان کے خلاف سازشیں کرنا تھا مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اسے ہندوؤں اور انگریزوں کی مکمل تائید حمایت تھی بلکہ مرزا قادیانی کو انگریزوں نے ہی اس مقصد کے لئے تیار کیا تھا اور مرزا نے حکومت برطانیہ کو اپنی تمام تر وفاداریوں کا یقین دلایا اور ایک مقام پر لکھا کہ میں اس گورنمنٹ کے لئے ایک تعویز ہوں اور بطور ایک پناہ کے ہوں ایک اور مقام پر اس نے لکھا کہ۔

میں اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک ایسی گورنمنٹ کے سایہ رحمت کے نیچے جگہ دی جس کے سایہ میں بڑی آزادی سے اپنا کام نصیحت اور وعظ کا ادا کر رہا ہوں اگرچہ اس محسن گورنمنٹ کا ہر ایک پر رعایا میں سے شکر واجب ہے مگر میں یہ خیال کرتا ہوں کہ مجھ پر سب سے زیادہ واجب ہے کیونکہ یہ میرے اعلیٰ مقاصد جو جناب قیصرہ ہند (ملکہ برطانیہ) کی حکومت کے سائے کے نیچے انجام پذیر ہو رہے ہیں ہرگز ممکن نہ تھے کہ کسی اور گورنمنٹ کے زیر سایہ انجام پذیر ہوسکتے اگرچہ وہ کوئی اسلامی گورنمنٹ ہی ہوتی۔

قیام پاکستان کے بعد مرزائیوں کی شدید خواہش تھی کہ پاکستان دوبارہ ہندوستان میں ضم ہو جائے۔ایک موقع پر مرزا بشیر الدین محمود نے کہا کہ ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور پھر کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح پھر متحد ہو جائیں۔

پاکستان کا وجود عارضی ہے اور کچھ وقت کے لئے دونوں قومیں (ہندو مسلمان) جدا جدا رہیں گی۔مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ جلد دور ہو بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر وشکر ہو کر رہیں۔

پاکستان میں مرزائیوں نے حالات کو اپنے لئے مفید پا کر اکھنڈ بھارت کے ابہامی عقیدے کی تبلیغ شروع کر دی دن بدن مرزائی کھلم کھلا اپنے نظریات کا پرچار کرنے لگے علماء سے خون کا بدلہ لینے کی باتیں ہونے لگیں پاکستان کے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ نے 17 مئی 1952ء کو کراچی جہانگیر پارک میں قادیانیوں کے ایک جلسہ عام میں خطاب کرتے ہوئے کہا۔

احمدیت ایک ایسا پودا ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود لگایا اب وہ جڑ پکڑ گیا ہے اگر یہ پودا اُکھاڑ دیا گیا تو اسلام ایک زندہ مذہب کی حیثیت سے باقی نہ رہے گا۔ بلکہ یہ ایک سوکھے ہوئے درخت کی مانند ہو جائے گا اور دوسرے مذاہب پر اپنی برتری کا ثبوت مہیا نہ کر سکے گا۔

اس اعلان کے بعد کراچی میں مختلف مکاتب فکر کے علماء کی ایک میٹنگ 3 جون 1952ء کو ہوئی جس میں علماء کی مشاورت سے تین نکاتی مطالبات تیار کئے گئے جو کہ حسب ذیل تھے۔

1۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

2۔ چوہدری ظفر اللہ کو وزیر خارجہ کے عہدہ سے سبکدوش کیا جائے۔

3۔ تمام کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو برطرف کیا جائے۔

13 جولائی 1952ء کو آل پارٹیز کنونشن لاہور میں برکت علی محمڈن ہال میں منعقد ہوا جس میں تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں کے قائدین کے علاوہ سجادہ نشین گولڑہ شریف حضرت خواجہ پیر سید غلام محی الدین المعروف بابو جی سرکار علیہ الرحمتہ نے خصوصی طور پر شرکت کی۔حضرت شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ نے اس پرفتن دور میں انتہائی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور اس تحریک کو

کچلنے کے لئے بھرپور کردار ادا کیا۔ اپنی تقاریر میں ختم نبوت پر دلائل دیتے ہوئے لوگوں کے جذبات کو ابھارتے وقت حکومت کو مجبور کیا جائے کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے۔

13 جولائی 1952ء کو لاہور میں ہونے والے اس کنونشن میں آپ شریک ہوئے تحقیقاتی رپورٹ کے صفحہ 81 پر آپ کا نام لکھا ہوا ہے مولانا عبدالغفور ہزاروی (انجمن سجادہ نشین پنجاب) اس موقع پر منعقدہ کانفرنس سے آپ نے بھی خطاب فرمایا۔

تحقیقاتی رپورٹ جو کہ علمائے کرام کے خلاف ایک بہت بڑی سازش تھی کہ بارے میں کہا گیا کہ اس رپورٹ میں نہ صرف علمائے کرام کا استخفاف کیا گیا ہے بلکہ یہ رپورٹ اسلام کے خلاف مسلمان ججوں کی لکھی ہوئی ایک خطرناک دستاویز ہے۔

اس کانفرنس کے موقع پر ایک مجلس عمل کا قیام بھی عمل میں لایا گیا جس نے تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے دن رات کوشش کی ان تمام کاوشوں میں آپ بھی بنفس نفیس پیش پیش رہے۔ مجلس عمل نے 23 جنوری 1953ء کو وزیراعظم پاکستان سے مل کر انہیں مطالبات پیش کئے اور ایک ماہ کا نوٹس دے دیا کہ اگر 22 فروری تک مجلس عمل کے مطالبات منظور نہ کئے گئے تو مجلس اپنے مطالبات منوانے کے لئے براست اقدام کرنے پر مجبور ہوگی۔

اس عرصہ فروری کے آغاز کے دوران جامع مسجد وزیر خان لاہور میں تمام مکاتب فکر کے علماء اور عوام کا اجتماع آپ کی زیر صدارت ہوا۔ اس جلسہ میں دیوبندی، اہلِ حدیث، شیعہ اور احراری بھی موجود تھے کہ اسٹیج پر بیٹھے ہوئے اہل سنت کے معروف بزرگ عالم دین حضرت علامہ ابوالاسد محمد صادق حسین علیہ الرحمتہ جن کا وصال 21 فروری 1984ء کو جہلم میں ہو چکا ہے، نے اپنی تقریر کے دوران برملا ارشاد فرمایا کہ مرزائیوں نے نبی کریم ﷺ کی ایک صفت کا انکار کیا تو وہ کافر ٹھہرے۔ اسٹیج پر موجود دیگر مسالک کے علماء کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ نبی کریم ﷺ کی کئی صفات کے منکر ہیں ان کے متعلق کیا خیال ہے۔

اس بات پر پورے جلسہ میں شور وغوغا ہو گیا لوگ کھڑے ہو گئے قریب تھا کہ لڑائی شروع ہو جاتی آپ اپنی نشست سے فوراً اٹھے اور مائیک پر آ کر زوردار آواز میں دبدبہ اور رعب سے فرمایا خاموش پھر فرمایا بیٹھ جاؤ۔ آپ کے ارشاد فرمانے کی دیر تھی کہ سب لوگ بیٹھ گئے تمام علماء ورطہ حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

آپ نے فرمایا کہ مولانا صادق حسین ہماری جماعت کے بے باک عالم دین اور مقرر ہیں انہوں نے جو کچھ کہا وہ بھی درست ہے اور یہ بھی درست ہے کہ آج ہمیں اپنی صفوں میں اتحاد کا مظاہرہ کرنا ہے آپ کے اس فرمان کے بعد جلسہ اپنی روایت کے مطابق جاری رہا سب سے آخر میں آپ نے صدارتی خطبہ دیا اور مرزائیوں کے عقائد باطلہ کا رد کرتے ہوئے انہیں غیر مسلم قرار دینے کے لئے حکومت پر واضح کیا کہ اگر ہمارے مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو ہم 22 فروری سے تحریک کا آغاز کریں گے اور کرسیوں کی خاطر لڑنے والے حکمرانوں کو ایوان حکومت سے نکال کر دم لینگے۔

لیاقت باغ کے وسیع میدان میں آپ کا خطاب ☆: پورے ملک میں تحریک ختم نبوت اپنے عروج پر تھی جس کی بناء پر ملک کے بڑے بڑے سرکردہ علمائے کرام کو گرفتار کر لیا گیا جب علماء کی گرفتاریوں میں شدت آئی تو تحریک ختم نبوت کا سب سے بڑا

جلسہ مارچ 1953ء کے دنوں میں لیاقت باغ راولپنڈی کے وسیع میدان میں رکھا گیا جس کی صدارت حضرت خواجہ سید غلام محی الدین شاہ گیلانی المعروف بابو جی سرکار گولڑوی علیہ الرحمتہ نے فرمائی۔ جلسہ میں تا حد نگاہ اجتماع تھا کہ پیر رکھنے کو جگہ نہ ملتی تھی اس جلسہ کے بارے میں حکومتی تحقیقاتی رپورٹ عدالت میں لکھا گیا یہ جلسہ بڑا جلسہ تھا جس کی نظیر ماضی میں نہیں ملتی۔

اس فقید المثال جلسہ سے آپ نے بھی خطاب فرمایا جبکہ اسٹیج پر جید علمائے کرام کا جم غفیر تھا آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے باطل عقیدے کو طشت از بام اور پاکستان میں مرزا قادیانی کے پیروکاروں کی خفیہ سرگرمیوں کے تار و پود کو اکھاڑ کر رکھ دیا اور بڑے واضح الفاظ میں فرمایا کہ حکومت جس سرد مہری اور بے اعتنائی کے ساتھ مسلمانوں کے مطالبات کو تسلیم نہیں کر رہی اس سے واضح طور پر عیاں ہو رہا ہے کہ حکومت کا زوال شروع ہو چکا ہے محمد مصطفی ﷺ کے یہ عاشق' غلام ناموس رسالت کی خاطر جانیں قربان کر سکتے ہیں لیکن کافر و مرتد کے سامنے جھک نہیں سکتے۔ آج جن حیلوں بہانوں سے تحریک تحفظ ختم نبوت کو دبا دیا جاتا ہے یہ کبھی بھی نہیں دبے گی اس ملک کے لئے ہم نے خون پسینہ بہایا ہے ہم نہیں چاہتے کہ یہاں پر فسادات برپا ہوں لیکن اگر ملت اسلامیہ کی آواز کو دبانے کی کوشش کی گئی تو آنے والے انقلاب کا راستہ کوئی نہیں روک سکے گا ہم جان تک کی بازی لگا دیں گے اور ناموس مصطفی ﷺ کے تحفظ کیلئے عوام جو بھی قدم اٹھائے گی اس کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔

آپ نے اپنے مخصوص انداز میں ایسا خطاب فرمایا کہ اس خطاب کے بعد کسی کو خطاب کرنے کی جرات نہ ہو سکی۔ نامور ادیب و صحافی عزیز ملک صاحب جو وہاں موجود تھے کے مطابق جب آپ نے قادیانیوں کے بخیئے ادھیڑے تو آپ کے وعظ کے بعد دیگر علماء اور مقررین نے یہ کہہ کر جلسہ کے اختتام کا اعلان کرا دیا کہ علامہ ہزاروی کے بعد کون سی میخ باقی رہ گئی ہے جو قادیانیت کے تابوت میں پیوست کی جائے۔ اس جلسہ کے اختتام پر پولیس آپ کو گرفتار کرنا چاہتی تھی لیکن ناکام رہی بلکہ پولیس کا عوام کے ساتھ براہ راست ٹکراؤ ہو گیا جس سے پورے راولپنڈی شہر میں ہنگامے شروع ہو گئے۔

معروف صحافی و خطیب شورش کاشمیری کے بقول کہ لیاقت باغ کا جلسہ سب سے بڑا احتجاجی جلسہ تھا جس کی نظیر ماضی میں نہ تھی جو حضرت قبلہ پیر سید غلام محی الدین شاہ پیر صاحب گولڑہ شریف کے زیر صدارت لیاقت باغ راولپنڈی میں منعقد ہوا۔ پولیس نے اپنا حربہ استعمال کیا تو کھلم کھلا ٹکراؤ ہو گیا۔ اس کے علاوہ بھی لیاقت باغ راولپنڈی میں چھ مارچ کو جلسہ ہوا جس میں آپ نے بھی خطاب کیا۔ علاوہ اسکے پورے ملک کے طول و عرض میں آپ نے اس تحریک کے لئے نہ صرف دورے کئے بلکہ بڑے بڑے جلسوں سے خطاب کیا۔ وزیر آباد اور راولپنڈی' گوجرانوالہ' لاہور میں آپ کو گرفتار بھی کیا گیا' راولپنڈی کی سنٹرل جیل میں آپ نے کافی طویل دورانیہ نہایت ہی بلند ہمتی سے گذارا۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال باکمال جی ٹی روڈ وزیر آباد پر ٹرک سے ایکسیڈنٹ کے حادثے میں مورخہ 19 اکتوبر 1970ء بمطابق 1390ھ کو جام شہادت نوش فرمایا۔ مزار پر انوار جامعہ غوثیہ وزیر آباد ریلوے اسٹیشن کے قریب مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں آج بھی اہل درد و محبت حاضری دیکر اپنے قلوب و اذہان کو نور عرفان سے منور کرتے ہیں۔

محترم جناب سید شرافت حسین نوشاہی نے آپکا قطعہ تاریخ وصال کہا ہے۔

زھے مولوی پیر عبدالغفور | که روشن بداز چهره اش لمعثه نور
بمعقول و منقول فرد زماں | فیوضات او منتشر در جهاں
هزاراں خلائق نمود لا هجوم | شده فارغ ازوے زدرسِ عُلوم
بعلم و عمل کامل وقت بود | بتوحید اهل وجود و شهود
زد نیا رواں سوئے فردوس شد | دار جمله افلاك پابوس شد
بتاریخ آں فاضل راست گو | زمغفور ناجی و مالش بجو

۱۹۷۰ء

شرافت سن عیسوی گو ضرور
بنجوانی کرم پیشه عبدالغفور

۱۹۷۰ء

جناب حکیم سرو سہانپوری نے درج ذیل قطعہ تاریخ وصال کہا ہے۔

آج بے نور ہوئی محفل علم و حکمت
اُٹھ گیا واقف اسرار و کتاب و سنت
ذہن آیا ہے یہ مصرع تاریخ وفات
اہل سنت کا امام آج ہوا ہے رخصت

۱۹۷۰ء

حضرت مولانا پیر امیر احمد انصاری جودھپوری چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: قدوۃ ارباب کمال، زبدہ اصحابِ حال وقال، واعظ اسلام مقبول عوام مولانا پیر امیر احمد انصاری المعروف مولانا جودھپوری بن پیر محمد صدیق ۱۹۲۰ء کو بھارت کے صوبہ راجستھان (مارواڑ) کے شہر جودھپور میں تولد ہوئے۔

آپ کا خاندان سمرقند (روس) سے نقل مکانی کر کے افغانستان آیا اور وہاں سے صوبہ پنجاب (انڈیا) میں داخل ہوا اور ویروال امرتسر کے محلّہ افغان میں مستقل سکونت اختیار کی۔ یہاں آپ کے جدامجد حضرت اعظم الدین انصاری بن شیخ رحیم داد انصاری نے قیام فرمایا اور کچھ عرصہ کے بعد حج کے لئے سفر اختیار کیا وہاں حج بیت اللہ اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری کے بعد بندرگاہ جدہ پہنچ کر بمبئی (انڈیا) تشریف لائے، کچھ عرصہ وہاں قیام کرنے کے بعد سرزمین مارواڑ میں داخل ہوئے، وہ مہاراجہ سیری مان سنگھ کا زمانہ تھا۔ آپ نے جودھپور میں مستقل رہائش اختیار کی یہاں آپ کو دو فرزند تولد ہوئے۔ (۱) عبدالسبحان انصاری۔ (۲) پیر طریقت مولانا الحاج عبدالرحمٰن انصاری۔

حضرت پیر اعظم الدین انصاری علیہ الرحمۃ، حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی المعروف پیر پٹھان قدس سرہ (المتوفی ۱۲۶۷ھ) سے سلسلہ عالیہ چشتیہ سلیمانیہ (خانقاہ تونسہ شریف، ضلع ڈیرہ غازی خان) میں دست بیعت ہوئے اور صاحب مجاز خلیفہ بھی تھے۔

مولانا جودھپوری کا پیر اعظم الدین سے سلسلہ نسب یوں ملتا ہے: مولانا امیر احمد بن پیر محمد صدیق بن مولانا مفتی فتح محمد بن مولانا پیر عبدالرحمٰن بن حضرت اعظم الدین انصاری علیہم الرحمۃ۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا آپ کا خاندان علمی اور روحانی خاندان تھا۔

تعلیم وتربیت ☆: ۱۲ سال کی عمر میں حصول علم کے لئے اجمیر شریف (صوبہ راجستھان) کا سفر اختیار کیا اور ''مدرسہ رحمانیہ'' میں داخلہ لے کر تعلیم حاصل کی۔ اکیس سال کی عمر میں درس نظامی مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ اس کے بعد جودھپور واپس تشریف لے آئے۔ یعنی تعلیم کا دورانیہ نو (۹) سال ہے۔

بیعت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ سلیمانیہ میں اپنے والد حضرت پیر محمد صدیق جودھپوری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر

بیعت تھے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر ان کے جانشین مقرر ہوئے۔

تحریک پاکستان ☆: ۱۹۴۳ء کو کراچی شہر میں آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسہ عام میں شرکت کے لئے سر عبداللہ ہارون کے فرزند یوسف ہارون (جو کہ بعد میں پاکستان کے گورنر بھی رہے) کی خصوصی دعوت پر جودھپور ریاست کے مقبول عوام خطیب اور اہل سنت و جماعت کے نامور عالم دین مولانا امیر احمد نے اپنے والد پیر محمد صدیق اور چھوٹے بھائی ظہور احمد انصاری کے ہمراہ جلسہ عام میں شرکت فرمائی۔ جلسہ میں قائداعظم محمد علی جناح، نواب زادہ لیاقت علی خان، بہادر یار جنگ، یوسف ہارون اور دیگر زعماء نے شرکت کی۔ مولانا جودھپوری نے اپنی شعلہ بیانی سے وہ جوہر دکھائے کہ مجمع میں ایک نیا جوش و جذبہ پیدا ہو گیا اور جلسہ گاہ تکبیر و رسالت کے نعروں سے گونج اٹھا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے اس موقع پر مولانا جودھپوری کی تقریر کی تعریف کی۔ یوسف ہارون نے مولانا مع ان کے والد و برادرم کو بھیم پورہ میں واقع ہری مسجد کے سامنے ایک مکان میں ٹھہرایا۔ چند دن کراچی میں قیام کرنے کے بعد واپس جودھپور روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچنے کے چند دن بعد جودھپور شہر میں قحط پڑ گیا اور گندم کی شدید قلت پیدا ہو گئی۔ اس موقعہ پر "ریاست جودھپور" کے راجہ کی جانب سے سندھ سے گندم منگوانے کے لئے ایک وفد کراچی آیا، اس سرکاری وفد میں آپ بھی شامل تھے۔ وفد یہاں سے بھاری مقدار میں گندم لے کر واپس جودھپور آ گیا۔

اس سے واضح ہوا کہ آپ ریاست جودھپور میں دینی تبلیغ کے علاوہ سیاسی، سماجی، رفاہی اور فلاحی خدمات کے حوالے سے بھی شہرت رکھتے تھے۔ ظہور احمد جودھپوری بتاتے ہیں کہ آپ نے تحریک پاکستان میں سرگرمی سے حصہ لیا اور پورے راجستھان (مارواڑ) صوبہ میں چھوٹے بڑے جلسے برپا کر کے تحریک پاکستان کو تیز سے تیز کر دیا۔ بالآخر قائداعظم محمد علی جناح کی ولولہ انگیز قیادت، علماء و مشائخ اہل سنت کی پرخلوص جدوجہد اور برصغیر کے مسلمانوں کی انتھک کوششوں سے پاکستان معرض وجود میں آیا۔

پاکستان میں قیام ☆: قیام پاکستان کے بعد آپ اپنے والد محترم اور بھائیوں کے ہمراہ جودھپور سے کراچی (پاکستان) نقل مکانی کر کے آ گئے اور کراچی کے علاقہ گھانچی پاڑہ (رنچھوڑ لائن) میں کاکا اسٹریٹ میں واقع جام نگر میمن جماعت بلڈنگ میں سکونت اختیار کی۔ اس کے بعد نزد رحمت مسجد بھیم پورہ میں "امیر منزل" میں مستقل رہائش اختیار کی۔ لیکن بعد میں پوتوں نے امیر منزل کو فروخت کر دیا۔

خطابت و امامت ☆: بعد فراغت آپ نے جودھپور میں موچیوں کی جامع مسجد میں امام و خطیب مقرر ہوئے۔ جہاں ہر جمعہ کو وعظ و نصیحت سننے کے لئے جودھپور شہر کے گرد و نواح کے لوگ کثیر تعداد میں شرکت کرتے تھے۔ آپ صوبہ راجستھان کے مقبول

عام خطیب تھے، صوبہ میں آپ کا طوطی بولتا تھا۔

قیام کراچی کے دوران چند دنوں میں آپ کی شہرت پورے کراچی میں ہونے لگی اور لوگ دور دور سے آپ کو دعوت دینے، اپنے جلسوں میں مدعو کرنے کیلئے آنے لگے اور آخر وہ دن بھی بہت جلد آیا جب آپ جلسہ کی کامیابی کی سند ہونے لگے۔ وہ جلسے کامیاب ہو جاتے، عوام الناس سے کچھا کھچ بھر جاتے جس میں آپ کا شعلہ نوا خطاب ہوتا تھا۔ کراچی میں گلی گلی، قریہ قریہ، بستی بستی آپ نے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محرم الحرام کے جلسوں میں وعظ کیا۔

جامع مسجد رحمت (بھیم پورہ) ترک مسجد (کھجور بازار، لی مارکیٹ) ابراہیمی جامع مسجد (کلری لیاری) صابری جامع مسجد (رانچھوڑ لائن) وغیرہ مساجد میں امامت وخطابت کی خدمت بخوبی سرانجام دی۔

اولاد☆: آپ نے ایک شادی کی جس سے دو بیٹیاں اور چار بیٹے تولد ہوئے۔

(۱) اداکار شبیر احمد مرحوم۔ (۲) نذیر احمد مرحوم۔ (۳) اقبال احمد مرحوم۔ (۴) طفیل احمد انصاری مرحوم۔

اکثر علماء کی اولاد میں سے ایک بھی فرزند کا عالم دین نہ بننا، کیا اسباب ہو سکتے ہیں۔

۱۔ یا تو عالم صاحب دینی مصروفیات کی بنا پر بچوں کو صحیح وقت نہ دے سکے۔

۲۔ دینی تربیت نہیں دی یعنی وہ خود اپنے بیٹے کو عالم دین بنانا نہیں چاہتے تھے۔

۳۔ اولاد والد کی شخصیت سے متاثر نہ ہو سکی۔

۴۔ والد کی فقر وفاقہ کی زندگی سے بددل ہو کر دنیا کی رنگینی میں کھو گئے۔

مذکورہ اسباب میں سے کوئی سبب ہو سکتا ہے۔

ذکر جمیل کی تقریظ☆: خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی نے کتاب ''ذکر جمیل'' تحریر فرمائی تو علامہ اوکاڑوی نے آپ سے تقریظ لکھوائی، یہاں اس تقریظ کا خلاصہ مولانا کی تحریر کا نمونہ تبرکاً پیش کرنے سے قبل مولانا جودھپوری کا نام مولانا اوکاڑوی کے قلم سے ''حضرت علامہ مولانا پیر امیر احمد صاحب واعظ انصاری دامت برکاتھم العالیہ۔'' مولانا جودھپوری لکھتے ہیں:

''مولانا صاحب موصوف نے کتاب ذکر جمیل لکھ کر ماشاء اللہ بہت بڑا دینی اور زبردست تبلیغی کارنامہ انجام دیا ہے۔ سید الموجودات، اشرف البریات، نور من نور اللہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن وجمال، عادات وخصائل اور آپ کے معجزات باکمال کو ایسی خوبصورتی اور بالغ نظری کے ساتھ قلمبند فرمایا ہے کہ دل پھڑک گیا۔ جزاک اللہ وبارک اللہ

اللہ کرے زور قلم اور ہو زیادہ

بعض اختلافی مسائل پر بھی بڑی خوبی کے ساتھ عالمانہ اور فاضلانہ بحث کر کے ہر عقدہ کو بڑے پیارے انداز میں حل فرمادیا ہے اور مخالفین کے باطل عقائد اور پرانے اعتراضات کے قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے مدلل ومسکت جوابات دے کر بہت سے مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت فرمادی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ پُر زور دلائل بعض سادہ لوح مسلمانوں کی تمام غلط فہمیوں کو بدرجہ احسن دور کردیں گے۔'' ......۱۲اگست ۱۹۶۱ء (الذکر الجمیل ص ۴۳۴، مطبوعہ کراچی، لاہور)

وصال باکمال ☆: آپ کے مجاہد ملت علامہ عبدالحامد بدایونی علیہ الرحمۃ سے گہرے مراسم تھے اہل سنت وعلمائے پاکستان کے صدر بنے تو آپ کو جنرل سیکرٹری بنایا گیا تھا لیکن بعد میں آپ نے بعض وجوہات کی بنا پر استعفیٰ پیش کردیا۔
وصال سے کچھ عرصہ قبل آپ کی آنکھوں میں موتیا اتر آیا اسپینسر آئی ہسپتال لی مارکیٹ میں آپریشن کرایا۔ آپریشن کے بعد اچانک ان کو دل کا دورہ پڑا جو کہ جان لیوا ثابت ہوا۔ آپ نے ۲۵ اپریل ۱۹۷۰ء بمطابق صفر المظفر ۱۳۹۰ھ کو پچاس سال کی عمر میں انتقال کیا۔ مجاہد ملت علامہ عبدالحامد بدایونی علیہ الرحمۃ کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور کراچی کے قدیم ومشہور میوہ شاہ قبرستان میں تدفین ہوئی۔ بھارت کے صوبہ راجستھان کے شہر ''پالی'' میں آپ کے برادر نسبتی مولانا پیر عزیز احمد انصاری اور ان کے فرزند مولانا سعید احمد انصاری رشد وہدایت اور تبلیغ دین کا کام جاری رکھے ہوئے ہیں البتہ پاکستان میں آپ کے خاندان میں اس وقت تو یہ سلسلہ تبلیغ موقوف ہے۔ دعا ہے کہ (اللہ تعالیٰ) مولانا مرحوم کی اولاد میں پھر دین کی چنگاری بھڑک اٹھے۔ آمین۔
بحوالہ، تذکرہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مرآۃ جمالِ بے مثال، شارح مرآۃ شرح مشکوٰۃ، مفسر قرآن، محدث وجد وپیان، قبلۂ طالبان، پیکر علم وعرفان، عالم علوم ربانی، مرشد لاثانی، حضرت علامہ مفتی احمد یار احمد خان نعیمی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ منبع علم وفضل وکمال ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۲۴ھ بمطابق 1908ء تقریباً کو اوجھیانی ضلع بدایوں انڈیا میں یوسف زئی پٹھان قبیلے کے معزز ومعروف بزرگ عالم دین حضرت مولانا محمد یار المعروف ملاجی بن منور خان علیہ الرحمۃ کے علمی گھر میں ہوئی۔

آپ کے والدِ ماجد انتہا درجہ کے نیک متقی، عبادت گزار شخصیت کے حامل تھے۔ بستی کے لوگ انہیں نام لینے کی بجائے ملاجی کہہ کر مخاطب کرتے تھے، آپ کے والدِ گرامی نے اپنے گھر پر ہی فارسی کی ابتدائی نصابی تعلیم کا مکتب قائم کر رکھا تھا، جس میں مسلمانوں کے علاوہ ہندو خاندانوں کے بچے بھی پڑھنے کے لئے آتے تھے، اس طرح بستی کی ہندو آبادی کی اکثریت اُن کی شاگرد بن چکی تھی، اور اسی وجہ سے پوری بستی کے لوگ اُن کا احترام کرتے تھے۔

بستی کا ایک رئیس لالہ رائے بخت بہادر ان کا شاگرد تھا، جس کے بارے میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ اس نے دلی طور پر اسلام قبول کر لیا ہے، وہ چھپ کر نمازیں بھی پڑھا کرتا تھا۔

مکتب میں پڑھنے والے ان کی کچھ خدمت کر دیتے تھے جس سے ان کی گزر بسر ہو جاتی تھی اوجھیانی کی مسجد میں امامت وخطابت کا نذرانہ کبھی قبول نہ کرتے تھے، جبکہ مسجد کے تمام انتظامی امور کے ذمہ دار آپ کے والدِ گرامی خود تھے۔

مسجد کے ساتھ انہیں ایسا تعلق پیدا ہو گیا تھا کہ آخری ایام زندگی میں کسی عارضہ کی وجہ سے ان کی یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ دن میں کئی دفعہ ان کا جسم اچانک سُن ہو جاتا تھا، اور چلتے چلتے اچانک لڑکھڑا کر گر جاتے، مگر اس ضعف وعارضہ کے باوجود وہ مسجد میں ضرور تشریف لاتے تھے، جس کے نتیجے میں بار بار مسجد کی سیڑھیوں سے گر پڑتے۔

بعد از وصال جب غسال نے دوران غسل انہیں دیکھا تو سارا جسم زخموں اور چوٹوں کے نشانات سے بھرا ہوا تھا، جب جنازہ اٹھا تو پوری بستی کے ہندو مسلمان سبھی جنازے کے ساتھ تھے، اور ہندو جنازے کو کندھا دینے کیلئے بار بار اصرار کر رہے تھے۔

اسی طرح آپ کی والدہ محترمہ بھی ایک نیک سیرت باکردار خاتون تھیں، وہ گھر کے کام کاج سے فارغ ہو کر بستی کی عورتوں اور

بچیوں کو قرآن پاک پڑھاتی تھیں، ان معاملات کے ساتھ ساتھ ذوق وشوق سے عبادت بھی کرتی تھیں، ایک آرزو ان کے دل میں ہمیشہ سے رہی کہ اپنی آنکھوں سے مدینہ منورہ اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرلوں، جو بعد میں آپ نے اپنے ساتھ لے جا کر پوری کرائی، حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ رسول کے بعد آپ کی والدہ محترمہ نے حرم شریف کے اندر ہی ڈھیروں دعاؤں سے نوازا، اور یہ آپ کی والدہ ماجدہ کی دعاؤں کی برکت تھی کہ آپ آسمان علم وعمل اور فضل وکمال کا ستارہ بن کر چمکے، اور جو بھی آپ کی خدمت میں آیا وہ دولت علم سے سرفراز ہو کر گیا۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے ابتدائی تعلیم قرآن پاک اور اس کے بعد فارسی کی نصابی تعلیم اور دینیات و درس نظامی کی ابتدائی کتب اپنے گاؤں اوجھیانی میں اپنے عظیم والدگرامی حضرت مولانا محمد یار المعروف ملاجی علیہ الرحمۃ سے حاصل کی، اور گیارہ برس کی عمر یعنی ۱۳۳۴ھ بمطابق 1916ء میں مزید حصول علم کے لئے گھر سے نکلے اور بدایوں شہر کی معروف علمی درسگاہ، مدرسہ شمس العلوم میں داخل ہو گئے، اور حضرت علامہ قدیر بخش بدایونی کی خدمت میں حاضر رہ کر تین برس تک درس نظامی کے حصول میں مصروف رہے اور نورالانوار تک اسباق کی تکمیل کی۔

جس زمانے میں آپ بدایوں میں زیر تعلیم تھے ان دنوں آپ بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت محدث بریلوی سے ملنے اور زیارت کے لئے گئے تھے۔ بدایوں کے بعد تعلیم کا تیسرا دور ریاست مینڈھو میں گزارا، مینڈھو میں والیان ریاست کے زیر اہتمام ایک دارالعلوم قائم تھا، جس کے نظم ونسق اور تعلیمی ماحول کے بارے آس پاس کے علاقوں میں اچھی رائے پائی جاتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ریاست کے اس مدرسے میں ملک کے ممتاز فاضل اساتذہ کو بلایا جاتا تھا۔

آپ مینڈھو کے مدرسہ میں تقریباً تین چار برس تک قیام پذیر رہ کر علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔

یہ مدرسہ اس وقت دیوبندی مسلک کا حامل تھا جس کی بنا پر آپ پر بھی اس کے اثرات پڑے، آپ بذات خود فرمایا کرتے تھے کہ دیوبندی اساتذہ کے پاس ایک عرصہ تک پڑھنے سے میں یہ سمجھنے لگ گیا تھا کہ علمی تحقیق کا کمال تو بس اسی گروہ میں پایا جاتا ہے، لیکن جب مرادآباد میں حضرت صدرالافاضل علامہ محمد نعیم الدین مرادآبادی سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے مجھے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کا ایک رسالہ ''عطایا القدیر فی احکام التصویر'' مطالعہ کے لئے دیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔

تعلیم کا چوتھا دور جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے شروع ہوا۔

جب آپ حصول علم کے لئے جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں پہنچے تو حضرت صدرالافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ نے دریافت فرمایا:

''مولانا کون سے اسباق پڑھتے ہیں آپ۔''

آپ نے اسباق بتلائے تو حضرت صدرالافاضل فرمانے لگے:

''کیا آپ ان اسباق کا امتحان دے سکتے ہیں؟''

آپ امتحان کے لئے پہلے سے تیار تھے۔
چنانچہ حضرت صدرالا فاضل سوالات کرتے گئے، اور آپ جوابات دیتے گئے۔
آخر میں چند سوالات آپ نے بھی حضرت صدرالا فاضل پر کئے، اور حضرت سے ان کے شافی جوابات حاصل کئے، تو ایک طرف آپ نے اپنے سامنے علم وحکمت کا دریا مؤجزن پایا تو ادھر دوسری طرف حضرت صدرالا فاضل نے بھی اس نوعمر مگر فاضل طالب علم میں قابلیت کا جوہر ملاحظہ فرمالیا، علم وفلسفہ کی طویل اور دقیق گفتگو کے بعد صدرالا فاضل نے فرمایا،
بھئی مولانا! علم کے ساتھ حلاوتِ علم بھی ہو تو استقامت عطا ہوتی ہے، اور انشراح صدر کی دولت ملتی ہے۔
آپ نے دریافت کیا! حلاوت علم سے کیا مراد ہے؟
حضرت صدرالا فاضل نے جواب میں فرمایا! حلاوت علم تو حضور علیہ السلام کی ذات سے نسبت قائم رکھنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے، جو لفظوں میں بیان نہیں کی جا سکتی۔
یہ باتیں آپ کو اپنے دماغ کی گہرائیوں میں اترتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔
حضرت صدرالا فاضل سے یہ ملاقات آپ کی زندگی میں اہم موڑ کی حیثیت رکھتی ہے، اس کے بعد آپ جامعہ نعیمیہ میں داخل ہو گئے، اور حضرت صدرالا فاضل نے آپ کو آپ کے مطلوبہ معقولات کے اعلیٰ اسباق شروع کرادیئے۔
حضرت صدرالا فاضل نے اسباق تو شروع کرادیئے مگر گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے اسباق میں ناغے ہونے لگے، بالآخر تنگ آ کر آپ نے مدرسہ چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا، اور جامعہ نعیمیہ سے نکل کھڑے ہوئے۔
اس بات کا علم حضرت صدرالا فاضل کو ہوا تو انہوں نے آدمی بھجوا کر آپ کو واپس بلوایا اور طے کیا کہ آئندہ آپ کی تعلیم واسباق کا حرج نہیں ہونے دیا جائے گا، اس کے مستقل حل کے لئے کوئی چوٹی کا مدرس دارالعلوم میں رکھا جائے۔
اس ضمن میں حضرت علامہ مشتاق احمد کانپوری علیہ الرحمۃ سے رابطہ ہوا، تو انہوں نے اس شرط پر مرادآباد آنے کی آمادگی ظاہر کی، کہ میرے پاس اس وقت جتنے طلبا کانپور میں موجود اور زیر تعلیم ہیں، میں ان کی تعلیم کا حرج نہیں کرسکتا، لہٰذا میرے ان طلبا کے قیام وطعام کا انتظام بھی آپ کے ذمہ ہوگا۔
حضرت صدرالا فاضل نے اس شرط کو منظور فرمایا اور اسی روپے ماہانہ کا مشاہرہ مقرر فرما کر علامہ مشتاق احمد کانپوری علیہ الرحمۃ کو جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں بلالیا، حضرت علامہ مشتاق احمد کانپوری علیہ الرحمۃ کی جامعہ نعیمیہ میں آمد سے ایک نئے دور کا آغاز ہوا، اُدھر اُستاد اپنے دور کا مانا ہوا معلم وامام، اِدھر شاگرد اپنے وقت کا ذہین ترین اور علم کے حصول میں شوقین ترین طالب علم۔
اس کے ساتھ مزید یہ کہ شاگرد کو ہر گھڑی یہ احساس کہ علامہ زماں استاذ محض میری خاطر بلائے گئے ہیں۔
دوسری طرف استاد گرامی کو یہ بات ملحوظ خاطر لازماً رہتی ہوگی کہ یہ وہ لڑکا ہے جس کے لئے ہمیں کانپور سے کھینچ کر لایا گیا ہے۔
علامہ مشتاق احمد کانپوری ایک برس تک جامعہ نعیمیہ میں پڑھاتے رہے، مگر اگلے برس کے لئے انہیں میرٹھ میں بڑے اصرار کے

ساتھ بلایا جا رہا تھا، اس صورتحال کے پیش نظر علامہ کانپوری نے حضرت صدرالافاضل سے یہ کہہ کر اجازت حاصل کر لی کہ آپ کے اس طالب علم احمد یار خاں کو میں اپنے ہمراہ میرٹھ لے جاؤں گا، حضرت صدرالافاضل نے اس بات کو منظور کر لیا، تو اس وقت کا یہ ممتاز علمی قافلہ مرادآباد سے میرٹھ روانہ ہو گیا۔

مرادآباد اور میرٹھ ہی میں آپ کی طالب علمی کا وہ دور گزرا جس میں حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ بھی آپ کے ہمراہ علامہ مشتاق احمد کانپوری علیہ الرحمۃ سے پڑھا کرتے تھے، علامہ ہزاروی ان طلبہ میں شامل تھے جو علامہ مشتاق کانپوری علیہ الرحمۃ کے ساتھ کانپور سے مرادآباد آئے تھے، اس طرح علامہ ہزاروی نے کانپور، مرادآباد، پھر میرٹھ میں علامہ کانپوری سے اکتساب فیض کیا، بعد کو علامہ ہزاروی اور آپ اپنی عملی زندگی کے آخری دور میں پنجاب میں اکٹھے ہو گئے۔

مرادآباد اور میرٹھ میں آپ کا یہ تعلیمی دور تقریباً اڑھائی یا تین برس پر محیط رہا، بہرکیف بیس برس کی عمر میں آپ نے علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ اس موقعہ پر آپ کے چچازاد بھائی جناب عزیز خان صاحب نے فارسی میں درج ذیل قطعۂ تاریخ تحریر فرمایا تھا۔

چو احمد کہ بایار و خان است منضم — شدہ فارغ از علم دیں شکر حق
بہ نوکِ زباں گوھر سال سفتم — بگفتم لَقَدْ فَازَ فَوْزاً عظیماً

درس و تدریس کے مختلف مراحل☆: 1925ء میں علوم دینیہ کی فراغت کے فوراً بعد آپ کو استاذ محترم صدرالافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ نے جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں تدریس کے فرائض سونپ دیئے تھے، آپ نے جلد ہی اپنے آپ کو ایک کامیاب مدرس ثابت کر دیا، اسی دوران جامعہ نعیمیہ میں فتویٰ نویسی کی خدمات بھی آپ کے سپرد کر دی گئیں۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ نے تصنیف و تالیف کے کام کی داغ بیل بھی جامعہ نعیمیہ میں ہی ڈالی اور اپنی سب سے پہلی کتاب علم المیراث کا ابتدائی خاکہ مرتب کیا، جبکہ آپ نے اسی کتاب کے پیش لفظ میں یہ تصریح خود فرمائی ہے کہ یہ رسالہ ۱۳۵۲ھ میں مدرسہ مسکینیہ دھوراجی کاٹھیاواڑ کے علاقے میں تحریر کیا گیا۔

نمبر۲☆: مرادآباد میں آپ درس و تدریس اور فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دے رہے تھے کہ دھوراجی کاٹھیاواڑ کے مدرسہ مسکینیہ کے منتظمین کی طرف حضرت صدرالافاضل کی خدمت میں درخواست کی گئی کہ دھوراجی میں ایک ایسا جامع الصفات عالم دین روانہ کیا جائے جو درس و تدریس اور فتویٰ نویسی کے ساتھ خطابت کی ذمہ داری کو بھی بطریق احسن انجام دے سکتا ہو، اس درخواست کے جواب میں حضرت صدرالافاضل نے آپ سے فرمایا کہ آپ دھوراجی تشریف لے جا کر ذمہ داریاں سنبھالیں، اس وقت آپ نوخیز اور بالکل نوجوان تھے، جب آپ دھوراجی ریلوے اسٹیشن پر پہنچے تو استقبال کرنے والوں کو حیرت ہوئی کہ حضرت صدرالافاضل نے یہ طالب علم سا آدمی ہمارے دارالعلوم کے لئے بھیجا ہے، خیر وہ چپ ہو گئے۔

اگلے روز جب آپ مدرسہ مسکینیہ کی مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوئے اور حدیث شریف کا سبق شروع کرایا اور سبق کے آغاز پر

اصول حدیث کے بعض بنیادی مباحث پر فاضلانہ تقریر کی تو اس مجلس میں مدرسہ کی مجلس کے منتظم اعلیٰ حاجی سیٹھ ولی محمد اور دیگر اراکین جو ایک روز قبل آپ کی عمر دیکھ کر مایوسی کا شکار تھے آج وہ علم کے اس بحرِ بے کنار کے سامنے انگشت بدنداں تھے، اور خوش ہو کر انہوں نے پہلے سے مقرر شدہ مشاہرہ میں پہلے دن ہی اضافہ کر دیا، اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے حضرت صدر الافاضل نے ہمارے پاس بحر العلوم بھیج دیا ہے، آپ دھوراجی میں تقریباً ۹ برس تک مسند تدریس پر جلوہ افروز رہے، اسی دوران آپ کی شادی خانہ آبادی بھی ہو گئی تھی، خطبۂ نکاح آپ کے وطن اوجھیانی میں حضرت صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ نے پڑھا تھا۔

مدرسہ مسکینیہ دھوراجی کچھ عرصہ کے بعد معاشی بحران کا شکار ہو گیا، جس کے باعث مدرسہ کا چلنا مشکل ہو گیا تھا، آپ ان حالات میں اپنے وطن مالوف اوجھیانی ضلع بدایوں تشریف لے گئے اور وہاں سے حضرت صدر الافاضل کو اپنے حالات کے بارے میں بذریعہ خط تفصیلاً آگاہ کیا۔

حضرت صدر الافاضل نے جلد ہی آپ کو جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں بلا لیا اور درس و تدریس کی دوبارہ ذمہ داریاں سونپ دیں، ابھی ایک سال کا عرصہ ہی گزرا تھا کہ حضرت اشرفی میاں المعروف میاں صاحب سجادہ نشین کچھوچھہ شریف نے حضرت صدر الافاضل سے کوئی قابل مدرس اپنے مدرسہ کے لئے طلب کیا تو حضرت نے آپ کا انتخاب فرما کر حکم دیا کہ آپ کچھوچھہ شریف چلے جائیں۔

نمبر ۳ ☆: آپ اپنے استاد محترم صدر الافاضل کے حکم کی تعمیل کی غرض سے مرادآباد سے کچھوچھہ شریف پہنچے اور مسند تدریس پر جلوہ افروز ہو کر تین برس تک اپنے فرائض منصبی ادا فرماتے رہے۔

حضرت اشرفی میاں صاحب آپ پر بہت خوش اور مہربان تھے، ایک دن آپ نے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں اولادِ نرینہ کے لئے درخواست کی تو میاں صاحب نے دعا فرمائی، اور ساتھ ہی بشارت بھی دی کہ انشاء اللہ لڑکا ہو گا اور اس کا نام ذوالفقار رکھنا، بعد میں یہ نام محمد مختار میں تبدیل فرما دیا۔

اسے اتفاق کہیے کہ آپ کے گھر میں یہ صاحبزادے مفتی محمد مختار احمد حضرت میاں صاحب کے وصال کے بعد پیدا ہوئے، جن کا تاریخی نام ''ابو جواد محمد مختار'' تھا۔ اس سے ۱۳۵۶ھ کا سال برآمد ہوتا ہے۔

قیام کچھوچھہ شریف کے دوران بزرگان خانقاہ کچھوچھہ شریف اور آپ کے مابین کچھ بدگمانیاں پیدا کی جانے لگیں تو آپ قبل اس کے کوئی ناخوشگوار اور ناپسندیدہ صورتحال رونما ہو، آپ استعفیٰ دے کر وطن مالوف اوجھیانی ضلع بدایوں چلے آئے، اور حسب معمول بذریعہ خط حضرت صدر الافاضل کی خدمت میں عریضہ ارسال کر کے اطلاع بھجوا دی۔

نمبر ۴ ☆: حضرت صدر الافاضل نے لاہور میں علامہ سید ابو البرکات سے رابطہ قائم کر کے انہیں مطلع کیا کہ مفتی احمد یار خان ان دنوں فارغ ہیں، پنجاب میں تو اکثر علمائے دین کی ضرورت درپیش رہتی ہے، حضرت سید صاحب نے صدر الافاضل کی خدمت میں درخواست کی کہ مفتی صاحب کو فوراً لاہور روانہ فرما دیا جائے۔

چنانچہ آپ لاہور پہنچے تو حضرت سید ابو البرکات صاحب نے آپ کو حافظ الحدیث سید جلال الدین شاہ علیہ الرحمۃ کے مدرسے

بھکھی شریف روانہ کر دیا۔

آپ کو بھکی شریف میں دلی وابستگی پیدا نہ ہوسکی جس کی بنا پر واپس لاہور پہنچے اور وہاں سے وطن مالوف جانے کا ارادہ کر لیا۔

ابھی آپ وطن مالوف جانے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ حزب الاحناف میں زیر تعلیم حضرت پیر سید ولایت شاہ نقشبندی گجراتی کے نورنظر صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی علیہم الرحمۃ نے حضرت سید صاحب کی خدمت وساطت سے آپ کی خدمت میں درخواست کی کہ گجرات میں انجمن خدام الصوفیہ کے دارالعلوم کے لئے کسی جید عالم دین کی ضرورت ہے۔

لہٰذا آپ وطن جانے کا ارادہ موقوف کر دیں اور میرے ساتھ گجرات تشریف لے چلیں۔ اسے اہل گجرات کی خوش بختی ہی کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے گجرات جانے کی حامی بھر لی اور صاحبزادہ محمود شاہ گجراتی کے ہمراہ گجرات تشریف لے آئے۔

گجرات میں ورودِ مسعود☆: آپ نے گجرات آمد کے بعد انجمن خدام الصوفیہ کے دارالعلوم میں تقریباً بارہ تیرہ برس درس وتدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس کے بعد انجمن خدام الرسول کے ساتھ منسلک ہو گئے اور تقریباً دس برس تک درس وتدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے، اور وصال سے چھ برس قبل آپ نے اپنے مکان واقع پاکستان چوک گجرات میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا جو تا حیات جاری رہا۔

گجرات میں آپ کی زندگی کا یہ اہم ترین دور متصور ہوتا تھا، اس دور کے احوال وآثار پر بحث کے لئے کافی صفحات کی ضرورت ہے، اختصاراً اس بحث سے کنارہ کیا جاتا ہے، لیکن اس کی بحث انشاء اللہ بہت جلد علامہ قاضی عبدالنبی کوکب صاحب علیہ الرحمۃ کی کتاب حیات سالک میں آ جائے گی، جس پر آپ کے نواسے صاحبزادہ افتخار احمد خان مفتی مدظلہ العالی کام کر رہے ہیں۔

شادی واولاد☆: آپ کا پہلا نکاح شیخوپورہ ضلع بدایوں کے ایک معزز افغان خاندان میں جناب عبداللطیف خان صاحب کی صاحبزادی سے ہوا، جن کے بطن سے خداوند کریم نے آپ کو دو صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں عطا فرمائیں، ان میں سے تین منجھلی (درمیانی) صاحبزادیاں فوت ہو گئی تھیں، صاحبزادگان میں حضرت علامہ مفتی محمد مختار احمد نعیمی اشرفی المعروف محمد میاں اور مفتی اقتدار احمد خان نعیمی علیہم الرحمۃ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

آپ کی خانگی زندگی رب کریم کے اس فرمان **هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ** کی عمدہ تفسیر ثابت ہوئی، کہ گھر میں امن وامان اور سکون کا راحت بخش ماحول پایا جاتا تھا، اہلیہ محترمہ گھر کے کام کاج کے علاوہ بچوں بچیوں کو قرآن پاک کی تعلیم بھی دیتی تھیں۔

اسی طرح آپ کی صاحبزادیاں بھی قرآن پاک کے علاوہ دینی علوم پر دسترس رکھتی تھیں، جبکہ آپ کی بڑی بہو اور چھوٹی صاحبزادی کو آپ کی شاگردہ ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ عرصہ چار سال میں آپ نے ان کو مشکوٰۃ شریف وبخاری شریف کا ترجمہ پڑھایا، اس کے علاوہ صرف ونحو کے ضروری قواعد اور عربی بول چال کی کچھ مشقیں بھی ان کو کراتے رہے، نیز ان کو وعظ کہنے کا طریقہ بھی سکھایا، آپ کی ان بیٹیوں نے آگے چل کر دیگر سینکڑوں خواتین کو پڑھا کر عالمہ فاضلہ کے کورس کرائے، آپ کی بڑی بہو اور چھوٹی

صاحبزادی محترمہ کی محنت ولگن سے آپ کے گھر میں ہی طالبات کا بہت بڑا ادارہ بن چکا ہے، جس سے تا حال ہزاروں کی تعداد میں بچیاں عالمہ فاضلہ کورس کر کے دین اسلام کی تعلیم سے آراستہ ہو چکی ہیں، جبکہ ان میں سے لاتعداد بچیاں درس و تدریس میں مصروف ہیں، بہت سی متحرک اور فعال بچیوں نے اپنے اپنے علاقوں میں طالبات کے لئے ادارے قائم کر کے آپ کے فیضانِ علمی کو جاری رکھا ہوا ہے۔

تصنیف وتالیف ☆: آپ کی سب سے پہلی کتاب ''علم المیراث'' جو قانون وراثت پر عمدہ نصابی کتاب ہے، پہلے گجراتی زبان میں بعد ازاں اردو میں اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

''جاء الحق و زهق الباطل'' یہ کتاب دیوبندیوں اور اہلحدیث مکتبہ فکر کی طرف سے دین اسلام میں پیدا کئے جانے والے شبہات کے جوابات پر مدلل کتاب ہے، جس کی اشاعت لاکھوں سے تجاوز کر چکی ہے، کئی مشائخ وعلماء کے علاوہ بالخصوص حضرت امیر ملت محدث علی پوری نے اس کو بہت پسند فرمایا، حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمۃ نے ہی اس کا نام جاء الحق تجویز فرمایا۔

''شان حبیب الرحمٰن'' آپ نے اس کتاب میں وہ تمام آیات قرآنیہ جمع کردی ہیں، جن میں بالصراحت حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت (یعنی تعریف وتوصیف) کا پہلو پایا جاتا ہے، ہر آیت پر ایک جامع تقریر لکھی ہے، جس سے مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کے مؤقف کی تائید ہوتی ہے، اس کتاب کے بھی لاتعداد ایڈیشن چھپ چکے ہیں، اور علماء ومشائخ اہل سنت وعوام میں یکساں مقبول ہے۔

''اسلامی زندگی'' اس کتاب میں غیر اسلامی رسموں سے بچنے کی تلقین، اور تقریبات پر اسلامی آداب اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، یہ کتاب بھی عوام وعلمائے اہل سنت میں یکساں مقبول ہے، بیس سے زیادہ ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔

''سلطنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' اس کتاب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کی تشریح وتوصیف کی گئی ہے، یہ کتاب بھی علمائے کرام وعوام اہل سنت میں مقبولِ عام ہے۔

''علم القرآن'' قرآن حکیم کی بنیادی اصلاحات کی شرح، اور زمانہ حال کے جاہل ترجمہ نگاروں کا اس کتاب میں علمی محاسبہ کیا گیا ہے، اور ان کے غلط نظریہ پر قرآن کی روشنی میں تنقید کی گئی ہے، یہ کتاب علماء ومشائخ میں مقبول عام ہے، لاتعداد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

''اسرار الاحکام'' اس کتاب میں آپ نے شریعت کے احکام ومسائل کی عقلی حکمتیں پیش کی ہیں۔

''رسالۂ نور'' یہ رسالہ نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان میں ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں سرکار علیہ السلام کی نورانیت پر دلائل پیش کیے ہیں۔

''رحمت خدا بوسیلۂ اولیاء'' آپ کی یہ کتاب ''مسئلہ استمداد وتوسل'' پر لاجواب کتاب ہے۔

''مرأت اردو شرح مشکوٰۃ'' آٹھ جلدوں پر مشتمل مشکوٰۃ شریف کی اس شرح کے پچاس سے زیادہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، جو علمائے اہل سنت اور شائقین علم حدیث کے لئے نافع ہے۔

"نورالعرفان فی حاشیۃ القرآن مع فہرس القرآن" قرآن حکیم پر مختصر اور جامع تفسیری حواشی، مکمل نسخہ قرآن، اعلیٰ حضرت بریلوی کے ترجمہ کے ساتھ لاکھوں کی تعداد میں چھپ چکا ہے، پڑھے لکھے اور مسلک کا درد رکھنے والے سنی حنفی مسلمان اپنی بچیوں کو شادی کے موقع پر یہ قرآن پاک جہیز میں دیتے ہیں، جبکہ مختصر تفسیر اور اعلیٰ حضرت کے ترجمے کو سمجھنے والے شائقین ہر روز اسی نسخہ اور آپ کی علمی خدمت سے استفادہ کرتے ہیں، جو کہ لازوال و بے مثال ہے۔

"مواعظ نعیمیہ" (کامل تین حصے) آپ کے مواعظ پر مشتمل یہ کتاب بہت سے موضوعات وعنوانات تین حصوں پر مشتمل ہے، لاتعداد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

"نئی تقریریں" یہ آپ کی ظاہری زندگی کی آخری تقریروں پر مشتمل مجموعہ ہے۔

"سفرنامہ ایران وعراق، حجاز وشام" جب آپ خشکی کے راستے حج پر تشریف لے گئے تھے تو اس موقع پر جن مقدس مقامات کی آپ نے زیارت کی اس میں اس کی مکمل تفصیل ہے، یہ کتاب ان ممالک میں زیارات کے لئے جانے والوں کی راہنما کتاب ہے، جو بار بار چھپ چکی ہے۔

"سفرنامہ حجاز" یہ کتاب آپ کے حج کے سفر کی مکمل روداد ہے، جو صرف ایک مرتبہ شائع ہوئی ہے۔

"حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر" یہ کتاب حضرت امیر معاویہ کی تعریف میں لکھی گئی ہے۔ جس کے درجنوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

"فتاویٰ نعیمیہ" مختلف معاملات ومسائل زندگی پر آپ کے فتوؤں کی یہ بہترین اور نافع کتاب ہے، ہزاروں کی تعداد میں چھپ چکی ہے، بالخصوص علمائے اہل سنت اس سے زیادہ استفادہ کرتے ہیں۔

"احکام المقبول فی طہارت نسب الرسول" یہ کتاب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پاک کی شان وعظمت پر مشتمل ہے، جو کہ ابھی تک چھپ نہیں سکی۔

"نعیم الباری فی انشراح البخاری" بخاری شریف پر عربی حاشیہ ہے، جو کہ ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکا۔

اس کے علاوہ بھی آپ کی دیگر نصابی کتب پر حواشی پر مبنی کتب غیر مطبوعہ پڑی ہیں۔

"تفسیر نعیمی" آپ کی معرکۃ الآرا یہ تفسیر جو عوام وخواص میں تفسیر نعیمی کے نام سے مقبول ہے، اس کا تاریخی نام "اشرف التفاسیر" ہے، جس سے ۱۳۶۳ھ کا سال برآمد ہوتا ہے، آپ کی ظاہری زندگی میں گیارہویں پارے کے ربع تک مکمل ہوئی تھی، آپ کے سامنے اس کے سات پارے چھپ چکے تھے، جبکہ آٹھواں پریس میں تھا، نویں اور دسویں پارے کا مسودہ مکمل تھا۔

گیارھویں پارے کی آیت "اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ o" کی تفسیر لکھ کر مکمل فرما چکے تھے، کہ زندگی نے مہلت نہ دی اور آپ کا وصال باکمال ہو گیا۔

اس تفسیر کی تالیف کا آغاز ماہ ربیع الآخر ۱۳۶۳ھ دوشنبہ کے دن سے ہوا، اس تفسیر کے دیباچے میں آپ نے شکایت کی ہے کہ

برعظیم پاک و ہند میں اکثر و بیشتر اردو تفسیریں عقائد باطلہ رکھنے والے فرقوں کی طرف سے لکھی گئی ہیں، اور ان تفسیروں سے معتقدات فاسدہ اشاعت اور صحیح اسلامی افکار سے بُعد پیدا کرنے کا کام لیا گیا ہے، بنابریں مؤلف ایک عرصہ سے ارادہ رکھتا تھا کہ اُردو زبان میں کوئی ایسی تفسیر تالیف کی جائے جو مذکورہ اعتزالی عقیدوں اور گمراہ کن نظریوں سے عامۃ الناس کو محفوظ کردے، مگر یہ ارادہ پورا نہ ہوتا تھا۔

تا آنکہ آپ گجرات تشریف لائے اور اس دیرینہ تمنا بر آنے کی صورت پیدا ہوئی، اور یہ تفسیر چھپ کر منظر عام پر آ گئی۔

اس تفسیر کے مکمل گیارہ پارے لاتعداد ایڈیشن کی شکل میں زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں، آپ کا یہ علمی کارنامہ علمائے اہل سنت و مشائخ عظام کے علاوہ دیگر سرکاری و غیر سرکاری لائبریریوں میں مقبول عام ہے۔

آپ اہل سنت کی وہ عظیم شخصیت ہیں کہ جن کے نوک قلم سے لکھی جانے والی چند ایک کے علاوہ تمام کتب ملک بھر کے تمام چھوٹے بڑے کتب خانوں پر دستیاب ہیں۔ اور ان کتابوں کی اشاعت کا اہتمام مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور جو کہ آپ کے صاحبزادے حضرت علامہ مفتی محمد مختار احمد المعروف محمد میاں اشرفی گجراتی علیہ الرحمۃ نے خود قائم کیا تھا، جس کو آج کل مفتی صاحب کے وصال کے بعد ان کے بھانجے اور داماد صاحبزادہ افتخار احمد خان مفتی اور جناب افتخار احمد خان صاحب کے صاحبزادے محمد عمر فاروق نورانی اور صاحبزادہ علی حیدر جواد خان بڑی خوش اسلوبی سے چلا رہے ہیں، جو اہل سنت کا عظیم سرمایہ ہیں۔

آپ کی ذات امام اہل سنت کے عقائد و نظریات کی ترجمان تھی ☆: آپ تقریباً پچاس برس تک اپنے علم و فن اور اپنے خاموش تعمیری انداز سے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے شعبے پر پوری لگن اور توجہ سے کام کرتے رہے، آپ اپنی گرانقدر تصانیف سے اہل سنت کے شعبے پر پوری لگن اور توجہ سے کام کرتے رہے، آپ نے اپنی گرانقدر تصانیف سے اہل سنت کے دینی لٹریچر کی کمی کو کافی حد تک پورا کرنے کی کامیاب کوشش کی، اور عوام اہل سنت اور علمائے کرام و مشائخ اہل سنت کو آسان اور جدید انداز سے معلومات بہم فراہم کرنے کا کارنامہ انجام دیا، اگر یوں کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ پاک و ہند میں اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان محدث بریلوی کے عقائد و نظریات اور صحیح اسلامی تعلیمات کے ترجمان اور شارح آپ کی ہی ذات ہے تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔

دورِ حاضر کے علماء اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کے افکار و نظریات اور عقائد کو آپ کی تشریحات کی روشنی میں عوام اہل سنت کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ عوام و علمائے اہل سنت اس بات پر شاہد ہیں کہ شیخ القرآن ابوالحقائق حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی علیہ الرحمۃ نے اپنے خطاب میں برملا اس بات کا کئی مرتبہ اظہار فرمایا ''کہ تحریر مفتی احمد یار خان کی ہو، اور زبان عبدالغفور ہزاروی کی ہو تو پھر اہل سنت کے عقائد کا پتہ چلتا ہے۔''

بہر کیف آپ نے علمی دنیا میں جس قدر بھی کام کیا اس کی مثال تا حال ناممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ عقائد باطلہ رکھنے والے لوگ امام اہل سنت محدث بریلوی کے بعد آپ کی ذات کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں، جبکہ دلائل کے میدان میں وہ بالکل خالی ہیں۔

آپ کے نامور تلامذہ ☆: یوں تو آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے اکتساب فیض کرنے والوں کی بہت طویل فہرست ہے جو سینکڑوں علمائے حق پر مشتمل ہے، مگر اختصار سے کام لیتے ہوئے چند مشاہیر زمانہ کے اسماء پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مفتی گنج بنگال، صاحبزادہ مختار اشرف صاحب کچھوچھوی، الحاج سیٹھ ولی محمد دھوراجی کاٹھیاواڑ، مولانا محمد ادریس ماریشس افریقہ، مولانا عبدالقدیر چٹاگانگ، مولانا نورالدین دھوراجی، مولانا لیاقت حسین بنگلہ دیش، مولانا سید جلال الدین شاہ بھکھی شریف، حضرت پیر سید ولایت شاہ گجراتی، حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی لاہور، مفتی محمد امین الدین، مولانا آل حسن اشرفی سنبھل بھارت، مولانا قاری احمد حسین گجراتی، مولانا ریاض الحسن، مولانا نذر محمد سلانوالہ، شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی، صاحبزادہ محمد مسعود الحسن، چورہ شریف، مولانا سید غنی شاہ گجرات، صاحبزادہ حامد علی شاہ چورہ شریف، صاحبزادہ پیر محمد ایوب شاہ چورہ شریف، صاحبزادہ سید محمود شاہ گجرات، صاحبزادہ ارشاد حسین چورہ شریف، صاحبزادہ پیر سید حامد علی شاہ گجراتی، مولانا حافظ محمد بشیر حافظ آباد، مولانا نذیر حسین خطیب شاہدولہ ولی گجرات، حاجی احمد شاہ مولانا حافظ سید علی شاہ، مولانا مظفر حسین، مولانا محمد حسین شاہ نسیم گجرات، حافظ عبدالرشید سابووال گجرات، حضرت پیر محمد اسلم قادری مراڑیاں شریف گجرات، مولانا حافظ فضل حسین وزیر آباد، مولانا محمد انور نعیمی ڈسکہ، حافظ فضل کریم گجرات، صاحبزادہ پیر مبارک محی الدین گجرات، حضرت پیر محمد افضل قادری مراڑیاں شریف گجرات، حضرت میر حسان الحیدری اوباڑو سکھر سندھ، حکیم غلام سرور سرگودھا، مولانا فتح الدین کشمیری، مولانا محمد شفیع کشمیری، مولانا محمد قاسم منڈی مانانوالی، حافظ محمد اشرف کھوڑ، صاحبزادہ سید شمس الحق گجرات، سید محمد قاسم شاہ بری امام ضلع اسلام آباد، حضرت پیر سید نظام علی شاہ ابا بکر شریف حضرو ضلع اٹک، مولانا محمد بشیر خطیب اوقاف گجرات، سید صفدر حسین شاہ نوشاہی، سوک کلاں، مولانا زاہد صدیقی، حضرت مولانا سید محمد شاہ اپرٹوپہ مری، مولانا سید محمد شاہ کڑیانوالہ گجرات، حضرت علامہ قاضی عبدالنبی کوکب، حضرت علامہ صاحبزادہ مفتی محمد مختار احمد نعیمی گجراتی محمد میاں، حضرت علامہ مفتی اقتدار احمد خان گجراتی علیہم الرحمۃ آخری الذکر دونوں حضرات آپ کے صاحبزادے ہیں۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ اشرفیہ میں حضرت سید علی حسین المعروف اشرفی میاں علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے، اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

نوٹ ☆: حضرت محدث اعظم کچھوچھہ شریف میر اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت شیخ علاؤالدین علاء الحق بنگالی چشتی نظامی کے وہ مرید تھے حضرت شیخ سراج الدین اخی عثمان چشتی نظامی کے وہ مرید حضرت سلطان المشائخ خواجہ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء چشتی علیہم الرحمۃ والرضوان کے۔

اس طرح محدث کچھوچھوی اور ان کے صاحبزادگانِ وسجادگان کا سلسلہ چشتی نظامی سے تعلق تھا، حضرت میر سید علی حسین المعروف اشرفی میاں علیہ الرحمۃ بھی اولاد حضرت محدث کچھوچھوی ہیں۔ حضرت قبلہ مفتی صاحب انہی کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز تھے۔ اس کے علاوہ آپ کو اپنے استاد محترم حضرت صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ کے ہاتھوں بھی سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں خرقۂ خلافت حاصل تھا۔ مگر آپ کی ذات پر خانوادہ کچھوچھوی بالخصوص حضرت اشرفی میاں یعنی اپنے مرشد کامل کا رنگ ہی مکمل طور پر غالب تھا۔

سیرت وکردار ☆: آپ کی زندگی کی سب سے بڑی خاصیت یہ تھی کہ آپ وقت کے قدردان تھے، ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر تھا۔ اور اسے اپنے وقت پر سرانجام دیتے تھے، اس مقصد کے لئے آپ نے ایک سے زیادہ گھڑیاں استعمال میں رکھی ہوئی تھیں،

اسی طرح دو ٹائم ٹیبل کلاک تھے ایک پر تہجد کے وقت کا الارم اور دوسرے پر فجر کے وقت کا الارم لگا ہوتا تھا۔

آپ تہجد کے وقت اٹھ کر نماز تہجد ادا فرماتے اس کے بعد اپنے اوراد و وظائف مکمل کر کے کچھ دیر استراحت فرماتے پھر دوبارہ سنت طریقہ کے مطابق فجر کے لئے بیدار ہو کر نماز فجر با جماعت ادا فرماتے۔ اول زمانہ میں نماز فجر کے بعد قرآن پاک کا اور آخری ایام میں نماز کے بعد حدیث شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ درس سے فارغ ہو کر گھر میں ناشتہ کرتے بعد ازاں اسباق پڑھانے میں مشغول ہو جاتے۔ اسباق کے بعد تصنیف و تالیف کا کچھ کام کر کے دوپہر کا کھانا کھا کر تھوڑی دیر کے لئے قیلولہ فرماتے بعد ازاں نماز ظہر کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے۔ بعد از ظہر پھر تصنیفات کا کام سرانجام دیتے اور اسی وقت فتویٰ نویسی اور خطوط کے جوابات تحریر فرماتے تھے۔

عصر کی نماز پڑھ کر چہل قدمی کیلئے کچھ دیر شہر سے باہر کو جاتے اور اپنے گھر سے تقریباً ساڑھے تین کلومیٹر دور حضرت سائیں کرم الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو مشہور مجذوب درویش گزرے ہیں کے مزار پر تشریف لے جاتے فاتحہ خوانی فرماتے اور مغرب کی نماز سے قبل اپنے گھر کے قریب مسجد میں پہنچ جاتے۔ نماز ادا کر کے گھر تشریف لا کر کھانا تناول فرماتے اور عشاء کی نماز پڑھ کر اول وقت میں ہی آرام کیلئے لیٹ جاتے تھے۔ سفر ہو حضر آپ معمولات کے پابند تھے کبھی فرق نہیں آنے دیتے۔

آپ ان پاک اور برگزیدہ لوگوں میں سے تھے کہ جن کے لئے شریعت و طریقت بمنزلہ طبیعت کے بن جاتی ہے، نماز تلاوت قرآن پاک، درود شریف اور حج بیت اللہ اور زیارات مقامات مقدسہ کے ساتھ آپ کو بہت زیادہ شغف تھا، نماز میں خشوع اور خضوع اس قدر کہ قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی، تمام عمر فرض نماز کی ادائیگی کے لئے وضو گھر پر کرتے اور سنت بھی گھر پر ہی پڑھ کر مسجد تشریف لے جاتے تھے۔ نماز ہمیشہ مقررہ امام کے پیچھے ادا فرماتے جماعت خود نہیں کراتے تھے، اگر مسجد میں نماز کے وقت امام موجود نہ ہوتا اور دوسرا قابل آدمی بھی موجود نہ ہوتا تو پھر ایسی صورت میں نماز بھی پڑھا دیا کرتے تھے۔

نماز تہجد کا یہ عالم تھا کہ اگر کہیں سفر میں بھی ہوتے تو میزبان سے فرما دیتے کہ لوٹا پانی اور وضو مصلے میری چارپائی کے قریب رکھ دو، اکثر درود شریف آپ کی زبان پر جاری رہتا تھا۔ اس قدر غلبہ اور اشتیاق تھا کہ کھاتے پیتے گفتگو کرتے ہوئے ذرا بھی وقفہ ملا تو درود شریف ورد زبان ہوتا تھا۔ یہی حالت نیند کے وقت کی تھی۔

آپ کی طبیعت زاہد خشک کی طرح نہ تھی، بلکہ اپنے احباب و رفقاء سے گھل مل کر گفتگو فرماتے، ان کے معاملات میں دلچسپی لیتے، مخصوص مسکراہٹ ہمیشہ چہرے پر سجی رہتی گھر کے چھوٹے بچوں سے خصوصی اُنس تھا، نوجوانوں سے محبت و شفقت فرماتے، سیاسی ہنگامہ آرائی سے ہمیشہ دور رہتے ہوئے اپنے کام میں مگن رہتے تھے۔

اسی طرح لباس بھی بہت سادہ مگر عالمانہ، ہمیشہ قمیص شلوار زیب تن فرماتے تھے، اوائل زمانے میں شیروانی کا استعمال فرماتے رہے بعد ازاں اسے بھی ترک کر دیا، عام طور پر واسکٹ استعمال فرماتے تھے۔ آپ انتہائی مستجاب الدعوات اور صاحب علم و عرفان اور صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے، آنے والے مریدین کے لئے دل میں نرم گوشہ رکھتے اور خصوصی محبت و دعاؤں سے نواز کر رخصت فرماتے تھے۔ آپ کے دست مبارک پر لاتعداد افراد نے بیعت کی۔ بعد سے افراد آپ کی دعا سے کامیاب و بامراد ہوئے۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے سینے میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ذکر رسول سن کر آنکھیں پُرنم ہو جاتی تھیں۔ طبیعت فقیرانہ اور بالکل بے تکلف، تقویٰ اور ورع میں سلف صالحین کا نمونہ تھے۔

حج بیت اللہ شریف وزیارت روضۂ رسول ﷺ: خداوند کریم نے آپ کی والدہ محترمہ کی تمام نیک خواہشات ان کی زندگی میں ہی پوری فرما دی تھیں۔ مگر ان کی سب سے بڑی خواہش مدینہ پاک میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گوہر بار میں حاضری کی تھی، جس کے لئے وہ ہمیشہ بے چین اور دعا کرتی تھیں۔

آخر وہ وقت آیا کہ ان کی دعا قبول ہوئی اور آپ اپنی والدہ محترمہ کے ہمراہ حج بیت اللہ شریف کی ادائیگی کے لئے تشریف لے گئے، حج بیت اللہ سے فراغت کے بعد مدینہ پاک میں حاضری ہوئی تو آپ کی والدہ محترمہ بہت خوش ہوئیں اور رو رو کر آپ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گوہر بار میں خدا سے دعائیں کیں۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم ماں بیٹا مسجد نبوی میں روضۂ اطہر کے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے کہ مجھ پر رقت طاری ہوگئی تو میں نے اپنی والدہ ماجدہ کے قدم پکڑ لئے، اور عرض کیا امی جان، میں تمام زندگی آپ سے دور پردیس میں ہی رہا ہوں مجھے معاف فرما دو اور میرے لئے دعا کرو۔

میری والدہ اسی وقت روضے شریف کی جالی کے قریب ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئیں اور یوں باتیں کرنے لگیں جیسے آمنے سامنے کی جاتی ہیں۔ عرض کرنے لگیں یارسول اللہ ﷺ میرے بیٹے کا بھائی کوئی نہیں، یہ اکیلا ہے آپ خود اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھیو۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۳ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ بمطابق 24 اکتوبر 1971ء کو ہوا۔ آپ کے ذاتی مکان کے اُس کمرے جس میں آپ کئی برس تک درس قرآن دیتے رہے اور تفسیر نعیمی رقم فرماتے رہے۔ میں آپ کی مرقد منورہ ہے۔ مزار پُرانوار پاکستان چوک متصل دارالعلوم غوثیہ نعیمیہ گجرات شہر میں مرجع ہر خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت آج بھی حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ مفتی محمد مختار احمد نعیمی سجادہ نشین مقرر ہوئے جن کا وصال باکمال 21 مئی 1990ء کو ہو گیا ہے۔

آج کل آپ کے نواسے مفتی افتخار احمد خان دربار شریف کا نظام سنبھالے ہوئے ہیں۔ فقیر راقم الحروف کے بڑے بھائی کی مثل اور خصوصی مہربان ہیں۔ خدا سلامت رکھے۔ آمین۔ فقیر راقم الحروف کا بارا آپکے عرس میں شرکت اور حاضری کی سعادت حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا پیر سید ضیاء الدین شاہ چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: بحر العلوم، جامع علوم معقول و منقول، حاوی معالم فروع و اصول، عالم، عارف، فقیہ، استاذی الافاضل فخر السادات ہادی علوم شیخ الحدیث والتفسیر مربی فقیہ العصر مرشد العلماء حضرت پیر طریقت علامہ پیر سید ضیاء الدین شاہ سلطان پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے زبردست علماء میں سے تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۸۹۴ء بمطابق ۱۳۱۲ھ ہجری میں شیخ العصر فاضل اجل حضرت مولانا سید حمید شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے گھر سلطان پور شریف ہروئی والا نزد حسن ابدال ضلع اٹک میں ہوئی۔

آپ کا خاندان شروع سے ہی علم و عرفان کا مرکز رہا ہے۔ دور دور سے بڑے بڑے علماء آپ کے اجداد کے پاس آکر اکتساب فیض کرتے رہے۔ الحمد للہ یہ خاندان آج بھی اسی بزرگی بلکہ پہلے زمانے کی بنسبت اب اور بھی زیادہ بزرگی اور فضیلت کا حامل ہے۔ آپ کے فرزندان ارجمند شیخ الحدیث علامہ پیر غلام محی الدین شاہ سلطان پوری علیہ الرحمۃ اور حضرت علامہ پیر سید عبدالرحمٰن شاہ سلطان پوری علیہ الرحمۃ اور ازیں دوران حضرت علامہ پیر سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ العالی کے ہزاروں شاگردان پوری دنیا میں اسلام اور مسلک حقہ اہلسنت کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ جو کہ در حقیقت آپ کے ہی فیضان کا تصدق ہے۔ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم ڈی بلاک سٹیلائٹ ٹاؤن راولپنڈی آپ ہی کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب ہے۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ نے قرآن مجید اور ابتدائی تعلیم اپنے گھر سلطان پور شریف میں ہی حاصل کی بعد ازاں ابتدائی کتب اور تعلیم مولانا احمد دین بن مولانا محمد حمزہ علیہم الرحمۃ سے موضع بھوئی گاڑ ضلع اٹک کے معروف استاد جناب قاضی صاحب کے پاس کسب فیض کرتے رہے۔ بعد ازاں مختلف اساتذہ کرام سے استفادہ کرتے ہوئے اہل سنت کے مایہ ناز عالم دین حضرت مولانا مشتاق احمد کانپوری بن مولانا احمد حسن کانپوری علیہم الرحمۃ کی خدمت میں اجمیر شریف میں حاضر ہوئے اور معقول و منقول کی ختمی کتب کا درس ان سے لیا اور دورہ حدیث شریف جامعہ معینیہ دہلی میں پڑھا اور تعلیم کی تکمیل کے بعد اپنے وطن مالوف میں واپس تشریف لے آئے۔

سلسلہ بیعت طریقت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں فاتح قادیاں غوث زماں تاجدار گولڑہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ آپ حضرت پیر سید مہر علی شاہ

علیہ الرحمۃ کے خصوصی مریدین میں سے تھے۔حضرت تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ اکثر سیال شریف کے سفر میں آپ کو اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے۔اور آپ پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔

سلسلہ درس وتدریس کا آغاز☆: آپ نے علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد اپنے وطن مالوف واپس تشریف لا کر اپنے آبائی گاؤں سلطان پوری شریف میں دار العلوم حمیدیہ کے نام سے ایک دینی مدرسہ قائم کیا اور تمام عمر دینی علوم پڑھاتے رہے اور اپنی محنت اور خصوصی توجہ سے بہت سے علماء کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا اور پورے علاقے میں ہر طرف آپ کی شہرت اور علم وعرفان کا چرچا ہونے لگا دور دور سے علماء حاضر ہو کر اکتساب فیض کرتے رہے۔آپ صبح نماز فجر سے پہلے سحری کے وقت طلباء کو پڑھاتے اور نماز فجر کے بعد اپنی زمینوں کی کھیتی باڑی اور ہل چلانے میں مصروف ہو جاتے آپ نے تمام عمر دین متین اور مسلک حقہ اہل سنت کی خدمت فی سبیل اللہ انجام دیں اور کھیتی باڑی کو ذریعہ معاش بنائے رکھا۔

شیخ الجامعہ حضرت مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کی علمی بصیرت پر تبصرہ☆:

شیخ الحدیث والتفسیر امام المناطقہ استاذ کل حضرت شیخ الجامعہ علامہ مولانا محمد محب النبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی پوری زندگی میں فقہ واصول فقہ کا اس قدر ماہر اور فقہی جزئیات کو تمام باریکیوں کے ساتھ سمجھنے والا عالم وفاضل شخص نہیں دیکھا یہی وجہ ہے کہ حضرت استاذ الکل شیخ الجامعہ علامہ محمد محب النبی علیہ الرحمۃ نے اس کمال علمی کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو فقیہ العصر، کا لقب دیا جو پوری دنیا میں مسلمہ حقیقت اختیار کر گیا ہے۔

سیرت وکردار☆: آپ انتہائی درجہ کے متقی پرہیز گار اور بلند اخلاق کے مالک تھے۔تمام زندگی شریعت وطریقت کے اصولوں کے مطابق گزاری ہر وقت ذکر خدا میں مشغول رہتے نظروں میں حسن رسول ﷺ کا جلوہ رہتا۔نماز پنجگانہ تہجد دیگر نوافل اشراق چاشت اوابین کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے دنیا، اور اہل دنیا بے خبر رہتے ہر وقت دین متین کی خدمت میں مصروف رہتے اپنے اہل وعیال کے گذار اوقات کے لئے کھیتی باڑی کر کے وقت گزارتے سخاوت میں بے مثل وبے مثال تھے۔آنے والے سائل کو خوشی خوشی عطا فرماتے کبھی کسی کو جھڑکا نہیں، غریبوں مسکینوں سے شفقت ومحبت سے پیش آتے۔دین اسلام اور مسلک اہل سنت کی خدمت کے ساتھ ساتھ علاقائی رفاعی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انگریز کے دور حکومت میں آپ اپنے علاقے کے مذہبی وسماجی جھگڑے خود نمٹاتے اور آپ اپنی فراست سے ایسے فیصلے کرتے کہ دونوں فریقین بخوشی قبول کر لیتے اور کوئی فریق آپ کے فیصلے کا انکار کرنے کی جرأت نہ کرتا۔

آپ کے مشہور معروف تلامذہ☆: اگرچہ آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔صرف چند مشہور شاگردوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔(۱) علامہ پیر سید غلام محی الدین شاہ سلطان پوری علیہ الرحمۃ (۲) حضرت علامہ پیر سید عبد الرحمٰن شاہ سلطان پوری علیہ الرحمۃ (۳) رازی دوراں حضرت علامہ پیر سید حسین الدین شاہ سلطان پوری مدظلہ العالی (۴) مولانا عبد الحق صاحب

غور غشتوی مدرسہ مفتاح العلوم بنگی حضرو علیہ الرحمۃ (۵) حافظ الحدیث حضرت مولانا حافظ عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب بھابڑا بازار راولپنڈی والے۔

نوٹ: اولذکر تینوں حضرات آپ کے صاحبزادے ہیں۔ جن میں سے دو کا وصال با کمال ہو چکا ہے۔ جبکہ تیسرے اور سب سے چھوٹے صاحبزادے رازی دوراں اُستاذ العلماء حضرت علماء پیر سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ العالی خدمت دین متین اور مسلک اہل سنت کے احیاء او فروغ کے لئے آپ کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب جامعہ رضویہ ضیاء العلوم ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی میں آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مصروف عمل ہیں۔

یہ بات انتہائی قابل ذکر ہے کہ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی کے علاوہ بھی ساؤتھ افریقہ سمیت کئی ممالک میں آپ کے نام نامی سے منسوب دار العلوم خدمت اسلام میں مصروف اور قائم ہیں۔ اس کے علاوہ جامعہ آمنہ ضیاء البنات ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی، اور جامعہ آمنہ، ضیاء البنات، ہمک نزد سہالہ ضلع اسلام آباد، بھی آپ ہی فیضان کا صدقہ ہے۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال با کمال ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۹۳ھ ہجری ۱۹ جولائی ۱۹۷۳ء بروز جمعرات سلطان پور شریف میں ہوا۔ نماز جنازہ ۲۰ جولائی ۱۹۷۳ء بروز جمعہ ادا کی گئی۔ بارش اور موسم کی خرابی کے باوجود عوام کا جم غفیر قابل دید تھا۔

آپ کا مزار پر انوار سلطان پور شریف ہروئی والا نزد حسن ابدال ضلع اٹک میں مرجع خاص و عام ہے جہاں سے اہل عقیدت و محبت آج بھی مستفید و مستفیض ہوتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو بھی بارہا آپ کے مزار شریف پر حاضری دینے کا موقع ملا ہے۔

حضرت خواجہ محمد فیروز شاہ چشتی نظامی سلیمانی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فخر العارفین، سراج السالکین، دلیل الکاملین، برھان الوصلین حجتہ العاشقین، حضرت خواجہ بابا فیروز شاہ چشتی نظامی سلیمانی قلندر رحمتہ اللہ علیہ ستارہ ولایت آسمانی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۱۵ھ بمطابق ماہ ستمبر ۱۸۹۷ء کو تارڑ جٹ قوم کے ایک معزز فرد کامل جناب اللہ داد خان تارڑ کے گھر شرفاں بی بی کے بطن سے محلہ تارڑاں جبیر پورہ روڈ چکوال شہر صوبہ پنجاب میں ہوئی۔

آپ کے آباؤ اجداد گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے، جو وہاں سے ہجرت کر کے چکوال شہر محلہ تارڑاں میں قیام پذیر ہوئے، آپ کے دادا جان جناب چوہدری میر محمد صاحب زراعت کے پیشہ سے منسلک تھے۔ آپ اپنے والدین کے اکلوتے فرزندِ ارجمند تھے۔

جب آپ سن شعور کو پہنچے تو قرآن کریم کی تعلیم کے لئے آپ کو مکتب میں داخل کرادیا گیا، اپنی خداداد صلاحیتوں اور ذہانت کی بنا پر بہت جلد قرآن مکمل کر لیا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ سکول بھی جاتے رہے اور سکول میں چھٹی جماعت پاس کی تو والدین نے سکول سے اٹھالیا۔

آپ خود فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں انگریزی تعلیم کو اتنی اہمیت نہ دی جاتی تھی جتنی اہمیت قرآن کریم کی تعلیم کو دی جاتی تھی، ہم نے اپنی سکول کی تعلیم کے دوران سکول میں ہی فارسی کی معروف زمانہ کتاب گلستان، بوستان پڑھ لی تھی۔

پنجاب رجمنٹ میں ملازمت ☆: جب آپ جوانی کی عمر کو پہنچے تو آپ ڈی مونٹ ڈیپارٹمنٹ میں بطور جمعدار بھرتی ہو کر راولپنڈی میں ملازمت کرتے رہے ایک سال کی ملازمت کے بعد، آپ فوج میں بطور سپاہی بھرتی ہو کر ۱۹ پنجاب رجمنٹ کے ساتھ کوئٹہ تشریف لے گئے۔

1914ء کی جنگ عظیم اول شروع ہوئی تو ۱۹ پنجاب رجمنٹ کے ۲۰۰ نوجوانوں کا فرانس کے لئے انتخاب ہوا۔ جس میں آپ بھی شامل تھے، آپ فرانس میں ایک سال تک اپنے فوجی دستے کے ہمراہ قیام پذیر رہے۔ ایک سال بعد فرانس سے بصرہ، اور بغداد شریف میں ڈیوٹی سرانجام دیتے رہے۔ جب جنگ ختم ہوئی تو آپ پنجاب رجمنٹ کے ہمراہ واپس سندھ حیدرآباد آ گئے، وہاں سے ۵۶ ذرائفل پلٹن کے ہمراہ دوبارہ فرانس بطور نائیک تشریف لے گئے، اپنی رجمنٹ میں جونیئر ہونے کی وجہ سے آپ کا نام سب نائیکوں کے آخر میں

درج کیا گیا۔

اپنی ڈیوٹی کے دوران آپ نے فوج میں مختلف کارہائے نمایاں انجام دیئے اور سپاہی سے ترقی کرتے ہوئے نائیک اور پھر کوارٹر ماسٹر حوالدار کے عہدہ پر فائز رہے اور آٹھ سال تک مسلسل کامیابیوں سے نوکری کرتے رہے۔

جب جنگ عظیم ختم ہوئی تو حکومت برطانیہ کی کمر ٹوٹ چکی تھی، اس بنا پر حکومت برطانیہ نے فوج کے بہت سے یونٹ توڑ دیئے جن میں ۱۹ پنجاب رجمنٹ بھی شامل تھی، اسی طرح آپ فوج میں آٹھ سال تک ملازمت کے بعد 1922ء میں واپس اپنے گھر چکوال تشریف لے آئے اور مسلسل تین ماہ تک گھر میں ہی قیام پذیر رہے۔

اس کے بعد محکمہ پولیس میں بطور حوالدار بھرتی ہو کر ڈیرہ غازی خان تشریف لے گئے۔ 1923ء میں اے ایس آئی کا کورس پاس کیا مگر طبیعت کا میلان نہ ہونے کی بنا پر 1926ء میں نوکری چھوڑ کر واپس اپنے گھر چکوال آ گئے۔

ذاتی کاروبار میں آپ کا عروج ☆: والد گرامی کے ہمراہ زمینداری میں مصروف ہو گئے، بعد ازاں پنڈ دادنخان ضلع جہلم میں فروٹ کی آڑھت اور دوکان کھول لی، اور اس کاروبار کو اپنی خداداد صلاحیتوں اور ذہانت و فطانت سے بھرپور توجہ دے کر خوب محنت کی جس کے نتیجہ میں بہت جلد آپ کا کاروبار عروج و کمال کو پہنچا اور کلکتہ، بنارس، مراد آباد تک سے آپ کے پاس فروٹ کی گاڑیاں آنے لگیں اور آپ کا شمار فروٹ کے بڑے آڑھتیوں میں ہونے لگا، دولت کی ریل پیل ہو گئی، آپ کی دولت اور کاروباری شہرت اور صاف ستھرا عمدہ بوسکی کا لباس دیکھ کر لوگ چوہدری صاحب کے نام سے آپ کو پکارتے تھے۔

اس زمانے میں آپ پر وہ عروج آیا کہ جس عروج پر جانے کے بعد واپسی مشکل سے ہوتی ہے، مگر چونکہ خدا نے آپ سے کچھ اور کام لینا تھا، اس لئے اس شہرت و دولت کا خمار آپ کی آنکھوں میں نہ آیا، بلکہ اس زمانے میں مساجد کی تعمیر، غربا کی امداد، نادار اور مسکینوں کی امداد اس طرح کرنا کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوئی آپ کی طبیعت کا خاصہ رہا۔ 1947ء میں قیام پاکستان کے بعد آپ نے اپنے مسلمان مہاجرین بھائیوں کی دل کھول کر نہ صرف امداد کی بلکہ ان کے ساتھ ہر ممکن تعاون بھی کیا۔

احرام پوش فقیر سے ملاقات ☆: جن دنوں آپ پنڈ دادنخان میں آڑھت کرتے تھے ان دنوں چکوال شہر کے حضرت بابا محرم شاہ احرام پوش فقیر آپ کے پاس تشریف لاتے تھے، ان کا معمول تھا کہ اگر چائے کی طلب ہوتی تو وہ آپ سے دو آنے طلب کرتے اور اگر نسوار خریدنا ہوتی تو پھر ایک آنہ طلب فرماتے، آپ کبھی ان کو ایک روپیہ دے دیتے تو وہ دو آنے خرچ کرنے کے چودہ آنے آپ کو واپس سے دیتے تھے۔

ایک دفعہ انہوں نے آپ سے فرمایا کہ ہم نے حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جانا ہے۔ لہٰذا ہمیں پینتالیس روپے دے دو آپ نے دے دیئے ایک دن آئے تو کہنے لگے ہم نے آج پورے شہر کے کتوں کی دعوت کی ہے لہٰذا ہمیں تیس روپے دو۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دوکان کی تمام کیش ان کے آگے رکھ دی مگر انہوں نے صرف تیس روپے اٹھائے اور چل دیئے۔

تھوڑی دیر بعد ہم نے دیکھا کہ بابا محرم شاہ بہت ساری روٹیاں اٹھائے ہوئے بازار سے گزر رہے ہیں، اور کافی تعداد میں کتے

ان کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔

چونکہ آپ فقیر منش آدمی تھے، اس لئے کتوں، بلیوں، کبوتروں اور دیگر چرند و پرند کو کھانا کھلانا دانا ڈالنا آپ کا بہترین مشغلہ تھا۔ بابا محرم شاہ ان کو کھاتے ہوئے دیکھ کر نہایت مسرور ہوتے اور تالیاں بجا بجا کر خوشی کا اظہار کرتے تھے۔ ایک دن یہی بابا محرم شاہ ہماری دکان کے سامنے بازار میں بیٹھے ہوئے نسوار کی ڈبیہ سے اس طرح کھیلتے رہے کہ آپ کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی چھڑی تھی، جس کو وہ ڈبیہ پر مارتے اور فرماتے کہ چوہدری صاحب نے تو اللہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھلا دیا۔ وہ بار بار یہی الفاظ دہرار ہے۔

جب میں نے غور کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ وہ تو مجھ سے مخاطب ہیں۔

اس مرد قلندر کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ میرے دل و دماغ میں اترنے لگے جس کی وجہ سے میرے جسم میں لرزہ پیدا ہو گیا، اور عنایت ازلی کی سلطان میرے دل پہ قابض ہوگئی اور دل سے بار بار یہی آواز آرہی تھی ہاں ہاں بابا محرم شاہ ٹھیک ہی تو فرما رہے ہیں، واقعی تو نے خدا اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھلا دیا ہے۔ اس دن کے بعد کاروبار اور دنیاوی مشاغل سے آپ کا اچاٹ ہو گیا۔

چونکہ آپ کا کاروبار کافی تھا اس کے حساب سے لین دین بھی کافی تھا، آپ دس دنوں کے اندر اندر تمام حساب و کتاب سب سے بے باق کیا تو آپ کے پاس دوکان میں نقد دو ہزار آٹھ سو روپے موجود تھے۔

گیارہویں دن آپ نے اپنی دوکان کے سامنے کھڑے ہو کر مالک کائنات سے وعدہ کیا اے مالک حقیقی آج کے بعد اس بھری دنیا میں تیرے سوا میرا کسی سے کوئی رشتہ نہیں، مجھے اپنے خاص فضل و کرم سے ثابت قدمی عطا فرمانا۔

تلاش منزل ☆: کاروبار دنیا سے فراغت کے بعد آپ کے سامنے کسی منزل یا مقام کا تعین نہ تھا، آپ سڑک پر کھڑے سوچ رہے تھے کہ کس طرف رخ کیا جائے، اب جائیں تو کدھر جائیں، دل نے فیصلہ کیا کہ جس طرف کی گاڑی پہلے آ جائے اس پر سوار ہو جائیں۔ اسی سوچ و بیچار میں تھے کہ راولپنڈی جانے والی بس آ گئی۔ آپ اس میں سوار ہوئے اور راولپنڈی پہنچ گئے، لاری اڈے سے چلتے ہوئے سیدھے حضرت شاہ چن قادری رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر پہنچ گئے۔

نوٹ ☆: اس زمانے میں راولپنڈی کا جنرل بس اسٹینڈ فوارہ چوک راجہ بازار میں تھا۔ اور راجہ بازار سے حضرت شاہ چن چراغ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار پر انوار تمام درباروں سے زیادہ نزدیک ترین مقام پر واقع تھا۔

آپ نے حضرت شاہ چن چراغ قادری رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضری دی اور تین چار روز تک وہیں پر قیام پذیر رہے، ان دنوں حضرت بابا لال شاہ قلندر سوراسی مری والوں کے عروج کا زمانہ تھا۔

آپ حضرت شاہ چن چراغ رحمتہ اللہ علیہ کے دربار سے الوداع ہو کر سیدھے سوراسی شریف مری پہنچے اور حضرت بابا سید لال شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

جونہی بابا لال شاہ قلندر کی نگاہ آپ کے چہرے پر پڑی تو فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، آپ تعمیل ارشاد کی خاطر بیٹھ گئے۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد آپ اٹھ کر چلنے پھرنے لگے تو حضرت بابا لال شاہ قلندر نے پھر حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ، آپ دوبارہ بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر کے بعد پھر اٹھ کر چلنے

پھرنے لگے، حضرت بابالال شاہ قلندر نے پھر حکم یا کہ بیٹھ جاؤ۔

جب تیسری مرتبہ بیٹھنے کا حکم ملا تو آپ نے فرمایا کیوں بیٹھ جاؤں؟ یہ سب لوگ جو آپ کے سامنے بیٹھے ہیں ان میں سے ہر ایک کی کوئی نہ کوئی غرض و غایت ہوگی میری کوئی غرض ہے ہی نہیں، میں تو صرف آپ کے دیدار کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

حضرت بابا سید لال حسین شاہ قلندر علیہ الرحمۃ کے کہنے پر آپ بیٹھے تو کیا دیکھا کہ نواب ممدوٹ حضرت بابا سید لال شاہ قلندر علیہ الرحمۃ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں اور بابا سرکار ان کو روٹی کے نوالے توڑ توڑ کر کھلا رہے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ فقیر بھی امیروں پر ہی مہربان ہیں۔ آپ کے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ حضرت بابالال شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے نواب ممدوٹ کی مونچھیں پکڑ کر اور اس کے منہ پر تھپڑ مارنے شروع کر دیئے۔ اور نواب کے عیوب بیان فرمانے لگے، ادھر نواب ممدوٹ ہیں کہ ذرا برابر بھی مزاحم نہ ہوا، نہ ہی دل میں ملال لایا، بلکہ حضرت بابالال شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے گردن خم کئے ہوئے تھپڑ کھاتے جا رہا تھا۔

آپ فرماتے ہیں کہ یہ منظر دیکھ کر میں بے ساختہ پکار اٹھا کہ

نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے؟

شام ہوتے ہی لوگ حضرت بابالال شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے واپس جانے لگے، اور حضرت بابالال شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ رات کے سناٹے میں کھڑے ہوئے اپنی قلندرانہ شان سے مختلف لوگوں کے نام پکار کر ان کو برا بھلا کہہ رہے تھے، جب کہ بظاہر ان کے سامنے کوئی آدمی نہ تھا۔

ادھر آپ کے رات کے گزارنے کے لئے کوئی جگہ وہاں نہ تھی، آپ نے رات چیڑ کے ایک درخت کے نیچے گزری، اور رات بھر دل میں خیال رہا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ آپ ایک الفی مجھے بھی پہنا دیں اور میں بھی آپ کے پاس ہی رہوں اور آپ کے قدموں میں وقت گزاروں۔

بہر کیف صبح ہوئی نماز سے فارغ ہو کر آپ دوبارہ حضرت بابالال شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت بابا لال شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ تمام رات کفنی پہننے کا سوچتے رہے، کہ فقیر تجھے کفنی پہنا دے، مگر تم کفنی پہننے کی بجائے مدینے شریف چلے جاؤ۔

یہ سنتے ہی آپ کے دل میں خیال گزرا کہ میرے پاس چند سو روپوں کے علاوہ کوئی زادِ راہ بھی نہیں ہے، لہٰذا مدینے شریف کیسے جاؤں گا۔

اسی دوران کسی شخص نے آپ کو بتایا کہ حضرت بابالال شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ مری میں آنے سے قبل جس بستی میں رہا کرتے تھے، اس کا نام بھی مدینہ ہے، ہوسکتا ہے کہ بابا سرکار اس مدینے کی بات کر رہے ہوں۔

پاکپتن شریف کی حاضری ☆: آپ حضرت بابالال شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے الوداع ہو کر سیدھے مسعود اللعلمین حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پاکپتن شریف پہنچے اور چھ ماہ تک مزار پر انوار پر مستقلاً قیام پذیر رہ کر

عبادت وریاضت ذکرواذکاراوراورادووظائف میں مشغول رہے اس دوران نماز پنجگانہ اور دیگر نوافل کا خصوصیت سے اہتمام فرماتے رہے پاکپتن شریف کے قیام کے دوران آپ نے دربار شریف کے قریب ہی اپنے تھوڑے بہت آرام کے لئے ایک چھوٹی سی دوکان بیٹھک کے طور پر کرایہ پر حاصل کرلی جس میں بوقت ضرورت کبھی کبھی آرام کی غرض سے آجاتے اور کچھ دیر آرام کے بعد واپس دوبارہ دربار شریف پہنچ کر اپنے معمولات میں مصروف ہوجاتے۔

جب آپ کو وہاں پر ساتواں مہینہ شروع ہوا تو ایک دن حضرت زبدۃ الانبیاء بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت نصیب ہوئی، اور حضور گنج شکر آپ کو اپنے ہمراہ ایک کمرے میں لے گئے جہاں پاکستانی کرنسی کے نئے نوٹ وافر مقدار میں موجود تھے، حضور گنج شکر سرکار نے آپ سے فرمایا ان میں سے پانچ ہزار روپیہ اٹھا لو، آپ نے عرض کی حضور اس دولت کو چھوڑ کر یہاں آیا ہوں۔ میں کیسے قبول کرلوں، سرکار گنج شکر نے فرمایا پاکستان میں جس جگہ چاہو دو مربع زمین الاٹ کرتا ہوں۔ عرض کی حضور زمین جائیداد کو بھی خیر باد کہہ دیا، مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔

مسعود العلمین حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا پھر کیا چاہتے ہو۔ عرض کیا حضور فقیری چاہتا ہوں اور فقیری بھی ایسی نہیں کہ در در جا کر بھیک مانگنی پڑے، مجھے شہنشاہی فقیری چاہیئے، آپ کی بات سن کر حضور گنج شکر مسکرائے۔

اس کے دوروز بعد کا واقعہ ہے کہ آپ ہوٹل پر شام کے وقت چائے پینے کی غرض سے تشریف لے گئے مغرب کا وقت قریب تھا کہ ایک خوبصورت اور عمدہ لباس میں ملبوس درویش اعلیٰ برانڈ کا سگریٹ لگائے ہوئے ہوٹل میں داخل ہوا۔ اور آپ کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا، علیک سلیک کے بعد انہوں نے جیب سے ایک لڈو نکالا اور آپ پیش کرتے ہوئے فرمایا لو جناب اس سے روزہ افطار کریں

چنانچہ آپ نے روزہ افطار کیا نماز مغرب ادا کی بعد ازاں اس درویش سے پوچھا کہ حضرت آپ کا اسم گرامی کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا میرا نام بشیر حسین شاہ ہے، عارف والا کا رہنے والا ہوں، اس کے بعد آپ نے اس سے سوال کیا جناب آپ کو کیسے خبر ہوئی کہ ہم روزے سے ہیں، اس مرد قلندر نے زبدۃ الانبیاء حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار گوہر بار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پر جلال انداز میں فرمایا ہمیں کیا خبر آپ روزے سے ہیں یہ تو حضور گنج شکر کے کرم کی بات ہے جنہوں نے ہمیں بتلایا ہے۔

اس کے بعد آپ نے اس درویش کے ہمراہ نماز عشاء ادا کی تو بعد نماز انہوں نے کہا کہ آج رات کو میں تمہارا مہمان ہوں تمہارے پاس ہی رہوں گا، آپ بشیر شاہ صاحب کو ہمراہ لے کر اپنی دوکان نما ز بیٹھک میں آئے اور ان کو بستر لگا دیا تاکہ آرام کریں۔

اور آپ بذات خود اپنے اورادووظائف عبادت وریاضت میں مشغول ہوگئے تقریباً رات ڈھائی کے قریب کمرے میں نور پھیل گیا جس کی روشنی سے کمرہ اس قدر منور ہوا کہ کمرے میں چلتی ہوئی چیونٹی بھی نظر آسکتی تھی، یہ سلسلہ پندرہ بیس منٹ تک جاری رہا اور میرا کمرہ بقعہ نور بنا دیا۔

اس منظر کو وہ درویش بھی ملاحظہ فرماتے رہے، اور خوشی سے آگے بڑھ کر آپ کی پیشانی کو تو چوما اور ہاتھوں کو بوسے دیتے رہے۔ پھر آپ کی کمر پر تھپکی دے کر کہنے لگے آپ تو کہہ رہے تھے کہ مجھے مرشد کامل کی تلاش ہے، مگر میں حیران ہوں کہ ابھی مرشد سے بیعت بھی

نہیں ہوئے اور اتنے بلند مرتبہ پر آپ فائز ہوں گے۔

پھر انہوں نے آپ سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ اتنی تلاش کے بعد بھی آپ کو مرشد کیوں نہیں ملا۔ آپ نے فرمایا کہ جہاں جاتا ہوں وہاں میرا مطلوب نظر نہیں آتا، کہیں صورت ہے تو سیرت نہیں کہیں قال ہے تو حال نہیں، الغرض اس قسم کی بہت سی چیزیں نظر آتی ہیں جن کو دیکھ کر دل مطمئن نہیں ہوتا۔

اگر اس دنیاداری، چوہدراہٹ، دولت وعزت وشہرت مقصود ہوتی تو میرا تمام چیزیں چھوڑ کر بیوی بچوں کو خدا کے سپرد کر کے نہ آتا۔ دراصل میں ذات حق کا طلب گار ہوں۔

بہر کیف مجھے پورا یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن رہبر کامل کی شفقت ضرور میسر آئے گی، اس لئے کہ

"ڈھونڈن والے رہے نہ خالی ڈھونڈ کیتی جناں پکی"

جناب بشیر حسین شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں آپ کو ایک ایک وظیفہ بتاتا ہوں انشاء اللہ مراد بر آئے گی۔

آپ روزانہ پانچ ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ اس نیت سے پڑھیں کہ جس ہستی کے پاس میرا فیض ہے، اے اللہ مجھے اس ہستی کی زیارت کرا دے۔ اور اس وظیفہ کو اس وقت تک جاری رکھیں جب تک آپ کی مراد پوری نہ ہو جائے، اور یہ بھی خیال رکھنا کہ جب کوئی کامل نظر آئے تو دیکھتے ہی نہ رہ جانا، بلکہ ان کے سامنے سر کو جھکا دینا۔

اس کے بعد وہ مرد قلندر حضرت بشیر حسین شاہ وہاں سے چلے گئے اور آپ اکیلے رہ گئے۔

آپ کی اولاد امجاد کی پاکپتن میں آمد☆: چونکہ آپ گھر والوں کو اپنی منزل اور مقام کا بتا کر نہیں آئے تھے، اور نہ ہی آپ کو خود اپنی منزل کا پتہ تھا۔

گھر سے آپ کے آنے کے بعد آپ کے صاحبزادوں نے بہت تلاش کی بڑی کوشش کے بعد ان کو علم ہوا کہ آپ پاکپتن شریف میں رونق افروز ہیں۔

چنانچہ آپ کے صاحبزادے جناب محمد یوسف پاکپتن شریف پہنچ گئے اور آپ کو تلاش کر کے گھر واپس جانے کے لئے مجبور کیا، مگر آپ نے انہیں ایک ہی جواب دیا کہ میں کسی قیمت پر گھر نہیں جاؤں گا، بالآخر آپ کے صاحبزادے مایوس ہو کر واپس گھر چلے گئے۔

مگر ہوا یہ کہ چار روز بعد آپ کی دو صاحبزادیاں آپ کے صاحبزادے کے ہمراہ پاکپتن شریف پہنچ گئیں اور بڑی منت وزاری سے آپ کو گھر چلنے پر راضی کر لیا، آپ نے بیٹیوں کو مایوس نہ کیا اور ان کے ہمراہ واپس چکوال اپنے گھر تشریف لے آئے، اور اپنے گھر والوں اہل وعیال سے علیحدہ ایک بیٹھک میں اپنا بستر لگا لیا، اور یاد محبوب میں مست ومستغرق ہو گئے۔

اس جگہ آپ نے اس درویش کا بتایا ہوا وظیفہ شروع کیا، ابھی سات روز ہی گزرے تھے کہ آپ کو باطنی طور پر حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار پرانوار دکھایا گیا۔

چند روز کے بعد پھر باطنی طور پر حضرت داتا گنج بخش سرکار کے مزار پرانوار کے پاس ہی گھوڑے پر سوار ایک بزرگ کی زیارت

کرائی گئی، پھر چندروز کے بعد انہی بزرگ کی زیارت گھوڑے پر سواری کرتے ہوئے کرائی گئی اور ایک مست فقیر نے اس گھوڑے کی لگام پکڑی ہوئی تھی، اس کے چندروز بعد ایک تنگ گلی کے سامنے ایک مزار مبارک دکھایا گیا جہاں ایک بزرگ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے، جس منزل کی آپ کونشاندھی کی گئی تھی آپ اس سے ناآشنا تھے۔

اب آپ کے دل میں یقین کی حد تک یہ بات بیٹھ گئی کہ اس منزل کا پتہ حضور داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے دربار کو ہر بار میں حاضری دینے کے بعد ہی پتہ چل سکے گا۔

حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر حاضری ☆: ایک دن آپ اہل خانہ کو بتائے بغیر گھر سے نکلے اور سیدھے لاہور پہنچ کر حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضری کے لئے ان کے دربار پہنچے۔ جب حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے احاطے میں داخل ہونے کے لئے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا ہی تھا کہ غیب سے آواز آئی۔ دس بجے، دس بجے، اس وقت شام کے سات بج رہے تھے۔

چنانچہ آپ الٹے قدم واپس پلٹے اور تین گھنٹے کا وقت بڑے ہی اضطراب اور بے قراری میں گزارا، انتظار کی گھڑیاں تھیں کہ ختم ہونے کا نام نہ لیتی تھیں۔ خدا خدا کر کے دس بجے اور آپ مزار پر انوار حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حاضر ہوئے، اور حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں سلام پیش کر کے۔ دربار شریف کا طواف کرنے کی نیت سے ایک طرف کو مڑے ہی تھے کہ آپ کو وہ مست فقیر جو خواب میں گھوڑی کی لگام پکڑے نظر آئے ان کے چہرے پر نگاہ پڑی تو فوراً پہچان لیا وہ چند آدمیوں کے جھرمٹ میں گھرے ہوئے تھے جو ان سے دعا کرانے کے لئے بار بار اصرار کر رہے تھے، آپ کو دیکھتے ہی ان مجذوب فقیر نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ سلیمان ہیں ان سے دعا کراؤ، یہ سلیمان ہے، یہ سلیمان ہے، اس کو سارا پتہ ہے، اسے کہو دعا کرے، وہ تمام آدمی ان مجذوب کے کہنے پر آپ کے پیچھے پڑے گئے اور کہنے لگے ہمارے لئے دعا کرو آپ نے فرمایا نہ ہی میں سلیمان ہوں اور نہ ہی میں فقیر ہوں اس بات کو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ مست فقیر میرے بارے ایسا کیوں کہہ رہے ہیں۔

بہر کیف رات کے پچھلے حصے جب وہ لوگ چلے گئے تو آپ ان مجذوب فقیر کو لے کر ایک ہوٹل میں چلے گئے ان کو چائے پیش کی اور خود بھی پی۔

آپ پانچ دن اس مجذوب کے ساتھ رہے کہ کسی طرح پتہ چل جائے کہ میری اگلی منزل کونسی ہے اور وہ ہستی کون ہیں جو گھوڑے پر سوار تھے اور تم نے لگام تھامی ہوئی تھی، مگر کیا مجال کہ اس مجذوب نے کوئی اتا پتہ بتایا ہو۔ بالآخر آپ تھک ہار کر چھٹے روز حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں آخری سلام عرض کر کے دربار سے نکلے اور لاہور ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے۔

حضرت شاہ شمس کے دربار کی حاضری ☆: لاہور سے آپ بذریعہ ٹرین ملتان کے لئے روانہ ہوئے اور ملتان پہنچ کر حضرت شاہ شمس سبزواری رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے اور اپنے معمول کے مطابق عبادت وریاضت، اوراد واذکار اور اس درویش بشیر شاہ کا بتایا ہوا وظیفہ اور پانچوں وقت کی نماز باجماعت باقاعدگی سے ادا فرماتے رہے، آپ نے رات کے وقت وظیفہ پڑھنے

کے لئے دربار شریف کی حدود میں واقع مسجد کے چبوترے کا انتخاب کیا، حضرت شاہ شمس کے دربار پر حاضری کا پانچواں روز تھا کہ اچانک آپ کی نگاہ رات کے وقت دربار شریف کے ساتھ ملحقہ قبرستان پر پڑی تو آپ کو ایک بزرگ ٹہلتے ہوئے نظر آئے، آپ اپنے وظیفہ میں مشغول تھے کہ آپ کے پاس وہی بزرگ یعنی (حضرت شاہ شمس سبزواری) تشریف لائے اور آپ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ تونسہ پہنچ جاؤں اور پھر بار بار فرماتے ہی گئے، تونسہ، تونسہ، تونسہ، تونسہ، تونسہ، تونسہ۔

صبح ہوئی تو آپ نے بازار سے چائے کے لئے ایک کیتلی، اور چائے کی پتی، چینی اور ایک عدد حقہ خریدا، اور پیدل ہی ملتان سے تونسہ شریف کی جانب چل دیئے حالانکہ زدراہ کے لئے آپ کے پاس معقول رقم تھی مگر کوچہ محبوب میں سواری پر سوار ہو کر جانا اچھا نہ سمجھا، اور پیدل چلتے چلتے ایک منزل پر چھوٹی سی مسجد میں نماز اور رات کے قیام کے لئے رکے وہاں ایک اجنبی سے ملاقات ہوئی تو اس نے آپ سے پوچھا کہاں جانا ہے، آپ نے جواب میں فرمایا تونسہ، یہ سنتے ہی اس نے حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی اپنی زبان سے تعریف کرتے ہوئے کہا کہ وہ بہت بڑے ولی اور غوث زماں ہیں اگر ان کا وجود مسعود نہ ہوتو تونسہ کچھ بھی نہیں ماسوائے ریت کے ٹیلوں کے۔

چنانچہ آپ وہاں سے اگلی منزل کی جانب روانہ ہوئے اور چلتے چلتے راستے میں ایک گڈریئے سے ملاقات ہوئی تو آپ نے پوچھا تونسہ شریف سے کتنی دور ہے، اس نے کہا کہ آپ تونسہ پہنچ گئے ہیں اب تو صرف ڈیڑھ میل کا سفر باقی ہے۔

یہ سن کر آپ نے اپنا سامان جو آپ کے پاس تھا وہ راستے میں کسی منڈیر پر رکھا اور بڑے ہی ذوق وشوق واشتیاق سے قدم بڑھاتے ہوئے نماز مغرب کے وقت تونسہ شریف کی جامع مسجد میں پہنچے اور نماز مغرب ادا فرمائی۔

تونسہ شریف میں خواجہ نظام الدین کی خدمت میں حاضری ☆: تونسہ شریف پہنچ کر رات مسجد کے قریب ہی قیام کیا صبح نماز فجر کے بعد حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پرانوار پر حاضری دی اور سجادہ نشین حضرت حافظ سدید الدین تونسوی کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ کے دل میں خیال گزرا کہ جو بزرگ خواب میں دیکھے نہ ہی یہ وہ بزرگ ہیں، اور نہ ہی وہ دربار ہے، اگلی رات وظیفہ میں مشغول تھے کہ آپ کو وہی دربار دکھایا گیا جو خواب میں دکھایا تھا، صبح ہوئی حضور پیر پٹھان کے دربار پر حاضری دے کر صدر دروازے پر پہنچے تو ایک نورانی صورت بزرگ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے ان سے پوچھا کہ یہاں کوئی اور مزار بھی ہے۔ تو انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا ہاں یہاں سے آگے تنگ گلی میں داخل ہوتے ہی سامنے حضرت پیر پٹھان کے پوتے خواجہ شاہ محمود تونسوی کا دربار ہے۔

دربار شریف کا پتہ بتانے والے نورانی صورت بزرگ حضرت خضر علیہ السلام تھے، آپ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت پیر پٹھان کے فیضان کا تصرف تھا کہ مجھے ان کے کوچے میں حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔

بہر کیف آپ وہاں سے چل کر اس تنگ گلی میں پہنچے آگے چل کر وہ دربار نظر آیا جس کی آپ تلاش میں تھے۔ نظر پڑتے ہی فوراً پہچان لیا، دربار پر حاضری دی وہاں موجود شخص سے پوچھا کہ اس دربار کے سجادہ نشین کون ہیں تو اس نے بتایا کہ حضرت خواجہ نظام الدین

تونسوی اس کے سجادہ نشین ہیں، جو صبح ۹ بجے شیش محل میں تشریف فرما ہوں گے۔

اسی اثناء میں حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کے دو صاحبزادے تشریف لائے اور آپ سے فرمایا کہ ہمارے واسطے دعا کرو، آپ نے نہایت عاجزی سے کہا کہ میں تو خود مرشد کی تلاش میں ہوں، اور سائل در اقدس پر حاضر ہے زہے نصیب اگر وہ قبول فرمالیں، یہ جواب سن کر صاحبزادوں نے فرمایا جس ہستی کے ہاتھ پر آپ نے بیعت ہونا ہے انہوں نے ہی ہمیں بھیجا ہے کہ جاؤ ایک مرد قلندر آیا ہے ان سے کہو دعا کریں۔

اتنے میں صبح کے نو بجے کا وقت ہو چلا تھا، آپ شیش محل تشریف لے گئے تو کیا دیکھا کہ حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمتہ اللہ علیہ صدر دروازے کے قریب ہی تشریف فرما ہیں، جیسے ہی آپ نے ان کے جمال جہاں آرا کو دیکھا تو فوراً پہچان گئے کہ یہ وہی ہیں جن کی زیارت خواب میں سواری پر بیٹھے ہوئے کی تھی، ادھر حضور خواجہ شاہ محمد نظام الدین تونسوی علیہ الرحمۃ نے آپ کو چار پانچ مرتبہ آنکھ بچا کر دیکھا کہ یہ بیچارہ بڑے تکلیف اٹھا کر یہاں پہنچا ہے۔

بہر کیف انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں آپ قدموں میں حاضر ہوئے مگر بات نہ ہو سکی۔ اگلے روز بھی ایسا ہی ہوا کہ زیادہ اجتماع کی وجہ سے بات نہ ہو سکی، نماز ظہر کا وقت ہوا آپ نے نماز ظہر حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ادا کی اور نماز کے بعد حضرت کے قدموں میں بیٹھ کر دل میں خیال کیا کہ ہمارا کام یہاں تک پہنچنے کا تھا، اب اگلا کام مالک حقیقی کا ہے، جو رضا اس کی ہے ہم اس پر راضی ہیں۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ شاہ نظام الدین تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے، اور بعد تکمیل مجاہدات اور منازل سلوک طے کرنے کے بعد انہی کے ہاتھوں خرقہ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔

مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت ہونے کے بعد آپ ایک ہفتے سے زیادہ تونسہ شریف میں اپنے مرشد کامل کے پاس ہی قیام پذیر رہے۔

سیرت و کردار ☆: آپ نے اپنی زندگی میں انتہا درجہ کے سخت مجاہدات اور چلّے کئے ہمہ وقت عبادت و ریاضت و مجاہدہ، ذکر و اذکار اور اوراد و وظائف میں مصروف رہتے، نماز پنج گانہ کا خصوصی اہتمام فرماتے، اشراق، اوابین، تہجد اور دیگر نوافل میں بھی کبھی کوتاہی نہ آنے دی۔

آپ کی ساری زندگی عبادات و مجاہدات و سلوک سے عبارت ہے، ایک لمحہ بھی یادِ خدا سے غافل ہو کے نہ گزارا۔

حسن اخلاق میں بے مثال اور سخاوت میں عدیم المثال تھے، دروازے پر آنے والے انسان تو الگ رہے حیوان اور دیگر بے زبان جانوروں کو بھی بھوکا نہ جانے دیا۔

اپنے شیخ کے طریقہ پر سختی سے کاربند رہتے، مشرب آپ کا قلندرانہ تھا، تمام عمر کوئی جائیداد نہ بنائی نہ ہی مال و دولت کو اپنے پاس نہ بھٹکنے دیا، خدمت خلق خدا کو اپنا شعار اور فرض اولین تصور فرماتے تھے۔

آپ ظاہر داری اور بناوٹ و ریاکاری، اور جھوٹے پیروں اور کالے عمل و سفلی عمل کرنے والوں کے سخت خلاف تھے۔

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سختی سے عمل پیرا تھے نہ کبھی خود سنت کے خلاف کام کیا نہ ہی دوسرے کو دیکھ کر برداشت کرتے تھے۔

آپ صلح کلیت کے سخت خلاف، دین اسلام وطریقت کے معاملات میں خدا کے احکام اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے پیشواؤں کی طریقت کی مکمل پاسداری فرماتے جھوٹ، بغض، عداوت، نفاق سے کوسوں دور تھے۔

اپنے شیخ کامل کی ہرادا کو اپناتے، ان کے ہر حکم پر فوری عمل پیرا ہوتے تھے بزرگان دین سے خصوصی نسبت ورغبت اور لگن تھی، جس علاقہ سے گزرتے اگر وہاں کسی بزرگ کا مزار ہوتا تو اولین فرصت میں وہاں حاضری دیتے اگر زندہ فقیر کی موجودگی کا پتہ چل جائے تو اس کے پاس بڑے ہی مؤدبانہ انداز میں چل کر جاتے۔

آپ میں مشائخیت کی بوتک نہ تھی، نہ ہی کبھی اپنے فقر وعلم اور خدا کے فضل وکرم کی بارش کو دیکھ کر تکبر کیا، ہمیشہ عاجزی کو اپنایا اور مسکینی کی حالت میں زندگی بسر کی۔

خداوند کریم نے آپ کو شان فاروقی سے نوازا ہوا تھا، کہ جب کبھی کسی کو حق بات کہنا چاہتے تو بڑے ہی بیباک انداز میں سخت سے سخت بات چاہے کتنا ہی بڑا جابر ہو سچ بات کہے بغیر نہ رہتے تھے۔

ارشادات وتعلیمات ☆: آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ دنیا میں تین گروہ ہیں، اول امراء، دوم علماء، سوم فقراء بادشاہ ہمیشہ امیروں میں سے بنتے ہیں، غریبوں سے نہیں، بادشاہ کی وراثت ملک، عالم کی وراثت دین اور فقیر کی وراثت اخلاق، بادشاہ بگڑے تو ملک تباہ ہوتا ہے، عالم بگڑے تو دین تباہ ہوتا ہے، فقیر بگڑے تو اخلاق تباہ ہوتا ہے۔

ان تینوں کے بگڑنے کی نشانیاں کیا ہیں بادشاہ تب بگڑتا ہے، جب رعیت پر ظلم ہونے لگے تو سمجھ لو کے بادشاہ بگڑ گیا، علماء کے بگاڑ کا سبب یہ ہے کہ جب وہ اللہ کا در چھوڑ کر کسی اور کے در پر اس نیت سے جائے کہ وہاں سے مجھے کچھ ملے گا، اور فقراء کے بگاڑ کا سبب یہ ہے کہ جب وہ حقیقت کو چھوڑ کر شعبدہ بازی پر آجائیں اور ان کے اخلاق گر جائیں اس سے آپ فی زمانہ امراء، علماء اور فقراء کو دیکھ لیں کیا حال ہے۔

۲ ☆: ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ہر آدمی یہ کہتا ہے کہ میں فلاں پیر کا بیت ہوں، حالانکہ لفظ بیت نہیں ہے، بلکہ بیعت ہے، یعنی بیچ میں ''ع'' آتا ہے اور لفظ بیعت نکلا ہے بیع سے۔ جس کا مطلب ہے بک جانا، فروخت ہو جانا، جب بھی کوئی آدمی کسی پیر کے ہاتھ پر بیعت ہوا، سمجھو وہ بک گیا، اب جو کچھ اس کی ملکیت ہے وہ بھی فروخت ہوگئی۔

یعنی اس کا اپنا کچھ نہ رہا اگر وہ سمجھتا ہے کہ میرا کچھ ہے، تو پھر بیعت نہیں بلکہ سیپ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی پیر صاحب گھر تشریف لائیں ان کو کھانا کھلا دیا جائے، کچھ نذر نیاز پیش کر دی، مگر حقیقت میں مرید وہی ہے جو بیعت کے بعد یہ سمجھے کہ اب میرا کچھ باقی نہ رہا ہے، بلکہ جس کے ہاتھ پر بکا ہوں اب مالک وہی ہے، قانون اور اصول یہ ہے کہ بیع ہمیشہ نقد ہوتی ہے، ادھار نہیں، اگر بیع ادھار ہوگی تو کسی بھی وقت فسق ہو سکتی ہے۔

اس سے ثابت یہ ہوا کہ اصل مرید وہ ہے جو فروخت ہو گیا، اور مرید ہونے کے بعد اس کی اپنی حیثیت کمزور ہوگئی، اب اس کا اپنا

کچھ نہ رہا مگر ہر چیز کے دو پہلو ہیں، جہاں پھول ہے وہاں کانٹا بھی ہے۔

دوسری طرف پیر بھی وہ ہوتا ہے جو مرید کو بیعت کرنے کے بعد مرید کی استعداد اور صلاحیت کے مطابق اسے اپنی اس منزل پر پہنچا دے جس کا وہ راہی ہے، شیخ کامل اس معاملہ میں پل بھر کا بھی ادھار نہ کرے، اس لئے کہ بیع نقد ہوتی ہے، ادھار نہیں۔

دوسری بات یہ کہ پیر آقا ہے اور مرید غلام، غلام ہمیشہ آقا کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے، آقا نہیں جب آقا نے غلام کے آگے ہاتھ پھیلا دیا تو پھر وہ آقا نہ رہا اس کا مطلب اور مراد یہ ہے کہ پیر کو مرید سے کچھ طلب نہیں رکھنی چاہئے۔

۳ ☆: آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر طالب کو اتنا معلوم ہو جائے یا علم ہو کہ یہ فقیر اتنا کامل ہے یا وہ اتنی نظر رکھتا ہے اور وہ فقیر کی منزل کو سمجھتا ہو تو اسے کسی کے پاس جانے کی ضرورت ہی نہیں، تاہم طالب کو تین چیزیں مدنظر رکھنی چاہیں، پہلی یہ کہ اس نے بذریعہ خیبر میل راولپنڈی جانا ہے تو پہلے وہ پوری تسلی کرلے کہ وہ جس گاڑی پر سوار ہو رہا ہے، اس کے انجن کا منہ واقعی راولپنڈی کی طرف ہے۔

ایسا نہ ہو کہ وہ خیبر میل کا نام سن کر کراچی جانے والی خیبر میل میں بیٹھ جائے اور بجائے راولپنڈی جانے کہ کراچی پہنچ جائے۔

دوسرے اس بات کی اچھی طرح تسلی کرلے جس ڈبے میں سوار ہو رہا ہے، اس کی ہک اگلے ڈبوں سے ملی ہوئی ہے، ایسا نہ ہو کہ انجن ڈبے کھینچ کر چلا جائے اور وہ وہاں ہی کھڑا رہ جائے۔

تیسری بات کہ ٹکٹ ضرور خریدنا چاہئے، کیونکہ بغیر ٹکٹ پکڑا جائے گا، جب ان تین باتوں کی تسلی ہو جائے تو پھر فرق نہیں آئے گا۔

اسی طرح جب فقیر کے پاس جائے تو اس بات کی تسلی کرلے کہ آیا اس کا کوئی سلسلہ طریقت بھی ہے یا نہیں، آیا کہ اس کا شجرہ اس سے ملتا ہے یا نہیں، دوم یہ کہ جس فقیر کے پاس گیا ہے آیا وہ شریعت وطریقت کا پابند بھی ہے یا نہیں اس لئے کہ

خلاف پیمبر کسے راگزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

تیسری بات کیا وہ بلند اخلاق ہے یا نہیں، اس کے قول وفعل میں کوئی تضاد تو نہیں کیا وہ ریاکاری کے لئے ہی سب کچھ نہ کر رہا ہو۔

جب یہ چیزیں آپ دیکھ لیں اور پھر اس کی بیعت اختیار کرلیں انشاء اللہ ایمان کو کوئی خطرہ نہ ہوگا۔

۴ ☆: آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ **کن فیکون** دو لفظ ہیں، **کن**، **فیکون**، **کن** ذات ہے، **فیکون** صفات ہے، ذات حق نے فرمایا تھا **کن**، ہو جا، **فیکون** ہو گیا، تو پھر ماسوائے ذات حق جو کچھ بھی خلق ہوا، وہ اصل کی صفات ہیں، اور کل صفات کا مجموعہ اسم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، ساری کائنات اس اسم پاک ہی کا صدقہ کھا رہی ہے۔

تو بیان یہ ہو رہا تھا کہ **کن** ذات، **فیکون** صفات، **کن** دار لبقا، **فیکون** دار الفناء **کن** ذات سے بلا واسطہ فیض صرف سرکار نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے۔

وہ بھی دو طریقہ سے، یا بذریعہ وحی، یا بذریعہ لی مالا جسے ابہام کہتے ہیں، ہمارا فیض صفات میں ہے، مثال کے طور پر آم کا پیڑ ہے، اس کی صفت ہے پھل دینا تو ہم پھل کھا رہے ہیں، تنے کو تو کسی نے دانتوں سے کاٹا نہیں، اسی طرح ڈاکٹر ہے اس کی صفت ہے دوائی

دینا، ہمیں دوائی سے فیض ہورہا ہے، بہ نسبت اس کے آپ ڈاکٹر صاحب سے کتنے ہی بغل گیر ہوجائیں شفا حاصل نہ ہوسکی، شفا دوائی سے حاصل ہوتی ہے، اس لئے کہ ہمارا فیض صفات میں ہے، ذات میں نہیں۔

۵☆: آپ فرماتے ہیں کہ جس طرح ایک ہی باپ کی اولاد کی شکلیں آپس میں نہیں ملتیں، ان کے بخت جدا جدا ہیں، اسی طرح ہر فقیر کا راز جدا ہے، جو راز ایک فقیر پہ کھلا وہ دوسرے پر نہیں کھلتا۔

۶☆: آپ فرماتے ہیں کہ، دنیا چار حروف کا مجموعہ اور رقم ہے، ''د'' سے مراد کہ جس کے پاس دنیا ہے، اس کے پاس دین نہیں، اور جس کے پاس دین ہے اس کے پاس دنیا نہیں، دین اور دنیا دونوں حقیقی بہنیں ہیں، جو ایک خاوند کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ ''ن'' سے مراد یہ ہے کہ دنیا۔ اللہ تعالیٰ کا نافرمان بناتی ہے، ''ی'' سے مطلب ہے کہ دنیا شیطان کا یار بناتی ہے، ''الف'' سے مطلب کہ دنیا انسان کو انسان سے لڑاتی ہے جتنے بھی مقدمات عدالتوں میں چل رہے ہیں، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر تو نہیں، یہ سب دنیا کا ہی کمال ہے، دنیائے لغوی معنی ہی ذلیل وخوار اور کمینی ہے۔

۷☆: آپ فرماتے ہیں کہ عبادت کے تین درجے ہیں، اول عبادت، دوم عبودیت، سوم عبدیت عبادت وہ جو عام مخلوق کر رہی ہے، اس کا صلہ یہ ہے کہ آپ دنیا میں مقبول ہوجائیں گے، کوئی آپ کو عالم وفاضل کوئی متقی کوئی عابد وزاہد کہے گا، مطلب یہ کہ ہر کوئی آپ کو نیک سمجھے گا۔ عبودیت، عبودیت کی چار شرطیں ہیں، اول ترک لذت، دوم ترک شغل، سوم ترک ہوا، چہارم ترک دنیا، ہر وہ چیز دنیا ہے جو تمہیں خدا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غافل کرے۔ جب یہ چار شرائط آپ پر وارد ہوگئیں تو پانچویں شرط اپنے اوپر وارد کرنا پڑتی ہے، کہ جو کچھ اس کائنات میں ظہور پذیر ہورہا ہے، اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہورہا ہے، جب آپ ان پانچ شرائط پر گامزن ہوگئے تو پھر مقام عبودیت میں آملیں گے، اس کا صلہ غوثیت، قطبیت، ابدال کے مذہب والی فقیری جس کے قائل تو ہے۔ رہا جنت کا معاملہ تو جنت کوئی خالہ جی کا گھر نہیں ہے۔

عبدیت، یہ مقام قلندر ہے، کہ ایک قدم دنیا سے اٹھا، دوسرا قدم آخرت سے اٹھا اور واصل حق ہوجا، یعنی ایک خشخاش کے دانے کے برابر بھی تیرے دل میں ماسوائے ذات حق کوئی گیر محبت نہ رہے، جب تک تیرے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی غیر اللہ کی محبت ہے تو، تو معرفت الٰہی سے خالی ہے۔

تبلیغی جماعت آپ کے دروازے پر☆: ایک مرتبہ تبلیغی جماعت کے پندرہ سولہ افراد آپ کی خانقاہ کے قریب مسجد میں آئے، انہوں نے بستر وغیرہ مسجد میں رکھ کر نماز عصر ادا کی، آپ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور فرمایا بھئی میرے پاس کافی سارے حجرے اور کمرے ہیں آپ مسجد میں قیام کرنے کی بجائے کسی بھی حجرے میں قیام کریں۔

ان میں سے ایک آدمی بولا نہیں جناب ہم تو مسجد میں ہی قیام کریں وہیں رات کو آرام کریں گے۔

آپ نے فرمایا کیا مطلب؟ اس نے پھر وہی الفاظ دہرائے، کہ ہم خانۂ خدا میں ہی رات بسر کریں گے۔

آپ نے فرمایا بھئی ہم کم علم آدمی ہیں، اس لئے سمجھ نہیں پا رہے، تب ان کا امیر بولا۔ کہ اس کا مطلب ہے کہ ہم خدا کے گھر (مسجد

)میں ہی قیام کریں گے۔ آپ نے فرمایا۔ معاف کرنا۔ مسجد تو خدا کا گھر نہیں، البتہ خدا کی عبادت کے لئے مخصوص جگہ ہے، آپ لوگ دیکھ سکتے ہیں کہ مسجد میں قرآن کریم موجود ہیں، آپ اگر مسجد میں موجود ہوں اور آپ کی ریح خارج ہو جائے، اگر آپ کو مسجد میں سوتے ہوئے احتلام ہو جائے تو اس صورت میں کیا مسجد کی چٹائی یا صف پاک رہے گی، کیا آپ ہمیں بتا کر جائیں گے کہ چٹائی صف وغیرہ صاف کر لینا آپ نے فرمایا اگر میری بات غلط ہو تو بتائیں اور بات جو بھی ہو دلیل سے ہوگی قرآن وحدیث کی رو سے ہوگی۔

آپ لوگوں میں سے کسی کی عمر بائیس سال ہوگی، کسی کی پچاس سال حتیٰ کہ ایک دو کی عمر صرف سترہ سال بھی ہے، اگر مسجد خدا کا گھر ہے، تو یہ بتلائیں کہ آپ لوگ پانچوں وقت مسجد میں جاتے ہیں، ذرا قسم کھا کر بتائیں کہ کبھی (مکین) یعنی گھر والا بھی ملا ہے، جبکہ ثابت ہو گیا ہے کہ ہر کوئی اپنے اپنے وقت پر گھر واپس ضرور لوٹتا ہے، یہ سن کر تبلیغی جماعت والے تمامی افراد خاموش کھڑے رہے اس کے بعد آپ نے فرمایا قرآن میں اللہ تعالیٰ موجود نہیں ہے، اگر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ موجود ہوتا تو حافظ قرآن سے تمام عمر کوئی غلطی سرزد نہ ہوتی، پھر فرمایا کہ خانہ کعبہ میں بھی اللہ تعالیٰ موجود نہیں، اگر خانہ کعبہ میں موجود ہوتا تو حاجی صاحبان واپس آ کر غلط کام نہ کرتے۔

اس کے بعد آپ نے تبلیغی جماعت کے ان لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا مسجد میں جانا ضروری ہے۔ لیکن دکھلاوے کے لئے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری اور نمازوں میں قبول کرانے کے لئے، اسی طرح قرآن پڑھنا ضروری ہے مگر قاری یا حافظ کہلانے کے لئے نہیں، بلکہ راہ ہدایت حاصل کرنے کے لئے، خانہ کعبہ ضرور جاؤ مگر حاجی کہلانے کے لئے نہیں، بلکہ خدا کو راضی کرنے اور اپنا حج قبول کرانے کے لئے، آپ کی یہ نصیحت آموز گفتگو سن کر تبلیغیوں کا امیر بڑے ادب سے گویا ہوا، جناب آپ نے تینوں مقام جو اعلیٰ ارفع ہیں، ثابت کر دیا، کہ ذات حق ان مقامات پر موجود نہیں، تو پھر یہ بتائیں اللہ تعالیٰ کہاں رہتا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کیا آپ لوگوں نے نہیں پڑھا **قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰہ** وہ کہنے لگا ہاں کیوں نہیں ضرور پڑھا ہے۔

آپ نے فرمایا تو پھر ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات صرف اور صرف مومنین کے قلب میں سما سکتی ہے،

اسی مقام پر علامہ اقبال فرماتے ہیں

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پا سکیں
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

دوسرے مقام پر علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

نہ تو اندر حرم گنجی نہ دربت خانہ می آئی
ولیکن سوئے مشتاقاں چہ مشتاقانہ می آئی

ترجمہ☆: نہ تو کبھی مسجد میں نہ ہی بت خانہ میں آیا ہے، مگر اپنے عاشقوں کی طرف کیسے محبوبانہ انداز میں آتا ہے، یعنی مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

آپ کی گفتگو سن کر وہ جانے لگے تو آپ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کا مغالطہ نکال دوں اور یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو کے

مومن اور مسلمان میں فرق ہے، اگر فرق نہ ہوتا تو قرآن حکیم میں الگ الگ نہ پکارا جاتا، یعنی مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اسی طرح مومن مرد اور مومنہ عورتیں، شرط مومن کے قلب کی ہے۔ نہ کے مسلمان کے قلب کی، کہیں آپ لوگ اپنا قلب نہ ٹٹولنا شروع کر دینا، اور میرے خیال کے مطابق مسلمان ہونا بھی بڑی دور کی بات ہے۔

کچھ نہ سمجھے ہو نہ بوجھے ہو کہ وہ کیا چیز ہے
نام تم نے سن لیا ہے زاہد اللہ کا

اس کے بعد تبلیغی جماعت کے امیر نے آپ سے اجازت چاہی اور مسجد میں سے اپنا سامان اٹھا کر جہانیاں شہر چلے گئے۔

کشف و کرامات ☆: ایک دن آپ اپنے آستانہ عالیہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک نوجوان درویش کالا لباس پہنے پاؤں میں گھنگرو باندھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے بڑی شفقت و محبت سے بٹھایا، کھانے کا وقت تھا خانقاہ کے خادم نے لنگر پیش کیا۔ لنگر کھاتے ہوئے اچانک اس کی نظر سامنے دیوار پر لگے ہوئے پتھر پر پڑی جس پر کنندہ تھا، "حق بوعلی قلندر" پاک وہ درویش آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ حضرت شہباز قلندر کے سوا کوئی دوسرا قلندر نہیں۔

اس کی بات سن کر آپ نے فرمایا آپ کھانا کھائیں، آپ اپنے علم کے مطابق درست فرما رہے ہیں، اس نے دوبارہ وہی کلمات دہرائے، کہ حضرت لعل شہباز قلندر کے سوا کوئی دوسرا قلندر نہیں، تب بھی آپ نے یہی فرمایا ہاں آپ ٹھیک ہی فرما رہے ہیں، اس کے بعد وہ بڑے جلال میں بولا پاکستان میں کوئی ایسا درویش نہیں جو میرے پاؤں پہ پاؤں رکھ سکے۔

اس کی بات سن کر آپ نے فرمایا پاکستان میں بڑے بڑے مرد کامل موجود ہیں، اب اپنی زبان بند کر لو، وگرنہ میری ایک نظر تیرے جسم پہ پڑنے کی دیر ہے تیرے جسم کی رگوں کا خون منجمد ہو جائے گا، اس بے ادب نے بڑی بے باکی سے جواب دیا کہ پھر دیر کا ہے کی ہے۔

چنانچہ جب آپ کی نگاہ اس پر برق بن کر پڑی تو اس پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی اور اس کے وجدانی کیفیت میں وہ اپنا سر زمین پر پٹخ رہا تھا، اور زبان حال سے بار بار کہہ رہا تھا۔ حق بوعلی قلندر، حق بوعلی قلندر، حق بوعلی قلندر۔ جب وہ ہوش میں آیا اور اس کی وجدانی کیفیت سرد ہوئی تو آپ نے فرمایا، ہاں بھئی پتہ چلا کہ بوعلی قلندر بھی ہیں۔

جب اس کی حالت سنبھلی تو واقعتاً اس نوجوان درویش کا خون خشک ہو چکا تھا اور اتنا خوبصورت جوان پل بھر میں ایسا نظر آ رہا تھا جیسے برسوں سے ضعف جگر کا مریض ہو، اس نے اپنے پاؤں سے بندھے گھنگرو اتارے اور آپ کے قدموں پہ رکھ کر نہ معلوم منزل کی جانب چلا گیا۔

کرامت نمبر ۲ ☆: جوہر آباد کے نواحی چک نمبر ۵۰ ایم بی کے رہائشی محمد نذیر کو حالت خواب میں آپ سرکار کی کئی مرتبہ زیارت ہوئی، تو محمد نذیر نے تلاش شروع کر دی کہ یہ کون ہستی ہیں جن کی مجھے زیارت کرائی جا رہی ہے۔

جب کہیں نہ پتہ چلا تو وہ سلطان العارفین حضرت سلطان محمد باہو قادری رحمتہ اللہ علیہ کے دربار گوہر بار شور کوٹ میں حاضر ہوا۔

نوٹ ☆: حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ذیشان ہے کہ جو کسی خاص مقصد کے حل کے لئے

میرے دربار پر حاضری دے گا، تین دن کے اندر اسے اس کا مقصود حاصل ہو گا۔

چنانچہ حضرت سلطان العارفین کے مزار پر حاضر ہو کر اس نے دعا کی تو خواب میں حضرت سلطان باھو سرکار رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رحیم یار خان میں ایک فقیر ہیں ان کے آستان کا نام آخری رام گاہ ہے، لہٰذا وہاں پہنچو گو ہر مقصود ہاتھ آ جائے گا۔

محمد نذیر حکم ملتے ہی شورکوٹ سے سیدھا رحیم یار خان آپ کے آستان پر پہنچا تو اس وقت آستان میں محفل سماع ہو رہی تھی، وہ ایک جگہ بیٹھ گیا اور محفل کا رنگ دیکھ رہا تھا کہ آپ سرکار رحمتہ اللہ علیہ کی نظر جب نذیر پر پڑی تو اس کی عجیب سی کیفیت ہو گئی، اور زار و قطار رونے لگا، اور اسی کیفیت میں کبھی قوالوں پر روپے لٹا تا اور کبھی آپ کے قدموں میں گر جاتا تھا، جب محفل سماع ختم ہوئی تو آپ نے نذیر کو پاس بلا کر حال واحوال پوچھا تو اس نے اپنی روداد حیات بیان کی، اس کی بات سن کر آپ نے فرمایا اچھا اب آرام کریں، خداوند کریم سب اچھا کر دیں گے۔

چنانچہ رات گزری صبح سویرے محمد نذیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اب آپ گھر چلے جائیں، اور گھر پہنچتے ہی راز کھل جائے گا۔

محمد نذیر بادل نخواستہ ڈیرہ پاک سے باہر آیا تو اس کی ملاقات خلیفہ محمد اشرف شاہ سے ہو گئی، اشرف نے پوچھا کیوں بھئی واپس جا رہے ہو، نذیر نے جواب دیا ہاں واپس جا رہا ہوں، مگر نا امید ہو کر، میں سفر کی جتنی صعوبتیں اور تکلیفیں برداشت کر کے جس مقصد کے لئے یہاں آیا تھا وہ مجھے حاصل نہیں ہوا۔

خلیفہ محمد اشرف نے پوچھا حضرت باباجی سرکار رحمتہ اللہ علیہ نے کیا فرمایا ہے، نذیر نے جواب دیا کہ صرف اتنا فرمایا ہے کہ گھر پہنچنے پر راز کھل جائے گا۔

یہ سن کر خلیفہ محمد اشرف نے کہا کہ اگر آپ نے فرمایا ہے تو پھر زبان بند رکھ اور جلدی سے گھر پہنچ جا، میرے باباجی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان پورا نہ ہوا تو گلہ کرنا۔

چنانچہ محمد نذیر گھر پہنچا تو اس کی حالت ہی بدل گئی، اور وہ گھر والوں سے الگ تھلگ رہنے لگا، اور اس کے چک یعنی گاؤں میں کوئی بھی واقعہ رونما ہونا ہوتا تو محمد نذیر لوگوں کو پہلے ہی بتا دیتا کہ فلاں وقت فلاں دن ایسا ایسا ہو گا۔ اور پھر واقعتاً ایسا ہی ہوتا، اور محمد نذیر سے عجیب وغریب واقعات رونما ہونے لگے، جس کی وجہ سے علاقہ بھر میں کہرام بپا ہو گیا، کہ نذیر کو ولایت کہاں سے مل گئی، ابھی کل تک تو یہ ہمارے جیسا عام آدمی تھا اور اب یہ باطن کی خبریں دینے لگا ہے۔

ایک دن کافی سارے آدمی اکٹھے ہو کر نذیر کے پاس آئے اور اصرار کرنے لگے کہ بھائی نذیر ہم سب آپ کے پیر و مرشد کا دیدار کرنا چاہتے ہیں۔

لہٰذا ہم سب کی آپ سے درخواست ہے کہ آپ اپنے پیر و مرشد کو اپنے گھر آنے کی دعوت دیں، تا کہ ہم سب لوگ ان کی زیارت سے مستفید ہو سکیں۔

چنانچہ ان کے بار بار اصرار پر محمد نذیر آخری آرمگاہ رحیم یار خان پہنچ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا حضور میرے علاقے کے لوگ آپ کی زیارت کے لئے بے تاب ہیں، لہٰذا میری گزارش ہے کہ میری دعوت قبول کرتے ہوئے غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمائیں تو بندہ پروری ہوگی۔

محمد نذیر کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے آپ اس کے ہمراہ چک نمبر ۱۵۰ ایم بی جوہر آباد تشریف لے گئے، محمد نذیر نے رات کو محفل سماع کا خصوصی اہتمام کیا اور علاقہ بھر کے لوگوں کو دعوت بھی دی۔

جونہی رات ہوئی پورے علاقے کے لوگ بالخصوص میجر حیات، محمد تاج، میجر وزیر علی اور سردار محمد وغیرہ جیسے علاقہ کے بااثر لوگ بھی محفل موجود تھے۔ آپ کے سامنے انتہائی مؤدبانہ طریقہ سے بیٹھے ہوئے زاروقطار رو رہے تھے، جس کی وجہ سے علاقہ بھر میں آپ کی دھوم مچ گئی کہ واہ بھئی واہ فقیر نے بگڑے ہوئے سیدھے کر دیئے، اور پھر وہ شخصیات جو کسی کو اپنے سامنے خاطر میں نہ لاتی تھیں وہ فقیر کے سامنے ایسے بیٹھے ہیں کہ جیسے ان جیسا کمزور وناتواں کوئی ہے ہی نہیں، صبح کو سینکڑوں افراد بیعت کے لئے حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ، میں پیر نہیں فقیر ہوں، میرا رجوع تو صرف ذات حق تعالیٰ ہے، جس کو منظور ہو وہ بیٹھ جائے، وگرنہ چلا جائے۔

کرامت نمبر ۳ ☆: ایک دن آپ کی خدمت میں قاری محمد اشتیاق جو آنکھوں سے نابینا تھے، حاضر ہوئے اور عرض کی حضور میں صرف اور صرف آپ کے دست مبارک پر بیعت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

آپ نے فرمایا قاری صاحب کیا آج جمعۃ المبارک ہے، انہوں نے عرض کی حضرت میں بات کو سمجھا نہیں، آپ نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے دن اکثر دوکانیں بند ہوتی ہیں کیا آپ کو کوئی باشرع پیر صاحب نہیں ملے، ہم تو رند ہیں۔

لہٰذا آپ کسی دوسرے باشرع فقیر کے ہاتھ پر جا کر بیعت ہو جائیں مگر قاری صاحب آپ کے ہاتھ پر بیعت ہونے کے لئے مصر تھے۔

آپ نے قاری صاحب پر نظر شفقت فرمائی تو قاری صاحب کی عجیب کیفیت ہوگئی، صبح ہوئی تو آپ نے اپنے دو ملنگ قاری صاحب کے ہمراہ روانہ کئے اور فرمایا کہ ان کو ریل گاڑی میں سوار کرآؤ۔

اس کے بعد سے قاری صاحب گاہے بگاہے آپ کی خدمت اقدس میں حاضری دیتے رہے، اور اپنے اوپر وارد ہونے والے واقعات آپ کی خدمت میں عرض کرتے رہے۔

ایک مرتبہ آستانہ پاک آخری آرامگاہ میں گیارہویں شریف کی محفل پاک تھی اتفاق سے قاری صاحب بھی آئے ہوئے تھے، قوال حضرات نے عارفانہ کلام پیش کیا۔ جب محفل ختم ہوئی تو قاری اشتیاق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے حضور میرا نام قاری اشتیاق ہے، لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ آپ میرا نام اشتیاق کی بجائے فیروز ثانی رکھ دیں، آپ نے فرمایا قاری صاحب وہ کیوں، تو قاری صاحب نے عرض کی حضور میں اپنی باطنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ نشان ربوبیت آپ پر طاری ہے، اور آپ کے سینے سے نور چھن چھن کر میرے سینے میں منتقل ہو رہا ہے، اور حضرت غوث الاعظم سرکار، حضرت سلطان باہو سرکار نے چوتھے آسمان پر میری ولایت کی گواہی دی ہے، آپ بھی ولی اللہ اور میں بھی ولی اللہ، لہٰذا آپ میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں رہا، اسی لئے میں نے عرض کیا ہے کہ اب میرا

نام فیروز ثانی رکھ دیجئے۔

قاری صاحب کی یہ بات سن کر خانقاہ کے ملنگ قاری صاحب کو مارنے کے لئے دوڑے تو آپ نے ملنگوں کو سختی سے منع کر دیا، بلکہ ان کو حکم دیا کہ قاری صاحب کو ٹانگہ میں بٹھا کر ریل گاڑی پر سوار کرآؤ۔

اس واقعہ کے چوتھے روز قاری صاحب دوبارہ آستانہ عالیہ پر دور ہی سے واویلا کرتے ہوئے حاضر ہوئے، اور کہنے لگے بابا جی میں لٹ گیا، میرا سینہ بالکل صاف ہو گیا۔ آپ نے پاس بلا کر پوچھا کیوں قاری صاحب کیا ہوا، قاری صاحب کہنے لگا حضور حق جی لعل شہباز قلندر، سرکار نے میرے منہ پر پانی چھینٹے مارے اور اشرف شاہ نے میری ٹوپی اتاری، اب میں کورے کا کورا رہ گیا ہوں جیسا کہ پہلے روز خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

آپ نے پر جلال لہجے میں فرمایا قاری صاحب یاد رکھو مرید چاہے کتنے ہی بلند مرتبہ پر فائز ہو جائے، وہ کتنی ہی پرواز پر چلا جائے، وہ مرید پھر بھی مرشد کی ماہیت کو نہیں پہنچ سکتا، لہٰذا اب واپس چلے جاؤ اور فیروز ثانی بنے رہو۔

آخری آرامگاہ سے منڈی جہاں نیاں تک ☆: آپ اپنے شیخ کامل حضرت خواجہ غلام نظام الدین تونسوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کے بعد ملتان، لاہور، کوئٹہ اور فتح پور پنجابیاں اور سندھ میں سہون شریف و دیگر مقامات پر بہت سے بزرگوں کے فیضان و عرفان اور ان کے مزارات مقدسہ پر قیام کے بعد اپنے ایک مرید فضل دین کے اصرار پر بستی مالک پور صادق آباد روڈ رحیم یار خان میں مستقلاً قیام پذیر ہو گئے، اور گیارہ کنال نو مرلے جگہ پر آستانہ تعمیر کر کے آپ نے اس کا نام ''آخری آرامگاہ'' رکھا، اس عظیم الشان آستانے کے ساتھ آپ نے خوبصورت مسجد بھی تعمیر کروائی اور آستانے کے صحن میں حضرت قلندر پاک کا نشان (یعنی پرچم) بھی لہرایا دیا۔ اور کافی عرصہ تک وہاں مخلوق خدا کی رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دینے کے بعد آپ نے منڈی جہانیاں کے مریدین کے پرزور اصرار پر ۲۶ ستمبر 1970ء کو ڈیرہ آخری آرامگاہ کو چھوڑا اور منڈی جہانیاں تشریف لے آئے۔

۲۴/۱۰/۱۹۷۰ء کو آپ نے ایک بیگھا زمین حاصل کر کے چک نمبر ۱۰ انزد منڈی جہانیاں میں قطعہ اراضی حاصل کیا اور دو ماہ کے قلیل عرصہ میں ایک خوبصورت خانقاہ معلیٰ کی تعمیر مکمل کر کے یکم دسمبر 1970ء کو اس میں قلندر پاک کا نشان لہرادیا، جہاں آپ ہر سال سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رزی زر بخش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سالانہ عرس مقدس بڑی دھوم دھام سے کراتے تھے، اور پھر بعد از وصال آپ کی مرقد منورہ بھی اسی جگہ کی گئی جہاں آپ نے پہلے ہی فرما دیا تھا وہیں مزار پر انوار مرجع خاص و عام ہے۔

اولاد و امجاد ☆: خداوند کریم نے اپنے فضل سے آپ کو دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں عطا فرمائی تھیں، جن میں آپ کے صاحبزادے جناب محمد یوسف فیروزی، اور جناب صاحبزادہ منور حسین فیروزی کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

خلفائے نامدار ☆: آپ نے جن حضرات کو اپنے دست مبارک سے خرقہ خلافت سے نوازا تھا، ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

جناب خلیفہ صوفی غلام محمد چک ۱۸۳۔۹ ایل ہڑپہ، بابا سید ریاض حسین شاہ چونگی امر سدھو لاہور، خلیفہ محمد رمضان شاہ، پرویز والا

منڈی جہانیاں۔ خلیفہ محمد اشرف شاہ، باباجی سلوک علی شاہ بھکر، حضرت صاحبزادہ الحاج منیر احمد صابری رحمتہ اللہ علیہ آستانہ عالیہ ماڑی بگیال شریف، حضرت بابا سید ریاض حسین شاہ فیروزی چشتی نظامی، سید نگر علی پور چھٹہ ضلع حافظ آباد، خلیفہ محمد صادق چشتی فیروزی آستانہ عالیہ ساہیوال شریف، خلیفہ سید تصور حسین شاہ رحیم یار خان پاکپتن اور جناب خلیفہ بابا خادم حسین فیروزی جو کہ آپ کے دربار کے سجادہ نشین بھی ہیں کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

وصال باکمال ☆: مورخہ 29 دسمبر بروز اتوار 1974ء صبح دس بجے کے قریب آپ اپنے مرشد خانے تونسہ شریف اپنے بیس پچیس مریدین کے ہمراہ تشریف لے گئے تمام مزارات بالخصوص اپنے شیخ کامل حضرت خواجہ غلام نظام الدین چشتی نظامی تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے دربار پر حاضری دی، اور رات قیام فرما کر اگلے روز 30 دسمبر کو اپنی خانقاہ معلیٰ منڈی جہانیاں واپس تشریف لے آئے۔

5 جنوری بروز اتوار 1975ء بمطابق ۲۱ ذالحج ۱۳۹۴ھ کو صبح کے وقت آپ نے غسل کیا اور لباس تبدیل کیا، غسل سے فارغ ہو کر آپ نے اپنی خانقاہ معلیٰ کے ملنگوں درویشوں اور مریدین جو وہاں موجود تھے سے فرمایا کہ آج ہماری تیاری ہے، اسی دن آپ کا وصال باکمال ہو گیا۔

مزار پر انوار چک نمبر ۱۰ ازد منڈی جہانیاں شریف، تحصیل وضلع خانیوال میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں اہل عقیدت ومحبت آج بھی حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آج کل آپ کے دربار کے سجادہ نشین جناب حضرت بابا خادم حسین فیروزی چشتی نظامی مدظلہ العالی ہیں، جو کہ بڑے ہی احسن انداز میں سلسلہ عالیہ کی خدمات کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سید غلام محی الدین شاہ المعروف بابو جی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: امام العارفین، سلطان العاشقین، محبوب الاولیاء، فنا فی الرسول، پناہ جان ایقان، وکان عرفان، نقش لاثانی، حضرت قبلہ پیر سید محی الدین شاہ گیلانی الحسنی والحسینی المعروف قبلہ بابو جی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث زماں فاتح قادیاں تاجدار گولڑہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی علیہ الرحمۃ کے اکلوتے فرزند ارجمند و جانشین ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۸۹۱ء دسمبر بمطابق ۹۔۱۳۰۸ کو گولڑہ شریف ضلع اسلام آباد کے روحانی مرکز میں ہوئی۔

جس وقت آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو اعلیٰ حضرت تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ کو دستور زمانہ کے مطابق خوشخبری سنائی گئی تو کہنے والے نے کہا کہ حضور مبارک ہو تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے مبارک کے لفظ سے سمجھا کہ شاید مجھے خدا مل گیا ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ہر شخص کو اولاد نرینہ کی خوشی ہوتی ہے۔ لیکن مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ ہمارے گھر میں ایک اللہ اللہ کرنے والی روح کا ورود ہوا ہے۔

چنانچہ ہوا بھی اسی طرح اور دنیا جانتی ہے کہ آپ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے حالت سفر ہو یا حضر زندگی کے ہر پہلو میں آپ کبھی بھی ذکر خدا سے غافل نہ ہوئے۔

حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ کے مرید خاص ملک خدا بخش ٹوانہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ اپنے بالا خانے پر تشریف فرما تھے کہ دور سے حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ آتے ہوئے نظر آئے۔ حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ غلام محی الدین ہے۔ پھر متبسم ہو کر فرمایا دیکھو گھوڑا بھی دوڑاتا ہے۔ مگر اپنے کام میں بھی (یعنی) یاد حق میں برابر مشغول ہے۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ کی تعلیم و تربیت حضور قبلہ تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ کے زیر سایہ علم و فضل کے گہوارے میں ہوئی چونکہ حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ نے روز ازل سے ہی جان لیا تھا کہ یہ نہال گلشن نبوت اس دور قحط الرجال میں رشد و ہدایت کا مرکز و محور بنے گا اسی لئے آپ کو ظاہری و باطنی علوم سے مزین کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ فرمایا۔

یوں تو سادات کا گھرانہ اخلاق حسنہ کا ایک مکمل نمونہ ہوتا ہے اور انہیں شرح صدر ابتدا ہی سے حاصل ہوتا ہے اور ان کا سینہ علوم ظاہری و باطنی کا خزینہ ہوتا ہے مگر آپ اس لحاظ سے بہت ہی خوش قسمت ہیں کہ آپ کی تعلیم و تربیت اور پرورش خود حضور تاجدار گولڑہ نے

فرمائی تھی اوراس کے علاوہ اپنے وقت کے جید علمائے کرام قرأ حضرات اور عارفین نے بھی خصوصی توجہ کے ساتھ آپ کی تعلیم وتربیت پر زور دیا۔

آپ کے مشاہیر اساتذۂ کرام☆: آپ نے علم قرآت وتجوید استاذ القرأ قاری عبدالرحمٰن جونپوری سے حاصل فرمایا تھا قاری عبدالرحمٰن صاحب جوکہ اُس زمانے کے مشہور قرأمیں سے تھے اور اپنے فن کے یگانہ روزگار تھے جونپور اور دیگر اضلاع میں انہی کے دم قدم سے فن تجوید کی روشنی پھیلی تھی دیگر علوم دینیہ کی تحصیل مولانا محمد غازی علیہ الرحمۃ سے کی۔ اسرار علوم، باطنیہ کی تعلیم وتحصیل حضور تاجدار گولڑہ کی مجلس اور فیضان نظر سے حاصل کئے۔ اسی طرح حضور تاجدار گولڑہ نے بھی آپ کی تعلیم وتربیت پر خصوصی اور کڑی نظر رکھی حضر ہو یا سفر کسی حالت میں بھی توجۂ خاص میں کمی نہ آنے دی۔

حالت زمانہ طالب علمی☆: آپ نے حصول علم کے لئے دور دراز مقامات کے سفر بھی کیے اور اس دوران سختی زمانہ کو بھی برداشت کیا۔ آپ اپنے ساتھی طلباء کے ساتھ انتہائی خندہ پیشانی سے پیش آتے ہر ساتھی سے محبت وشفقت فرماتے ایثار کا یہ عالم تھا کہ آپ کو جو رقم گھر سے خرچے کے لئے ملتی آپ وہ تمام کی تمام اپنے ساتھی طلباء میں تقسیم فرما دیتے۔ اور خود کئی کئی وقت کا فاقہ فرما کر وقت گذارتے مگر کسی کو محسوس نہ ہونے دیتے۔ حالانکہ آپ ایک صاحب حیثیت اور اچھے خاصے کھاتے پیتے گھرانے کے چشم وچراغ تھے۔ گھر میں آرام وآسائش کی تمام تر سہولتیں موجود تھیں۔ گھر کے آرام انتظام واہتمام اور مدرسے کے انتظام واہتمام میں خاصہ فرق ہوتا ہے۔ مگر آپ نے ان تمام صعوبتوں کو خندا پیشانی سے برداشت کیا اور اپنے ساتھی طلباء سے اس قدر ہم آہنگی پیدا کی کہ انہیں بھی اپنے اور بیگانے سے بے خبر کر دیا۔

آپ کا معمول تھا کہ جمعرات کی شام کو چند طلباء ساتھیوں کے ہمراہ کسی نواحی بستی میں چلے جاتے اور وہیں کسی مسجد میں شب بسر کرتے اور اپنے ساتھی طلباء کے ہمراہ ہی روکھی سوکھی روٹی کے ٹکڑے عام طلباء کی طرح گداگری کر کے جمع کرتے مسجد میں لے آتے اور اپنے ساتھی طلباء کے ہمراہ تناول فرما کر بارگاہ خداوندی میں سجدۂ شکر بجالاتے۔ رفتہ رفتہ لوگوں کو پتہ چلنا شروع ہوگیا کہ یہ روکھے سوکھے ٹکڑے کس کے نورعین کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

چنانچہ ٹکڑوں کی بجائے پرتکلف کھانے آنے شروع ہوگئے۔ آپ نے جب دیکھا کہ ہمارا راز کھل گیا ہے تو آپ نے اپنا طرز زندگی بدل ڈالا زمانہ طالب علمی میں آپ کی فکر ونظر کا یہ عالم تھا کہ علمی بات ہو یا فنی کسی کام سے متعلق ہو یا کھیل سے آپ اس کی گہرائی تک پہنچتے۔

سیرت وکردار☆: آپ انتہا درجہ کے متقی اور پرہیزگار اور سادہ طبیعت کے مالک دل میں کبھی صاحبزادگیت کا گمان پیدا نہ ہونے دیا بلکہ خلق خدا کی خدمت کو اپنا شعار بنائے رکھا دنیا کی بڑی سے بڑی شخصیت کبھی بھی آپ کے قلب پر اثر انداز نہ ہوسکی دوسری طرف ادنی سے ادنی حیثیت کا انسان بھی آپ کی شفقت سے محروم نہ رہ سکا۔ نماز پنجگانہ کا خصوصیت سے اہتمام فرماتے۔ ذکر وفکر اور اپنے اوراد ووظائف کے معمولات میں کبھی کمی نہ آنے دی۔ اپنے شیخ محترم اور والد بزرگوار کے نقش قدم پر چلنے میں اپنی عافیت سمجھتے تھے۔

ہمہ وقت اپنے خواجگان کی طریقت پر عمل پیرا رہتے اور شریعت وطریقت کے اصولوں پر کار بند رہتے۔ بچپن ہی سے آپ میں ولایت و کمالات رشد وہدایت اور قیادت کے آثار پائے جانے لگے تھے۔ جن حضرات نے آپ کا بچپن دیکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ نوعمری سے ہی متوجہ الی الحق ہو گئے تھے۔ قیادت نظم وضبط اور جذب کی جھلکیاں نمایاں ہونے لگیں تھیں۔

آپ کے مقام کے بارے میں تاجدار گولڑہ کی پیشن گوئی ☆: ملک سلطان محمد ٹوانہ صاحب فرماتے ہیں کہ آپ نے صغرسنی میں ایک مبارک خواب دیکھا جسے سن کر حضرت تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ہم کو بھی اسی عمر میں ایک ایسا ہی خواب نظر آیا تھا۔ لیکن غلام محی الدین کا خواب ہمارے اُس خواب سے فوقیت لئے ہوئے ہے۔

نمبر ۲ ☆: جن دنوں حضرت تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ پر غلبہ استغراق شروع ہوا تھا۔ اُس زمانے میں سر سکندر حیات مرحوم وزیراعظم پنجاب نے آپ کی خدمت میں ایک خط لکھا کہ آج کل حضور تاجدار گولڑہ سخت علیل ہیں اور آپ پر ہر وقت استغراق کا غلبہ رہتا ہے۔ لہٰذا اس وجہ سے آپ باہر دوروں پر آنا جانا کم کر دیں اور آستانہ عالیہ پر زیادہ وقت قیام فرمایا کریں۔ آپ کو یہ بات کچھ ناگوار گذری تاہم اس کا اظہار کیے بغیر آپ نے وہ خط حضور تاجدار گولڑہ کے گوش گذار کر دیا۔ خط کو سُن کر حضور تاجدار گولڑہ نے فرمایا کہ جو لوگ تمہیں ایسی باتیں لکھتے ہیں وہ تمہارے حال سے بے خبر ہیں۔

نمبر ۳ ☆: ملک فضل قادر مرحوم فرماتے ہیں کہ ایک دن شاہپور ضلع سرگودھا کے دو معمر بزرگ جو حضور تاجدار گولڑہ کے پیر بھائی تھے۔ حضرت سے ملنے تشریف لائے۔ دوران گفتگو ان دونوں حضرات نے عرض کیا کہ ماشاء اللہ آپ کا یہ سنہری دور ہے اپنے صاحبزادے کے حال پر خصوصی توجہ رکھیں حضور تاجدار گولڑہ نے لفظ سنہری سُن کر ازراہ تواضع فرمایا کہ جس زمانے کو سنہری کہا جا سکتا ہے وہ تو حضرت قبلہ عالم حضور خواجہ سیالوی علیہ الرحمۃ کا ہی دور تھا۔ جسے آپ حضرات نے خوب دیکھا ہے اب وہ بات کہاں رہی۔ ان حضرات نے عرض کیا حضور ہمیں تو آج بھی وہ ہی رنگ یہاں بھی نظر آ رہا ہے ان کی یہ بات سن کر حضور تاجدار گولڑہ نے فرمایا کہ غلام محی الدین ابھی چھوٹی عمر میں تھا کہ ایک روز میرے پیچھے پیچھے میرے قدموں کے نشانوں پر اپنے قدم رکھتا ہوا چلا آ رہا تھا میں نے پیچھے مڑ کر اس کی یہ کیفیت دیکھی تو اس سے کہا کہ اگر تو اس راہ پر چلنا چاہتا ہے تو تین باتوں پر کار بندر ہنا ہوگا۔ (اول) ہر وقت باوضو رہنا۔ (دوئم) اپنی خودی کو مٹا کر مخلوق خدا کی خدمت میں مشغول اور احد من الناس بن کر رہنا۔ (تیسری بات کا ذکر آپ نے اس وقت نہ کیا پھر فرمایا کہ آج تک تو میری ان باتوں پر کار بند چلا آ رہا ہے۔ پھر زمانے بھر نے دیکھا کہ اُس سعادت مند فرزند نے اپنے والد کے مقدس نصائح پر عمل پیرا ہو کر ایک امتیازی شان پیدا کی اور اپنے آباؤ اجداد کا نورانی علم بلند سے بلند تر رکھا۔

اور اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت پیر سید غلام معین الدین شاہ گیلانی علیہ الرحمۃ اور حضرت قبلہ پیر سید شاہ عبدالحق شاہ گیلانی مدظلہ العالی کی تربیت بھی اپنے اسلاف کے اُن اصولوں پر کی جن پر آپ بذات خود کار بند تھے اور یہی وجہ ہے کہ آستانہ عالیہ چشتیہ گولڑہ شریف کا وہ سنہری دور آج بھی خدا کے فضل وکرم سے بدستور سنہری دور ہے۔

بچپن میں ریلوے انجن سے شغف ☆: زمانہ طفولیت سے ہی آپ کو ریلوے انجن سے خصوصی شغف تھا۔ اُس

زمانے میں ریلوے کے انجن ڈرائیور عموماً انگریز ہوا کرتے تھے جو آپ کی خوش اخلاقی اور معصومیت کی وجہ سے آپ کی ذات والا صفات سے بے حد مانوس ہو گئے تھے۔ ان ڈرائیوروں نے آپ کا شوق پورا کرنے کے لئے آپ کو انجن چلانا بھی سکھا دیا تھا۔ آپ کا یہ شوق اس قدر بڑھا کہ اکثر راتیں گولڑہ شریف کے ریلوے اسٹیشن پر ہی گذار دیتے تھے۔ اکثر گھر میں بھی فرصت کے اوقات میں اسی کھیل میں مصروف رہتے۔ یہاں تک کہ اپنی بیٹھک کی چھت پر ریلوے سگنل کی طرح ایک سگنل آویزاں کرا دیا تھا۔

جب کوئی ریل گاڑی رات کے وقت گولڑہ شریف کے اسٹیشن سے گذرتی تو آپ کے جاننے والے ریلوے انجن ڈرائیور انجن کی سیٹی بجا دیتے تھے۔ جس کی آواز سن کر آپ اپنی بیٹھک کا سگنل گرا دیا کرتے تھے۔ ریل کے انجن کی سیٹی کی آواز سے بھی آپ کا دردمند دل متاثر ہوتا اور رقت طاری ہو جاتی تھی۔ اس کھیل کی وجہ سے شب بیداری کی عادت پڑی تھی۔

آپ کی اس خصوصی وابستگی کو دیکھتے ہوئے بہت سے وابستگان نے نشست گاہ کی زینت کے لئے انجنوں کی تصاویر اور نقشے بنا بنا کر پیش کئے۔

جناب شاہ عبدالولی گوالیاری نے تو ایک ماڈل انجن جن میں کوئلے کی بجائے مٹھائی اور پانی کی بجائے شربت بھرا ہوا تھا۔ آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ بہت محظوظ ہوئے۔ آپ کی دلچسپی کو دیکھ کر حضور تاجدار گولڑہ نے آپ کو بابو جی کا خطاب عطا فرمایا جو اس قدر مقبول و معروف ہوا کہ آج زمانے کا زمانہ آپ کو قبلہ بابو جی کے نام سے پکارتا ہے۔ وضع داری اور تعلق کا یہ حال ہے کہ بچپن کا یہ خوش نصیب دوست ریلوے انجن آپ کو زندگی کے آخری لمحات تک محبوب رہا اور اس کی وجہ سے ریلوے کا سارا محکمہ ہی منظور نظر رہا۔

ایک مرتبہ کسی بے تکلف دوست نے آپ سے عرض کیا کہ حضور کیا کالے کلوٹے انجن پر آپ کا دل آیا ہے اور کیسی بھونڈی شکل والی شئے کو آپ نے محبوب بنایا ہے۔

آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ مجھے اس کی چار ادائیں پسند ہیں۔ (اول) یہ کہ اس میں جتنی زیادہ آگ ڈالو اتنا ہی تیز چلتا ہے۔ (دوم) یہ کہ یہ وفادار اتنا ہے کہ خواہ اس کے ساتھ فرسٹ کلاس کا ڈبہ لگا دو یا مال گاڑی کا چھکڑا جہاں خود جائے گا اپنے ساتھیوں کو بھی وہیں لے جائے گا۔ (سوئم) ایثار کہ خود جلتا ہے مگر دوسروں کو نفع پہنچاتا ہے۔ یعنی منزل مقصود پر پہنچا دیتا ہے۔ (چہارم) استقامت کہ اپنی معینہ راہ (لائن) پر ہی چلتا ہے بے راہ روی اختیار نہیں کرتا۔

مرشد راہ کیلئے انجن کی چار خصوصیات کا سبق ☆: آپ کے یہ الفاظ کسی تشریح کے محتاج نہیں ہیں۔ ان میں جہاں ایک طرف آپ کی بلند نگاہی کا مظاہرہ ہے تو دوسری طرف مرشد کی خصوصیات کی وضاحت ہے کہ صاحب ارشاد کے لئے ضروری ہے کہ (نمبر۱) وہ بلند حوصلہ ہو مئے عرفان کے خم پی جائے مگر اس کا ظرف عالی چھلکنے نہ پائے۔ (نمبر۲) باوفا ہو کہ اپنے جملہ صاحب نسبت متبعین کو خواہ وہ کیسے ہوں ان کو منزل مقصود تک پہنچائے۔ (نمبر۳) صاحب ایثار ہو کہ دوسروں کو نفع پہنچانے کے لئے خود ضرر تک اٹھالے۔ (نمبر ۴) استقامت (نصف کرامت) پر ایسا راسخ ہو کہ کسی حالت میں جادۂ حق نہ چھوٹے۔

اجازت بیعت و ارشاد ☆: علوم ظاہریہ و باطنیہ کی تکمیل کے فوراً بعد اعلیٰ حضرت تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ نے آپ کو ان

تمام صفات میں کامل واکمل قرار دیتے ہوئے آپ کو بیعت وارشاد کے لئے اجازت عطا فرمائی۔ چونکہ آپ منکسر المزاج شخصیت کے مالک تھے۔ اس لئے لوگوں کو بیعت کرنے سے کافی عرصہ تک گریز کرتے رہے۔ مگر مالک حقیقی کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔ اور اس نیک مقصد کے لئے آپ کو روز ازل سے ہی چن لیا گیا تھا۔ بالآخر وہ وقت آ گیا کہ آپ کو یہ بار گراں اٹھانا پڑ ہی گیا۔

تاجدار گولڑہ کی جانب سے اجازت بیعت ☆: جن دنوں حضور تاجدار گولڑہ ایام علالت میں تھے آپ نے اُن سے پاکپتن شریف حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ کے مزارِ پُر انوار پر حاضری کے لئے اجازت مانگی تو حضور تاجدار گولڑہ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر کوئی بندہ بیعت کے لئے اخلاص سے اصرار کرے تو بیعت لے لیا کرو۔

آپ نے عرض کیا حضور اگر بیعت لینے کے لئے اہلیت ضروری ہے تو بندہ میں یکسر اس کا فقدان ہے اور اگر روٹی کمانا مقصود ہے تو حضور غوث الاعظم پیران پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی جوتیوں کا صدقہ مجھے اس معاملے میں کوئی محتاجی نہیں رب تعالیٰ کا فضل واحسان ہی کافی ہے اور وقت بڑی عزت وآبرو سے گزرتا ہے دوسرا یہ کہ یہ بھی تو آپ ہی کا ارشاد گرامی ہے کہ بیعت لینے کا استحقاق اس شخص کو حاصل ہے جس کی نظر اعیان ثابتہ تک ہو جب کہ میں تو ظاہری نظر کے لئے بھی عینک کا محتاج ہوں حضور تاجدار گولڑہ نے ارشاد فرمایا کہ دوسرے لوگ کون سے ولیوں کی اولاد ہیں۔

آپ نے عرض کیا حضور میں دوسروں کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتا صرف اپنا حال عرض کر رہا ہوں۔ حضور تاجدار گولڑہ نے کچھ دیر سکوت فرمانے کے بعد تیسری مرتبہ اپنا حکم صادر فرمایا تو آپ نے عرض کیا ایک شرط پر تعمیل حکم ہو سکتی ہے کہ آپ وعدہ فرمائیں کہ جس شخص کو میں اپنے ہاتھ پر بیعت کروں گا اس کے ذمہ دار آپ ہونگے۔

غالباً آپ نے یہ شرط اس لئے رکھی تھی نہ حضور تاجدار گولڑہ اس قسم کا کوئی وعدہ فرمائیں گے اور نہ ہی مجھے کسی کو بیعت کرنا پڑے گا۔

یہ شرط سن کر حضور تاجدار گولڑہ نے فرمایا کہ ذمہ داری جن کی ہے وہی ذمہ دار ہونگے میں بے چارہ ذمہ داری اٹھانے والا کون ہوں۔ اس پر آپ نے عرض کیا کہ اگر آپ ہی اس معاملے میں بیچارگی کا اظہار فرما رہے ہیں تو پھر میرا کیا حال ہوگا۔ میں کس طرح یہ بار گراں اٹھا سکتا ہوں۔ آپ کی یہ بات سن کر حضور تاجدار گولڑہ نے کچھ دیر سکوت فرما کر ارشاد فرمایا اچھا جو شخص تمہارے ہاتھ پر بیعت ہوگا اس کا میں ذمہ دار ہوں گا۔

مرشد کامل کا تصرف اور دستگیر ☆: بابا محمد دین نامی ایک شخص لنگر کی زمین پر ہل چلانے پر مامور تھا۔ اس کے ادب کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ سفر پر تشریف لے گئے تو دیوان غلام رسول نے بابا محمد دین سے کہا کہ جب تک آپ سفر سے واپس تشریف نہیں لاتے تم حضور بابو جی ہی کے کمرے میں سو جایا کرو۔

چنانچہ بابا محمد دین رات کے وقت آپ کے کمرے میں چلا جاتا اور بے ادبی کے ڈر سے تمام رات جاگ کر گذار دیتا مگر سوتا بالکل نہ تھا۔ جب آپ سفر سے واپس تشریف لائے اور آپ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے اظہار ناراضگی فرماتے ہوئے فرمایا کہ کسی دوسرے شخص کو میری بیٹھک میں سلا دیا ہوتا اس غریب کو کیوں مصیبت میں ڈالے رکھا حضور تاجدار گولڑہ کے وصال باکمال کے بعد ہی

بابا محمد دین کچھ عرصے کے بعد حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ حضور تاجدار گولڑہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ غلام محی الدین سے کہہ دو کہ وہ دل گرفتہ ہو کر نہ رہے بلکہ لوگوں کو کھلے دل سے بیعت کرلیا کرے۔ اس وقت مرشد کامل کے تصرف اور دستگیری کا آپ نے تذکرہ فرمایا کہ میں نے حضور تاجدار گولڑہ کے حکم کی تعمیل کی غرض سے لوگوں کو بیعت کرنا تو شروع کر دیا تھا۔ مگر ہر وقت دل گرفتہ رہا کرتا تھا اور رہ رہ کر دل میں خیال آتا تھا کہ حضرت تاجدار گولڑہ نے ذمہ داری تو اٹھالی ہے اور سلسلہ طریقت کے اکابرین کی لسٹ میں میرا نام بھی آ گیا ہے مگر یہاں اور وہاں اپنے گناہوں کی وجہ سے بجز شرمساری کے کیا حاصل ہوگا۔

آپ فرماتے ہیں کہ یہ بات چونکہ میرے دل میں تھی اور اس کا کسی کو علم نہ تھا نہ ہی میں نے کسی سے اس کا تذکرہ کیا اور دل ہی دل میں کڑھتا رہتا تھا بابا محمد دین کے پیغام سے حیرانی تو ہوئی مگر ساتھ ہی اطمینان بھی ہوا ہے کہ یہ شخص بات سچی کہہ رہا ہے۔ اس لئے کہ دوسرا کوئی شخص میرے اس راز سے واقف نہ تھا۔

لحمك لحمي جسمك جسمي فرق نهيں مابين پيا ☆: صاحب تصنیف مہر منیر جناب

مفتی فیض احمد چشتی نظامی گولڑوی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ اس قسم کا ایک اور واقعہ میرے تجربے اور علم میں آیا کہ میں نے مدینہ منورہ میں قیام کے دوران حضرت سید احمد العطاس المعروف مدنی صاحب علیہ الرحمۃ سے استفسار کیا کہ آپ کے تعلقات قبلہ حضور بابو جی رحمۃ اللہ علیہ سے کس طرح پیدا ہوئے تو مدنی صاحب نے اس کی تفصیل یہ بتائی کہ میں ایک مرتبہ حضور تاجدار گولڑہ کے دست حق پرست پر بیعت کی غرض سے گولڑہ شریف میں حاضر ہوا تو مجھے یہ سن کر دلی تعجب اور رنج ہوا کہ حضور تاجدار گولڑہ کا تو انتقال ہو گیا ہے اور اب تو حضرت بابو جی صاحب کا دور دورہ ہے۔ مجھے حضرت تاجدار گولڑہ کی زیارت کا بہت شوق دامنگیر تھا ایک دن صبح کی نماز پڑھ کر کمرہ بند کیے ہوئے اپنے خاندانی اوراد و وظائف میں مصروف تھا کہ اچانک حضور تاجدار گولڑہ بنفس نفیس میرے کمرے میں تشریف لے آئے اور مجھے تسلی دے کر فرمانے لگے کہ مدنی صاحب میں اور سید غلام محی الدین دو نہیں ہیں اس سے میری تشفی ہوگئی اور کچھ عرصہ کے بعد بغداد شریف کے قیام کے دوران میں حضرت قبلہ بابو جی سید غلام محی الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوا۔

حضور علیہ السلام کی طرف سے مژدۂ جانفزا ☆: حضرت سید احمد العطاس مدنی علیہ الرحمۃ اپنے افادات بعنوان

مبشرات مدنی حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کے سفر حج کے بارے میں ۱۳۶۳ہجری کے واقعات نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ عرصہ دس سال گذر جانے کے بعد بھی میرا حافظہ کمزور نہیں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میرے مرشد اور میرے سردار حضرت سید غلام محی الدین شاہ المعروف حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ حجاز مقدس میں حج بیت اللہ شریف کی ادائیگی اور زیارت روضہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تشریف لا رہے تھے اور آپ اپنے ہمراہیوں سمیت جدہ پہنچ چکے تھے کہ مجھے خواب میں آقا حضور علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی اور میں حضور علیہ السلام کے قریب کھڑا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا نام لے کر پکارا اور فرمایا کہ میرے فرزند سید غلام محی الدین شاہ گولڑوی اور ان کے ہمراہی جماعت کو میرا سلام پہنچا اور اس کو خبر دے کہ میں اس سے راضی ہوں اور وہ مقبولان خدا میں سے ہے۔

حجاز مقدس میں ایک قیدی کی ضمانت کیلئے سرکار دو عالم ﷺ کا حکم ☆: حضرت سید احمد العطاس مدنی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے غربا اور مساکین کی آپ ہر سال حج بیت اللہ شریف کے موقع پر اپنی آمد کے وقت ہر طرح کی امداد فرماتے اور سخاوت کا یہ عالم تھا کہ سلاطین زمانہ بھی ششدہ وحیرت زدہ رہ جاتے تھے۔آپ کی آمد کے موقع پر تمام سائلین و حاجتمندان میرے پاس اپنی اپنی حاجات لکھ لکھ کر بھجوا دیتے تھے اور میں تمام عرائض اور رقعہ جات آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا تھا۔

۱۹۶۳ کا ہی واقعہ ہے کہ جب آپ تشریف لائے تو بہت خیرات وصدقات اور مال زکوۃ تقسیم فرمائے لوگوں کے جو خطوط مجھ تک پہنچے تھے ان میں ایک خط ایک ایسے قیدی کا جیل سے آیا جو قتل کے الزام میں جیل میں بند تھا۔ میں نے وہ رقعہ بھی دوسرے رقعوں کے ساتھ جیب میں رکھ لیا اور گھر کے اندر تخت پوش پر بیٹھا بیٹھا سو گیا چونکہ تھکاوٹ بہت تھی اس کی وجہ سے نیند آ گئی اس دوران مجھے حضور علیہ السلام کی زیارت ہوگئی اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں کہ وہ رقعے کہاں ہیں۔ میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہی قیدی والا رقعہ میرے ہاتھ میں آ گیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ غلام محی الدین سے کہو کہ اس کی طرف سے ضمانت ادا کرے۔

چنانچہ میں بیدار ہوا اور وہ رقعہ حضور علیہ السلام کا پیغام آپ کو دیا تو آپ نے فوراً ہی اس قیدی کی طرف سے وہ تمام چیز ادا کر دی جو حکومت وقت اور حکام کی طرف سے اس پر واجب الادا تھی اور قیدی کو چھڑا دیا۔ اس کے علاوہ وہ تمام قیدی جو اس کے ساتھ جیل میں بند تھے۔ان کی طرف سے بھی بطور ضمانت جو بنتا تھا ادا کر دیا اور ان کو جیل سے رہائی دلائی۔

آپ کی اسی سخاوت وایثار کو دیکھ کر مدینہ منورہ کے لوگوں کے چہرے خیرہ رہ گئے اہل مدینہ نے اس پر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔

دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کے قریب میں جب برصغیر پاک و ہند اور جنوبی مشرقی ایشیاء بلکہ حجاز مقدس کا سمندر پار کے تمام ممالک کے مسلمانوں پر جب حج بیت اللہ شریف دوبارہ کھولا گیا تو آپ نے عرب شریف میں تشریف لا کر ایسی بے نظیر و بے مثال داد وہش فی سبیل اللہ کا مظاہرہ فرمایا کہ جس کی مثال والیان ملک کے لئے بھی پیش کرنا مشکل ہو گی۔

کئی برس تک حج بند رہنے کی وجہ سے عرب شریف کے غربا مساکین، طلباً، اساتذہ کرام، مدارس مشائخ اور خدام حرمین بیرون ممالک کی اقتصادی اعانت سے محروم رہے تھے۔ مارکیٹ کا حال مندہ ہونے کی وجہ سے بڑے بڑے تاجروں کی حالت بھی ناگفتہ بہ تھی۔

آپ نے جدہ سے مکہ مکرمہ اور وہاں سے مدینہ منورہ تک کے راستے میں آنے والی تمام بستیوں اور دیہاتی آبادیوں سمیت ہر درجہ کے مستحق کی امداد اور اعانت فرمائی اور ان کی ضروریات کی کفالت فرمائی۔ کثیر مقدار میں پہننے کے کپڑے سلوا کر بغرض تقسیم ہمراہ لے گئے تھے۔ مدینہ منورہ میں جب تیار شدہ فہرستوں کے مطابق علمائے کرام مشائخ عظام دینی مدارس کے طلباً اور اساتذہ اور خدام حرمین میں زر اعانت تقسیم ہو چکا تو اعلان فرما کر تمام غربا اور مساکین کو ایک حویلی میں جمع کرایا اور اُن میں خیرات تقسیم فرمائی بعد ازاں جب پتہ چلا کہ مقامی پولیس (شرطہ) کو اس سال بیشتر حصہ میں تنخواہیں نہیں ملیں تو پولیس کے سپاہیوں کی بھی امداد فرمائی اور ان کے افسروں کو ان کے گھروں پر عطیات بھجوائے۔

شرفائے سادات کے ایک عمر رسیدہ بزرگ مدینہ شریف کے ایک بیرونی محلے میں رہتے تھے۔ آپ بذات خود ان کے گھر تشریف

لے گئے۔ وہ کرایہ کے مکان میں رہتے تھے اور کئی برس کا کرایہ مالک مکان کو ادا نہ کر سکے تھے۔ اس کے علاوہ بھی کافی مقروض تھے آپ نے ان کے مکان کا تمام سابقہ کرایہ بھی ادا کیا اور باقی ماندہ لوگوں کا قرض بھی ادا کر دیا جب واپس تشریف لانے لگے تو سید زادے نے عرض کیا کہ چند روز قبل حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں استغاثہ عرض کیا تھا کہ حضور میری مالی حالت بہت خراب ہے مالک مکان اور باقی دیگر قرض خواہ بھی تنگ کر رہے ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ تمہارا ایک دوست آنے والا ہے وہ آ کر تمہاری مدد کرے گا۔

آپ جس حویلی میں قیام پذیر ہوتے تھے اس حویلی میں غربا اور مساکین میں تقسیم اعانت کے دوران آپ کے حکم کے مطابق روپوں اور ریالوں سے بھرے ہوئے ٹوکرے کپڑوں سے ڈھانپ دیئے جاتے تھے۔ آپ کی نصیحت تھی کہ روپے کپڑے کے نیچے ہاتھ ڈال کر نکالے جائیں اور کپڑا ٹوکروں پر سے نہ اٹھایا جائے۔ آپ کے ایک مخلص رفیق میاں غلام قادر فرماتے ہیں کہ تقسیم شروع ہونے سے ایک گھنٹہ بعد اس خیال سے کہ روپے ختم ہو گئے ہوں گے میں نے ٹوکرے سے کپڑا اٹھایا اور جھانک کر دیکھا تو ابھی ایک چوتھائی روپے بھی ختم نہ ہوئے تھے میں سمجھ گیا کہ یہ خدا کی طرف سے غیبی خزانہ کی امداد کرشمہ ہے۔ چنانچہ فوراً ٹوکرے کے منہ پر کپڑا ڈال دیا۔ ادھر تقسیم کنندہ نے غلطی سے ٹوکرے کے منہ سے کپڑا ہٹایا تو کیا دیکھا کہ روپوں کی تہہ تیزی سے نیچے کی طرف گر رہی ہے اور تھوڑی دیر میں ٹوکرا خالی ہو گیا۔

اس کے برعکس حویلی کے دوسرے دروازے پر جو ٹوکرا استعمال ہو رہا تھا جس سے کپڑا نہیں اتارا تھا اس میں سے بہت دیر تک تقسیم جاری رہی اور وہاں کے مستحقین کیلئے وہی روپیہ کافی ثابت ہوا اس واقعہ کو سب نے حضور علیہ السلام کا معجزہ شمار کیا۔

تواضع اور انکساری ☆: آپ کے مزاج پر تواضع اور انکساری کا بہت غلبہ تھا اپنی تعریف وتوصیف قطعاً پسند نہ فرماتے تھے آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ لوگ تو جھوٹی تعریف کو قابل فخر سمجھتے ہیں مگر ہمارے نزدیک سچی تعریف بھی ضرر سے خالی نہیں ہوتی اس سے عجب پیدا ہوتا ہے اور نفس کے قوی ہونے کا امکان ہوتا ہے اس کے برعکس نفس کے خلاف بات سے طبیعت میں انکساری اور توجہ الی اللہ پیدا ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ آپ بمبئی میں حکیم شمس الدین صاحب کے ہاں قیام پذیر تھے کہ دوران گفتگو ایک ایسے شخص کا ذکر آ گیا جو آپ کے خاندان عالیہ سے بغض وعناد رکھتا تھا اس کی گستاخی اس حد تک بڑھ گئی کہ لوگوں میں کہتا پھرتا کہ یہ سادات کا خاندان نہیں ہے۔ حکیم صاحب نے اس شخص کی مذمت شروع کر دی اس پر آپ نے حکیم صاحب کو منع فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ حکیم صاحب کیا خبر ہے کہ علیم وخبیر ذات اللہ جل شانہ کے نزدیک ہم اہل سیادت ہیں بھی یا نہیں؟

ان کلمات کو سُن کر حکیم شمس الدین صاحب تڑپ گئے اور خاموش ہو گئے اور بعد میں کسی محفل میں اس بات کا ذکر کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ آپ اتنے اعلیٰ ظرف کے مالک ہیں کہ آپ کی مثال نہیں ملتی۔ مزید فرمایا کہ اگر میں نے حضور تاجدار گولڑہ کے دست حق پرست پر بیعت نہ کی ہوتی تو میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لیتا۔

اخلاق کریمانہ☆: انہی حکیم شمس الدین صاحب کے ہاں قیام کے دوران ایک سفید ریش بزرگ آپ سے ملنے آئے اور دعوت طعام کی پیش کش کی۔

ان بزرگ کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ قوم کے جولا ہے مگر وہ لوگوں میں اپنے بارے میں یہ مشہور کرتے تھے کہ حضور تاجدار گولڑہ میرے بھائی ہیں اور انہوں نے اس بات کو بنیاد بنا کر پیری مریدی کا دھندا چمکایا ہوا تھا۔ حکیم صاحب اس کے تمام احوال سے واقف تھے۔ اس لئے اس پر برس پڑے اور اسے مکار کذاب وغیرہ کہنا شروع کر دیا۔ آپ نے حکیم صاحب کو روکا اور فرمایا کہ سفید ڈاڑھی کا لحاظ کریں اور انہیں کچھ نہ کہیں۔

بلکہ آپ نے اس کے ان تمام معاملات سے واقف ہونے کے باوجود اپنے آبائی اخلاق کریمانہ سے کام لیتے ہوئے اس کی دعوت طعام قبول کر کے اس کے گھر بھی تشریف لے گئے۔

اُس شخص نے آپ کی آمد کے پیش نظر شہر کے عمائدین کو بھی دعوت میں بلایا ہوا تھا آپ کے تشریف لے جانے پر اُس شخص نے اپنے تمام مہمانوں کے سامنے آپ کا تعارف کرایا اور ساتھ ہی کہنے لگا کہ حضور تاجدار گولڑہ بڑی شان کے مالک تھے۔ بڑی بڑی دور سے لوگ آتے اور ہر وقت آپ کے گرد لوگوں کا ہجوم جمع رہتا تھا۔ حکیم شمس الدین مرحوم بڑے تیز طبع تھے۔ فوراً بول اٹھے لوگوں کا جمع ہونا بھی کوئی کمال کی دلیل ہے۔ بھیڑ تو وہاں بھی لگی رہتی ہے جسے بازار حسن کہتے ہیں تو کیا زنان بازاری بھی ولی اللہ ہوتی ہیں؟

پھر حکیم صاحب نے اعلیٰ حضرت تاجدار گولڑہ کے حسب ونسب علم وفضل زہد وتقویٰ پر ایک بصیرت افروز تقریر کی اور شان ولایت پر ایسا نقشہ کھینچا کہ حاضرین بے حد متاثر ہوئے۔

حج بیت اللہ شریف اور زیارات مقدسہ☆: آپ نے اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں ۲۰ سے زیادہ حج کیئے اور مدینہ شریف میں حضور علیہ السلام کے مزار پُر انوار کی بارہا زیارت سے مشرف ہوئے اور اس موقع پر آپ کی کیفیت دیدنی ہوا کرتی تھی۔

اس کے علاوہ نجف اشرف، کربلائے معلّٰی، کاظمین شریفین، بغداد شریف، قونیہ شریف، ترکی، مزار شریف، ہرات شریف (افغانستان) مصر، شام، بیت المقدس ہندوستان اور دوسرے ممالک میں مختلف مقبولان حق کے مشاہدات مبارکہ کی زیارت کے لئے متعدد سفر فرمائے خصوصاً حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ اور شہنشاہ بغداد حضرت پیران پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے تو آپ کو انتہا درجہ کی عقیدت ومحبت تھی کہ بار بار حاضری دیتے تھے۔ تقسیم ہند سے قبل تقریباً ہر سال اجمیر شریف اور ہندوستان کے دیگر مزارات کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد بھی چند مرتبہ اجمیر شریف کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔ توحید وجودی کا ایسا غلبہ تھا کہ تمام خلق خدا پر شفقت ورحمت آپ کی عادت شریفہ بن چکی تھی۔ ہر فرد وملت کے لوگ آپ کے پاس آتے۔ حتی کہ عیسائی ہندو سکھ اور دیگر غیر مسلم بھی آپ سے عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ تقسیم ہند سے پہلے لاہور میں مقیم ایک ہندو مسمی داور کا سنگھ نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ مجھے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔ فقط میرا تعلق خدا سے ہو جائے اس کے اس جذبہ سے آپ اس قدر متاثر ہوئے کہ جب بھی وہ محفل سماع کی مجلس کی درخواست کرتا تو آپ عدیم الفرصتی کے باوجود اس کی قیام گاہ پر ضرور تشریف لے جاتے اور توحید کے موضوع پر سماع

منعقد کراتے۔

تقسیم ہند کے بعد بھی آپ نے ایک مرتبہ امرتسر اور دہلی میں ہندو اور سکھوں کے مجمع میں محفل سماع منعقد کرائیں۔آپ کے ہمراہ رفیق سفر احباب کہتے ہیں کہ ان مجالس کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ایک مجلس میں قوال محبوب علی نے توحید کے متعلق مضمون بیان کرتے ہوئے یہ مصرعہ پڑھا۔

تمہارے بڑے پن میں شک ہے کسے ☆: اور ساتھ ہی اللہ اکبر کہا جس پر کیا تھا کہ تمام مجمع میں اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا گونج گئی اس میں شریک تمام ہندو سکھ بے ساختہ ہاتھ جوڑ جوڑ کر اللہ اکبر کہنے لگے۔دہلی کی محفل سماع میں پہلے کئی سرکاری اور غیر سرکاری افراد نے آپ کو مشورہ دیا کہ حضرت سماع کی مجلس منعقد کرانا خطرے سے خالی نہ ہوگا۔آپ نے ان کی بات سن کر اس خیال سے کہ پنجاب سے ان ہندو اور سکھ تارکین وطن سے وعدہ ہو چکا ہے اور وہ خدا کی تعریف سننا چاہتے ہیں فرمایا کہ مجلس سماع ضرور ہوگی الغرض خلق اللہ ہونے کی حیثیت سے ہر شخص کے ساتھ حسب مراتب آپ کے تعلق رہے۔آپ کو خلق خدا کی ایذارسانی سے اس قدر نفرت تھی کہ اس قسم کے واقعات سننا بھی برداشت نہ فرماتے تھے۔

عفو در گذر اور وضع داری ☆: آپ انتہائی کریم اور حلیم الطبع اور در گذر سے کام لینے والے تھے۔آپ کی طبیعت میں انتقام نام کی چیز بھی نہ تھی آپ پر کئی مرتبہ حملے ہوئے دشمن کے بارے میں علم ہونے کے باوجود تعرض نہیں فرمایا۔ ایک مرتبہ آپ کے پلنگ کے نیچے چھپا ہوا دشمن پکڑا گیا مگر آپ نے فوراً ہی معاف کر دیا۔

نمبر ۲ ☆: کئی مرتبہ حاسدین نے گاڑی روک کر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ایک مرتبہ گولیوں کی اُس بوچھاڑ کے وقت آپ کے ہمراہ محبوب قوال بھی تھا آپ نے فرمایا کہ محبوب نعت پڑھو اس نے مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ کی مشہور زمانہ نعت پڑھنا شروع کر دی۔

نسیما جانب بطحا گذر کن
ز احوالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم را خبر کن

اس موقع پر آپ کے ہمراہی دوستوں نے آئندہ کے لئے حفاظتی تدابیر سے متعلق کچھ تجاویز پیش کیں مگر آپ نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اللہ تعالیٰ خود حافظ و ناصر ہے۔موت کا ایک دن معین ہے۔اس سے پہلے نہیں آئے گی اور جب وقت آ گیا تو جو بہانہ اور مقام مقرر ہوگا ۔اسے کوئی تدبیر نہیں ٹال سکے گی۔

نمبر ۳ ☆: اسی طرح آپ میں رواداری بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔جس سے ایک مرتبہ تعلق ہو گیا پھر آپ نے تادم آخر اُسے نبھایا کوئی لاکھ توڑے مگر آپ نے اسے جوڑنے ہی کی کوشش کی۔

حکیم شمش الدین مرحوم بمبئی والوں نے ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں خط لکھا کہ باوجود اس کے کہ میری بیعت آپ کے دست حق پرست پر ہے مگر فلاں عورت کی محبت میرے دل میں ایسی رچ بس گئی ہے کہ دل سے نکلتی نہیں ایسی بیعت سے کیا فائدہ؟ میں اپنی بیعت فسخ کرتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک خط آپ کو بھی خط لکھا چونکہ حکیم صاحب اور آپ کے درمیان بڑی محبت اور دلگی تھی۔ انہوں نے خط میں لکھا کہ میں آپ کے والد گرامی علیہ الرحمۃ سے قطع تعلق کرتا ہوں۔ لہٰذا آپ مجھ سے تعلق منقطع فرمالیں۔

چونکہ حکیم شمش الدین حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ کے مرید ہونے کے علاوہ آپ کے استاد بھائی بھی ہیں۔ چونکہ مولانا لطف اللہ علی گڑھی کے شاگرد تھے۔

حکیم شمش الدین کے خط کے جواب میں حضور تاجدار گولڑہ نے لکھا کہ تم شوق سے قطع تعلق کرلو مگر ہماری طرف سے آشنائی اور خیر خواہی میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

اسی طرح آپ نے بھی انہیں خط کے جواب میں لکھا کہ جب آپ نے حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ سے تعلق قائم کیا تھا تو اس وقت میں نے وکالت نہیں کی تھی۔ اب اس تعلق کا توڑنا آپ کا اور حضرت کا معاملہ ہے یہ ہمارے تعلق پر اثر انداز نہ ہوگا۔

نمبر۴ ☆: آپ کے بچپن کے ہم جولیوں میں سے ایک ساتھی کا انتقال ہو گیا تو آپ آبدیدہ ہو کر فرمانے لگے دل چاہتا ہے کہ جب میرا وقت آجائے تو اس ساتھی کے پہلو میں میری قبر ہو۔ اُس دوست کے انتقال کے بعد اس کے صاحبزادے پر آپ بڑی نظر اور شفقت فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ میرے دوست کا بیٹا ہے۔

آپ کی دینی وملی خدمات ☆: دین وملت کی خدمت کے اہم فریضہ کی جو مستحکم بنیاد حضرت تاجدار گولڑہ خواجہ پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ نے رکھی تھی۔ اس کی تعمیر وترقی میں آپ کے جانشین کی حیثیت سے آپ نے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ آستانہ عالیہ پر تمام علوم دینیہ کی تحصیل کے لئے قائم شدہ جامعہ غوثیہ میں ساٹھ ستر طلباء کے قیام وطعام اور تعلیمی ضروریات اور مدرسین کی کفالت کا مکمل انتظام تھا۔ تقریباً چھ ہزار مطبوعہ اور قلمی کتب پر مشتمل کتب خانہ دارالافتا اور حضرت تاجدار گولڑہ کی تصانیف کی اشاعت اور اعراس مبارکہ کے علاوہ محرم الحرام، میلاد شریف اور معراج شریف وغیرہ کی تقریبات پر اہلسنت جماعت کے مسلک کی ترویج واشاعت کیلئے علمائے کرام کی تقاریر اور مجالس سماع کا آپ نے باقاعدہ انتظام فرما رکھا تھا۔ جس سے ہزاروں حاضرین مستفید ہوتے تھے۔

حضور تاجدار گولڑہ کے زمانے میں بڑا اجتماع بڑی گیارہویں شریف کے حوالے سے ربیع الثانی کی ۹۔۱۰۔۱۱ کو ہوتا تھا۔ اُس وقت حاضرین کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ مگر آپ کے زمانے میں تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی تھی اس سالانہ عرس کے علاوہ حضور تاجدار گولڑہ کا سالانہ عرس مبارک ۲۹ صفر کو کراتے دوسرے دن چادر چڑھائی جاتی۔ ۱۲ ربیع الاول شریف کو رات بھر میلاد شریف کی محفل بڑے تزک احتشام سے منعقد فرماتے اول شب سے درود شریف کی محفل ہوتی آدھی رات کے بعد تقریریں اور نعت خوانی ہوتی تھی حضور علیہ السلام کی عین ولادت باسعادت کے وقت قیام وسلام ہوتا تھا اور ایک سو ایک گولوں کی سلامی دی جاتی تھی۔ جس کا منظر عجیب روح پرور ہوتا تھا۔

الحمدللہ یہ سلسلہ آج بھی آپ کے موجودہ جانشین حضرت قبلہ پیر سیّد شاہ عبدالحق گیلانی مدظلہ العالی قائم رکھے ہوئے ہیں۔

آپ کے دور میں آستانہ عالیہ پر تدریس دارالافتا اور امامت وخطابت کے فرائض انجام دینے والوں میں مولانا قاری نعمت اللہ آلہ آبادی مرحوم مولانا سید محمود احمد شاہ راولپنڈی مولانا محب النبی علیہ الرحمۃ بھوئی شریف ضلع اٹک حافظ عطا محمد پدھراڑ علاقہ سون، مولانا

قاری محبوب علی صاحب لکھنوی، مولانا عبد الرزاق صاحب گوہر ضلع راولپنڈی، مولانا فرید الدین صاحب بھوئی گاڑ ضلع اٹک، مولانا فتح محمد مرحوم راولپنڈی، مولانا اللہ بخش اور مولانا خدا بخش صاحب مٹھیال ضلع اٹک، مولانا محمد فاضل صاحب گوجر خان کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ان کے علاوہ اپریل ۱۹۶۰ء سے مفتی فیض احمد فیض چشتی گولڑوی صاحب بھی اس مرکز روحانیت سے وابستہ ہیں۔ جبکہ جامع مسجد گولڑہ شریف دربار ھذا میں نماز جمعہ کی خطابت وامامت کے فرائض علامہ مفتی محمد عمر صاحب سرانجام دے رہے ہیں۔ مقامی طور پر متذکرہ بالا خدمات کے علاوہ اندرون ملک اور بیرون ملک جہاں اور جب کبھی کوئی ایسا واقع پیدا ہو جائے جس میں دینی نقطہ نظر سے تعاون کی اشد ضرورت ہوتو وہاں آپ کی ذات والا صفات نے سیاسی اور ذاتی اغراض سے بالاتر ہو کر محض رضائے خدا اور مسلمانوں کے مفاد کے پیش نظر حتی الوسع امداد فرماتے رہتے تھے۔ قیام پاکستان کے زمانہ میں آپ مسلم لیگ کی حمایت میں پیش پیش رہے۔

۴۸۔۱۹۴۷ء میں جہاد کشمیر کے موقع پر مجاہدین اور مہاجرین کی ہر ممکن نقد وجنس سے بھرپور امداد فرمائی۔ ۱۹۵۶ء میں تحریک ختم نبوت کے موقع پر آپ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں آپ نے ذاتی طور پر مجاہدین ومہاجرین کی امداد فرمائی اور اپنے متوسلین کو بھی خاص طور پر اس جہاد میں حصہ لینے کی ترغیب دی اور تاکید فرمائی اور خلاف معمول ومشرب اس موقع پر ریڈیو پاکستان سے اپنے عقیدت مندان کے لئے تقریر بھی ریکارڈ کرائی جو ۱۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو ریڈیو پاکستان سے نشر کی گئی۔

آپ کی شادی مبارکہ☆: آپ کی شادی خانہ آبادی ۱۹۱۰ء میں ہوئی اس مبارک تقریب سعید میں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی عوام وخواص کے علاوہ جید علمائے کرام مشائخ عظام صوفیائے کرام کثرت سے شامل ہوئے۔ حضرت دیوان سید محمد صاحب سجادہ نشین پاکپتن شریف حضرت خواجہ محمود صاحب تونسہ شریف حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین صاحب سیال شریف حضرت میاں شیر محمد شرقپور شریف حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب اور حافظ جماعت علی شاہ ثانی صاحب علی پور شریف ضلع نارووال رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین خصوصی مہمانوں میں سے تھے۔

خطبہ نکاح کے بعد نماز ظہر حضرت اجی جی صاحب علیہ الرحمۃ کے مزار شریف کے قریب پڑھا گیا دعا کے بعد مجلس سماع منعقد ہوئی اور عجیب سماں بندھ گیا۔ جس کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ حضرت صاحبزادہ خواجہ محمود تونسوی علیہ الرحمۃ سجادہ نشین تونسہ شریف کی خواہش پر گھڑ سواری کے کرتب دکھانے کا اہتمام بھی کیا گیا کسی سوار نے نیزہ بازی کے ہنر دکھائے تو کسی نے گھوڑے کی پشت پر کھڑے ہو کر اسے دوڑایا کسی نے شمشیر زنی کے جوہر دکھائے۔ الغرض اس کھیل سے سب حاضرین محظوظ ہوئے حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ بھی اپنے خصوصی مہمانوں کے ہمراہ بنفس نفیس شریک اجتماع رہے۔

اس موقع پر ایک حادثہ بھی پیش آیا۔ علاقہ پوٹھوار کے ایک سیدزادے جو ایک مرتبہ اپنے جوہر دکھا چکے تھے دوبارہ بغیر باری اور بغیر اجازت کے نیزہ بازی کے لئے تیار ہو گئے۔ دوڑ میں گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گر کر بے ہوش ہو گیا سیدزادے نے بھی لمبی قلابازی کھائی اور دور جا گرے جب گھوڑے کے بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی تو صاحبزادہ محمود احمد تونسوی نے حضرت تاجدار گولڑہ سے فرمایا کہ آپ ہی اس

گھوڑے کا کوئی علاج فرمائیں۔ آپ اس گھوڑے کے قریب تشریف لے گئے اور حکم دیا کہ ایک سفید چادر اس پر ڈال دو اور کچھ دیر یونہی رہنے دو۔

چنانچہ کچھ دیر کے بعد اتاری گئی تو گھوڑا بالکل صحیح سلامت کھڑا ہو گیا۔

اس کے بعد حضور تاجدار گولڑہ نے اُس سیدزادے سے فرمایا کہ اپنی باری کے بغیر سبقت نہیں کرنی چاہیئے۔

آپ کی شادی پر حضور تاجدار گولڑہ نے ارشاد فرمایا کہ اولاد کی شادی کی خوشی تو ہر والدین کو ہوتی ہے تاہم مجھے اس بات کی زیادہ خوشی ہوئی ہے کہ اس بہانے سے اتنی ذی وقار شخصیتیں یہاں جمع ہو گئیں ہیں۔ احباب سے ملاقات اور ان کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ اور حضرت اجی صاحب علیہ الرحمۃ کی یہ وصیت کہ غلام محی الدین شاہ کی شادی بڑے اہتمام سے کرنا بھی پوری ہو گئی۔

آپ کی اولاد پاک ☆: آپ کو خداوند قدوس نے ایک بیٹی اور دو فرزند عطا فرمائے ان میں بڑے صاحبزادے حضرت سید غلام معین الدین شاہ گیلانی علیہ الرحمۃ جو بڑے لالہ جی کے نام ولقب سے مشہور ہیں جن کی ولادت باسعادت ۱۹۲۰ء میں ہوئی تھی۔

دوسرے صاحبزادے حضرت سید شاہ عبدالحق شاہ گیلانی مدظلہ العالی آپ چھوٹے لالہ جی کے لقب سے مشہور ہیں۔ الحمدللہ ان دونوں فرزندان کی ولادت باسعادت حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ کے زمانے میں ہوئی اور حضرت خواجہ گولڑوی سرکار کے وصال باکمال کے وقت بڑے لالہ جی کی عمر شریف ۱۷ برس اور چھوٹے حضرت شاہ عبدالحق شاہ صاحب کی عمر شریف گیارہ برس تھی۔ اللہ کریم نے ان دونوں صاحبزادگان کو حضور خواجہ گولڑوی کی خصوصی نوازشات سے بہرہ اندوز ہونے کا کافی موقعہ عطا فرمایا تھا۔

زندگی کے شب وروز اور عادات شریفہ ☆: آپ کی صحت مبارکہ بفضل تعالیٰ عمر عزیز کے بیشتر حصہ میں قابل رشک رہی۔ میانہ قد پر سفید لباس۔ گندمی رنگ کالی پر پیچ زلفیں اور سرمگیں مدھبری آنکھیں ایک ایسا نقشہ پیش کرتی تھیں کہ دیکھنے والا دیکھتا ہی رہ جاتا تھا۔ اپنے چہرہ مبارک کی وضع قطع کی وجہ سے آپ اپنی اصل عمر سے بھی کم نظر آتے تھے۔ سادہ غذا آپ کو بہت پسند تھی اور کھانے پینے کے لئے مٹی کے برتن زیادہ استعمال فرماتے تھے دوران سفر اپنے کسی ملنے والے کے اصرار پر اُس کے ہاں کھانے کی دعوت اس شرط پر قبول کرتے تھے کہ دال یا سبزی یا ایک قسم کا سالن پکایا جائے۔ بسا اوقات ایسا بھی اتفاق ہوتا تھا کہ کسی ملنے والے کے ہاں قیام ہوتا تو وہاں بہت سے کھانوں کی بہتات دیکھ کر ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے تھے چونکہ تکلف اور فضول خرچی سے آپ بہت پرہیز فرماتے تھے ایسا بھی اتفاق ہوتا تھا کہ آپ کسی کے ہاں کھانے کے وقت اچانک بغیر کسی اطلاع کے پہنچ جاتے تو اس وقت گھر میں جو کچھ موجود ہوتا وہ ہی کھا نا پسند فرماتے تھے اور اس وقت فرماتے کہ دیکھو اپنے لئے کتنا اچھا کم مرغن سالن اور کھانا پکاتے ہیں اور ہمیں بیمار کرنے کے لئے کھانے میں اتنا سارا گھی ڈال دیتے ہیں۔

سہل پسندی سے آپ ہمیشہ دور رہتے جسم کو مشقت کا ایسا عادی بنا دیا تھا کہ تھکاوٹ محسوس نہ فرماتے تھے دوران سفر کبھی پیدل چلتے تو اس قدر تیز قدم اٹھاتے کہ آپ سے کم عمر والے پیچھے رہ جاتے۔ اپنے آباؤ اجداد کی طرح گھوڑے کی سواری کو پسند فرماتے تھے۔ بسا اوقات صبح کے وقت گھوڑے پر سوار ہو کر ساتھ والے گاؤں باد یا میرا تشریف لے جاتے۔ شام کے وقت عموماً راولپنڈی تشریف لے

جاتے اور حاجی محمد شفیع کی دوکان واقع پرانہ قلعہ پر کچھ دیر قیام فرماتے اور عشاء کی نماز پڑھ کر واپس دربار عالیہ میں تشریف لاتے۔ پرانے قلعے سے تھوڑی دیر کے لئے آپ اپنے پرانے مخلص منشی رحیم بخش کے گھر لالکڑتی تشریف لے جاتے تھے۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران جب پیٹرول کی راشن بندی ہوئی تو آپ نے گاڑی کا سفر ترک کر کے راولپنڈی تک کے لئے گھوڑے ٹانگے کی سواری کا معمول بنالیا حالانکہ کچھ کچی سڑک پر یہ بیس میل کا سفر خاصہ دشوار تھا۔

لنگر شریف سے ریلوے اسٹیشن گولڑہ شریف تک۔(۲) میل کا سفر پیدل فرماتے وہاں سے ٹانگے پر سوار ہوتے۔ پرانہ قلعہ والے حاجی محمد شفیع سے آپ کا دیرینہ اور دلی تعلق تھا وگرنہ آپ کے خدام میں بڑے بڑے صاحب ثروت لوگ شامل تھے اور انہوں نے یہ کوشش بھی کی کہ آپ بجائے حاجی محمد شفیع کی دوکان پر جانے کے ہمارے ہاں تشریف لایا کریں۔ مگر آپ نے پرانے تعلق کو چھوڑنا گوارہ نہ کیا۔ جب حاجی محمد شفیع بیمار ہوگئے اور دوکان پر آنے جانے سے معذور ہوگئے تو پھر آپ شام کو منشی رحیم بخش لالکڑتی والوں کے پٹرول پمپ واقع چاولہ گیراج مال روڈ صدر تشریف لے جاتے لالکڑتی کا یہ خاندان لنگر شریف سے خصوصی عقیدت و محبت رکھتا ہے۔ منشی رحیم بخش کے بھتیجے حاجی غلام قادر تو اپنی جوانی ہی کی عمر سے آپ کی ذات والا صفات سے وابستہ ہوگئے تھے۔ اور سفر و حضر میں آپ کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ شام کی اس مجلس میں شہر اور دور دراز مقام سے آئے ہوئے بڑے بڑے صاحب علم و صاحب ذوق حضرات شامل ہوتے اور اس دوران علمی اور روحانی مسائل زیر بحث آتے تھے۔ آپ کی ذات مبارک کو خدا نے ایسا وقار، تمکنت اور جلال عطا فرمایا تھا کہ آپ کی تمام محافل نہایت سنجیدہ اور پروقار ہوتی تھیں۔

آپ کے پاس آنے والوں میں زیادہ تر لوگ وہی ہوتے تھے جو زمانے کے ستائے ہوئے اور مصیبت میں گرفتار لوگ اپنی مشکلات کے حل کے لئے اور صحت و سلامتی کے لئے آپ سے دعا کے طلب گار ہوتے تھے۔

علالت کے اسباب وابتدأ ☆: قیام پاکستان کے بعد ابتدائی سالوں میں ہی حکومتی اہلکاروں عہدیداروں کی غلط پلاننگ اور اقربا پروری ذاتی مفادات کا حصول آپ کے دربار میں لوگ آکر جب حکومت وقت کی غلط کاریوں اور ظلم و تشدد اور مہنگائی بے حیائی کا رونا روتے تو آپ کی طبیعت میں اضطراب آجاتا تھا۔ آپ پریشان اور غمگین ہوجاتے تھے۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں مشرقی پاکستان کا سانحہ ہوا تو آپ کے قلب نے اس کا گہرا اثر لیا اور اس واقعہ سے دل پر اس قدر شدید چوٹ لگی جو برداشت سے باہر تھی اور جب پاکستانی جنگی قیدیوں کے عزیز و اقارب آپ کی خدمت عالیہ میں ان کی رہائی کے لئے دعا کی خاطر حاضر ہوتے اور آپ سے ان کی تکلیفوں کا ذکر کرتے تو آپ تڑپ جاتے اور فرماتے کہ ملک کا بڑا حصہ بھی گیا اور نوے ہزار مسلمان جنگی قیدی دشمنان اسلام کے قبضے میں ہیں نہ جانے ان کا کیا حال ہوگا۔

ان تمام تکلیف دہ باتوں کا آپکے قلب اطہر پر اثر لازمی ہونا تھا۔ ۱۹۷۱ء میں حج بیت اللہ شریف سے واپسی کے موقع پر آپ نے حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ کے مزار پر حاضری کا پروگرام بنایا اور یہ سفر آپ نے بذریعہ کار کیا۔ کاروں کے اس قافلے میں آپ سب سے آخر میں مخلص عزیز الحق قریشی جو نوابزدہ محمد سعید قریشی کے فرزند اور نوابزدہ محمد ذاکر قریشی کے بھتیجے تھے۔ ان کی کار میں سفر

فرماتے رہے سرگودھا کا یہ قریشی خاندان صاحب ثروت ہونے کے ساتھ ساتھ اولیاء اللہ سے نہایت عقیدت ومحبت رکھتا تھا اور ان کے جد امجد محمد حیات قریشی مرحوم حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ کے مرید تھے۔ عزیز الحق قریشی آپ کو بہت عزیز تھے۔ جاتے ہوئے قندھار میں قیام کے دوران آپ نے سخت کمزوری اور سخت بے چینی محسوس کی ٹھنڈے پسینے بھی آئے مگر آپ نے اپنے رفقائے سفر کو اس خیال سے نہ بتایا کہ یہ پریشان ہو جائیں گے ان کو خبر تک نہ ہونے دی اور پوری ہمت سے سفر جاری رکھا۔ راستہ میں دوبارہ پھر اُسی طرح تکلیف محسوس ہوئی اور ہرات پہنچ کر آپ نے رفقاء کے اصرار پر ڈاکٹروں کو دکھایا ڈاکٹروں نے فوری آرام کا مشورہ دیا اور دوائی بھی دی۔ مگر آپ نے جس مقصد کی تکمیل کے لئے اتنا طویل سفر کیا تھا۔ اس کے بغیر بھی آرام سے نہ رہتے تھے۔

آپ روزانہ تین چار گھنٹے حضرت علامہ عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ کے مزار پُر انوار پر حاضری دیتے اور ہرات میں پانچ یوم اور قیام کے بعد آپ کابل سے مزار شریف کے راستے گیارہ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو واپسی گولڑہ شریف پہنچے۔

مگر چند دن قیام کے فوراً بعد مٹھا ٹوانہ ضلع سرگودھا ایک شادی کے سلسلہ میں جانا پڑ گیا وہاں سے براستہ ستیانہ کھیانہ، جھنگ تشریف لائے کھیانہ میں قیام کے دوران احباب کے پرزور اصرار پر ان کے گھروں میں دور دراز علاقوں میں تشریف لے گئے اور ایک جگہ ایک نالے کو عبور کرنے کے لئے آپ کو چھلانگ لگانا پڑی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ کھیانہ سے واپسی پر کبیر والا پہنچ کر آپ نے دل کے قریب تکلیف محسوس فرمائی اور وہ دوائی دوسری گاڑی سے منگوائی اور اپنے منہ میں رکھی جو ڈاکٹر کرنل محمد شفیع نے ایسے موقع پر استعمال کرنے کے لئے دی تھی۔

ملتان پہنچنے کے فوراً بعد آپ کی طبیعت نقاہت اور کمزوری کا پرزور حملہ ہوا ملتان میں آپ خواجہ مظفر محمود کے صاحبزادے خواجہ محمد مسعود کی کوٹھی پر قیام فرمایا کرتے تھے۔ جو بہت عاجزی اور انکساری کے مالک تھے۔ اس صفت کیوجہ سے آپ نے انہیں فقیر صاحب کے لفظ سے نوازا ہوا تھا۔

ملتان کے مخلصین مریدین عقیدت مندان نے تمام بڑے بڑے ڈاکٹروں کو بلا کر آپ کا علاج شروع کر دیا اور زبردستی تین روز تک آپ کو ملتان میں قیام کرانے کی نیت سے رکھا اور ملتان سے گولڑہ شریف تک کا سفر بذریعہ کار کرنے سے منع کر دیا اور ملتان سے بذریعہ کار آپ کو لاہور لایا گیا۔ وہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز آپ راولپنڈی پہنچے۔

راولپنڈی پہنچنے پر آپ کو ڈاکٹروں نے مکمل آرام کا مشورہ دیا مگر آپ نے علالت کے باوجود اپنے روز مرہ کے معمولات اور اوراد وظائف میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آنے دیا۔ صاحبزادگان کے بار بار اصرار پر اتنا کیا کہ مجلس سے مکان کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں چڑھائی کی وجہ سے آپ پیدل جانے کی بجائے کار میں گھر تک تشریف لے جاتے مگر اس کے ساتھ ساتھ صاحبزادگان اور عقیدت مندان سے فرماتے کہ تم مجھے بالکل معذور بنانا چاہتے ہو مجھے کچھ تو پیدل چلنے دیا کرو۔

دل کی تکلیف کو ابھی کچھ افاقہ ہوا تو مسلسل ہچکی کی تکلیف شروع ہوگئی۔ جس کی وجہ سے آپ کے جسم مبارک میں اور کمزوری واقع ہوگئی۔ اسی دوران حج بیت اللہ شریف کا زمانہ آیا تو آپ نے ڈاکٹروں کی شدید مخالفت کے باوجود اس مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لئے حج

پر جانے کا پروگرام بنالیا۔ دسمبر ۱۹۷۲ء میں اپنے خاندان اور دیگر متعلقین کے ہمراہ حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کرنے کے لئے حرمین شریفین حجاز مقدس تشریف لے گئے اور واپسی پر کربلائے معلیٰ، نجف اشرف، کاظمین شریفین، بغداد شریف میں بھی حاضری دی۔ آپکا معمول تھا کہ ایسے سفر کے دوران اپنے سب رفقاء اور ہمراہیوں کو گاڑی میں سوار کر کے بعد ازاں آخر میں خود سوار ہوتے اور پھر منزل بمنزل چلتے کسی بھی منزل پر قیام کے دوران اپنے ہر ایک ہمراہی کے لئے قیام کا انتظام فرما کر آخر میں اپنے قیام کا بندوبست فرماتے تھے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ تمام رفقاء اپنے اپنے ڈیروں پر آرام کر رہے ہوتے تھے۔ اور آپ باہر کسی کھلی جگہ میں تشریف فرما ہو کر آرام فرماتے آپ فرمایا کرتے کہ ایسے سفروں میں چونکہ طبیعت کا رجحان یکسوئی منزل مقصود کی جانب ہوتا ہے اس لئے دوران سفر کسی تکلیف یا کمزوری کا بالکل احساس نہیں ہوتا۔

یہ سفر حجاز مقدس و عراق آپ کا آخری سفر تھا اس سفر کے بعد آپ کی طبیعت مبارک میں نمایاں تبدیلی واقعہ ہوئی۔ آپ اکثر و بیشتر خاموش رہنے لگے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کا جسم مبارک تو گولڑہ شریف میں ہے۔ مگر آپ کا قلب و روح مبارک کسی نہایت ہی اعلیٰ و ارفع مقام پر متمکن ہے بعض مرتبہ استغراق کا یہ عالم دیکھنے میں آیا کہ آپ اپنے پاس بیٹھے ہوئے آدمی سے پوچھا کرتے تھے اب مجھے کیا کرنا ہے ان ہی دنوں آپ محبوب قوال کو مولانا روم کی مثنوی شریف کے مندرجہ ذیل اشعار پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

چند باشی عاشق صورت بگو　　طالب معنی شود معنی بجو
صورت ظاهر فنا گردد بداں　　عالم معنی بماند جاوداں
گفت المعنی هو الله شیخ دیں　　بحر معنی هاست رب العلمین

آخری دنوں میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو اپنے سفر آخرت کا علم ہو گیا تھا اور ان اشعار کو بار بار سُن کر آپ اپنے ملنے والوں کو اپنی جدائی کے لئے تیار فرما رہے تھے۔ یہ بات ایک ایسی حقیقت ہے کہ آپ کی ذات والا صفات اپنے ملنے والوں کے لئے بڑی ہی محبوب و ملجاو ماویٰ تھی۔ جس کا احاطۂ تحریر میں لانا ناممکن ہے۔ اس لئے کہ آپ کے جاننے والوں کی تو کائنات ہی آپ کے دم قدم سے آباد تھی۔ ان کے لئے آپ کی ایک پل کی جدائی بھی محال تھی اور ایسے حضرات میں چند رفقاء ہی نہیں بلکہ ایک جہان آپ کا گرویدہ اور پرستار تھا۔ اور خود آپ سے بھی یہ بات مخفی اور پوشیدہ نہ تھی کہ جدائی کس قدر تکلیف دہ چیز ہوتی ہے۔ اس لئے آپ خوب اچھی طرح سمجھتے تھے کہ میرے جانے کے بعد میرے چاہنے والوں پر کیا گذرے گی۔

آپ کے ایک بہت ہی نیاز مند مہر احمد نواز خان جو اپنی پُر مزاح باتوں سے آپ کی طبیعت کو بہلایا کرتے تھے۔ مندرجہ بالا اشعار سُن کر عرض کرنے لگا۔ حضور آپ ہمیں اس قسم کی باتیں سنا سنا کر دوسرے راستے پر نہ لگائیں ہم جانتے ہیں کہ معنی اچھی چیز ہیں مگر ہمیں تو آپ کی صورت ہی بڑی پیاری ہے۔ آپ اسی کو ہمارے پاس رہنے دیں۔

۵ نومبر ۱۹۷۳ء کو آپ کے دیرینہ نیاز مند ریاست امب کے نواب صاحب کے انتقال پر ایبٹ آباد سے ہوتے ہوئے شیر گڑھ تشریف لے گئے اور چھ نومبر ۱۹۷۳ء کو آپ ریحانہ ضلع ہری پور ہزارہ میں سردار بہادر خان کی والدہ ماجدہ کی تعزیت کے سلسلہ میں رکے۔

وہاں سے اُسی رات واپس گولڑہ شریف پہنچے۔

۸نومبر ۱۹۷۳ء کو آپ نے ناشتے کے بعد حسب معمول محبوب قوال سے کلف لگوائی اسی دوران آپ نے زبان کی روانی میں رکاوٹ محسوس کی تو آپ نے اس کا ذکر محبوب قوال سے کیا تو اُس نے فوراً آپ کے صاحبزادوں کو اطلاع کرنا چاہی۔ محبوب قوال جب بیٹھک سے نیچے اترا تو فوراً اُس نے آپ کے بڑے صاحبزادے پیر سید غلام معین الدین شاہ صاحب سے عرض کیا کہ آپ کی زبان کی روانی میں فرق محسوس ہو رہا ہے۔ ابھی یہ باتیں ان کے مابین ہو رہی تھیں کہ آپ بذات خود بیٹھک سے نیچے کی طرف تشریف لے آئے اور آپ نے بھی اپنے بڑے صاحبزادے سے اس بات کا ذکر فرمایا حضرت شاہ غلام معین الدین علیہ الرحمۃ نے فوراً اس تکلیف کو آپ کی گفتگو سے محسوس کرتے ہوئے آپ کے خصوصی معالج ڈاکٹر کرنل محمد شفیع کو فون کر کے بلایا تو ڈاکٹر نے معائنہ کرنے کے بعد کہا کہ آپ کی زبان پر فالج کا اثر ہے۔ اس لئے مکمل آرام کیا جائے۔ مگر آپ نے اپنے معمولات میں اتنا فرق ڈالا کہ پہلے مجلس سے گھر کی طرف کار میں جایا کرتے تھے اور پیدل گھر سے مجلس میں تشریف لاتے تھے۔ مگر اب گھر سے بھی بذریعہ کار تشریف لانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ڈاکٹروں کی دوائیوں کے ساتھ ساتھ ہومیو پیتھک کا علاج اور حکیموں کی تیار کردہ یونانی دوائیاں بھی استعمال کرتے رہے۔ جس سے تھوڑے عرصے میں ہی افاقہ ہو گیا تاہم زبان کی روانی مکمل طور پر بحال نہ ہوئی۔

مدینہ شریف سے مدنی صاحب کی آمد☆: ابھی آپ زیر علاج تھے کہ حج کا زمانہ آ گیا کمزوری اور نقاہت کے باوجود آپ حج بیت اللہ کی ادائیگی کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر ڈاکٹر صاحبان اور صاحبزادگان کے بار بار اصرار پر ارادہ ملتوی فرما دیا اور فرمایا کہ حج کے بعد عمرہ کے لئے جائیں گے۔ ابھی پروگرام بن ہی رہا تھا کہ ۵ مارچ ۱۹۷۳ء کو اچانک اطلاع ملی کہ جناب مدنی صاحب کراچی پہنچ گئے ہیں۔ اطلاع کے ملتے ہی آپ ڈاکٹر کرنل محمد شفیع، مشتاق قوال خواجہ خدا بخش، خواجہ محمد اعظم ملتانی کے ہمراہ ۶ مارچ کو بذریعہ ہوائی جہاز راولپنڈی گولڑہ شریف سے کراچی جناب مدنی صاحب کے استقبال کے لئے چلے گئے۔

جناب سید الشیخ احمد العطاس علیہ الرحمۃ آپ کا مرید ہونے کا صرف زبانی دعوی ہی نہیں کرتے تھے بلکہ جب کبھی آپ کی خدمت میں خط لکھتے تو ان الفاظ سے خط کی ابتدا فرماتے تھے۔

من مسقط رأس المدينة المنوره الى مسقط قلبى گولڑه شريف:

ترجمہ☆: یہ خط جا رہا ہے اُس دیار پاک سے جہاں میرا سر گرا ہے طرف اس دیار کے جہاں میرا قلب گرا ہے۔

نوٹ☆: جناب الشیخ سید احمد العطاس مدنی علیہ الرحمۃ آپ کے وصال کے تھوڑے عرصے بعد ہی یکم رمضان المبارک ۱۳۹۴ ہجری کو اس دار فانی سے واصل بحق ہو کر اپنے مرشد کریم سے جا ملے تھے۔ جب آپ ۶ مارچ ۱۹۷۳ء کو مدنی صاحب کو کراچی سے گولڑہ شریف لانے کے لئے کراچی پہنچے تو آپ نے حسب معمول صادق ٹریڈرز کے دفتر میں قیام فرمایا۔ بعد میں آپ اپنے ایک مخلص مرید صادق اور رفیق خاص احمد داؤد کے بے حد اصرار اور منت و سماجت کرنے پر ان کے گھر تشریف لے گئے۔

احمد داؤد صاحب آپ کی ذات والا صفات سے بے حد محبت وانس رکھتے تھے اور آپ بھی ان سے خصوصی شفقت فرماتے۔ حتیٰ کہ کراچی قیام کے دوران اندرون ملک اور بیرون ملک تمام سفروں کا انتظام انہی احمد داؤد صاحب کے سپرد ہوتا تھا۔ احمد داؤد صاحب دل کے مریض تھے۔ مگر لنگر کیلئے پیدل سفر کرتے اور دوڑتے پھرتے تھے۔ بہرحال کراچی میں تین دن قیام کے بعد آپ مدنی صاحب کو لے کر واپس گولڑہ شریف پہنچ گئے۔

آپ کی واپسی کے دوسرے ہی روز آپ کو اطلاع ملی کہ احمد داؤد صاحب کا وصال ہو گیا ہے۔ اس جانکاہ خبر سے آپ کو دلی صدمہ ہوا۔ اور اپنے بڑے صاحبزادے جناب سید غلام معین الدین شاہ گیلانی علیہ الرحمۃ کو ان کے جنازہ میں شرکت کے لئے کراچی بھیجا۔

ادھر کمزوری اور علالت کے باوجود آپ نے مصروفیات میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ مگر علالت تھی کہ دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ آپ کی علالت کا سن کر دور دراز سے مریدین عقیدت مندان علمائے کرام مختلف آستانوں کے سجادگان دربار عالیہ گولڑہ شریف پہنچنے لگے اور ہر طرف عوام اور عقیدت مندان اور تیمارداری کرنے والوں کا ہجوم نظر آنے لگا اور دربار شریف پر آپ سے ملاقات کے لئے آنے والوں کا سلسلہ دن بدن بڑھتا ہی گیا۔

۲۲ مارچ ۱۹۷۴ء کو بغداد شریف سے حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی حضور سیدنا عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی کے دربار شریف کے متولی جناب السید یوسف گیلانی تشریف لے آئے۔ ان کی مہمان نوازی کے سلسلہ میں آپ نے بنفس نفیس دلچسپی لی اور کسی قسم کی کمی نہ آنے دی۔

۳۰ مارچ کو مائی سارا صاحبہ آپ کی علالت کی خبر سن کر ترکی سے تشریف لے آئیں یہ ترکی کے مشہور جرنیل انور پاشا کی اولاد سے تھیں اور حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ سے بڑی عقیدت و محبت رکھتی تھیں۔ آپ کی ملاقات ان خاتون سے قونیہ شریف میں مولانا روم علیہ الرحمۃ کے مزار شریف پر ہوئی تھی۔ چونکہ یہ خاتون تھوڑی بہت انگریزی جانتی تھیں۔ اس لئے وہاں پر یہ آپ کے اور ترکی کی انتظامیہ کے درمیان بطور مترجم کام کرتی تھیں۔

مذکورہ خاتون آپ کے اخلاق کریمانہ سے اس قدر متاثر ہوئی کہ آپ کو بھائی کہتی تھیں اور ایک بہن کی حیثیت سے بیماری کی خبر ملنے پر ترکی سے پاکستان گولڑہ شریف صرف اور صرف بیمار پرسی کے لئے تشریف لے کر آئی تھیں۔

۱۶ اپریل ۱۹۷۴ء کو آستانہ عالیہ گولڑہ شریف پر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سالانہ تقریب تھی۔ مگر آپ شدید علالت کے پیش نظر اس میں شرکت نہ فرما سکے۔ آپ کی جگہ پر آپ کے صاحبزادگان مسند پر جلوہ افروز ہوئے مگر وہ بھی دیگر عقیدت مندوں کی طرح آپ کی علالت اور محفل میلاد شریف سے غیر حاضری پر سنجیدہ اور پُر ملال نظر آ رہے تھے۔

حضرت احمد العطاس مدنی صاحب علیہ الرحمۃ کی آمد سے آپ کی طبیعت تو سنبھل گئی تھی۔ مگر چونکہ مدنی صاحب جو آنکھ میں موتیہ اترنے کی وجہ سے اپریشن کرانے کے لئے پاکستان تشریف لائے تھے اور اس سے قبل بھی ایک آنکھ کا کامیاب آپریشن پاکستان ہی سے کروایا تھا آپ نے اپنی طبیعت سنبھلنے پر فوراً اپنی نگرانی میں جناب مدنی صاحب کا آپریشن کرایا جو کامیاب رہا۔ مگر کچھ ہی دنوں کے بعد

حضور شہنشاہ بغداد محبوب سبحانی قطب ربانی غوث الصمدانی السید نا الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی گیارھویں شریف کا سالانہ عرس پاک ۲۔۳۔۴۔ مئی ۱۹۷۴ء کو آ گیا۔ اس کی مصروفیات اور عقیدت مندوں سے ملاقاتوں کے پیش نظر آپ کی طبیعت مزید خراب ہوگئی۔

حتیٰ کہ سہ روزہ عرس مبارک کی محفلوں میں دوزانوں بیٹھ بیٹھ کر اور جمعہ کے روز ختم شریف کی خصوصی مجلس میں دیر تک بیٹھے رہنے سے آپ نے محسوس کیا کہ ایک ٹانگ بالکل بے حس ہوگئی ہے۔ مجلس کے خاتمہ پر بڑی مشکل سے سہارا لے کر قیام گاہ تک تشریف لے گئے اور پھر تکلیف کے باوجود دوبارہ نماز جمعہ باجماعت ادا کرنے کے لئے تشریف لے آئے اور نماز جمعہ باجماعت دربار شریف کی مسجد میں ہی ادا فرمائی۔

مدنی صاحب کی واپسی اور ہسپتال میں داخلہ☆: عرس مبارک کے تھوڑے دنوں بعد گیارہ مئی بروز ہفتہ آپ کو غدود مثانہ بڑھ جانے کی وجہ سے پیشاب میں رکاوٹ اور تکلیف محسوس ہونے لگی۔ ڈاکٹروں نے آپریشن کا مشورہ دیا جس کے لئے آپ کو باقاعدہ ۱۶ مئی ۱۹۷۴ء کو کمبائنڈ ملٹری ہسپتال کمرہ نمبر ۴ راولپنڈی میں داخل کرا دیا گیا۔ حضرت مدنی صاحب سے آپ کی تکلیف دیکھی نہ گئی اور اسی سبب سے واپسی جانے کے لئے اصرار کرنے لگے۔ غالباً وہ نہیں چاہتے تھے کہ میری موجودگی کی وجہ سے آپ کے علاج معالجہ میں کوئی فرق آئے۔ جب آپ کو مدنی صاحب کی واپسی کے پروگرام کا علم ہوا تو آپ نے ہسپتال سے پیغام بھیجا کہ انہیں کہیں ابھی واپس نہ جائیں مگر مدنی صاحب بدستور اصرار کرتے رہے اور واپس جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

بالآخر ۲۶ مئی ۱۹۷۴ء بروز اتوار رات ساڑھے آٹھ بجے واپسی طے ہوگئی ان کی روانگی سے ایک روز قبل آپ ڈاکٹروں سے اجازت لے کر انہیں خیر آباد کہنے کے لئے دربار عالیہ گولڑہ شریف میں تشریف لے آئے دوسرے روز آپ پروگرام کے مطابق جناب مدنی صاحب کو اسلام آباد ایرپورٹ تک الوداع کہنے کیلئے جانے لگے تو مدنی صاحب نے عرض کیا کہ آپ ایرپورٹ تشریف نہ لے جائیں ۔آپ چونکہ بیمار ہیں۔ آپ نے ہسپتال سے دربار شریف تک تشریف لا کر جو تکلیف اٹھائی ہے وہ کافی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے کہا تھا کہ ابھی واپس نہ جاؤ رک جاؤ مگر آپ نے میرا کہا نہیں مانا۔ لہٰذا میں بھی اب آپ کا کہا نہیں مانوں گا اور ایئرپورٹ تک ضرور جاؤں گا۔

چنانچہ آپ ایرپورٹ تشریف لے گئے اور انہیں الوداع کہنے کے بعد واپسی پر حیرت زدہ لہجہ میں فرمایا کہ میری خواہش تھی کہ مدنی صاحب میرا جنازہ پڑھا کر جاتے مگر افسوس کہ یہ خواہش پوری نہ ہوئی۔ ادھر مدنی صاحب کا بار بار اپنی واپسی پر اصرار کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں آپ کے عنقریب دنیا سے پردہ کر جانے کا علم ہو گیا تھا اور وہ نہ چاہتے تھے کہ یہ جانکاہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔

آخری ایام علالت☆: آپ مسلسل ۱۹ روز کمبائنڈ ملٹری ہسپتال راولپنڈی میں زیر علاج رہے ڈاکٹر بریگیڈیر آئی ڈی حسن ڈاکٹر کرنل اکرام نے خصوصی توجہ سے آپ کا علاج کیا اس دوران پورے ملک کے طول وعرض سے عقیدت مندان کا تانتا بیمار پرسی کے لئے ہسپتال میں بندھ گیا۔ ہسپتال کی انتظامیہ بے بس ہوگئی عوام اور عقیدت مندوں میں سے ہر شخص غم زدہ اور پریشان، اخبارات نے آپ کی علالت کی نہ صرف خبر چھاپی بلکہ دعائے صحت کے لئے عوام سے اپیل بھی کی۔

لوگوں کی اس کیفیت کو دیکھ کر آپ ۳ جون کو دوبارہ گولڑہ شریف دربار عالیہ پر تشریف لے آئے۔ اس دوران سب گھر والوں عزیز و اقارب اور پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں اور صاحبزادگان سے ملاقاتیں کیں اور نصیحت فرمائی کہ دیکھنا آپس میں اتفاق واتحاد کی فضا کو قائم رکھنا اور اپنے کو صاحبزادہ نہ بنانا بلکہ لوگوں کا خادم بن کر رہنا ایسا نہ ہو کہ تم کمروں میں آرام سے بیٹھے رہو اور ملنے والے باہر تکلیف میں کھڑے رہیں۔ آرام طلب نہ بننا بلکہ اپنے اندر مشقت اور تکلیف سہنے کی عادت ڈالنا۔ مالک کی یاد سے غافل نہ ہونا۔ اس کے حقوق ادا ہوں۔ تب ہی منزل مقصود کو پہنچو گے۔ بعد ازاں فرداً فرداً تمام عقیدت مندوں مریدین سے ملے جو دور دراز کا سفر طے کر کے صرف اور صرف آپ کی تیمارداری اور زیارت کے لئے آئے تھے۔

اس دوران پھر تکلیف زیادہ ہونے لگی اور گیارہ جون ۱۹۷۴ء کو آپ کو دوبارہ ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا۔ ڈاکٹروں نے پہلے تو فوری آپریشن کرنا چاہا مگر بعد میں کمزوری کی وجہ سے پروگرام ملتوی کر دیا۔ مگر اس کے بعد کے چند ایام آپ نے سخت تکلیف میں گزارے۔

کمزوری کی وجہ سے گلوکوز لگانے کے لئے آپ کے بازو پر خون کی رگ تلاش کرنے کے لئے کئی کئی مرتبہ آپ کے جسم میں سوئیاں چبھونا پڑتیں مگر آپ شدید تکلیف کے باوجود زبان سے فرماتے کہ الحمدللہ الحمدللہ اللہ کا بڑا شکر ہے۔ ہسپتال کے ڈاکٹر اور عملہ کے لوگ کہتے کہ تمام زندگی ایسا راضی برضا انسان دیکھنے میں نظر نہیں آیا۔

مریدین اور عقیدت مندان سے ملاقات سے ڈاکٹروں نے منع فرما دیا تھا آپ کی چارپائی کے سامنے والی کھڑکی کھول دی جاتی تھی۔ جہاں سے لوگ کمرے سے باہر ہی کھڑے ہو کر آپ کے چہرے کی زیارت کر کے اپنے دلوں کو سکون بخشتے تھے۔

ہسپتال میں آخری محفل سماع ☆: ۱۹ جون ۱۹۷۴ء کو آپ نے اپنے دربار کے محبوب قوال اور مشتاق قوال دونوں کو بلایا اور ان سے آخری بار سیدنا غوث الاعظم محبوب سبحانی کی شان میں مندرجہ ذیل منقبت سماعت فرمائی اور انہیں دعائیں دے کر رخصت فرمایا۔

شاہباز لا مکان مظہر رب قدیر — حضرت محبوب سبحانی شہہ پیران پیر
اب مدد فرمایئے قید خود میں ہوں اسیر — تاجدار ملک قدرت مظہر رب قدیر
یا قطب یا غوث الاعظم یا ولی روشن ضمیر

بحر عصیاں میں تلاطم اور اندھیری رات ہے — ہے بھروسہ جس پہ سمجھ لو وہ آپ ہی کی ذات ہے
زادراہ آخرت کچھ بھی نہ میرے پاس ہے — ہاتھ پر تیرے بکا ہوں لاج تیرے ہاتھ ہے
بندہ ام در ماندہ ام جز تو نہ دارم دستگیر

ہو اگر آزاد اپنی قید ہست و بود سے — رابطہ ہو جائے مدامی عبد کا معبود سے
دیجئے ناسوتی کو بھی صدقہ کچھ اپنے وجود سے — دامن رمد کو بھر دو گل مقصود سے

خاطر ناشاد راکن شادیا پیران پیر

ہستی فانی پہ ہے میری یقینی کا حباب زندگی اپنی نظر آتی ہے مجھ کو اک سراب

دیجئے اجداد اپنے کا تصدق بے حساب بر ورِ درگاہ والا سائلم اے آفتاب

جاؤں گا خالی نہ در سے آپ کے پیران پیر

۲۰ جون کو آپ کی طبیعت میں کمزوری اور نقاہٹ پیدا ہوگئی اور ہر وقت استغراق کی کیفیت طاری رہنے لگی۔ اس کے باوجود تمام نمازیں چار پائی پر ہی اپنے اپنے وقت پر اشاروں سے ادا فرماتے رہے۔ اس مرتبہ ہسپتال والے وہ کمرہ نمبر ۴ نہ دے سکے تھے۔ جو پہلی مرتبہ دیا تھا۔ آپ بار بار فرماتے تھے کہ وہ کمرہ کب خالی ہوگا۔

۲۲ جون ۱۹۷۴ء بروز ہفتہ وہ کمرہ خالی ہوا اور آپ کو اس میں منتقل کر دیا گیا۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال با کمال مورخہ ۲۲ جون ۱۹۷۴ء بروز ہفتہ دو جمادی الثانی ۱۳۹۴ ہجری رات گیارہ بجے ہوا۔ وصال کے وقت آپ کے دونوں صاحبزادے اور ڈاکٹر کرنل محمد شفیع ڈاکٹر شہاب الدین ڈاکٹر کرنل آصف چشتی غلام مصطفیٰ راجہ غلام سرور، عبدالرزاق مٹھیالوی، ملک غلام ربانی اور سیٹھی محمد اسماعیل پشاوری موجود تھے۔

اسی وقت آپ کے جسد مبارک کو ایمبولینس کے ذریعے دربار عالیہ گولڑہ شریف لے جایا گیا جہاں رات ۲ بجے آپ کو غسل مبارک دے کر میں اہل خانہ کی زیارت کے لئے لے جایا گیا۔ راتوں رات پورے ملک میں ہی نہیں بلکہ بیرون ممالک بھی لوگوں کو خبر ہوگئی۔ اگلے روز عوام اور اہل عقیدت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر گولڑہ شریف میں جمع ہوگیا۔ نماز ظہر کے بعد ۲/۱-۲ بجے کے قریب آپ کے جسد مبارک کو حرم سرا سے باہر لایا گیا۔ ہجوم اس قدر تھا کہ گولڑہ شریف کی زمین تنگ پڑ گئی تھی تا حد نگاہ آدم ہی آدم تھا ہر شخص کی خواہش تھی کہ میں بھی جنازے کو کندھا دے سکوں۔ مگر کوئی قسمت والا ہی تھا جس کو یہ سعادت ملی ہو۔ جنازہ کو بڑی مشکل سے گیراج تک پہنچایا گیا اور مہمان خانہ نمبر ا ایک کے صحن میں ایک تخت پوش پر رکھ دیا گیا۔ آسمان پر ابابیلوں کے جھنڈ کے جھنڈ نظر آرہے تھے۔ ہر آنکھ اشکبار تھی۔ ہر دل غمگسار تھا ملک بھر کے طول و عرض سے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں علمائے کرام مشائخ عظام کے علاوہ ساڑھے تین لاکھ افراد نے جنازہ میں شرکت کی۔

نماز عصر کے بعد آپ کی چار پائی گیراج سے اٹھا کر بذریعہ ویگن ایک کھلے میدان میں لے جائی گئی وہاں پر حضرت شیخ السید عبد القادر جیلانی سابق سفیر حکومت عراق کی امامت میں جو بارگاہ غوثیہ بغداد شریف کے متولی کے بھائی اور حضور غوث پاک کی اولاد پاک میں سے تھے۔ ان کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ بعد ازاں آپ کو حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا جہاں آج بھی آپ کا مزار فیض آثار عقیدت مندوں کے لئے زیارت گاہ عام ہے۔

فقیر راقم الحروف کو بار بار آپ کے دربار گوہر بار میں حاضری کا شرف حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ زین الدین چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: پیر طریقت امیر شریعت، واقف رموز حقیقت زینت الاصفیا، منبع فیوض و برکات حضرت خواجہ زین الدین مکھڈی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ نمونۂ سلف صالحین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت موضع انگہ ضلع سرگودھا میں قطب شاہی اعوان قبیلہ کے چشم و چراغ جناب حافظ امیر گل بن میاں مبارک کے گھر ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم موضع کفری میں مولانا غلام نبی سے حاصل کی بعدازاں موضع لیٹی میں مولانا محمد روشن سے اکتساب فیض کرتے رہے۔ آخر میں مکھڈ شریف پہنچ کر مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے علوم متداولہ کی تکمیل کی۔

درس و تدریس ☆: علوم متداولہ کی تکمیل کے بعد آپ نے اپنے استاذی المکرم عارف کامل ولی العصر کے مدرسے میں ہی پڑھانا شروع کر دیا۔ طلبہ کو ہمیشہ تعلیم پر توجہ دینے پر تلقین کرتے رہتے اور انہیں دوسرے اشغال سے الگ تھلگ رہنے کی نصیحت کرتے تھے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ نے اپنے استاذی المکرم شیخ العصر مولانا محمد علی چشتی نظامی مکھڈوی علیہ الرحمۃ کے دست مبارک پر شرف بیعت حاصل کیا اور انہیں سے خرقۂ خلافت لے کر صاحب ارشاد ہوئے۔ آپ نے کچھ عرصہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی المعروف پیر پٹھان علیہ الرحمۃ سے بھی فیض حاصل کر کے باطنی تعلیم مکمل کی۔

علمی ذوق و شوق ☆: آپ کی ذات والاصفات کو کتابوں سے حد درجہ عشق اور پیار تھا ہر وقت کتاب کے مطالعے میں مصروف رہتے تھے۔ آپ صاحب مطالعہ اور کتاب دوست عالم تھے۔ کتب فروشوں سے نادر و نایاب کتابیں منہ مانگے داموں خرید لیا کرتے تھے۔ تونسہ شریف میں جب عرس مبارک میں شرکت کے لئے تشریف لیجاتے تو ایک ایک کتب فروش کے پاس جا کر کتابیں دیکھتے اور واپسی پر ضرورت کے مطابق کتابیں خرید لیتے تھے۔ تونسہ شریف آنے والے تمام کتب فروش اُن کی عادت سے واقف ہو گئے تھے۔ اس لئے مولانا زین الدین کی واپسی تک تونسہ شریف میں رہتے تھے۔

آپ کتابوں کی حفاظت اور جلد بندی میں پوری توجہ سے کام لیتے تھے۔ مکھڈ کے اہل علم اور طلبہ کو کتابیں عاریۃً دے دیتے تھے۔ خانقاہ مکھڈ شریف کے کتب خانے کا بڑا حصہ آپ ہی کا جمع کردہ ہے۔ آپ کی مہر کا نقش یہ تھا

سلیمان محمد علی نامور

و ذیشان شد زین الدین بہرہ ور

آپ کی اولادِ امجاد☆: آپ کو خداوند کریم نے ایک صاحبزادی اور دو صاحبزادے عطا کئے تھے۔ دونوں صاحبزادے خواجہ سراج الدین اور خواجہ محکم الدین آپ کی زندگی میں وصال کر گئے تھے۔ اور صاحبزادی کا عقد آپ نے اپنے شاگرد میاں محمد سے کر دیا تھا۔ جن کے فرزند مولانا غلام محی الدین آپ کے وصال کے بعد آپ کے جانشین ہوئے۔

وصال با کمال☆: خلیفہ محمد عابد جی خلیفہ اول مولانا محمد علی مکھڈی کے وصال کے بعد حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ نے آپ کو مکھڈ سے تونسہ شریف بلوا کر مولانا محمد علی مکھڈی علیہ الرحمۃ کا جانشین و خلیفہ دوئم نامزد کیا۔

آپ تقریباً ۴۲ سال مکھڈ شریف میں مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ کی سجادگی کی مسند پر فائز رہے اور ۱۳ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ بمطابق ۱۷ جنوری 1975ء کو آپ کا وصال با کمال ہوا۔

آپ کا مزار پر انوار آپ کے مرشد کے مقبرہ کے اندر مکھڈ شریف تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک میں مرجع خاص و عام ہے۔ فقیر کو اس بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت میاں علی محمد خان چشتی نظامی بسّی شریف والے رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: پیشوائے جمیع اہل کمال، مرآۃ جمال بے مثال، ناطق اللسان احوال، فارغ از مستقبل وحال، شیخ العصر حضرت میاں علی محمد خان چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ قطب مادر زاد ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1299 ہجری بمطابق 1881ء کو بستی عمر خان متصل ہریانہ ضلع ہوشیار پور کے مشرقی پنجاب انڈیا میں اپنے وقت کے بہترین عالم وفاضل اور درویش منش بزرگ جناب محمد عمر خان علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

آپ کے والد گرامی اپنے وقت کے بہت بڑے جاگیر دار اور امیری میں فقیر تھے۔آپ کے والد گرامی صاحب تصنیف بزرگ ہوئے ہیں۔یاد پیر (منظوم سوانح حیات حضرت میاں محمد شاہ) اور تہذیب دھرم رد ہنود آپ کی علمی یادگاریں ہیں۔

اسی طرح آپ کے نانا جان حضرت خواجہ میاں محمد شاہ چشتی نظامی فخری علیہ الرحمتہ جن کا مزار پُر انوار بسّی شریف ضلع ہوشیار پور مشرقی پنجاب انڈیا میں مرجع خاص وعام ہے۔اپنے وقت کے قطب الاقطاب ہوئے ہیں۔بسّی شریف آپ کے والد گرامی نے آباد کیا تھا اور یہ انہی کے نام سے منسوب چلا آرہا ہے۔

آپ نے اپنے عظیم نانا بزرگوار جناب خواجہ میاں محمد شاہ چشتی نظامی فخری علیہ الرحمتہ کی زیر نگرانی تعلیم حاصل کی۔اور آپ کی تربیت بذات خود نانا بزرگوار کے ہاتھوں ہوئی۔

آپ نے اپنے وقت کے جید علماء فضلا سے اکتساب علم کیا۔علم طب کے علاوہ فنون سپاہ گری پر بھی آپ کو عبور حاصل تھا۔آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا دین محمد بسی شریف حضرت مولانا حکیم محمد عبداللہ جگرانوی اور حضرت مولانا مرید احمد خان ساکن میانوالی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتی نظامیہ میں اپنے نانا بزرگوار حضرت خواجہ میاں محمد شاہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے اور تکمیل مجاہدات ومنازل سلوک طے کرنے کے بعد انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز ہوئے اور ان کے وصال کے بعد ان کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

سیرت وکردار☆: آپ پابند شریعت وطریقت بزرگ ہوئے ہیں، تمام عمر یاد خدا اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں

گزاری۔اپنے نانا اور پیرومرشد کے ہمراہ مختلف مزارات مقدسہ پر حاضری دے کر روحانی فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہے۔آپ نے اپنے روحانی فیض سے لاکھوں افراد کو مالا مال کیا۔آپ اپنے وقت کے جید عالم دین اور علم پرور علم دوست بزرگ تھے۔حسن وجمال کی دولت سے بھی خدا نے خوب نوازا ہوا تھا۔ملک پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی آپ کے لاتعداد مریدین تھے۔

اندرون و بیرون ملک کے مریدین کی تعداد لاکھوں سے تجاوز کر گئی ہے۔لنگر آپ کا عام و خاص کے لیے ہمہ وقت کھلا رہتا تھا۔ سخاوت میں عدیم المثال تھے۔فقرا اور مساکین کو خوب نوازتے تھے۔

آپ کی صورت وجیہہ اور پرکشش تھی۔جو ایک دفعہ شرف نیاز حاصل کرتا وہ دل و جان سے گرویدہ ہو کے رہ جاتا۔مخلوق خدا کی راہنمائی اس انداز سے فرماتے کہ برے سے برا شخص بھی برائی کو چھوڑ کر نیکی کی طرف گامزن ہو جاتا تھا۔اپنے آبائی رسم ورواج کو چھوڑ کر ایک سچے جانثار کی طرح شریعت محمدیہ کے پیروکار بن گئے۔لاتعداد افراد عشق ومحبت کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔بلاتمیز مذہب وملت، ہر انسان آپ سے والہانہ عشق ومحبت رکھتا تھا۔

آداب تسلیمات بجالانا آپ کے سامنے اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے۔آپ نے ہمیشہ نمود و نمائش سے پرہیز کیا۔سادہ لباس تن فرمایا کرتے تھے۔اسی طرح خوراک بھی بہت تھوڑی مقدار میں سادہ استعمال فرمایا کرتے تھے۔

تحریک پاکستان میں خدمات اور لاہور آمد☆: آپ نے تحریک آزادی پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ 1946ء میں جب مسلم لیگ کے انتخابات ہوئے تو اس انتخاب کو مسلم لیگ کے حق میں کامیاب کرانے کے لیے انتھک کوششیں فرمائیں اور اپنے عزیز و اقارب کے علاوہ دوست احباب مریدین و عقیدتمندان کو ہدایت فرمائی کہ مسلم لیگ کو ووٹ دے کر کامیاب بنائیں۔تا کہ قوم مسلم بھی غلامی کے جوئے سے خلاصی حاصل کر سکے اور آزادی جو کہ ہمارا ایک پیدائشی حق ہے۔قوموں کے لیے آزادی کا سانس لینا نصیب ہو۔اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر مخلوق خدا کی خدمات کو شعار بنائیں۔

قیام پاکستان کے بعد آپ لاہور تشریف لے آئے اور داتا صاحب کے دربار سے متصل قیام کے لیے جگہ تجویز فرمائی۔مگر چند ماہ قیام فرما کر پاکپتن شریف تشریف لے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔اس دوران لاہور بدستور تشریف لاتے رہے۔آپ نے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار کے عقب ایک مکان میں مدرسہ تعلیم القرآن بنام مدرسہ علویہ قائم کیا۔جب لاہور تشریف لاتے تو اسی مدرسہ میں قیام فرماتے تھے۔

علمی جواہر پارے☆: آپ صاحب تصنیف بھی ہیں۔آپ کی نوک قلم سے معرض وجود میں آنے والی چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔

میلادنامہ معروف بہ تفسیر سورۃ نون والقلم، راہ فردا (فارسی)، مکتوب در مسلہ وحدت الوجود الشہود۔

رسم دستار و سجادگی☆: جب آپ کے نانا اور پیرومرشد حضرت میاں محمد شاہ علیہ الرحمتہ کا وصال باکمال ہوا تو آپ کے سرپر دستار سجادگی سجائی گئی۔جب آپ نے فرائض سجادگی و خلافت سنبھالا تو نظام حیدر آباد دکن کے درباری شاعر جناب مولانا غلام قادر گرامی

صاحب نے ان الفاظ میں آپ کو خراج تحسین پیش کیا۔

محرم نکتہ خفی وجلی　　　جانشین محمد ست علی
آفتاب آفتاب راست دلیل　　　درخورمسند ولی ست ولی

پاکپتن شریف میں آپ کی خدمات☆: آپ نے پاکپتن شریف میں رہ کر مخلوق خدا کی راہبری و رہنمائی فرمائی۔ اپنے مریدین کو درس و تدریس کے ذریعے دینی و دنیاوی تعلیمات کے ذریعے ان کی صلاحیتوں کو اجاگر کیا۔ اکثر آپ محی الدین عربی کی تالیفات کا درس دیتے۔ اس کے علاوہ فصوالحکم اور فتوحات مکیہ کا درس بھی دیتے تھے۔ تاکہ سلسلہ سے منسلک ہونے والے شریعت و طریقت کے مسائل سے بھی کماحقہ آگاہ ہوں۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ میں تعلیم مریدین کے لیے ایک اہم جز سمجھا جاتا ہے۔ تاکہ سلسلہ کی صحیح طور پر تبلیغ اور نشوونما ہو سکے اور اس میں کسی قسم کا بگاڑ نہ پیدا ہو۔

جیسا کہ کسی بزرگ نے فرمایا کہ ان پڑھ مرید کی تعلیم ٹامک ٹوئیاں ہوتی ہے اور جاہل فقیر و درویش سے دور بھاگو۔ اسی نظریہ کے پیش نظر تعلیم بہت ضروری ہے۔ صحبت نشینی سے ادب و آداب اور اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ تو آ جائے گا۔ مگر تعلیم سے جو مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ اس سے مخلوق خدا کی راہنمائی اور راہبری مقصود ہوتا ہے۔

دینی تعلیم کا انوکھا انداز☆: آپ نے سلسلہ طریقت کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ کے فروغ کے لیے بھی گرانقدر خدمات انجام دیں۔ اپنی زیر نگرانی چلنے والے مدرسہ کے علاوہ دیگر مدارس دینیہ کی بھی سرپرستی اور معاونت فرماتے تھے۔

ممتاز عالم دین، استاذ العلماء، ادیب اہل سنت، محقق دوراں حضرت علامہ الحاج مولانا محمد منشا تابش قصوری مدظلہ العالی مدرس جامعہ نظامیہ لاہور فرماتے ہیں کہ علوم دینیہ کی تعلیم کا جو انداز آپ نے اختیار کیا وہ ایک انوکھا اور منفرد انداز تعلیم تھا، وہ یہ کہ

آپ جب بھی اپنے مریدین کے ہاں دورے پر نکلتے تو اپنے مدرسہ کے تمام طلباء اور اساتذہ کو بھی ہمراہ لے کر نکلتے تھے۔ یہ پورا قافلہ خچروں، گھوڑوں، اونٹوں پر بمع دینی کتب کے ہوتا تھا۔

آپ کی روانگی کا باقاعدہ ایک پروگرام ترتیب دیا جاتا تھا، اس کے تحت آپ کی روانگی سے قبل ایک خادم خاص اگلی منزل پر جہاں آپ نے قیام فرمانا ہوتا تھا وہ اس گاؤں کے نمبردار کو اطلاع کر دیتا تھا کہ میاں صاحب فلاں دن فلاں وقت آپ کے ڈیرے پر تشریف لا رہے ہیں۔

جب آپ اپنا قافلہ لے کر اس نمبردار کے ڈیرے پر تشریف لے جاتے تو اس گاؤں کے تمام مریدین و عقیدتمندان آپ کے گرد جمع ہو جاتے۔ آپ ان کے دکھ درد سنتے اور آپ کے طلباء صفیں بنا کر بیٹھ جاتے اور مدرسین ان طلبا کو سبق پڑھاتے رہتے تھے۔

جتنے دن قیام ہوتا آپ اپنے مریدین کو توجہ دینے کے ساتھ ساتھ طلباء کے اسباق کا بھی خصوصی خیال رکھتے تھے۔

اس طرح یہ قافلہ اگلے دوسرے گاؤں میں جاتا اور وہاں بھی دوران قیام یہی صورتحال پھر وہاں سے دوسرے گاؤں حتیٰ کہ آپ کا

پورا دورہ اسی طرح مکمل ہوتا تھا اور آپ کا یہ انوکھا انداز تعلیم بھرپور طریقہ سے جاری رہتا تھا۔

اولاد و امجاد☆: آپ اولاد نرینہ سے محروم تھے۔ خالق و مالک نے آپ کو دو صاحبزادیاں عنایت فرمائیں جن کے فرزندوں کا اقبال بہت بلند ہے۔ اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ الحاج میاں محمود احمد خان، الحاج مسعود احمد خان ایم اے، خان تنویر احمد خان سلمہم اللہ تعالیٰ۔

گاڑی بغیر پیٹرول چلتی رہی☆: فقیر راقم الحروف کے دیرینہ کرم فرما دوست اور پیر بھائی محبوب حضرت قمر المشائخ جناب شیخ فواد رشید صابری دام فیوضکم نے فقیر راقم الحروف کو اپنے ماموں شیخ حاجی محمد افتخار علی عرف داتا کا دیوانہ جو کہ آپ کے خلیفہ سید محمد اقبال حسین شاہ صاحب کے مرید ہیں، کی زبانی آپ کی ایک کرامت بیان کی۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنے خادم خاص کو کسی مرید کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اسے جا کر کہو کہ میاں صاحب نے فرمایا ہے کہ گاڑی لے کر فوراً آجاؤ۔

چنانچہ وہ مرید حکم ملتے ہی گاڑی لے کر حاضر خدمت ہوا تو آپ گاڑی میں سوار ہوئے اور اس سے فرمایا کہ پاکپتن شریف چلو۔ مرید نے تعمیل ارشاد کی اور چند قدم آگے چل کر پٹرول پمپ کی جانب داخل ہونے لگا چونکہ گاڑی میں اتنا پٹرول نہ تھا کہ وہ لاہور باہر ایک قدم بھی جاسکے۔ آپ نے اس مرید سے فرمایا کیا بات ہے اس نے عرض کی حضور گاڑی میں پٹرول نہیں ہے، لہٰذا پٹرول بھروالوں۔ آپ نے جلالت بھرے انداز میں فرمایا کہ مجھے بہت جلدی ہے تم پاکپتن چلو، پیٹرول آگے کہیں دیکھ لیں گے۔

چنانچہ گاڑی پاکپتن کی جانب رواں دواں ہوگئی۔ آگے چل کر پھر کسی مقام پر اس نے پٹرول ڈلوانا چاہا تو آپ نے فرمایا۔ یار تجھے میری بات سمجھ نہیں آرہی۔ تو پٹرول کو چھوڑ مجھے جلدی سے پاکپتن شریف پہنچنا ہے۔ وہ مرید بیچارہ پہلے ہی حیران تھا کہ گاڑی میں اتنا پٹرول نہ تھا کہ جتنا اس نے سفر طے کرلیا ہے۔ اب مزید آگے چلتا رہا ہے اور پیٹرول کی سوئی کو چیک کرتا رہا۔ وہ جہاں تھی وہیں رکی رہی اور گاڑی پاکپتن شریف پہنچ گئی۔ آپ پاکپتن شریف پہنچ کر شیخ الاسلام والمسلمین حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں اس مرید کو ہمراہ لے کر چلے گئے اور خوب دل کھول کر حاضری دی۔ حاضری کے بعد دربار سے نکلے اور جلدی جلدی قدم اٹھاتے ہوئے گاڑی کی طرف آئے اور سوار ہو کر واپس لاہور کی طرف چل دیئے۔ پاکپتن شریف کی حدود میں پیٹرول پمپ پر وہ داخل ہونے لگا تو آپ نے اسے فرمایا کہ مجھے بہت جلدی لاہور پہنچنا ہے بس مجھے جلدی سے لاہور پہنچا دو۔ مرید نے تعمیل ارشاد کی اور گاڑی چلاتا رہا۔ پیٹرول کی سوئی کو دیکھتا رہا اور گاڑی چلاتا ہوا لاہور پہنچ گیا۔ جب آپ گاڑی سے اترے تو آپ نے اس سے فرمایا کہ وہ سامنے پیٹرول پمپ ہے جاؤ تیل بھروالو۔ وہ مرید جب پیٹرول پمپ پر پہنچا تو گاڑی بند ہوگئی۔ تب اسے پتہ چلا کہ پیٹرول تو کافی پہلے کا ختم ہو چکا تھا۔ اور یہ گاڑی تو حضرت میاں صاحب کی کرامت اور نگاہ ولایت سے چلتی رہی۔

وصال با کمال☆: آپ کا وصال با کمال 15 محرم الحرام 1395ھ ہجری بمطابق 28 فروری 1975ء کو ہوا۔

مزار پُرانوار حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار شریف کے صحن میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل

عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو بارہا آپ کے دربار گوہر بار کی حاضری کا شرف حاصل ہے۔

معروف زمانہ حکیم حاذق قطب الاسلام محسن اہلِ سنت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمۃ جو کہ آپ کے مرید وخلیفہ بھی ہیں نے آپ کی تاریخ قطعہ وصال اس طرح لکھی ہے۔

فخر ملک فرد عالم   سلطان کشور طریقت

۱۳۹۵ھ   ۱۳۹۵ھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ فقیر محمد عبداللہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عارف زمانہ، فقیر یگانہ، ہمہ صفت قلندرانہ، واقف اسرارِ خفی وجلی، عالم ربانی، مرشد لاثانی، بلکہ ثانی لاثانی، حضرت خواجہ فقیر محمد عبداللہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ جناب محمد عبدالرحمٰن بن محمد پناہ کے گھر موضع چکڑالہ ضلع میانوالی میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کے والد گرامی قدر جناب محمد عبدالرحمٰن بن محمد پناہ حضرت مولانا احمد خان صاحب المعروف حضرت ثانی صاحب علیہ الرحمۃ کے بڑے بھائی تھے۔

آپ کا تعلق اعوان قبیلہ سے تھا جب آپ کی ولادت ہوئی تو حضرت ثانی صاحب نے اپنے بھتیجے کا نام علاقائی روایات سے ہٹ کر آپ کا نام فقیر محمد عبداللہ رکھا اور نام کے ساتھ ملک یا خان وغیرہ جو کہ آپ کے خاندان اور علاقے کی روایات میں شامل تھا کو نظر انداز کر کے فرمایا کہ جب یہ بچہ تھوڑا سا باشعور ہو جائے تو اس کو میرے پاس دربار عالیہ میرا شریف بھیج دینا تا کہ اس کی تربیت اس انداز سے کی جائے کہ یہ بڑا ہو کر خدمت اسلام کا عظیم فریضہ بخوبی واحسن ادا کرنے کے قابل ہو جائے۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے اسے ایک بڑے کام کے لئے پیدا فرمایا ہے۔

تعلیم وتربیت ☆: ابھی آپ کی عمر عزیز پانچ برس ہوئی تھی تو والدین نے بہترین تعلیم وتربیت کے لئے آپ کو میرا شریف آپ کے چچا حضرت مولانا احمد خان المعروف ثانی صاحب علیہ الرحمۃ کے پاس بھیج دیا۔ یہ زمانہ میرا شریف میں حضرت اعلیٰ خواجہ احمد چشتی نظامی علیہ الرحمۃ میروی کا زمانہ تھا اور حضرت ثانی صاحب اعلیٰ حضرت میروی کے زمانہ میں تعلیمی نظام اور خانقاہ شریف کے انچارج مقرر کر دیئے گئے تھے چونکہ حضرت ثانی صاحب منتظم المزاج اور طبیعت میں شدت کی تاثیر رکھتے تھے۔ آپ کو وہاں پر دیکھتے ہی حضرت اعلیٰ میروی نے اپنی سرپرستی میں لے لیا اور بچپن میں ہی آپ کو اپنے دست مبارک پر بیعت سے مشرف فرما دیا۔ اس طرح آپ کو زمانہ طالب علمی میں ہی حضرت اعلیٰ میروی کی نظر عنایت وولایت کی فیض یابی کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت ثانی صاحب جو کہ آپ کے چچا بھی ہیں نے آپ کی تعلیم وتربیت کا خصوصی خیال رکھا۔ جب آپ نے فارسی کی ابتدائی کتب پڑھ لیں تو دیگر علوم وفنون کی تکمیل کے لئے اعلیٰ حضرت میروی کے منظور نظر عالم دین سید مبارک شاہ منداخیلی علیہ الرحمۃ کے پاس بھجوا دیا۔ حضرت سید مبارک شاہ علیہ الرحمۃ ظاہری وباطنی علوم سے مرصع اور آپ کا سینہ مبارک باطنی علوم کا گنجینہ تھا۔ ان کی خدمت میں

تھوڑا سا عرصہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ حضرت مولانا نور حسین فتح جنگی کے پاس تشریف لے آئے اور ان سے اکتساب فیض کیا ان کے علاوہ مولانا گل محمد میروی اور مولانا عبداللہ علیہ الرحمۃ سکنہ بھکر سے بھی آپ نے اکتساب فیض کیا۔

ایک مرتبہ آپ بغیر اجازت موضع کدلٹھی متصل بھیں ضلع چکوال میں حصول علم کے لئے تشریف لے گئے جب حضرت ثانی صاحب کو اس بات کا علم ہوا تو ان کو بہت افسوس ہوا اور فوراً واپس بلوا کر خود پڑھانا شروع کر دیا پھر آخر تک اپنے پاس ہی رکھا اور دیگر علوم فنون کی تکمیل کروائی۔

سیرت و کردار☆: آپ کی شخصیت بہت دل آویز پُر وقار بارعب اور نہایت ہی جاذب نظر تھی۔ طبع مبارک گلِ تازہ کی طرح شگفتہ جو بھی آپ سے ملاقات کرتا وہ اخلاق کریمانہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ جذبہ خدمت خلق آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ شفقت، محبت، خوش کلامی، سادگی، تقویٰ، عبادت و ریاضت اور غریب پروری میں اپنی مثال آپ تھے۔ موسم سرما میں روئی دار ٹوپی اور سبز کمبل استعمال فرماتے اور موسم گرما میں سر پر سفید کپڑے کی ٹوپی سفید کرتہ اور نیلے رنگ کا تہہ بند زیب تن فرماتے تھے۔ توکل اس قدر تھا کہ آنے والی کل کی کبھی فکر نہیں کی اور ہمیشہ فرماتے کہ ہمیں اللہ کریم کی رضا کی خاطر کام کرنا چاہیے اور کل کی فکر نہیں کرنی چاہیے اسباب اللہ تعالیٰ خود پیدا فرما دیتا ہے۔

حضرت مولانا محمد عثمان علیہ الرحمۃ آف پپلاں ضلع میانوالی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ لنگر کے لئے پشاور سے گڑ کا ایک ٹرک دو ماہ کے ادھار پر منگوایا جب مقررہ وقت پر گڑ لانے والے خان صاحب حاضر خدمت ہوئے تو اس وقت آپ کی جیب میں کچھ بھی نہ تھا کہ اس کو دیا جائے۔ آپ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا کہ پہلے روضہ شریف میں جا کر حضرت اعلیٰ کو سلام پیش کرو اللہ کریم کوئی سبب پیدا فرما دے گا۔ وہ خان صاحب دربار شریف میں سلام کی غرض سے چلے گئے۔

اتنی دیر میں سہگل آباد ضلع چکوال کے ایک سیٹھ صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لنگر کے لئے تین ہزار روپے پیش کئے۔ آپ نے وصول کر کے رکھ لئے تھوڑی دیر میں وہ خان صاحب دربار پر سلام پیش کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے وہ تمام رقم اسے دے کر حساب بیباک کر دیا۔ عبادت و ریاضت میں آپ یگانہ روزگار تھے۔ فرضی عبادات کے علاوہ نفلی عبادات کا خصوصی اہتمام فرماتے نماز تہجد اشراق، چاشت اوابین بھی ادا فرماتے۔ تمام عمر خلاف شریعت کام کو ناپسند کرتے رہے احباب و عقیدت مندان کو بھی حدود اللہ اور شریعت محمدیہ پر مکمل عمل پیرا ہونے کی تلقین فرماتے رہے۔ آپ کی تمام زندگی عبادت و ریاضت سے عبارت تھی۔ تقویٰ ورع علم و عرفان زہد آپ کا شعار رہا۔

بیعت و خلافت☆: آپ کو حضرت اعلیٰ خواجہ احمد میروی علیہ الرحمۃ نے بچپن میں ہی اپنے دست حق پرست پر شرف بیعت سے مشرف فرما دیا تھا۔ بعد ازاں سلوک کی منازل کی تکمیل کے بعد آپ کے چچا حضرت خواجہ مولانا احمد خان علیہ الرحمۃ نے حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان المعروف پیر پٹھان تونسوی علیہ الرحمۃ کے سالانہ عرس مبارک (۱۳۴۲ھ) پر آپ کو خرقہ خلافت سے نہ صرف مشرف فرمایا بلکہ با قاعدہ آپ کو اپنا جانشین بھی مقرر فرمایا۔

آپ کی اولاد وامجاد☆: آپ کواللہ تعالیٰ نے چھ بیٹے اور چار صاحبزادیاں عنایت فرمائی تھیں۔جن میں حضرت پیر منظور احمد علیہ الرحمۃ آپ کے سب سے بڑے بیٹے ہیں۔جنھوں نے ایف اے تک دنیاوی تعلیم حاصل کی۔منشی فاضل کا امتحان پاس کیا اور دینی کتب مولانا فیروز دین سکنہ سنگھوال اور مولانا عبدالرحمٰن سکنہ ٹمن تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال سے پڑھیں۔

حضرت پیر منظور احمد علیہ الرحمۃ رفاعی کاموں میں بہت دلچسپی رکھتے تھے۔پنڈی گھیب سے میرا شریف تک پختہ سڑک کی تعمیر، میرا شریف میں سرکاری ڈسپنسری اور مڈل سکول کا قیام آپ ہی کوششوں سے ہوا۔گیارہ برس تک مسلسل خانقاہ معلی میرا شریف کی سجادہ نشینی کے فرائض سرانجام دینے کے بعد ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۴۰۷ھ بمطابق 1986ء کو اُن کا وصال باکمال ہوا۔مرقد منورہ دربار میرا شریف تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک کے برآمدے میں مرجع خاص وعام ہے۔

آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت محبوب احمد علیہ الرحمۃ جو کہ منشی فاضل اور دنیاوی تعلیم ایف اے ہیں۔ان کا وصال باکمال ۵ جمادی الاول ۱۴۲۴ھ بمطابق ۶ جولائی ۲۰۰۳ء بروز اتوار کو ہوا۔ان کی مرقد منورہ بھی دربار شریف کے برآمدے میں مرجع خاص وعام ہے۔

آپ کے تیسرے صاحبزادے حضرت پیر مقبول احمد چشتی نظامی مدظلہ العالی ہیں۔دینی و دنیاوی تعلیم کے علاوہ فن طب میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔بے شمار مریضوں کو آپ کے ہاتھ سے فائدہ پہنچا۔فالج کا علاج کرنے میں تو آپ کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔بہت خوش اخلاق خوش وضع خوش طبع وخوش قطع اور دل میں دین متین کی خدمت واشاعت کا جذبہ رکھتے تھے۔آپ ہی کی شخصیت کی وجہ سے کسی بھی طرح کی بدعقیدگی کو میرا شریف میں آج تک پہنچنے کا موقعہ نہیں ملا۔کیونکہ آپ حضرت فقیر عبداللہ علیہ الرحمتہ کے حکم سے ۱۹۶۵ء سے دربار عالیہ میرا شریف کے جملہ امور اور لنگر شریف کی نگرانی فرماتے رہے اور ۱۹۸۶ء سے تاحال سجادہ نشینی کے فرائض بحسن خوبی انجام دے رہے ہیں۔اور غلامان میرا شریف سے پوری دُنیا میں آپ کا ایک مضبوط روحانی تعلق اور رابطہ تسلسل سے جاری ہے۔

آپ کے چوتھے صاحبزادے ظفر احمد علیہ الرحمۃ بھی دینی اور دنیاوی تعلیم سے مرصع اور پابند شریعت وطریقت پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ان کا وصال باکمال ۵ جمادی الاول ۱۴۱۳ھ بمطابق 1992ء کو ہوا۔مرقد منورہ بڑے بھائی حضرت پیر منظور احمد علیہ الرحمۃ کے پہلو میں دربار شریف کے برآمدے میں مرجع خاص وعام ہے۔

آپ کے پانچویں صاحبزادے فخر احمد چشتی نظامی میروی مدظلہ جو کہ آپ کی دوسری زوجہ محترمہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔جامع منہاج القرآن سے فارغ التحصیل ہیں۔میرا شریف میں بچوں اور بچیوں کے لئے سکول قائم کر رکھا ہے۔دینی محافل کا انعقاد بڑے ذوق و شوق سے فرماتے ہیں اور مختلف دینی ومذہبی اجتماعات میں احباب کی دعوت پر تشریف بھی لے جاتے ہیں۔

آپ کے چھٹے اور سب سے چھوٹے صاحبزادے صاحبزادہ شہزاد احمد چشتی نظامی میروی مدظلہ العالی بھی دینی اور دنیاوی تعلیم میں مرصع ہونے کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت کا ذوق وشوق رکھتے ہیں۔آپ نے اپنی زیر سرپرستی اپنے خواجگان میرا شریف کے تذکرے پر مشتمل ایک کتاب جناب حضرت پروفیسر بشیر احمد رضوی صاحب سے نقش اولیا تحریر کروائی ہے۔

کشف و کرامات ☆: حضرت مولانا نصیرالدین علیہ الرحمۃ آف بیربل شریف گلدستہ نصیریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ حضرت فقیر محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بیربل شریف تشریف لائے۔ صاحبزادہ محمد فائق چشتی میروی مرحوم گوجرانوالہ سے تشریف لائے ہوئے تھے وہ آپ سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوئے۔ چونکہ ان کے اباؤ اجداد اعلیٰ حضرت خواجہ احمد میروی علیہ الرحمۃ کے خصوصی مریدین اور خلفاء سے ہوئے ہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد جب صاحبزادہ فائق صاحب نے پرجوش انداز میں خطاب فرمایا تو دوران خطاب انہوں نے آپ کے ہاتھ پر اپنی بیعت کا واقعہ اس طرح بیان کیا کہ مجھے بیعت ہونے کی بہت خواہش تھی لیکن طبیعت کہیں بھی پوری طرح مطمئن نہ ہوتی تھی کہ ایک رات خواب دیکھا کہ میرا شریف حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت میروی کے مزارِ پُر انوار پر بیٹھا ہوں قبر مبارک سے ایک نورانی ہاتھ نکلا اور میرا ہاتھ پکڑ کر آپ حضرت خواجہ فقیر محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دے دیا۔

چنانچہ میں ہیبت زدہ ہو کر اٹھا اور جلدی سے تیار ہو کر میرا شریف پہنچ کر آپ کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا۔

کرامت نمبر۲ ☆: گلدستہ نصیریہ میں لکھا ہے کہ بیربل شریف کے لوگ ہمیشہ سے ہی بزرگوں کی زیارات کرتے چلے آ رہے ہیں اور بڑے بڑے باکمال بزرگ بھی انہیں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ لیکن جب آپ حضرت خواجہ فقیر محمد عبداللہ چشتی میروی رحمۃ اللہ علیہ جب بیربل شریف تشریف لاتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہاتف غیبی نے آپ کی آمد کا اعلان کر دیا ہے۔ چنانچہ ہر طرف سے مخلوق خدا زیارت کے لئے جمع ہو جاتی اور تصرف اس قدر کہ آپ کے کھانے کے واسطے ہر چیز غیب سے مہیا ہونے لگی۔

کرامت نمبر۳ ☆: خزینہ حق میں علامہ مفتی محمد ریاض الدین علیہ الرحمۃ اٹک والے لکھتے ہیں کہ جب آپ آستانہ عالیہ چشتیہ میرا شریف کی مسند پر مسند آرائے خلافت ہوئے تو میانوالی کا ایک صراف جو حضور ثانی صاحب علیہ الرحمۃ کا مرید خاص تھا۔ میرا شریف آیا اور رات کو سوتے وقت دل میں خیال پیدا ہوا کہ پہلے تو حضرت ثانی صاحب بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے۔ اب نہ جانے حضرت سجادہ نشین صاحب ہم پر توجہ فرمائیں گے یا نہیں۔ اسی خیال میں وہ سو گیا اور رات کو خواب کے عالم میں کیا دیکھتا ہے کہ حضرت ثانی صاحب علیہ الرحمۃ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر آپ کے ہاتھ میں دے دیا ہے اور فرما رہے ہیں کہ فقیر صاحب اس کا خیال رکھنا۔

چنانچہ جب صبح کو وہ صراف بیدار ہوا اور آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا بھائی صراف صاحب وہ رات والی بات یاد ہے۔ صراف اتنی بات سن کر بہت حیران ہوا اور عرض کرنے لگا جی حضور یاد ہے۔ پھر حاضرین کی خواہش پر انہوں نے اپنا خواب سب کو سنایا۔

کرامت نمبر۴ ☆: جناب نثار احمد شاہ صاحب راولپنڈی والے اپنی بیعت سے متعلق واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ پیر و مرشد حضرت خواجہ فقیر محمد عبداللہ چشتی میروی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف پیدائش کے ایک سال کے اندر ہی ہو گیا تھا اور والد محترم جناب حافظ حسین شاہ صاحب حضور پُر نور اعلیٰ حضرت خواجہ احمد میروی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے۔ انہوں نے حضرت ثانی صاحب علیہ الرحمۃ کا دور بھی دیکھا اور یہی وجہ تھی آپ حضرت فقیر محمد عبداللہ چشتی میروی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہر سال ہمارے گھر میں قدم رنجہ فرمایا کرتے تھے۔ والد محترم کو اپنے پیر خانے سے بہت پیار اور عقیدت و محبت تھی۔ حال یہ تھا کہ میرا شریف کی حاضری

کے موقع پر ننگے پیر پھرا کرتے تھے۔ ناچیز نثار احمد نے جب ہوش سنبھالا تو فرط عقیدت سے عازم میرا شریف ہونے لگا۔ ایک دفعہ میں مصیبت میں گرفتار ہو گیا تو میں نے مرشد کامل کی بارگاہ میں حاضری کا ارادہ کیا تو فی الفور اس مصیبت سے نجات مل گئی۔

میں اسی دن شام کو بذریعہ ریل گاڑی براستہ انجرا میرا شریف پہنچا اور نماز فجر کے بعد حضرت کی قدم بوسی سے مشرف ہوا اور آپ کے سامنے خاموشی سے بیٹھ گیا۔ آپ نے بغیر کسی تمہید کے فرمایا کہ ''گھوڑا دوڑا کر پیر آزما کر'' آپ نے چونکہ میری حاضری کا ارادہ بذریعہ کشف بھانپ لیا تھا۔ اس کے بعد آپ نے مجھے ایک عمل کی اجازت مرحمت فرمائی جو حاکم کے سامنے پیش ہونے پر کیا جاتا ہے۔ میں نے اس عمل کو کیا اور تیر بہدف پایا۔

کرامت نمبر ۵ ☆: یہی نثار احمد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اسی حاضری کے موقع پر ایک اور صاحب جن کا تعلق ہری پور سے تھا۔ رشوت خوری کی وجہ سے نوکری سے معطل تھے۔ حضرت کے سامنے اعتراف جرم کیا اور اس جرم سے تائب ہونے کا اعلان کیا۔ آپ نے ان کیلئے دعائے خیر فرمائی۔

میرے دل میں اچانک خیال گزرا کہ حضرت نے ایک رشوت خور کی نوکری کی بحالی کے لئے دعا فرمائی ہے۔ ابھی میرے دل میں یہ خیال گزر ہی رہا تھا کہ اچانک آپ میرے دل کے خیال پر مطلع ہوئے اور فرمایا کہ مرید کے لئے پیر اگر دعا نہ کرے تو اس کے لئے کوئی راستہ باقی نہیں رہتا۔ ایسی حالت میں شیطان اپنا کام شروع کر دیتا ہے۔ اور بندہ گمراہی کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔ یہ مرشد ہی کا کام ہے کہ فوراً اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور مرید کے لئے بخشش اور گمراہی سے نجات کے لئے دعا مانگے۔ اب یہ اللہ کریم کی مرضی ہے کہ وہ قبول کرے یا نہ کرے۔

یہ سُن کر میں نے دل ہی دل میں ندامت کے ساتھ توبہ کی۔ آپ نے پھر دعائے خیر کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ دعا فرمائی اور مجھے واپسی کی اجازت مرحمت فرمائی۔

کرامت نمبر ۶ ☆: یہی نثار احمد شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عرس کے ہجوم میں فجر کی نماز کے بعد دربار عالیہ میں حاضری کے وقت میری عینک گر گئی۔ ہجوم بہت زیادہ تھا بہت تلاش کی مگر نہ ملی۔ آخر کار دربار شریف کے کلید بردار کی خدمت میں عرض کیا کہ دھیان رکھیں شاید عینک کسی کو مل ہی جائے۔

وہاں سے لنگر خانہ میں منشی صاحب کے پاس چلا آیا۔ یہاں مرزا عبدالحمید صاحب سکنہ مورگاہ راولپنڈی سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگے کیا عینک کے بغیر گزارا ہو رہا ہے۔ میں نے عرض کی عینک تو دربار شریف میں گر گئی ہے۔ مرزا صاحب کہنے لگے فکر نہ کریں عینک مل جائے گی ورنہ نظر مل جائے گی۔

اتنے میں خادم دربار نے اطلاع دی کہ آپ کو حضرت صاحب بلا رہے ہیں۔ آپ دربار شریف کے باہر تشریف فرما تھے۔ آپ نے مجھے عینک دی میں نے مرزا صاحب کی بات ذہن میں لاتے ہوئے عرض کیا کہ عینک کی جگہ مجھے نظر عطا ہو۔

آپ نے فرمایا لنگر خانے میں عینک کی شکایت کر رہے تھے لہٰذا عینک ہی لے لو۔ ایک صاحب کہنے لگے شکر ہے کسی کے پاؤں کے

نیچے آ کر ٹوٹی نہیں۔ آپ نے فرمایا یہ روضہ اقدس کا طواف کر کے آئی ہے۔ اب نہیں ٹوٹے گی اور فی الواقعہ مجھ سے نہیں ٹوٹی میں جب بھی کسی سے اس بات کا تذکرہ کرتا تو وہ عینک نیچے پٹخ دیتا لیکن عینک کو کچھ ضرر نہ پہنچتا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۲ صفر المظفر ۱۳۹۵ بمطابق 1975ء کو ہوا۔ جنازہ میں جلیل القدر علمائے کرام، مشائخ عظام اور ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مندان میرا شریف نے شرکت کی نماز جنازہ کی امامت کا شرف حضرت مولانا غلام جیلانی مرحوم کو حاصل ہوا۔

ممتاز عالم دین مفتی محمد عثمان غنی چاولی شریف نے اپنی تصنیف لطیف بدر منیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب آپ کے وصال باکمال کا وقت آیا تو آپ نے خواہش ظاہر کی مجھے دربار شریف کے اندر دفن کیا جائے۔ مگر دربار شریف میں تیسری قبر کے لئے جگہ تنگ تھی۔ مگر چونکہ آپ کو اپنے پیش رووں کی معیت مطلوب تھی۔

چنانچہ حاجی غلام حسین صاحب خلیفہ دربار کو جگہ ناپنے کے لئے بھیجا گیا تو انہوں نے آ کر بتایا کہ جگہ تنگ ہے۔ آپ نے دوبارہ جا کرناپنے کا حکم دیا۔ اب جگہ ناپنے پر معلوم ہوا کہ آپ کی نظر ولایت سے اللہ تعالیٰ نے دربار شریف کی زمین کو وسعت دے دی ہے۔ اس طرح آپ اپنے دو مربیوں کے ساتھ آج مرقد منورہ میں آرام فرما ہیں۔

آپ کا مزار پُر انوار دربار عالیہ میرا شریف تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

موجودہ سجادہ نشین حضرت خواجہ مقبول احمد چشتی میروی مدظلہ العالی ہیں جو کہ بڑے ہی احسن انداز سے عرصہ ۴۵ سال سے دربار شریف کے نظام کو چلا رہے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کا حضرت سجادہ نشین صاحب اور اُن کے صاحبزادگان جناب محمود احمد میروی اور صاحبزادہ فاروق احمد میروی سے کا خصوصی ادبی اور قلبی تعلق ہے۔ ہر دو حضرات فقیر کے غریب خانے پر بھی تشریف لاتے ہیں، جبکہ صاحبزادہ فاروق احمد میروی تو گاہے بہ گاہ قدم رنجہ فرماتے رہتے ہیں، راقم الحروف کو بھی دربار میرا شریف میں حاضری کی سعادت حاصل ہے۔

حضرت خواجہ مقبول احمد چشتی میروی مدظلہ العالی انتہائی خلیق، مہربان اور مہمان نواز شخصیت کے حامل ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ تا دیر غلامانِ آستانہ عالیہ میرا شریف کے سر پر آپ کا سایہ قائم ودائم رکھے۔ آمین!

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا عبدالشکور صادق چشتی نظامی کمبل پوش رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مخزن صفا، معدن وفا، کان حیاء، شیخ الاتقیاء، برھان الاصفیاء، شاعر بارگاہ رسالت وخواجگان چشت حضرت مولانا خواجہ عبدالشکور صادق چشتی نظامی المعروف بابا کمبل پوش رحمتہ اللہ علیہ آپ شاہ ملک تفرید وتجرید ہیں۔

درویش بزرگ حضرت صوفی عبدالشکور اکبر آبادی آگرہ (یوپی۔ بھارت) میں ۲۷ رجب المرجب ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۴ء دوشنبہ کو صبح صادق کے وقت آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

تعلیم وتربیت ☆: ان کے حقیقی نانا حضرت مولانا الحاج سید محبوب علی عطار، قادری سلسلے سے وابستہ تھے۔ آپ نے اُنہی کے دامن فیض میں تربیت پائی اور اس زمانے کے رواج کے مطابق عربی اور فارسی کی تعلیم انہی سے حاصل کی۔

حضرت قبلہ سید نواب محمد خادم حسن صاحب زبیری اجمیری مرحوم کی صحبت نے آپ کو اچھا خاصہ شاعر بنا دیا۔ آپ نے استاد محترم کے متعلق قطعہ کہا ہے:

خادم خادمان چشت گئے نیک سیرت تھے خود سرشت گئے
آج خادم حسن زبیری بھی کیا کہوں خازن بہشت گئے

بیعت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے سجادہ نشین سالک نما مجذوب معارف دستگاہ حضرت مولانا سید احمد علی جمال شاہ نظامی کمبل پوش رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

حسن جمال مصطفیٰ شاہ جمال احمد علی شان جلال مرتضیٰ شاہ جمال احمد علی

شاعری ☆: تقسیم ہند پر والدہ اور بچوں سمیت ۲۷ رجب المرجب ۱۳۶۶ھ بمطابق ۱۹۴۷ء کو حیدر آباد (سندھ) آ گئے۔ آپ اںکنوش بیان واعظ کے علاوہ شیخ طریقت بھی تھے۔ ایک صوفی شاعر بھی تھے۔ آپ کی شاعری میں اخلاقیات حمد ونعت اور منقبت کے مضامین نظم غزل اور قطعات کی صورت میں نمایاں ہیں۔ حسان الہند مولانا ضیاء القادری بدایونی (کراچی) سے مشورہ سخن کرتے تھے۔ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہیں جو والہانہ محبت تھی اس کا اظہار جا بجا ان کے نعتیہ اشعار میں ملتا ہے۔ (ایضاً)

تاجداروں سے سوا ہے وہ فقیر بے نوا

زیب سر جس کے رہے نعل کفِ پائے رسول
ان کی سرمستی کا عالم حشر کے دن دیکھنا
مے کشوں کے ہاتھ میں ہے جام صہبائے رسول
دل ہے وہ دل جو خدا کی یاد سے غافل نہ ہو
سر وہی سر ہے کہ جس سر میں ہو سودائے رسول
حکم خلاق دو عالم تھا شبِ معراج میں
ہاں یونہی نعلین پہنے عرش پر آئے رسول
حق تعالیٰ نے کیا وعدہ ہے یہ معراج میں
میں اسی کو بخش دوں گا، جس کا فرمائے رسول
سجدہ گاہِ عاشقاں ہے سجدہ گاہ عارفاں
کیا کشش تجھ میں ہے اے نقش کف پائے رسول
کفر غارت ہو گیا، عالم منور ہو گیا
عالم امکان میں جب تشریف لے آئے رسول

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

چاند بھی شرما گیا، جب آ گیا بطحیٰ کا چاند
حق تو یہ ہے نورِ حق دکھلا گیا بطحیٰ کا چاند
بدلیاں رحمت کی اُٹھیں، بارشیں ہونے لگیں
دونوں عالم کی فضا پر چھا گیا بطحیٰ کا چاند
دونوں عالم کی ملی دولت مجھے، صد شکر ہے
کملی والا میرے دل میں آ گیا بطحیٰ کا چاند
ذکر الا اللہ کرتے کرتے جب سویا ''شکور''
روئے روشن خواب میں دکھلا گیا بطحیٰ کا چاند

نماز عشق یوں ہوتی ہے زاہد — کہ ان کا نقش پا میری جبیں ہے
نہیں بھاتا ہے جنت کا گلستان — تصور میں مدینہ کی زمین ہے
جسے اُلفت میسر ہو نہ ان کی — وہ مومن کیا مسلماں بھی نہیں ہے

شب معراج میں چون و چرا کی کس کو گنجائش
ہے سبحان الذی اسریٰ سے اظہار شب اسرار

تصنیف وتالیف☆: آپ کی درج ذیل تصنیفات یادگار ہیں:

(۱) عثمانیہ مئے خانہ الموسوم دیوان شکور۔

(۲) دیوان ذوق تصوف (۱۳۸۲ھ) نعت ومنقبت پر مشتمل کلام ہے۔اپنے دور کے نامور شعراء کرام نے قطعہ تاریخ اشاعت کہے ہیں جو کہ کتاب کے آخر میں شامل اشاعت کیے گئے ہیں ان میں اکثر شعراء اس وقت اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو چکے ہیں۔مولانا سید محمد علی آرم (حیدرآباد، سندھ) علامہ سید محمد ہاشم فاضل شمسی، علامہ سید عبدالسلام باندوی، استادالشعراء مولانا ضیاء القادری، سید خورشید علی مہر نقوی کراچی، سید صادق علی صادق حیدرآباد مولانا میر نذر علی درد کاکوری عزیز آباد کراچی، مولانا ظہورالحسن خان ماہر ضیائی کراچی، رئیس احمد رئیس ضیائی بدایونی سابق خطیب لال مسجد ملیر کراچی، سید مختار علی مختار ضیائی اجمیری کراچی، ہاشم رضا خان ہاشم ضیائی بدایونی، حضرت صابر براری ضیائی کراچی، محمد حمید خان مائل پیلی بھیتی حال لاڑکانہ، حکیم سید اکرام حسین سیکری حیدرآباد سندھ، آرزو تبریزی اکبرآبادی سعودآباد ملیر کراچی وغیرہ۔

یہ دیوان آپ کے خلیفہ صوفی محمد یعقوب نظامی کورنگی کراچی کی کوشش سے ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء کے بعد شائع ہوا۔

فاضل شمسی فرماتے ہیں:

نغمۂ صوفی صافی سخن شیخ و شباب — زیور طبع سے آراستہ ہو کر آیا
صوفی عبدالشکور آ گئے لے کر وہ کلام — زاہدوں کیلئے اذکار ہے رندوں کی شراب
حافظ و جامی و خسرو نے جمائی محفل — مطرب رومی نے لے لی تو عراق نے روباب
مختصر یہ ہے میرے سامنے صوفی کا کلام — ساغر حمد میں ہے نعت محمد کی شراب
اہل مشرق کیلئے ذوق تصوف تاریخ — اہل مغرب کو پسند آ گیا ذکر مضراب

۱۳۸۲ھ — ۱۳۸۲ھ

شعر گوئی سے تعلق نہیں مجھ کو ہاشم
چند اشعار لکھے وہ بھی عجلت بشتاب

تلامذہ☆: آپ کے شاگردوں میں سے منشی نخی نیازی اکبرآبادی (کراچی) مشہور ہیں۔

شادی و اولاد☆: آپ نے شادی کی، اللہ نے اپنے فضل سے آپ کو دو صاحبزادے عنایت کئے، آپ کے دو صاحبزادوں کے نام یہ ہیں:

(۱) سلطان محمد نظامی حیدرآباد۔(۲) غوث محمد نظامی گرونگر حیدرآباد، سندھ

وصال باکمال☆: حضرت مولانا عبدالشکور ۱۳۹۵ھ/ ۲۶ اپریل ۱۹۷۵ء ۸۵ سال کی عمر میں حیدرآباد (سندھ) میں انتقال کیا۔ بروز جمعہ ۶ جون ۱۹۷۵ء کو آپ کا چہلم ہوا جس میں سید مختار علی اجمیری نے منقبت و قطعہ تاریخ پڑھا۔

حضرت صابر براری (کراچی) نے قطعہ تاریخ وصال کہا:

آہ! رُخصت ہو گئے ہیں عالم فانی سے آج
حضرت پیر طریقت بندہ رب غفور
زاہد کامل بھی تھے، وہ سالک و درویش بھی
بابا کمبل پوش کہلاتے تھے وہ نزدیک و دور
جو بھی ملتا آپ سے ہو جاتا شیدا آپ کا
جلوہ افشاں آپ کے چہرے پہ تھا کچھ ایسا نور
مصرعہ تاریخ رحلت کہہ دوائے صابر یہی
ہیں بتوفیق الٰہی خلد میں بابا شکور

۱۹۷۵ء

آپ کے مزار پُر انوار پر مستانوں کا خوب ہجوم رہتا ہے، خلق خدا آج بھی آپ کے دربار میں حاضری دے کر منہ مانگی مرادیں پا رہی ہے، آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے سلسلہ عالیہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

(بشکریہ، تذکرہ انوار علمائے اہلسنت سندھ)

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت الحاج حافظ سید یوسف علی ''عزیز'' چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت ۱۴ مارچ ۱۸۸۹ء بمطابق رجب ۱۳۰۶ھ بروز جمعرات محمد آباد (ریاست ٹونک، راجستھان، بھارت) میں ہوئی۔ دس ماہ کے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ پدر بزرگوار سیف زبان سید افضل علی شاہ جعفری صواتی کا انتقال ہوگیا۔ ڈھائی برس کے یتیم کو لاولد خالو محمد فیاض خان یوسف زئی بیسری صوبے دار توپ خانے نے جے پور لا کر پالا۔

تعلیم و تربیت ☆: نویں سال میں اللہ تعالیٰ نے حفظ قرآن مجید کی نعمت سے نوازا۔ دینیات، اردو اور فارسی کی تحصیل گھر میں کرنے کے بعد مہاراجہ کالج جے پور میں تعلیم پائی اور فن حرب و ضرب توپ خانہ کے حاصل کی۔ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب رقمطراز ہیں: عربی، فارسی، اردو، ہندی اور سنسکرت کے فاضل تھے اور قادر الکلام مقرر و شاعر سید احمد مرزا خان ''آگاہ'' شاگرد مرزا غالب کے تلمیذ رشید تھے اور نثر دونوں میں مہارت رکھتے تھے۔''

میدان عمل ☆: ستمبر ۱۹۰۹ء سے ۲۰ دسمبر ۱۹۲۰ء تک ریاست کی فوج میں اکاؤنٹنٹ، صوبیدار میجر، میجر اور پھر ترقی کرتے ہوئے مختلف اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ ۱۹۲۱ء میں دلی جا کر خلافت کمیٹی کے ارکان کے ساتھ مل کر کام کرنے لگے۔ پھر واپس آ کر صاحبزادے افتخار علی خان صمصام جنگ کے مشیر سخن ہو کر چار مہینے ٹونک رہے اس کے بعد جے پور آ کر مسلم اسکول میں ناظم دینیات رہے۔ مئی ۱۹۲۹ء میں موٹر ڈیپارٹمنٹ کی تشکیل کی۔ ۶ برس تک ٹریڈرز اور ریڈر رہے۔ ۱۹۳۵ء میں سینٹرل ریکارڈ میں تعیناتی ہوئی۔ اس دفتر کی ۹ لاکھ مثلوں (فائلوں) کے ساتھ مہاراجہ کے پرائیویٹ دفتر سے آئے ہوئے کاغذات کی داشت اور تلف کا کام انجام دیا۔ ۱۹۳۷ء سے ۱۹۳۹ء تک ہسٹوریکل ریکارڈ میں ان ہندی فارسی ڈائریوں اور فرمان اور نشان مکتوبات وغیرہ کی تدوین کی جو مان سنگھ کی نابالغی وغیرہ موجودگی میں امیر کے تہہ خانے کھدوا کر برآمد کرائے تھے۔ ان ہی نادر دستاویزات کی مدد سے آپ نے صحیح تاریخ عالمگیر مرتب کرنے کا کام سرانجام دیا۔ آپ کو اپنی علمی استطاعت و لسانی قابلیت کی وجہ سے بطور خاص (اسپیشل برانچ) میں تعین کیا گیا جہاں اسٹینوگرافر بھی مقرر ہوئے۔ آخر ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۰ء تک دیوانی حضوری میں پرانے تاریخی کاغذات کے محافظ و مترجم رہ کر ۱۹۵۱ء میں پنشن یاب ہوئے۔ سرٹیفکیٹ ملا اس کے بعد حکومت پاکستان کو درخواست دے کر پاکستان میں مستقل سکونت اختیار کی۔ (نغمہ عندلیب)

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی قدس سرہ (خانقاہ تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان پنجاب) سے بیعت تھے۔ اور صاحب مجاز بھی تھے زندگی بھر فیض رساں رہے۔

سیرت وکردار ☆: سادگی سچائی اور وقت کی پابندی آپ کا شعار رہا۔ حلیم الطبع اور رقیق القلب ہونے کے ساتھ عابد، زاہد، تعلیم تفہیم اور حکمت سے لبریز زندگی گزاری۔ ساری عمر تبلیغ دین اور اشاعت دین مصطفوی میں گزاری۔ بیواؤں اور یتیموں کی مدد کے لئے خاموشی سے دامے درمے قدمے سخنے ہمہ وقت مصروف رہے۔ وسائل نہ ہوتے ہوئے بھی اپنی تمام تصانیف خود اپنی مدد آپ کے اصول پر شائع کرائیں اور بیشتر کتب مفت تقسیم کیں۔

شعروشاعری ☆: عزیز آپ کا تخلص، مریدین ومعتقدین عزیز الاولیاء اور باواجی سے اور اہل علم "محقق پاکستانی" سے یاد کرتے کرتے ہیں۔

آپ کو شاعری کی تمام اصناف سخن پر عبور حاصل تھا۔ مثلاً حمد، نعت، غزل، نظم، قصیدہ، قطعہ، رباعی، سجع، مثنوی، مرثیہ، خمسہ، مستزاد، مثلث، مربع، مخمس، مسدس، مسبع، مثمن، فرد، معشر وغیرہ وغیرہ۔

بقول آپ کے صاحبزادے جناب سید صداقت علی جگر عزیز کہ مختلف اصناف سخن میں حضرت عزیز الملک نے تقریباً ۹ لاکھ اشعار کہے ہیں۔

ہے ہم عدد جب محمد ﷺ ایمان
گر جب محمد ﷺ نہیں ایمان نہیں

تصنیف وتالیف ☆: کتاب تذکرہ انوار علمائے اہل سنت سندھ کے مصنف حضرت پیر سید زین العابدین شاہ راشدی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ مغلیہ تاریخ خصوصاً عہدہ عالمگیری پر آپ کی گہری نظر تھی۔ تاریخ سے متعلق آپ کی تصانیف کو جامعہ کراچی کے وائس چانسلر پروفیسر اے بی حلیم نے تاریخ کے طلبہ کیلئے لائق مطالعہ قرار دیا۔ حضرت عزیز الملک بیک وقت مذہب تاریخ اور ادب پر گہری نظر رکھتے تھے۔ خود فرماتے ہیں:

"افتاد طبع کی بدولت شوق اتم نے ادب، تاریخ اور مذہب سے ربط وتعلق رکھا۔"

آپ ادب وتاریخ کی چھ درجن (۷۲) کتابوں کے مصنف ومؤلف تھے، ان میں سے بعض کے اسماء درج ذیل:

☆ عالمگیری کی اصل تصویر۔ ☆ تصویر کے حقیقی خدوخال۔ ☆ اخلاق عالمگیر۔ ☆ انسانی زندگی کا اخلاقی دستور۔ ☆ نوادر عزیز۔ ☆ دین عزیز۔ ☆ فقہ کے امام اعظم۔ ☆ اسلام۔ ☆ تصدیق شہید۔

ایمان عزیز (نور وبشر، توسل رسالت، فیضان اہل قبور اور اقتدار محمدی پر مشتمل ہے)۔ معجز نماز سیرت پاک، مبشرات حق آیاد (۵۲ سورتوں کا ترجمہ)، نغمہ عندلیب (نعتیہ کلام کا مجموعہ)

امامت وخطابت ☆: زندگی کے آخری ایام تک گلزار مسجد (نزد سندھ مسلم لاء کالج) سندھ سیکرٹریٹ پر امامت وخطابت

کے فرائض بحسن وخوبی سرانجام دیتے رہے۔

اولاد☆: آپ کے صاحبزادے سید صداقت علی جگر صاحب اس وقت سجادہ نشین ہیں۔فقیر راقم نے ان سے ملاقات کی اور مزار پر بروز جمعہ حاضری دی اور معلومات جمع کی۔کافی ضعیف ہو چکے ہیں ذہنی توازن صحیح نہیں ہے اس لئے ان کے صاحبزادے جو کہ ملازمت بھی کرتے ہیں تمام معاملات سنبھالتے ہیں اور بروز اتوار تعویذات بھی لکھتے ہیں۔آپ کی صاحبزادی سیدہ عصمت عزیز شاہ فیصل کالونی میں رہائش پذیر ہیں اور نامور شاعرہ ہیں ان کے کلام پر مشتمل کتاب ''حرفوں کی کپار'' مطبوعہ ۲۰۰۰ء چھپ کر داد تحسین حاصل کر چکی ہے۔

وصال باکمال☆: ایک بار بعد نماز عصر ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے فرمایا: ''مسلمان قوم نے مجھ سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ استفسار پر فرمایا: پاکستان کا اسلامی آئین ہی لکھوا لیتے۔'' اور خود اپنے لئے فرماتے ہیں:

وہ کون سی خوبی ہے کہ جو مجھ میں نہیں
بس عیب یہی ہے کہ ابھی زندہ ہوں

یہ حقیقت ہے کہ اہل علم کی قدر نہیں ہے اور علماء وخطباء کو ان کی زندگی میں یاد کیا جاتا ہے بعد وصال اس طرح بھول جاتے ہیں گویا کہ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے اسی طرح اولیاء کو بعد وصال یاد کرتے ہیں ان کی زندگی میں ان سے کم لوگ فیوض وبرکات حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح پاکستانی قوم مجرم ٹھہری، اپنے محسنین کی ان کی زندگی میں قدر کرو، ان کے علمی تاریخی کام میں ان کا ہاتھ بٹاؤ تا کہ وہ زیادہ سے زیادہ کام کر سکیں ان کی صحبت اختیار کریں تا کہ ان کی برکتیں تمہیں بھی حاصل ہوں۔

ہمارے ملک میں جس طرح انسانیت کی تذلیل ہے ایسا کہیں بھی نہیں ہے۔دفتروں میں دیکھیں، رفاہی اداروں میں دیکھیں۔ انسان کی تذلیل، خالق کائنات کے غیض کو دعوت دینا ہے کیوں کہ یہ اس کی اعلیٰ تخلیق ہے۔ہمارے ملک کے ہر ادارے میں غریب و نادار ویتیم وبیوہ خواتین ومرد کی بددعاؤں کا اثر ہے۔یہ اثر نحوست ہے زحمت ہے اس اثر سے بچنا خیر وبرکت اور رحمت ہے۔

حضرت حافظ الحاج سید محمد یوسف علی عزیز سلیمانی نے تمام عمر خانہ خدا (مسجد) میں قیام کیا اور آخری سانس تک اللہ کا گھر (گلزار مسجد متصل ایس ایم لاکالج) نہ چھوڑا۔اور وہیں ۷ ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ بمطابق ۱۲ نومبر ۱۹۷۵ء کو بروز بدھ آپ کا وصال ہوا۔

مزار پُر انوار ریڑھی قبرستان متصل لانڈھی کراچی میں واقع زیارت خاص وعام ہے۔جہاں ہر سال عرس نہایت عقیدت سے منایا جاتا ہے۔مزار سے متصل مسجد شریف اور مدرسہ زیر تعمیر ہے۔

بشکریہ، تذکرہ انوار علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا غلام جہانیاں چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: فاضل نگینہ، عاشق مدینہ، واقف اسرار علوم معرفت وحقیقت، شمع قصر ہدایت حضرت مولانا غلام جہانیاں چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ آفتاب آسمان طہارت، پاکیزگی ومعرفت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ماہ رجب المرجب 1326 ھجری بمطابق 1908ء کو موضع جھنگی والا ضلع مظفر گڑھ میں جناب محترم قاضی محمد شریف کے گھر ہوئی۔

آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا غلام حسین مظفر گڑھ والوں سے اور مولانا سلطان محمود ساکن کوٹلہ رحم علی شاہ سے حاصل کی اس کے بعد مولانا محمد اشرف سے مدرسہ سبحانیہ ملتان میں دورہ حدیث شریف پڑھ کر سند حدیث حاصل کر کے علوم دینیہ کی تحصیل وتکمیل کی، تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ عربیہ کوٹلہ رحم علی شاہ میں بطور مدرس پڑھانے لگے، اس کے بعد مدرسہ اسلامیہ شجاع آباد اور مدرسہ عربیہ ریکڑہ ضلع ڈیرہ غازی خان میں بارہ برس تک درس وتدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے اس کے بعد مستقلاً آپ ڈیرہ غازی خان تشریف لئے آئے اور مرکزی جامع مسجد کے خطیب مقرر ہوئے اور اپنی کوشش وسعی جمیلہ سے اسی مسجد میں جامعہ چشتیہ کے نام ایک مدرسہ قائم جہاں دور دور سے تشنگان علوم دینیہ آکر اس چشمہ فیض سے اپنی پیاس بجھانے لگے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ محمد معین الدین چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلاف پا کر سرفراز ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ اپنے زمانے کے متجر عالم دین اور سچے پکے عاشق رسول ﷺ تھے، تمام عمر دین مصطفیٰ ﷺ کے فروغ اور درس وتدریس میں گزاری، طہارت وپاکیزگی میں اپنی مثال آپ تھے، عبادت وریاضت میں یگانہ روزگار تھے۔

ہزاروں افراد نے آپ سے ظاہری وباطنی علوم میں اکتساب فیض کیا، لاتعداد افراد آپ کے دست مبارک پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

جہاں آپ ظاہری علوم میں بہت بڑے فاضل تھے وہاں آپ ایک عظیم شیخ طریقت بھی تھے لاتعداد کرامات زبان زد خاص وعام ہیں۔

قیام پاکستان کی تحریک میں آپ کی بے مثال خدمت ہیں' پاک سنی تنظیم بھی آپ ہی کی یادگار ہے' جس کے زیر اہتمام آپ ڈیرہ غازی خان میں سالانہ جلوس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکالا کرتے تھے' اور یہ سلسلہ آج بھی جاری وساری ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے اپنی نوک قلم سے اپنے پیر خانے چاچڑاں شریف کوٹ مٹھن شریف کے شیوخ کے حالات وسوانح عمری پر ایک نادر کتاب ہفت اقطاب بھی تحریر کر کے آنے والوں کے لئے قیمتی ورثہ چھوڑا ہے

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال 23 محرم الحرام ۱۳۹۷ ہجری بمطابق 1976ء کو ہوا۔ مزار پر انوار ڈیرہ غازی خان میں نہایت ہی خوبصورت گنبد کی شکل میں مرجع خاص وعام ہے جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں آپ کے بعد آپ کے فرزند جناب صاحبزادہ ظہور الحسن چشتی نظامی سجادہ نشین مقرر ہوئے' جو بڑے ہی احسن انداز میں سلسلہ عالیہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ عبدالشکور ملنگ بابا چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: آئینہ جمال وجلال حقانی، مظہر تامہ کمال انسانی، قطب یگانہ، غوث زمانہ، غریق در بحر توحید ومعرفت وعشق ومحبت، فقیر مست الست، حضرت خواجہ عبدالشکور ملنگ بابا چشتی نظامی بلکانی رحمۃ علیہ ستارۂ ولایت آسمانی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1320ء ہجری بمطابق 1902ء میں موضع بلکانی علاقہ سوات صوبہ سرحد کے ایک مذہبی اور صاحب حیثیت گھرانے میں ہوئی۔

آپ کے آباؤ اجداد یوسف زئی قبیلہ کے مشہور قبیلے کنڈاخیل سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کے آباؤ اجداد کو ملک احمد شیخ ملی کے زیر اہتمام کنڈخیل قبیلے کے لئے سوات میں پیر خانہ کے نام سے ساٹھ گاؤں پر مشتمل جگہ دی گئی۔ ان مواضعات میں اجمیر ولندر اور بلکانی مشہور مقامات ہیں۔

آپ کے دادا بزرگوار حضرت تازہ گل علیہ الرحمۃ اپنے وقت کے عارف کامل اور شیخ طریقت اور بلند پایۂ عالم دین اور فقیہہ زمانہ تھے۔ کنڈخیل قبیلے کے تمام افرادان کی قیادت میں متحد تھے۔ بڑے ہی سخی اور مہمان نواز اور منکسر المزاج تھے۔ خداوند کریم نے ان کو ایک ہی فرزند سے نوازا تھا۔ وہ آپ کے والد گرامی تھے جن کی تربیت بھی علمی وروحانی ماحول میں ہوئی، آپ کے والد گرامی جراحت کے پیشہ سے منسلک تھے اس کے ساتھ چکسیر کے مقام پر ایک دینی مدرسہ بھی کھولا ہوا تھا۔

آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز اپنے دادا جان حضرت تازہ گل علیہ الرحمۃ کی زیر نگرانی کیا اور چھ برس کی عمر میں آپ نے ناظرہ قرآن بمعہ قرأت وتجوید سے پڑھ لیا۔ اس کے بعد علوم دینیہ کی تعلیم مکمل کی آپ کے اندر بچپن ہی سے رشد وہدایت اور درس وتدریس کا پاکیزہ جذبہ موجود تھا۔ چھ برس کی عمر سے ہی اپنے ہم عصر بچوں کو اچھی اور نیکی کی باتیں بتاتے تھے۔

چھ برس کی عمر میں ہی آپ کے دادا بزرگوار کا وصال ہو گیا۔ اس کے بعد آپ کے والد گرامی آپ کو بلکان سے چکسیر اپنے مدرسہ میں لے آئے جہاں آپ نے علوم دینیہ کی بقیہ تعلیم کا آغاز کیا۔ ابھی دو سال ہی گزرے تھے کہ والد گرامی کا بھی انتقال ہو گیا تو آپ واپس اپنے گاؤں ملکان آ گئے۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد ہی آپ کی والدہ محترمہ آپ کو چکسیر کے مقام پر واپس لے آئیں۔

علوم دینیہ کے لئے سفر کا آغاز ☆: جب آپ کی عمر سترہ برس کی ہوئی تو آپ اپنی والدہ ماجدہ سے اجازت لیکر پاپیادہ

چل کر منزل بہ منزل سفر کرتے ہوئے مردان میں مولانا خلیل الرحمٰن کے ہاں دو سال تک علم و حدیث اور فقہی علوم کے علاوہ قرآن کریم کی تفسیر اور دیگر علوم کی تکمیل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

سیاحت و زیارات بزرگان ☆: ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد آپ کو باطنی علوم کے حصول کا شوق دامن گیر ہوا تو آپ اس سلسلہ میں باطنی علم و عرفان کے لئے راہ طریقت پر چل پڑے۔ مردان سے پہلے تخت بھائی میں کچھ عرصہ قیام کیا۔ پھر پشاور تشریف لا کر مختلف بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیتے ہوئے حضرت سبز پیر بخاری علیہ الرحمۃ کے مزار پر چلہ کشی کی۔ اس دوران آپ پر کچھ باطنی انکشافات بھی کھلے۔

پشاور سے آپ سفر کرتے ہوئے مختلف مقامات پر بزرگان دین کے مزارات پر حاضری دیتے ہوئے دہلی پہنچے اور وہاں پر سرائے روح اللہ میں کچھ عرصہ قیام پذیر رہ کر وہاں سے اجمیر شریف میں خواجہ بزرگ شہنشاہ ولایت حضرت خواجہ غریب نواز کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور پھر وہیں کے ہو کے رہ گئے۔

قیام اجمیر شریف کا دورانیہ چونکہ کافی طویل ہو گیا تھا۔ جس کے باعث آپ کی والدہ ماجدہ سخت پریشان تھیں انہیں کچھ علم نہ تھا کہ آپ کہاں اور کس حال میں ہیں۔ جب والدہ کی پریشانی میں اضافہ ہوا تو ان کو خواب میں حضرت خواجہ غریب نواز سید محمد معین الدین اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت ہوئی تو انہوں نے آپ کی والدہ سے فرمایا کہ تمہارا بیٹا ہمارے پاس اجمیر شریف میں ہے۔

حضور غریب النواز کی طرف سے یہ مژدہ جانفزا سن کر آپ کی والدہ کے دل کو تسلی ہوئی اور اپنے چھوٹے بیٹے عبدالبصیر کو آپ کی خدمت کے لئے اجمیر بھیج دیا۔ آپ کے چھوٹے بھائی عبدالبصیر اجمیر پہنچ کر تین ماہ تک آپ کے ساتھ مقیم رہے اور اس کے بعد دونوں بھائی خواجہ اجمیر سے اجازت لیکر سیاحت کرتے ہوئے مختلف جگہ پر مختلف بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیتے ہوئے پورے ہندوستان پھر آسام، برما، تبت اور چین کا پیا پیادہ سفر کرتے ہوئے حج بیت اللہ شریف کے لئے حجاز مقدس پہنچے۔ حج ادا کر کے مدینہ شریف میں آقائے نامدار تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ انوار پر حاضر ہوئے۔ وہاں سے سرزمین شام شریف اور یمن، بحرین، بیت المقدس اور وادی انبیاء حضرت بی بی مریم سلام اللہ علیہا اور حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام کے مزارات کی زیارت سرزمین فلسطین میں کی۔

بیعت و خلافت ☆: 1354ھ ہجری بمطابق 1935ء میں آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت علی شاہ صاحب ابدال چشتی نظامی کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر صاحب ارشاد ہوئے۔

آپ کے تبلیغی دورے ☆: اپنے مرشد کامل کے حکم سے آپ نے پورے برصغیر پاک و ہند میں تبلیغی دورے کئے اور لاتعداد افراد آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے اور بہت سے لوگ آپ کے روحانی فیوض و برکات سے مالا مال ہو کر حقیقت کی منزل کو پہنچے۔ اندرون ملک کے علاوہ آپ کے بیرون ملک بنگلہ دیش، سعودی عرب، کویت، ساؤتھ افریقہ، امریکہ، برطانیہ اور ناروے میں بھی لاتعداد مریدین و عقیدتمندان موجود ہیں جو کہ آپ سے والہانہ انداز میں عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔

اولاد و امجاد☆: آپ کو خداوند کریم نے اپنے خاص فضل و کرم سے چھ بیٹے اور ایک بیٹی عطا فرمائی۔ آپ کے ایک بیٹے سید مظہر اللہ جو پیدائشی مجذوب تھے جو 1945ء میں پیدا ہوئے اور 1954ء میں انتقال کر گئے۔ ان کے علاوہ محمد مستعار، اسفندیار، حسن مآب، خان نواب خان اور سب سے چھوٹے صاحبزادے محمد یار ہیں۔ جن میں سے آپ کے صاحبزادے محمد مستعار جن کی ولادت 1947ء میں ہوئی اور 1961ء میں اپنے والد گرامی کے جانشین مقرر ہوئے وہی آج کل سجادہ نشین ہیں۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 4 شوال المکرم ۱۳۹۷ ہجری بمطابق 21 اکتوبر 1976ء بروز بدھ صبح 9 بجے ہوا۔ مزار پرانوار دربار حضرت سبز پیر بخاری علیہ الرحمۃ قلعہ بالا حصار چمکنی روڈ پشاور شہر میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دیکر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے مزار مبارک پر ہر چاند کی 4 تاریخ لنگر میں خاص کھانا تیار ہوتا ہے جو کہ ہر خاص و عام میں بلا امتیاز تفریق تقسیم ہوتا ہے۔

اسلامی مہینے کی چار تاریخ کے لنگر کا سلسلہ آپ کی ظاہری حیات مبارکہ سے جاری ہے۔ بزرگ کہتے ہیں کہ آپ نے اس مقررہ اسلامی چار تاریخ کو بعض وقت سو سو جانور بھی ذبح کیے اور لوگوں کو کھلا دیئے۔ آپ دریا دل اور انتہائی درجہ کے سخی تھے۔ خداوند کریم غیب سے آپ کی مدد فرماتا تھا جو کچھ لنگر کے لئے ملتا وہ فقراء اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتے تھے جبکہ آپ خود سوکھی روٹی کھا کر بھی اپنے مالک حقیقی کا شکریہ ادا کرتے۔ آپ کی تمام زندگی توکل پر گزری اور اس کی برکت سے آج تک آپ کے دربار میں آنے والا کوئی مہمان یا درویش و فقیر بھوکا نہیں سویا۔

آپ کے صاحبزادے محمد مستعار خان بڑے حلیم الطبع مہمان نواز اور صاحب علم و عرفان شخصیت کے حامل ہیں جو بڑے اچھے انداز میں دربار شریف کے انتظام کو چلا رہے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو ماہ اپریل 2010ء آپکے دربار پر حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، اس موقع پر فقیر کے ہمراہ دیرینہ دوست خطیب اسلام علامہ محمد ثناء اللہ قادری خطیب اعظم غوث اعظم روڈ اور مجاہد اہل سنت جناب صوفی حامد نواز نقشبندی صاحب آف حیال شریف بھی تھے، ماشاء اللہ نہایت ہی خوبصورت اور دلکش تعمیر کا نمونہ ہے۔ جبکہ وہاں پر زائرین مہمان نوازی کا خاطر خواہ کوئی انتظام نہ ہے۔ سجادہ نشین دربار سے الگ کسی اور جگہ رہائش پذیر ہیں۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت سائیں محمد یوسف باجی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی، عارف ابن عارف، قلندر ابن قلندر، مردحقانی، قندیل نورانی، مرشد لاثانی، حضرت سائیں محمد یوسف چشتی نظامی المعروف باجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ، خورشید ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت دربار عالیہ دھار شریف کھرل عباسیاں ضلع باغ آزاد کشمیر میں غوث زماں حضرت سائیں نواب حضوری چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔

آپ صاحب نظر اور مادرزاد ولی ہیں ابتدائی تعلیم حضرت علامہ مولانا پیر سید ثناء اللہ شاہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ خطیب مرکزی جامع مسجد باغ سے حاصل کی تھی اور بقیہ علوم کی تکمیل علامہ نارہ ستوڑہ سے کی تھی آپ کی طبیعت میں سخاوت، شفقت، محبت، حلیمی، کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، آپ صاحب کشف وکرامت، صاحب نظر وصاحب فراست بزرگ اور سیف زبان تھے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں اپنے عظیم والد بزرگوار غوث زماں حضرت سائیں نواب حضور چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و جانشین مقرر ہوئے۔

کشف وکرامات ☆: حضرت سائیں نواب حضوری المعروف حضرت صاحب دھار شریف رحمتہ اللہ علیہ ایک مرتبہ اپنے ایک مرید علی شیر آف دادیا جنگی اہلیہ بیمار اور حالت نزع میں تھیں کے بلانے پر ان کے گھر گئے اور مریضہ کو دیکھا اور جلدی سے واپس دروازے سے باہر آ گئے آپ کے ہمراہ شیر علی بھی باہر آ گیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تم اندر جاؤ تمہاری اہلیہ بیمار ہے مگر اس نے آپ کی بات کو سنی ان سنی کر دیا جب آپ تھوڑی دور اور چلے تو پھر علی شیر سے فرمایا کہ تم اندر جاؤ مگر وہ خاموش رہا۔ تیسری مرتبہ آپ نے پھر شیر علی سے فرمایا تو اس نے عرض کیا حضرت مجھے پتہ ہے کہ میری بیوی حالت نزع میں ہے۔ یہ مر گئی تو میں ملک چھوڑ کر چلا جاؤں گا آج دل چاہتا ہے کہ آپ کو دل بھر کے دیکھ لوں۔ اگر یہ مر گئی تو اس کے بعد آپ کی زیارت نصیب نہیں ہو گی۔

یہ سنتے ہی حضرت یوسف باجی چشتی رحمتہ اللہ علیہ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اسی عالم میں واپس شیر علی کے گھر میں داخل ہو کر اس کی اہلیہ کے سرہانے کھڑے ہو کر رب کریم کی بارگاہ میں دعا کیلئے کافی دیر تک ہاتھ اٹھائے رکھے دعا سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا شیر علی اب یہ نہیں مرے گی۔ میرے رب نے میری دعا و التجا قبول کر لی ہے اب یہ تیرے اور میرے وصال کے بعد مرے گی چنانچہ پھر ہوا بھی ایسا ہی

کہ وہ عورت آپ کے وصال باکمال کے چوبیس برس کے بعد فوت ہوئی۔

کرامت 2 ☆: ایک مرتبہ آپ دادیا کے مقام پر تشریف لے گئے اور ممتاز کی خالہ محترمہ سے فرمایا کہ لیتری کے لیے کڑم کا ساگ بھیجنا ممتاز صاحب کی خالہ نے عرض کی ابھی کڑم چھوٹی ہے بڑی ہوگی تو بھیج دوں گی۔ یہ پیغام سن کر آپ تو واپس آ گئے مگر جب وہ شام کو کھیت میں گئیں اور کڑم توڑ کر لائیں اور پکایا اور کھانے کے وقت جب کھانے لگے اور پہلا لقمہ منہ میں ڈالا تو وہ سبزی (کڑم کا ساگ) زہر سے بھی کڑوا تھا۔ اس پر سب حیران ہوئے کہ اس سبزی کو کیا ہوا کہ یہ تو زہر سے بھی کڑوی ہے۔

پوچھنے پر ممتاز صاحب کی خالہ نے بتایا کہ دربار سے حضرت قبلہ محمد یوسف عرف باجی صاحب تشریف لائے تھے اور میں نے ان کو ٹالنے کیلئے یہ بات کہہ دی تھی جس کی بناء پر یہ معاملہ درپیش آ گیا۔

چنانچہ صبح کو وہ ساگ لے کر دربار پہنچ گئیں اور آپ کے والد گرامی حضرت سائیں نواب حضوری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر تمام قصہ کوتاہ عرض کر دیا۔

انہوں نے آپ کو بلا کر فرمایا سائیں جی اس طرح بے صبری نہیں کیا کرتے۔ اب ان کی سبزی کو اصلی حالت میں لے کر آؤ۔ آپ نے چولہے سے سہاگہ اٹھا کر دیا اور فرمایا جاؤ اپنے کھیت میں جا کر تمام ساگ اور سبزی پر پھینک دو۔

چنانچہ آپ نے جو سہاگہ دیا تھا وہ سبزی پر پھینکنے کی دیر تھی کہ تمام سبزی اصلی حالت میں آ گئی۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ساٹھ برس کی عمر شریف میں 25 ربیع الاول ۱۳۹۸ ہجری بمطابق 1977ء کو ہوا۔

مزار پُر انوار دھار شریف کھرل عباسیاں ضلع باغ آزاد کشمیر میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ غلام زین الدین چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی' ولی مادر زاد' عارف باللہ' مالک مقام فنافی اللہ' آفتاب آسمان طہارت و پاکیزگی' سلطان ارب مشاہدہ' قطب آسمان ولایت حضرت خواجہ غلام زین الدین چشتی مکھڈوی ثمہ ترگوی رحمتہ اللہ علیہ صاحب ترک و تجرید ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت 10 شعبان المعظم 1332ھ بمطابق 1912ء قطب الحق والشرح حضرت خواجہ غلام محی الدین چشتی نظامی مکھڈوی کے گھر مکھڈ شریف تحصیل جنڈ ضلع اٹک میں ہوئی۔

آپ کی ولادت پر آپ کے عظیم والد گرامی حضرت خواجہ غلام محی الدین مکھڈوی علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ یہ میرا بیٹا بڑا ہو کر اپنے وقت کا ولی کامل اور بھٹکی ہوئی انسانیت کے لئے ایک گوہر نایاب بن کر ابھرے گا اور جہالت و گمراہی میں ڈوبے ہوئے اس خطے کو آباد کرے گا اور وہاں رشد و ہدایت کے وہ دیپ روشن کرے گا جس سے تا قیام قیامت روشنی جاری رہے گی۔

ابتدائی تعلیم و تربیت ☆: آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے گھر میں والد ماجد کے ہاتھوں ہوء اور انہی سے قرآن مجید کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ابھی یہ سلسلہ جاری تھا آپ کی عمر شریف جب آٹھ برس کی ہوئی تو آپ کے عظیم والد گرامی کا وصال باکمال ہو گیا۔ والد گرامی کے بعد آپ کی تربیت و تعلیم کا تمام بوجھ آپ کی والدہ ماجدہ جو کہ اپنے زمانے کی نیک سیرت و باکردار خاتون تھیں کے کاندھے پر آ پڑا جسکو انہوں نے بڑی خوش اسلوبی سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ والد کے ہمراہ آپ کے برادر بزرگ حضرت خواجہ محمد الدین مکھڈوی اور سجادہ نشین تونسہ شریف حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی علیہم الرحمتہ بھی آپ کی تربیت و تعلیم پر خصوصی توجہ دیتے رہے۔

والد گرامی کے وصال باکمال کے بعد قرآن مجید اور درس نظامی کی تعلیم آپ نے حضرت مولانا نواب علی مکھیاں والے اور شیخ الحدیث مولانا قطب الدین غور غشتوی سے حاصل کی۔

اس کے بعد آپ مزید تعلیم کے حصول کیلئے اپنی والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر عازم ہندوستان ہوئے اور کچھ عرصہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری اور دیگر جید علماء سے کتب متداولہ اور دیگر علوم اسلامیہ کی تکمیل کر کے واپس عازم مکھڈ شریف ہوئے۔

جب آپ وطن مالوف پہنچے تو حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی علیہ الرحمتہ سجادہ نشین تونسہ شریف نے آپ کو اپنے دست مبارک سے دستار فضیلت عطا فرمائی۔

بیعت وخلافت ☆: علوم ظاہریہ کی تکمیل کے بعد آپ کی توجہ علوم باطنیہ کی طرف مائل ہوئی تو آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور مجاہدات کی تکمیل اور سلوک کی منازل طے کرنے کے بعد انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

شادی واولاد ☆: آپ کی پہلی شادی بیڑہ فتحیال نزد تلہ گنگ ضلع چکوال کے نہایت دیندار اور علمی خاندان میں ہوئی۔ اس نیک خاتون کے بطن سے آپ کو خداوند کریم نے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔ مگر زندگی نے وفا نہ کی آپ کی یہ شریک حیات داغ مفارقت دے کر خالق حقیقی سے جا ملیں ان کی مرقد منورہ شریف ضلع میانوالی میں ہے۔ اسکے کچھ عرصہ بعد اپنے پیر مرشد حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی علیہ الرحمتہ کے فرمان پر دوسری شادی عیسیٰ خیل میانوالی کی پٹھان فیملی کے ایک فرد جناب فیض محمد خان کی صاحبزادی سے کی۔ اس شادی تقریب میں حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی علیہ الرحمتہ نے بھی بنفس نفیس خود بھی شرکت فرمائی تھی۔ ان اہلیہ محترمہ کے بطن سے خدا نے آپ کو دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی عطا فرمائی اس طرح خدا نے دونوں بیویوں سے 4 صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عطا کیں۔

سیرت وکردار ☆: آپ نہایت درجہ کے متقی و پرہیز گار عابد وزاہد اور عارف کامل تھے علم وعمل کا حسین امتزاج آپ کی شخصیت سے نمایاں ہوتا تھا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات سے قلبی عشق تھا ہر وقت درود شریف ورد زبان رہتا تھا نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سن کر تڑپ جاتے تھے۔

اپنی زندگی میں سات مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

لاتعداد مساجد مدارس کی تعمیر میں حصہ لیا اور ان میں جید علمائے کرام قراء حفاظ کو تعینات کیا ان مدارس میں مدرسہ زینت الاسلام ترگ شریف بٹہ شریف ضلع میانوالی' جامعہ محمدیہ نوریہ عیسیٰ خیل میانوالی' مدرسہ زینت الاسلام شیخ آباد والا' مدرسہ زینت القرآن کمر مشانی میانوالی' مدرسہ زینت الاسلام مکڑوال میانوالی' مدرسہ عربیہ کندھ کوٹ ضلع جیکب آباد سندھ مدرسہ جامعہ محمدیہ حنفیہ فریدیہ چشتیہ سلیمانیہ رجسٹرڈ مہاجر کیمپ کراچی' جامع مسجد سعید آباد کراچی کے علاوہ ملک کے کونے کونے میں دیگر کئی مدرس ومساجد کی تکمیل میں آپ کا بھرپور کردار رہا۔

آپ کو اولیائے کاملین سے حد درجہ عقیدت ومحبت تھی اس سلسلہ میں آپ کا ہر سال مکھڈ شریف' تونسہ شریف' چشتیاں' پاکپتن شریف اور دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سمیت دیگر مزاروں کے علاوہ اجمیر شریف میں شہنشاہ ولایت عطائے رسول ہندالولی حضرت خواجہ سید محمد معین الدین حسن چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارات پر حاضری دے کر ان کے فیوض وبرکات کی دولت سے مالا مال ہوتے ہے۔ آپ انتہائی عبادت گزار شب بیدار اور پابند تہجد بزرگ تھے۔ آپکی پوری زندگی سادگی سے عبادت ہے جسم نازنین پر سفید اور سادہ لباس زیب تن فرماتے۔ اسی طرح آپ کی خوراک بھی سادہ تھی۔ طبیعت میں جمال اس قدر کہ دیکھنے والا دیکھتا رہ جاتا۔ اس طرح طبیعت میں اعتدال اور میانہ روی کا عنصر بہت زیادہ پایا جاتا اخلاق حمیدہ کا یہ عالم تھا کہ جو ایک مرتبہ ملاقات کر لیتا وہ غلام بے دم

ہو کے رہ جاتا تھا۔

خداوند کریم نے آپ کو فن خطابت کا میں وہ کمال عطا فرمایا تھا کہ ایک مرتبہ آپکی تقریر سننے والا دوبارہ کی تمنا رکھتا تھا آپ اپنی تقاریر میں مولانا رومیؒ جامیؒ اقبال اور حافظ شیرازی کے علاوہ مولوی خواجہ محمد علی مکھڈی کے اشعار نہایت ہی ترنم اور کثرت سے پڑھتے تھے۔

درس و تدریس اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت ☆: آپ جس طرح بے مثال خطیب تھے اسی طرح بے مثال مدرس بھی تھے آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ استاد کو چاہیے کہ وہ بغیر مطالعہ کے طلباء کو سبق نہ پڑھائے۔ آپ کا سبق پڑھانے کا انداز اس قدر محبت بھرا تھا کہ طلباء آپ کی زبان سے نکلے ہوئے جملوں کو دل میں اتارتے جاتے تھے آپ کو فن حدیث پاک پر ایک خاص ملکہ حاصل تھا وہ اس لئے کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ نے بذات خود خواب میں اجازت فرمائی تھی۔

آپ فرماتے ہیں ایک رات میں سویا ہوا تھا کہ میری قسمت جاگی والی کونین سرکار ﷺ نے مجھے خود خواب میں حدیث شریف پڑھانے اور لوگوں کو بیعت کرنے کی اجازت عنایت فرمائی۔

یہی وجہ تھی کہ آپ کے پاس پڑھنے والے لاتعداد طلباء نے حدیث پاک اور دیگر اسلامی فنون میں کمال حاصل کیا اور اپنے وقت میں آسمان علم و حکمت پر نہایت آب و تاب اور ضوفشاں کے ساتھ چمکے۔

آپ کو فقہی مسائل میں مکمل عبور حاصل تھا آپ کے لکھے ہوئے فتوے کے خلاف کسی کو جرات نہ تھی کہ وہ فتویٰ لکھتا آپ جو فتویٰ جاری فرماتے اس پر شریعت کے احکام کے مطابق عمل بھی کراتے تھے۔

مکھڈ شریف سے ترگ شریف ورود مسعود ☆: آپ علوم ظاہریہ و باطنیہ کی تکمیل کے بعد 1933ء میں اکیس برس کی عمر عزیز میں مکھڈ شریف سے ترگ شریف ضلع میانوالی تشریف لے آئے اور دینی خدمات اور مساجد و مدرس کی تعمیر کا فریضہ سرانجام دینا شروع کیا مکھڈ شریف ضلع اٹک سے جب ترگ شریف ضلع میانوالی آئے تو اپنا تمام مال و اسباب مکھڈ شریف میں چھوڑ آئے تھے۔ ترگ شریف طبہ شریف میں قیام کے کچھ عرصہ بعد اپنی والدہ محترمہ اور اہلیہ اور بچوں کو بھی مکھڈ شریف سے ترگ شریف لے آئے اور تادم آخر یہیں مستقبل سکونت اختیار کیے رکھی۔

مختلف تحاریک میں آپ کی مجاہدانہ خدمات ☆: آپ علم و عرفان کی ان لازوال خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایک عظیم مرد مجاہد بھی تھے۔ فسق و فجور اور باطل تحریکات کے خاتمے کیلئے آپ نے بھرپور کردار ادا کیا اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے باطل قوتوں کے سامنے سینہ سپر رہتے تھے۔ آپ نے تحریک مدح صحابہ لکھنو میں ایک جاندار اور متحرک کردار ادا کیا۔ اس تحریک میں آپ نے مولانا ظہور احمد بگوی کے ساتھ مل کر کام کیا۔ اس تحریک کے دوران لکھنو جاتے ہوئے بھیرا ان کے مقام پر آپ کو گرفتار کر کے میانوالی جیل میں نظر بند کر دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ تحریک جہاد کشمیر اور تحریک نظام مصطفیٰ اور تحریک ختم نبوت میں آپ کا مثالی کردار رہا ہے اور ان تحاریک میں کئی مرتبہ گرفتار ہو کر پابند سلاسل بھی رہے۔

تصنیف و تالیف کے میدان میں آپ کا کردار ☆: آپ نے لاتعداد دینی خدمات اور مصروفیات کے باوجود

تصنیف وتالیف کے میدان میں بہت کام کیا اور مختلف موضوعات پر بہت سی کتابیں تصنیف کر کے اہل سنت کے لیے بہت بڑا سرمایہ چھوڑا ہے جن میں نجم الہدیٰ فی مسئلہ حیات مصطفی ﷺ "بدر الدجیٰ" نور الہدیٰ "شمس الضحیٰ" سعادت دارین فضیلت ذکر اور مجاہدین فی سبیل اللہ شامل ہیں جو کہ آپ کی علمیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ نے زندگی کا آخری سفر کراچی کا کیا۔ قیام کراچی کے دوران اگرچہ آپ کی صحت ٹھیک نہ تھی کمزوری کافی تھی اس کے باوجود آپ نے اپنی دینی خدمات پر بھرپور ادا کرنے کے ساتھ ساتھ سعید آباد کراچی میں ایک پلاٹ خرید کر جامع مسجد ومدرسہ تجلی نور کی تعمیر کا کام شروع کرادیا اور اپنی نگرانی میں علالت وکمزوری کے باوجود اس کی تعمیر پر بھرپور توجہ دیئے رکھی ابھی مسجد کی تعمیر کا کام مکمل ہو رہا تھا کہ اس میں پہلی نماز عید الضحیٰ کی امامت وخطابت خود فرما کر مسجد کا افتتاح کیا اور اس کے تھوڑے عرصے کے بعد ہی مورخہ 21 ذوالحج ۱۳۹۸ھ بمطابق 1977ء مورخہ 22-23 نومبر کی درمیانی شب بوقت عشاء آپ کا وصال باکمال ہوا۔

اگلے روز کراچی میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور اس کے بعد جسد اطہر کو فیصل آباد لایا گیا وہاں سے آپ کے جسد مبارک کو ہزاروں افراد کے جلوس کے ہمراہ ترگ شریف ٹبہ شریف ضلع میانوالی لایا گیا۔ ترگ شریف میں دوبارہ نماز جنازہ آپ کے معتمد خاص فقیہ کامل شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا فخر الدین گانگوی نے پڑھائی اور 24 نومبر کو تدفین عمل میں لائی گئی۔

آپ کا مزار پرانوار ترگ شریف ٹبہ شریف ضلع میانوالی میں مرجع خاص وعام ہے جہاں آج بھی اہل عقیدت حاضری دے کر منہ مانگی مرادیں پاتے ہیں۔

آپ کا سالانہ عرس مبارک ہر سال 20-21-22 ذی الحجہ کو ترگ شریف ضلع میانوالی میں آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ غلام معین الدین چشتی نظامی مدظلہ کی زیر نگرانی منایا جاتا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ غلام نازک کریم چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی، گلشن ولایت کی روشن کلی، پروردۂ آغوشِ ولایت پیکر سوز وگداز وعشق ومستی، حضرت خواجہ غلام نازک کریم چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ آپ شہسوار میدان تجرید وترک ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۳۲ھ بمطابق 1914ء کو علم وعرفان کے مرکز گڑھی اختیار خان تحصیل خانپور ضلع رحیم یار خان میں سفیر دردوسوز وعشق ومستی، پیکر عرفان وآگہی حضرت خواجہ محمد یار فریدی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے گھر میں ہوئی۔۔

آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے عظیم والدگرامی حضرت خواجہ محمد یار فریدی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔ آپ اس لحاظ سے بہت خوش قسمت ہیں کہ آپ کے والد گرامی معلم اول بھی تھے اور مربی اول بھی۔۔

گھر سے علم وفضل کی سعادتوں کو سمیٹنے کے بعد آپ طلب علم کے مقدس سفر پر روانہ ہوئے، قرآن مجید پہلے ہی حفظ کر چکے تھے کہ داخلی حسن کی کفالت آیاتِ ربانی کے سوا کسی کا حق ہے، دل میں جب قرآن مجید کا نور اترا تو جذبِ افکار اور نقل افکار کے لئے فارسی زبان سے آشنائی کی ابتدا کی، والدگرامی سے بھی اس سلسلے میں بہت رہنمائی پا چکے تھے، ماحول میں بھی فارسی زبان کے اثرات واضح تھے۔ اس لئے فارسی کی تدریس کا یہ کٹھن مرحلہ بڑی آسانی سے طے ہو گیا۔

آپ نے عربی کی تدریسی کتب شعبہ عربی کے نامور استاد مولانا مفتی محمد حیات علیہ الرحمۃ سے حاصل کی۔ اس کے علاوہ آپ کے اساتذہ میں بلوچستان اور سندھ کے بعض علماء کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔ ان میں مولانا محمد قاسم اور مولانا محمد ابراہیم علیہ الرحمۃ اور ڈیرہ غازی خان کے مولانا فضل حق کے اسمائے گرامی شامل ہیں، قرب وجوار کے مدارس سے جب تشنگی دور نہ ہوئی تو آپ نے ہندوستان کا سفر اختیار کیا، اور معروف مدرس ومحقق علامہ مولانا معین الدین اجمیری علیہ الرحمۃ کے مدرسہ میں داخلہ لے کر ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

مولانا اجمیری مرحوم نے جب نووارد شاگرد کے چہرے پر آثار ولایت نمایاں دیکھے تو خصوصی توجہ فرمائی۔ ادھر شاگرد بھی ہونہار اور محنت کا عادی تھا۔ اس لئے بہت جلد علوم عقلیہ ونقلیہ سے فراغت حاصل کی۔ جب فراغت کا لمحہ آیا تو آپ کے استاد محترم علامہ اجمیری علیہ الرحمۃ نے آپ کو آپ کی لیاقت وقابلیت کے اعتراف میں مشکوٰۃ شریف انعام میں عطا فرمائی۔ اور سب پر واضح کر دیا کہ شاگرد کے شب وروز قال الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی عبارت ہوں گے، کس قدر خوش قسمت تھی آپ کی ذات کہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں پلے اور فرمودات نبوت کے تحفے کے حقدار قرار پائے۔ اور ۱۳۵۳ھ بمطابق 1934ء کو علوم دینیہ میں تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کر کے اپنے وطن مالوف گڑھی اختیار خان تشریف لے آئے۔"

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں اپنے عظیم والدگرامی حضرت خواجہ محمد یار فریدی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ

کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے، اور اُنہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

سیرت و کردار☆: آپ نے اپنے عظیم والد گرامی کے قائم کردہ سلسلہ درس و تدریس کو باقاعدہ جاری و ساری رکھا علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد تمام تر توجہ شعبہ درس و تدریس اور خانقاہی نظام کے فروغ اور شعری ذوق کو بیدار رکھنے پر مرکوز رکھی۔

اس کے علاوہ علامہ ابن عربی کی فتوحاتِ مکیہ، فصوص الحکم ہمیشہ آپ کے زیر مطالعہ رہتیں اور اکثر و بیشتر درس و تدریس اور دوران تقاریر ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود کی اس انداز سے تشریح فرماتے کہ سامعین عش عش کر اٹھتے۔

اس کے علاوہ لوائح جامی تو وہ اساسی کتاب ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بغیر حکمت و دانش کا دعویٰ عبث ہے، آپ نے اس کتاب کو بھی ہمیشہ وسیلہ صعود بنایا اور ہمہ وقت وظیفہٴ حیات رکھا۔

فنِ خطابت آپ کو چونکہ ورثہ میں ملا تھا۔ اسی لئے آپ نے سلسلہ تبلیغ و اشاعت کو اپنا مشن بنایا۔ اور افادۂ عوام الناس کے لئے قرب و جوار کے ہی نہیں بلکہ دور دراز کے بھی دورے کئے۔ اجتماعات سے خطاب آپ کے معمولات کا حصہ بن گیا۔ دھیمے لہجے اور میٹھی زبان میں سامعین کے دلوں کو گداز بخشا، حقیقت یہ ہے کہ ہدایت و راہنمائی کا وہ سلسلہ جو آپ کے عظیم والد گرامی اور شیخ کامل حضرت خواجہ محمد یار فریدی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ سے جاری تھا، وہ آپ کی بلند ہمتی اور شبانہ روز کی جدوجہد سے دن بدن بڑھتا گیا۔ اسی طرح سلسلہ عالیہ اور درس و تدریس، لنگر، ذکر و فکر کی محافل و مجالس میں آئے روز افزوں ترقی ہوتی گئی، خانقاہ معلیٰ کو آپ کے دم قدم سے وہ عروج حاصل ہوا کہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام اس درگاہ کی شناخت تھا، دن بدن پھیلتا ہی گیا، جو آج بھی اُسی جوش و ولولہ سے جاری و ساری ہے۔

آپ نے تمام عمر شریعت محمدیہ اور اپنے اسلاف کی طریقت کی ہمہ وقت پاسداری کا خیال رکھا، سنت پر عمل کا ہر لحظہ شعور اور فرائض، سنن، بلکہ نوافل و وظائف کی ہر دم پاسداری، صبح و شام کے اوراد و وظائف ہر نماز کے بعد ترتیب ورد اور ہر موقعہ پر ذکر کا اہتمام آپ کی زندگی کے وہ مشاغل تھے جنہوں نے پورے ماحول کو آسودہ کر رکھا تھا۔

معمولات میں پختگی اس قدر کے اعمال و وظائف کے تمام معمولات تسلسل کے ساتھ جاری رہتے تھے۔ سفر ہو حضر، بیماری ہو یا کوئی دنیاوی مجبوری ہو، اپنے معمولات میں فرق نہ آنے دیتے تھے، کوئی نشست ہو ان اعمال سے ہی مزین ہوتی جس سے ان نشستوں کا وقار قائم تھا۔

آپ کی تمام عمر خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کے لئے گزری، سب کچھ توجہ اللہ تھا، خود بھی شریعت کے پابند تھے، اور اسی طرح سب کو تلقین بھی فرماتے تھے، حق پرستی آپ کا شعار رہا، کبھی کسی سے نہ حسد رکھا نہ ہی عناد، یہی وجہ تھی، کہ خلق خدا اپنے ہر مشکل وقت میں دعا کے لئے حاضر ہوتی کہ دعا کی قبولیت کے لئے اخلاص لازم ہے، اور وہ انہیں اس مرد قلندر کے ہاں ہی نظر آتا تھا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال چند روزہ علالت کے بعد ۲۴ محرم الحرام کی رات کے اولین حصے میں ۱۴۰۱ھ بمطابق 1980ء میں ہوا۔

مزارِ پُرانوار والد گرامی کے پہلو میں گڑھی اختیار خان، تحصیل خانپور ضلع رحیم یار خان صوبہ پنجاب میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نورِ ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے فرزند و نورِ نظر حضرت صاحبزادہ خواجہ غلام قطب الدین چشتی نظامی مدظلہ العالی آپ کے خلیفہ اکبر و سجادہ نشین مقرر ہوئے جو بڑے ہی پر تپاک طریقہ سے سلسلہ عالیہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

حضرت خواجہ غلام قطب الدین صاحب مدظلہ ایک پڑھے لکھے، باشعور، بلند ہمت، بلند نگاہ، نیک سیرت، باکردار، اخلاص ومحبت کا عظیم پیکر، جو کبھی مخالف ہوا سے ڈرے، نہ ہی اندھیروں سے ڈرے، ہر باطل قوت کے سامنے ڈٹ جانا آپ کی طبیعت ثانیہ کا خاصہ ہے۔

آپ کی ذات والا صفات ان لوگوں میں سے ایک ہے جن پر قلم بھی ناز کرتی ہے، اگر تحریر لکھی تو موتی پرو کے رکھ دیں۔ اگر شعری مجموعہ لکھیں تو دلوں کو تڑپا دیں۔ خطابت کے میدان میں اپنے بزرگوں کی یاد دلا دیں۔ آپ کے لبوں کی جنبش سے ایسے پھول بکھیرتے ہیں جن کو چنتے چنتے جی نہیں بھرتا ہے، بلکہ اگر یوں کہہ دیا جائے تو بے نہ ہوگا۔ کہ راز و نیاز کے سربستہ رازوں سے پردہ کشائی کانوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ آپ کی گفتار سے دل نہیں بھرتا اور وقت کا دامن تنگ ہو جاتا ہے۔

آپ نازشِ علم و عرفان، منبعِ طریقت، چشمہ ولایت کے ساقی، سلف صالحین کے اس مقدس گروہ کے فرد ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں اشاعت وترویج دین، اصلاح معاشرہ، خدمتِ دین متین، ملک وملت کی فلاح کے لئے وقف کر رکھی ہیں۔

فقیر راقم الحروف کی آپ سے پہلی ملاقات بڑے ہی عجیب انداز میں ہوئی، عرصہ دراز سے غائبانہ تعارف تو چلا آ ہی رہا تھا، کہیں سے نمبر حاصل کر کے جب فون کیا اور ملاقات کی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے وقت مانگا تو اس مردِ مجاہد نے فرمایا کہ میں براستہ موٹروے اسلام آباد آ رہا ہوں کل انشاء اللہ اول وقت میں ملاقات ہوگی۔ اسی رات ایک بجے آپ نے اپنی آمد کے شیڈول سے مطلع فرما کر فقیر سے پتہ لیا اور اگلے روز دن گیارہ بجے صابری دربار موہڑہ چھپر غوث اعظم روڈ (سابقہ چکری روڈ) پر تشریف لے آئے۔ فقیر نے زیرِ نظر کتاب کا مسودہ دکھایا تو بہت خوش ہوئے، کھلے دل سے داد و تحسین دی اور فقیر کو دعاؤں سے نواز کر رخصت ہو گئے۔

اس دن کے بعد سے آج تقریباً چار برس گزر گئے ایک قلبی تعلق آپ کی ذات سے قائم ہے کسی نہ کسی بہانے فون پر رابطہ تو رہتا ہی ہے، مگر محرم الحرام میں عرس حضرت بابا گنج شکر رضی اللہ عنہ پر ضرور آپ کے آستانے پر ملاقات ہوتی ہے۔

آپ تعصب و حسد، بخل، ریاکاری سے پاک اور صاف گو دھڑے باز پر وقار شخصیت کے حامل ہیں، فقیر کو ہمیشہ عزت دی، احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، مختلف معاملات میں قیمتی مشوروں سے نوازتے رہتے ہیں، فقیر کو بھی آپ سے دوستی پر فخر و ناز ہے۔ مالک کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ آپ کا سایہ تا دیر غلامان گڑھی شریف اور بالخصوص تصوف وعرفان کے متوالوں کے سروں پر قائم و دائم رکھے آمین ثمہ آمین۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

منقبت در شان

حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

علم و عرفان کے سمندر معدن حلم و حیا
ماہ تابان ولایت مخزن جودو سخا

آپ کی عظمت کی دنیا کیوں نہ ہوتی معترف
آپ محبوب حبیبؐ خالق ارض و سما

کر دیا تھا نذر آتش شاہ انگلستاں کا خط
جس میں تھا ہزہولی نس کا اک خطاب جانفزا

راہ حق میں آپ رہتے تھے ہمیشہ سربکف
آپ کا طرز تحمل جب خدا و مصطفےٰ

ارض پاکستان کی تکمیل کے لمحات میں
آپ کی بے لوث کاوش تھی ہماری راہنما

رات کانٹوں پر گزارے اور ہو خضر حیات
اللہ اللہ ابن حیدرؓ کا وہ رعب و دبدبا

ہیں مشائخ متفق کہ فقر کے سلطان ہیں
فیصلہ عالمیں کہ شیخ ہے اسلام کا

پادری ششدر ہوئے کہ تاب لا سکتے نہیں
ہو گیا تھا دم بخود جو حامی تثلیث تھا

سوشلزم کے مقابل آہنی دیوار تھے
آپ کا عزم مصمم تھا نظام مصطفےٰ

تونسۂ اقدس کی الفت میں رہے سرشار وہ
قبلہ قلب و نظر تھا روضہ خیر الوریٰ

مجھ سے عاصی کو بھی قدموں میں جگہ دے دیجیے
صرف اتنی سی ہے آقا یہ ظفر کی التجا

از قلم: ڈاکٹر ظفر یاتو آنہ سیالوی

حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مجسمہ روحانیت اقلیم فقر کے تاجدار عاشق نبی مختارؐ عالم ربانی مرشد لاثانی عارف باللہ مرد حقیقت آگاہ وارث علوم حضرت پیر سیال لجپال شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ ستارۂ ولایت آسمانی ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ماہ جمادی الاول ۱۳۲۴ھ بمطابق 1906ء کو حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین علیہ الرحمۃ کے گھر سیال شریف ضلع سرگودھا صوبہ پنجاب میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی نے آپ کی جبین سعادت پر درخشاں مستقبل کی نشانیاں دیکھ کر آپ کا نام نامی اسم گرامی محمد قمرالدین تجویز فرمایا۔ آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی علیہ الرحمۃ جو اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل اجل اور ولی کامل تھے۔ جن کی شہرت کا ڈنکا بج رہا تھا ان کے فقر و درویشی کی عظمتوں اور رفعتوں کے سامنے شاہی جاہ و جلال اور تخت و تاج کا کرہ فرلرزہ براندام ہو جاتا تھا۔ خواجہ محمد ضیاء الدین علیہ الرحمۃ وطن عزیز کی آزادی کے لئے عمر بھر انگریزوں سے برسر پیکار رہے۔ یہ ان کا نا قابل فراموش کارنامہ ہے۔ کہ تمام زندگی انہوں نے اپنی سرزمین کا لگان استعماری حکومت کو نہیں دیا۔

شاید خدا کو حضرت خواجہ ضیاء الدین علیہ الرحمۃ کا یہی خلوص و ایثار پسند آیا کہ انہیں خواجہ قمرالدین سیالوی علیہ الرحمۃ جیسا فرزند عطا کیا جس کی ذہانت و فراست علمی بزرگی اور شان فقر و استغنا کا ڈنکا چاردانگ عالم میں آج تک بج رہا ہے۔ اور تا قیامت انشاء اللہ بجتا رہے گا۔ حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی علیہ الرحمۃ مادرزاد ولی تھے۔ بچپن ہی سے آپ میں ایسے آثار نمودار ہونے لگے جو آپ کی عظیم شخصیت کی غمازی کرتے تھے۔ ابھی آپ کی عمر شریف صرف ۳ برس تھی کہ آپ نے یہ معمول بنالیا کہ گھر میں جو کپڑا ہوتا آپ اس کو پگڑی بنا کر سر پر باندھ لیتے تھے۔ بعض اوقات تو اتنے کپڑے سر پر باندھ لیتے تھے کہ آپ کے ننھے سے سر پر پگڑیوں کا انبار لگ جاتا تھا۔ آپ کے اس طرز عمل کی خبر کسی طرح آپ کے دادا جان حضرت ثانی صاحب کو ہوگئی ان کی محبت کے جذبات میں جوش آ گیا۔ اسی وقت پوتے کو بلایا اور اپنے پاس محفوظ تبرکات کے صندوق سے آپ کو جتنی دستاریں اپنے پیر خانے سے عطا ہوئی تھیں یا حضرت شمس العارفین کے جو عمامے بطور تبرک محفوظ تھے۔ سب کے سب نکال لئے اور اپنے دست مبارک سے اپنے اس نونہال پوتے کے سر پر باندھ دیئے۔

تعلیم و تربیت ☆: ابھی آپ کی عمر شریف بمشکل ۴ برس ہوئی تھی کہ آپ کے دادا جان کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد آپ کی تمام تعلیم و تربیت کی ذمہ داری آپ کے والد بزرگوار نے سنبھالی جنہیں طریق شہبازی سکھانے کا خداداد ملکہ تھا۔ چار سال چار ماہ اور دس

دن کی عمر شریف جب ہوئی تو قصبہ پوہلا کے معروف حافظ عبدالکریم کے پاس آپ کو قرآن عظیم حفظ کرنے کے لئے بٹھا دیا گیا۔اس کے بعد جید اساتذہ نے آپ کو فارسی اور صرف نحو کی ابتدائی کتابیں بڑے شوق سے پڑھائیں اور اس جوہر قابل نے اپنے اساتذہ کے فیض کو بڑے شوق و محبت سے قبول کیا۔

برصغیر پاک و ہند میں خیر آبادی خانوادہ علم و حکمت کے فقید المثال عالم حضرت مولانا معین الدین اجمیری علیہ الرحمۃ کی نگاہ انتخاب آپ پر پڑی۔وہ اس وقت مدرسہ عثمانیہ دارالخیر اجمیر شریف میں صدر مدرس تھے کچھ عرصے کے بعد خواجہ ضیاء الدین سیالوی علیہ الرحمۃ نے اپنے فرزند ارجمند کو حصول تعلیم کے لئے اجمیر شریف روانہ کیا۔پھر حضرت کا شوق و ذوق علمی مولانا کو کشاں کشاں اجمیر سے سیال شریف لے آیا اور حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ علامہ اجمیری علیہ الرحمۃ سے اکتساب فیض کرنے لگے۔مولانا اجمیری کے تلمیذ رشید مولانا محمد حسین علیہ الرحمۃ بھی حضرت خواجہ سیالوی کی تدریس کے لئے دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام میں عرصہ دراز تک تشریف فرما رہے۔حضرت مولانا محمد دین بدھوی نے بھی جناب خواجہ کو منطق و فلسفہ کی کتابیں پڑھائیں۔یوں آپ نے علوم معقول و منقول کی تکمیل ان سلاطین علم و دانش سے کی۔حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کو آپ کے والد گرامی نے نہ صرف علم کتابی کا ماہر بنایا بلکہ ایک مجاہد کی زندگی کے آداب بھی سکھائے۔آپ شاہسواری، نشانہ بازی، شمشیر زنی، میں بھی یکہ ناز تھے۔آپ کو جفاکش بنانے کے لئے گھوڑا دوڑانے کی خوب مشق کروائی گئی۔آپ نے ۱۹۳۲ء بمطابق ۱۳۵۱ھ میں علوم ظاہری سے سند فراغت حاصل کی۔

حج بیت اللہ شریف ☆: حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نے ۱۹۳۸ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حجاز مقدس تشریف لے گئے۔مدینہ طیبہ میں اندلس کے قاضی شیخ ابوبکر النسائی نے آپ کو ایک ملاقات میں سند حدیث عطا فرمائی۔

اسی طرح مکہ مکرمہ میں مدرسہ صولتیہ کے شیخ الحدیث علامہ عمرو ممدان مکی نے بھی آپ کو سند حدیث عطا فرمائی۔حضرت خواجہ علماء کے طبقہ میں معتبر اور ممتاز حاصل شمار کئے جاتے ہیں۔اور زمرہ مشائخ میں جان محفل ہوا کرتے تھے۔آپ کی موجودگی میں کسی دوسرے پر نظر ٹھہرتی ہی نہ تھی۔

سیرت و کردار ☆: حضرت خواجہ نے ہزاروں گم کردہ راہوں کو راہ ہدایت سے ہمکنار فرمایا۔بدنصیبوں کو سکون و طمانیت کی دولت عطا کی انگنت نفوس آپ کے انفاس طیبہ کی وجہ سے اللہ کریم اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے انوار سے چمک اٹھے۔آپ سیدھے سادھے مسلمانوں کے ایمان اور خوش عقیدگی کے تحفظ کی خاطر ہمیشہ فرقہ باطلہ کی تردید میں سینہ سپر رہے۔مناظرہ اور مباحثوں سے ان کے شکوک و شبہات کے مسکت اور شافی جواب سے لوگ مطمئن ہو جاتے تھے۔حضرت شیخ الاسلام عربی فارسی اردو پنجابی زبانوں میں گفتگو فرما لیا کرتے تھے۔انشاء عربی پر آپ کو قدرت کاملہ حاصل تھی۔عربی میں کمال درجے کا شغف رکھنے کے علاوہ آپ کو اس زبان میں بلاتکلف مضمون لکھنے کی بھی مہارت تامہ حاصل تھی۔اللہ نے آپ کو اس غضب کا حافظہ عطا کیا تھا کہ سالوں پہلے پڑھی ہوئی کتابوں کے مضامین آپ کے پیش نظر رہتے تھے۔آپ کے استاد محترم علامہ معین الدین اجمیری آپ کی ذہانت و ذکاوت کی بہت

تعریف فرمایا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ کو عیسائیت کے علوم پر بھی دسترس حاصل تھی۔ آپ نے اپنے زور علم اور زور بیان سے عیسائیوں کے ساتھ مناظرے اور مباحثے کئے جس میں بڑے بڑے عیسائی پادریوں کو منہ کی کھانی پڑی۔

آپ جہاں علم و فضل میں یکتا تھے۔ اس طرح شریعت و طریقت میں بھی یکتائے زمانہ اور آپ اپنے والد کے صحیح جانشین اوصاف مشائخ کے جامع اور حد درجہ زیرک انسان تھے۔ آپ چرخ شریعت و طریقت کے نیر تاباں تھے۔ آپ کے والد گرامی خواجہ ضیاء الدین علیہ الرحمۃ کے وصال باکمال کے بعد آپ نے آستانہ عالیہ سیال شریف کی مسند سجادگی کو رونق بخشی اور پیر سیال کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔

شیخ الاسلام کو مشکل کشا علی کرم اللہ وجہہ کی زیارت ☆: پروردۂ آغوش ولایت، عاشق رسول، شہباز طریقت، ماہتاب شریعت حضرت خواجہ پیر محمد قمر الدین سیالوی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی حضرت شیخ الحدیث والتفسیر علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں اپنے بھائی غلام فخر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے مکان میں ایک تخت بچھا ہوا دیکھا۔ جس پر مولا علی شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم جلوہ گر ہیں۔ میں نے قدم بوسی کی سعادت حاصل کرنے کے بعد عرض کیا۔ حضور ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے اور اطمینان قلب صرف آپ کے ارشاد گرامی سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

حضرت مولائے کائنات نے فرمایا پوچھو میں نے عرض کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول خدا ﷺ کی تدفین سے قبل ہی خلافت کا معاملہ طے کرنا کیوں ضروری سمجھا۔

بعض صاحبان اس مسئلہ کو عجیب رنگ دیتے ہیں اور آپ کے حق خلافت کے غصب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کیا گیا تھا۔ اور وہ منشاء خداوندی کے مطابق عمل پیرا ہوئے۔ لہٰذا ان پر اعتراض کا کوئی جواز نہیں بنتا۔

حضرت شیخ الاسلام نے مولائے کائنات کی بارگاہ میں عرض کیا۔ حضور وہ ایسا رنج و الم اور غم کا وقت تھا کہ حفاظ کرام کو شاید قرآن بھی یاد نہ رہا ہوگا۔ ایسے وقت میں اس الہام کا سمجھنا اور اسے یاد رکھنا اور اس پر عمل پیرا ہونا میری ناقص سمجھ میں نہیں آ رہا۔

حضرت مولائے کائنات نے فرمایا جس نے الہام کیا اس کو یہ بھی معلوم تھا کہ اس وقت میں وہ اس کو سمجھ لیں گے یا نہیں اور اس کو ذہن نشین رکھ کر اس پر عمل پیرا ہو سکیں گے یا نہیں۔

جاگتے ہوئے حضرت عمر سے ملاقات ☆: حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ پیر محمد قمر الدین سیالوی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ جامع مسجد سیال شریف میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ ایک شخص عربی لباس میں ملبوس اور عربی وضع قطع کے مسجد میں مصروف نماز نظر آئے۔ ان کے سلام پھیرنے کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ اور عربی زبان میں دریافت کیا مَنْ اَنْتَ انہوں نے جواب میں فرمایا اَنَا عمر حضرت شیخ الاسلام نے عرض کیا حضور والا گرمی کا موسم ہے اور آپ کو پیاس بھی لگی ہوگی۔ میں ابھی ٹھنڈے مشروب لاتا ہوں۔ آپ ضرور بالضرور تشریف رکھیئے اور مجھے خدمت کا موقع دیں۔

حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ حضرت عمر مجھے منع کرتے رہے مگر میں دفور محبت و شوق میں گھر کی طرف دوڑتا گیا اور جلد از جلد بہترین ٹھنڈا مشروب تیار کرنے کے لئے کہا اور سب اہل خانہ کو جلد از جلد اس کے تیار کرنے کے لئے مجبور کیا۔ وہ دریافت کرنے لگے

آخر وہ کون سے مہمان ہیں اور اتنی جلدی کیا ہے۔ میں صراحۃً بتانے سے بھی گریز کر رہا تھا۔ اور اپنی خواہش کی مقدور بھر اور ممکن حد تک جلدی تکمیل کا مطالبہ بھی۔ ادھر حضرت والا گرامی قدر حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری گفتگو سنی تو فرمایا بھولے بچے وہ تیرے مہمان ان ٹھنڈے پانیوں کے محتاج نہیں۔ اور نہ ہی وہ اب تک اس انتظار میں بیٹھے ہیں۔ آپ کا یہ جملہ سن کر میں دوڑتا ہوا جب مسجد میں آیا تو دیکھا کہ واقعی آپ تشریف لے جا چکے ہیں۔

کشف وکرامت ☆: ایک دفعہ حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کو اطلاع ملی کہ سلانوالی کے علاقہ میں پادری براؤن نے قیامت صغریٰ بپا کر رکھی ہے۔ اس نے مسلمانوں کے خلاف ایک کیمپ قائم کر رکھا ہے۔ وہاں آ کر روزانہ بازاروں اور سڑکوں پر اپنا اسٹیج لگاتا ہے اور عوام کا ٹھٹھ اس کے پاس جمع ہو جاتا ہے۔ اور وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اسلام اور اہل اسلام پر بے سروپا اعتراضات کی بوچھاڑ کرتا ہے۔ سلانوالی سیال شریف سے ۱۵ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ آپ اطلاع ملتے ہی گھوڑے پر سوار ہو کر سلانوالی روانہ ہوئے اور اس پادری کے کیمپ میں پہنچ گئے اور اس کو مناظرہ کا چیلنج دیا جو اس نے قبول کر لیا۔

آپ کی پہلی مدلل تقریر سے ہی اس کے حواس یوں باختہ ہو گئے کہ اس نے بائبل کو زمین پر پٹخ کر مارا اور یہ کہتا ہوا مناظرہ کے میدان سے بھاگ گیا کہ واقعی ہماری کتابیں خراب ہو گئیں ہیں۔ اس طرح حضرت خواجہ کی ایک مجاہدانہ ضرب کاری سے اس سامری کا سارا طلسم ٹوٹ کر پاش پاش ہو گیا۔

کرامت ۲ ☆: اسی طرح تونسہ شریف میں آپ عرس مبارک کے موقع پر تشریف لے گئے انہی دنوں ایک عیسائی مبلغ وہاں آ گیا اور اُس نے برسر بازار اسلام کے خلاف اپنی تقریر شروع کر دی۔ لوگوں کا ایک اژدھام اس کے پاس جمع ہو گیا وہ اسلام پر تابڑ توڑ حملے کرتا تھا۔ قرآن پاک اور احادیث اس کو زبانی ازبر تھیں۔ جن کو وہ جا بے جا استدلال کے طور پر بڑی چابکدستی سے استعمال کر رہا تھا۔ اس مجمع میں کئی عالم بھی موجود تھے مگر کسی میں اس کو روکنے کی جرأت نہ تھی۔

حضرت خواجہ کو جب پتہ چلا تو آپ دوڑتے ہوئے وہاں تشریف لے گئے اور چند ہی لمحوں میں اس کا ناطقہ بند کر دیا اور وہ راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا۔

کرامت ۳ ☆: شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ پیر محمد قمر الدین سیالوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کے برادر اصغر محبوب المشائخ عاشق رسول حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بعض امور میں مجھے شکوک وشبہات رہتے اور اپنے بھائی حضرت شیخ الاسلام خواجہ پیر محمد قمر الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی روحانی عظمت پوری طرح میرے دل میں نقش نہیں ہوئی تھی۔

ایک رات میں سویا ہوا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ پاک پتن شریف کا آستان عظمت نشان ہے اور روضہ مبارک کا اوپر والا حصہ خالی ہو چکا ہے۔ اور یہ خبر گرم ہے حضور سرکار دوعالم ﷺ کی پالکی مبارک عنقریب روضہ مبارک میں اترنے والی ہے۔

چنانچہ وہ سعادت سعید آ پہنچی اور اس پالکی کو روضہ مطہرہ کے اندر اترتے دیکھا۔ ابھی دروازے بند تھے اور اعلان ہوا کہ آپ آرام فرما رہے ہیں۔ لہٰذا کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد بہشتی دروازہ کھلا میں بلا اجازت اندر داخل ہو گیا۔ دیکھا کہ رسالت مآب ﷺ چارپائی پر محو استراحت ہیں۔ اور سفید چادر ڈال رکھی ہے۔ اور چار آدمی آپ کے پاؤں مبارک دبا رہے ہیں۔ جن میں سے ایک حضرت شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ تھے۔ جب میں اندر داخل ہوا تو آپ نے سر ناز کو بلند فرمایا۔ مگر پاؤں مبارک اسی طرح دراز تھے۔ اور ابرؤں کے اوپر ہاتھ مبارک رکھ کر مجھے غور سے دیکھا۔ تو میرے دل میں خیال آیا کہ شاید میری یہ جسارت آپ کو پسند نہیں آئی۔ میں واپس لوٹنے لگا۔ تو حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ بھائی فخر الدین تو بیٹھ جا۔ حضرت خواجہ فخر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اُس دن مجھے معلوم ہوا کہ آپ کو بارگاہ حبیب خدا ﷺ میں اس قدر رسائی اور قرب حاصل ہے۔

آپ کی جرأت اور مذہبی غیرت ☆: ایک مرتبہ آپ کو رائفل کا لائسنس بنوانا مقصود تھا۔ جس کے لئے آپ نے ڈپٹی کمشنر سرگودھا جو کہ انگریز تھا کو درخواست دی اُس نے آپ کی درخواست کے جواب میں اس نے آپ سے استفسار کیا کہ آپ نے جو خدمات انگریز سرکار کے لئے انجام دی ہیں وہ لکھ کر بھیجیں تا کہ اُن خدمات کی روشنی میں آپ کو لائسنس جاری کیا جائے۔

حضرت خواجہ سیالوی نے ڈی سی کو لکھ کر بھیجا شاید آپ حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے نام نامی اور اُن کے کارناموں سے واقف ہوں گے۔ میں انہیں کا فرزند ہوں۔ جس قسم کی خدمات انہوں نے سرکار انگلشیہ کے لئے انجام دی ہیں۔ انہیں خدمات کی آپ مجھ سے توقع رکھیں۔ جواب ارسال کر کے حضور خواجہ مطمئن تو ہو گئے مگر رائفل کے لائسنس کا خیال آپ کو دل سے نکالنا پڑا کیونکہ ایسی صورت حال کے پیش نظر انگریز ڈی سی کس طرح لائسنس جاری کر سکتا تھا۔

اسی رات خواب میں آپ کی ملاقات اپنے والد خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی علیہ الرحمۃ سے ہوئی انہوں نے فرمایا قمر الدین آپ مایوس نہ ہوں ایک کمرے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ کمرے میں رائفلوں کا انبار لگا دیا ہے۔ ان میں سے جو آپ کو پسند ہو وہ چن لیں۔ اس واقعہ کے چند روز بعد بغیر کسی کاوش اور سفارش کے آپ کو رائفل کا لائسنس جاری کر دیا گیا۔

نمبر۲ ☆: حضرت خواجہ سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے جہاد کشمیر میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ اور فرنٹیئر کے سرحدی علاقوں سے بیش قیمت اسلحہ خرید کر مجاہدین میں تقسیم فرمایا۔ جہاد کشمیر کے لئے آپ نے ملک گیر مہم چلائی اور لوگوں کو اس جہاد میں شامل ہونے کی طرف راغب کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ جوق در جوق جہاد کشمیر میں شامل ہونے لگے۔

نمبر۳ ☆: حضرت خواجہ سیالوی نے مہاجرین کی آبادکاری میں بھی بھرپور حصہ لیا اور حکومت کا ہاتھ بٹانے کے علاوہ اپنے ذاتی فنڈ سے بے شمار مہاجروں کے گھروں کو آباد کیا۔

نمبر۴ ☆: ۱۹۶۵ء کی جنگ کے موقع پر آپ نے اپنی تمام جمع پونجی دفاعی فنڈ میں جمع کرا دی اور اپنے مریدوں اور معتقدین کو بھی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کا حکم دیا۔ آپ کے ایثار و قربانی کا عالم یہ تھا کہ آپ نے اپنے اہل خانہ کے زیورات بھی ملک پر قربان کر دیئے اور اپنے احباب کو قنوت نازلہ پڑھنے کا حکم دیا۔

نمبر۵ ☆: حضرت صاحبزادہ سیّد فیض الحسن شاہ رحمتہ اللہ علیہ آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ والے فرماتے ہیں کہ ۱۹۷۰ء کے

الیکشن کے موقع پر ایک سرمایہ دار اور جاگیردار شخص جمعیت علمائے پاکستان کے ٹکٹ پر انتخاب لڑنے کا خواہش مند تھا۔ اس تمنا کی تکمیل کے لئے وہ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں سیال شریف حاضر ہوا۔ آپ نے اس کی خواہش سنی تو فرمایا یہ نشست تو ہم نے ایک عالم دین کو دی ہے۔ تاکہ وہ لڑ کر کامیاب ہو جائے اور دین کی خدمت کرے یہ سن کر مذکورہ جاگیردار بہت مایوس ہوا اور ناکام واپس چلا گیا۔ اس بات کے کچھ ہی دنوں بعد وہ تین لاکھ روپیہ کی خطیر رقم کا چیک لیکر حضور خواجہ صاحب کے پاس دوبارہ آیا اور عرض کی حضرت یہ رقم ناچیز کی طرف سے قبول کر لیجئے تا کہ لنگر کے خرچ میں کام آئے۔ حضرت خواجہ صاحب سمجھ گئے کہ اس دنیادار کا مقصد کیا ہے۔ آپ کو اس سرمایہ دار کی اس حرکت پر اتنا طیش آیا کہ غضب ناک ہو گئے اور فرمایا کہ اے دولت مند انسان یہ اپنی دولت لے جا اور یہ بوٹی کسی دنیا کے کتے کے آگے ڈال دینا۔

نمبر ۶ ☆: ۱۹۷۰ء میں مولانا عبدالحمید بھاشانی نے گھیراؤ جلاؤ مٹاؤ تحریک کا آغاز کیا۔ تو جواب میں حضرت خواجہ صاحب نے دارالسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ میں اس قدر عظیم الشان سنی کانفرنس منعقد کی کہ بھاشانی کی غیر اسلامی اور تشدد پر مبنی ناپاک کوششیں گرد ہو کر رہ گئیں۔

نمبر ۷ ☆: پاکستان میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے لئے آپ نے انتھک کوششیں فرمائیں۔ آپ نے شدید بیماری کے باوجود اسلامی نظریاتی کونسل کے لئے دن رات کام کیا۔

آپ کی ان خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر جسٹس تنزیل الرحمٰن نے انکشاف کیا کہ حضرت شیخ الاسلام نے اسلامی نظریاتی کونسل کے لئے ہمیشہ تنخواہ کے بغیر کام کیا۔ حتیٰ کہ سفر کے خرچ کے لئے بھی آپ نے کبھی بھی کوئی پیسہ حکومت سے نہیں لیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۴۰۲ھ بمطابق ۱۲ جولائی 1981ء کو حضرت شیخ الاسلام سرگودھا سے چند میل دور پل گیارہ کے مقام پر ٹریفک کے ایک حادثے میں بری طرح زخمی ہو گئے۔ آپ کو فی الفور سرگودھا کے ہسپتال میں داخل کرایا گیا مگر وہاں آپ کی حالت بہتر نہ ہو سکی۔ پھر آپ کو کمبائنڈ ملٹری ہسپتال لاہور لایا گیا جہاں آپ ۲۰ جولائی ۱۹۸۱ء بمطابق ۱۷ رمضان المبارک اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کو سیال شریف میں آپ کے نامور والد گرامی حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے پہلو میں دفن کیا گیا سیال شریف ضلع سرگودھا میں آج بھی آپ کا مزار پرانوار مرجع خاص وعام ہے۔

فقیر راقم الحروف کو بھی کئی مرتبہ اس بارگاہ میں حاضری و زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ اس عظیم مرد درویش کی قبر انور پر جس کی تمام زندگی صرف اور صرف للّٰہیت کی بنیاد پر گزری۔ فقیر راقم الحروف کو آپ کی ذات سے جنون کی حد تک لگاؤ اور عشق ہے، اور فقیر نے تمام زندگی آپ کو مثل مرشد ہی جانا اور مانا ہے۔

فقیر راقم الحروف یہ بات بانگ دہل کہنے اور لکھنے پر مجبور ہے کہ آپ کی شخصیت ہمہ گیر اور ایک انجمن کی حیثیت رکھتی تھی، اور یہ بات بھی تسلیم شدہ ہے کہ آپ کی ظاہری حیات مبارکہ میں آپ کے سامنے بڑی سے بڑی شخصیت کو بھی لب کشائی کی جرأت نہ تھی، آپ جیسی شخصیات صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں، مگر شاید اہل پاکستان کو دوبارہ آپ جیسی وجیہہ، باکردار و باعظمت، صاحب علم وعمل و فضل وکمال

اور جہاندیدہ ہمہ جہت شخصیت دوبارہ نصیب نہ ہو۔ یہ آپ ہی کی ذات کا تصرف تھا کہ آپ کی حیات میں تمام سنّی بریلوی متحد اور یکجان تھے اور آج اہل سنت احساس محرومی کا شکار ہیں اور کسی ملاح کے انتظار میں ہے۔

آخری مرتبہ اکتوبر 2009ء میں 20 رُکنی قافلے کے ہمراہ آپ کے دربار میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اس موقعے پر خطیب ملت حضرت علامہ قاری غلام محمد چشتی امیر جماعت اہل نسبت پاکستان بھی فقیر کے ہمراہ تھے۔

سیال شریف کی حاضری بھی کیا حاضری تھی جو کہ تمام اہل قافلہ کے لیے ایک یادگار ہے سیال شریف کی تاریخ میں حاضری دینے والے اس قافلے پر جو خصوصی کرم حضور شیخ اسلام والمسلمین کی جانب سے ہوا۔ وہ تحریر و بیان سے باہر ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

سلام بحضور حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

شمس عرفاں جد اعلیٰ آپ ہیں روشن قمرؒ
آفتاب چشتیہ کے چاند تاروں کو سلام

تیری آل پاک بھی آقا رہے یوں سر بلند
قمر علی شان تیرے ماہ پاروں کو سلام

بیٹھتے ہیں جو تصور لے کے تیرا رات بھر
حسن روتے یار تیرے شب بیداروں کو سلام

عاشقوں کے واسطے اکسیر تیری خاک پا
مثل کوہ طورؔ تیرے راہگزاروں کو سلام

تیم بازان مست آنکھوں سے جنہوں نے پی ہے مئے
شاقی شیریں سخن کے بادہ خواروں کو سلام

ہیں مثال آئینہ جو پسر تو ذات و صفات
ان کے دامن سے ہویدا سب نظاروں کو سلام

تیرے منظور نظر بھی منبع فیض و کرم
چشمہ رحمت سے جاری آبشاروں کو سلام

ثانیؒ و ثالثؒ ہیں ارفع اور اربعؒ بے مثال
قصر شمس العارفینؒ کے تاجداروں کو سلام

از قلم: ڈاکٹر ظفر پاتو آنہ سیالوی

حضرت سائیں علی بہادر خان چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مردقلندر رہمہ اوصاف یگانہ، آئینۂ جمال وجلال حقانی، مظہر تامہ کمال انسانی معدن گنجینۂ علوم لدنی، پروردۂ لطف رسول مدنی، صدر نشین محفل مشاہدات غیبی غریق دریائے توحید ورسالت، فقیر مست الست حضرت سائیں علی بہادر خان چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ پیکر جمال معرفت وکمال حقیقت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ایک اندازے کے مطابق 1298 ہجری بمطابق 1880ء کو موضع بھاگسر آزاد کشمیر میں جناب راجہ گمانی خان کے گھر ہوئی۔

آپ مادرزاد ولی اور روحانی قوت کے مالک تھے۔ جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے چھوٹی سی عمر میں ایک بہت وزنی پتھر الٹ دیا تھا جس کو ایک ہزار آدمی بھی مل کر نہیں پلٹ سکتے تھے۔

اس پتھر کے بارے راجہ اللہ داد خان بتاتے ہیں کہ بعد میں ہم نے کئی سرنگیں لگا کر اس پتھر کو توڑا تو ایک پورے مکان کے پتھر اس میں سے نکلے۔

اس واقعہ کا جب لوگوں کو علم ہوا تب لوگ سمجھے کہ آپ پیدائشی ولی اور بہت بڑی روحانی قوت کے مالک ہیں۔ اس وجہ سے لوگ آپ کی تعظیم اور قدر کرنے لگے۔

آپ بچپن سے ہی سب بچوں سے الگ تھلگ رہتے کسی سے زیادہ میل جول نہ رکھتے اکثر اکیلے ہی وقت گذارتے۔ کبھی کبھی اپنے چچا زمان خان کو ہاتھ زمینداری میں بٹاتے۔

جب آپ کی عمر 18 برس ہوئی تو اپنے گاؤں بھاگسر کے ایک معزز خاندان کی لڑکی سے آپ کی شادی کر دی گئی۔ جس سے خدا نے آپ کو ایک بیٹا صحبت خان عرف گرو بابا عطا فرمایا۔ ابھی اس بچے کی عمر چھ ماہ کی تھی کہ آپ پر جذب ومستی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ تو آپ کی اہلیہ اپنے بچے کو لے کر اپنے میکے چلی گئی اور میکے جانے کے چند سال کے بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ اور بچے کی نگہداشت اور پرورش اس کی خالہ نے کی۔ آپ کا بچہ اپنی خالہ کے پاس ہی رہنے لگا حتیٰ کہ سیانہ ہوگیا۔

آپ کے ابتدائی حالات وواقعات ☆: اگرچہ آپ مادرزاد ولی کی حیثیت سے اپنے علاقے میں پہچانے جانے

لگے تھے مگر اس کے باوجود اپنے چچا بزرگوار کے زمینداری معاملات میں ان کا ہاتھ بٹایا کرتے تھے اور فارغ وقات میں اپنے گھر سے دو تین میل دور جا کر ایک غار میں عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اس غار کے قریب سید رمضان شاہ ہمدانی بھی ایک غار میں مصروف عبادت تھے۔ حضرت سائیں رمضان شاہ بالکل خاموش طبیعت کے مالک تھے کسی سے کلام تک نہ کرتے تھے۔ نہ ہی پیری مریدی کرتے تھے۔ بس دن ورات مجاہدہ عبادت وریاضت میں مصروف رہتے تھے۔ آپ کے ساتھ اپنی غار میں سائیں رمضان صاحب تخلیہ میں بات کرتے اور راز و نیاز کھلتا تھا۔

ایک دن آپ اپنی زمینوں میں ہل چلا رہے تھے کہ آپ کے چچا آبی زمین کی دیکھ بھال کے لیے گئے ہوئے تھے۔ جب وہاں سے واپس آئے تو آپ کے چچا نے دیکھا کہ بیل تو کھیت میں کھڑے ہیں اور آپ خاصے فاصلے پر کہیں جا رہے ہیں۔ انہوں نے آواز دے کر پوچھا بیل کھیت میں کھڑے کر کے خود کہاں جا رہے ہیں۔ آپ نے دور سے آواز دے کر فرمایا وارثا اپنی وراثت سنبھال لے، فقیر نے سب کچھ چھوڑ دیا ہے۔ اتنا کہہ کر کسی طرف نکل گئے۔ اسی روز گاؤں کے لوگوں نے آپ کی غار کو دیکھا تو وہ خالی تھی اور سید رمضان شاہ ہمدانی علیہ الرحمۃ کی غار بھی خالی تھی وہ بھی کہیں جا چکے تھے۔

آپ کافی عرصے تک دنیاداری سے الگ تھلگ ہو کر جنگلوں بیابانوں میں وقت گذار کر مجاہدہ وسلوک ومعرفت میں مشغول رہے اور کافی عرصے کے بعد اپنے گاؤں بھاگسر تشریف لائے اور اپنے گاؤں کے نزدیک دوسرے گائں ٹاھل کے مقام پر ایک کٹیا تعمیر کرنے لگے۔ تاکہ یہاں پر تنہائی میں عبادت وریاضت کر سکیں۔

لیکن اس گاؤں کے ایک بااثر بالا خان نامی شخص نے کٹیا کی تعمیر میں مزاحمت شروع کر دی۔ آپ کٹیا کی چھت ڈالتے وہ موقع پا کر گرا دیتا۔ بالآخر جب وہ باز نہ آیا تو ایک دن آپ نے زبان ترجمان سے فرمایا۔ جا بالیا تیرا ککھ نہ رہوئے، اتنا کہنے کے بعد آپ نے وہاں پر کٹیا تعمیر کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

ادھر بالا خان پر آپ کی بدعا کا اثر ہوا کہ وہ کنگال اور خستہ حال ہو گیا اور آپ بالا خان سے ناراض ہو کر باغ ہڈاباڈی چلے گئے اور وہاں پر پہلے سے موجود ایک مزار کے ساتھ کٹیا تعمیر کر کے عبادت وریاضت میں مشغول ہو گئے۔ اس وقت آپ کے ساتھ ایک تارک الدنیا فقیر سید چمن علی شاہ جو لکھنؤ کے رہنے والے اور محکمہ مال کے ریٹائرڈ افسر ہیں آپ کے ساتھ تھے۔ اور وہ چند دن یہاں پر قیام پذیرہ کر اسلام آباد کے قریب موضع نور پور شاہاں چلے آئے۔ اور وہیں ان کا وصال ہوا۔ وہیں دفن ہوئے۔ ہڈاباڑی میں کافی عرصہ گذارنے کے بعد آپ کوہالہ چلے گئے اور دریا کے کنارے ایک درکت کے نیچے چھپر بنا کر چلہ کشی میں مصروف ہو گئے۔

بیعت وخلافت☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں تاجدار گولڑہ حضور خواجہ پیر سید مہر علی شاہ چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

سیر وسیاحت وزیارات مقامات مقدسہ☆: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ نے سلوک ومعرفت کی منزلیں حضرت سید رمضان شاہ ہمدانی علیہ الرحمۃ کی صحبت پاک میں رہ کر طے کیں۔

مگر اس مرحلہ سے گذارنے کے بعد آپ نے اس علاقہ کے تمام بزرگان دین کے مزارات پر حاضری دی اور ان کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔

ہنس چوکی میں قیام ☆: کوہالہ کے مقام سے آپ ہنس چوکی کے مقام پر تشریف لے آئے اور یہاں ایک حجرہ تعمیر کر کے عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔

آپ کے حجرے کے قریب کہیں پرانے زمانے کا خزانہ پانچ دیگیں دفن تھا۔ اس خزانے پر ایک اژدہا جو بھینس جتنا موٹا تھا ہمہ وقت بیٹھا رہتا۔ ایک دن اس اژدہے نے آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ پوری رات اس سے اکیلے لڑتے رہے بالآخر وہ اژدہا مر گیا۔ جب صبح کو لوگ وہاں سے گزرنے لگے تو دیکھ کر حیران ہو گئے کہ اژدہا مر چکا ہے اور آپ اس کے قریب زخمی حالت میں بیٹھے ہیں۔

آپ نے وہ خزانہ نکال کر ایک ہندو کھلو نامی شخص کو دیا اور فرمایا کہ اس میں سے کچھ حصہ تم نکال لو اور اس میں سے کچھ پیسوں کا گیارھویں شریف کا ختم دلوا دینا اور بقایا خزانہ کسی اور جگہ دفن کر دینا۔

کھلو نامی ہندو پہلے خچروں پر دوسرے ہندو ساہوکاروں اور دوکانداروں کا سامان ڈھویا کرتا تھا۔ مگر جب آپ کی نگاہ اس پر پڑی تو وہ خود بھی ساہوکار ہو گیا۔

بیٹے کی بازیابی کا واقعہ عجیب ☆: آپ کے صاحبزادے صحبت خان عرف گرو بابا علیہ الرحمتہ جو اپنی خالہ کے پاس پرورش پا رہے تھے۔ ایک دن آپ اس بچے سے ملنے کے لیے گئے۔ تو آپ نے بچے سے کہا کہ اب تم میرے پاس رہا کرو۔ آؤ میرے ساتھ چلو۔ مگر آپ کی بات سنتے ہی بچے نے اور بچے کی خالہ نے انکار کر دیا۔

ان کی زبان سے انکار سے سنتے ہی آپ جلال میں آ گئے اور مکئی کے ٹانڈوں کا بہت بڑا الاؤ جلایا اور بازو سے پکڑ کر بچے کو جلتے ہوئے الاؤ میں پھینک دیا۔ بچے کی خالہ اور دیگر اعزایہ دیکھ کر رونے پیٹنے لگے اور اس کو بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔ مگر آپ نے کسی کو بھی آگے نہ جانے دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں سب کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ بچہ جل کر خاک اور کوئلہ بن گیا ہو گا۔

جب آگ ٹھنڈی ہوئی تو لوگ دیکھ کر ششدر رہ اور حیرت میں گم ہو گئے کہ بچہ اچھا بھلا راکھ کے ڈھیر سے کپڑے جھاڑتا ہوا باہر آیا اور گردن جھکا کر آپ کے ساتھ پیچھے پیچھے چل دیا۔

اس واقعہ کے عینی شاہدین آج بھی بہت سے لوگ زندہ ہیں۔

اس واقعہ کے بعد لڑکے پر بھی جذب کی کیفیت طاری ہو گئی اور وہ اس کے بعد ولایت کے بلند درجہ پہنچا۔ اور تمام عمر آپ کی خدمت میں رہا۔

فقیر کے سامنے شیر بھی بلی کے بچے کی طرح ☆: ایک مرتبہ آپ نے نڑول کے مقام پر ایک خوبصورت جنگل میں ڈیرا لگایا۔ اور اپنے ڈیرے کے اردگرد سے جنگل کٹوا کر کافی بڑا ٹکڑا زمین کا صاف کرا لیا۔

ڈوگرا دور میں جنگل کاٹنے پر سخت پابندی تھی۔ محکمہ جنگلات کے افسروں کو جب اس کا علم ہوا تھا تو ان کے سپاہی آپ کو گرفتار کرنے

آ گئے۔ جب جنگل کے سپاہی آپ کو ہتھکڑی لگاتے تو وہ کھل جاتی کافی تگ و دو کے بعد وہ بغیر ہتھکڑی گرفتار کر کے لے گئے اور آپ کو جیل میں بند کر دیا۔

شام کو جب قیدیوں کے کھانے کا وقت ہوا تو آپ نے فرمایا مجھے بھوک بہت لگ رہی ہے لہٰذا میرے واسطے کھانا زیادہ لایا جائے۔ کھانا کھلانے والوں نے طنزاً کہا کہ ہمارے پاس 80 قیدیوں کا کھانا ہے۔ اگر وہ سب کھانا تمہیں دے دیا جائے تو کیا تم وہ سب کھانا کھالو گے۔

آپ نے فرمایا ہاں میں سب کھانا کھالوں گا۔ جیل حکام مذاق سمجھ کر کھانا لاتے گئے آپ کھاتے گئے۔ حتیٰ کہ 80 قیدیوں کا کھانا ختم ہو گیا۔ اس کے بعد آپ اٹھے اور چلتے پھرتے ہوئے آوازیں دے کر جیل حکام سے فرماتے رہے ابھی میری بھوک ختم نہیں ہوئی۔ مجھے کھانا اور لا کر دو۔

یہ منظر دیکھ کر تمام قیدی اور جیل کے حکام جیل سپرنٹنڈنٹ کے پاس پہنچے اور تمام قصہ اس کے سامنے بیان کیا۔ اس نے اس کا ذکر والئی پونچھ سے کیا۔ راجہ نے تمام بات سن کر کہا کہ وہ کوئی جادوگر ہوگا لہٰذا اس کو اٹھا کر چڑیا گھر میں لے جاؤ اور شیر کے پنجرے میں ڈال دو۔ اگر جادوگر ہوا تو شیر کھا جائے گا۔ اگر کوئی ولی ہوا تو بچ جائے گا۔

چنانچہ راجہ کے حکم سے آپ کو جب شیر کے پنجرے میں ڈالا گیا تو شیر نے آپ کے قدم چومنے شروع کر دیئے۔ اور آپ نے شیر کے سر پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر راجہ اور اس کے وزیر و مشیر حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ یہ کوئی ولی اللہ ہیں۔ لہٰذا ان کو فوراً قید سے نکالا جائے۔

مگر آپ نے فرمایا کہ آج ہم پنجرے سے باہر نہیں آئیں گے ہم اپنے اس بلے کے مہمان ہیں۔ ہم کل باہر آئیں گے۔ دوسرے دن جب آپ کو پنجرے سے باہر نکالنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ اس میرے بلے کو بے گناہ قید کر رکھا ہے۔ لہٰذا اس کو بھی رہا کرو۔ راجہ کے حکم سے شیر کو آپ کے ساتھ رہا کر دیا گیا اور راجہ نے آپ کو بہت سا نذرانہ دے کر رخصت کرتے ہوئے حکم دیا کہ میری ریاست میں اس فقیر کو کوئی تنگ نہ کرے یہ جہاں چاہیں جائیں اور جہاں چاہیں رہیں یہ ان کی مرضی پر منحصر ہے۔

اس کے بعد آپ اپنے نو تعمیر کردہ حجرہ میں چلے گئے اور شیر کو آزاد کر دیا۔ مگر وہ شیر ہر جمعرات کو آپ کے حجرے کے سامنے آ کر سلام کر کے واپس جاتا تھا۔

اس واقعہ کے عینی شاہدین بھی لاتعداد افراد ابھی زندہ ہیں کہ جنہوں نے شیر کو جمعرات کی شام آپ کے حجرے میں آ کر سلام کرتے دیکھا ہے۔

اس ہاتھ کو اللہ تعالیٰ برکت دے گا☆: کھتل گاؤں کے سردار گل احمد خان کسی مقدمہ میں پونچھ جیل میں تھے جب وہ رہا ہوئے تو سیدھے آپ کے تکیہ (حجرے) میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کرنے لگے مقدمہ اور جیل میں قید کی وجہ سے میرے گھر کا سارا نظام بگڑ گیا۔ معاشی حالت ابتر ہو گی۔ لہٰذا میرے لیے دعا فرمائیں کہ خداوند کریم غیب سے مدد اور راہنمائی فرمائے۔

آپ نے ان کے حق میں دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ آپ سیدھے گھر چلے جائیں اور چند روزہ قیام کے بعد راولپنڈی چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کرم کرے گا اور جب راولپنڈی میں کاروبار میں نفع ہو تو میرے پاس آتے ہوئے دو نقارے لیتے آنا۔ جب سردار گل احمد خان آپ کے پاس سے رخصت ہونے لگے تو آپ نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ اللہ آپ کے اس ہاتھ کو برکت دے گا۔

چنانچہ چند روز گھر رہنے کے بعد سردار گل احمد خان کاروبار کے لیے جب راولپنڈی پہنچے تو خداوند کریم نے آپ کی دعا کے صدقے ان کو بہترین کاروبار دیا جس میں ان کو لاکھوں روپے کا نفع ہوا۔ جب وہ واپس آپ کے پاس حجرہ میں آئے تو ان کے پاس دو نقارے بھی تھے جو انہوں نے آپ کی خدمت میں پیش کیئے۔ سردار گل احمد جتنا عرصہ بقیہ حیات رہے وہ مستقلاً آپ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ سردار گل احمد خان کے جس ہاتھ کے بارے میں آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر فرمایا تھا۔ خدا نے اس ہاتھ میں اس قدر برکت اور تاثیر دی تھی کہ سردار گل احمد خان اپنا وہ ہاتھ بڑے سے بڑے آدمی کے کندھے پر رکھ کر اگر کوئی بات کریں تو وہ شخص بات مان جاتا تھا۔

چولھے کی راکھ کی روٹی ☆: دھیر کوٹ آزاد کشمیر کے راجہ علی اکبر خان فرماتے ہیں کہ جن دنوں آپ موضع نزول کے تکیہ سے دھیر کوٹ کے قریب قبرستان میں آکر منتقل ہوئے اور یہاں تکیہ اور حجرہ تعمیر کیا۔ اگرچہ ان دنوں میری عمر بہت تھوڑی تھی مگر میں آپ کی خدمت میں اکثر حاضری دیا کرتا تھا۔ ان دنوں آپ کے صاحبزادے صحبت خان عرف گرو بابا بھی آپ کے پاس رہا کرتے تھے اور آپ دونوں باپ بیٹوں کے درمیان قلندرانہ نوک جھوک بھی ہوتی رہتی تھی۔ اس لیے کہ آپ کے صاحبزادے گرو بابا بھی اپنے وقت کے بہت بڑے فقیر اور قلندر رتھے۔ ہر وقت جلال ان کے چہرے سے ٹپکتا تھا۔

ایک مرتبہ میں ملاقات کے لیے گیا تو آپ نے تھوڑی دیر بعد اپنے مچ سے جلی ہوئی لکڑی کا سہاگہ نکال کر پرات میں ڈال کر آٹے کی طرح گوندھنا شروع کر دیا۔ میں حیران تھا کہ اسے کیا کریں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب میں چلنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ علی اکبر خان بیٹھو روٹی کھا کر جانا۔

چنانچہ آپ کے فرمان پر میں بیٹھ گیا۔ آپ نے وہ سہاگہ جو آٹے کی طرح گوندھا تھا کی بڑی سی روٹی بنائی اور مچ کی آگ میں دبا دی۔ اور کچھ ہی دیر کے بعد جب اسے آگ سے نکالا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ سہاگے کی بجائے گندم کے آٹے کی روٹی تھی۔ آپ نے اس میں سے ایک ٹکڑا توڑ کر مجھے دیا۔ اور جب میں نے اسے کھایا تو آٹے کی روٹی کا مکمل ذائقہ تھا اور لذیذ اس قدر کہ میں نے پوری زندگی میں ایسی روٹی نہ کھائی تھی۔

آپ کا معمول تھا کہ جب روٹی پکاتے تو ایک ہی روٹی محفل میں موجود تمام افراد کے لیے کافی ہوتی تھی۔ بہت سے آدمیوں کے کھانے کے بعد بھی ختم نہ ہوتی تھی۔ اس روایت کی تائید راجہ خالق داد خان ایڈووکیٹ دھیر کوٹ بھی اپنے عمر رسیدہ بزرگوں کے حوالے سے کرتے ہیں۔

واقعہ عجیب قبل از وصال ☆: آپ کے وصال سے تین روز قبل آپ کے صاحبزادے حضرت سائیں صحبت خان عرف

گرو بابا نے کسی شخص کے ہمراہ ہوتھلا گاؤں جانے کا پروگرام بنا کر آپ سے اجازت چاہی تو آپ نے منع فرمادیا۔ مگر محبت خان جانے پر بضد تھے۔ آپ نے جلال میں آ کر فرمایا کہ جاؤ مگر اپنے قدموں سے واپس نہیں آؤ گے۔

چنانچہ گرو بابا چلا گیا اور ہوتھلا گاؤں پہنچ کر گرو بابا کے پیٹ میں اس قدر درد شروع ہو گیا کہ جیسے کسی نے نشتر چبھا دیا ہو۔ یہ حالت دیکھ کر ہوتھلا گاؤں کے لوگ ان کی چارپائی پر ڈال کر آپ کے پاس لائے اور عرض گزار ہوا کہ حضور اس کا قصور معاف فرمادیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے منع کیا تھا مگر یہ باز نہ آیا۔ لہٰذا اب میری زبان سے جو نکل چکا ہے وہ پورا ہو کے رہے گا۔

حجرہ سے باہر نکلے اور تھوڑی دور جا کر ایک بڑے پتھر پر برابر کی سات لکیریں دو دو انچ کے فاصلے پر لگائیں اور فرمایا کہ قبروں پر لگانے کے لیے تختے اس پتھر کے بنوانا۔ اس کے بعد ان لکیروں پر ضربیں لگائیں تو پتھر کے تختے اس طرح الگ ہو گئے جیسے کسی نے آری سے چیرے ہوں۔

چنانچہ اسی تکلیف کے باعث رات کو آپ کے صاحبزادے کا وصال ہو گیا۔ صبح کو جنازے کے وقت ایک بزرگ عالم دین اور عارف کامل حضرت عبداللہ شاہ افغانی جو مدت دراز سے دھیرکوٹ بڑے دریا کے قریب ایک ریسٹ کے نزدیک غار میں چلہ کش تھے اور انہوں نے اسی علاقہ کے راجہ شیر علی خان کی ہمشیرہ سے شادی کر رکھی تھی وہ آ گئے۔ انہوں نے آپ کے صاحبزادے کا جنازہ پڑھایا۔ اس کے تیسرے روز آپ حضرت سائیں علی بہادر کا بھی وصال ہو گیا۔ اور پانچویں دن حضرت سید عبداللہ شاہ افغانی کا بھی وصال ہو گیا۔

چنانچہ ان تینوں بزرگوں کی قبریں برابر، برابر ایک ہی جگہ پر موجود ہیں۔

وصال با کمال ☆: آپ کا وصال با کمال ۱۴۰۳ ہجری بمطابق 1982ء بروز سوموار کو ہوا۔ مزار پر انوار دھیرکوٹ تحصیل و ضلع باغ آزاد کشمیر میں برلب سڑک مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سید نظیر حسین شاہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: سلطان العاشقین، برہان الواصلین، زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین حضرت پیر سید نظیر حسین شاہ گردیزی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ صاحب ترک وتجرید ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۴۰ھ بمطابق کو آزاد کشمیر کے روحانی پیشواء حضرت پیر سید محمد یعقوب شاہ گردیزی علیہ الرحمتہ کے گھر سوہاوہ شریف تحصیل باغ آزاد کشمیر میں ہوئی۔ آپ آزاد کشمیر کے معروف علمی وروحانی پیشوا حضرت پیر سید علی شاہ گردیزی علیہ الرحمتہ کے پوتے ہیں جن کا شجرہ نسب بواسطوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حضرت پیر سید نظیر حسین شاہ گردیزی بن سید یعقوب شاہ بن سید علی شاہ بن سید فیض علی شاہ بن سید سوہنا شاہ بن سید نور شاہ بن سید باقر شاہ بن سید بہاوالدین شاہ بن سید ملوک شاہ بن سید مومن شاہ بن سید شاہ بن سید جنید شاہ بن سید عین الملک بن سید شاہ منور عرف شاہ سچیار بن سید نور محمد المعروف ابو محمد لقب شاہ بن حضرت سید محمد بن سید الصمد بن سید احمد شاہ بن سید شاہ قسور گردیزی بن سید ابو عبداللہ بن سید احمد بغدادی بن سید عیسیٰ بن سید حسین بن سید عبداللہ بن سید ابوشغا بن سید احمد شعرانی بن سید امام علی بن سید امام جعفر صادق بن حضرت سید امام محمد باقر بن حضرت سید امام زین العابدین بن حضرت امام عالی مقام امام حسین علیہ اسلام بن حضرت امام المشارق ولمغارب مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ الکریم ورحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ابتدائی تعلیم وتربیت ☆: آپ کی ابتدائی تربیت اور بنیادی تعلیم سوہاوہ شریف تحصیل باغ آزاد کشمیر کے علمی وروحانی مرکز میں اپنے والد گرامی کے زیر سایہ ہی مکمل ہوئی اس کے بعد راولپنڈی اور اٹک کے معروف اساتذہ سے پہلے دوسرے اور تیسرے درجے کی کتابیں پڑھ کر مزید تعلیم کے لئے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور یوپی انڈیا تشریف لے گئے اور ساڑھے چھ سال کے عرصہ میں علوم دینیہ کی تکمیل کر کے ۱۳۵۶ھ بمطابق 1956ء میں سند فراغت حاصل کر کے اپنے وطن مانوف سوہاوہ شریف واپس تشریف لے آئے آپ کا حافظہ بہت قوی اور دینی علوم پر آپ کو اس قدر عبور حاصل تھا کہ علاقہ بھر میں آپکی علمیت کا ڈنکا بجنے لگا۔

بیعت وخلافت ☆: آپ نے سلوک کی منازل اپنے ابتدائی دور میں مکمل کر لی تھیں حصول علم کے ساتھ ساتھ ترک وتجرید مجاہدہ ریاضت وعبادات میں بھی یکتائے روزگار ثابت ہوئے اس لئے آپ کے عظیم والد گرامی نے ظاہری تعلیم سے فراغت کے بعد آپ کی باطنی تربیت مکمل فرما کر اپنے دست مبارک پر ۱۳۵۷ھ میں شرف بیعت بخشا اور خرقہ خلافت عطا فرما کر اپنا جانشین مقرر فرمانے کا اعلان بھی کیا۔

نوٹ ☆: آپ کے والد گرامی حضرت پیر سید محمد یعقوب شاہ گردیزی چشتی نظامی سلسلہ میں اپنے والد بزرگوار پیر سیّد سید علی سوہاوی کی درگاہ کے سجادہ نشین کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے آپ کی دستار بندی کے موقع پر سجادہ نشین گڑھی شریف اور تونسہ شریف کے سجادہ نشین بھی رونق افروز تھے۔

حج بیت اللہ اور حاضری روضہ رسول کریم ﷺ ☆: 1969ء میں آپ پہلی مرتبہ ادائیگی حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ رسول کریم ﷺ کے لئے اپنی اہلیہ کے ہمراہ تشریف لے گئے جبکہ دوسری مرتبہ 1973ء میں اپنی اہلیہ محترمہ اور بڑے صاحبزادے سید شبیر احمد شاہ کو بھی ہمراہ لے گئے تھے۔

سیرت وکردار ☆: آپ نہایت درجہ کے متقی وپرہیزگار اور پابند شریعت وطریقت بزرگ تھے کبھی کوئی بات خلاف شرع سرزد نہ ہونے دی' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اخلاقی بلندیوں سے نوازا ہوا تھا' مہمان نوازی اور غریب پروری آپ کو ورثہ میں ملی تھی سخاوت میں عدیم المثال تھے' عبادت وریاضت علم وعمل زہد وتقویٰ جود وسخا اور وفا میں یکتائے روزگار زمانہ تھے۔ دنیا کی بے ثباتی کا تصور آپ کے ذہن میں نقش تھا' حلقہ ارادت کشمیر و پاکستان کے مختلف حصوں میں پھیلا ہوا تھا آنے والے عقیدتمندان اور مریدین سے انتہائی نرم لہجہ میں گفتگو فرماتے تھے۔ دین متین کی تعلیم کے حصول کے ساتھ ساتھ آپ کو دینی کتابوں کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ لاتعداد کتابیں آپ کو اپنے بزرگوں کے ورثے میں ملی تھی جبکہ آپ نے بذات خود بھی بہت سی کتابیں خرید کر لائبریری کو مزین فرمایا اسی وجہ سے آپ کو دینی علوم پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ جو کوئی مسئلہ پوچھتا فوراً اس کے سوال کا جواب عنایت فرما دیتے۔ فتویٰ نویسی کا الگ شعبہ قائم فرما رکھا تھا آپ اپنے مریدین کی دعوت پر تبلیغی دوروں پر رہے اور ان دوروں میں جہاں کہیں دینی مدرسہ مسجد نہ ہوتی وہاں مدرسہ اور مسجد کی نہ صرف تعمیر کا حکم دیتے بلکہ خود بھی مالی طور پر تعاون سرپرستی فرماتے۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ جہاں بچوں کا مدرسہ ہوتا وہاں بچوں کے لئے درسی کتب اور خورد ونوش کا انتظام فرماتے۔ اسلامی تعلیمات کا فروغ اور دین حقہ کی خدمت آپ کا اوّلین مقصد تھا۔

قبل از وصال اور بعد از وصال کے چند واقعات ☆: آپ نے اپنے مخلصین ومریدین کو اپنے وصال کی اطلاع

خواب میں دے دی تھی اس سلسلہ میں آپ کے ایک مرید ٹھیکیدار کالا خان نے جنازہ کے وقت بھرے اجتماع میں لوگوں کو بتایا کہ میں رات کو سویا ہوا تھا کہ آپ نے مجھے خواب میں ارشاد فرمایا کالا خان تم کل راولپنڈی جانا چاہتے ہو مگر راولپنڈی جانے سے قبل مجھے مل کر جانا۔

چنانچہ میں صبح کو بیدار ہوا اور آپ سے ملاقات کے لئے سوہاوہ شریف کی طرف روانہ ہوا تو راستے میں مجھے کسی نے بتایا کہ آپکا وصال ہو گیا ہے تب مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے کیوں بلایا تھا۔

2 ☆: محمد سعید خان آف کوٹلی ستیاں بیان فرماتے ہیں کہ جس رات کو آپ کا وصال ہوا آپ رات کو خواب میں مجھے نظر آئے اور فرمایا سعید خان تم اس مرتبہ عرس پر بھی نہیں آئے لہٰذا اب کل میری بارات ہے اس میں ضرور شرکت کرنا۔

چنانچہ میں صبح کو بیدار ہو کر جب سوہاوہ شریف پہنچا تو معلوم ہوا کہ آپ کا تو وصال ہو گیا ہے۔تب پتہ چلا کہ کس برات میں شرکت کے لئے بلایا گیا تھا۔

3 ☆: تحصیل مفتی حکومت آزاد جموں وکشمیر حضرت مولانا عبدالعزیز خان عباسی نے جنازہ کی نماز پڑھانے کے بعد اپنی تقریر میں بیان کیا کہ میں عرس کے موقع پر سوہاوہ شریف آیا اور تقریر بھی کی تھی جب میری تقریر ختم ہوئی تو میں نے حضرت سے عرض حضور میری تقریر کافی طویل ہو گئی تھی جس کی بناء پر آپ کو کافی دیر بیٹھ کر زحمت برداشت کرنا پڑی اس کے لئے میں جناب سے معافی کا خواستگار ہوں آپ مجھے معاف فرمادیں۔

میری بات کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا میں آپ پر بہت خوش ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو تبلیغ اسلام کی مزید توفیقات سے نوازے۔میں آپ کی یہ آخری تقریر سننا چاہتا تھا جو کہ سن لی مولانا عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ میری وہ تقریر واقعی آخری تقریر ثابت ہوئی۔

4 ☆: راجہ حمید صاحب نے اس موقع پر لوگوں کو بتایا کہ وصال والی رات آپ نے خواب میں مجھے حکم دیا کہ صبح کو سوہاوہ شریف آ کر میرے ساتھ نماز ادا کرنا۔چنانچہ صبح کو بیدار ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے اب یہاں پر آپ کے ساتھ نماز جنازہ ادا کرنی ہے جس کے لئے آپ کا حکم تھا۔

وصال باکمال ☆: وصال سے چند برس قبل آپ علیل ہوئے اور اسی علالت میں آپ کا وصال باکمال مورخہ 7 صفر ۱۴۰۳ھ بمطابق 24 نومبر 1982ء بروز بدھ پانچ بجے شام نماز مغرب ادا کرتے ہوئے نماز کے پہلے سجدے میں ہوا جیسا کہ آپ کی زندگی کی بہت بڑی خواہش تھی کہ بوقت اجل میرا سر اللہ کریم کے دربار میں جھکا ہوا ہو کہ مطابق آپ کو یہ سعادت حاصل ہوئی۔

مزارِ پُرانوار اپنے دادا پیر سید علی شاہ گردیزی علیہ ارحمتہ کے پہلو میں سوہاوہ شریف تحصیل باغ آزاد کشمیر میں مرجع خاص وعام ہے۔

جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں آپ کا سالانہ عرس مبارک 5-6-7 نومبر کو ہر سال بڑی عقیدت ومحبت سے آپ کے صاحبزادے وسجادہ نشین حضرت علامہ مولانا سید حمید احمد شاہ گردیزی چشتی نظامی ایم اے اسلامیات بہاولپور یونیورسٹی کے زیر سرپرستی منایا جاتا ہے۔

حضرت مولانا صاحبزادہ حمید احمد شاہ بہت سی خوبیوں اور اچھی صفات کے مالک ہیں اپنے اسلاف کے اصولوں پر چلتے ہوئے بڑے ہی بہتر انداز میں دربار شریف کے معاملات کو چلا رہے۔ دعا ہے کہ مالک ومولا حضرت کو مزید توفیقات سے نوازے۔

حضرت پیر سیّد محمد نظیر حسین شاہ صاحب سوہاوی کے بڑے صاحبزادے الحاج پیر سیّد شبیر احمد شاہ سوہاوی چشتی الحسینی ہیں۔ جن پر حضرت اعلیٰ سوہاویؒ اور بزرگان دین کی بفضل تعالیٰ توجہ خاص ہے۔ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب قلم بھی ہیں۔ آپ نے حضرت پیر سیّد سید علی شاہؒ سوہاوی کی سوانح عمری بعنوان ''فیضان سید علیؒ'' کی تصنیف وتالیف کے علاوہ بذیل کتب بھی تصنیف وتالیف کی ہیں۔ ''فلاح کونین''، ''کلام منظوم حضرت پیر سیّد محمد نظیر حسین شاہؒ سوہاوی''، ''سفر نامہ حج بیت اللہ شریف''، ''یاد رفتگان و خاندان حضرت اعلیٰ سوہاوی''، ''نور محمدیؐ۔ تخلیق آدمؑ تا ختم الرسل حضرت محمدؐ بحوالہ قرآن حکیم)

دربار سوہاوہ شریف کے انتظامی معاملات میں خصوصی توجہ دیتے ہیں۔ اور حضرت کے مہمانوں کے دل وجان سے خدمت کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ تصنیف وتالیف کردہ کتب کی تقسیم واسطے خدا کرتے ہیں ہر کس کی خدمت کو سعادت سمجھتے ہیں۔ اور آپ کے بیٹے ڈاکٹر سید صدیق احمد شاہ، سید مبشر احمد شاہ، سیّد حسنات شاہ انتہا ہی خلیق اور دردِ دل رکھنے والے ہی۔ فقیر راقم الحروف کی حضرت صاحبزادہ سید شبیر احمد سوناوی مدظلہ سے بخوبی آشنائی ہے، ایک ہی دفعہ کی ملاقات ہی آپ سے قلبی لگاؤ پیدا ہوا گر اخلاق ہو تو ایسا۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ پیر سید احمد شاہ ہمدانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مجسمہ تسلیم و رضا، فخر السادات، گلشن ولایت کے گوہر نایاب حضرت خواجہ پیر سید احمد شاہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ ۱۹۰۵ میں میرا شریف کے عظیم روحانی اور علم و عرفان کے مرکز میں حضرت خواجہ پیر سید غلام علی شاہ علیہ الرحمتہ کے گھر آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ گھر کا علمی اور روحانی ماحول ہونے کی وجہ سے آپ میں بہت جلد غیر معمولی صلاحیتیں بیدار ہونا شروع ہو گئیں تھیں۔ بڑے بڑے بزرگوں اور لوگوں کے علاوہ آپ کے آباؤ اجداد نے محسوس کر لیا تھا کہ یہ بچہ اس سرزمین پر آسمان ولایت کا ستارہ بن کر چمکے گا اور اوجِ ثریا کی منزلوں کو چھوئے گا اور پھر زمانے نے دیکھا کہ آپ نے اپنے آباؤ اجداد کے طریقے پر چلتے ہوئے ان کے مشن کی تکمیل اور ان کے لگائے ہوئے طریقت کے باغ کی اس انداز سے آبیاری کی ملک بھر کے چاروں صوبوں آزاد کشمیر اور دیگر ملکوں سے لوگ آ کر فیض حاصل کرتے رہے۔ آپ کو خداوند قدوس نے جس طرح ظاہری حسن و جمال سے نوازا تھا۔ اسی طرح آپ کو باطنی طور پر بھی علم و عرفان سے نوازا ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے پاس آنے والا کبھی دوبارہ واپس جانے کا نام نہ لیتا آنے والے عقیدت مندان آپ کے چہرے کی زیارت کرتے رہتے اور کسی طرف ان کا دھیان ہی نہیں جاتا تھا۔ آپ اپنے اسلاف کی طریقت اور دیگر معاملات دینیہ کے صحیح وارث ثابت ہوئے اور تمام عمر اس شمع کو روشن کیے رکھا۔

سیرت و کردار ☆: آپ انتہائی حسین و جمیل خوبصورت نیک سیرت باکردار باصلاحیت شخصیت کے حامل تھے۔ تقوی پرہیزگاری آپ کا شعار رہا عبادت و ریاضت میں یکتائے روزگار تھے۔ سخاوت میں بے مثال طبیعت کے مالک تھے۔ دربار پر آنے والے عقیدت مندوں مریدین سے شفقت سے پیش آتے حاجت مندوں اور ضرورت مندوں کی ضرورت و حاجت کو پورا کرتے آپ کا لنگر و دستر خوان وسیع و دراز تھا۔ بڑے بڑے جاہ و جلال والے آپ کے انداز زندگی سے متاثر اور پریشان و حیران تھے۔ تمام عمر فقر کے دامن کو تھامے رکھا۔ مگر اہل دنیا کے سامنے انداز زندگی اس قدر شاہانہ کہ وہ شرما جاتے تھے آپ اپنی سواری کیلئے گھوڑا سواری کو بہت پسند فرماتے تھے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے عظیم روحانی پیشوا حضرت خواجہ سید محمد فضل شاہ صاحب جلالپوری علیہ الرحمتہ

کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے اجازت وخلافت پاکر سرفراز ہوئے۔آپ اپنے والد گرامی حضرت خواجہ سید غلام علی شاہ علیہ الرحمتہ کے وصال باکمال کے بعد ان کے سجادہ نشین بھی تاحیات رہے۔

کشف وکرامت ☆: جناب صوفی میاں محمود احمد جو کہ صوفی میاں احمد فتح جنگ والوں کے صاحبزادے اور آپ حضرت خواجہ سید احمد شاہ کے بڑے فرزند جناب صاحبزادہ پیر سید حسنات احمد شاہ چشتی میروی کے سسر بھی ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں ٹیکنیکل جاب کے سلسلہ میں دوبئی متحدہ عرب امارات میں موجود تھا کہ گجرات کے رہنے والے چند افراد جنہوں نے وہاں پر بہت وسیع وعریض کاروبار چلایا ہوا تھا میرے کام سے متاثر ہو کر اپنی کمپنی میں کام کرنے کی دعوت دی تو میں نے کہا اب تو پاکستان چھٹی جارہا ہوں آپ میرا ورک ویزہ بھیج دیں تو میں چھٹی کاٹ کر آجاؤں گا۔

چنانچہ انہوں نے میرا ورک ویزہ بھیج دیا اور میں معاہدہ کے تحت ان کے ہاں کام پر چلا گیا جب میں کمپنی میں پہنچا تو انہوں نے مجھے ایک پلانٹ دکھایا کہ ہم ایسا پلانٹ منگوانا چاہتے ہیں کیا آپ اسے چلالیں گے تو میاں محمود احمد صاحب نے کہا کہ یہ کتنے کا آئے گا انہوں نے بتایا کہ ۵۰ لاکھ درہم کا تو میں نے کہا میں تمہیں اس جیسا بلکہ اس سے بہتر پلانٹ ایک لاکھ درہم میں بنادوں گا آپ یہ نہ منگوائیں بلکہ میری ڈیمانڈ کے مطابق مجھے پلانٹ بنانے کیلئے سامان لادیں۔

چنانچہ سامان کے آنے پر کام شروع کر دیا میں بھی بڑی محنت وجانفشانی سے کام کرتا رہا۔جب وہ پلانٹ مکمل ہونے کے قریب تھا اچانک کمپنی کے مالک نے ایک دن مجھے کہا کہ یہاں قریب شہر کی بڑی مسجد میں کوئی محفل ہوتی ہے آؤ چلیں چل کر دین کی باتیں سن آئیں۔

میاں صاحب فرماتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ چل دیا جب ہم مسجد میں پہنچے تو دیکھا کہ مسجد میں ہر طرف تبلیغی جماعت کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور کچھ لوگ ٹولیاں بنا کر کچھ بات کر رہے ہیں۔کچھ لوگ دنیاوی مشاغل میں مصروف ہیں۔مجھے یہ طریقہ اور ان کا عمل پسند نہ آیا طبیعت کو ان کی یہ بات ناگوار گذری جب واپسی پر چلے تو کمپنی کا مالک مجھے ان کے بارے میں بتانے لگا اور ہمارے اہل سنت کے عقائد پر کیچڑ اچھالنے لگا۔جس سے میرے جذبات مجروح ہوئے اور اسے میں نے مزید گفتگو کرنے سے روک دیا۔جس پر اسے بھی برا لگا اگلے روز میں بوجھل طبیعت سے کام کر رہا تھا تو میں نے اسے کہہ دیا کہ میں صرف یہ پلانٹ مکمل کروں گا اور اسے فٹ کر کے ایک شخص کو اس کے چلانے کیلئے ٹرینڈ کر کے واپس پاکستان چلا جاؤں گا تو اس نے جواب میں کہا کہ تم واپس جا کر دکھاؤ میں کسی قیمت پر نہیں جانے دوں گا اب تو بکسے میں بند ہو کر ہی جاسکتے ہو زندہ جانے کی کوئی صورت نہیں۔

تو میں نے کہا کہ ہم کوئی لاوارث نہیں ہیں۔فقیروں کے ماننے والے ہیں۔سن لے کہ میں اسے مکمل کرنے کے فوراً بعد اس جگہ سے اس طرح چلا جاؤں گا جس طرح مکھن سے بال نکل جاتا ہے۔اس نے کہا دیکھا جائے گا۔اگلے روز اس کا بھائی آیا اور اس نے آکر جارحانہ انداز اختیار کرتے ہوئے میری ہتک شروع کر دی۔چونکہ میں تو پہلے ہی دل کا مریض اور بائی پاس آپریشن کرا چکا تھا۔اس لیے مجھ سے اس کی باتیں برداشت نہ ہوئیں۔جس کی وجہ سے مجھے دل میں درد کی شکایت ہوئی تو میں نے اسے کہا کہ مجھے دل کی تکلیف ہوگئی ہے۔لہٰذا مجھے جلد ہسپتال پہنچاؤ باوجود اس کے کہ اس کے پاس اس وقت چار گاڑیاں کھڑی تھیں اس نے کوئی گاڑی یا ڈرائیور دینے سے

کار کرتے ہوئے کہا کہ زیادہ تکلیف ہے تو خود ہسپتال چلے جاؤ۔

چنانچہ میں خود ہلکے ہلکے قدم رکھتا ہوا ورکشاپ سے باہر سڑک پر آیا اور ٹیکسی کر کے دوبئی کے سب سے بڑے سرکاری ہسپتال میں پہنچا ڈاکٹروں نے میری کیفیت کو دیکھ کر فوراً داخل کر لیا اور ایک ہفتے تک مجھے ہسپتال میں زیر علاج رکھا جب میری طبیعت قدرے بہتر ہوئی تو ہسپتال کے بڑے ڈاکٹر نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارا یہاں پر کوئی عزیز ہے تو میں نے جواب نفی میں دیا تو اس نے پوچھا کہ تم کام کہاں کرتے ہو تو پھر میں نے تمام ماجرا سنا دیا کہ ان لوگوں کی تلخ کلامی کی بنا پر مجھے یہ تکلیف ہوئی تھی اور وہ نہ مجھے ہسپتال تک لے کر آئے اور نہ ہی میرا پتہ کرنے آئے۔ تو اس کے بعد ہسپتال کے بڑے ڈاکٹر نے کمپنی کے مالک کو فون کر کے بلایا اور میرے بارے میں استفسار کیا کہ وہ کہاں ہے تو اس نے مختلف حیلے بہانے بناتے ہوئے کہا کہ وہ ہمارے پاس کام نہیں کرتا تو پھر ڈاکٹر نے میرے کمپنی کے کاغذات اور ورک پرمٹ اس کو دکھایا تو وہ پریشان ہو کر پوچھنے لگا کہ یہ شخص اس وقت کہاں ہے؟ ڈاکٹر اسے لے کر وارڈ میں آیا۔ جب وہ میرے قریب آیا تو ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے معاف کر دو۔ اس کے بعد میں ہسپتال سے جب فارغ ہونے لگا تو سرجن نے دیگر کاغذات کے ہمراہ ایک سرٹیفکیٹ از خود جاری کر دیا جس پر کمپنی کے نام تحریر تھا کہ یہ شخص اس کام کے لئے فٹ نہیں ہے۔ لہٰذا اس کو جلد از جلد اس کے گھر پاکستان بھیج دیا جائے۔ وہ تمام کاغذات سنبھال کر دوبئی میں اپنی رہائش گاہ پر آ گیا اور ڈیڑھ ماہ تک زیر علاج اور صاحب فراش رہا ادھر تو میری یہ کیفیت اور ادھر کمپنی والوں نے لیبر کوٹ میں میرے خلاف مقدمہ کر دیا کہ ہم نے اسے کام کیلئے پاکستان سے بلایا ہے ابھی اس کا ایگریمنٹ ختم ہونے میں 9 ماہ باقی ہیں تو یہ کام نہیں کرتا بلکہ پاکستان جانے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ لیبر کورٹ نے میرے پاس اس کے ذریعے طلبی کا حکم نامہ بھیجا۔ مگر انہوں نے مجھے صحیح بات بتانے کی بجائے یہ کہا کہ میاں صاحب ہم آپ کو پاکستان بھجوانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا آپ ہمارے ساتھ لیبر کورٹ چلیں ہم آپ کا ورک پرمٹ کینسل کروا کر آپ کو پاکستان بھجوانا چاہتے ہیں۔ میں چل دیا جب لیبر کورٹ گئے اور قاضی کے سامنے پیش ہوئے تو وہاں جا کر کہنے لگا کہ ہم نے اسے پاکستان سے اپنا پلانٹ بنانے کیلئے بڑی رقم خرچ کر کے بلایا تھا ابھی اس کا ایگریمنٹ ختم ہونے میں 9 ماہ باقی ہیں تو یہ پاکستان جانے کی ضد کر رہا ہے۔

جب میں نے یہ معاملہ دیکھا تو میں نے قاضی کو مخاطب کر کے اپنی صفائی میں تمام واقعہ بیان کیا کہ ان کے تلخ انداز اور توہین آمیز رویہ سے مجھے تکلیف ہو گئی یہ مجھے نہ ہسپتال لے کر گئے اور نہ ہی مجھے ہسپتال دیکھنے آئے اور ہسپتال سے فارغ ہونے کے ڈیڑھ ماہ تک یہ مجھے پوچھنے بھی نہیں آئے بلکہ آج بھی مجھے دھوکے سے یہ کہہ کر لائے ہیں۔ قاضی نے جب بات سنی تو ان کو خوب جھاڑ پلائی اور مجھے کہا کہ اگر آپ واقعی دل کے مریض ہیں۔ تو ہسپتال سے اپنے ان فٹ ہونے کا سرٹیفکیٹ لے آئیں تو ہم آپ کو پاکستان بھجوا دیں گے میں نے فوراً ہسپتال کے کاغذات اور سرٹیفکیٹ قاضی کو دے دیا۔ اس نے پڑھا اور پھر دوبارہ ان کو سخت الفاظ میں تنبیہہ کی اور کہا کہ تم نے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ لہٰذا اب تم اس کو جتنے دن اس نے کام کیا ہے اس کی اور 2-1/1 ماہ کی بیماری کی مکمل تنخواہ اور دیگر اس کے بقایا جات ان کو دے کر فلاں تاریخ کو میرے پاس لاؤ تا کہ ان کے کاغذات دیکھ کر ورک پرمٹ کینسل کر کے ان کو پاکستان بھیج دیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا انہیں بڑی خجالت ہوئی اور انہوں نے میرے تمام بقایا جات بھی دیئے اور معافی بھی مانگی میاں محمود احمد صاحب فرماتے

ہیں کہ جس روز مجھے قاضی کے پاس لے گئے تھے ایک دن پہلے میں نے اپنے مرشد حضرات خواجہ سید احمد شاہ میروی کو یاد کیا اور کہا کہ حضور
عرصہ دراز سے بے چین ہوں۔ دستگیری فرمایئے اور پھر خدا نے چاہا تو ایسا ہی ہوا۔ اور وہ نہ سمجھ سکے کہ یہ سب کچھ کس طرح ہو گیا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال محرم الحرام ۱۴۰۳ھ بمطابق 1982 بروز ہفتہ کو ہوا۔ نماز جنازہ میں ہزاروں افراد
نے شرکت کی آپ کو آپ کے عظیم والد گرامی کے پہلو میں میرا شریف چکری روڈ تحصیل و ضلع راولپنڈی میں دفن کیا گیا۔ دربار شریف کے
سجادہ نشین پیر سید اجمل حسین شاہ مبشر حمدانی صاحب یورپ میں عرصہ ۱۵ سال سے مقیم ہیں۔ عرس کے موقع پر تشریف لا کر محفل کی زینت
بنتے ہیں۔ دربار شریف پر مریدین کی خدمت کے لیے ایک خادم موجود رہتا ہے۔

حضرت پیر سید حافظ حسن علی گیلانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: پروردۂ نگاہ لطف رسولِ مدنی، شہزادہ غوث الوریٰ، پیشوائے جمیع اہل کمال، ساقی خمخانہ اسرار، غزالی صحرائے الوہیت، مبلغ القرآن، مردِ میدان جاہدو فی سبیل اللہ حضرت پیر سید حافظ حسن علی گیلانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ آب شان عظیم، حال قوی، ہمتِ بلند اور نفس قاطع رکھتے تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت بروز اتوار ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ بمطابق 1916ء کو جَجی شریف ضلع خوشاب میں اپنے زمانہ کے عارف کامل حضرت پیر سیّد ولایت علی شاہ گیلانی چشتی سلیمانی علیہ الرحمۃ کے علمی وروحانی گھرانے میں ہوئی۔

آپ سادات گیلانیہ کے روشن چراغ اور حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک سے ہیں، آپ کا شجرہ نسب 25 واسطوں سے حضرت پیران پیر دستگیر السیدنا عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔

آپ کے دادا جان حضرت پیر سیّد حیدر علی شاہ گیلانی چشتی سلیمانی علیہ الرحمۃ اپنے زمانہ کے عظیم شیخ طریقت اور جَجی شریف کے رُوحِ رواں تھے، آپ کی ابتدائی تربیت وتعلیم اپنے گھر جَجی شریف میں والدِ گرامی اور دادا جان کے ہاتھوں ہوئی، بعد ازاں جب سن شعور کو پہنچے تو اُس زمانے کے تبحر وفاضل علمائے دین اور معروف علمی شخصیات کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے علوم دینیہ کی تکمیل کی۔

آپ اپنے زمانے پختہ عالم دین اور قرآن کریم کے ایسے حافظ اپنے تو اپنے بیگانے اور غیر مسلم بھی لحن داؤدی اور ترنم بھری آواز سن کر مست ومخمور ہو جاتے تھے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں اپنے دادا جان حضرت پیر سید حیدر علی شاہ چشتی سلیمانی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر مشرف ہوئے، اور انہی سے خرقہ خلافت واجازت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ اپنے زمانے کے انتہائی نیک سیرت وباکردار، نماز روزہ کے پابند اور تہجد گذار، عابد وزاہد، متقی و پرہیزگار بزرگ تھے، اوراد ووظائف اور دیگر نفلی عبادات کا خصوصی خیال رکھتے تھے۔

آپ اس شورش زمانہ اور دنیاوی معاملات سے بالکل کنارہ کش رہنا پسند فرماتے تھے، اسی غرض سے آپ نے شہر سے باہر ایک جنگل میں ڈیرہ لگایا، اس جگہ آپ کا ڈیرہ لگانا بھی شاید قدرت خداوندی کی طرف سے مخصوص تھا، اس کو مشیت خداوندی بھی کہا جا سکتا ہے۔

جناب میاں غلام محمد صاحب جو ایک عالم باعمل اور متقی وپرہیزگار بزرگ تھے، وہ اکثر فرماتے تھے کہ جب کبھی ہم موجودہ گیلانی

منزل کی طرف سے گزرتے تو کوئی نادیدہ طاقت ہمیں اس جگہ کے تقدس اور ادب کو برقرار رکھنے پر مجبور کر دیتی تھی اور جب ہم یہاں سے گزرتے تو جوتا اتار کر گزرتے تھے۔

حضرت میاں غلام محمد صاحب مزید فرماتے ہیں کہ آج کل جہاں آپ کا مزار پُرانوار موجود ہے، اس کے ساتھ والے ٹیلے پر لوگ پرانے وقتوں میں آ کر لنگر پکوا کر تقسیم کرتے، منتیں مانی جاتیں، لوگوں کی مرادیں بھی پوری ہوتی تھیں۔

جب سے آپ کا ورود مسعود اس جگہ پر ہوا، اور آپ نے خانقاہ اور عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی، اس کے ساتھ گیلانی منزل کا قیام عمل میں لایا گیا، اور اس جگہ پر طالبان حق وتشنگان علوم دینیہ کی ظاہری وباطنی تربیت وتعلیم کا سلسلہ شروع کیا، اس جگہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک اچھی خاصی رونق وآبادی بن گئی۔

ارشادات وتعلیمات ☆: آپ اپنے مریدین وعقیدتمندان کو تلقین فرماتے کہ ہمیشہ رزق حلال کھاؤ اور سچ کا دامن کبھی نہ چھوڑو۔

نمبر۲ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ طالب حق کو چاہیے کہ قرب خدا حاصل کرنے کے لئے اکل حلال اور صدق مقال پر نہایت مضبوطی سے کاربند رہنا ضروری ہے، بصورت دیگر عبادات اور ذکر وفکر کچھ اثر انداز نہ ہوں گے۔

نمبر۳ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ طالب حق کو چاہیے کہ جب کھائے تو پیٹ بھر کر نہ کھائے، بلکہ کھانے پینے کا مقصد حصول قوت عبادت الٰہی ہونا چاہیے، زندگی بھر سیر ہو کر نہ کھانا پینا اور نفس کو نفسانی خواہشات سے روکنا باطنی روزہ کہلاتا ہے۔

نمبر۴ ☆: آپ فرماتے ہیں کہ، طالبان حق کو چاہیے کہ اپنے باپ دادا کے علم اور عمل اور ذات پر مغرور نہ ہو اور اپنی ہستی کو مٹا دے، اور بری عادتوں کو خوشی سے خود ہی چھوڑ دے، ظاہری عمل پر فخر نہ کرے، باطنی عمل کو ظاہر نہ کرے اور غیر خدا کی یاد دل سے مٹا دے۔

کشف وکرامات ☆: حاجی فقیر احمد کھوکھر بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گھر کی دیوار گر گئی، جب ہم وہاں پہنچے تو ہمارے دل میں گمان بھی نہ تھا کہ دیوار کے نیچے کوئی بچہ ہو سکتا ہے، ہمارے علاوہ وہاں اور بھی لوگ جمع تھے، کہ اچانک دیوار کے نیچے سے آواز آئی بابا، بابا، ہم نے آواز سُن کر اینٹیں ہٹائیں تو نیچے سے میری سات سالہ بچی اُٹھ کھڑی ہوئی، جسے زندہ دیکھ کر ہم بہت حیران ہوئے کہ دیوار کے نیچے آنے کے باوجود بچی کیسے بچ گئی۔

جب ہم نے بچی سے پوچھا تو اُس نے بتایا کہ ابو وہ ہمارے پیر صاحب میرے ساتھ تھے، انہوں نے مجھ پر دیوار نہیں آنے دی، اور انہوں نے ہی مجھ سے کہا اپنے ابو کو بلاؤ۔

کرامت نمبر۲ ☆: قاضی خدا بخش کوٹھے والے ضلع لیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم بمع اہل وعیال ملتان بغرض زیارت حضرت غوث العالم شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کے دربار عالیہ پر گئے ہوئے تھے۔

واپسی سے قبل میں اپنی خواتین اور بچوں کو حسین آگاہی بازار کی مسجد میں بٹھا کر بازار چلا گیا، بازار سے جب واپس آیا تو پتہ چلا کہ میرا لڑکا جس کی عمر ۵۔۶ برس کی تھی وہ مسجد سے باہر چلا گیا، میں نے کافی تلاش کیا مگر وہ نہ ملا، واپس آ کر مسجد میں اعلان کرایا گیا

بازاروں محلوں میں تلاش کیا گیا مگر بچہ نہ ملا۔

اچانک ایک گلی سے بچہ آتا ہوا دکھائی دیا، میں نے آگے بڑھ کر اسے ساتھ لیا، اور پوچھا بیٹا کہاں چلے گئے تھے، اُس نے بتایا کہ میں مسجد سے باہر نکلا تو پھر نہ جانے کہاں چلا گیا تھا، میں آپ لوگوں کو ڈھونڈتے ہوئے رو رہا تھا کہ اتنے میں ہمارے پیر صاحب (حضرت حسن علی) آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر اس طرف لے آئے، ابھی ابھی وہ میرے ساتھ تھے مگر آپ کو دیکھ کر کہیں چلے گئے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۲۶ ربیع الاول شریف ۱۴۰۳ھ بمطابق 2 جنوری 1983ء کو ہوا۔

مزارپُر انوار گیلانی منزل لیہ، چوک اعظم روڈ لیہ میں مرجع خاص و عام ہے۔

جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کا سالانہ عرس مبارک آپ کے دربار پر موجودہ سجادہ نشین کی زیر نگرانی ہر سال 26 ربیع الاول شریف کو منایا جاتا ہے، جس میں علمائے کرام کا خطاب اور نعت خوان حضرات ہدیہ نعت و منقبت پیش کرتے ہیں، جبکہ تمام رات محفل سماع میں معروف قوال حضرات عارفانہ کلام پیش کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت علامہ غلام فخر الدین گانگوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ہمالۂ علوم، شیخ الحدیث والتفسیر، جامع معقول ومنقول، عالم ربانی، مرشد لاثانی، فخر السادات گیلانی، حضرت علامہ پیر سیّد غلام فخر الدین گانگوی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ آفتاب علم وحکمت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۴۱ھ بمطابق 1922ء کو موضع گانگی شریف میانوالی میں اپنے وقت کے عظیم بزرگ حضرت علامہ پیر سیّد احمد دین گانگوی علیہ الرحمۃ کے علمی وروحانی گھر میں ہوئی۔

آپ کا سلسلہ نسب ۳۲ واسطوں سے حضرت پیران پیر دستگیر السیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔

ویسے تو آپ کا پورا خاندان میانوالی کی تاریخ میں دینی خدمات کے حوالے سے سرفہرست رہا، مگر آپ کے عظیم والد بزرگوار حضرت مولانا سیّد احمد دین شاہ گانگوی علیہ الرحمۃ اور آپ کی دینی وعلمی خدمات میانوالی کی تاریخ میں روشن باب اور ممتاز حیثیت کی حامل ہیں۔

آپ کا شمار میانوالی ضلع کی تاریخ میں ایک ممتاز عالم اور مفتی اعظم کی حیثیت سے ہوتا ہے۔ آپ اپنے دورِ حیات میں علم وعمل اور سیرت وکردار کے اعتبار سے لوگوں میں نہایت معزز مقام رکھتے تھے۔ بڑے بڑے فاضلین زمانہ آپ کی امامت وامارت، جلالت اور علمی فضیلت کے آج بھی معترف ہیں۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ کی ابتدائی تربیت وتعلیم اپنے والد گرامی کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔ قرآن پاک ناظرہ اور پرائمری تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے والد بزرگوار کی دینی درسگاہ جامع شمس العلوم میں داخل ہو کر علوم وفنون کی تکمیل کی بعد ازاں واں بھچراں کی معروف دینی درسگاہ جامعہ مظفریہ رضویہ میں داخل ہو کر اکتساب فیض کرتے رہے۔ یہاں سے 1946ء میں اہل سنت کی معروف عظیم درسگاہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد انڈیا میں داخلہ لے کر صدر الافاضل علامہ سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے

دورۂ حدیث شریف مکمل کیا اور 1947ء میں دستار فضیلت سے نوازے جانے کے بعد وطن مالوف کی جانب واپس چلے آئے۔

میانوالی میں دارالافتاء کا قیام ☆: جولائی 1947ء میں انڈیا مراد آباد سے واپس تشریف لا کر اپنے بزرگوں کی مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہو کر فتویٰ نویسی، درس وتدریس اور تقاریر کے ذریعے تبلیغ دین میں مصروف ہو گئے اور اپنے بزرگوں کے قائم کردہ ادارے کو مزید وسعت دینے کے لئے دن رات محنت اور جدوجہد سے اسے نہ صرف علاقہ بھر بلکہ میانوالی کے مضافات اور ملحقہ اضلاع کا عظیم وکبیر ادارہ تسلیم کروایا۔

بیعت وخلافت ☆: آپ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمرالدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت اختیار فرمائی۔ بعدازاں اُنہی کے ہاتھوں خرقہ خلافت واجازت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ نے تمام عمر انتہائی سادگی سے اور شریعت وطریقت کی پاسداری میں گزاری، تمام عمر اپنے علاقہ کے غریب لوگوں کے درمیان ہی گزاری۔ کسی قرابت یا رتبے کا لحاظ کئے بغیر سب کے ساتھ مساوی سلوک فرماتے۔ اور ہر ایک کے ساتھ نہایت ہی خندہ پیشانی سے پیش آتے، حسن اخلاق میں یکتا اور ممتاز تھے۔ ساری زندگی علمائے کرام مشائخ عظام اور فقراءٔ کی محفلوں میں گزاری۔ روسائے امراء سے ہمیشہ دور رہے۔ ہزاروں افراد آپ کے علمی تبحر سے مستفید ہوئے جو کچھ بھی مال وزر نذرانے میں آتا وہ اپنے مدرسے اور طلباء پر خرچ فرما دیتے۔ دنیا اور اہل دنیا سے کبھی کوئی سروکار نہ رکھا۔ مہمان نوازی اور سخاوت وایثار آپ کو ورثہ میں ملی ہوئی تھی۔ فتویٰ نویسی میں اس قدر مہارت تھی کہ بڑے بڑے پیچیدہ مسائل پر نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ جواب تحریر فرماتے۔

آپ انتہائی صاف گو کھرے، سچے اور بے باک شخصیت کے حامل فرد تھے۔ فتویٰ جاری کرتے وقت پورے عدل وانصاف کو مدنظر رکھتے اور کسی شخصیت اور رشتہ داری اور دھونس کو خاطر میں نہ لاتے۔ تمام عمر اپنے شیخ کے اتباع میں گزاری۔ ہمیشہ اپنے مرشد خانے سیال شریف کی حدود میں حد درجہ کمال ادب کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ خودغرضی اور خودنمائی کا شائبہ تک آپ میں نہ تھا۔ نہ کسی دنیاوی منصب وجاہ کی کوشش کی اگر کبھی کوئی پیش کش ہوئی بھی تو اس کو سختی سے رد فرما دیا۔

ڈپٹی کمشنر میانوالی کا بیان ☆: حکومت وقت نے تمام اضلاع کے ڈپٹی کمشنر صاحبان سے ضلع میں شرعی منصف اعلیٰ مقرر کرنے کے لئے ممتاز ترین علمائے کرام کے اسمائے گرامی طلب کئے۔

ضلع میانوالی کے ڈپٹی کمشنر اس وقت میجر ضیاء الحق تھے۔ میجر ضیاء الحق نے آپ کے بارے ایک واقعہ کا انکشاف آپ کے

جنازے والے دن نماز جنازہ کے موقع پر اپنی زبان سے رقت بھرے انداز میں لوگوں کے سامنے کیا، میجر ضیاء الحق فرماتے ہیں کہ جب مجھ سے ضلع میانوالی میں شرعی منصف اعلیٰ کے لئے کسی عالم دین کا نام حکومت وقت نے مانگا تو میں نے حضرت مولانا سیّد غلام فخر الدین گانگوی چشتی نظامی کا نام نامی اسم گرامی دے دیا، اور علامہ صاحب کو یہ خوشخبری سنانے کے لئے ٹیلی فون پر مبارک باد دینے کے لئے فون کیا تو آپکا جواب میری توقع کے برعکس تھا، وہ منصب اعلیٰ کے جس کے حصول کے لئے لوگ سفارشیں لے کر مجھ تک رسائی حاصل کرنا چاہ رہے تھے کہ کسی طرح یہ منصب ہمیں مل جائے۔

مگر اس منصب کے لئے میں نے جس شخصیت کو کامل دیانتداری اور ضمیر کی گواہی کے ساتھ منتخب کیا تھا انہوں نے بڑے تادیبی لہجے میں مجھ سے کہا ''ڈسی صاحب آپ مجھ سے پوچھ تو لیتے ؟''

میں نے ایک عالم تحیّر میں پوچھا ''حضرت آپ کو تو خوشی ہونی چاہیے تھی آپ ضلع قاضی مقرر کئے جا رہے ہیں کیا آپ کو خوشی نہیں ہوئی ؟''

آپ نے بڑی متانت بھری سنجیدگی سے جواب دیا ''خوشی تو مجھے چٹائی پر بیٹھ کر قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درس دینے سے حاصل ہوتی ہے۔ آپ کی مجوزہ کرسی پر بیٹھنے والے تو بہت ہونگے مگر اس چٹائی سے میں اُٹھ گیا تو یہاں کون بیٹھے گا؟''

یہ تاریخ ساز واقعہ میجر ضیاء الحق ڈپٹی کمشنر میانوالی نے روتی ہوئی آنکھوں اور بلکتے ہوئے لوگوں کے بے کراں مجمع خاص و عام سے خطاب کرتے ہوئے بیان کیا تھا، میجر ضیاء الحق کہتے ہیں کہ میرے کانوں میں آج تک وہ اختتامی جملہ گونج رہا ہے جواب تاریخ میانوالی کی امانت بن چکا ہے۔

میجر ضیاء الحق نے گداز بھرے لہجے میں کہا تھا کہ میں نے بہت دنیا دیکھی ہے ایسی بے مثال شخصیت صدیوں بعد پیدا ہوتی ہے۔ جو اپنے علم وعمل سے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شمعیں فروزاں کرنے میں یوں مگن تھی کہ کوئی دنیاوی جاہ ومنصب اس پر اثر انداز نہ ہوسکا۔

آپ کے مشاہیر تلامذہ کے اسمائے گرامی ☆: یوں تو علم کے اس بحر بے کراں سے لاتعداد افراد نے استفادہ فرمایا جن کی ایک طویل فہرست بن سکتی ہے، آپ کے چند مشاہیر تلامذہ کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

حضرت مولانا عطا محمد شاہ ڈِلے والی ضلع میانوالی، مولانا محمد یونس لاہور، مولانا غلام ربانی فیصل آباد، مولانا محمد یعقوب سرگودھا، مولانا سید محمد شاہ پشاور، مولوی شہباز خان سرحدی، مولانا غلام عباس میانوالی، مولانا عبدالرحیم کندیاں، مولانا فیض احمد میانوالی، مولانا محمد رمضان روکھڑی، مولانا محمد یوسف، میاں خیل ضلع میانوالی، مولانا منظور احمد داؤد خیل ضلع میانوالی، مولانا عبدالعزیز فیصل آباد، مولانا غلام نبی اسکندر آباد، کے اسمائے گرامی شامل ہیں جو اپنے اپنے علاقوں میں دین متین اور مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کی

خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ کی اولاد و خلفائے کرام ☆: خداوند قدوس نے آپ کو صرف ایک بیٹا عطا فرمایا تھا جو پیدائش کے فوراً بعد وصال کر گیا تھا، اس کے علاوہ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے بزرگوں کے قائم کردہ مدرسہ شمس العلوم کے نظم و نسق اور تدریس کے شعبہ کا بوجھ آپ کے بھائی اور بھتیجوں کو اٹھانا پڑا۔

آستانہ عالیہ سیال شریف کے سجادہ نشین حضرت خواجہ حمید الدین سیالوی مدظلہ العالی نے آپ کے بھتیجے صاحبزادہ میاں سید محمد نعیم الدین شاہ گانگوی کو اپنے دست مبارک پر بیعت و خلافت کا شرف بخشا۔ صاحبزادہ سیّد محمد نعیم الدین شاہ گانگوی سیالوی مدظلہ العالی پڑھے لکھے نوجوان اور ایم اے پاس ہیں جو آج کل اپنے بزرگوں کے قائم کردہ مدرسے کو اپنی صلاحیتوں سے پوری ذمہ داری سے چلا رہے ہیں۔ اور آپ کی مسند تدریس پر بیٹھ کر دین حقہ اور مسلک و مشرب کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال علوم دینیہ کی تدریس کو جاری رکھتے ہوئے مورخہ 23 نومبر 1983ء بمطابق ۱۴۰۴ھ کو ہوا۔

آپ کا مزار پُرانوار میانوالی کی مرکزی دینی درسگاہ جامعہ شمس العلوم کے احاطہ میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ محلّہ گانگوی میانوالی شہر میں مرجع خاص و عام ہے، جہاں آج بھی اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے بھتیجے حضرت صاحبزادہ میاں سیّد محمد نعیم الدین شاہ گانگوی سیالوی ایم اے مدظلہ العالی سجادہ نشین مقرر ہوئے جو بڑے احسن انداز میں سلسلہ عالیہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد دین شاہ ملنگی بابا چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: صدر نشین محفل مشاہدات غیبی' آئینہ جلال و جمال حقانی' مظہر کمال تامہ انسانی' غوث زمانہ' مرشد یگانہ' مرد قلندر ہمہ اوصاف یگانہ' حضرت خواجہ محمد دین شاہ' المعروف ملنگی بابا اولیاء چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ قطب آسمان ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ماہ نومبر 1908ء بمطابق 1326ھ کو بستی دانشمند ضلع جالندھر مشرقی پنجاب انڈیا کے معروف صدیقی گھرانے کے عظیم چشم و چراغ حضرت محمد یعقوب شاہ کے گھر ہوئی آپ کا نسبی تعلق امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی حضرت فاطمہ المعروف مائی پاک صابرہ ہے۔ آپ نے اپنی دینی و دنیاوی تعلیم بستی دانشمند جالندھر انڈیا میں ہی حاصل کی پھر ظاہری تعلیم کے حصول کے لئے اسلامیہ ہائی سکول جالندھر شہر سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد دینی علوم قرآن کریم اور حدیث پاک' فقہ' منطق' ادب' فلسفہ' تفسیر اور دیگر علوم دینیہ اور عربی و فارسی کی زبان پر مکمل عبور حاصل کر کے علوم کی تکمیل کی۔ آپ اپنے وقت کے متبحر عالم دین تھے بڑے بڑے علماء آپ سے مسائل پوچھنے کے لئے آتے اور مسائل کی گتھیاں سلجھا کر جاتے۔

آپ کی ولادت سے قبل مختلف بزرگوں کی پیشین گوئی ☆: آپ کی ولادت باسعادت سے قبل آپ کے خاندان کے ایک ولی کامل کو کسی مجذوب نے بشارت دی کہ تمہاری نسل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو وقت کا عظیم ولی کامل ہوگا اور اس کا شہرہ چار دانگ عالم میں ہوگا۔

اسی طرح آپ کی والدہ ماجدہ کو حضور غوث اعظمؒ سرکار نے آپ کی ولادت کی خوشخبری دی اور آپکی والدہ کو پھول دیا جس کی مہک سے پورا گھر معطر ہوگیا اور کچھ عرصہ بعد آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

دہلی میں سرکاری ملازمت ☆: دینی اور دنیاوی علوم کی تکمیل کے بعد آپ کو طلب حق کی جستجو ہوئی تو آپ مختلف بزرگوں کے مزارات پر حاضری دے کر ان کے روحانی فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہے جب جوانی کو پہنچے تو آپ کی شادی ہوگئی اور اس کے کچھ عرصے کے بعد آپ دہلی سیکرٹریٹ میں سرکاری ملازم ہوگئے اور لائبریرین کے عہدے پر فائز ہوئے۔

یہ سب کچھ ہونے کے باوجود آپ کے قلب کو اطمینان نہ تھا اور منزل حقیقی کی طلب بڑھتی جارہی تھی آپ نے اس سلسلہ میں متعدد بزرگوں کے پاس حاضری دی مگر کہیں بھی اطمینان قلب حاصل نہ ہوسکا ایک روز آپ دہلی میں قطب الاقطاب آفتاب چشت اہل بہشت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی علیہ الرحمتہ کے مزار پر حاضری دینے کے لئے گئے تو وہاں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی تو انہیں

کے ہو کے رہ گئے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ عبدالشکور شاہ چشتی نظامی ثمہ پشاوری علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور الٰہی سے تکمیل مجاہدات اور سلوک و معرفت کے حصول کے بعد خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

سیرت و کردار ☆: مرشد کامل کے دست حق پرست پر بیعت کے بعد آپ نے نظام زندگی یاد خدا اور اتباع شریعت مصطفیٰ ﷺ میں وقف کر دی مرشد کامل کے منظور نظر ہونے کے سبب سے روحانیت میں بلند مقام حاصل کیا اور غوثیت و قلندریت کے مقام پر فائز ہوئے جو کہ روحانیت کے بلند ترین مرتبے اور درجات میں سے ہیں۔

سلسلہ عالیہ ملنگیہ کے آپ سالار اور پہلے مرید ہیں آپ کے پیرو مرشد حضرت خواجہ عبدالشکور چشتی نظامی علیہ الرحمتہ نے ملنگ بابا کے نام و لقب سے شہرت پائی اسی لئے آپ سب سے پہلے ملنگی کہلائے اور سلسلہ عالیہ ملنگیہ کے عظیم روح رواں قرار پائے۔

سلسلہ عالیہ ملنگیہ جذب و سلوک دونوں روحانی شعبوں پر محیط ہے۔

اگرچہ آپ کو دیگر سلاسل سے بھی اجازت حاصل تھی مگر چونکہ آپ پر قلندرانہ رنگ غالب تھا اسی لئے ملنگی بابا کے نام سے معروف ہوئے اور آپ کے مریدین بھی اپنے نام کے ساتھ آپ کی نسبت سے ملنگی لکھتے ہیں۔

آپ کے ہاتھ پر پوری دنیا کے مختلف ممالک کے لوگ آ کر بیعت ہوئے جن میں پاکستان' ہندوستان یورپ اور امریکہ تک کے لوگ آ کر آپ کے روحانی فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے رہے۔

ہندوستان سے ہجرت اور اوکاڑہ میں ورود مسعود ☆: 1947ء میں قیام پاکستان کے وقت آپ ہجرت کر کے کراچی تشریف لے آئے اور وہاں پر اپنے پیرو مرشد کے ہمراہ قیام پذیر رہے آپ کے شیخ حضرت کامل حضرت عبدالشکور شاہ ثمہ پشاوری چشتی نظامی المعروف ملنگ بابا نے آپ کو پنجاب کے لوگوں کے دلوں کی کھیتی نور عرفان اور روحانی فیضان سے سیراب کرنے کیلئے آپ کو پنجاب کے معروف شہر اوکاڑہ جانے کا حکم فرمایا۔

آپ اپنے شیخ کامل کے حکم پر وہاں سے چل کر اوکاڑہ تشریف لے آئے۔

1960ء میں آپ نے اوکاڑہ میں خانقاہ رشد و ہدایت قائم کی جہاں سے رشد و ہدایت کا عظیم سلسلہ جاری ہوا جو کہ تا حال اسی طرح جاری و ساری ہے۔

اوکاڑہ میں دو چار نہیں بلکہ ہزاروں افراد نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی ان میں بہت سے لوگ آپ کی نظر ولایت سے منزل حقیقی پر پہنچ کر دیگر شہروں میں خدمت خلق اللہ میں مصروف ہیں' لاتعداد گم کردہ راہ افراد کو راہ ہدایت ملی۔

حج بیت اللہ اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت ☆: آپ نے اپنے پیرو مرشد کے ہمراہ سیاحت میں کافی وقت گزارا۔ برصغیر پاک و ہند کے تمام معروف بزرگوں کے مزارات پر حاضری دی اور چلے کئے مشرقی وسطیٰ کے ممالک عراق' بغداد شریف' کربلائے معلیٰ' نجف اشرف' شام شریف کے شہر دمشق میں مختلف بزرگان دین کے مزارات اور صحابہ کرام و اہل بیت اطہار کے مزارات

سے بھی مستفید ہوئے وہاں سے چل کر مکہ مکرمہ پہنچے حج بیت اللہ کے بعد مدینہ منورہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے روضہ انوار پر بھی حاضری سے مشرف ہوئے۔

واپسی پر بغداد شریف دوبارہ گئے اور حضرت پیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پُر انوار پر نہ صرف حاضری دی بلکہ سونے سے کڑھائی کی ہوئی چادر بھی حضور غوث اعظم کے مزار پر پیش کی جس کی نشریات بغداد ریڈیو نے کی اور سلسلہ عالیہ ملنگیہ کا تعارف پیش کیا۔

کشف و کرامات ☆: آپ کے خلیفہ صوفی محمد اشرف نظامی فرماتے ہیں کہ 84-1983ء کی بات ہے کہ ایک دن میں اپنے مرشد حضرت ملنگی بابا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے پوچھا اشرف تمہاری تنخواہ کتنی ہے میں نے عرض کیا حضور 1380 روپے روپے ماہانہ ملتے ہیں۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا تمہاری تنخواہ کم از کم 2500 روپے ہونی چاہیے۔ میں نے عرض کیا حضور آپ شہنشاہ ہیں جتنی چاہیں کروادیں اس کے بعد آپ نے میرے حق میں دعا فرمائی اور مجھے گھر جانے کی اجازت عنایت فرمادی۔

اگلے روز میں شیخوپورہ اپنے دفتر میں گیا تو اخبار میں ایک سیکرٹری کے لئے اشتہار تھا کہ 2500 روپے پر ایک سیکرٹری کی ضرورت ہے اس اشتہار کو دیکھ کر بہت سے لوگ وہاں انٹرویو کے لئے گئے میں بھی چلا گیا انٹرویو دیا تو میں آپکی دعا کے صدقے انٹرویوں میں فرسٹ آیا اس طرح آپ کی زبان ترجمان سے نکلا ہوا جملہ 2500 روپے تنخواہ ہونی چاہیے مجھے 2500 روپے کی نوکری مل گئی۔

کرامت 2 ☆: یہی خلیفہ صوفی محمد اشرف نظامی صاحب فرماتے ہیں کہ جس سال آپ آخری مرتبہ حضرت مسعود العلمین بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس پر پاکپتن شریف تشریف لے گئے تو میں بھی لاہور سے پاکپتن شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ملاقات کے بعد آپ نے فرمایا کہ جاؤ لنگر کھاؤ میں نے عرض کیا حضور مجھے درد گردہ کی تکلیف ہے چاول میرے لئے نقصان دہ ہیں۔

اس پر آپ نے قلندرانہ شان کے انداز میں فرمایا کہ جاؤ چاول کھاؤ کوئی درد گردہ نہیں ہوگی۔
چنانچہ اس دن کے بعد سے پھر کبھی مجھے گردے کی تکلیف نہیں ہوئی۔

کرامت 3 ☆: آپ کے خلیفہ جناب محمد بشیر خان ساکن ڈیرہ اسماعیل خان فرماتے ہیں کہ ہندوستان چشتیہ سلسلے کے ایک بزرگ جن کا تعلق ناگور شریف سے تھا میں بچپن ہی میں ان کے ہاتھ پر بیعت ہو گیا تھا قیام پاکستان کے بعد جب ہم پاکستان آ کر ڈیرہ اسماعیل خان میں مقیم ہوئے تو ایک رات خواب میں کیا دکھا کہ میرے مرشد حضرت خواجہ عبدالشکور شاہ ناگوری تشریف لائے اور ان کے ہمراہ ایک اور بھی بزرگ تھے حضرت خواجہ عبدالشکور شاہ ناگوری علیہ الرحمتہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ والے بزرگ کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور فرمایا کہ تم آج سے ان کے سپرد ہو۔

چنانچہ کچھ ہی دنوں کے بعد 1954ء میں حضرت خواجہ محمد دین چشتی نظامی المعروف ملنگی بابا سرکار ڈیرہ اسماعیل خان اپنے مریدوں میں تشریف لائے۔ میں بھی ملاقات کے لئے گیا جب میں نے آپ کے چہرہ انور کی زیارت کی تو فوراً پہچان لیا کہ یہ وہی بزرگ

ہیں ہیں جن کی زیارت خواب میں کرائی گئی تھی۔

چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر قدم بوسی کی اور آپ کے دست حق پرست پر اپنے اہل خانہ سمیت بیعت ہو گیا بیعت کے بعد آپ نے مجھ سے پوچھا کیا تم نے کوئی خواب دیکھا تھا میں عرض کیا جی حضور دیکھا تھا پھر میں نے خواب کی تمام تفصیل بیان کر دی جس کو سن کر آپ مسکراتے ہوئے فرمانے لگے ہمیں آپ کی خاطر ہی بھیجا گیا ہے۔

کرامت 4 ☆: خلیفہ محمد حنیف ملنگی ایگریکلچر منیجر محکمہ زراعت فرماتے ہیں کہ جس سال میرا میٹرک کا امتحان تھا میں رات کو عشاء کی نماز کے بعد وظیفہ پڑھ کر امتحان میں کامیابی کی دعا مانگ کر حضور ملنگی بابا سرکار کا تصور کر کے سو گیا تو میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ حضور ملنگی بابا تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ اپنی کتاب مجھے دو اگلے روز معاشرتی علوم کا پرچہ تھا میں نے کتاب بابا حضور کے دست مبارک میں دی تو آپ سرکار نے کتاب کھول کر مختلف مقامات پر نشان لگانے شروع کر دیئے۔

صبح کو جب میں کمرہ امتحان میں پرچہ دینے گیا تو دیکھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی وہی سوالات پرچے میں آئے جن پر سرکار نے نشان لگائے تھے لہٰذا میرے پرچے بہت اچھے ہوئے اور میں امتحان میں اچھے نمبر لے کر پاس ہوا۔

آپ کا شجرہ طریقت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ فخریہ ضیائیہ میں بیعت تھے اور چند واسطوں کے بعد آپ کا شجرہ نسب حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی زری زربخش علیہ الرحمۃ تک پہنچتا ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے حضرت خواجہ محمد دین المعروف ملنگی بابا مرید و خلیفہ حضرت شاہ عبدالشکور ملنگ بابا کے وہ مرید حضرت علی شاہ ابدال چشتی نظامی کے وہ مرید خواجہ معروف شاہ کے وہ مرید حضرت خواجہ مولانا ضیاء الدین جے پوری کے وہ مرید مولانا خواجہ فخر الدین فخر جہاں کے وہ مرید خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی کے وہ مرید حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کے وہ مرید حضرت خواجہ شیخ یحیٰ مدنی کے، وہ مرید حضرت شیخ محمد چشتی کے وہ مرید خواجہ شیخ حسن محمد کے وہ مرید حضرت خواجہ جمال الدین جمن کے وہ مرید حضرت خواجہ شیخ محمود دراجن کے وہ مرید خواجہ شیخ علم الدین کے وہ مرید خواجہ شیخ سراج الدین کے وہ مرید خواجہ کمال الدین کے وہ مرید حضرت خواجہ سید نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے علاوہ وہ مرید ہیں حضرت خواجہ سید نظام الدین محبوب الٰہی زری زربخش علیھیم الرحمۃ والغفر ان والرضوان کے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۴ جمادی الثانی ۱۴۰۵ ہجری بمطابق 25 فروری 1985ء بروز پیر شام چھ بجے ہوا۔

مزار پرانور محلہ علی پورہ ایچ بلاک اوکاڑہ شہر میں مرجع خاص و عام ہے جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا غلام جیلانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: استاذی العلماء والفضلاء، عالمِ ربانی، مرشد لاثانی، حضرت علامہ مولانا پیر غلام جیلانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانے کے کاملین سے ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت عظیم روحانی و علمی شخصیت حضرت علامہ مولانا محمد اکبر علی علیہ الرحمۃ کے علمی و روحانی گھر واقع میانوالی میں ہوئی۔ جب سن شعور کو پہنچے تو والد گرامی نے آپ کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ فرمائی، حفظ قرآن کے لئے آپ کے استاد قاری شجاع الدین لاہور مقرر کئے گئے جبکہ درس نظامی کی کتب مولانا شہباز خان بلند شہر اور مولانا گل محمد میروی علیہ الرحمۃ سے پڑھیں۔ دورۂ حدیث شریف کے لئے آپ انڈیا کے شہر امروہہ میں تشریف لے گئے اور 1942ء میں فارغ التحصیل ہو کر واپس وطن مالوف میانوالی تشریف لے آئے۔

آپ کے والد گرامی کے بارے ایک زمانہ جانتا ہے کہ وہ تارک الدنیا ولی کامل اور عالم باعمل تھے، ہر ہر قدم پھونک کر رکھتے تھے، جو کچھ مال و زر نذرانے میں آتا وہ طلباء، فقیروں اور مسکینوں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔

اسی بنا پر ان کے اہل خانہ کے مالی حالات مخدوش تھے، جس کے لئے آپ مولانا غلام جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے بہت محنت و مشقت فرمائی۔ چونکہ آپ ایک جفاکش اور باہمت، بلند حوصلہ کے مالک تھے اپنے والدِ گرامی کے ساتھ خانگی معاملات اور مدرسہ و خانقاہ کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اپنے اہل خانہ کی کفالت کے لئے تجارت کرتے رہے، تمام زندگی کسی پر بوجھ نہیں بنے بلکہ اپنی محنت و تجارت سے تمام معاملات کو سدھارنے میں اہم کردار ادا کیا۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت مولانا احمد خان ثانی صاحب چشتی نظامی ثمہ میروی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے، جبکہ دستار خلافت اپنے عظیم والد گرامی حضرت مولانا محمد اکبر علی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے دست مبارک سے حاصل کر کے سرفراز و ممتاز ہوئے۔

1956ء میں اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد ان کے سجادہ نشین مقرر ہوئے، اور والد گرامی کے مشن کی آبیاری کرنے میں مصروف و مشغول رہے۔

سیرت و کردار ☆: آپ نہایت درجہ کے نیک سیرت با کردار اور زہد و تقویٰ میں بے مثال، حسن اخلاق، سخاوت، آپ کو

ورثہ میں ملی ہوئی تھی، عبادت وریاضت، ذکرواذکار، کثرت نوافل اور دیگر اوراد و وظائف خواجگان چشت اہل بہشت کو ادا کرنے میں خصوصی توجہ دیتے، ادارے کے طلباء سے شفقت ومحبت سے پیش آتے محتاجوں اور فقراً کے ساتھ حسن سلوک واحسان فرماتے، اپنے والد گرامی کے قائم کردہ ادارے، عیدگاہ، اور خانقاہی نظام کے لئے آئے روز بہتر سہولتیں فراہم کرنے کوششیں فرماتے۔ اس تمام مشن کی تکمیل کے لئے آپ نے سخت تکلیفیں برداشت کیں اور ثابت قدم رہتے ہوئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہے۔

تحریک پاکستان میں کردار☆: تحریک پاکستان میں آپ نے مجاہد ملت بطل حریت ممتاز عالم دین علامہ محمد عبدالستار خان نیازی علیہ الرحمۃ کے شانہ بشانہ کام کیا، اس تحریک کے لئے مالی وجسمانی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ آپ ایک جادو بیان مقرر و خطیب تھے آپ کے دورِ خطابت میں جامعہ اکبریہ بلوخیل روڈ میانوالی میں لوگ دور دور سے آ کر جمعہ کے روز آپ کا وعظ سنتے اور اپنے قلوب واذہان کو نورِ ایمان سے منور کر کے واپس لوٹتے۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: آپ نے اپنے صاحبزادے علامہ مولانا محمد عبدالمالک کو چشتی نظامی سلسلہ میں خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا، ان کے علاوہ قاضی نور احمد، سکنہ ڈھبہ تلہ گنگ، حضرت صوفی نذر محمد ساکن بھکر اور مولانا امیر احمد قریشی ساکن ٹبہ قریشیاں میانوالی کو بھی خرقہ خلافت سے سرفراز فرما کر سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں اجازت عطا فرمائی۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال شوگر اور قلب کے عارضہ میں مبتلا رہنے کے بعد 7 جنوری 1984ء بمطابق ۱۴۰۵ھ کو ہوا۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالمالک چشتی نظامی مدظلہ العالی سجادہ نشین مقرر ہوئے، جو اپنے وقت کے متبحر و فاضل عالم دین اور عارف کامل ہیں، جن کی وجہ سے میانوالی اور اس اطراف واکناف میں سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کو بہت تقویت اور فروغ حاصل ہو رہا ہے۔

اس کے علاوہ سیاسی وسماجی خدمات بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، آج کل اپنے والد بزرگوار اور دادا محترم کے قائم کردہ ادارے جامعہ اکبریہ کو ایک عالیشان کمپلیکس کی شکل دینے کے منصوبہ پر بڑی ہی دلجمعی سے کام کر رہے، حضرت مولانا عبدالمالک کا وجود اہل سنت وجماعت کے لئے ایک گھنے سایہ دار درخت کی مانند ہے۔

حضرت مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ پُر انوار اپنے والد گرامی حضرت مولانا محمد اکبر علی چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے دربار میں قدموں کی جانب جامعہ اکبریہ بلوخیل روڈ میانوالی میں مرجع خاص وعام ہے جہاں لوگ حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب و اذہان کو نورِ ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت علامہ پیر مفتی محمد مختار احمد نعیمی چشتی نظامی اشرفی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: جانشین مفسر قرآن، مفتی ابن مفتی، علامہ ابن علامہ، مدرس ابن صدر المدرسین، رئیس المجاہدین، سلطان المقررین، مجاہد اعظم تحریک ختم نبوت، سالار قافلہ ناموس مصطفےٰ، عالم ربانی، مرشد لاثانی حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مختار احمد نعیمی چشتی نظامی اشرفی رحمتہ اللہ علیہ مجسمہٗ حسنات وکمالات ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۵۶ھ بمطابق 1937ء کو قصبہ اوجھیانی ضلع بدایوں انڈیا میں یوسف زئی خاندان کے معروف عالم دین حضرت حکیم الامت مفسر قرآن حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی علیہ الرحمۃ کے گھر میں ہوئی۔

آپ کے والد گرامی کی شادی کے بعد جب ایک عرصہ تک اولاد نرینہ نہ ہوئی تھی تو انہوں نے اپنے مرشد کامل حضرت سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں اولاد نرینہ کے لئے دعا کی درخواست کی تو مرشد کامل نے ہاتھ اٹھا کر رب کعبہ کے حضور دعا فرمائی، اور دعا کے بعد آپ کے والد گرامی حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب کو بشارت دی کہ انشاء اللہ لڑکا پیدا ہوگا، اور اس کا نام ذوالفقار رکھنا۔ بعد میں یہ نام محمد مختار میں تبدیل فرمادیا، آپ کا تاریخی نام ابو جواد محمد مختار رکھا گیا جس سے ۱۳۵۶ھ کا سال برآمد ہوتا ہے۔

آپ کی تمام تربیت ظاہری و باطنی اور علمی وروحانی تعلیم اپنے عظیم والد گرامی حضرت حکیم الامت کے زیر سایہ مکمل ہوئی۔ ابھی آپ کی عمر عزیز چند برس کی تھی کہ والدہ ماجدہ کا وصال ہوگیا۔ بعد ازاں والدِ گرامی نے دوسری شادی کرلی۔ یہ خاتون بھی انتہا درجہ کی نیک اور اپنے خاوند کی پہلی بیوی کی اولاد کے حق میں بہت شفیق و مہربان ثابت ہوئیں۔ انہوں نے کبھی بھی دوئی کا احساس نہ ہونے دیا۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ نے قرآن پاک اور علوم دینیہ کی ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں والدہ محترمہ اور والد گرامی سے حاصل کی۔ بعد ازاں درس نظامی کی ابتدائی کتب سے لے کر دورۂ حدیث تک کی کتابیں اپنے عظیم والد گرامی حضرت حکیم الامت سے ہی پڑھیں اور سند فراغت حاصل کی۔ اس کے علاوہ آپ نے فاضل عربی اور فاضل فارسی کے امتحانات بھی پاس کئے۔

درس وتدریس ☆: علوم دینیہ میں تکمیل کے بعد آپ نے اپنے عظیم والد گرامی حضرت حکیم الامت کی مسند درس وتدریس کو رونق بخشی۔ آپ کو دورۂ تفسیر قرآن پاک پڑھانے پر خصوصی دسترس حاصل تھی، جامعہ غوثیہ نعیمیہ گجرات والد گرامی کے قائم کردہ ادارے

کے علاوہ آپ جامع مسجد غوثیہ مری شہر ضلع راولپنڈی کے پُر فضا مقام پر متعدد بار سال میں ایک مرتبہ ماہ رجب اور شعبان دو ماہ دورۂ تفسیر القرآن نہ صرف پڑھاتے تھے بلکہ اس کے لئے تمام انتظامات خود کر کے مری تشریف لے جاتے تھے، جہاں بیک وقت 70-60 سے زیادہ علمائے کرام اور دینی مدارس کے طلبا دورہ میں شامل ہوتے تھے۔

فی زمانہ گھر سے دور ایک نئی واجنبی اور پورے پاکستان میں سب سے مہنگی جگہ جہاں ضروریات زندگی اور خورد ونوش کی تمام اشیاء مہنگے داموں ملتی ہیں اور پھر وہ علاقہ بالخصوص تحصیل مری کے تمام مواضعات میں ایک دو جگہ کے علاوہ ہر جگہ تبلیغی جماعت، دیو بندیت، مودودیت اور دیگر عقائد باطلہ ونظریات رکھنے والے عوام وخواص زیادہ ہوں۔ایسے ماحول میں کام کرنا اور پھر طرفہ تماشہ یہ کہ جو اہل درد سُنی عوام ہیں بھی ان میں سے اکثریت خرچ کرنے پر قادر نہ ہے، جو طاقت وقدرت رکھنے والے ہیں ان میں خرچ کرنے کا حوصلہ بالکل نہ ہونے کے برابر ہے، ماسوائے چند احباب کے، باوجود ان معاملات کے آپ نے اپنے مشن کو تیزی سے جاری رکھا، اس سلسلہ میں آپ نے اپنی ذاتی رہائش کے لئے مری شہر سے تقریباً ۲ کلومیٹر پہلے چھنہ موڑ کے مقام پر ایک مکان خریدا، جہاں آپ دو ماہ قیام فرمایا کرتے تھے، مکان کیا تھا وہ آپ کے لئے سرائے کے برابر تھا، اس لئے کہ صبح بیدار ہو کر دورہ تفسیر پڑھانے کیلئے جامع غوثیہ موڑا ایجنسی مری شہر تشریف لے جاتے یہ کلاس ظہر کی نماز کے وقت ختم ہوتی، نماز کے بعد لنگر اور بعد ازاں پھر کلاس جو عصر تک جاری رہتی تھی۔

عصر کی نماز کے لاتعداد افراد ملاقات کے لئے موجود ہوتے، اس کے علاوہ اگلے روز کے لنگر کا انتظام طلباء علماء کی ضروریات کا اہتمام کرتے ہوئے مغرب ہو جاتی، مغرب کے فوراً بعد کبھی کبھی مغرب سے پہلے مری کے عوام کی دعوت پر ان کے کسی گاؤں میں تقریر کے لئے جانا۔اکثر جلسے اور پروگرام عشاء کے بعد ہی ہوتے تھے۔بعد عشاء جلسہ یا پروگرام شروع ہوتا جو رات گئے تک جاری رہتا تھا۔رات کے آخری حصے میں چھنہ موڑ والے گھر میں تھوڑا سا آرام کر کے پھر صبح کی نماز اور ناشتہ بعد ازاں درس کے لئے تشریف لے جاتے، اس طرح یہ گھر صرف اور صرف دو چار گھنٹے قیام کی سرائے تھی۔آپ دورۂ تفسیر پڑھانے کے لئے جب گجرات سے چلتے تو لاکھوں روپے نقد اور اس کے علاوہ بستر، برتن، راشن سے بھری ایک سوزوکی لے کر چلتے، اس دورے میں گجرات اور گردونواح سے آپ کے ہمراہ آنے والے اکثر طلباء وطالبات کے آمد ورفت کا خرچہ بھی اپنی ذاتی گرہ سے فرماتے تھے۔

اس دورۂ قرآن کو پڑھانے کے لئے کم از کم ایک متبحر عالم دین آپ کے معاون ہوتے تھے، جو ایک وقت کی کلاس پڑھاتے دوسرے وقت کی کلاس آپ بذات خود پڑھاتے تھے۔

فقیر راقم الحروف 1980ء تا 1983ء چھنہ موڑ کی جامع مسجد میں بحیثیت خطیب رہا ہے، دورۂ تفسیر اور مری میں آپ کی تبلیغی و مسلکی خدمات کا نہ صرف عینی شاہد ہے بلکہ آپ کی اس مہم میں شانہ بشانہ ہوتا تھا، مفتی صاحب اکثر نماز عصر، کبھی مغرب فقیر راقم الحروف کی مسجد میں ہی ادا فرماتے تھے اور گھر سے مری جاتے ہوئے فقیر کو ہمراہ لے جاتے واپسی پر بھی ہمراہ ہی واپس لاتے۔رات کے اکثر پروگراموں میں جن میں موضع سوئی، علیوٹ، پوٹھہ، پھگواڑی اور دیگر مضافات کے پروگراموں میں رات گئے تک ہمراہ ہوتا تھا۔

فقیر نے دو سال آپ کے دورہ میں شرکت کی ایک مرتبہ حضرت علامہ مفتی مختار احمد درانی خانپور کٹورہ ضلع رحیم یار خان، اور دوسری

مرتبہ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا عبدالغفور صاحب مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی آپ کے ساتھ معاون تھے۔

اس کے علاوہ دو ماہ کے دوران مری میں آنے والے معروف علمائے کرام بھی نہ صرف شرکت کرتے بلکہ وہ بھی ایک دو وقت دورہ پڑھانے میں مدد فرماتے تھے۔

ان حضرات علمائے کرام میں ایک مرتبہ شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی علیہ الرحمۃ نے بھی دو دن تک اس دورہ میں تشریف لاکر طلباء کو دورہ پڑھایا۔

حضرت قبلہ مفتی صاحب کا چونکہ پورے ملک بھر کے علمائے کرام سے رابطہ تھا اس لئے قیام مری کے دوران مہمان علماء کی آمد سے خوب رونق و بہار لگتی تھی۔

دورۂ تفسیر القرآن کے اختتام پر جامع مسجد غوثیہ موٹر ایجنسی مری میں جلسہ دستار فضیلت کا انعقاد ہوتا جس میں ملک بھر سے معروف علمائے کرام کو خطاب کے لئے دعوت دی جاتی تھی۔ اس پروگرام بالخصوص دستار فضیلت کا منظر دیدنی ہوتا تھا۔

تبلیغی و تحریکی خدمات ☆: تعلیمی دور سے فراغت کے فوراً بعد آپ نے گجرات کی مختلف مساجد میں تقریباً چار برس تک اپنی خطابت کا جادو جگایا، اور مسحور کن دل آویز خطابات سے عوام اہل سنت کے دلوں کو گرمایا۔

اس کے بعد آپ نے کچھ عرصہ کمپنی باغ سرگودھا اور حافظ آباد کی مرکزی جامع مسجد میں خطبہ جمعہ کے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ اسی دوران ڈونگہ باغ سیالکوٹ کی مرکزی جامع مسجد جو رقبے کے لحاظ سے بادشاہی مسجد لاہور کے بعد پنجاب کی بڑی مساجد میں سے ایک مسجد ہے کی انتظامیہ کے اصرار پر آپ سیالکوٹ تشریف لے گئے اور تادم آخر اسی مسجد کے خطیب رہے۔ آپ ہر جمعہ کو گجرات سے سیالکوٹ تشریف لے جاتے اور نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کے بعد واپس گجرات تشریف لے آتے تھے۔ یہ سلسلہ تقریباً پچیس برس سے زیادہ قائم رہا۔ ڈونگہ باغ کی جامع کا اجتماع آپ کے جانے سے پہلے اتنا نہ تھا کہ جتنا آپ کے جانے کے بعد عظیم اجتماع ہوتا رہا اور آپ کے بعد آج تک وہ رونق و بہار دوبارہ قائم نہ ہو سکی۔

آپ کو خداوند کریم نے خطابت کا وہ فن عطا فرمایا تھا کہ اپنے تو اپنے رہے بیگانے بھی تسلیم کرتے تھے کہ واقعی بیک وقت عالم اور بیک وقت خطیب اور دوران خطاب علمی گتھیاں سلجھانا صرف اور صرف حضرت علامہ مفتی مختار احمد نعیمی رحمتہ اللہ علیہ کا ہی کام ہے۔

اجتماع کوئی بھی ہو وہ شب قدر کی رات ہو یا لیلۃ القدر کی، موضوع محرم الحرام کا ہو یا شان اولیاء کا، پروگرام عید میلاد النبی کا ہو یا گیارہویں شریف کا، کوئی خالص دینی اجتماع ہو یا سیاسی جلسہ کسی تحریک کا پروگرام ہو یا مسئلہ ختم نبوت کانفرنس مفتی صاحب کے اسٹیج پر آنے کی دیر ہوتی تھی کہ عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر سکوت میں تبدیل ہو جاتا، بس عوام کو اپنی گرفت میں لینا پھر اسے اپنی مرضی سے ہنسانا رُلانا، یہ مفتی صاحب کے لئے معمولی کام تھا۔

فیصل آباد دھوبی گھاٹ میں جلسہ ختم نبوت کے موقع پر تمام مکاتب فکر کے لوگ بولتے رہے، عوامی جذبہ تھا کہ اسے قرار نہ آرہا تھا،

جلسہ گاہ میں بیٹھے ہوئے لوگ بھانت بھانت کی بولیاں بول رہے تھے، عوام نہیں جانتی کہ مقرر، خطیب کیا کہہ رہا ہے، خطیب کو معلوم نہ ہوتا کہ عوام کس رنگ ڈھنگ میں ہیں۔

لیکن جب حضرت قبلہ مفتی صاحب مائیک پر آئے آپ نے خطبہ مسنونہ پڑھا تو آدھا اجتماع بغور آپ کی طرف دیکھنے لگا، خطبہ کے بعد جب آپ نے عوام کے سامنے اپنے مخصوص انداز میں آیات قرآنیہ کی چند آیات پڑھیں تو پورا اجتماع آپ کی طرف متوجہ تھا اور جب آپ قرآن کی آیت پڑھتے تو پورا دھوبی گھاٹ کا اجتماع سبحان اللہ سبحان اللہ کا ورد کرنے لگتا تھا۔ آپ نے چند منٹوں میں اتنا بڑا اجتماع اپنی گرفت میں لے کر سٹیج پر بیٹھے ہوئے دیوبندیوں کے مولوی ضیاء القاسمی فیصل آبادی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا قاسمی صاحب یہ وہی لوگ ہیں جن کو اسٹیج سے بار بار چپ رہنے کی ہدایت کی جاتی رہی، دیکھو رسول اللہ ﷺ کے غلام کی آواز سے قرآن سن کر سب کہہ رہے ہیں سبحان اللہ، اتنا کہنا تھا کہ مولوی قاسمی صاحب اٹھے اور بے ساختہ عوامی جذبات کو ابھار کر کہنے لگے مفتی صاحب میرے شہر میں آئے ہیں لہٰذا سب دل کھول کر داد دو۔ اس موقع پر عوام اہل سنت کا منظر خوشی کے مارے دیدنی تھا۔

تعلیم القرآن راجہ بازار میں خطاب ☆: 1984ء کی تحریک ختم نبوت کے موقع پر جب تحریک کا آخری اور معرکۃ الآرا پروگرام دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار مولوی غلام خان کی مسجد میں ہونا قرار پایا تو اس میں مختلف مکاتب فکر کے علمائے کرام کو ملک بھر سے مدعو کیا گیا تھا۔ اس اجتماع میں آخری خطاب کے لئے آپ کو بھی بلایا گیا تو آپ نے بڑی حکمت عملی سے پروگرام ترتیب دیا۔

چونکہ روز جمعہ تھا اور آپ کا خطاب نماز جمعہ کے بعد آپ کی مرضی سے طے ہوا۔ آپ صبح گجرات سے چل کر راولپنڈی مرکزی جامع مسجد چوہدریاں رتہ امرال میں خطیب پاکستان پیر طریقت حضرت صاحبزادہ محمد ابوبکر چشتی صاحب کے پاس پہنچے جنہیں پہلے سے آپ کے پروگرام اور آمد کی اطلاع تھی۔ حضرت صاحبزادہ پیر محمد ابوبکر چشتی صاحب نے ایک منظم اور جامع پروگرام ترتیب دیا۔ وہ اس طرح کے مفتی صاحب نماز جمعہ ڈھوک رتہ میں پڑھائیں گے، اور نماز کے بعد مکمل اجتماع اور مقامی علمائے کرام جلوس کی شکل میں رتہ امرال سے دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار مفتی صاحب کے ہمراہ جائیں گے۔

چنانچہ آپ نے نماز جمعہ کے موقع پر ختم نبوت کے موضوع پر بہت جوشیلا خطاب فرمایا جس سے عوام اہل سنت کے دلوں کی بند کھڑکیاں کھل گئیں اور نماز کے بعد سینکڑوں افراد کے جلوس کے ہمراہ حضرت مفتی صاحب جب فوارہ چوک پہنچے تو پورے شہر کے علماء اور عوام اہل سنت نے آپ کا کھل کر استقبال کیا۔

حالت یہ تھی کہ فوارہ چوک سے تعلیم القرآن تک صرف 100 قدم کا یہ راستہ ڈیڑھ گھنٹے میں طے ہوا۔ پولیس کی بھاری نفری صورتحال کو کنٹرول کرنے کے لئے موجود تھی۔ مگر رسول اللہ ﷺ کے دیوانے کب کسی کے قابو آتے ہیں۔ پورے پاکستان سے نکلنے والے اخبارات و جرائد بالخصوص روزنامہ جنگ راولپنڈی کی رپورٹنگ کے مطابق مفتی صاحب ڈیڑھ گھنٹے میں فوارہ چوک سے دارالعلوم تعلیم القرآن کے مین گیٹ اور ایک گھنٹے سے زیادہ کے عرصے میں گیٹ سے منبر و محراب تک بمشکل جب پہنچے تو تمام مکاتب فکر کے علماء نے پُر جوش انداز میں نعرے لگا کر آپ کا استقبال کیا۔

جب خطاب کے لئے آپ کو مائیک پر دعوت دی گئی تو اس وقت دارالعلوم تعلیم القرآن کی جامع مسجد کی تمام منزلیں چھتیں اور نیچے کی مدینہ مارکیٹ، مکمل راجہ بازار، بانسانوالہ چوک سے فوارہ چوک تک تقریباً پچاس ہزار افراد کا اجتماع تھا۔ یہ رپورٹ غیر ملکی مبصرین کی تھی کہ اس اجتماع میں پچاس ہزار افراد موجود تھے۔

حضرت رئیس المجاہدین علامہ مفتی محمد مختار احمد نعیمی رحمتہ اللہ علیہ کا خطاب شروع ہوا اور آپ نے شان نبوت پر پانچ چھ آیتیں اپنے مخصوص انداز میں پڑھیں تو پورے اجتماع پر سحر طاری ہو گیا۔ عوام تھے کہ پُر جوش انداز میں سبحان اللہ سبحان اللہ کا ورد کر رہے تھے۔ اس موقع پر کملی والے آقا علیہ السلام کا ایک دیوانہ جذباتی انداز میں اٹھا اور پُر جوش انداز میں نعرہ تکبیر بلند کیا تو پورے اجتماع نے اللہ اکبر کا جواب دیا۔ اس کے بعد اس نے نعرہ رسالت لگایا تو سنی بریلوی مسلمانوں نے یارسول اللہ جواب میں کہا باقی دیگر مکاتب فکر صرف خاموش ہی نہیں بلکہ پریشان ہو گئے۔ حضرت قبلہ مفتی صاحب نے ان کی پریشانی کو بھانپتے ہوئے برمحل فرمایا کہا لگاؤ نعرہ رسالت اس لئے کہ یہ نعرہ مسلمانوں کے اتحاد کی نشانی ہے۔ تمام حضرات ہاتھ اٹھا کر نعرے کا جواب دیں۔ اجتماع میں پھر کسی نے نعرہ رسالت لگایا تو تمام اجتماع نے بلند آواز سے یارسول اللہ کہا، پھر یہ نعرہ بار بار لگتا رہا۔

اگلے روز اخبارات نے اس نعرے کو شہہ سرخیوں کے ساتھ شائع کیا اور لکھا کہ مفتی مختار احمد نعیمی کے جلوس اور دارالعلوم تعلیم القرآن میں خطاب کے دوران بار بار یارسول اللہ کے نعرے لگتے رہے۔

لوگ حیران تھے کہ مولوی غلام اللہ خان کی مسجد میں آج یارسول اللہ کے نعرے بلند ہو رہے ہیں، جو بہت بڑی جرأت و بہادری کا کام تھا کہ مولوی غلام اللہ کی مسجد میں اس کی موجودگی میں اس کے مسلک کے سینکڑوں علماء اور ہزاروں عوام کی موجودگی میں نہ صرف نعرے لگے بلکہ انہوں نے آپ کی اپیل پر نعرہ رسالت کا جواب بھی دیا۔ اس اجتماع میں آپ نے جنرل محمد ضیاء الحق کی حکومت کو 24 گھنٹے کا ٹائم دیا تھا کہ قادیانیوں کے خلاف آرڈیننس جاری کیا جائے وگرنہ تمہاری حکومت کا خاتمہ کر کے دم لیں گے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اسی رات جنرل محمد ضیاء الحق نے قادیانیوں کے خلاف آرڈیننس جاری کر دیا تھا جو علمائے حق کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔

تحریک نظام مصطفےٰ ☆: آپ نے تحریک نظام مصطفےٰ 1976ء کیلئے بہت کام کیا۔ ملک بھر کے علمائے کرام کے اجلاس میں جب یہ فیصلہ ہوا کہ ملک گیر ہڑتالیں کرائی جائیں اور اس کی ذمہ داری ضلع کے سرکردہ عالم دین یا شیخ طریقت پر ہو گی۔ اب اجلاس میں یہ طے کرنا تھا کہ سب سے پہلے کون سے ضلع سے تحریک نظام مصطفےٰ کا آغاز کیا جائے، اب مسئلہ تھا کہ بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے۔ سرکردہ علماء میں سے کوئی نہ بولا کہ پہلی ہڑتال کی کال میں دوں گا۔ بالآخر رئیس المجاہدین حضرت علامہ قبلہ مفتی صاحب کھڑے ہوئے اور فرمایا کل والا جمعہ نہیں اگلے جمعہ کو سیالکوٹ میں پہیہ جام ہڑتال کی کال میں دوں گا اور تحریک نظام مصطفےٰ کے تمام مرکزی و صوبائی قائدین نماز جمعہ ڈونگہ باغ سیالکوٹ کی مسجد میں ادا کرینگے اور نماز کے بعد جلسہ ہو گا بعد میں جلوس۔

چنانچہ حسب پروگرام جب تمام مرکزی و صوبائی قائدین شیعہ، سُنی، اہل حدیث، دیوبندی مکتبہ فکر سیالکوٹ پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ پورے سیالکوٹ میں مارکیٹ، دکانیں تو کجا کوئی کھوکھا بھی نہیں کھلا ہوا حتیٰ کہ کوئی خوانچہ فروش گلے میں خوانچہ ڈالے نظر نہیں

آیا۔گاڑیوں کی حالت یہ تھی کہ پورے شہر میں سائیکل سوار بھی نظر نہیں آیا۔

اس جلسہ میں آپ نے اہل حدیث مکتبہ فکر کے مولوی احسان الٰہی ظہیر سے فرمایا مولانا آپ سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں جبکہ میں صرف جمعہ کو آتا ہوں۔ دیکھ لیں میری اپیل پر پورے ضلع بھر میں پہیہ جام ہڑتال ہے، جس کو تمام قائدین نے سراہا کہ واقعی اس علاقہ پر مفتی صاحب کا تسلط ہے، حالانکہ آپ رہنے والے گجرات کے ہیں۔

اسی موقع پر آپ نے فرمایا کہ اگلے جمعہ کو گجرات میں پہیہ جام ہڑتال ہوگی۔ اور پھر تمام قائدین تحریک نظام مصطفےٰ نے دیکھا علامہ شاہ احمد نورانی نے دیکھا، علامہ عبدالستار خان نیازی نے دیکھا، مولانا مودودی اور مفتی محمود نے دیکھا، علامہ مظفر شمشی شیعہ لیڈر، اور اہل حدیث مکتبہ فکر کے مولوی احسان الٰہی ظہیر نے دیکھا کہ سیالکوٹ کی طرح آج گجرات میں بھی واقعی منظم پہیہ جام ہڑتال ہے۔ جس کی مثال ناممکن تھی۔

آپ نے پورے ملک میں تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دورے کئے، جلسوں اور جلوسوں سے خطاب کیا، اور عوام سے اس تحریک کو کامیاب بنانے کی اپیل کرتے رہے۔ اس جرم کی پاداش میں حکومت کی جانب سے آپ پر پابندیاں نظر بندیاں، ضلع بدری اور گرفتاری جیسے حربے استعمال کئے مگر آپ کسی چیز کو خاطر میں نہ لائے اور پولیس سے آنکھ بچا کر ہر جلسے اور جلوس میں جا کر خطاب کرتے رہے۔

پورے گجرات کے عوام آج بھی اس بات پر شاہد ہیں کہ حکومت کے سربراہ ذوالفقار علی بھٹو کے حکم پر آپ کو گولیوں کا نشانہ بنایا گیا، ۹ گولیاں آپ کے جسم میں پیوست ہوئیں جس کی وجہ سے آپ کے جسم کا خون اس تحریک کی نذر ہوا، مگر آپ کے پائے اثبات میں جنبش نہیں آئی، پھر وہ وقت آیا کہ تحریک نظام مصطفےٰ کامیاب ہوئی، اور اس کے خلاف طاقت استعمال کرنے والے حکمران سولی چڑھ گئے۔

تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفےٰ کے سلسلہ میں آپ پر کئی مقدمے قائم ہوئے، کئی مرتبہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے دھکیلے گئے، اس موقع پر آپ کے ساتھ نظر بند رہنے والے اور گرفتار ہونے والے آج بھی زندہ ہیں جو گواہی دیں گے۔

جماعت اہل سنت کے لئے خدمات☆: ......۱۹ء میں آپ کو ملک بھر کے علمائے کرام کے نمائندہ اجلاس میں متفقہ طور پر جماعت اہل سنت کا مرکزی ناظم اعلیٰ مقرر کر دیا گیا، جبکہ غزالی دوراں علامہ احمد سعید کاظمی چشتی صابری علیہ الرحمۃ کو جماعت کا صدر بنایا گیا۔

آپ نے جماعت اہل سنت کو فعال اور منظم بنانے کے لئے ملک بھر کے تمام ضلعی اور ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز کے دورے کر کے علمائے کرام مشائخ عظام کو متحد کیا۔ جماعت کی ممبر سازی کا سلسلہ شروع کیا، ہر تحصیل اور ٹاؤن ہر ضلع و ڈویژن میں الیکشن کے ذریعے اپنی نگرانی میں جماعتیں بنوائیں، پھر مختلف عنوانات سے پورے ملک کے مرکزی مقامات پر بڑے بڑے اجتماع کرائے، ملتان اور رائے ونڈ میں سنی کانفرنسیں آپ کی عظیم جدوجہد کا نتیجہ تھیں۔ جن کی نظیر موجودہ دور میں ناممکن ہے۔

آپ کے دور میں علامہ کاظمی کی قیادت میں اہل سنت کا جو اتحاد تھا وہ مثالی تھا جس کا آج کے دور میں فقدان نظر آ رہا ہے اور سنی حنفی، بریلوی احساس کمتری کا شکار ہیں کہ آج کوئی علامہ کاظمی اور مفتی اعظم پاکستان جیسا لیڈر نظر نہیں آ رہا جو اس بکھری ہوئی 85 فیصد اکثریت رکھنے والی قوم کو متحد رکھ سکے۔

اس مشن کی تکمیل کے لئے آپ نے اپنے گھر بار کو خیر باد کہا۔ اپنے جلسوں اور پروگراموں سے منہ موڑا، اپنی ذاتی گاڑی میں اپنے خرچ پر ہزاروں میل کے سفر برداشت کیے جسے عوام اہل سنت تا دیر یاد رکھیں گے۔

جامعہ غوثیہ نعیمیہ کی از سر نو تعمیر☆: جامعہ غوثیہ نعیمیہ کی تشکیل نو مفتی احمد یار خان نعیمی اور مفتی محمد مختار احمد نعیمی رحمۃ تعالیٰ کی تمام زندگی کی کاوشوں کا بار آور ثمر ہے۔ قومی تشکیل ہی کسی قوم کی تعمیر شمار ہوتی ہے اسی لیے علم لوگوں کو مکتبہ فکر (School of thought) سے متعلق کیا جاتا ہے۔ یعنی فلاں شخص فلاں مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا ہے۔ ہماری سب کی تقسیم میں بھی مدارس کا کردار بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر دیو بندی، بریلوی، دو مدارس کی پیدا کردہ فکر کا نتیجہ ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد مختار احمد نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اوائل عمر سے ہی فکری تحریکی شخصیت تھے۔ تکمیل درس نظامی کے بعد فکر روشنی دوسرے انسانوں تک پہنچانے کے لیے فن تقریر پر عبور حاصل کیا۔ تا آنکہ کمال حاصل کیا۔ لیکن جلد ہی مدرسہ غوثیہ نعیمیہ کی تشکیل ہوئی اور مفتی احمد یار خان نعیمی کی حیات مبارکہ ہی میں مدرسہ جامعہ غوثیہ نعیمیہ کے پہلے مہتمم قرار پائے۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدرسے کے صدر مدرس قرار پائے۔ 1970ء میں والد صاحب کی وفات کے بعد جلد ہی مدرسے کا تدریسی نظام خراب ہونا شروع ہو گیا۔ یہ سب کچھ مفتی صاحب کی تقریری مصروفیات اور مدرسہ میں عدم موجودگی کی وجہ سے ہوا۔ آخر کار 1975 میں مفتی صاحب نے فیصلہ کیا کہ بیرون شہر تقریری سرگرمیاں کم کرتے ہوئے مدرسہ کو زیادہ سے زیادہ وقت دیا جائے۔

اسی دوران مفتی صاحب کی اہلیہ جو مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سے درس نظامی کی تکمیل کی تھی۔ گھر پر بچیوں کو دینی تعلیم دینی شروع کر چکی تھیں۔ مفتی صاحب کی تنظیمی صلاحیتوں کی بدولت بچیوں کی تدریس میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ مدرسہ غوثیہ نعیمیہ میں طلباء کی تعلیم مسجد میں ہی ہوتی تھی اور کچھ طلباء رہائش بھی رکھتے تھے جو کرائے کی جگہوں پر رہے۔

بچیاں مختلف شہروں سے جوق در جوق تحصیل علم کے لیے آنا شروع ہو گئیں۔ بیشتر دوران تعلیم رہائش بھی مدرسہ ہی میں رکھنا چاہتی تھیں گھر کا حصہ ان کے لیے مخصوص کیا گیا جو جلد ہی نا کافی ہو گیا۔ مدرسے کی تعمیر و توسیع کے لیے اپنے گھر کو مدرسے کے لیے وقف کر دیا۔ اور اس کی جدید خطوط پر تعمیر شروع کر دی 1980 میں گجرات میں پہلی بلڈنگ مدرسہ غوثیہ نعیمیہ کی بنائی گئی جو کہ سات منزلہ تعمیر کی گئی اور مکمل کنکریٹ سے بنائی گئی اور تمام منازل طالبات کے مدرسہ کے لیے مخصوص کر دی گئیں۔ پہلی منزل پر اپنی رہائش رکھی۔ خیال رہے کہ مفتی محمد مختار احمد صاحب کی اولاد نرینہ نہ تھی۔ آٹھ۔ بیٹیاں جن کے نام بالترتیب سلمٰی کوثر، میمونہ کوثر، قدسیہ بانو، طاہرہ مفتی، جمیلہ مفتی، ثمین، رخسانہ، عائشہ ہیں۔ مدرسہ کی ترویج تنظیم میں صاحبزادیوں کی مساعی معاون ثابت ہوئی۔ نیز تمام صاحبزادیوں کے لیے دینی علوم کا حصول بھی ضروری ہو گیا۔ خیال رہے کہ طالبات کا یہ مدرسہ پاکستان بھر میں اہلسنت بریلوی مکتبہ فکر کا سب سے پہلا مدرسہ تھا جہاں

طالبات کا قیام وطعام، تعلیم ایک ہی چھت تلے ہو رہا تھا۔

بعدازاں مدرسہ کی فارغ طالبات کے والدین اپنے اپنے علاقے میں مدارس کھلوانے اور طالبات کو وہاں تعلیم دینے کی ترغیب مفتی صاحب نے دی۔ اور آج بفضل خدا پاکستان کے گوشہ گوشہ میں طالبات کے لیے دینی مدارس کھلے ہوئے ہیں بیشتر اداروں میں معلمات کے فرائض مدرسہ غوثیہ نعیمیہ کی فارغ التحصیل طالبات ہی ادا کر رہی ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۴۱۱ھ بمطابق 21 مئی 1990ء میں ہوا۔ ان کے بعد اولاد نرینہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کے بھانجے اور داماد افتخار احمد خان مفتی مدرسہ کے مہتمم قرار پائے۔ مفتی صاحب کی اہلیہ محترمہ انیس کوثر ان کی وفات کے تھوڑے عرصے بعد وفات پا گئیں اور ان کی جگہ پرنسپل کے طور پر مفتی صاحب کی بڑی صاحبزادی اور افتخار احمد خان کی بیگم سلمٰی مفتی کا بطور پرنسپل تقرر کیا گیا۔ محترمہ سلمٰی مفتی دینی علوم سے فارغ ہونے کے علاوہ ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی، بی ایڈ اور مفتی صاحب کی زندگی کا حاصل ہیں مدرسہ غوثیہ نعیمیہ ان کی قیادت میں ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔ آپکی صاحبزادی سلمی مفتی صاحبہ ایک بہترین مدرس ہونے کے ساتھ اپنے عظیم والدِ گرامی کی بہترین مقرر اور خطیب بھی ہیں، خواتین کے بڑے بڑے اجتماعات میں اپنے عظیم والدِ گرامی کے انداز میں خطاب کر کے نہ صرف والد گرامی کے مشن کو زندہ رکھے ہوئے ہیں بلکہ خواتین کے اندر بھی ایک نئی روح پھونک رہی ہیں۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ نور جہانیاں چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: حضرت قبلۂ عالم، حافظ القرآن عالم باعمل، شیخ العصر، فخر چشتیاں پیر طریقت، ماہتاب شریعت حضرت خواجہ نور جہانیاں چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۶ ذیقعد ۱۳۳۹ ہجری بمطابق 1921ء کو ہوئی۔ آپ حضرت خواجہ قبلۂ عالم نور محمد مہاروی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے گلستان کے گل سرسبد اور اپنے آباؤ اجداد کی طرح وحید العصر درویش اور روحانی دولت سے مالا مال تھے۔

چار برس کی عمر عزیز قدیم خاندانی روایات کے مطابق بسم اللہ شریف کروا کر جناب حافظ امام بخش چشتی نظامی کے مکتب میں بٹھا دیا گیا جہاں آپ نے بہت جلد قرآن کریم حفظ کر لیا۔

حفظ قرآن کے بعد مروجہ علوم دینیہ کی تعلیم وقت کے متجر علماء سے حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ محمود احمد تونسوی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست سے بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز ہوئے۔ حضرت خواجہ محمود احمد تونسوی علیہ الرحمتہ نے ہی آپ کی روحانی تربیت فرما کر آپ کو منازل سلوک طے کرائے۔

سیرت و کردار ☆: آپ عابد و زاہد اور متقی و پرہیزگار شخصیت کے مالک تھے۔ شب و روز یاد خدا اور خدمت خلق میں مصروف و مشغول رہتے۔ تمام عمر دنیاوی معاملات سے کنارہ کش رہے مسلسل عبادت و ریاضت کی وجہ سے آپ کے پاؤں پر ورم آ گیا تھا۔

نماز پنجگانہ تمام عمر باجماعت درگاہ حضرت قبلۂ عالم پر ادا فرماتے اور نماز کے بعد دربار شریف میں بیٹھ کر وظائف کی تکمیل کرتے تھے۔ تمام عمر شریعت و طریقت کے احکام کی پاسداری میں گذاری۔ کبھی کوئی کام خلاف شریعت سرزد نہ ہونے دیا۔

آپ کا معمول تھا کہ سال میں ایک دفعہ حج بیت اللہ اور ایک مرتبہ عمرہ شریف کی ادائیگی اور حرمین شریفین کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے۔

قبل از وصال آپ کی دعا ☆: ۱۴۲۱ ہجری بمطابق 1991ء کو آپ نے شدید علالت کے باوجود اپنے جد اعلیٰ حضرت

بلۂ عالم خواجہ مہاروی علیہ الرحمتہ کے عرس مبارک کی تمام رسومات میں شرکت کی۔ اور ختم شریف کے بعد آپ نے آخری دعا کراتے ہوئے اہل محفل سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے اہل محفل تم گواہ رہنا کہ میں نے اپنے فرائض نہایت اخلاص اور صدق دل سے انجام دیئے۔ اگر آپ حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت قبلہ عالم کے سجادۂ رشد و ہدایت پر بیٹھ کر میں نے اپنے بزرگان دین اور شریعت محمدیہ کے احکام کی تعمیل کی ہے۔ تو پھر میرے حسن خاتمہ کے لیے دعا کریں اور مجھے رخصت کریں۔

آپ کا رُخصت طلب کرنا تھا کہ اہل محفل رونے لگے۔ آپ خود بھی آبدیدہ ہوگئے۔ اس کے بعد حضرت قبلۂ عالم کے دربار کی طرف منہ کر کے عرض کی۔ حضرت قبلۂ عالم، آپ میرے لیے دعا کریں کہ میرا خاتمہ بالخیر ہو۔ سلامتی ایمان کے ساتھ اور احکامات الٰہی کی تکمیل کے ساتھ۔ آخر میں بارگاہ الٰہی میں التجا کی۔ مولا اپنے اس ولی کامل کے صدقے اس محب صادق کے صدقے مجھ پر رحم فرما۔ میرے مراحل سکرات آسان فرما۔ مجھے اپنی عنایات سے سرفراز فرما۔ طفیل اپنے حبیب پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔

چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی۔ اس کے فوراً بعد آپ کو ہسپتال پہنچایا گیا۔ ہسپتال پہنچتے ہی مدہوشی طاری ہوگئی۔ اس کے بعد نہ سکرات کی اذیت نہ دیگر تکالیف۔ اگلے روز آپ کا وصال ہسپتال میں ہی ہوا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۴۱۲ ہجری بمطابق 1991ء کو ہوا۔ مزار پُر انوار حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دربار کے اندر مہار شریف تحصیل چشتیاں ضلع بہاولنگر میں مرجع خاص و عام ہے۔

جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف مصنف کتاب کو آپ کے دربار میں حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ قاضی غلام فرید چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: مالک مقام فنافی اللہ وفنافی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفنافی المرشد، شہبازِ اقلیم ولایت، آشنائے رموز کنایت، متصرف بہ تصرفات، جامع الحسنات وکمالات فرید العصر حضرت خواجہ پیر قاضی غلام فرید چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ آپ عشق میں کامل اور ہمت بلند میں مشہور ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۳۸ھ بمطابق ۱۹۱۹ء کو ایک عارف کامل حضرت خواجہ قاضی محمد ضیاء الدین چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے علمی وروحانی گھر پڑی شریف نزد بھال تحصیل وضلع راولپنڈی میں ہوئی۔

آپ نے علم وعرفان کے جس مرکز میں آنکھ کھولی وہ مدت دراز سے قبلۂ حاجات چلا آرہا تھا۔ آپ کے اجداد میں بہت سے بزرگ علم وعمل فقر وولایت کے تاجدار بن کر مخلوق خدا کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے رہے، ایسے علمی وروحانیت کے مرکز میں جب آپ نے آنکھ کھولی تو ہر طرف سے قال اللہ اور قال الرسول کی صدائے دلنواز بلند ہو رہی تھی، والدِ گرامی زہد وتقویٰ میں اگر بے مثال تھے تو والدہ محترمہ رابعہ عصر تھیں، جبکہ آپ تایا جان حضرت خواجہ پیر قاضی احمد دین چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کی ولایت کا چرچا چہار دانگ عالم میں پھیلا ہوا تھا، ان کے کشف وکرامات کی شہرت کی بنا پر آستانہ عالیہ پڑی شریف میں ہمہ وقت عاشقوں، مستانوں کا ہجوم لگا رہتا۔ ایسے ماحول میں آپ نے آنکھ کھولی، اور تربیت اپنے بزرگوں سے حاصل کی۔ بزرگوں کی توجہات خصوصی نے آپ کی شخصیت میں چار چاند لگا دیئے۔ اسی بنا پر دردو سوز وگداز کی دولت بچپن ہی سے آپ کا مقدر رہی۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے گھر پر ہی والد بزرگوار اور تایا جان کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔

آپ کی عمر عزیز ۱۵ برس کی تھی کہ آپ کے والد بزرگوار حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کسی کام کی غرض سے چائنہ یعنی ملک چین گئے ہوئے تھے۔ کہ ایک رات قسمت نے یاوری کی تو خواب میں کیا دیکھا کہ امیر حزب اللہ حضرت خواجہ سید محمد فضل شاہ جلالپوری علیہ الرحمۃ میرے گھر پڑی شریف میں جلوہ افروز ہیں، اور میرے گھر میں موجود ایک پرندہ شاہین نما کو پکڑ رہے ہیں۔ اور اصرار فرما رہے ہیں کہ "ضیاء الدین" میں اسے اپنے ساتھ جلالپور شریف لے کر جاؤں گا۔

آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ قاضی محمد ضیاء الدین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب میں چین سے واپس آیا تو حقیقت میں امیر حزب اللہ حضرت خواجہ پیر سید محمد فضل شاہ جلالپوری علیہ الرحمۃ ہمارے گھر پڑی شریف میں جلوہ افروز ہیں۔ اور اصرار فرما رہے ہیں

کہ میں غلام فرید کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔

آپ کے والدِ گرامی نے جب حضرت خواجہ پیر سید محمد فضل شاہ جلالپوری رحمتہ اللہ علیہ کا اپنے نورِ نظر کے بارے میں محبت و شفقت بھرا یہ انداز دیکھا فوراً عرض کی حضور آپ کے حکم کے مطابق غلام فرید جلالپور شریف ضرور جائے گا۔

حضرت امیر حزب اللہ حسب پروگرام جلالپور شریف تشریف لے گئے آپ کے والد ماجد نے آپ کو حسب وعدہ تیار کیا اور الوداع کہنے کے لئے جب آپ کے ہمراہ چلے تو آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ آیا اور فرمایا غلام فرید تم میرے اکلوتے بیٹے ہو، اے میرے جگر کے ٹکڑے تم اس جگہ جا رہے ہو جہاں میرے بڑے بھائی تمہارے تایا جان خواجہ قاضی محمد احمد دین علیہ الرحمۃ نے زندگی کا طویل حصہ گزارا اور یہی ان کی ساری عمر کی کمائی ہے۔ بیٹا کوئی ایسی حرکت نہ کرنا جس سے تمہارے بزرگوں کی ساری عمر کی کمائی برباد ہو جائے۔

آپ نے اپنے والد گرامی کے قدموں سے لپٹ کر زاروقطار روتے ہوئے عرض کیا ابا حضور آپ کی دعاؤں اور تایا جان کی خصوصی نظر کرم اور مرشد جلالپوری کی نگاہِ فیض کے صدقے اللہ کرم کرے گا۔ انشاء اللہ زندگی کے کسی موڑ پر آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔

جلالپور شریف مرشد کے قدموں میں حاضری ☆: جب آپ والدِ گرامی سے رخصت ہو کر جلالپور شریف پہنچے اور مرشد کامل حضرت امیر حزب اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ایسا محسوس ہوا کہ مرشد کریم پہلے سے ہی آپ کی آمد کے منتظر اور آپ کے لئے بے قرار تھے۔

حضرت امیر حزب اللہ نے آپ کو گلے سے لگایا پھر کچھ ارشادات سے نواز کر اُس عظیم منزل کا راہی بنا دیا جس کی مدت سفر چالیس برس پر محیط تھی۔ حضرت امیر حزب اللہ نے ارشاد فرمایا غلام فرید تو میرا مشیر بھی ہے اور وزیر بھی، غلام فرید سلطنتیں اور خانقاہیں و ادارے مشیروں کی مشاورت سے چلتے ہیں، اس کے ساتھ ہی حضرت امیر حزب اللہ نے ایک کہاوت سنائی۔ اور فرمایا:

غلام فرید، ایک غریب آدمی غربت وافلاس کے ہاتھوں تنگ آ کر جنگل میں خودکشی کرنے کی خاطر شیر کی کچھار کے سامنے لیٹ گیا۔ خوش نصیبی سے شیر کا مشیر شاہین تھا، جب شیر اُس غریب آدمی پر حملہ آور ہونے لگا تو شاہین نے کہا بادشاہ سلامت آپ جنگل کے بادشاہ ہیں۔ اگر آپ اسے کھانے کی بجائے نواز دیں تو آپ کا کیا جائے گا۔ کھانے کے لئے اور بھی شکار کافی ہیں۔

بادشاہ سلامت نے اس غریب کو ہیرے جواہرات سے نواز کر رخصت کر دیا۔ وہ انعام واکرام لے کر خوشی خوشی گھر پہنچا۔ مال و زر کی وجہ سے اس کے گھر میں خوشحالی آ گئی۔ پڑوسن نے جب دیکھا کہ ہمسائے آن واحد میں خوشحال ہو گئے تو اُس نے کھوج لگانا شروع کر دیا۔ تحقیق سے پتہ چلا کہ اس گھر کا آدمی حالات سے تنگ آ کر جنگل میں شیر کی کچھار کے سامنے مرنے گیا تھا۔ اس لئے دولت حصے میں آ گئی۔

اُس پڑوسن نے بھی اپنے آدمی کو مرنے کے لئے جنگل میں بھیجا، لیکن بدبختی اُس شخص کی جو مرنے کے لئے گھر سے نکلا کہ اُن دنوں شیر کا مشیر شاہین کی بجائے کوا تھا۔ کوئے نے شیر سے کہا بادشاہ سلامت اتنا لذیذ شکار شاید آپ کو بعد میں کبھی نہ ملے گا لہٰذا جلد اس

آدمی کو ہڑپ کرلیں۔

چنانچہ شیر نے ایک چھپٹا مارااور ایک ہی جست میں اس آدمی کا کام تمام کردیا۔

حضرت امیر حزب اللہ نے فرمایا غلام فرید اگر تو شاہین کی طرح رہا تو خانقاہ جلاپور شریف کو چار چاند لگ جائیں گے۔ ورنہ پھر اللہ ہی حافظ ہے۔

پھر دنیا نے دیکھا کہ آپ آسمان ولایت کے وہ شاہین بن کر محو پرواز ہوئے کہ زمانہ آپ کو فرید العصر کے نام ولقب سے پکارتا ہے۔ اور آپ کی روحانی قوت و پرواز سے ایک عالم نے استفادہ کیا۔ اور پھر مرشد کامل کی نگاہ میں آپ صرف مرید ہی نہیں بلکہ مراد کا مقام پاچکے تھے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں امیر حزب اللہ حضرت خواجہ پیر سید محمد فضل شاہ جلالپوری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقۂ خلافت پا کر سرفراز ہو کر صاحب ارشاد ہوئے۔

خطاب فریدالعصر ☆: دربار فیض گوہر بار جلالپور شریف کے زیر اہتمام چھپنے والی کتاب ''امیر حزب اللہ'' کے مصنف جناب محترم ڈاکٹر عبدالغنی صاحب اپنی کتاب جو ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی تھی کے صفحہ ۴۲۲ پر حضرت قبلہ فرید العصر خواجہ قاضی غلام فرید چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کی اپنے مرشد کامل حضرت امیر حزب اللہ پیر سید خواجہ محمد فضل شاہ جلالپوری علیہ الرحمۃ کی خدمت اور دربار جلالپور شریف میں قیام کے بارے رقمطراز ہیں کہ

قاضی غلام فرید صاحب کا وطن بھال پڑی ضلع راولپنڈی ہے، ان کا گھرانہ اپنے علاقہ میں علم وفقر کے اعتبار سے ممتاز رہا ہے۔ ان کے تاجان حضرت قاضی احمد دین صاحب کو حضرت امیر اللہ حزب صاحب نے خلافت عطا فرمائی، ان کے وفات پانے پر ان کے چھوٹے بھائی قاضی عطاء الدین صاحب کو یہ شرف عطا ہوا۔ وہ وفات پا گئے تو حضور قبلہ جلالپوری نے قاضی غلام فرید صاحب کی خدمت کی بنا پر انہیں یہ نعمت عظمیٰ عطا فرمائی۔

قاضی صاحب نے مدرسہ سے امتحان ورنیکلر فائنل پاس کیا اور کوئی پندرہ برس کی عمر تھی کہ اہل علاقہ کی درخواست پر حضور انہیں ساتھ لائے اور فرمایا کہ ان کی تعلیم وتربیت کے ہم خود ذمہ دار ہیں۔ اس وقت سے حضور کی خدمت پر مامور ہوئے اور جلد معتمد علیہ بن گئے۔ ان کے جوہر خاص طور پر اس وقت چمکے جب حضور کے دونوں پہلوؤں پر فالج گرا۔ حضور امیر حزب اللہ چلنے پھرنے، اعضا مبارک کو حرکت دینے اور نطق سے معذور ہو گئے، اس وقت قاضی صاحب نے حضور کی خدمت اس جاں نثاری سے مستعدی اور حوصلے سے کی کہ کوئی درویش کسی بزرگ کی کیا کرے گا۔

حضور کے خورد ونوش علاج معالجہ اور نہلانے دھلانے کے تمام کام قاضی صاحب ایک فداکار کی طرح انجام دیتے تھے، حضور کے اشاروں اور حضور کی لکنت سے معمور گفتار مبارک کو سمجھنا انہی کا کام تھا۔ خدمت کی فکر میں اُنہیں کھانے پینے اور ذاتی آرام کا خیال تک نہ رہا۔ دن رات کمر بستہ رہتے۔ بیوی بچوں کو بھلا دیا اور اپنے بچوں کی شناخت سے بھی عاری ہو گئے۔

یہ سلسلہ کوئی چند دنوں کے لئے نہیں بلکہ کئی سالوں تک جاری رہا۔ قاضی صاحب کے بغیر اعزا و اقربا یا درویشوں میں سے کسی اور کی خدمت سے حضور کو سکون حاصل نہ ہوتا تھا۔ قبلہ کی پریشانی کا مداوا صرف قاضی صاحب کی حاضری تھی۔ حضور کی نگاہوں میں انہیں وہ مقام حاصل ہوا کہ فی الواقعہ ''فرید العصر'' بن گئے۔

حضور کی بیماری دراصل فقر کا کمال تھا۔ جب جلال کا غلبہ ہوتا تو ساری کائنات کانپنے لگ جاتی۔ مگر قاضی صاحب سکون سے پاس موجود رہتے، جب حضور جمال کا رنگ اختیار فرمانے لگتے تو قاضی صاحب فوراً عرض کرتے کیا آپ چائے نوش فرمائیں گے۔ اور حضور آمادگی کا اظہار فرما دیتے۔

جب قاضی صاحب دیکھتے کہ بذلہ سنجی سے حضور کی طبیعت محظوظ ہوتی ہے تو ہلکی ہلکی ظرافت سے ماحول کو لالہ زار بنا دیتے اور کبھی کبھی سکھوں کی تمثیل نگاری سے حضور کو ہنساتے تھے۔

جس طرح پنجاب کے مشہور و معروف عاشق صادق و عارف کامل حضرت سید بلھے شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔ ''رقاصہ بننے سے میری کسر شان نہیں ہوتی، رقص کر کے مجھے اپنا محبوب منانے دو۔''

قاضی صاحب بھی گاہے گاہے سکھوں کا روپ دھار کر ان کی حماقتوں کو ڈرامائی انداز میں پیش کرتے اور حضور خوش ہو جاتے، غرض عجیب مزاج شناسی تھی، صوفیائے کرام کی اصطلاح میں فنافی الشیخ کا عجیب و غریب منظر تھا، قاضی صاحب حضور کے مختار کل بن گئے، تمام رقوم کے آپ ہی امین ہوتے، سارے معاملات آپ ہی طے کرتے، اور سفر کے پروگرام آپ ہی بناتے۔

ڈاکٹر صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں کہ حضور کا مزاج عالمانہ، حضور کے انتظامات شاہانہ، حضور کی خدمت میں حاضر ہونے والے لوگ والا دستگاہ، بلند مرتبت، زمانہ شناس، علم پرور، اور عرفان نواز، علاوہ بریں حضور کی گفتگو آیات سے لبریز، احادیث سے معمور، اشعار اور ضرب الامثال سے بھرپور، حضور کی محفلوں میں نشست و برخاست کے اطوار اور آداب مجلس انتہا درجہ کے مہذبانہ، پھر حضور مسکینوں کے غم خوار، بیکسوں کے فریاد رس اور بیواؤں کے غم گسار اور ہمدرد، اس بصیرت افروز، دلنواز اور روح پرور ماحول میں رہتے ہوئے قاضی غلام فرید صاحب کی تعلیم و تربیت اس انداز سے پایۂ تکمیل کو پہنچی کہ کسی کو کیا نصیب ہوگی۔

اس لئے اب قاضی صاحب بڑے علم و فضل کے مالک ہیں۔ زمانہ اور اہل زمانہ کو خوب سمجھتے ہیں، فقر کی باریکیوں پر انہیں بڑا عبور حاصل ہے، اور حضور کے خلفا میں انہیں بڑا بلند مقام نصیب ہوا۔ سچ ہے خدمت انسان کو مخدوم بنا دیتی ہے۔ مگر خدا کرے خدمت بھی حضرت امیر حزب اللہ ایسے بے مثل بے نظیر مرد کریم اور بطل جلیل کی نصیب ہو۔ آمین۔

مرشد کامل کا آپ سے والہانہ پیار محبت ☆: آپ کے شیخ کامل آپ سے بے پناہ محبت فرماتے تھے، تاریخ تصوف میں یہ بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ شیخ کو اپنے مرید سے والہانہ محبت ہو، جیسا کہ حضرت محبوب الٰہی کو امیر خسرو سے اور حضرت بابا گنج شکر کو نظام الدین اور حضرت علاؤ الدین صابر کلیری سے بعینہٖ آپ کے شیخ کامل حضرت امیر حزب اللہ کو آپ سے وارفتگی کی حد تک محبت تھی۔

وارفتگی عشق ہی اپنا مقام ہے☆: آستانہ عالیہ پڑی شریف کے روح رواں، عارف کامل حضرت قاضی محمد حنیف صاحب المعروف لالہ جی سرکار جو حضرت خواجہ قاضی غلام فرید کے بھانجے اور داماد ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے یہ مشاہدہ کیا کہ حضرت امیر حزب اللہ نے بذات خود حضرت فرید العصر کو کسی کام کی غرض سے روانہ کیا، ابھی آپ حضرت امیر حزب اللہ کی ظاہری آنکھوں سے اُوجھل ہوئے ہی تھے کہ حضرت امیر حزب اللہ اپنی کرسی سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور زبان مبارک سے مسلسل پکارنا شروع کیا۔

غلام فرید، غلام فرید، غلام فرید

لالہ جی سرکار فرماتے ہیں کہ نہ جانے کتنے گھنٹے گزر گئے کہ حضرت امیر حزب اللہ اسی طرح کھڑے ہو کر مسلسل غلام فرید، غلام فرید ارشاد فرماتے رہے۔

آستانہ عالیہ جلالپور شریف کے ماحول پر سکوت طاری تھا اور حضرت امیر حزب اللہ کی ذات اقدس پر جلال کا غلبہ بڑھ رہا تھا، کیف وسرور کی عجیب مستی تھی، عشق و محبت کی بے مثال داستان رقم ہو رہی تھی، غلامان و عشاق سوچ رہے تھے کہ شیخ کامل نے اپنے مرید باصفا کو خود ہی رخصت کیا اور خود ہی بے قرار ہیں۔ اس عالم میں جو شخص بھی امیر حزب اللہ کے قریب ہو کے عرض کرتا حضور کرسی پر تشریف فرما ہو جائیں، حضرت امیر حزب اللہ فرماتے ہرگز نہیں۔

چنانچہ کئی گھنٹے گزرنے کے بعد حضرت فرید العصر واپس تشریف لائے جونہی امیر حزب اللہ کی نظر آپ پر پڑی تو چہرۂ اقدس پر رونق و بہار آ گئی۔

مرشد کامل کی نوازش خاص☆: سہالہ اسلام آباد کے مردِ درویش، عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت الحاج ملک محمد مبین صاحب جن کو پروردگار عالم نے سوز و گداز کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ حضرت فرید العصر قاضی غلام فرید چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ سے بہت محبت فرماتے تھے۔

دربار پڑی شریف کے موجودہ سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ قاضی پیر محمد قمر الدین صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ میں جب بھی کبھی ملک صاحب مذکور سے ملا میں نے اُن کی آنکھیں حضور فرید العصر کی یاد میں پُرنم ہی دیکھی ہیں۔ جب کبھی صراحتاً بھی حضرت فرید العصر کا ذکر آ جاتا اُن پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔

یہ سرکار دو عالم کے فیض کا اعجاز ہے کہ جناب حضرت ملک مبین صاحب کو حضور فرید العصر سے بے پناہ محبت و عقیدت تھی۔ ملک صاحب کو اپنے مرشد کامل حضرت امیر حزب اللہ کے ہاں بھی ممتاز مقام حاصل تھا۔

یہی وجہ تھی کہ حضرت امیر حزب اللہ نے اپنے لاکھوں مریدین میں سے صرف ملک مبین صاحب کو چُن کر فرمایا کہ آپ نے غلام فرید اور برکات احمد میں فرق نہیں کرنا، یہ لفظ جو بظاہر دو جملوں پر منحصر ہے مگر اپنے اندر حقیقت و طریقت اور علم و حکمت کے سمندر سموئے ہوئے ہے۔

جناب ملک مبین صاحب نے اپنے مرشد کامل کے اس فرمان کی تمام عمر ایسی لاج نبھائی کے یک سَر مُو فرق نہ آنے دیا۔ ملک صاحب کو خداوند عالم نے دو صاحبزادے ملک عبدالحفیظ صاحب اور ملک عبدالحمید صاحب ہر دو حضرات اپنے والد گرامی کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔

مرشد کے فرمان کو پورا کرتے ہوئے تمام عمر مرشد کامل کے صاحبزادے امیر حزب اللہ ثانی حضرت پیر سید برکات احمد شاہ صاحب جلالپوری علیہ الرحمۃ اور حضرت فرید العصر خواجہ قاضی غلام فرید کے درمیان کبھی فرق نہ سمجھا، ہر دو حضرات بزرگوار کی اپنی اپنی جگہ عزت وتوقیر برقرار رکھیں۔

دوم یہ کہ! مرشد کے فرمان کی تعمیل اس طرح بھی فرمائی کہ، کے انہوں نے اپنے صاحبزادے ملک عبدالحفیظ کو حضرت فرید العصر قاضی غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کرایا، جبکہ دوسرے صاحبزادے عبدالحمید کو حضرت پیر سید برکات احمد شاہ جلالپوری علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت کرادیا، جس کا اثر یہ ہوا کہ الحمدللہ ملک صاحب کے دونوں صاحبزادے بلکہ پورا خاندان دربار گوہر فیض بار جلالپور شریف اور دربار عالیہ بڑی شریف حضور فرید العصر کے آستان پاک سے بے پناہ محبت وعقیدت رکھتا ہے۔

ملک صاحب کی اولاد اور خاندان کے دیگر افراد جگر گوشۂ فرید العصر شہباز طریقت وخطابت حضرت صاحبزادہ قاضی پیر محمد قمر الدین صاحب سے جنوں کی حد تک پیار محبت کرتے ہیں۔

سیرت و کردار☆: آپ کی ذات والا صفات میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی لہر تھی کہ جہاں حضور کا نام آجاتا آپ کی روح اور قلب پھڑک جاتا۔ آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب رواں ہوجاتا۔

تمام عمر دین کا علم سیکھنے اور اس کو عوام وخواص تک پہنچانے میں صرف ہوئی، کبھی شریعت وطریقت کے خلاف کوئی کام سرانجام نہ ہونے دیا۔ ہمیشہ احکام شریعت کی پابندی اور اتباع مرشد کا خصوصی خیال دامن گیر رہتا تھا۔ اپنے شیخ کامل کے ہر حکم کو بجالانا اپنے فرائض میں سمجھتے تھے، تقریباً چالیس برس تک مرشد کامل کے آستان پاک میں ان کی خدمت میں ہمہ وقت سائے کی طرح حاضر رہے۔ ذکر وفکر، مجاہدہ وسلوک، عبادت وریاضت، زہد وتقویٰ، سخاوت اخلاص، اخلاق وکردار میں عدیم المثال تھے۔ فخر وتکبر، غرور وحسد، بغض وکینہ پروری نام کو بھی آپ میں نہ تھی۔ مہمان نوازی کا جذبہ آپ میں اس قدر تھا کہ ہر آنے والے مہمان کی اپنی حیثیت سے بڑھ کر تواضع فرماتے، بغیر لنگر کھائے کسی کو جانے نہ دیتے تھے۔ تمام عمر کسی کے سامنے دست طلب دراز نہ کیا۔

آپ کو اپنی ظاہری حیات مبارکہ کے آخری ایام میں حضرت خواجہ سید محمد معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ عنہ کی ظاہری حالت یعنی عالم بیداری میں زیارت نصیب ہوئی۔ دونوں بزرگوں نے اپنی روحانی توجہات وتصرفات سے نواز کر آپ کو مالا مال کیا۔

بھیکھ مالی بھے مالی بھیکھ بھے نارین ہرے نارین ہرے☆: مبلغ عالم اسلام، خطیب لاثانی، امیر قافلہ عشق ومحبت حضرت علامہ الحاج حافظ محمد فاروق چشتی صاحب مدظلہ العالی حال خطیب برمنگھم برطانیہ U-K نے اپنی آنکھوں دیکھا ایک واقعہ

جانشین حضور فرید العصر مبلغ یورپ حضرت علامہ صاجبزادہ پیر قاضی محمد قمر الدین صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین پڑی شریف کو اپنی رہائش گاہ برمنگھم میں سنایا۔

حضرت علامہ حافظ محمد فاروق چشتی صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ جن دنوں میں دینی تعلیم کے حصول کیلئے راولپنڈی کے ورکشاپی محلہ میں مولانا قاری محمد امین دیوبندی کے مدرسہ میں زیر تعلیم تھا۔ ورکشاپی محلے کے رہنے والے ایک صحیح العقیدہ سنی بریلوی شخص ہمیں دینی مدرسہ کا طالب علم سمجھ کر ہفتے میں دو چار مرتبہ ایک آنا۔ یا دو آنہ، دیا کرتے تھے۔ اس زمانے میں آنہ، دو آنہ، ایک طالب علم کے لئے بڑی چیز ہوتی تھے اور ہم تین چار طالب علم ساتھی ان سے یہ پیسے لیا کرتے تھے۔

ایک دن انہوں نے ہمیں کہا کہ میں کل اپنے مرشد کے آستانے پر جا رہا ہوں، جہاں حضرت خواجہ پیر سید غلام حیدر علی شاہ جلالپوری علیہ الرحمۃ کا سالانہ عرس ہو رہا ہے اگر تم میرے ساتھ چلنا چاہو تو تمہارا کرایہ بھی میں خرچ کروں گا اور ہر طرح سے تمہارا خیال رکھوں گا۔

علامہ حافظ محمد فاروق چشتی صاحب فرماتے ہیں کہ اُس کی بات سن کر ہم پریشان ہو گئے، کیونکہ ہم عقیدتاً دیوبندی، ہمارے استاد دیوبندی، عرس وغیرہ ہمارے نزدیک اُس وقت غلط اور مشرکانہ فعل کے مترادف ہوتا تھا، مگر دوسری طرف یہ خیال بھی دامن گیر تھا کہ اگر ہم نے عرس میں جانے سے انکار کر دیا تو پیسے ملنا بند ہو جائیں گے، ایک خیال یہ بھی تھا کہ اہل مدرسہ کو پتہ چلا کہ یہ عرس میں گئے تھے تب بھی خیر نہیں، ہم ساتھیوں نے اُس سے کہا کہ ہم آپ کو کل بتائیں گے کہ ہم جا سکتے ہیں یا نہیں۔

ہم نے مل کر طے کیا مدرسہ سے کسی بہانے چھٹی لے لی جائے اور بات کو صیغہ راز میں رہنے دیا جائے، ہمیں اپنے مفاد کی خاطر اس کے ساتھ جانا چاہیے۔

چنانچہ ہم اگلے دن اُس شخص کے ہمراہ جلالپور شریف پہنچے تو اچانک بارش کا موسم بن گیا، جب ہم وہاں کے سجادہ نشین حضرت امیر حزب اللہ خواجہ پیر سید محمد فضل شاہ جلالپوری علیہ الرحمۃ سے ملنے گئے تو کیا دیکھا کہ فرید العصر حضرت خواجہ قاضی غلام فرید صاحب اپنے مرشد کی پشت کے پیچھے ہاتھ میں چھتری لئے کھڑے ہیں، لوگ جوق در جوق اپنے مرشد حضرت امیر حزب اللہ کی زیارت کر رہے تھے۔

اتنے میں لنگر خانے سے کسی نے آ کر بتایا کہ بارش کی وجہ سے لنگر خانے میں مکوڑے جن کو پنجابی زبان میں (پیلے) بھی کہتے ہیں وہ لاتعداد نکل آئے اس لئے وہاں لنگر کھلانا ناممکن ہو گیا ہے۔

حضرت امیر حزب اللہ پیر سید محمد فضل شاہ جلالپوری علیہ الرحمۃ نے حضرت قاضی غلام فرید صاحب سے فرمایا، تم وہاں جاؤ اور ان مکوڑوں کو میرا اسلام کہو، اور کہنا کہ پیر فضل شاہ فرماتے ہیں کہ تمہاری حاضری ہو گئی ہے لہٰذا اب یہاں سے چلے جاؤ۔

علامہ حافظ محمد فاروق چشتی صاحب فرماتے ہیں کہ ہم یہ بات سن کر بہت حیران ہوئے کیا مکوڑے بھی بات سنتے اور حکم مانتے ہیں، کیونکہ ہم دیوبندی خیال کے لوگ تھے۔

ہم تماشہ دیکھنے کی نیت سے حضرت قاضی غلام فرید صاحب چشتی کے پیچھے پیچھے چل دیئے، قاضی صاحب نے ہمارے سامنے اپنے مرشد کامل کا سلام و پیغام جب لنگر خانے میں موجود مکوڑوں کو دیا، قسم بخدا اس وقت ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ مکوڑے آناً فاناً

غائب ہو گئے۔اس واقعہ کے بعد میں اولیائے کاملین کی عزت وعظمت اور کرامت کا قائل ہو گیا۔
مورخہ 2010-1-8 کو راقم الحروف صاحبزادہ مقصود احمد صابری کے ادارے جامعہ اسلامیہ فیض القرآن موہڑہ چھپر غوثِ اعظم روڈ راولپنڈی میں عزیزم حاجی راشد منیر نظامی جو حضرت قبلہ قاضی محمد قمرالدین صاحب بڑی شریف کے مرید اور عزیزم شاہد رشید صاحب چونکہ ملاقات کیلئے اکثر آتے رہتے ہیں۔فقیر راقم الحروف نے حضرت فرید العصر قاضی پیر غلام فرید چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ دکھایا تو اس وقت انہوں نے فقیر کو یہ واقعہ حافظ محمد فاروق چشتی صاحب سے منسوب کر کے سنایا تو حیرت میں ڈوب کر فقیر نے اسی وقت اس واقعہ کی صحت کی درستگی کے لئے اپنے محبوب ترین دوست حضرت علامہ حافظ محمد فاروق چشتی صاحب کو یو۔کے۔فون کیا تو انہوں نے اس واقعہ کی تصدیق کر دی کے واقعتاً بالکل درست ہے۔

احترام حجاز مقدس ☆: خلیج کی پہلی جنگ جس میں پہلی مرتبہ امریکہ نے عراق کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنایا، اُس جنگ میں شاہ فہد نے اپنے فضائی اڈے امریکہ کے حوالے کئے تھے۔

اُنہی دنوں میں میجر عبدالکریم حضرت فرید العصر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سعودی حکمرانوں کی خوب خبر لی، اور کہنے لگے حضرت دکھ اس بات کا ہے کہ سعودی حکمرانوں نے ملت اسلامیہ کے ساتھ وفا نہیں کی۔الغرض انہوں نے سعودی حکمرانوں پر خوب لعن طعن کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالی اور پھر آپ کی خدمت میں عرض کرنے لگے حضور آپ کا اس بارے کیا خیال ہے۔
اُن کی بات سن کر آپ نے ایک شعر میں اپنی عشق ومستی کی کیفیات کو آشکار کر دیا۔آپ نے فرمایا

متاع قافلہ ما حجاز یاں بردند
زباں نہ کشائی کہ یار من عربی است

آپ نے فرمایا مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ اہل حجاز نے قافلۂ اسلام کی متاع کو برباد کر دیا ہے، مگر میں حجازیوں کو برا بھلا اس لئے نہیں کہتا کہ میرے اور میرے اللہ کے پیارے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حجازی ہیں۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال ۱۴۱۲ھ بمطابق ۱۹۹۱ء کو ہوا۔آپ کی نماز جنازہ آپ کے مرشد کامل کے صاحبزادے امیر حزب اللہ ثانی حضرت خواجہ پیر سید برکات احمد شاہ جلالپوری علیہ الرحمۃ پڑھایا تھا۔

نوٹ ☆: حضرت پیر سید برکات احمد شاہ علیہ الرحمۃ ان دنوں ایران کے سرکاری دورے پر تھے ایران میں حضور اعلیٰ جلالپوری نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ جلدی پاکستان پہنچو اور بڑی شریف والے قاضی صاحب کی نماز جنازہ پڑھاؤ۔
مزارِ پُرانوار دربار عالیہ بڑی شریف نزد بھال، چک بیلی روڈ تحصیل وضلع راولپنڈی مرجع خاص وعام ہے، جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر آج بھی اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور فرماتے ہیں۔
آپ کا سالانہ عرس مبارک آپ کے صاحبزادے مبلغ یورپ، شہباز خطابت وطریقت حضرت صاحبزادہ پیر قاضی محمد قمرالدین چشتی نظامی مدظلہ العالی کی زیر سرپرستی ہر سال آپ کے دربار بڑی شریف میں منایا جاتا ہے، جس میں لاتعداد افراد شرکت کر کے اپنے

دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں، علمائے کرام کی تقاریر، نعت خوانی، اور محفل سماع کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت صاحبزادہ پی قاضی محمد قمر الدین صاحب مدظلہ دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے فاضل اور وقت کے بہترین خطیب ہیں، خداوند عالم نے اس نوجوان شیخ طریقت کو ظاہری و باطنی حسن کی دولت سے مالا مال کر رکھا ہے۔ اپنے کردار، علم و عمل سے اپنے حلقہ احباب میں ایک منفرد و خاص مقام رکھتے ہیں۔

آج کل یورپ برطانیہ میں تبلیغی خدمات کا فریضہ سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ دربار عالیہ پڑی شریف کی تعمیر و ترقی و توسیع پر خصوصی توجہ رکھے ہوئے ہیں۔

اس مقصد کی تکمیل کے لئے انہوں نے اپنی ذاتی زمین وقف کر کے فرید العصر فاؤنڈیشن قائم کیا ہے۔ جس کے زیر اہتمام دربار شریف کی تعمیر و توسیع اس کے ساتھ سماع ہال، لنگر خانے، مہمانوں اور مسافروں کے لئے تمام سہولیات سے مرصع کمرے، دینی تعلیم کے لئے عظیم الشان دار العلوم، بچوں کے لئے الگ ہائی سکول، بچوں کے لئے گرلز سکول کے علاوہ بچوں بچیوں کے لئے کالجز اور جدید و قدیم تعلیمی نظام پر مشتمل عظیم الشان یونیورسٹی، علاقہ بھر کے عوام و خواص کے لئے تمام سہولیات سے مرصع ہسپتال کی تعمیر اُن کی ترجیحات میں شامل ہیں۔

فرید العصر فاؤنڈیشن کے اس تمام کام میں حضرت صاحبزادہ قاضی محمد قمر الدین چشتی نظامی مدظلہ کے منظور نظر مرید جناب حاجی راشد منیر نظامی اور عزیز شاہد رشید صاحب کمال آباد کی محبت و کاوش سرفہرست ہے۔ خداوند عالم ہر دو عزیزوں کو عزت و عظمت و شرافت اور دین و دنیا کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

حضرت صاحبزادہ پیر قاضی محمد قمر الدین چشتی نظامی ایم اے مدظلہ العالی اپنے عظیم والد گرامی قدر کے دست مبارک پر بیعت سے مشرف ہیں، جبکہ خرقۂ خلافت و اجازت بیعت سجادہ نشین دربار عالیہ شیخ المشائخ حضرت خواجہ پیر سید انیس حیدر شاہ جلالپوری مدظلہ العالی کے دست مبارک سے حاصل ہوا۔

صاحبزادہ قاضی محمد قمر الدین صاحب مدظلہ دربار پڑی شریف میں آنے والے مہمانوں، مریدین و عقیدتمندان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور حتی المقدوران کی خدمت و تواضع کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ایک پڑھے لکھے شیخ طریقت ہونے کی حیثیت سے مختلف رسائل و جرائد میں مختلف موضوعات پر مضامین بھی آپ کے علمی و قلمی ذوق میں شامل ہے۔

حضرت صاحبزادہ پیر قاضی محمد قمر الدین صاحب مدظلہ کی شان و عظمت کا اندازہ صرف اس بات سے ہی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کی ولادت کی خوشخبری ان کی پیدائش سے کئی برس قبل شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ پیر سید برکات احمد شاہ جلالپوری علیہ الرحمۃ کو اُس وقت عطا فرمائی تھی کہ جب انہوں نے حضور شیخ الاسلام خواجہ سیالوی سے عرض کیا تھا کہ

قاضی غلام فرید صاحب جنہوں نے میرے والد گرامی کی چالیس برس خدمت کی ہے۔ نرینہ اولاد نہیں ہے۔ یہ سن کر حضور شیخ

الاسلام خواجہ سیالوی نے مراقبہ فرمایا اور آسمانوں کی طرف چہرۂ اقدس کر کے مسکرا پڑے، اور یوں خوشخبری سنائی کہ قاضی غلام فرید صاحب کو اللہ تعالیٰ دو بیٹے عطا فرمائیں گے، پھر ہوا بھی ایسا ہی کہ صاحبزادہ قاضی محمد شمس الدین کا بچپن ہی میں وصال ہو گیا۔ اور حضرت صاحبزادہ قاضی محمد قمر الدین کا نام حضرت خواجہ سیالوی علیہ الرحمۃ کے نام کی نسبت سے ہے۔

فقیر راقم الحروف کا ایک عرصہ سے حضرت صاحبزادہ قاضی قمر الدین صاحب سے تعلق و رابطہ ہے۔ فقیر کے حال پر بہت زیادہ مہربان اور شفیق ہیں۔ اپنے بڑوں کی طرح خدمت و عزت فرماتے ہیں۔ اکثر پوری پوری رات فقیر کے ساتھ فقیر کے غریب خانے تصوف و معرفت کی گفتگو میں گزار دیتے ہیں۔ فقیر راقم الحروف کو آپ کی دعوت پر دربار فیض گو ہر بار بڑی شریف میں حاضری کی سعادت حاصل ہے جبکہ حضرت صاحبزادہ صاحب فقیر کی دعوت پر کئی مرتبہ فقیر ادارے میں خطاب فرما چکے ہیں۔ حضرت قاضی صاحب سے فقیر کا تعلق خطیب اسلام مخلص فی اللہ حضرت علامہ قاری غلام محمد چشتی مدظلہ صدر بزم جماعت اہل سنت ضلع راولپنڈی کے توسل سے ہے۔

فقیر راقم الحروف حضرت صاحبزادہ قاضی محمد قمر الدین چشتی نظامی کی دعوت پر بارہا دربار عالیہ بڑی شریف میں حاضری کی سعادت حاصل ہے۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ عبدالکریم کوریجہ چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی، عارف ابن عارف، کریم ابن کریم، مردِ حق حقیقت آگاہ، واصف شاہ ہدیٰ، عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خواجہ عبدالکریم کوریجہ چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ جلیس مسند حق الیقین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1331 ہجری بمطابق 1912ء میں اپنے زمانے کے عظیم شیخ کامل اور خاندان کوریجہ کے عظیم چشم و چراغ حضرت خواجہ امام بخش چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے گھر ہوئی۔

آپ اپنے برادر بزرگ حضرت خواجہ فیض احمد چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے بعد ان کی مسند ارشاد پر تشریف فرما ہوئے۔

دیرینہ روایات کے مطابق ایک دن مقرر ہوا۔ جس میں مشائخ وعلماء اور کوریجہ خاندان کے بزرگان اور ہزار ہا متوسلین سلسلہ عالیہ شریک ہوئے۔ امیر آف بہاولپور نواب محمد عباس عباسی سابق گورنر اور غزالیٔ زمان حضرت علامہ احمد سعید شاہ کاظمی چشتی صابری علیہ الرحمۃ ملتان سے بطور خاص تشریف لائے اس موقع پر آپ کی دستار بندی خواجہ ہوت محمد صاحب ثانی سجادہ نشین شیدانی شریف کے دست مبارک سے ہوئی۔

دینی تعلیم کی ابتداء اپنے برادر بزرگ حضرت خواجہ فیض احمد چشتی نظامی علیہ الرحمۃ سے کی۔ اس کی بعد کچھ عرصہ چاچڑاں شریف اور ترنڈہ میر خان میں زیر تعلیم رہے اور پھر مزید علوم دینیہ کے حصول کے لئے دہلی تشریف لے گئے اور مزید تعلیم وہاں پر مکمل ہوئی۔ دہلی کے قیام کے زمانہ میں آپ اپنے برادر بزرگ اور پیر و مرشد حضرت خواجہ فیض احمد چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کی موجودگی میں ہی چاچڑاں شریف کی خانقاہ کے لنگر کے معاملے میں دخیل تھے۔

ان کے وصال کے بعد جب مکمل ذمہ داری سر پر آن پڑی تو بڑی خوش اسلوبی سے تمام معاملات کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور خانقاہ شریف کے متعلقین کی طرف بطور خاص متوجہ رہے۔ خانقاہ چاچڑاں شریف کے گرد و نواح علی پور، لودھراں، منگلوٹ اور کراچی میں خاص کر آپ کے عقیدت مندوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ آپ اپنے عقیدت مندوں اور مریدین اور خانقاہ معلی چاچڑاں شریف سے متعلق احباب کے ساتھ مسلسل رابطے میں رہتے اور ان کی ذاتی تقاریب اور دکھ درد میں بلا ناغہ بغیر کسی حیل و حجت کے نہ صرف شامل ہوتے تھے بلکہ کمزور حضرات کو ذاتی طور پر اپنی جیب خاص سے ان کی معاونت کر کے تقویت پہنچاتے تھے۔

مزاج میں قدرے سادگی تھی بناوٹ اور تصنع سے ہمیشہ دور رہتے تھے۔ عوام اور عقیدت مندوں سے گھل مل کر رہنا اور درمیان میں "مراتب عالیہ" کی رکاوٹوں کو حائل نہ ہونے دینا آپ کا وطیرہ خاص تھا۔ آپ بہت زیادہ ملنسار اور وضعدار تھے۔ اپنے بزرگوں کی دیرینہ روایات کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھا اور اعراس، دیگر مذہبی رسومات و تقاریب سابقہ دستور کے مطابق منعقد کرتے رہے۔ عباسی خاندان سے آپ کے مراسم دیرینہ روایات کے مطابق قائم رہے۔

جناب نواب صلاح الدین عباسی موجودہ امیر نواب آف بہاولپور آپ ہی کے دست حق پرست پر بیعت ہیں۔ نواب صلاح الدین عباسی دل کی گہرائیوں سے آپ کے عقیدت مندوں اور مرید خاص تھے ہر معاملہ میں چاچڑاں شریف آ کر آپ سے مشورہ و رہنمائی لیتے رہے۔

آپ کے صاحبزادگان ☆: آپ کو خداوند کریم نے تین صاحبزادگان عطا فرمائے تھے۔ ان میں بڑے صاحبزادے جناب حضرت خواجہ مظہر فرید کوریجہ، حضرت صاحبزادہ مشتاق فرید کوریجہ، تیسرے جناب حضرت صاحبزادہ خواجہ اقبال فرید کوریجہ ہیں ہر تینوں صاحبزادگان علم و عمل کی دولت سے مالا مال اور اپنے بزرگان کے نقش قدم پر چل کر آستانہ عالیہ چاچڑاں شریف کے عقیدت مندوں کی ادارت کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔

آپ کے بعد سجادہ نشین ☆: آپ کے وصال باکمال کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ مظہر فرید کوریجہ چشتی نظامی مدظلہ العالی کو آپ کا سجادہ نشین مقرر کیا گیا۔ دیرینہ روایات کے مطابق مقررہ دن پر مشائخ عظام علمائے کرام و عقیدت مندوں و مریدین آستانہ عالیہ چاچڑاں شریف ہزاروں کی تعداد میں اکٹھے ہوئے۔ امیر آف بہاولپور نواب محمد عباس عباسی سابق گورنر پنجاب شہزادگان بالخصوص نواب صلاح الدین عباسی صاحب اور حضرت علامہ مظہر سعید کاظمی مدظلہ العالی ملتان سے تشریف فرما ہوئے۔ علامہ مظہر سعید کاظمی کے خطبہ دلپذیر کے بعد سجادہ نشین آستانہ عالیہ چشتیہ نظامیہ شیدانی شریف تحصیل لیاقت پور جناب حضرت خواجہ ہوت محمد صاحب ثانی نے صاحبزادہ مظہر فرید کوریجہ چشتی نظامی مدظلہ کی دستار بندی کی۔ اس کے فوراً بعد تمام مشائخ و علماء اور شہزادگان خاندان عباسیہ اور دیگر مریدین و عقیدت مندوں اور بزرگان خاندان کوریجہ نے ان کے لئے دعا کی۔ یہ اہم ذمہ داری سنبھالتے ہی حضرت خواجہ مظہر فرید کوریجہ نے اپنے فرائض انتہائی خوش اسلوبی سے انجام دینے شروع کر دیئے اور اپنے حسن سلوک، اخلاق و کردار، دانشمندی اور منکسر المزاجی سے متعلقین کے دل موہ لئے۔ حضرت خواجہ مظہر فرید کوریجہ کے قول و فعل میں تضاد نہیں ہے، وہ ایک عملی انسان اور مثبت سوچ و فکر رکھنے والے اور موجودہ دور کے دینی اور دنیاوی معاملات کو بخوبی سمجھتے ہیں۔

حضرت خواجہ مظہر فرید کوریجہ ایک متحرک و فعال، ملنسار، با اخلاق، با کردار اور عملی طور پر جو کہتے ہیں وہ کر کے دکھانے کے عادی ہیں۔

آپ کی ذات والاصفات میں قوت عمل کی نعمت وافر مقدار میں موجود ہے۔ وہ دانشمندی نگاہ فراست کے حامل بزرگ ہیں، ہر وقت اپنے فرائض کو بااحسن و خوبی انجام دینے کیلئے کوشاں رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا اپنے دور و نزدیک والے ہر ساتھی سے رابطہ

قائم رہتا ہے۔ وہ اپنے متعلقین اور وابستگان کے لئے نہ صرف وجہ تسکین ہیں بلکہ وہ ہر آڑے وقت میں ان کا سہارا اور امیدوں کا مرکز بھی ہیں۔ حضرت خواجہ مظہر فرید کوریجہ صاحب کو خداوند کریم نے تدبر و تحمل کی غیر معمولی نعمتوں سے مالا مال کر رکھا ہے۔

اس کے علاوہ خداوند کریم نے آپ کو چھ شہزادگان عطا فرمائے ہیں جن میں خواجہ کامران فرید، خواجہ کاشف فرید، خواجہ محمد بن مظہر فرید، خواجہ علی عبدالعزیز فرید، خواجہ فیض فرید، خواجہ غلام محمد عاقل جیسے صاحبزادگان بھی آپ کے دامن سے وابستہ ہیں جو کہ دینی و دنیاوی اور روحانی دولتوں سے مالا مال ہیں۔

فقیر راقم الحروف سے آپ کا تعلق ☆: مئی 2006ء میں فقیر راقم الحروف مصنف کتاب ہذا۔ اپنی تنظیم مرکزی جمعیت مشائخ پاکستان کے تنظیمی دورے پر پورے پنجاب کے لئے نکلا تو دورے میں چاچڑاں شریف کا پروگرام خصوصی طور پر شامل تھا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت خواجہ مظہر فرید کوریجہ مدظلہ العالی سے فقیر کا تعلق آستانہ عالیہ اوچ شریف کے سجادہ نشین اور روح رواں حضرت مخدوم سید سلطان جہانیاں مدظلہ العالی جو کہ سفیر عشق و محبت ہیں کا فقیر سے بہت گہرا تعلق و رابطہ ہے۔ فقیر نے حضرت مخدوم سلطان جہانیاں صاحب کو اپنے ہاں منعقدہ پروگرام سالانہ بڑی گیارہویں شریف و عرس فیض ملت پر آنے کی دعوت دی تو انہوں نے مجھے خوشخبری سنائی کے خواجہ غلام فرید آف کوٹ مٹھن شریف کے لخت جگر جناب خواجہ مظہر فرید کوریجہ بھی میرے ساتھ تشریف لائیں گے مگر ہوا کہ پروگرام سے تین دن قبل حضرت خواجہ مظہر فرید کوریجہ چشتی نظامی مدظلہ العالی کا فون فقیر کے پاس آیا آپ نے بتایا کہ میرا دل کا بائی پاس آپریشن اچانک ہوا ہے جس کی وجہ سے میں سفر نہیں کر سکتا۔ فقیر کو بہت مایوسی ہوئی تمام خوشیاں ملیامیٹ ہو گئیں۔ مگر آپ کی اعلیٰ ظرفی کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا کہ آپ نے خود فون کر کے بوجہ مجبوری شرکت سے معذوری کا اظہار و افسوس کیا، بہر کیف آپ کی ٹیلی فونک گفتگو سے دل اتنا متاثر ہوا کہ دل ملاقات کے لئے کھنچا جا رہا تھا کہ ایسے عظیم شخص سے ملاقات ضروری ہو گئی ہے۔

چنانچہ فقیر راقم الحروف اپنے عظیم دوست پیر بھائی اور سفر کے ساتھی جناب شیخ فواد رشید صابری صاحب کے ہمراہ مئی 2006ء میں دورے پر نکلا اور آپ کو فون پر اطلاع دی کہ ہم آپ کے پاس نماز مغرب کے بعد پہنچ جائیں گے مگر چونکہ ہمیں سفر کا اندازہ نہ تھا ہم مغرب کے بعد اوچ شریف پہنچے اور وہاں سے رات دس بجے کے قریب چاچڑاں شریف کے لئے نکلے اور تقریباً 12 بجے کے بعد کے قریب جب ہم چاچڑاں شریف کے محل میں داخل ہوئے اور کافی دیر گاڑی چلتی ہوئی جب ایک مقام پر پہنچی تو ہم نے دیکھا کہ حضرت خواجہ مظہر فرید کوریجہ صاحب مدظلہ اپنے احباب کے ہمراہ استقبال کے لئے کھڑے تھے خیر ہم دونوں گاڑی سے اترے آپ سے ملاقات و معانقہ مصافحہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ نماز مغرب کے بعد سے اب رات 12 بجے تک آپ کے انتظار میں تھا۔ شکر ہے خدا کا کہ آج ہماری ملاقات ہو گئی۔ دس پندرہ منٹ کے اندر آپ کے احباب عقیدت مندان نے ٹیبل پر کھانا لگا کر عرض کی حضور کھانا لگ چکا ہے جب کھانے کی میز پر پہنچے تو بیش بہا قیمتی نعمتوں سے مالا مال دستر خوان دیکھا اور دوسری طرف فقیر نے اپنے آپ کو دیکھا کہ کیا اتنے عظیم خانوادے کے مالک اور اتنے بڑے شیخ طریقت کے ساتھ مجھ جیسا فقیر بے نوا بیٹھ کر کھانا کھا سکتا۔ یہ نعمتوں سے بھرا ہوا دستر خوان کیا فقیر اس کے لائق ہے۔

مگر دوسری طرف میرے دل نے یہ صدا دی کہ تو کیا اور تیری اوقات کیا یہ تو حضرت سیدنا مخدوم علاؤالدین علی احمد صابری کلیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تیرے شیخ کامل بحر العلوم حضرت خواجہ حاجی منیر احمد صابری صاحب علیہ الرحمۃ کے کرم کی بات ہے کہ تیرا بھرم بنا ہوا ہے۔

اور یہ بھی تو دیکھ کہ مہمان نوازی کرنے والا خاندان کوریجہ کے عظیم سالار حضرت خواجہ محمد عاقل چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کا نور نظر اور عارف کامل سلطان العاشقین حضرت خواجہ غلام فرید آف کوٹ مٹھن شریف اور حضرت خواجہ فیض احمد صاحب خواجہ عبدالکریم چشتی نظامی علیہم الرحمۃ کے لخت جگر ہیں جنہیں اپنے دروازے پر آنے والوں کی لاج پالنی آتی ہے وہ مہمان نوازی کے سلیقہ سے آشنا ہیں، وہ محبت کے قرینے کو جانتے ہیں۔

بہر کیف کھانے کے بعد تقریباً رات تین بجے تک آپ سے گفتگو ہوتی رہی اور مختلف سیاسی و دینی و روحانی معاملات زیر بحث آئے۔

فقیر راقم الحروف نے آپ کو ایک بہترین مہمان نواز، بلند اخلاق کا مالک وضع دار پرخلوص اور بناوٹ وریا کاری اور تصنع سے پاک پایا۔ اتنے بڑے خانوادے کے مالک زمیندار اور سیاستدان اور روحانی منصب پر فائز شخصیت میں تکبر کا شائبہ بھی نہ پایا۔ آپ ایک عظیم انسان ہیں خدا کی طرف سے عطا کردہ علمی و روحانی عرفانی دولتوں سے مالا مال شخصیت کے مالک ہیں۔ اتنے بڑے زمیندارے اور دنیا داری کے نظام سے وابستہ ہونے کے باوجود فقر اور درویشی کے بلند درجہ پر فائز ہونے کو فقیر یہی کہہ سکتا ہے کہ امیری میں فقیری ہے۔ فقیر نے آپ کو اعلیٰ صلاحیتوں سے مالا مال پایا ہے آپ وعدے کے پکے دوستی کے کھرے اور سچے انسان ہیں خدا آپ کا سایہ تا دیر قائم رکھے۔ فقیر کا آپ سے ٹیلی فون پر گاہے بگاہے رابطہ رہتا ہے۔ خدا پیار محبت کے اس رشتے کو مزید دوام بخشے۔ آمین اللّٰھمّ آمین ثم آمین۔

وصال باکمال ☆ آپ کا وصال باکمال ۱۴۱۳ھ بمطابق ۱۹۹۲ء کو ہوا۔ مزار پر انوار کوٹ مٹھن شریف، ڈیرہ غازی خان میں مرجع خاص عام ہے۔ جہاں آج بھی حاضری دے کر لاتعداد افراد منہ مانگی مرادیں پا رہے ہیں۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سید برکات احمد شاہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف☆: مجاہد تحریک پاکستان مجاہد ملت سرمایہ اہل سنت عارف باللہ مرد حقیقت آگاہ، نمونہ سلف صالحین امیر حزب اللہ ثانی پیر طریقت ماہتاب شریعت حضرت پیر سید برکات احمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ نمونہء سلف صالحین ہیں، آپ کی ولادت باسعادت فروری ۱۹۱۸ء بمطابق ۱۳۳۷ھ میں اپنے وقت کے عظیم شیخ کامل حضرت خواجہ پیر سید فضل شاہ ثانی کے گھر پیدا ہوئے اور اپنے وقت کے عظیم شیخ طریقت اور پابند شریعت بزرگ تھے آپ کی پیدائش کے بعد آپ کے والد گرامی نے خصوصی توجہ سے آپ کو ایسی تعلیم دلوائی جس کی وجہ سے آپ دینی ودنیاوی ظاہری وباطنی علوم پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔

آپ نے ۱۹۳۹ء میں گورنمنٹ کالج سے بی۔اے کی اور فقہ' تفسیر وحدیث' منطق' صرف ونحو اور عربی ادب کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۴۲ء میں حکومت ہند کی وزارت زراعت میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر تعینات ہوئے اور پاکستان بننے کے بعد بطور ڈپٹی ڈائریکٹر وزارت خوراک سے منسلک ہوگئے۔ ۱۹۷۸ء میں آپ جائنٹ سیکرٹری کیبنٹ ڈویژن کے عہدے پر فائز رہتے ہوئے ریٹائرڈ ہوئے اور سیاسی میدان میں مسلک اہل سنت کو تقویت دینے کے لیے جمعیت علمائے پاکستان میں شامل ہوکر ملک وملت کی خدمت میں مشغول ہوگئے۔

اوائل عمر میں آپ بڑی اعلیٰ پوسٹ پر حکمرانی بھی فرماتے رہے مگر باوجود اس کے اپنے اسلاف کی تعلیمات اور طریقت کو ہمیشہ ہر میدان میں سامنے رکھا آپ ایک شیخ کامل ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم قومی سطح کے لیڈر بھی تھے جمعیت علمائے پاکستان کے مختلف اعلیٰ عہدوں پر کام کرتے اور ہر موڑ پر ہر میدان میں عملی طور پر نظر آتے ہیں۔

آپ نے اندرون ملک اور بیرون ملک جمعیت علمائے پاکستان کے قائدین علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی اور مولانا عبدالستار نیازی علیہم الرحمۃ کے ساتھ دورے کیے اور جمعیت کو فعال بنانے کے لئے دن رات کام کیا۔ غالباً ۱۹۹۰ء میں نگران حکومت میں آپ تین ماہ تک صوبہ پنجاب کے وزیر زکوٰۃ وعشر بھی رہے اس کے لئے آپ کا نام اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں غلام حیدر وائیں نے خود پیش اور تجویز کیا تھا۔ ایک مرتبہ ۱۹۹۱ء میں سینٹ کے ممبر بھی رہ چکے ہیں۔

آپ کی تمام زندگی مجاہدانہ کردار سے عبارت ہے آپ بیک وقت ایک بہترین سیاستدان اور چوٹی کے عالم دین اور بیک وقت صوفی بزرگ اور شیخ طریقت تھے ہر میدان میں مکمل دسترس حاصل تھی بڑے بڑے جاہ وجلال والی شخصیات آپ سے بات کرتے ہوئے

گھبراتی تھیں زہد تقویٰ عبادت وریاضت آپ کا زندگی بھر کا شعار رہا ہے دین اسلام کا اور اہل اسلام علمائے کرام مشائخ عظام کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے سخاوت آپ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھی فیاض اس قدر تھے کہ آنے والے کو کبھی بھی خالی ہاتھ نہ لوٹایا۔

فقیر راقم الحروف نے بار بار آپ کی قدم بوسی کی کئی مرتبہ مختلف اجلاس کانفرنسوں میں اکٹھے مل بیٹھنے کا شرف حاصل رہا ہے ہزارہ حویلیاں کے مقام پر اور راولپنڈی میں خیابان سرسید کے مقام پر آپ نے فقیر کی طرف سے دی گئی دعوت پر خصوصی خطاب بھی فرمایا تھا۔ آپ سراپا محبت و پیار کا سرچشمہ، اخلاق و کردار کے دھنی، ڈھڑے کے پکے، بااصول بامروت، وضع داری، رواداری میں بے مثال تھے۔ آنے والے ہر مہمان بالخصوص علمائے کرام کی دلی قدر فرماتے تھے، تمام زندگی اخوت و بھائی چارہ اور اسلامی تعلیمات کے فروغ و اشاعت اور وطن عزیز کی سربلندی کے لئے وقف کئے رکھی۔ آپ اس قدر حلیم الطبع شخص تھے کہ ایک مرتبہ ملنے والا دوبارہ ملنے کی خواہش کرتا اور گرویدہ ہو کے رہ جاتا تھا۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال مورخہ ۴ ذلحج ۱۴۱۴ھ بمطابق 1994ء کو ہوا مزار جلالپور شریف تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم میں مرجع خلائق ہے۔ جہاں اہلِ عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

فقیر راقم الحروف کو آپ کی ذات سے جنون کی حد تک عقیدت و محبت تھی، آپ بھی خصوصی طور پر شفقت فرمایا کرتے تھے۔ خداوند عالم نے جب اپنے خصوصی فضل و کرم سے فقیر راقم الحروف کو پہلا پوتا دیا تو اسی بنا پر فقیر راقم الحروف نے اپنے پوتے کا نام بھی آپ کے نام کی نسبت سے برکات احمد رکھا ہے جس کی ولادت ۲۰۰۷-۵-۶ کو ہوئی تھی۔

آپ کے دونوں صاحبزادگان حضرت سید انیس حیدر شاہ، حضرت پیر سید تنویر حیدر شاہ کو دربار عالیہ سیال شریف سے خرقہ خلافت حاصل ہے، ہر دو صاحبزادگان آپ کے بعد سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے فروغ و اشاعت اور دربار عالیہ جلالپور شریف کی خدمت میں مصروف عمل رہ کر اپنے اسلاف کے نقش قدم پر گامزن ہیں۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت پیر سید غلام معین الدین شاہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عمدۃ السالکین، برھان العارفین، امام الواصلین، دلیل الکاملین، بقیۃ السلف، حضرت پیر سید غلام معین الدین شاہ گیلانی الحسنی والحسینی چشتی نظامی گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ دربارِ عالیہ گولڑہ شریف کے آفتاب و ماہتاب ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۹۲۰ء میں حضرت محبوب المشائخ عارف باللہ حضرت خواجہ سید غلام محی الدین شاہ گیلانی گولڑوی علیہ الرحمتہ کے گھر گولڑہ شریف ضلع اسلام آباد میں ہوئی۔ آپ آستانہء عالیہ چشتیہ نظامیہ گولڑہ شریف کے درخشندہ ستارے کی مانند ہیں۔ گولڑہ شریف جیسے علمی اور روحانی مرکز میں جب آپ نے آنکھ کھولی تو اس وقت حضور تاجدار گولڑہ پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمتہ کی ولایت اور علم کا شہرہ پوری دنیا میں پھیل چکا تھا۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے سترہ برس تک حضور اعلیٰ تاجدار گولڑہ علیہ الرحمتہ کی زیارت بھی کی اور ان کی شفقت و محبت سے بھی مالا مال ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت تاجدار گولڑہ علیہ الرحمتہ آپ کو اپنے کاندھے پر بٹھا کر سیر کرایا کرتے تھے۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے گھر ہی یعنی گولڑہ شریف کے عظیم علمی اور روحانی دار العلوم میں ہی ہوئی۔ ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے درسی کتابیں مولانا محمد غازی علیہ الرحمتہ جو کہ گولڑہ شریف دار العلوم میں مدرس تھے ان سے پڑھیں۔ ۱۹۳۹ء میں مولانا محمد غازی الرحمتہ اللہ علیہ کے وصال با کمال کے بعد جامعہ بہاولپور میں استاذ العلماء حضرت علامہ شیخ الجامعہ غلام محمد گھوٹوی علیہ الرحمتہ کی سرپرستی میں داخلہ لے کر شیخ الجامعہ علامہ غلام محمد گھوٹوی سے ۱۹۴۴ء تک اکتساب فیض کرتے رہے۔ حضرت قبلہ بابو جی علیہ الرحمتہ نے آپ کی ظاہری و باطنی تعلیم پر خصوصی توجہ دے رکھی تھی اور جہاں کہیں بھی ہوتے حضرت قبلہ بابو جی علیہ الرحمتہ بذریعہ خط و کتابت حصول علم کے سلسلہ میں آپ کو پند و نصائح فرماتے رہتے اور علم کی فضیلت سے آگاہ فرماتے رہے۔ حضور قبلہ بابو جی علیہ الرحمتہ کی خصوصی توجہ نے آپ کو علم و عمل کا بحر بیکراں بنا دیا تھا۔ (نوٹ) دوران تعلیم حضرت لالہ جی صاحبان کو حضور قبلہ بابو جی گولڑوی علیہ الرحمتہ کی طرف سے جو خطوط لکھے گئے ہیں وہ تمام خطوط ممتاز عالم دین محقق العصر علامہ جی اے حق محمد چشتی گولڑوی مدظلہ العالی نے جمع کر کے "مسافر چند روزہ" کے نام سے ایک ضخیم جلد کتابی شکل میں شائع کر دی ہے۔

بیعت و خلافت ☆: آپ اپنے والد گرامی حضرت قبلہ بابو جی صاحب گولڑوی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر سلسلہ

عالیہ چشتیہ نظامیہ میں بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت حاصل کر کے صاحب ارشاد ہوئے۔

سیرت و کردار☆: آپ جس قدر خوبصورت تھے۔حق تعالیٰ نے اسی قدر آپ کو باطنی حسن سے بھی نوازا تھا۔اخلاق محمدی کا عملی نمونہ تھے۔سخاوت میں بے مثل تھے۔عفو درگذر آپ کا شیوۂ خاص تھا۔دشمن سے بھی گفتگو فرما رہے ہوتے تو معلوم ہوتا تھا کہ آپ کے لبوں سے پھول جھڑ رہے ہیں۔اتنے عالی شان اور رفیع الدرجات گھرانے سے تعلق کے باوجود انتہائی سادہ زندگی گذارتے تھے۔تکبر،غرور،حسد،کبر،کینہ،بخل جیسی چیزیں نام کو بھی آپ میں موجود نہ تھیں۔اپنے سے بڑوں کا انتہائی درجہ کا احترام فرماتے،چھوٹوں پر شفقت کے لیے ہمیشہ آپ کا ہاتھ دراز رہتا۔آپ کی زندگی کے معمولات بہت سخت تھے۔ہر کام کو اپنے وقت پر انجام دیتے تھے۔عبادت ریاضت مجاہدہ سلوک میں آپ یکتائے روزگار تھے۔تہجد اور دیگر نوافل کا اہتمام خصوصیت سے فرماتے تھے۔آپ ہمہ وقت اپنے اوراد و وظائف میں مشغول رہتے۔سفر ہو یا حضر آپ نے اپنے معمولات میں کبھی بھی فرق نہیں آنے دیا۔آپ اپنے زمانے کے مشائخ میں لاثانی تھے۔سخاوت حد درجہ کی فرماتے۔آنے والے سائل کو کبھی نہ جھڑکا نہ ہی خالی لوٹایا' لنگر وسیع اور دراز تھا۔اپنے دادا اور والد بزرگوار کے نقش قدم پر چلتے ہوئے طریقت و شریعت کی مکمل پاسداری آپ کا شیوہ رہا۔آپ جب دعا فرماتے تو فیضان کا سمندر ٹھاٹھیں مارر ہا ہوتا تھا۔آپ انتہا درجہ کے راست گو اور روشن خیال تھے۔بڑے بڑے قد آور اور صاحب اختیار اور سرکش قسم کے لوگ آپ کو دیکھتے ہی سر جھکا لیتے تھے۔خوشامد اور خودنمائی کا آپ میں شائبہ تک نہ تھا۔آپ اپنے آپ کو نہ تو پیر لکھتے تھے اور نہ ہی لکھوانا پسند کرتے تھے۔حالانکہ آپ برصغیر کے عظیم روشن ضمیر اور شیخ طریقت تھے۔آپ خادم دربار کہلوانا پسند فرماتے تھے۔اپنے آباؤ اجداد اور پیر خانہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔آپ کو دیکھتے ہی حضرت تاجدار گولڑہ کی تصویر نظر کے سامنے آ جاتی تھی۔آپ جاہ و جلال قد و قامت میں حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وارث لگتے تھے۔معرفت و طریقت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تصویر تھے۔

حج بیت اللہ و زیارات مقامات مقدسہ☆: آپ نے لاتعداد مرتبہ حج بیت اللہ شریف ادا کیا اور مدینہ پاک میں رسول کریم ﷺ کے دربار گوہر بار میں بھی بہت عقیدت و محبت سے حاضری دیا کرتے تھے۔مدینہ منورہ میں قیام کے دوران آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اہل مدینہ میں جتنے حسنی حسینی سید موجود تھے'ان کو فوقیت دیتے ہوئے ان کی ہر ضرورت پوری کرتے اور کثیر رقم نقد پیش فرماتے۔اس کے علاوہ بھی اپنے آباؤ اجداد کی روایت کو قائم رکھتے ہوئے مدینہ پاک کے غربا اور مساکین علماء و طلباء کی دل کھول کر امداد فرماتے تھے۔اس کے علاوہ آپ نے متعدد بار بغداد شریف،دمشق،شام شریف،کربلائے معلیٰ،نجف اشرف کاظمین شریفین، بخارا،کابل،قندھار اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارات کے لیے بھی متعدد سفر فرمائے۔

وصال باکمال☆: آپ وصال باکمال سے پہلے اکثر فرمایا کرتے تھے۔اب یہاں جی نہیں لگتا۔

چنانچہ آپ کا وصال باکمال ۲ ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ بمطابق بروز بدھ 1997ء کو گولڑہ شریف میں ہوا۔لاکھوں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔مزار پرانوار گولڑہ شریف ضلع اسلام آباد میں مرجع خاص و عام ہے۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت پیر محمد کرم شاہ چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: نمونہ سلف صالحین، قدوۃ الکاملین، نزہت العارفین، فخر العاشقین، قبلۂ طالبان، محدث وجد و پیان، پیکر علم و عرفان، ضیاء الامت، جسٹس حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ آفتاب آسمان طہارت و پاکیزگی وحجۃ الاسلام ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ بمطابق یکم جولائی 1918ء شب دوشنبہ بعد نماز تراویح اپنے زمانہ کے معروف بزرگ حضرت پیر محمد شاہ چشتی نظامی علیہ الرحمۃ کے گھر معروف روحانی وعلمی مرکز بھیرہ شریف ضلع سرگودھا میں ہوئی۔

آپ کا نسبی تعلق سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے عظیم ترجمان وروحانی پیشوا غوث العالم شیخ الاسلام حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا سہروردی ثمہ ملتانی علیہ الرحمۃ کے خاندان سے ہے۔

حضرت شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا ملتانی سہروردی علیہ الرحمۃ کی اولاد پاک سے ایک بزرگ حضرت پیر دیوان فتح شاہ علیہ الرحمۃ لاہور سے بھیرہ شریف آ کر مقیم ہوئے اور ایک خانقاہ قائم کر کے سلسلہ رشد وہدایت جاری فرمایا۔

حضرت دیوان فتح شاہ علیہ الرحمۃ کے ساتھ جو عزیز واقارب بھیرہ شریف میں آ کر آباد ہوئے ان میں ایک بزرگ حضرت شیخ محمد غوث بھی تھے، حضرت شیخ محمد غوث علیہ الرحمۃ چار واسطوں سے حضرت ضیاء الامت کے جداعلیٰ ہیں۔ ان چار بزرگوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ حضرت پیر شاہ بن شیخ شمس الدین بن عبداللہ شاہ بن شیخ محمد غوث علیہم الرحمۃ یہ تمام بزرگ اپنے اپنے وقت میں دین حقہ کی عظیم خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔

آپ کے دادا بزرگوار حضرت امیر السالکین پیر محمد امیر شاہ چشتی نظامی علیہ الرحمۃ حضرت خواجہ شمس العارفین کے مرید وخلیفہ اور اپنے وقت کے عظیم شیخ طریقت اور صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے جس کے فیضان وعرفان سے پورا علاقہ روشن اور منور تھا۔

شجرہ نسب حسب ذیل ہے ☆: پیر محمد کرم شاہ بن پیر محمد شاہ بن پیر محمد امیر شاہ بن پیر شاہ بن شمس الدین شاہ بن عبداللہ شاہ بن محمد غوث شاہ بن غلام محمد حسن شاہ بن شیخ محمد شاہ بن شیخ محمود بن شیخ احمد بن شیخ نظام الدین بن شیخ شمس الدین کروڑی بن شیخ صدرالدین بادشاہ بن شیخ شہر اللہ بن شیخ یوسف بن شیخ عمادالدین بن شیخ رکن الدین سمرقندی بن شیخ صدرالدین حاجی بن شیخ اسماعیل شہید بن شیخ الاسلام صدرالدین قتال عارف باللہ بن شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی سہروردی علیہم الرحمۃ والرضوان والغفر ان۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ کی تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے ہوا، آپ نے قرآن مجید کی تکمیل اپنے استاد حافظ دوست محمد، حافظ مغل صاحب، حافظ بیگ صاحب سے کی۔

1925ء میں سات برس کی عمر تھی کہ محمدیہ غوثیہ پرائمری سکول بھیرہ سے سکول کی تعلیم کا آغاز کیا جو 1929ء تک جاری رہا اس کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ بعدازاں دینی کتب کی تعلیم کے لئے سب سے پہلے حضرت مولانا محمد قاسم بالاکوٹی سے کریما، پندنامہ، نام حق، مصدر فیوض پڑھیں اور صرف کے مختلف رسائل یعنی صرف مکمل اور نحو کافیہ تک اس کے علاوہ شرح جامی، منطق کے رسائل قطبی، میر قطبی میبذی، ملاحسن اور سنجانی مولانا عبدالحمید سے پڑھیں۔

اس کے بعد امام المناطقہ حضرت علامہ محمد دین المعروف بدھووالے استاد ساکن بدھونزدواہ کینٹ ضلع راولپنڈی سے ملاحسن، میر زاہد، ملاجلال، حمداللہ، قاضی مبارک، سلم العلوم، صدرہ، شمس بازغہ، مختصر المعانی، مطول، منطق اور فلسفہ بھیرہ شریف میں ہی ان سے پڑھا۔ اس کے بعد مولانا غلام محمود ساکن پپلاں جب بھیرہ شریف آئے تو ان سے حماسہ، متنبی، ہدایہ شریف، ریاضی، عسکر، ربیع الجید، فلکیات، علم عروض کی تعلیم حاصل کی۔

اس کے بعد موہڑ کدلٹھی ضلع چکوال کے معروف عالم دین حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ کے پاس صرف ونحو کی کتابیں دہرانے کے لئے تشریف لے گئے۔

1941ء میں اورنٹیل کالج لاہور میں عربی فاضل کے لئے داخلہ لیا اور 600 میں 512 نمبر حاصل کر کے پورے پنجاب میں فاضل عربی میں فرسٹ ڈویژن پوزیشن حاصل کی۔

اس کے بعد فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مولانا حمید الدین کے پاس مانسہرہ تشریف لے گئے مگر کچھ عرصہ بعد ہی حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے حکم پر مراد آباد ہندوستان میں صدرالافاضل حضرت علامہ محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ کے جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخلہ لے لیا اور دورہ حدیث شریف کی تعلیم حضرت صدرالافاضل اور حضرت مولانا عمر نعیمی سے 1943ء میں تکمیل وتحصیل کر کے فارغ ہوئے اس موقع پر حضرت دیوان آل رسول خان سجادہ نشین اجمیر شریف کے ہاتھوں مراد آباد میں دستار فضیلت سے نوازا گیا۔ صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ نے اس موقع پر فرمایا "میں آج مطمئن ہوں۔ میرے پاس دینی علوم اور حدیث طیبہ کی جو امانت تھی وہ میں نے موزوں فرد تک پہنچا دی۔"

مراد آباد سے فراغت کے بعد آپ نے 1945ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے بی اے کا امتحان پاس کیا اور پھر دنیا کی سب سے بڑی یونیورسٹی جامعہ الازہر مصر میں داخلہ لیکر 1951ء میں اسباق کا آغاز کیا اور اس کے ساتھ ساتھ قاہرہ یونیورسٹی میں ایم اے کا داخلہ لیکر نمایاں پوزیشن میں دونوں یونیورسٹیوں سے کامیابی حاصل کی اور الازہر یونیورسٹی میں ایم فل کے لئے تخصص فی القضاء کے شعبہ میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ تخصص فی القضاء کے لئے آپ کے مقالہ کا عنوان الحدود فی الاسلام تھا اس سلسلے میں آپ کے استاد ڈاکٹر ایوب علی صاحب جو مشرقی پاکستان کے رہنے والے تھے، بقول آپ کے اس مقالہ کے لئے میں نے بہت محنت کی اور بے پناہ حوالہ جات

اکٹھے کئے مقالہ بالکل تیار تھا لیکن بعض مجبوریوں کے باعث جلدی میں وطن واپس آنا پڑا جس کے سبب یہ مقالہ جمع نہ ہو سکا۔

حضرت ضیاء الامت ایک ہمہ پہلو شخصیت ☆: حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے سر میں دماغ عالمانہ سینے میں دل صوفیانہ اور ہاتھ میں قلم ادیبانہ تھا۔ آپ کی تفسیر ضیاء القرآن اور سیرت پر ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے علم جھلکتا ہے، آپ کی صحبت سے تصوف جھلکتا اور نوک قلم سے ادب برستا ہے۔ آپ کا اسلوب تصنیف محققانہ اور طرز زندگی قلندرانہ، انداز نگارش ہمیشہ ساحرانہ رہا جو عالم ہو وہ خشک مزاج ہوتا ہے مگر آپ انتہائی رقیق القلب تھے جو محض صوفی ہو وہ گوشہ گیر ہوتا ہے، مگر آپ مرد میدان تھے جو فقط ادیب ہوتا ہے وہ صرف لفظ وحروف کی مشق کرتا ہے مگر پیر صاحب معانی و معارف سے عشق کرتے تھے۔

عالموں، صوفیوں، ادیبوں کی بھی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ بعض عالم وہ ہوتے ہیں جو فتویٰ پر انحصار کرتے ہیں مگر تقویٰ اختیار نہیں کر پاتے۔ بعض کتاب خواں ہوتے ہیں مگر صاحب صاحب کتاب نہیں ہوتے، بعض جزئیات کے ماہر ہوتے ہیں مگر کلیات سے قاصر ہوتے ہیں، بعض کتابی عبارتوں سے آشنا ہوتے ہیں مگر زبانی ضرورتوں سے آگاہ نہیں ہوتے۔ بعض مجادلے میں مگن رہتے ہیں بعض دیوان و مکتب کے محض دربان ہوتے ہیں مگر بزم کے محرم اور راز دان نہیں ہوتے۔ اسی طرح کچھ صوفی تسبیح کے دانے پلٹنے کے ماہر ہوتے ہیں مگر دلوں کی دنیا بدلنے پر قادر نہیں ہوتے کچھ حضرات اوراد و وظائف میں لگے رہتے ہیں مگر معارف و لطائف سے دور نظر آتے ہیں کچھ صوفی شعبدے تو دکھاتے ہیں مگر ولایت کا کرشمہ دکھانے سے قاصر ہوتے ہیں۔ کچھ صوفی اپنا حلقہ بیعت تو وسیع کر لیتے ہیں مگر تربیت مریدان کا فن ان کے پاس نہیں ہوتا۔ کچھ صوفی رقص و وجد کا پرچار تو کرتے ہیں مگر تزکیہ نفس پر اصرار نہیں کرتے، کچھ صوفی لمبی عبا قبا میں ملبوس تو رہتے ہیں مگر قلندرانہ اداؤں سے محروم نظر آتے ہیں۔

کچھ ایسا ہی معاملہ عصر حاضر کے ادیبوں کا ہے کہ ان میں کچھ ایسے ہیں جو لفظ وحرف تو رکھتے ہیں ان کا صحیح مصرف نہیں جانتے جو لفظوں کا ابلاغ تو کر سکتے ہیں مگر دلوں کا سراغ نہیں پا سکتے بعض ادیب قلم تو زوردار رکھتے ہیں مگر موضوعات بے کار چنتے ہیں۔

جو کاغذی تصویر تو اچھی بناتے ہیں مگر روحانی تاثیر سے محروم رہتے ہیں، بعض ادیب نظم و نثر سے ہنگامہ تو اٹھا دیتے ہیں مگر اسرار حیات اور رموز کائنات سے پردہ اٹھانے کی صلاحیت سے عاری ہوتے ہیں۔ حضرت قبلہ ضیاء الامت کی شخصیت ہمہ پہلو تھی، وہ بیک وقت عالمانہ جلال، صوفیانہ جمال اور ادیبانہ کمال کے حامل و وارث تھے۔

آپ کی شخصیت علم کا ستارہ بن کر صرف ہندو پاک میں ہی نہیں بلکہ افق عالم پر چمکی اور ضیاء الامت کے لقب سے پہچانی جانے لگی۔ آپ بزرگوں سے روحانی فیض حاصل کر کے روحانی معالج بنے اور پیر طریقت کہلائے۔ جامعہ الازہر مصر جا کر انہوں نے اپنی علمی صلاحیتوں کو مزید اجاگر کیا اور الازہری مشہور ہوئے اور ان القاب کے ساتھ ضیاء الامت پیر طریقت محمد کرم شاہ الازہری کے نام سے معروف ہوئے۔

جامعہ محمدیہ غوثیہ کا قیام ☆: 1925ء میں دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کا سنگ بنیاد آپ کے والد گرامی علیہ الرحمۃ نے رکھ دیا تھا جس میں آپ بھی بذات خود تعلیم حاصل کرتے رہے، جب آپ جامعہ الازہر مصر سے اپنی تعلیم مکمل کر کے 1957ء میں

وطن مالوف تشریف لائے تو آپ نے اس دارالعلوم کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز مسجد درگاہ حضرت پیر امیر شاہ سے متصل ایک حجرہ سے فرمایا۔ جس کے بعد دن بدن رب کریم کی رحمتیں اور برکتیں شامل حال ہوتی گئیں اور یہ عظیم الشان منصوبہ دن بدن پھیلتا پھولتا گیا اور ضرورت کے تحت نئی اور جدید تعمیرات کا سلسلہ جاری و ساری رہا جو کہ تا حال جاری ہے۔ عمارت کا یہ مجموعہ دو بلاکوں پر مشتمل ہے۔ (اول) الکرم کیمپس (دوم) القمر کیمپس۔

الکرم کیمپس ☆: الکرم کیمپس کی عمارت کا یہ حصہ مسجد درگاہ حضرت پیر امیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے متصل ہے، اس میں کلاس روم، دارالحدیث، دارالمطالعہ، پرانی غوثیہ لائبریری، دفاتر، مطبخ مطعم، بیکرز کی رہائش اور ایک خوبصورت دیدہ زیب لان شامل ہیں جس کا رقبہ آٹھ کنال ہے اس کا مجموعی ڈیزائن حرف (u) کے مشابہ ہے۔

القمر کیمپس ☆: القمر کیمپس جو حضرت شیخ الاسلام والمسلمین قمر الملت والدین حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے نام نامی سے منسوب ہے، اس میں پانچ صد طلباء کے لئے (H) شکل والا دو منزلہ ہاسٹل، وسیع خوبصورت 500 نشستوں پر مشتمل ایک ہزار افراد کی گنجائش والا الفرید آڈیٹوریم، جس کی دوسری منزل پر علوم و فنون کی ہزاروں کتب پر مشتمل لائبریری ہے، جامعہ مسجد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خوبصورتی اور وسعت، دلکشی اور رعنائی کی بناء پر اپنی مثال آپ ہے۔ مسجد کا مرمریں فرش اور فلک بوس مینار اپنے اندر ایک جاذبیت رکھتا ہے۔

اساتذہ کے لئے شاندار اور وسیع مکانات، پوسٹ آفس، بینک، طلباء کی سہولت کی خاطر کینٹین، شعبہ حفظ کا ہاسٹل اور الکلیۃ الغوثیہ للبنات کی خوبصورت عمارت اسی حصہ میں واقع ہے۔ یہ تمام پراجیکٹ 52 کنال رقبے پر محیط ہے، عمارت کی دلکشی و جاذبیت اپنی جگہ قابل داد ہے مگر ان کے درمیان وسیع سبزہ زار، سایہ دار درخت اور مختلف قسم کے پودوں سے لبریز خیابان ہر موسم میں اپنی بہار سے قلب و نظر کو سکون بخشتے ہیں۔

آپ کی دن رات کی محبت و لگن اور ادارہ کی حسن کارکردگی اور نصاب کی کامیابی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ یہاں کے فارغ التحصیل طلباء، علماء اور فضلا اپنی علمی و اخلاقی برتری کا سکہ حکومت کے مختلف محکموں میں منوا چکے ہیں، جو خدمت دین کے ساتھ ساتھ ملکی تعمیر و ترقی میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔

حکومت پاکستان کا معروف ادارہ ''یونیورسٹی گرانٹس کمیشن'' اس دارالعلوم کی سند کو ایم اے عربی اسلامیات کے برابر تسلیم کر چکا ہے۔

اس کے علاوہ دنیا کے معروف مادر علمی ادارہ، جامعہ الازہر مصر کے ساتھ بھی اس کا معادلہ ہو چکا ہے جس سے اس ادارے میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کے لئے اعلیٰ تعلیم کے دروازے کھلے ہیں اور وہ اپنا علمی سفر مزید ذوق و شوق سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ذرا غور فرمائیے کہاں وہ مسجد کا حجرہ اور کہاں یہ تنگ دامانی کا احساس دلاتی عمارات کا سلسلہ جو روز بروز پھیلتا اور وسیع ہوتا جا رہا ہے، یہ محض اللہ کا کرم اور حضور ضیاء الامت کی محنت و لگن اور آپ کے علم و عرفان کا ہی کرشمہ ہے کہ ملک بھر اور بیرون ممالک میں اس دارالعلوم کی سینکڑوں

شاخیں نہ صرف قائم ہوگئی ہیں بلکہ وہ آپ ہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسی طرز و جہت پر کام بھی کر رہی ہیں ان مراکز کی تفصیل بہت طویل ہے۔

مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف میں اس وقت ایک ہزار کے قریب طلباء زیر تعلیم ہیں چند برس قبل مڈل پاس بچہ داخل کیا جاتا تھا، اب تعداد کی کثرت اور سرکاری سطح پر معیار تعلیم کی کمزوری کے سبب میٹرک پاس بچہ داخل کیا جاتا ہے۔

میٹرک سے ایم اے تک 9 برس کا عرصہ درکار ہوتا ہے اس ادارہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ طلباء کو دو وقت کا کھانا بھی مفت دیا جاتا ہے جبکہ طلباء کیلئے ہاسٹل بھی فری ہے اور کسی قسم کی ٹیوشن فیس بھی نہیں لی جاتی، تا حال ایک ہزار سے زیادہ علمائے کرام یہاں سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد اندرون ملک اور بیرون ملک دین اسلام اور مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ جو ساتھی کسی وجہ سے دورہ حدیث شریف یا بی اے نہیں کر سکے جبکہ انہوں نے درس نظامی کا کورس یہاں سے مکمل کیا ہے اب میدان عمل میں مصروف جہاد ہیں ان کی تعداد بھی سینکڑوں پر مشتمل ہے۔

آپ کی تمام عمر اسی جستجو میں گزری جس کی بناء پر آپ کی یہ یادگار اور صدقہ جاریہ جو کہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے نام سے قائم ہے اس کے اساتذہ، طلباء، فاضلین، علمائے کرام اور درد دل رکھنے والے اہل سنت و جماعت آپ کی ان رفعتوں اور عظمتوں کو سلام پیش کرتے ہیں اور تا ابدالآباد آپ کے مشکور و ممنون رہیں گے۔

دیہاتی علاقہ میں آپ کا انداز تربیت و تبلیغ ☆: آپ جہاں شیخ طریقت ہونے میں اسلاف کی درخشندہ مثال تھے۔ ساتھ ہی علم کے عقدے حل کرنے میں بھی غزالی دوراں تھے۔ آپ جہاں بالغ نظر مفکر اور مدرس تھے تو ساتھ ہی ایک جوہر شناس اور فقید المثال مقرر بھی آپ کے حلقہ ارادت میں علماء کا جم غفیر تھا۔ جدید اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کی کثیر تعداد آپ کی دست بوسی اور محفل کی حاضری اپنے لئے باعث ہزار سعادت سمجھتی تھی۔ آپ ایسے لوگوں کی تربیت کے لئے انداز گفتگو کے معیار اور تقاضے کے مطابق اپناتے تھے۔ دوسری طرف آپ کے معتقدین اور متوسلین کی ایک معتد بہ تعداد اہل دیہہ پر مشتمل تھی۔ سادہ منکسر المزاج انتہائی خلوص و محبت رکھنے والے اور نسبتاً کم تعلیم یافتہ لوگ آپ کے ارادتمندوں کی صف میں داخل تھے۔ جن کے لئے آپ کو ایک نظر دیکھنا آپ کی بارگاہ میں ایک لحہ کے لئے حاضر ہونا۔ اور آپ کی زبان فیض رساں سے ایک بول سننا دنیا و مافیہا کی سعادتیں سمیٹنے کے مترادف تھا اور پھر مرشد کریم بھی ان کے جذبات محبت و خلوص سے واقف و آگاہ تھے۔ آپ ان کی امیدیں برلاتے ان کے چہروں سے دل کی تمنائیں پڑھ کر ایسا سلوک روا رکھتے کہ دل موہ لیتے اور ہر ایک سے ایسے محبت بھرے لہجے میں ہم کلام ہوتے کہ اسے یہ احساس ہونے لگتا کہ آپ کی سب سے زیادہ توجہ میری ہی جانب ہے۔ اہل دل محبت بھرے انداز میں آپ کو اپنے علاقے میں قدم رنجہ فرما ہونے کے التجا کرتے تو آپ اپنی گونا گوں اور متنوع قسم کی مصروفیات کے باوجود بھی ان کی عرضداشت کو ضرور شرف قبولیت عطا فرماتے اور تھوڑا یا زیادہ وقت نکال کر اپنے اوادتمندوں کے ہاں تشریف لے جاتے اور مختلف انداز میں اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہوئے ان کی تربیت کا اہتمام فرماتے۔

آیئے دیہاتی علاقہ میں حضور ضیاء الامت کا انداز تربیت و تبلیغ ملاحظہ فرمایئے۔ تحصیل چوآسیدن شاہ چکوال کے ایک گاؤں

مکھال کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضور ضیاء الامت اکثر موسم گرما کی تعطیلات کے دوران اس گاؤں کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے شرف بخشتے اور دو یا اڑھائی ماہ تک وہاں قیام فرما رہتے۔ اس قیام کے دوران سلسلہ تصنیف و تالیف جاری رکھتے اور ساتھ ہی علاقے بھر کے ارادتمندوں کے قلوب واذہان کی تطہیر کا اہتمام فرماتے۔ آپ کے مشاغل کچھ اس طرح تھے کہ نماز فجر سے فارغ ہونے کے فوراً بعد آپ مطالعہ کتب اور تحریر کا آغاز فرماتے یہ سلسلہ ایک ڈیڑھ بجے تک جاری رہتا۔ صرف ناشتے کیلئے درمیان میں مختصر سا وقفہ ہوتا۔ بعد ازاں کھانا تناول فرماتے، قیلولہ کی سنت ادا فرماتے اور پھر بیدار ہو کر نماز ظہر باجماعت ادا کرنے کے بعد اپنے کام میں مصروف ہو جاتے۔ یہ سلسلہ نماز عصر تک جاری رہتا اس دوران ملاقات کے لئے اجازت عام تو نہیں ہوتی تھی لیکن اگر کوئی شکستہ دل اپنا دکھ درد یا کوئی حاجت لے کر حاضر خدمت ہوتا تو آپ اسے قطعاً مایوس نہیں فرماتے تھے بلکہ اپنی مصروفیات کے باوجود اس کی بات پورے انہماک اور توجہ سے سماعت فرماتے اور پھر اس کا خاطر خواہ حل بھی فرما دیتے۔

نماز عصر کے بعد عام ملاقات کا وقت ہوتا جوں جوں نماز عصر کا وقت قریب آتا لوگ محبت سے مچلتے دل لے کر پروانوں کی طرح غول در غول گاؤں سے ڈھوک کی طرف چلتے نظر آتے جن میں بچے، جوان، بوڑھے اور عورتیں سبھی قسم کے لوگ شامل ہوتے تھے تاکہ نماز عصر آپ کی اقتداء میں ادا کریں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ اپنی رہائش گاہ پر جلوہ فرما ہوتے۔ آپ کے چاروں طرف عشاق کی قطاریں ہوتیں اور مثل مہتاب چمکتے ہوئے چہرہ ولایت کی دید سے شادکام ہوتے آپ کی زبان حق ترجمان سے جھڑنے والے پھولوں کی مہک سے آنکھوں کو تراوت، ذہنوں کو تازگی اور دلوں کو محبت وعشق کا سامان نصیب ہوتا۔ بالکل سادہ سے انداز میں گفتگو فرماتے۔ سامعین میں پڑھے لکھے لوگ بھی ہوتے اور تعلیم سے مکمل طور پر عاری بھی۔ لیکن آپ کی گفتگو سے ہر آدمی یکساں محظوظ ہوتا۔ اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق حظ وافر حاصل کرتا۔ اس دوران آپ کی گفتگو اتنی جامع ہوتی کہ ہر آنے والے کی دلی خواہش اور آرزو کو محیط ہوتی۔ بسا اوقات سوال و جواب کا سلسلہ بھی چلتا۔ لوگ مسائل کے بارے میں استفسار کرتے آپ جواب ارشاد فرماتے اور کبھی صرف نگاہ ولایت سے ہی تزکیہ قلب کا اہتمام فرماتے۔ اس دوران اگر کوئی تکلیف زدہ اور غم واندوہ میں گھرا ہوا آدمی اپنی تکلیف کا اظہار کرتا تو آپ دم بھی فرماتے اور تعویذ بھی عنایت کرتے تھے۔ المختصر سلسلہ نماز عصر سے لے کر نماز مغرب سے کچھ پہلے تک جاری رہتا۔ اس دوران آپ اپنے متوسلین سے اتنی شفقت فرماتے کہ ان کے دل جیت لیتے۔ غیر شرعی حرکات سے باز رہنے کی تلقین محبت بھرے لہجے میں فرماتے۔ اور نماز کی پابندی کا حکم اتنے حسین انداز میں دیتے کہ "**ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ**" کی پوری عملی تفسیر دکھائی دیتے۔ آپ کی ایسی نصیحت صرف کانوں تک نہیں بلکہ دل کی پہنائیوں تک اثر انداز ہوتی اور لوگوں کا عمل اس کی اثر انگریزی پر جامع شہادت ہوتا۔ آپ نے اس دوران اپنے متوسلین کے لئے بالخصوص اور صرف عقیدت و محبت رکھنے والے افراد کے لئے بالعموم ایسے اصول وضوابط مقرر فرمائے جن میں ایک طرف سادگی کا درس موجود ہے اور دسری طرف فضول خرچی سے اجتناب کا عظیم سبق ان میں اتحاد و یگانگت اور باہم ایک دوسرے سے محبت و پیار کا درس بھی ہے اور شاہ خرچیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے سے ممانعت کا سامان بھی۔ گویا ان میں معاشی استحکام کا پہلو بھی ہے اور معاشی ناہمواری کی صورت میں پریشانی سے

نبٹنے کا درس بھی۔

انتہائی مختصر الفاظ میں اس ضابطہ حیات کو آپ یوں سمجھ سکتے ہیں کہ اس پورے علاقے میں فوتیدگی کے موقع پر تکلف سے بھرپور کھانا پیش کرنے کا رواج تھا۔ کھانے کا سلسلہ صرف حاضرین تک محدود نہ تھا بلکہ پوری برادری اور بعض اوقات پورے گاؤں میں گھر گھر بھیجنے کا سلسلہ بھی رائج تھا۔ آپ نے اس علاقے کی پوری آبادی کو بلا کر انہیں اس بات کا پابند کر دیا کہ آج کے بعد ایسے مواقع پر چائے کے ساتھ صرف رس استعمال ہوں گے اور بیرونی علاقوں سے آنے والے مہمانوں کے لئے سادہ سالن روٹی کا انتظام ہوگا۔ الحمد للہ آج تک یہ نظام چل رہا ہے اور ہر غریب امیر مطمئن اور خوش ہے۔ ارکان اسلام میں سے اہم ترین رکن نماز ہے جس کی پابندی ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے۔ حضور ضیاء الامت جہاں خود نماز با جماعت کے سختی سے پابند تھے۔ ساتھ ہی اپنے معتقدین کو بھی اس کا اہتمام کرنے کا حکم فرماتے اور بڑی شدت سے با جماعت نماز ادا کرنے کی تلقین کرتے۔ بسا اوقات تو یہاں تک ارشاد فرما دیتے کہ جو نماز نہیں پڑھتا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ آپ نے لوگوں میں اس اہم ترین رکن کی ادائیگی کا ذوق پیدا کرنے کے لئے اور ان میں احکام اسلامیہ پر عمل پیرا ہونے کے جذبات اجاگر کرنے کیلئے ایک انوکھا انداز اپنایا۔ آپ نے آج سے کئی برس پہلے مگھال گاؤں میں صلوٰۃ کمیٹیاں ترتیب دیں۔ ہر کمیٹی پانچ چھ افراد پر مشتمل تھی اور آئمہ مساجد ان کے سربراہ تھے۔ انہیں یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ انتہائی احسن انداز میں اپنے اپنے محلّے کے افراد کو نماز کی دعوت دی جائے اور بتدریج لوگوں میں شعائر اسلام کی پابندی کے جذبات کو مہمیز لگائی جائے اور پھر ہر جمعہ کے دن ایک مشترکہ اجلاس میں ہفتے بھر کی کارکردگی کا جائزہ لیا جائے۔

چنانچہ کافی عرصہ سے وہاں یہ نظام بڑی کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے اور لوگوں کو مساجد کی طرف راغب کرنے کیلئے اس سے خاطر خواہ فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ آج سے چند سال قبل جب آخری مرتبہ آپ وہاں تشریف لے گئے تب بھی آپ نے ایک عظیم اجتماع میں ان کمیٹیوں کی کارکردگی کا جائزہ لیا اور مزید دلچسپی اور محبت وشوق سے یہ فریضہ ادا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ آپ نے یہی انداز بجار ضلع خوشاب میں بھی اختیار کیا۔

آپ کی سرپرستی میں چلنے والے دینی ادارے ☆: بھیرہ شریف میں آپ کے قائم کردہ ادارے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے علاوہ اندرون و بیرون ملک درج ذیل ادارے پوری آب وتاب کے ساتھ خدمت دین اور فروغ تعلیم کے لئے کوشاں ہیں جن میں:

☆......دارالعلوم محمدیہ غوثیہ (داتا نگر) بادامی باغ لاہور ☆...... دارالعلوم محمدیہ غوثیہ خیابان کرم (چک شہزاد) اسلام آباد ☆......دارالعلوم محمدیہ غوثیہ سیالکوٹ (کینٹ) ☆......دارالعلوم محمدیہ غوثیہ (الفرید ٹاؤن) منڈی بہاؤالدین ☆...... دارالعلوم ضیاء القرآن (سعید آباد بوکن) گجرات ☆......جامعہ الکرم انگلینڈ ☆......جامعہ اسلامیہ مجددیہ رضویہ (چکسواری) میر پور، آزاد کشمیر ☆......دارالعلوم قادریہ وارثیہ (میرا شمس) گوجر خان ☆......دارالعلوم گلزار حبیب (میر پور) آزاد کشمیر ☆......جامعہ قمر العلوم معظمیہ (قمر سیالوی روڈ) گجرات ☆......دارالعلوم محمدیہ غوثیہ (ملکوال) ☆...... جامعہ محی الاسلام (کرنالہ) گجرات ☆...... جامعہ حیدریہ فضل

العلوم جلالپور شریف ☆...... دارالعلوم محمدیہ غوثیہ رسم آباد (چک جمبرہ) فیصل آباد☆...... دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کھرالی (ضلع گجرات) ☆...... دارالعلوم محمدیہ غوثیہ سرگودھا ☆...... دارالعلوم محمدیہ غوثیہ (فاضل) بھکر☆...... دارالعلوم قمر الاسلام سلیمانیہ (پنجاب کالونی) کراچی ☆...... جامعہ قاسمیہ رضویہ (ونڈی آرائیں) سرائے عالمگیر☆...... دارالعلوم محمدیہ غوثیہ (جلپانہ) تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا ☆...... [illegible]لوم محمدیہ غوثیہ گلزار مدینہ (میلاد نگر حسن ابدال) ☆...... دارالعلوم محمدیہ رضویہ (پنڈ دادنخان) جہلم

آپ کے ارشادات وتعلیمات ☆: آپ کے ارشادات میں اخلاقیات کے درس کے علاوہ کلام پاک کی تلاوت، احکامات الٰہی، سنت نبوی کی پیروی، حقوق العباد کی انجام دہی، صلہ رحمی، نیک گمانی اور حسن اخلاق پر بہت زور دیا جاتا۔ آپ ظاہری طور پر تو اس دنیا سے پردہ فرما گئے لیکن اپنے اقوال زریں کی صورت میں ہماری رہنمائی اور ہدایت کیلئے اب بھی ہمارے اندر موجود ہیں۔

☆......آپ فرماتے ہیں:

☆ کوئی بادسموم اس گھاس کو خشک نہیں کر سکتی جس کو میرے آقا و مولیٰ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ابر کرم نے تر کیا ہو۔

☆ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر عمل کر کے ہم مادی زندگی کے خارزاروں کو گلستان بنا سکتے ہیں۔ اور عروس گیتی کی الجھی ہوئی زلفوں کو بھی سنوار سکتے ہیں۔

☆ جب یقین کا چراغ گل ہو جاتا ہے تو زندگی فرد کی ہو یا قوم کی سراسیمگی کا شکار ہو جاتی ہے۔

☆ عقیدہ ختم نبوت وہ عقیدہ ہے جس پر ہماری حیات و موت اور بقاء وفناء کا انحصار ہے۔ اگر یہ عقیدہ خدانخواستہ ہم ترک کر دیں تو بحیثیت امت مسلمہ چشم زدن میں ہمارا نام ونشان تک مٹ جائے گا۔

☆ جو لوگ قصر اقتدار پر قابض ہونے کی ہوس میں ملت کی وحدت کی فصیلوں میں شگاف ڈالتے ہیں یا اپنی انا کی تسکین کیلئے سفینہ ملت کی تہہ میں سوراخ کرنے سے باز نہیں آتے قدرت ان کا نام ونشان مٹا دیتی ہے۔

☆ جو درخت تپتے صحرا میں ٹھنڈی چھاؤں مہیا کر رہا ہو اور میٹھے پھلوں سے جھولیاں بھر رہا ہو اس کی جڑیں کھوکھلی کرنا سب سے بڑی نادانی ہے۔

☆ حقیقت کو کچھ وقت کے لئے چھپایا تو جا سکتا ہے لیکن اس کو ہمیشہ کے لئے مٹایا نہیں جا سکتا۔

☆ جو کاررواں واضح منزل کو متعین کئے بغیر مصروف سفر ہوتا ہے وہ بہت جلد منتشر ہو جاتا ہے۔

☆ اگر کسی نے اپنی زندگی کا قیمتی حصہ نافرمانی اور سرکشی میں ضائع کر دیا ہو۔ وہ اپنے کئے پر ندامت محسوس کرتے ہوئے جب بھی توبہ کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔ رحمت الٰہی کو منتظر پائے گا۔

☆ معاشرہ میں نیکی کو فروغ دینا اور برائی کا قلع قمع کرنا صرف ایک فرد یا چند اشخاص کی ذمہ داری نہیں بلکہ ہماری قوم کا اجتماعی فریضہ ہے۔

☆ اس شخص کو عزت وبلندی کے آسمان پر جگہ ملتی ہے جو شخص صدق و یقین کے ساتھ در مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی خاک بن جاتا ہے۔

☆ اطاعت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ اکسیر ہے جس سے جاں بلب مریض شفایاب ہو جاتا ہے۔
☆ کوئی قوم قوت ایمان کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔
☆ ایک کامیاب حکومت کی اولین پہچان یہ ہے کہ اس ملک میں بسنے والوں کی جان، مال اور آبرو محفوظ ہو۔
☆ آمریت ایک لعنت ہے۔ اس کا انجام رسوائی اور تباہی کے سوا کچھ نہیں۔
☆ اگر آپ اُڑنا چاہیں تو اپنے بال و پر کے ساتھ اڑ سکتے ہیں۔ کسی کے پروں پر بھروسہ کرنے والا کبھی پرواز نہیں کر سکتا۔
☆ ملک کو خوشحالی اور ترقی سے ہمکنار کرنے کی ساری ذمہ داری حزب اقتدار پر نہیں ہوتی۔ اس میں حزب اختلاف کی دانشمندانہ تنقید اور مخلصانہ مشوروں کا بھی بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔
☆ ہر قوم کی بقاء اور نشوونما کا انحصار اس کے عقیدہ کی پختگی پر ہے۔ جب کسی قوم کے عقیدہ کی بنیاد کو کھوکھلا کر دیا جاتا ہے۔ تو وہ قوم بحیثیت ایک قوم کے ختم ہو جاتی ہے۔
☆ اس قوم کو میدان کارزار میں روند ڈالا جاتا ہے۔ جو بے اتفاقی اور انتشار کا شکار ہو۔
☆ فکری انتشار اور عقائد کا اختلاف جب حد اعتدال سے تجاوز کر جاتا ہے۔ تو پھر اس کے تند و تیز ریلے بڑے بڑے قلعوں اور ایوانوں کو تنکوں کی طرح بہا کر لے جاتے ہیں۔ بلندیاں اور پستیاں یکساں طور پر اس میں غرق ہو جاتی ہیں۔
☆ صحیح معنوں میں پیر اور مرشد وہ ہوتا ہے جو اپنے مرید کے دل کے خفتہ تاروں کو یوں چھیڑے کہ اس کے خاموش اور غافل دل سے **لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ** کی صدائے دلنواز بلند ہو۔
☆ پھولوں سے وہ کانٹے بہر حال بہتر ہوتے ہیں جو عیش وعشرت کے متوالوں کو زندگی کی تند اور تلخ حقیقتوں کا مقابلہ کرنے کا عزم بخش دیں۔
☆ مصائب و آلام اتنے برے نہیں ہوتے جتنا برا ہونے کا ان پر الزام لگایا جاتا ہے۔ بسا اوقات یہ خواب غفلت سے چونکا دیتے ہیں اور بکھرے ہوؤں کو متحد ہونے پر مجبور بھی کر دیتے ہیں۔
☆ انسانی معاشرہ کی خشت اول گھر ہے۔ اگر گھر کا ماحول صحت مند ہو تو سارا معاشرہ صحت مند اور خوشحال ہوگا اور اگر گھر ہی گندا اور پراگندہ ہو تو سارا معاشرہ بیمار و نزار ہوگا۔
☆ وہی افراد ارجمند ہیں اور وہی قومیں سرفراز و سربلند ہیں۔ جو اپنی گراں ذمہ داریوں سے آنکھیں نہیں چراتیں۔
☆ اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر کے بغیر سکون دل کا حصول ناممکن ہے۔
☆ ہم جس مصیبت میں گرفتار ہیں۔ یہ ہمارے گناہوں کی شامت ہے۔
☆ چند روزہ عیش و آرام کے لئے اپنے ملک کے مفاد سے غداری کرنے والے خائب و خاسر ہوا کرتے ہیں۔
☆ خوش نصیب والدین وہ ہیں جو اپنی اولاد کی لوح قلب پر ذکر الٰہی کے نشانات ثبت کر جاتے ہیں۔

☆ جب بندہ اپنے خدا سے کئے ہوئے وعدے وفا کرتا ہے تو اس کی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔

ختم نبوت کے سلسلے میں کارہائے نمایاں ☆: دیگر علمائے حق اہل سنت و جماعت کی طرح آپ نے بھی مجدد کے روپ میں ہمہ جہت اصلاحی کارنامے انجام دیئے اور اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے اپنی معرکتہ الآ راشہرہ آفاق تفسیر ضیاء القرآن میں مختلف آیات مبارکہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ختم نبوت اور ردقادیانیت کے سلسلے میں جابجا نوٹ اور حاشیئے تحریر فرمائے، جس کے لئے آپ کی تفسیر ضیاء القرآن جلد اول صفحہ 369 پر سورہ آل عمران آیت نمبر 79، تفسیر ضیاء القرآن جلد دوم صفحہ 93 سورۃ الاعراف آیت نمبر 1581، ضیاء القرآن جلد دوم صفحہ 504 سورۃ ابراہیم آیت نمبر 4، ضیاء القرآن جلد سوئم صفحہ 51-350 سورۃ الفرقان آیت نمبر 1، ضیاء القرآن جلد چہارم صفحہ 152 سورۃ فاطر آیت 24، ضیاء القرآن جلد چہارم صفحہ 66 سورۃ الاحزاب آیت نمبر 40، اس کے علاوہ لاتعداد مقامات پر ختم نبوت اور ردّ قادیانیت پر علمی محاسبہ کر کے جھوٹے مدعی نبوت کے دعوؤں کی قلعی کو کھول کے رکھ دیا۔

اس کے علاوہ آپ کے زیر ادارت نکلنے والے ماہنامہ ضیائے حرم کے صفحات ہمیشہ اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے وقف رہے۔

آپ کا یہ کردار نہ صرف تحریر تک بلکہ عملی طور پر بھی ملک کے طول وعرض میں اور بیرون ممالک میں بھی آپ نے اپنی علمی گفتگو اور تقاریر سے اپنا نقطۂ نظر عوام الناس اور حکمرانوں تک پہنچایا۔

آپ نے اس سلسلے میں دوٹوک مؤقف اختیار کیا جس کو مسلمان عالم اسلام نے سراہا اور اس مؤقف کی بھرپور تائید کی۔

مسئلہ قادیانیت پر آپ نے ہمیشہ یہی فرمایا کہ

ایک مسلمان کے لئے جس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید، قیامت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کسی دلیل کی محتاج نہیں، اسی طرح ختم نبوت کا مسئلہ بھی کبھی زیر بحث نہیں آیا اور اس کے ثبوت کے لئے کسی مسلمان کو کسی دلیل یا بحث و تمحیص کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی، لیکن مرزا قادیانی نے وہ کام کر دکھایا جس کی جرأت آج تک شیطان کو بھی نہیں ہوئی۔

ایک اور مقام پر آپ نے اس فتنہ کی سرکوبی کرتے ہوئے جو الفاظ فرمائے وہ تاریخی حیثیت کے حامل ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ میرے نزدیک قادیانیت خارش زدہ کتے سے بھی بدتر ہے، 19 جون 1988ء کو لندن میں ادارہ منہاج القرآن کے زیر اہتمام انٹرنیشنل منہاج القرآن کانفرنس میں ''ملت اسلامیہ اور عقیدہ ختم نبوت'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

اس عقیدہ پر ہماری زندگی اور موت ہماری فناء و بقاء کا دارومدار ہے، جس طرح عقیدہ توحید کو نظر انداز کر کے ہم بحیثیت امت مسلمہ زندہ نہیں رہ سکتے، اسی طرح اگر خدانخواستہ ہم عقیدہ ختم نبوت سے دستبردار ہو جائیں تو ہماری تعداد اگرچہ ایک ارب کے قریب ہے تعداد کی اس کثرت کے باوجود بحیثیت امت ہم چشم وزدن میں نیست و نابود ہو جائیں گے۔ بحیثیت ملت ابراہیمی ہمارا نام ونشان باقی نہ رہے گا، امت مسلمہ کا یہ قصر رفیع صرف دو بنیادوں پر استوار ہے۔ (1) عقیدہ توحید (2) عقیدہ ختم نبوت

جب یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ عقیدہ توحید کی طرح عقیدہ ختم نبوت پر زندگی وبقاء کا انحصار ہے تو ہم اپنے عقیدہ ختم نبوت کو نظر انداز

کر کے اپنی شہ رگ کاٹ ڈالیں، ہم کسی کو خوش کرنے کے لئے خودکشی کے مرتکب ہوں یہ کیونکر ممکن ہو۔ حالانکہ نوع انسانی کی فلاح وبقاء کے لئے ہمارا زندہ وسلامت رہنا ضروری ہے۔

جنیوا میں حکومت کی نمائندگی اور مسئلہ ختم نبوت ☆: اگست 1988ء میں جنیوا میں اقوام متحدہ کے ذیلی ادارہ انسانی حقوق کا اجلاس ہوا اور صدر پاکستان جناب محمد ضیاء الحق شہید کی خواہش پر آپ جنیوا تشریف لے گئے۔ آپ پاکستان کی نمائندگی فرماتے ہوئے قادیانیوں کی طرف سے پاکستان وحکومت پاکستان پر لگائے جانے والے الزامات کا مسکت جواب دیا۔ اپنے اس دورۂ یورپ اور ردِّ قادیانیت کے سلسلہ میں کی جانے والی کوششوں کی مکمل روداد آپ نے فتنہ مرزائیت اور پاکستان کے عنوان سے ماہنامہ ضیائے حرم اکتوبر 1988ء میں تحریر فرمائی۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت بنچ کا اجلاس 30 جولائی 1988ء سے لاہور میں منعقد ہو رہا تھا۔ اسی اثناء شہید صدر ضیاء الحق کا فون موصول ہوا کہ اقوام متحدہ کے ذیلی ادارہ انسانی حقوق اجلاس 18 اگست سے جنیوا میں ہو رہا ہے وہاں مرزائیوں نے بڑا اودھم مچا رکھا تھا۔ پاکستان کے بارے میں انہوں نے یہ پروپیگنڈا زور شور سے شروع کر رکھا ہے کہ پاکستان میں ان کو قتل کیا جا رہا ہے۔ ان کو چُن چُن کر ملازمتوں سے نکالا جا رہا ہے۔ ان کی عبادت گاہوں منہدم کیا جا رہا ہے۔ ان کے افراد کو زدوکوب کیا جاتا ہے اور ہر قسم کے انسانی حقوق سے ان کو محروم کیا جا رہا ہے۔ صدر محترم نے مجھے حکم د کہ میں جنیوا جا کر پاکستان کی نمائندگی کرتے ہوئے ان کے گمراہ کن پروپیگنڈہ کا جواب دوں۔

چنانچہ 11 اگست 1988ء کو بھیرہ سے روانہ ہوا۔ جنیوا پہنچ کر سفیر پاکستان سعید دہلوی صاحب نے مجھے وہاں کے حالات سے آگاہ کیا اور قادیانیوں کی طرف سے شائع شدہ مختلف قسم کے پمفلٹ وغیرہ دکھائے۔ جن میں مرزائیوں نے حکومت پاکستان و پاکستانی عوام پر طرح طرح کے بے سروپا الزامات عائد کئے ہوئے تھے۔ ایک خالی الذہن انسان کو طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا کرنے کے لئے یہ پمفلٹ ایک مؤثر ہتھیار تھے۔ ہم نے طے کیا کہ ہر روز دو تین ممبران کو دوپہر کے کھانے پر بلا لیا جائے اور انہیں حقیقت سے آگاہ کیا جائے۔

چنانچہ 16 اگست 1988ء سے 25 اگست 1988ء تک روزانہ مختلف ممالک کے نمائندگان کو ڈنر یارات کے کھانے پر بلاتے رہے اور قادیانیوں سے متعلق حکومت پاکستان کی فراخدلانہ پالیسی وعوام کے رعایتی سلوک کے بارے میں انہیں بریف کرتے رہے میں نے مدعوین کو دو تین اہم باتیں سمجھائیں ایک تو یہ کہ آدمی جس نبی و رسول سے خاص قلبی لگاؤ رکھتا ہے وہ اس کا امتی و پیروکار کہلاتا ہے مثلاً مسلمان حضرات موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کو خدا کا نبی تسلیم کرنے کے باوجود یہودی وعیسائی نہیں بلکہ مسلمان مانتے ہیں کیونکہ ان کا خاص قلبی تعلق پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وابستہ ہے۔ عیسائی حضرت موسیٰ کو نبی ماننے کے باوجود یہودی نہیں مانتے ہیں کیونکہ ان کا خاص تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے بالکل اسی طرح قادیانی حضرات موسیٰ وعیسیٰ نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی اللہ ماننے کے باوجود مسلمان نہیں مانتے کیونکہ ان کا خاص تعلق ایک جھوٹے نبی مرزا غلام احمد قادیانی سے وابستہ ہے۔

دوسری بات میں نے ان کو یہ ذہن نشین کرائی کہ تکفیر کا آغاز مسلمانوں کی طرف سے نہیں بلکہ مرزا قادیانی کی طرف سے ہوا ہے

میں نے امثلہ ودلائل سے ثابت کیا کہ آغاز تکفیر مرزا قادیانی نے کیا۔اوراس کی کتب آج تک اس مسئلہ کی گواہ ہیں۔نیز قادیانی اکابر مرزا محمود مرزا بشیر وظفر اللہ خان کا مسلمانوں سے بائیکاٹ کا طرز عمل ہمارے سامنے ہے۔نیز پاکستان میں قادیانیوں کو کسی جذباتی فیصلہ یا دباؤ کے تحت غیر مسلم قرار نہیں دیا گیا بلکہ انتہائی زیادہ غور وفکر اور سوچ بچار کے بعد قادیانیوں کو اپنے دفاع کا پورا پورا موقع فراہم کرنے کے بعد قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی اس نتیجہ پر پہنچ پائی تھی کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

تیسری بات میں نے یہ سمجھائی کہ قادیانی جو یہ شور مچارہے ہیں کہ پاکستان میں ان کے انسانی حقوق پامال کئے جارہے ہیں یہ گمراہ کن پروپیگنڈہ ہے۔پاکستان کے عوام بہت زیادہ فراخدل ورحم دل واقع ہوئے ہیں۔دیگر بے شمار اقلیتیں پاکستان میں رہائش پذیر ہیں کبھی بھی فرقہ وارانہ اختلافات پاکستان میں پیدا نہیں ہوئے۔نیز قادیانیوں کی طرف سے کلمہ طیبہ کی توہین کے بارے میں سوالات اٹھائے گئے اور میں نے ان کے جوابات دیئے۔میری کاوشوں اور اللہ کے فضل سے وہی ممبران جنہوں نے گذشتہ برس انسانی حقوق کے حوالے سے پاکستان پر تابڑتوڑ حملے کئے تھے اب کی بار جب اجلاس ہوا تو کسی ممبر نے بھی پاکستان کے بارے میں کوئی ایک لفظ ایسا نہ بولا جو پاکستان کے عزت ووقار کے منافی ہو۔

واپسی میں براستہ فرینکفرٹ (جرمنی) اسلام آباد آیا۔قیام فرینکفرٹ کے دوران قادیانیوں کے ایک وفد نے میرے ساتھ ملاقات کرکے اپنے کچھ اعتراضات کئے جن کا میں نے تسلی بخش جواب دے دیا۔نیز نماز ظہر کے بعد ایک عام جلسہ کا اہتمام کرکے سوا دو گھنٹے تک عقیدہ ختم نبوت اور علامات مسیح موعود پر خطاب کیا۔اسلام آباد پہنچ کر میں نے فوراً جنیوا میں پاکستان کے سفیر جناب سعید دہلوی سے رابطہ کرکے فون پر پوچھا کہ ہماری کوششوں کا کیا نتیجہ نکلا تو انہوں نے مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب رہے کسی ممبر نے بھی اب کی بار پاکستان کی مخالفت نہیں کی۔

آپ کی سیاسی بصیرت ☆: پیر صاحب کی بین الاقوامی سیاست خصوصاً مسلم ممالک کے حالات وواقعات پر گہری نظر تھی۔1951ء سے 1954ء تک اپنے قیام مصر کی وجہ سے عرب ممالک کے مسائل اور مشکلات کو قریب سے دیکھا۔پیر صاحب کے نزدیک ان مسائل کی بنیادی وجہ اسلامی نظام حیات سے انحراف اور امریکہ اور روس کے ایماء پر باہمی اختلافات ہیں۔اگر تمام اسلامی ممالک متحد ہوجائیں تو دنیا کی کوئی طاقت ان کو زیر نہیں کرسکتی۔پیر صاحب نے پاکستان کی سیاست میں بھی اسی جذبے اور فکر کے ساتھ قدم رکھا کہ اگر ملک کی تمام دینی قوتیں متحد ہوکر لادینی اور تعصب پرست قوتوں کا مقابلہ کریں تو پاکستان کی آزادی سالمیت اور استحکام کی راہ میں حائل ہر رکاوٹ دور ہوسکتی ہے۔جس سے اسلامی نظام کا نفاذ ممکن ہوسکتا ہے۔لیکن جب پیر صاحب کو احساس ہوا کہ ملک میں سرگرم عمل بعض دینی قوتوں کی منزل نفاذ اسلام نہیں بلکہ ذاتی اقتدار کا حصول ہے۔تو آپ نے اپنی توجہ اہل سنت وجماعت کو متحد اور منظم کرنے پر مبذول کی تاکہ سواد اعظم اپنی اجتماعی کوششوں سے ملک کے اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملادیں۔

31 جنوری 1970ء کو اتحاد اہل سنت وجماعت کے سلسلے میں ایک اجلاس اسلامیہ برکات القرآن سانگلہ ہل میں خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کی زیر صدارت منعقد ہوا۔جس میں دیگر جید علمائے اہل سنت وجماعت اور مشائخ کرام کے علاوہ پیر صاحب نے بھی

شرکت کی۔ اجلاس میں اتحاد اہل سنت و جماعت کے لئے سنی بورڈ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ جب سابقہ مشرقی پاکستان کے مولوی "بھاشانی" نے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایشیا سرخ ہے کا نعرہ لگایا اور پاکستان کی سالمیت کے خلاف غلیظ زبان استعمال کی تو اس کے جواب میں 14 جون 1970ء کو ٹوبہ ٹیک سنگھ میں تاریخی سنی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس موقع پر پیر صاحب کو مجلس عمل جمعیت علمائے پاکستان کا مرکزی نائب صدر چنا گیا۔ اس حیثیت سے پیر صاحب نے قائدین جمعیت کے ہمراہ انفرادی طور پر بھی 1970ء کے عام انتخابات کی مہم میں بھرپور حصہ لیا اور جمعیت کے پیغام کو عام کرنے کے ذریعے پیر صاحب نے ہر ذریعے کو استعمال کیا۔ انہی دنوں میں یعنی اکتوبر 1970ء میں "ماہنامہ ضیائے حرام" لاہور کا اجراء ہوا جس کے ذریعے پیر صاحب نے دینی صحافت میں ایک باوقار سنجیدہ حق گو اور بے باک طرز صحافت کا آغاز کیا۔

2 ☆۔ پیر صاحب نے سوشلزم کی بھرپور مخالفت کی اور جواباً قرآن وسنت کی روشنی میں اسلامی نظام معیشت کی وضاحت کی۔ پیر صاحب اس بات سے متفق تھے کہ پاکستان میں معاشی ظلم روا رکھا گیا ہے اور معاشی انصاف کو اپنانے کی کوئی منظم، مربوط اور ٹھوس کوشش بھی نہیں کی گئی۔ تاہم پیر صاحب کے نزدیک معاشی ناانصافیوں اور محرومیوں کا علاج نہ سوشلزم کے پاس ہے اور نہ سرمایہ دارانہ نظام کے پاس، اس کا علاج صرف اسلامی نظام کے عملی نفاذ سے ہی ممکن ہے۔ (ضیائے حرم، نومبر 1970ء صفحہ 6)

اسی طرح پیر صاحب نے شیخ مجیب الرحمٰن کے پیش کردہ چھ نکات کی بھی شدت سے مخالفت کی اور ان نکات کو پاکستان کی سالمیت، آزادی اور علاقائی وحدت کے لئے زہر قاتل ثابت کیا۔

3 ☆۔ 1970ء کے عام انتخابات کے نتائج کے بارے میں پیر صاحب کا خیال تھا کہ یہ سوچنا غلط ہے کہ ان انتخابات میں اسلام ہارا ہے بلکہ اصل صورتحال یہ ہے کہ اسلامی جماعتیں، جو باہمی اختلافات کا شکار تھیں۔ ہاری ہیں۔ ان صاحب کو یقین تھا کہ پاکستان میں اسلام کا مستقبل نہایت روشن اور شاندار ہے کیونکہ ووٹوں کا تناسب دینی قوتوں کے حق میں زیادہ ہے۔ تاہم پیر صاحب نے مغربی جمہوریت کی طرز پر ہونے والے انتخابات میں شک کا فائدہ ہو کر کامیاب ہونے والوں میں جو تجربہ کیا وہ آج سچ ثابت ہو گیا ہے۔

جنوری 1971ء کے سر دلبراں صفحہ 10 پر لکھتے ہیں کہ عوام نے جن لوگوں پر اعتماد کیا ہے اور اپنے مستقبل کی صورت گری کا فریضہ جنہیں سونپا ہے وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ امت مسلمہ ان پر اعتماد کرے..... ہم نے زہر کو تریاق سمجھ کر لبوں سے لگایا ہے خدا خیر ہی کرے۔

4 ☆۔ مارچ 1971ء میں مشرقی پاکستان میں آرمی ایکشن کرنا پڑا۔ جس سے وہاں پر خانہ جنگی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ بھارتی افواج اور مکتی باہنی کے باہمی اتحاد نے صورتحال کو مزید پیچیدہ اور نازک بنا دیا۔

چنانچہ اکتوبر 1971ء میں پیر صاحب اور مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی نے جمعیت علمائے پاکستان کی طرف سے ڈھاکہ کا دورہ کیا اور وہاں کے حالات کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد حکومت سے مطالبہ کیا کہ ایک کل جماعتی کانفرنس بلائی جائے تاکہ ملک کے خلاف کی جانے والی بھارتی و بین الاقوامی سازش کو ناکام بنایا جائے۔ وفد نے مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کے ظلم وستم کی مذمت کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ نظریہ ہندوستان کے مخالف عناصر پر پابندی لگائی جائے۔ وفد نے مشرقی پاکستان میں امن وامان کی بحالی اور پاکستان کی سا

لیت وحدت اور آزادی کے تحفظ کے لئے حکومت کو ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا جائے۔

دسمبر 1971ء میں سقوط ڈھاکہ سقوط بغداد کے بعد مسلمانان عالم کے لئے دوسرا عظیم المیہ تھا جس سے ہر دردمند مسلمان تڑپ اٹھا۔ پیر صاحب پر بھی سقوط ڈھاکہ کا بہت گہرا اثر ہوا۔ آپ کے نزدیک اس میں غیروں سے زیادہ مسلمانوں کا قصور تھا۔ 1972ء کے ضیائے حرم میں سقوط ڈھاکہ کا تجزیہ کرتے ہوئے پیر صاحب لکھتے ہیں کہ اگر قیام پاکستان کے بعد اسلامی نظام نافذ کر دیا جاتا تو یہ المیہ نہ ہوتا۔ اس لئے یہ ہمارے لئے سرزنش ہے تاکہ ہم نافرمانی کی راہ کو چھوڑ کر فرمانبرداری اور اطاعت گزاری کو اپنا شعار بنائیں۔ پیر صاحب نے اس بات پر بھی زور دیا کہ المیہ مشرقی پاکستان کا گہرائی کے ساتھ تجزیہ کیا جائے اور اس کے ذمہ دار قومی مجرموں کو بے نقاب کر کے سزا دی جائے۔

5۔☆ دسمبر 1971ء میں نئے پاکستان، میں جب پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت قائم ہوئی تو پیر صاحب نے حکومت پر زور دیا کہ وہ پاکستان کی حفاظت ایک نئے عزم و جذبے اور حوصلے سے کرے اور ملک میں نظم و ضبط پیدا کر کے تمام طبقات کے جائز مسائل حل کر کے ان میں موجود بے چینی اور مایوسی کو دور کرے۔ پیر صاحب نے حزب اختلاف اور قوم پر بھی زور دیا کہ وہ متحد ہو کر ملک کی حفاظت اور خدمت کریں تاکہ کوئی اور المیہ پیش نہ آئے۔ پیر صاحب نے حکومت پر یہ بات بھی واضح کر دی کہ پاکستان ایک اسلامی نظریاتی اور جمہوری ملک ہے۔ اس میں کسی قسم کے غیر اسلامی قوانین کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی یہاں علاقائی و لسانی تعصب، فرقہ واریت اور بدامنی پھیلانے والے عناصر کی کوئی جائے پناہ ہونی چاہیے۔

مارچ 1972ء میں پیر صاحب کو جمعیت علمائے پاکستان کا مرکزی نائب صدر اول منتخب کیا گیا۔ جولائی 1972ء میں شملہ معاہدے کے موقع پر جب مسئلہ کشمیر کے بارے میں متضاد اور پریشان کن خبریں سننے کو مل رہی تھیں ایسے موقع پر پیر صاحب نے واضح کیا کہ اگر شملہ معاہدے میں پاکستان نے کشمیر پر مضبوط مؤقف اختیار نہ کیا تو پاکستان کا شیرازہ بکھر جائے گا کیونکہ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے۔ کشمیر سے ہمارا دینی، اخلاقی، سماجی اور معاشی تعلق ہے جس دن پاکستان نے موجودہ لائن آف کنٹرول کو بین الاقوامی سرحد تسلیم کر لیا۔ اس دن نظریہ پاکستان ختم ہو جائے گا۔ پیر صاحب نے خود مختار کشمیر کے نظریے کو مسترد کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ کشمیر کا حل اقوام متحدہ کی منظور کردہ قراردادوں کے مطابق کیا جائے۔

1974ء کی تحریک ختم نبوت ☆: 6۔ مئی 1974ء میں تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا۔ اس تحریک کا بنیادی مقصد قادیانیوں، احمدیوں اور لاہوریوں کو آئینی طور پر غیر مسلم قرار دیا جانا تھا۔ اس تحریک میں علمائے اہل سنت و جماعت اور مشائخ عظام نے قائدانہ اور فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ 13 جولائی 1974ء کو راولپنڈی میں کل پاکستان مشائخ کانفرنس، خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ کانفرنس میں پیر صاحب نے کلیدی قرارداد پیش کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں اور ان کے تمام گروہوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔

چنانچہ 7 ستمبر 1974ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی اور سینٹ میں قادیانیوں، احمدیوں اور لاہوریوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

اس پر پیر صاحب نے انتہائی خوشی کا اظہار کیا۔ اور حکومت کے ساتھ ساتھ پوری قوم کو مبارکباد دی۔

جنوری 1977ء میں جب وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے نئے عام انتخابات کا اعلان کیا تو پیر صاحب کے لئے یہ بڑی خوشی کا موقع تھا کیونکہ ان کے نزدیک جمہوریت میں انتخابات ہی ایسا مؤثر ذریعہ ہے جس کے ذریعے حکومت وقت کا احتساب ہوسکتا ہے اور پاکستان پیپلز پارٹی کی بجائے ملک میں مخلص، باکردار اور سنجیدہ قیادت سامنے آسکتی ہے۔ پیر صاحب نے فروری اور مارچ 1977ء کے ''سر دلبراں'' میں بڑی تفصیل سے پاکستان پیپلز پارٹی کے دور حکومت کا تجزیہ کیا اور عوام کو خبردار کیا کہ اگر اب بھی پاکستان پیپلز پارٹی سے نجات حاصل نہ کی گئی تو ملک میں اسلامی نظام کا سورج کبھی طلوع نہیں ہوگا۔

مارچ 1977ء کے عام انتخابات میں جس طرح دھاندلی ہوئی اور بعد میں جس طرح حالات نے نازک موڑ لیا۔ اس موقع پر پیر صاحب کو نہایت رنج و ملال تھا۔ آپ ملک کو جلد از جلد اس بحرانی دور سے نکلتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے۔ اس لئے تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ نے نہایت فعال کردار ادا کیا۔ پیر صاحب نے پنجاب کے مختلف اضلاع کے دورے کئے اور عوام کو منظم اور متحرک کیا۔ تحریک کے دوران دفعہ 144 کی خلاف ورزی میں آپ کے خلاف کئی مقدمات قائم ہوئے جس کی وجہ سے تین ماہ قید بامشقت کی سزا کاٹی اور ضیائے حرم پر پریس سنسر شپ پابندیاں بھی برداشت کیں لیکن تحریک کے مقاصد سے روگردانی نہیں کی۔ پاکستان پیپلز پارٹی اور پاکستان قومی اتحاد کے درمیان بات چیت کے نتیجے میں اکتوبر 1977ء میں دوبارہ انتخابات کرانے کا معاہدہ طے پایا تو پیر صاحب کو سرگودھا کے ایک حلقے سے پاکستان قومی اتحاد کی طرف سے قومی اسمبلی کا ٹکٹ دیا گیا۔ تاہم جولائی 1977ء میں مارشل لاء کے نفاذ کے بعد حالات یکسر تبدیل ہوگئے اور یہ انتخابات نہ ہوسکے۔ جولائی 1977ء کے مارشل لاء کا پیر صاحب نے خیر مقدم کیا کیونکہ ان کے نزدیک ملک کو ممکنہ خانہ جنگی سے بچانے کا صرف یہی ایک راستہ تھا۔

مارشل لاء کے نفاذ کے بعد پاکستان قومی اتحاد کی بعض جماعتوں نے اس سے تعاون کرنے کا فیصلہ کیا۔ تاہم جمعیت علمائے پاکستان کی پالیسی ''دیکھو اور انتظار کرو'' کی سی تھی۔ دسمبر 1977ء میں جمعیت اور پاکستان قومی اتحاد کے درمیان بعض آئینی اور تنظیمی معاملات پر اختلافات پیدا ہوگئے۔ جس پر فریقین نے اپنی اپنی طرف سے مصالحتی کمیٹیاں تشکیل دیں جمعیت کی کمیٹی میں پیر صاحب بھی شامل تھے۔ تاہم ان اختلافات پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہوسکا تو جمعیت علمائے پاکستان جولائی 1978ء میں پاکستان قومی اتحاد سے الگ ہوگئی۔ پیر صاحب کو صدر محمد ضیاء الحق سے حسن ظن تھا۔ ان کے ابتدائی وعدوں اور تقاریر پر یقین کرتے ہوئے پیر صاحب ان کو مرد مجاہد سمجھتے تھے (ضیائے حرم مارچ 1978ء ص 8)

پیر صاحب کے نزدیک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نفاذ کوئی آسان کام نہیں، جب تک اس کو قبول کرنے کیلئے اذہان تیار نہیں کئے جائیں گے۔ یہ کام نہیں ہوسکے گا۔ (ضیائے حرم دسمبر 1977ء، ص 8)

اس لئے پیر صاحب علمائے کرام و مشائخ عظام کو اس طرف متوجہ کرتے رہے تا کہ ان کی مسلسل محنت اور جدوجہد سے پاکستان اسلامی مملکت بن جائے۔ پیر صاحب بے لاگ احتساب کے قائل تھے۔ جب لاہور ہائی کورٹ نے ذوالفقار علی بھٹو کو ایک مقدمہ قتل میں

سزائے موت دی تو پیر صاحب نے فیصلہ کا اس لحاظ سے خیر مقدم کیا کہ ملک میں پہلی بار کسی حکمران کا احتساب ہوا ہے۔

پیر صاحب وسیع القلب اور کھلے دل و دماغ کے مالک تھے۔ نفرت، تعصب اور تنگ نظری ان کی شخصیت سے کوسوں دور تھی۔ تاہم وہ اپنے عقیدے اور نظریات پر بڑی سختی اور شعور کی تمام تر پختگی کے ساتھ قائم تھے۔ پیر صاحب نے ہمیشہ دینی قوتوں کے اتحاد و اتفاق کی ضرورت پر زور دیا۔ تاہم جب آپ نے محسوس کیا کہ بعض طاقتیں سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے خلاف مسلسل سازش اور منفی پروپیگنڈہ کر رہی ہیں تو آپ نے حقوق اہل سنت و جماعت کے تحفظ کی ضرورت پر زور دینا شروع کیا۔

16 اکتوبر 1978ء کو ملتان میں جماعت اہلسنت پاکستان کے زیر اہتمام سنی کانفرنس اور 25 مارچ 1979ء کو راولپنڈی میں میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس منعقد ہوئیں۔ پیر صاحب نے ان دونوں کانفرنسز میں شرکت کی اور اپنی تقاریر میں تحریک پاکستان اور استحکام پاکستان کے لئے علمائے اہل سنت و جماعت کی گراں قدر خدمات کو بیان کیا اور مطالبہ کیا کہ اہل سنت و جماعت کو ان کی آبادی کے تناسب سے زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں مقام دیا جائے اور ان کے تمام حقوق کا تحفظ کیا جائے۔

جب دسمبر 1978ء میں صدر محمد ضیاء الحق نے ملک میں نفاذ اسلام کے لئے بعض اقدامات کا اعلان کیا تو پیر صاحب نے اس کا زبردست خیر مقدم کیا اور اس عمل کو مزید مؤثر اور مسلسل جاری رکھنے پر زور دیا۔ ساتھ ہی آپ نے اس سلسلے میں حکومتی اقدامات کی بعض خامیوں کو بھی برملا بیان کیا۔ جس سے متاثر ہو کر صدر محمد ضیاء الحق نے پیر صاحب کو وفاقی شرعی عدالت میں بطور جج کام کرنے کی دعوت دی۔ اگرچہ احباب کی طرف سے یہ حکومتی منصب قبول کرنے کی مخالفت کی گئی لیکن پیر صاحب نے صرف اسلامی اقدار کے تحفظ اور اسلام کی عملی خدمت کے لئے 1980ء میں یہ ذمہ داری قبول کر لی۔ آپ سپریم کورٹ آف پاکستان شریعت اپیلٹ بنچ میں بھی بطور جج کام کرتے رہے اور اہم ترین مقدمات میں شریعت اسلامیہ کے مطابق فیصلے کئے جو آج بھی اپنے موضوع کے اعتبار سے سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ جج بننے کے بعد پیر صاحب عملی سیاست سے کنارہ کش ہو گئے تاہم ملک و قوم کی خدمت کا فریضہ آخری دم تک سرانجام دیتے رہے۔ جن کی بناء پر حکومت پاکستان کی طرف سے ستارہ امتیاز اور حکومت مصر کی طرف سے حسن کارکردگی کا میڈل پیش کیا گیا۔

عدالتی امور کی انجام دہی میں اسلام آباد میں قیام اور معمولات ☆: 1981ء میں اس وقت کے صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے وفاقی شرعی عدالت بنانے کا فیصلہ کیا تو اہل سنت کے تمام زعماء نے متفقہ طور پر آپ کا نام تجویز کیا، جنرل صاحب نے وفاقی شرعی عدالت میں بطور جج آپ کو نامزد کیا تو آپ نے صرف اس نیت سے اس عہدہ کو قبول کیا کہ جنرل ضیاء الحق نیک آدمی ہے، نیک نیتی سے اسلام کے نفاذ کا پروگرام رکھتا ہے لہٰذا ہمیں اس کے دست و بازو بن کر اس کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے، ممکن ہے اسلام کے نفاذ کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکے۔

ابتدائی طور پر آپ وفاقی شریعت کورٹ میں فرائض سرانجام دیتے رہے، اس کے بعد سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ میں عدالتی امور نمٹاتے رہے، اس دوران جس جرأت و استقامت کے ساتھ آپ نے کام کو سرانجام دیا اس کا اعتراف آپ کے ساتھ کام کرنے والے جج صاحبان نے مختلف مواقعوں پر کیا ہے۔

16 سال کے عدالتی عرصہ میں آپ نے نہایت اہم موضوعات پر فیصلے تحریر فرمائے۔ مثلاً رجم، قصاص و دیت، شفعہ، تصویر، سول سروس آرڈیننس کے علاوہ بہت سے اہم امور پر تحقیقی فیصلے صادر فرمائے جنہیں تمام جج صاحبان نے بنظر تحسین دیکھا اور کہا کہ آپ کے فیصلے عدالتی تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں۔

ابتدائی دو سالوں میں وفاقی شرعی عدالت میں حسب معمول پانچ چھ دن کام ہوتا، اس دوران آپ کے معمولات کچھ اس طرح تھے کہ صبح سحری کے وقت نماز تہجد اور اوراد و وظائف سے فراغت کے بعد عدالتی کیسوں کا مطالعہ فرماتے اور ان پر نوٹس لکھواتے، اس کے بعد ناشتہ فرما کر ٹھیک 9 بجے دفتر تشریف لے جاتے ایک بجے تک کیسوں کی سماعت فرماتے وہاں سے فراغت کے بعد اپنے دارالعلوم خیابان کرم چک شہزاد تشریف لاتے۔ دوپہر کا کھانا تناول فرما کر نماز ظہر ادا فرماتے اور بعد ازاں اگر کیسوں پر فیصلے لکھوانا ہوتے تو اردو میں املا کراتے۔

یہ بات واضح رہے کہ آپ تمام فیصلے اردو میں تحریر فرماتے اس سے اپنی قومی زبان کے ساتھ آپ کی محبت کا اندازہ لگتا ہے، مختلف فیصلوں پر دستخط بھی اردو ہی میں ثبت فرماتے۔ آپ کی پیروی میں جسٹس تقی عثمانی بھی اپنے فیصلے اردو میں لکھواتے، اس طرح آپ کے اس اقدام سے اعلیٰ عدالتوں میں ایک نیا انداز متعارف ہوا۔

عصر کی نماز کے بعد احباب سے ملاقاتیں فرماتے بالخصوص اپنے پیر بھائیوں، عقیدتمندوں پر خصوصی توجہ فرماتے، مغرب کی نماز کے بعد تمامی احباب کو رخصت فرما کر اپنے مطالعہ میں مصروف ہو جاتے کبھی کبھی اپنی صاحبزادی کے گھر تشریف لے جاتے ان کے بچوں پر شفقت فرماتے، رات کا کھانا اکثر احباب کی دعوت پر باہر ہی ہوتا تھا اور کبھی کبھی اپنے مرید خاص حضرت علامہ پیر مختار احمد ضیاء مدظلہ العالی کے دسترخوان پر اپنے دارالعلوم میں تناول فرماتے۔

مولانا مختار احمد ضیاء آپ کے منظور نظر اور چک شہزاد میں آپ کے ادارے کے ناظم اعلیٰ تھے، موصوف آپ کے خصوصی جانثار اور وفادار شاگردوں میں شمار ہوتے تھے، انتہائی درجہ کی محبت و شفقت والے بزرگ تھے راولپنڈی اسلام آباد کے تمامی علماء دل کی گہرائی سے ان کی قدر و منزلت کرتے ہیں۔

اگرچہ حضرت کو عدالت کی طرف سے ہوسٹل کی سہولت میسر تھی، آپ نے چند روز اس سہولت سے استفادہ بھی کیا مگر بعد میں اپنے ادارے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ خیابان کرم چک شہزاد اسلام آباد میں قیام کو ترجیح دی۔ اسی طرح حکومت کی طرف سے آپ کو دو پولیس ملازم بطور باڈی گاڈ بھی دیئے گئے مگر آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ ہمارا محافظ خداوند کریم ہے یہ لوگ ہماری حفاظت کیا کریں گے۔

آپ کا معمول تھا کہ ہر بدھ کو واپس بھیرہ تشریف لے آتے، پھر ہفتے کے روز صبح ٹھیک 9 بجے اپنے دفتر اسلام آباد پہنچ جاتے، آپ کے دفتر کی تاریخ میں سولہ سالہ ریکارڈ میں ایک دن بھی ایسا نہیں کہ آپ دفتر کے وقت سے کبھی لیٹ ہوئے ہوں۔

اسلام آباد میں قیام کے دوران آپ کبھی کبھی اپنے دیرینہ دوست اور مخلص ساتھی حکیم الحاج خلیل الرحمٰن رضوی صاحب سے ملاقات کے لئے ایبٹ آباد تشریف لے جاتے۔

حکیم صاحب موصوف وہ عظیم ہستی ہیں کہ جنہیں آپ کے ساتھ ابتدائی اسباق سے لیکر آخر تک ہم درس رہنے کا شرف حاصل رہا ہے۔

آپ کی اولاد وامجاد☆: خداوند کریم نے آپ کو چھ صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں عطا فرمائیں جن میں حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب مدظلہ العالی، الحاج محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب، جناب میجر (ر) محمد ابراہیم شاہ صاحب، جناب پیرزادہ محمد محسن شاہ صاحب، صاحبزادہ ابوالحسن محمد شاہ صاحب، جناب صاحبزادہ فاروق بہاوالحق شاہ صاحب شامل ہیں۔

آپ کے تمام صاحبزادگان نیک سیرت اور باکردار اور آپ کے مشن کے پیروکار اور اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ہیں جن میں سب سے بڑے صاحب زادے حضرت پیر سید امین الحسنات شاہ صاحب آپ کا عکس جمیل ہیں۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ظاہری و باطنی علوم سے مرصع نہایت ہی حلیم الطبع، بلند اخلاق اور کردار و عمل کے دھنی ہیں۔ ملکی سیاست میں دلچسپی رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے عظیم والد گرامی کے قائم کردہ اندرون و بیرون ملک تمام اداروں ٹرسٹ اور تنظیمات کو بڑے ہی احسن انداز میں چلا رہے ہیں۔

آپ کے خلفائے نامدار☆: جن صاحب عظمت حضرات نے آپ سے سلسلہ طریقت میں خرقۂ خلافت پایا ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ حضرت پیر سید نذیر حسین شاہ سیالکوٹ، حضرت محمد امداد حسین پیرزادہ ساکن جھنگ حال مقیم یو کے، جناب سید زاہد صدیق شاہ صاحب بھیرہ شریف، حضرت مولانا مختار احمد ضیاء صاحب ناظم اعلیٰ دار العلوم محمدیہ غوثیہ خیابان کرم چک شہزاد اسلام آباد، جناب سید ظفر علی شاہ صاحب ساکن خیر کتو، تحصیل کھاریاں ضلع گجرات، جناب السید عمر عادل صاحب جو مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں۔

تصنیف و تالیف☆: آپ کی تصانیف میں تفسیر ضیاء القرآن جو پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اس کو دنیا بھر میں بالخصوص دنیائے اہلسنت میں بلند مقام حاصل ہے، اس تفسیر کے لاتعداد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ موجودہ دور میں اس تفسیر کو ہر طبقہ میں شہرت حاصل ہے، جو کہ عام فہم اور جدید و قدیم معلومات سے مرصع ہے۔

آپ کی بین الاقوامی شہرت یافتہ تصنیف ''ضیاء النبی'' جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر چھ جلدوں پر مشتمل جامع کتاب ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

موجودہ دور میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ پر اس سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں ہے، دنیائے اہل سنت کے پڑھے لکھے حضرات اپنی بیٹیوں کی شادی کے موقع پر جہیز میں تفسیر ضیاء القرآن اور ضیاء النبی کے مکمل سیٹ دیتے ہیں۔

اہل علم حضرات کی رائے کے مطابق اسلامی زندگی کے تمام پہلوؤں اور بنائے اسلام سے لیکر حشر تک کی معلومات کا مکمل خزینہ اور انمول تحقیق ہے۔ اس کی مثال اس سے قبل کوئی کتاب نہ ہے۔

آپ کا جاری کردہ ماہنامہ ''ضیائے حرم'' جو اہلسنت کا بے باک ترجمان ماہنامہ ہے جس کے مضمون علمی و ادبی اور اسلامی پہلوؤں سے مزین ہیں۔

آپ کے بارے مشاہیر کی آراء☆: قبلہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کا انتقال عالم اسلام کے لئے ایک سانحہ عظیم ہے۔ آپ کے وصال سے قوم ایک عظیم سکالر اور متقنن سے محروم ہوگئی ہے۔ اسلامی فقہ میں آپ کی خدمات عرصہ تک نا قابل فراموش ہوں گی۔ آپ علم و دانش کے پیکر اور شرافت و قناعت کا مجسمہ تھے۔ درس و تدریس ان کا پسندیدہ مشغلہ اور تحقیق و تصنیف ان کا شعار تھا۔ آپ کی زندگی کا لحہ لحہ اس کار خیر میں بسر ہوا۔

محمد رفیق تارڑ☆: (سابق صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان)☆

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری ایک فرد نہیں بلکہ ایک عہد ساز شخصیت اور تحریک کا نام ہے۔ وہ بلند پایہ اور صاحب شریعت انسان تھے۔ جن کے انتقال سے ملک ایک مفکر اسلام اور مفسر قرآن سے محروم ہوگیا ہے۔ پیر صاحب فرقہ واریت کے ماحول میں اتحاد کا نشان تھے۔ وہ سارے عالم اسلام کا مرکز فخر تھے۔ آپ سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، کامل ولی، عالم باعمل تھے۔ آپ جیسی ہستیاں روز روز پیدا نہیں ہوتی۔ امت مسلمہ اپنے ایک محسن رہبر اور روحانی پیشوا سے محروم ہوگئی ہے۔

میاں محمد نواز شریف☆ (سابق وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان)☆

قبلہ پیر محمد کرم شاہ الازہری کی رحلت بہت بڑا سانحہ ہے۔ آپ کے وصال سے جو خلاء پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا بہت مشکل ہے۔ بطور جسٹس آپ نے تاریخی فیصلے کئے جو کہ آنے والوں کے لئے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

حضرت صبغۃ اللہ مجددی☆ (سابق موسس دولت اسلامی افغانستان)☆

حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے ملت اسلامیہ کو نا قابل تلافی نقصان ہوا ہے۔ قبلہ پیر صاحب نے ساری زندگی عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بسر کی۔ آپ کی ساری زندگی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل نمونہ تھی تفسیر ضیاء القرآن اور سیرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب ضیاء النبی اور دیگر کتب آپ کا کارنامہ ہیں۔

میاں محمد شہباز شریف☆ (وزیر اعلیٰ پنجاب)☆

پیر محمد کرم شاہ الازہری کی وفات سے پاکستان ایک عظیم عالم دین، ممتاز دانشور، سکالر اور ماہر قانون سے محروم ہوگیا ہے۔ آپ نے اسلامی نظریات کے مطابق قوانین کو ڈھالنے کے لئے جو گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ وہ روشن چراغ کی مانند ہیں۔ آپ کی وفات ایک عظیم سانحہ ہے۔

وسیم سجاد☆ (سابق چیئرمین سینٹ)☆

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کے وصال سے متعلق خبر سن کر دلی صدمہ ہوا۔ ایسے نیک اور عالم لوگوں کی موجودگی ملک و قوم کے لئے باعث رحمت ہوتی ہے۔ ان کی رحلت سے ذاتی طور پر بہت غمگین ہوں۔ مرحوم متبحر عالم دین، مفسر قرآن، محدث اور روحانی پیشوا تھے۔ وفاقی شرعی عدالت اور شریعت ایپلٹ بنچ کے جج کی حیثیت سے ان کے فاضلانہ فیصلے امت مسلمہ کے لئے بالعموم، علماء، وکلاء اور

ججز صاحبان کے لئے بالخصوص مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ان کی دینی، علمی، روحانی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

چیف جسٹس اجمل میاں ☆ (سپریم کورٹ اسلام آباد) ☆

پیر محمد کرم شاہ الازہری کی وفات سے زمانہ یکتائے روزگار سے محروم ہو گیا۔اللہ کریم نے آپ کو بے حد و حساب علم عطا فرمایا۔اس کے ساتھ ساتھ آپ عالم روحانیت کے چمکتے دمکتے ستارے بھی ہیں۔لیکن آپ نے ہمیشہ اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کی۔آپ ان میں سے تھے جن کی اک نگاہ فیض رساں لوگوں کی زندگیاں بدل دیتی ہے۔آپ کا چشمہ فیض جاری و ساری رہے گا۔

راجہ ظفر الحق ☆ (سابق وفاقی وزیر مذہبی امور) ☆

پیر محمد کرم شاہ الازہری کی دینی خدمات کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔دینی اداروں کے لئے قبلہ پیر صاحب کا مرتب کردہ نصاب ان کی شبانہ روز محنتوں اور کاوشوں کا ثمر ہے۔ان کا عمل ان کے قول کا شاہد ہے۔آپ کی زندگی نہایت سادہ تھی آپ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم دین اور ولی تھے۔

میاں عبدالستار لالیکا ☆ (سابق وفاقی وزیر زراعت) ☆

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیات بہت کم نظر آتی ہیں۔میں ایمان کی قوت سے کہتا ہوں وہ ولی اللہ تھے۔آپ سیاسی آلائشوں سے پاک ہستی تھے۔آپ عالم باعمل تھے۔اسلام کی سربلندی کے لئے جو کردار پیر صاحب نے ادا کیا وہ تمام علماء کے لئے مشعل راہ ہے۔

محمد اعجاز الحق ☆ (نائب صدر پاکستان مسلم لیگ، سابق وفاقی وزیر مذہبی امور) ☆

پیر محمد کرم شاہ الازہری ایک جید عالم دین بہت بڑے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خوش بخت انسان تھے۔جن کی زندگی کے شب و روز دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اسلام کی خدمت میں گزرے۔ان کے جدا ہونے سے ملک ایک ممتاز عالم دین، سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک درویش سے محروم ہو گیا۔ان کی وفات سے جو خلاء پیدا ہو گیا ہے وہ پُر نہیں ہو سکتا۔

ہمایوں اختر خان ☆ (سابق منسٹر آف سٹیٹ) ☆

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام ایک ذی فخر ہستی سے محروم ہو گیا ان کی وفات سے پیدا ہونے والا خلاء کبھی پُر نہ ہو گا۔آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔آپ کی ذات دنیائے اسلام کے لئے ایک درخشندہ باب کی حیثیت رکھتی تھی۔آپ کی ساری زندگی احیاء اسلام اور اتحاد بین المسلمین کے لئے وقف تھی۔آپ کا مشن آپ کے شاگردوں اور مریدین کے ذریعے جاری رہے گا۔

پیر صابر شاہ ☆ (سابق وزیر اعلیٰ سرحد) ☆

حضرت پیر کرم شاہ الازہری کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر دلی صدمہ ہوا۔حضور کی وفات عالم اسلام کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔آپ کی دین متین کے لئے خدمات کو روز قیامت تک یاد رکھا جائے گا۔آپ عالم اسلام کا ایک روشن ستارہ تھے آپ کے

انتقال سے پیدا ہونے والا خلاء کبھی پُر نہیں ہو سکے گا۔

قاضی حسین احمد ☆ (سابق امیر جماعت اسلامی) ☆

پیر محمد کرم شاہ الازہری جیسے بطل جلیل کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے میرے پاس سرمایہ علم نہیں ہے۔ میرا آبائی گاؤں بھیرہ شریف کے قریب ہے۔ میں نے اپنے بزرگوں سے بھیرہ شریف کی اس بزرگ ہستی کا نام سنا۔ جب ان سے ملا تو ان کے بارے میں سنی ہوئی تمام باتیں حقیقت ثابت ہوئیں۔ مجھے سب سے زیادہ ان کے اداروں کے قیام میں دلچسپی نے متاثر کیا۔ یہ سچ ہے کہ پیر صاحب جیسے لوگ مرا نہیں کرتے بلکہ ان کے سامنے وقت سرنگوں ہو گیا تھا۔ وہ باوزن جج تھے۔ میں نے 80 سال کی عمر میں بھی ان کے چہرے پر کوئی شکن نہیں دیکھی۔ ان کا چہرہ جگمگ کرتا ہوا شفاف اور نورانی تھا۔ ان کے اندر کی روشنی ان کے چہرے سے جھلک رہی تھی۔ جنرل ضیاء الحق نے ایک مرتبہ کہا تھا کون کہتا ہے کہ پاکستان غریب ہے جب ہمارے پاس پیر محمد کرم شاہ الازہری جیسی شخصیت موجود ہے۔

جنرل (ریٹائرڈ) حمید گل ☆

پیر محمد کرم شاہ الازہری عمر بھر اسلامی اقدار کے فروغ کے لئے اور نفاذ اسلام کے لئے کوشاں رہے۔ تعصب تنگ دلی سے کوسوں دور اتحاد بین المسلمین کے داعی تھے۔ پیر صاحب نے ہر موقع پر اسلامی تحریک میں ہماری حوصلہ افزائی کی۔ آج بھی اسلامی انقلاب کے لئے پیر کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا کردار ہمارے لئے نمونہ ہونا چاہئے۔ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے افراد آپ کی یکساں عزت کرتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق ☆ (جے۔ یو۔ آئی۔ ملی یکجہتی کونسل) ☆

محترم پیر محمد کرم شاہ الازہری کی زندگی کا ہر لمحہ راہ حق کی جادہ پیائی کرنیوالوں کے لئے روشن مثال کی حیثیت رکھتا ہے آپ نے ملت اسلامیہ کے قابل تقلید دینی اور قومی خدمات سرانجام دیں اور اس خطے میں علم و دانش کی جو شمع فروزاں کی وہ انشاء اللہ ہمیشہ اس ملک اور معاشرے کی تاریکیاں دور کرنے کے لئے قابل فخر کردار ادا کرتی رہے گی۔

صدیق الفاروق ☆ سابق چیئرمین (S-B-F-C) ☆

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری کے وصال کی خبر بجلی بن کر گری۔ آپ اپنے علم و فضل و ریاضت تواضع و انکساری اور شفقت و خلوص میں قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی تصویر پیش کرنے والی عظیم شخصیت تھے۔ ارض مقدس کے قیام کے دوران قربت کے بیش قیمت لمحے نظروں سے اوجھل نہیں ہو پا رہے ہیں۔ رہ رہ کر ان کی یاد میرے دل کو تڑپا رہی ہے۔

سید نظیر الحسن گیلانی ☆ (سیکریٹری اسلامی نظریاتی کونسل AJK) ☆

شیخ طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ و نور اللہ مرقدہ کے وصال کی خبر میرے لئے نہیں ہر سُنی مسلمان کے لئے باعث رنج و غم ہے۔ حضرت نور اللہ مرقدہ عارف باللہ شیخ طریقت عالم باعمل اور عظیم مفسر تھے۔ آپ کی تصانیف اور خدمت دین رہتی دنیا تک یاد رہیں گی۔ آپ کی رحلت عظیم سانحہ ہے۔ اس سے جو علمی و روحانی خلاء پیدا ہوا ہے اس کا پُر کرنا مشکل ہے۔

پیر صاحب کی دینی خدمات پوری امت کے لئے مینارہ نور ہیں آپ بہت نفیس، ملنسار میٹھے اور خوبصورت انسان تھے۔ آپ کی ذات ایک کارروان کی حیثیت رکھتی تھی۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقیؒ ☆ (سربراہ جے یو پی) ☆

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی ہمہ جہت، ہمہ صفت ہمہ گیر شخصیت صرف پاکستان ہی کے لئے نہیں بلہ پورے عالم اسلام کے لئے روشن چراغ ہے۔ زمانہ حال کا صیغہ میں نے جان بوجھ کر استعمال کیا ہے۔ کیونکہ پیر صاحب جیسی ہستیاں اپنے افکار و خیالات اپنی ناقابل فراموش خدمات، بےلوث اور بے غرض خدمت دین خلق خدا سے والہانہ محبت و خلوص اور اسلام کی راہ میں بے پناہ قربانیوں کی بناء پر بعد از مرگ بھی بندگان خدا کے لئے ہدایت و رہنمائی کا سامان فراہم کرتی رہتی ہیں۔ ان کے نقش قدم آنے والے قافلوں کے راہ نما بن کر ان کی موت کو حیات جاودانی عطا کر دیتے ہیں۔

سینیٹر مولانا عبدالستار خان نیازی مرحوم ☆ (جے یو پی) ☆

حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری مفکر اسلام قرآن عظیم رہبر و رہنما، داعی اور مربی و مرشد تھے۔ ان کا شمار مقتدایان عالم میں ہوتا رہے گا۔ ان کے فیوض و برکات اور توجہات صرف دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے مریدین، طلبہ، جملہ متوسلین پر بلکہ پوری امت مسلمہ پر فیض کی بارش بن کر برستی رہیں گی۔ پیر صاحب مینارہ نور تھے۔ آپ کی زندگی اسلام کے فروغ کے لئے وقف تھی۔ آپ اہل سنت میں اعتدال پسندی کا نمونہ تھے۔ آپ کی تفسیری خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا آپ جو علم کی شمع فروزاں کر گئے ہیں وہ جہالت کے اندھیروں کو دور کرتی رہے گی۔

پروفیسر طاہر القادری ☆ (سربراہ ادارہ منہاج القرآن) ☆

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ ان کا خمیر محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گندھا ہوا تھا۔ قلب میں عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی موجیں مسلسل تلاطم خیز رہیں۔ وہ بزرگ وجود اپنے باطن کے اعتقاد اور ظاہر کے عمل سے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو روشن راستے دکھا رہا۔ ان کے رہنما فیصلے، علماء، وکلا اور ججز کے لئے مینارہ نور ہیں۔ آپ کی عملی و دینی روحانی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

چیف جسٹس میاں محبوب احمد ☆ (وفاقی شرعی عدالت) ☆

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کا ظاہر و باطن نورانی تھا۔ ان کے اندر خلوص و محبت بدرجہ اتم موجود تھے۔ وہ علم و عمل کے سمندر تھے۔ ان کی ہر بات درخشندہ اور مستند تھی۔ وہ سب کو ساتھ لیکر چلنے کے عادی تھے۔ ضیاء القرآن ضیاء النبی اور ضیائے حرم نے ان کے نام کو دوام بخش دیا ہے۔ آپ قومی اور بین الاقوامی سطح پر دین کی خدمت میں مصروف عمل رہے۔

جسٹس منیر احمد مغل ☆ (عدالت عالیہ لاہور) ☆

پیر محمد کرم شاہ الازہری صاحب ایسے سکالر تھے جو اصل اسلامی روایات اور عصری تقاضوں سے پوری طرح آگاہ تھے۔ آئین کو

اسلامی دفعات میں ڈھالنے اور غیر اسلامی دفعات کو ختم کرنے کے بارے میں ان کی علمی صلاحیتیں اور خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ قصاص، دیت، حق شفعہ، سمیت دیگر معاملات میں آپ نے رہنما فیصلے کئے ہیں۔ آپ عالم اسلام کا عظیم سرمایہ تھے۔

جسٹس (ر) سید نسیم حسن شاہ ☆ سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ ☆

میں پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو 50 سال سے جانتا ہوں۔ ان کے ساتھ مصافحہ کرنے سے پورے جسم میں ایک گداز مستی نشاط اور نشہ اتر جاتا۔ پیر صاحب ان ہستیوں میں سے تھے جن سے ایک ملاقات انسان کی قسمت سنوار دیتی ہے۔ پیر صاحب ان صفات کے حامل علماء میں سے تھے جن کا ذکر حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں کیا ہے۔ پیر کرم شاہ الازہری اہل علم صوفیا کی کہکشاں کے روشن ستارے تھے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری نے خود کو انوار الٰہی کے ساتھ ہم خط کر لیا تھا۔

پروفیسر محمد منور مرزا

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری کی رحلت ایک عہد عشق و محبت کا رخصت ہونا ہے۔ حضور پیر صاحب سے رفاقت 30 سال پر محیط ہے۔ بلاشبہ وہ محبت و شفقت پیار اور علم کا سمندر تھے۔ وہ تعویذوں کی تجارت کرنے والے پیر نہیں تھے اور نہ ہی چندہ اکٹھا کرنے والے طریقت تھے۔ عشق مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم تھا پاؤں میں جوتے کی موجودگی کے وقت ذکر اسم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہ کرتے بلکہ اتار کر اس پیارے نام کا ذکر کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جو ایک لفظ بھی لکھے میں اس کا غلام ہوں۔ آپ میں عاجزی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

ندیم احمد غازی ایڈووکیٹ ☆ (سابق ایڈووکیٹ جنرل پنجاب) ☆

حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت مجموعہ کمالات تھی۔ آپ اللہ والے تھے اور اللہ والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ ان کی صحبت میں بیٹھ کر اللہ یاد آتا ہے۔ حضرت پیر صاحب نے اپنے قائم کردہ دینی مدارس میں وہ تعلیمی نظام رائج کر دیا ہے جو حکومتیں گزشتہ پچاس سال میں بھی نہ کر سکیں۔ آپ کے دینی مدارس کے فارغ التحصیل فضلاء کا مختلف شعبہ ہائے زندگی میں عظیم کارہائے نمایاں سرانجام دینا آپ کے دینی مدارس کے بلند علمی مقام کا مظہر ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی ☆ (انچارج شعبہ عربی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی) ☆

مجھے سب سے زیادہ پیر صاحب کی ظاہری شخصیت نے متاثر کیا ہے۔ آپ کی شخصیت پر روحانیت چھائی ہوئی تھی۔ عجز و انکساری ملنساری اور اخلاق و پیار پیر صاحب میں دیکھنے والی چیزیں تھیں۔ قدرت نے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا تھا۔ ایسے کام جو پورے ادارے نہیں کر سکتے پیر صاحب نے اکیلے سرانجام دیئے۔ آپ صرف ضیاء النبی لکھ کر بس کر دیتے اور کچھ نہ کرتے تو دین و دنیا کے لئے کافی ہوتا۔

پروفیسر پریشان خٹک ☆ (سابق چیئرمین یونیورسٹی گرانٹس کمیشن) ☆

مشک آں است کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ کستوری وہ ہے جو خود خوشبو دے نہ کہ عطار کو کہنا پڑے کہ اس کی خوشبو سونگھو اس گ

گزرے دور میں حضرت ضیاء الامت کی شخصیت محترمات روزگار میں سے تھی۔ مشائخ میں آپ بلند مرتبہ تھے خانقاہی نظام سے ہٹ کر ان کی ایک الگ شخصیت بھی تھی۔ علم کی دنیا میں آپ کی خدمات سب پر واضح ہیں۔ شبانہ روز محنت سے قرآن مجید اور حضور صلی اللہ علیہ الصلوۃ کی سیرت طیبہ کی جو خدمت کی وہ سب پر عیاں ہے۔ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کو دیکھ کر پانچ سو سال پرانی شخصیات یاد آتی ہیں۔ پیر صاحب کی ہستی تمام مکاتب فکر کے لئے مستند حیثیت کی حامل تھی آپ کے مخالفین بھی آپ کی علمی برتری اور فضیلت کا اعتراف بڑے واشگاف الفاظ میں کئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے گویا آپ **الفضل ماشھدت به الاعداء** کا مصداق تھے۔

پیر سید نصیر الدین نصیر گولڑوی ☆ (گولڑہ شریف) ☆

وہ بلند بخت اور ارفع ہستیاں جنہوں نے دنیا میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دھوم مچائی ان میں پیر محمد کرم شاہ الازہری کا نام بہت نمایاں اور روشن ہے۔ آپ کے ہر قول اور ہر عمل پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔ یہ وہ لائق تکریم شخصیات ہیں جو انسانی قافلوں کے حقیقی رہنما ہونے کے استحقاق رکھتی ہیں۔ پیر محمد کرم شاہ کا شمار ان تابندہ، عظیم و جلیل اور روشن و تاباں افراد میں ہوتا ہے جن کی صحبتیں اور توجہات کرم کی خوشبوئیں مشام ہستی کو معطر کرتی ہیں۔ وہ تاریخ کے صفحوں میں ایسے نظر آتے ہیں جیسے کوئی نور کے تڑکے میں دھیرے دھیرے جنت کی طرف رواں دواں ہو۔ وہ روحوں میں ایسے اتر جاتے ہیں جیسے شبنم شب تیرہ و تار کا کلیجہ چیر کر پھولوں کی پتیوں پر آ بیٹھی ہو۔ وہ بولیں نہ بھی تو ان کا عمل انقلاب کے گیت گنگناتا ہے۔ ان کی گدڑیوں کی دھول میں ہیروں کی چمک ہوتی ہے۔ ان کے فقر میں خسروی حکمتیں پنہاں ہوتی ہیں۔ وہ اس جہان فانی میں نظر نہ بھی آئیں تو ان کے مرقدوں کی مٹی زندگی کی سوغات تقسیم کرتی ہے۔ پیر صاحب سینے میں سمندر سے کھلا اور بادلوں سے زیادہ فیاض دل رکھتے تھے۔

علامہ سید ریاض حسین شاہ ☆ (ناظم اعلیٰ جماعت اہلسنت) ☆

قبلہ پیر محمد کرم شاہ صاحب علیہ الرحمۃ ایسی شخصیات میں سے تھے جن کے تذکرے سے رحمتیں جھوم کر اترتی تھیں۔ انہیں جس میدان میں بھی رکھا جائے تو وہ پشت پناہ اور راہ نظر آئے۔ قوم کے مقدر کو چمکانے میں انہوں نے جو کوششیں کیں ان کا احسان چکانا ناممکن ہے۔ اس دلفگار اور دلدوز موقع پر حضرت پیر صاحب کے متعلق چند الفاظ کہنا میری بساط سے باہر ہے۔ آپ ان مقربان الٰہی میں سے ہیں جو دلوں میں تمنا کی طرح محفوظ رہتے ہیں۔ آپ کی محفل پر فرشتوں کا تقدس نثار ہوتا تھا۔ آپ مویدٌ من اللہ تھے۔ آپ نے ساری زندگی کبھی دعاہائے نیم شبی سے، کبھی آہ سحر گاہی سے کبھی نم ناک کیفیت میں کبھی وجد کے عالم اور کبھی حضوری کی منزل میں قوم کے مقدر کو چمکانے کے لئے صرف کر دی۔

پیر علاؤ الدین صدیقی صاحب ☆ (سجادہ نشین نیریاں شریف) ☆

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری فقید المثال، عالم نبیل، مفسر قرآن اور پیر طریقت تھے۔ آپ کی زندگی ہمارے لئے مینارہ نور مخزن رشد و ہدایت اور منبع علم و حکمت ہے۔ آپ کے فیض کی بارش برستی رہے گی۔

جگہ گوشۂ غزالی زماں علامہ حامد سعید کاظمی صاحب ملتان وفاقی وزیر مذہبی امور

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ مرد کامل، نباض عصر تھے۔ آپ کا نام پیغام اور کام لوح تاریخ کے ایک ایک ورق کو معطر اور روشن کرتا رہے گا۔ جس کی جگمگاہٹ ہماری روحوں کی ان تاریکیوں کو نیست و نابود کر دے گی۔ جن کی زد میں ہم بحیثیت قوم آئے ہوئے ہیں۔ جنرل محمد ضیاء الحق نے میرے ساتھ ون ٹو ون ملاقات میں کہا تھا۔ پیر کرم شاہ الازہری اور علامہ سعید احمد کاظمی ایسی شخصیات جنہیں سونے میں تولا جائے تو ان کا حق ادا نہیں ہوتا۔ میں ان سے اس لئے متاثر ہوں کہ وہ علم کی بلندیوں پر فائز ہونے کے باوجود اپنی گفتگو اور اپنے رویوں میں مثالی عاجزی رکھتے ہیں ان کی سوچوں کا مرکز اسلام اور پاکستان رہے ہیں۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری ان عظیم بزرگوں میں بہت نمایاں تھے جنہوں نے ہمیشہ انجمن طلبہ اسلام کی سرپرستی فرمائی۔

حاجی محمد حنیف طیب۔ کراچی

جسٹس پیر محمد کرم شاہ جیسی عالی دماغ شخصیت کی وفات پر آج کتنی ہی آنکھیں نمناک ہیں اور کتنے ہی مضطرب ایسے افراد کی تعداد بے شمار ہے۔ جو آج درحقیقت خود کو یتیم سمجھنے پر مجبور ہیں۔ آپ جیسی شخصیت رحمت خداوندی کا عطیہ ہوتی ہے۔ آپ کی پوری زندگی ہمیں حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبی دکھائی دیتی ہے۔ آپ ممتاز عالم دین مفسر قرآن، مصنف کتب دینیہ تھے۔ پیر صاحب نے امت مسلمہ کے اتحاد و اتفاق کے لئے جو خدمات سرانجام دیں ہیں۔ انہیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ آپ کو علمی، دینی، روحانی خدمات کی بناء پر روحانی اور تحقیقی حلقوں میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ آپ کی وفات سے ملک ایک با کردار و باعمل عالم دین اور روحانی پیشوا سے محروم ہو گیا ہے جن کا خلاء پُر کرنا مشکل ہے۔

صاحبزادہ فضل کریم ☆ (سابق صوبائی وزیر اوقاف) ☆

حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ہر لمحہ راہ حق کی جادہ پیمائی کرنے والوں کے لئے روشن مثال ہے۔ آپ نے ملت اسلامیہ کے لئے قابل تقلید دینی اور قومی خدمات سرانجام دیں۔ اس خطے میں علم و دانش کی جو شمع فروزاں کی انشاء اللہ اس ملک اور معاشرے کی تاریکیاں دور کرنے کے لئے قابل فخر کردار ادا کرتی رہے گی۔ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی رضائے خدا اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں گزاری۔

خواجہ حمید الدین سیالوی ☆ (آستانہ عالیہ سیال شریف) ☆

مجھے پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ شب و روز کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملا میں نے تعلیم و تربیت، دعوت و تبلیغ، تصنیف و تالیف، ملک و ملت اور سیاست کے حوالے سے آپ کی قابل قدر مساعی اور آپ کے کارہائے نمایاں کا مطالعہ کیا اور اس نکتہ پر غور کرتا رہا کہ حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمۃ نے اتنے مختصر سے عرصہ میں اس قدر عظیم کام کس طرح سرانجام دیئے۔ انتہائی غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کر حضرت ضیاء الامت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک کے مطابق زندگی تعمیر فرمائی۔ سو نتیجہ یہ نکلا آپ نے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو رہتی دنیا تک ایک مثال رہیں گے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف سیالوی ☆ (صدر شعبہ عربی بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی) ☆

آپ نے بارہا علماء سے سنا کہ عالم کی موت ایک پورے جہان کی موت ہوتی ہے۔ اگر اس کا مصداق اتم دیکھنا ہو تو وہ پیر کرم شاہ الازہری کی ذات گرامی ہے۔ اس طرح اس حدیث مبارکہ العلماء ورثۃ الانبیاء کے مصداق اس دور میں حضرت پیر صاحب کی ذات گرامی نمایاں نظر آتی ہے اور روحانی اعتبار سے بھی کہ اللہ کا ولی اپنے آپ کو چھپاتا ہے۔ اور اس کے نشانی یہ بھی ہے۔ جب اس کے چہرے پر نظر پڑے تو خدا یاد آئے تو پیر صاحب کی ذات گرامی اس حوالے سے بھی اجلی اور نکھری نظر آتی ہے۔ آپ عالم باعمل ولی کامل تھے۔ ان سے محبت کا سبب یہی ہے کہ محاسن وخوبیوں کے مالک تھے۔ آپ کو جس پہلو سے بھی دیکھیں آپ سراپا حسن وکرم تھے۔ آپ اتحاد امت کی علامت تھے۔

حضرت غلام محمد سیالوی صاحب ☆ (سابق چیئرمین مرکزی بیت المال) ☆

وہ ایک متقی اور پرہیزگار عالم تھے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ اپنے نام کی طرح قوم کے اوپر خدا کا کرم تھے۔ وہ ایک ولی کی تمام خوبیاں رکھتے تھے۔ بطور جج انہوں نے ذمہ داری سے کام کیا اور خوف خدا ذہن میں رکھا آپ اتحاد بین المسلمین کے علمبردار تھے۔ آپ کی وفات سے عالم اسلام ایک عظیم سکالر سے محروم ہو گیا ہے۔

ڈاکٹر نعمان اعجاز ☆ (سابق سفیر مصر) ☆

قبلہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ضیاء القرآن اردو تفاسیر میں حقیقی نقطہ نظر کی بہترین ترجمان اور علوم معارف کا سمندر ہے سیرت النبیؐ پر آپ کی کتاب ضیاء النبی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آئینہ دار ہے۔

ڈاکٹر محمد میاں صدیقی ☆ (ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد) ☆

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پاکستان کے لئے المیہ ہے۔ موصوف اپنا چھوڑو نہیں دوسرے کا مسلک چھیڑو نہیں پر عامل اور اس کے داعی تھے۔ علمی تحقیق کا ذوق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا۔

محمد رفیع عثمانی ☆ (جامعہ دارالعلوم کراچی) ☆

حضور ضیاء الامت کے وصال سے ملت پاکستانیہ وحدت امت کے علمبردار کو کھو بیٹھی ہے۔ آپ نہ صرف پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے ہاں عزت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ بلکہ ملک سے باہر بھی ایک عظیم علمی مرتبہ ومقام حاصل تھے۔

تاج الدین الازہری ☆ (استاد بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد) ☆

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری کی شخصیت کی سب سے اہم صفت ان کا جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ان کے فکر وعمل کا محور تھی۔ آپ کے معمولات زندگی سیرت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ آپ کی زندگی فروغ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرپور تحریک تھی۔ ان کے نزدیک تطہیر فکر اور تعمیر کردار کی اساس فقط اور فقط حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر مشروط محبت تھی۔ آپ اپنے طلباء اور نوجوانوں میں جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جوت جگانا چاہتے تھے۔ تفسیر ضیاء النبی آپ کے عشق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

پیرزادہ امداد حسین شاہ ☆ (پرنسپل جامعہ الکرم) برطانیہ ☆

فدائے جمال رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری کی زندگی کا لحہ لحہ سادگی، سچائی، دردمندی، ہمدردی محبت، محنت ایثار اور عبادت وریاضت سے عبارت تھا۔ وہ ساری زندگی پاکستان کی قدیم بستی ''بھیرہ'' میں بیٹھ کر عرفان حق عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تزکیہ نفوس کی تحریک اٹھاتے رہے۔ ان کے روشن کردار کا ایک حسن یہ بھی تھا کہ وہ فی زمانہ علماء کے گروہی اختلافات سے الگ رہے۔

صاحبزادہ لخت حسنین شاہ ☆ (چیئرمین مسلم ہینڈز) ☆

پیرومرشد حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری اپنے عہد کے رازی...... دانش وبرہان کی آبرو علم وحکمت کا وقار بصیرتوں کا سورج...... علم وآگہی کا دریا...... جرأتوں کا ہمالہ تھے۔ آپ کی زندگی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھیگی اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نکھری ہوئی تھی۔ آپ کے پُر بہار شباب اور تقدس مآب بڑھاپے کا لحہ لحہ فروغ فکر قرآن کے لئے وقف تھا۔ آپ انجمن طلبہ اسلام کے محسن اور مربی تھے۔ لاکھوں کارکنان انجمن کے محبوب تھے۔ آپ نے ہمیشہ علماء ومشائخ سے کہا ''انجمن طلبہ اسلام کی سرپرستی کرو'' ہم پیر صاحب کے مشن کو لے کر آگے بڑھیں گے۔

ملک نعیم شہباز اعوان ☆ (مرکزی صدر انجمن طلباء اسلام) ☆

حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری کو عام اور سطحی لوگ نہیں سمجھ سکتے بلکہ علماء، دانشور اور صاحب حال لوگ ہی جانتے ہیں یا جس جس شعبے سے حضرت پیر صاحب کا تعلق رہا۔ اس شعبے کے چوٹی کے لوگ ہی جانتے ہیں کہ کتنی بڑی ہستی ہم سے بچھڑی۔ بڑے بڑے دینی ادارے قائم کرنے والے علماء سے پوچھیے کہ اس دور کا کتنا بڑا آفتاب علم وحکمت ہم سے بچھڑا ہے۔ بڑے بڑے جج ہی بتا سکتے ہیں کہ عصر حاضر کا کتنا بڑا جج اور اسلامی قانون کا ماہر ہم سے بچھڑا ہے۔ بڑے بڑے مفسرین سیرت نگار ہی بتا سکتے ہیں کہ اس دور کی کتنی جید اور ذی شان ہستی ہم سے جدا ہوئی ہے۔ جس وقت تک لوگ ضیاء القرآن اور ضیاء النبی سے اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہیں گے۔ حضور ضیاء الامت زندہ رہیں گے اور ان کا فیضان جاری رہے گا۔

ڈاکٹر حمزہ مصطفائی ☆ (سابق مرکزی صدر۔ A.T.I) ☆

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ملک وملت کے لئے بہت بڑا سانحہ ہے۔ قومی اور ملی سطح پر ان کی پرخلوص جدوجہد نے تاریخ کے انمٹ نقوش پر گہرا اثر چھوڑا ہے۔ دین کی خدمت میں سے تفسیر ضیاء القرآن اور سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف گوشوں کو ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جلدوں میں حضرت قبلہ پیر صاحب نے محفوظ کر دیا ہے جس سے قیامت برپا ہونے تک ہر خاص و عام استفادہ کرتے رہیں گے۔

لیفٹیننٹ جنرل (ر) کے ایم اظہر (مرحوم) ☆ (سیکریٹری جنرل جے یو پی) ☆

قبلہ ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری کے وصال کی اطلاع ہمارے لئے سانحہ عظیم ہے۔ آپ کی رحلت سے آپ کے خاندان کے افراد ہی نہیں بلکہ امت مسلمہ ایک عظیم دانشور، مفکر، مرشد ومربی سے محروم ہوگئی ہے۔ دور طالب علمی میں انجمن طلبہ اسلام کے صدر کی

حیثیت سے ان کی محبتیں اور شفقتیں یاد ہیں۔آپ کی شخصیت عالم اسلام کی منفرد عظیم شخصیت تھی۔

محمد عثمان خان نوری ☆ (اسلامک فاؤنڈیشن نارتھ امریکہ) ☆

حضرت پیر کرم شاہ الازہری ملت اسلامیہ کے بطل جلیل تھے۔آپ کی وفات عالم اسلام کے لئے سانحہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ نے عمر بھر تحفظ ناموس رسالت دینی علوم کے فروغ اور اداروں کے قیام کے لئے عظیم خدمات انجام دیں۔آپ کی پوری زندگی اطاعت و محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ میں سمجھتا ہوں ۔ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری کو خراج تحسین پیش کرنے کا سب سے اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ ان کے عظیم مشن کو جاری رکھا جائے۔

علامہ ظفر محمود فراشوی ☆ (پرنسپل جامعہ کریمیہ مانچسٹر) ☆

حضرت پیر کرم شاہ الازہری کی موت ایک عالم کی موت ہے مگر مجھے یقین ہے ان کا فیضان ان کا دارالعلوم ان کا مکتبہ اور ان کی دینی تحریک ہمیشہ زندہ رہے گی۔ان کی روحانی و علمی شخصیت کے انوار وافکار ہمیشہ ملت اسلامیہ کو منور کر کے رہنمائی فرمائیں گے۔

محمد ندیم باری ☆ (چیئرمین سیرت اکیڈمی) ☆

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری قرآنی علوم کی بزم نور کے ایک شگفتہ پھول تھے۔علوم قرآنی میں مہر جہاں تاب ہونے کے ساتھ ساتھ علم وفن کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں حضور ضیاء الامت کو مہارت حاصل نہ تھی۔ عالمانہ وجاہت رکھنے کے باوجود آپ کی زندگی تکلفات سے مبرّا تھی۔ملت کی زبوں حالی کا انہیں گہرا احساس تھا۔کسی بھی طبقہ انسانیت سے تعلق رکھنے والا شخص آپ سے فیض اکتساب کر سکتا تھا۔

علامہ قمر الزماں ☆ (جنرل سیکریٹری ورلڈ اسلامک مشن) ☆

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری کی وفات سے پورا علمی باب ختم ہو گیا۔علم ان کا سرمایہ تھا۔طریقت ان کا ناز تھا۔عصر حاضر میں قرآن مجید کی منفرد، معتبر اور مستند تفسیر ضیاء القرآن لکھ کر آپ دنیا بھر کے علماء محققین میں اعلیٰ مقام اور عزت حاصل کر چکے ہیں۔آپ رواداری، سادگی اور خودداری کا ایک عظیم نمونہ تھے۔آپ نے اپنے پیچھے ایک عظیم علمی ورثہ چھوڑا ہے۔

مولانا بوستان القادری ☆ (اعزازی مشیر مذہبی امور حکومت آزاد کشمیر) ☆

حضرت پیر کرم شاہ الازہری ایک عظیم مفسر قرآن معروف سیرت نگار، عالمی شہرت یافتہ دانشور، محدث فقیہہ اور عالم باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ زہد و تقویٰ کے وہ پیکر تھے جنہیں دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ان کے باطن کا نور ان کے چہرے سے جھلکتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ حضرت پیر صاحب جیسا منکسر المزاج عالم دین میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ان کے وصال سے پورا عالم اسلام ایک علمی اور روحانی خلاء محسوس کر رہا ہے۔

صاحبزادہ حبیب الرحمٰن محبوبی ☆ (آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف) ☆

پیر محمد کرم شاہ الازہری ملت اسلامیہ کا ایسا چراغ تھے۔جس کی روشنی تادیر محسوس کی جاتی رہے گی ان کے قائم کردہ مدارس اور ان کی

تصانیف آنے والی نسلوں کے لئے عظیم رہنما کا کردار ادا کریں گی۔ انہوں نے تحقیق اور تصنیف و تالیف کے حوالے سے قوم کو نئی راہیں عطا کی ہیں۔ پندرھویں صدی ہجری میں وہ اپنی نوعیت کے منفرد عالم دین تھے۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ علم و معرفت کا سنگم تھے۔

مفتی محمد خان قادری ☆ (امیر عالمی دعوت اسلامیہ) ☆

حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کو اگر آسمان کی بلندی کہا جائے تو بھی حق اگر زمین کی وسعت کہا جائے تو بھی درست اور اگر سمندر کی طغیانیاں کہا جائے تو بھی بجا ہے۔ یہ بلندیاں یہ رفعتیں اور عروج و کمال اپنی جگہ لیکن ان سب سے بڑھ کر آپ کا وصف یہ تھا۔ آپ ایک سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور یہی آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ باوجود اس کے کہ آپ مفسرین اور محدثین کی صف اول کے مفسر اور محدث تھے۔

حضرت صاحبزادہ مظہر فرید شاہ

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری اپنا تعارف آپ تھے۔ وابستگان سیال شریف میں ان کا علمی مقام نمایاں اور بلند تھا۔ دینی، ملی، قومی اور ملکی سطح پر ان کی قدر آوری کا کون معترف نہیں۔ سادہ مگر باوقار...... دھیمے مگر بارعب...... تحریر و تقریر ہر دور میں منفرد اور خوب۔ اب ان کی یادیں رہیں گی۔ ان کے افکار اور اذکار کا تسلسل رہے گا۔

صاحبزادہ علامہ کوکب نورانی۔ کراچی

مجسمہ علم و عمل مفسر سیرت نگار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیکر انکسار و تواضع جامع شریعت و طریقت شیخ العصر قبلہ پیر محمد کرم شاہ الازہری کی وفات حسرت آیات سے ملک و قوم کو ایک گنج گراں سرمایہ کی محرومی سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ جس کی قدر و قیمت کا اندازہ امر محال ہے۔ حضرت پیر صاحب جریدۂ عالم پر اپنے فضائل و کمالات کے ایسے نقوش ثبت کر گئے ہیں۔ جو ابد الآباد تک زندہ رکھیں گے۔

طالب ہاشمی

مفسر قرآن ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری کی رحلت تمام ملت اسلامیہ کے لئے بالعموم اور اہل سنت و جماعت کے لئے بالخصوص بہت بڑا نقصان ہے۔ پیر صاحب کی ذات گرامی اہل سنت کے اتحاد و اتفاق کی علامت تھی۔ پیر صاحب بلاتفریق ہر طبقہ فکر کے نزدیک قابل احترام شخصیت تھے۔

امجد علی چشتی ناظم اعلیٰ ☆ (جماعت اہلسنت پنجاب) ☆

پیر محمد کرم شاہ الازہری کی وفات عالم اسلام کی وفات ہے اور عالم اسلام کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے۔ پیر صاحب کا شمار دور حاضر کے علماء، مشائخ کے سرخیل کے طور پر ہوتا ہے۔ ان کی مذہبی، قومی اور ملی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ پیر صاحب عالم اسلام کا انمول سرمایہ تھے۔ آپ کی خدمات تاریخ میں سنہری حروف میں لکھی جائیں گی۔

پیر بنیامین رضوی ☆ (سابق صوبائی وزیر پنجاب) ☆

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری اسلام اور پاکستان کا عظیم سرمایہ تھے۔ ایسی شخصیت صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں آپ کی رحلت سے

پیدا ہونے والا خلاء صدیوں بعد بھی مشکل پورا ہوگا۔ آپ اہلسنت کی پہچان تھے۔

سلیم قادری شہید☆ (قائد سنی تحریک) ☆

پیر محمد کرم شاہ الازہری اتحاد بین المسلمین کے داعی تھے۔ جدید دینی تعلیم کے بانی اور روحانیت کا سرچشمہ تھے۔ پیر صاحب کی خدمات تاریخ اسلام میں سنہرے حروف میں لکھی جائیں گی۔ پیر صاحب کی رحلت سے عالم اسلام خصوصاً پاکستان ایک جید عالم سے محروم ہوگیا ہے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 10 ذوالحج 1418ھ بمطابق 8 اپریل 1998ء کو اسلام آباد میں ہوا، نماز جنازہ امیر شریعت حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف نے پڑھائی، سینکڑوں مشائخ و علمائے کرام کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں عقیدتمندان، شاگردان، عزیزان نے شرکت کی۔

مزار پرانوار والد گرامی کے پہلو بھیرہ شریف میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت حاضری دیکر اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

1988ء میں پہلی مرتبہ فقیر راقم الحروف بھیرہ شریف میں حاضر ہوکر آپ کی زیارت و قدم بوسی سے مشرف ہوا اس موقع پر فقیر کے ہمراہ علامہ حافظ بشیر احمد سیالوی، علامہ حافظ محمد فاروق عثمانی، علامہ حافظ فضل دین نقشبندی اور علامہ منیر احمد شمشی بھی موجود تھے۔ اس کے علاوہ بھی ملک کے مختلف مقامات بالخصوص سنی کانفرنس ملتان، راولپنڈی اور اسلام آباد کی مختلف تقاریب میں زیارت و ملاقات کا شرف حاصل رہا ہے۔ فقیر نے آج تک اتنی مہربان و شفیق و حلیم شخصیت کا مالک آج کے دور میں نہ علماء میں اور نہ ہی مشائخ عظام کی صف میں دیکھا ہے۔

آپ قرون اولیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی کے طور پر امت مسلمہ بالخصوص اہل پاکستان کے پاس ایک نعمت تھے اور آج بھی اپنے ہر چاہنے والے کے دل میں موجود ہیں۔ **خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را**

آستانہ عالیہ سیال شریف کے عظیم شیخ طریقت حضرت خواجہ فخر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ نے قطعہ تاریخ رقم کی ہے۔

سراپا علم و عرفاں صاحب ارشاد ۱۴۱۸ھ خوشاں کان صفا محبوب داور ۱۴۱۸ھ

محمد کرم شاہ اس مہر تاباں ۱۴۱۸ھ بگفتا سال رحلت فخر شوشتر ۱۴۱۸ھ

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت علامہ پیر سیّد جمال الدین شاہ کاظمی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: پیکر اخلاق وحسنات، منبعٔ فیوض وبرکات، فخر السادات، غازی ملت حضرت علامہ مولانا پیر سید جمال الدین شاہ کاظمی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ نیر افق ولایت ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1946ء میں اپنے زمانے کے عظیم درویش وعارف کامل حضرت خواجہ پیر سید کمال الدین شاہ کاظمی علیہ الرحمۃ کے علمی وروحانی گھر خواجہ آباد شریف ضلع میانوالی میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والدگرامی سے گھر میں ہی حاصل کی بعدازاں مختلف مدارس دینیہ میں اُس زمانے کے جید علماء کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے درس نظامی کی تکمیل اور علوم اسلامیہ پر مکمل دسترس حاصل کر کے مسند درس وتدریس پر فائز المرام ہو کر طالبان دین حق وعلوم اسلامیہ کی خدمت میں مصروف ومشغول ہو گئے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ حضور پیر سیال لجپال حضرت خواجہ شمس العارفین کے نور نظر حضرت خواجہ نام درج نہیں کے دست حق پر بیعت سے سرفراز ہوئے، انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز وممتاز ہوئے۔

سیرت وکردار ☆: آپ اپنے وقت کے عظیم عارف کامل، صاحب تقویٰ وپرہیز گاری میں یکتا، حسن اخلاق وکردار میں بے مثال، سخاوت، عاجزی وانکساری میں بے نظیر شخصیت کے حامل بزرگ تھے، آپ کی تمام زندگی علوم اسلامیہ کے حصول وفروغ و اشاعت میں گزری، اپنے اجداد کے دربار مقدسہ خواجہ آباد ضلع میانوالی میں ایک دینی ادارے مدرسہ شمس العلوم نصیریہ غوثیہ کے نام سے سنگ بنیاد رکھا، تعمیری مراحل سے گزرنے کے بعد اس ادارے میں حفظ قرآن کریم کے علاوہ درس نظامی تک تعلیم کا اجراء کر کے تشنگان علوم دینیہ کی پیاس بجھانے میں مشغول رہے۔

علوم دینیہ کی ظاہری تعلیم کے ساتھ ساتھ عوام الناس اور دربار خواجہ آباد میں آنے والی دکھی انسانیت اور گمراہ لوگوں کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے روحانی سلسلہ طریقت پر خصوصی توجہ فرمائی، آپ کی بدولت بہت سے گمراہوں کو راہ ہدایت اور لا تعداد لا علاج

مریضوں کو موذی امراض سے نجات ملی۔

آپ دین اسلام کے نہ صرف متبحر عالم اور صوفی بزرگ تھے بلکہ آپ نے اپنی ظاہری زندگی میں عملی طور پر جہاد افغانستان میں حصہ لے کر اپنے اسلاف کی سنت کو زندہ کر کے غازی ملت ہونے کا شرف واعزاز حاصل کیا۔

آپ کی علمی وقلمی خدمات ☆: آپ نے درس وتدریس، خانقاہی نظام اور جہاد کے شعبوں میں جہاں بھرپور حصہ لیا، وہاں اپنے زور قلم سے آنے والی نسلوں کے لئے چند نایاب کتب بھی تصنیف فرمائیں، جن (۱) مغربی پارلیمانی طریق انتخاب علماء امت کی نظر میں (۲) ھادی کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبات شامل ہیں۔ اسلام اور عورت کی حکمرانی، اسلامی نظام اور ایمانی تقاضے، امر بالمعروف نہی عن المنکر، گل گلستان اہل بیت حالات زندگی حضرت سید محمد عبداللہ شاہ غازی تحریک اسلامی انقلاب کے اغراض ومقاصد اور لائحہ عمل......

مدرسہ شمس العلوم کا سنگ بنیاد ☆: دربار عالیہ خواجہ آباد شریف پر آپ کے والد گرامی نے دینی درسگاہ شمس العلوم نصیریہ کے مختصر جگہ کچی تعمیر کی تھی، جب کہ آپ نے 1972ء میں آٹھ کنال اراضی پر شمس العلوم نصیریہ کا باقاعدہ سنگ بنیاد رکھا اور مسلسل جدوجہد وکاوش سے چھ کمروں بمع برآمدہ پر مشتمل عظیم الشان عمارت پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

اس کے علاوہ 1967ء میں آپ نے کراچی کے معروف وگنجان علاقہ سیکٹر H-4 بسم اللہ چوک نئی آبادی سعید آباد بلدیہ ٹاؤن میں ایک دینی ادارے "مدرسہ قمر العلوم فریدیہ رضویہ" کی بنیاد رکھی وہاں بھی دینی تعلیم کا اجراء کیا اور تاحیات اس کی سرپرستی فرماتے رہے۔

دستار بندی بدست شیخ الاسلام ☆: آپ کے والد گرامی نے شعبان کے ابتدائی ایام میں دربار خواجہ آباد شریف میں ایک پُر وقار تقریب کا اہتمام کیا۔ جس میں علماء طلباء اور عوام الناس کی کثیر تعداد نے شرکت کی، اس پر وقار تقریب میں آپ کے والد گرامی کی پُر خلوص دعوت پر شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ بھی تشریف لائے۔ اور آپکے والد گرامی کی خواہش پر آپ کے علوم دینیہ سے فارغ التحصیل ہونے پر دستار فضیلت باندھی، اور چند خصوصی سندوں سے حدیث پاک کی روایت کی اجازت مرحمت فرمای اور آپ کے والد ماجد کی درخواست پر آئندہ کے لئے جانشین مقرر کرتے ہوئے خلافت بھی عطا فرمائی۔ آخر میں اوراد چشتیہ کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔

قمر العلوم فریدیہ کا قیام ☆: 1979ء میں آپ مستقلاً کراچی تشریف لے آئے اور اپنے پیر ومرشد شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے نام سے ماری پور روڈ ٹرک اسٹینڈ لیاری کراچی میں جامعہ قمر العلوم فریدیہ کا سنگ بنیاد رکھ کر

مختصر مدت میں قمر العلوم کو ایک شاندار و خوبصورت عمارت کے علاوہ معیاری دینی درسگاہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

تحریک نظام مصطفیٰ میں آپ کا کردار☆: 1976ء میں ملک میں عام انتخابات ہوئے لیکن ''قومی اتحاد'' نے نتائج کو صحیح تسلیم نہ کرتے ہوئے تحریک چلانے کا فیصلہ کیا، رفتہ رفتہ یہ تحریک ''تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ'' کا روپ دھار گئی۔ عوام اہل سنت بھٹو کے سوشلزم کے خلاف اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کی تحریک میں قوت پیدا کرنے کے لئے رضا کارانہ طور پر گرفتاریاں دینے لگے۔

چنانچہ آپ نے بھی اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے حکومت کے خلاف اہالیان میانوالی کے تعاون سے ایک زبردست جلوس نکالا، جس سے مقامی انتظامیہ بوکھلا گئی، اور آپ کو گرفتار کرنے کے درپے ہو گئی۔ بالآخر آپ کو گرفتار کر کے میانوالی جیل بھیج دیا گیا۔ اس وقت آپ جمعیت علمائے پاکستان ضلع میانوالی کے جنرل سیکرٹری تھے۔ جبکہ علامہ سید غلام فخر الدین گانگوی چشتی صدر تھے۔ تحریک نظام مصطفیٰ کے سلسلے میں آپ نے ڈھائی ماہ سے زائد عرصہ تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور پائے استقلال میں جنبش نہ آنے دی۔

کراچی سے اسلام آباد لانگ مارچ☆: 9 جولائی 1996ء کو آپ نے برِاعظم ایشیا کا وہ عظیم کارنامہ انجام دیا کہ آئندہ بھی اسے سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ آپ نے پاکستان میں نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے حکومت وقت پر یہ باور کرانے کے لئے کہ باسیان پاکستان کی اہم ضرورت نظام مصطفیٰ کا نفاذ ہے۔ آپ نے کراچی تا اسلام آباد تک اپنے ایک سو رفقاء و مریدین کے ساتھ پیدل لانگ مارچ کا اعلان کر دیا۔ ظاہراً یہ اعلان بڑا عجیب معلوم ہوتا تھا کہ جولائی کی شدید ترین گرم میں سترہ سو کلومیٹر کا طویل سفر کس طرح طے کیا جائے گا۔

لیکن آپ کی مستقل مزاجی نے اس اعلان کو حقیقت کا عملی جامہ پہنا کر سب کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا کہ اتنی بڑی جدوجہد، دنیاوی مفادات سے قطع نظر ہو کر صرف اور صرف نظام مصطفیٰ کے کفاذ کے لئے تھی۔

غلامان مصطفیٰ کا یہ قافلہ 31 اگست 1986ء کو راستہ کی تمام مصائب و تکالیف برداشت کرتے ہوئے اور راستہ میں آنے والے چھوٹے بڑے شہروں کے عوام اہل سنت کی جانب سے استقبالی الوداعی جلسے اور دعوتوں کی صورت میں ملنے والی محبتوں کو سمیٹتا ہو بالآخر اپنی منزل مقصود کو پہنچ گیا۔ لیکن ظالم و غاصب حکمرانوں نے اس عظیم قربانی سے صرف نظر کرتے ہوئے کاروان نظام مصطفیٰ کو ''صدر ہاؤس'' اور پارلیمنٹ سے دور رکھنے کے لئے لیاقت باغ کے قریب اس مختصر مگر پرامن قافلہ کو ہر طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ اور آپ سے مذاکرات کی درخواست کی۔

مذاکرات میں حکومتی نمائندوں نے ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کا وعدہ کیا، جس کے بعد یہ احتجاجی پروگرام ختم کر دیا گیا۔

اولاد و امجاد☆: خداوند کریم نے آپ کو دو صاحبزادے حضرت صاحبزادہ سید فرید الحسنین کاظمی جبکہ دوسرے صاحبزادے

حضرت سید محمد فاروق انور کاظمی عطا فرمائے تھے۔ جن میں سے بڑے صاحبزادے کا وصال گیارہ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ۔ 2008ء کو نشتر پارک میں منعقدہ میلاد کانفرنس میں بم دھماکے میں شہید ہو گئے۔

وصال باکمال☆: 17 مئی 1999ء کو کراچی کے دورے پر تھے کہ اچانک آپ کی طبیعت علیل ہو گئی، جس کی وجہ سے ہسپتال داخل کروانا پڑا۔ ہسپتال میں پانچ روز بے ہوش رہنے کے بعد جیسے ہی آپ کو ہوش آیا تو آپ نے انتہائی نگہداشت کے وارڈ آئی سی یو میں ہونے کے باوجود اپنے بڑے صاحبزادے سید محمد فرید الحسنین کو حکم دیا کہ آپ لائبریری سے فلاں فلاں کتابیں فوراً لے آئیں۔ تاکہ میں اپنی زندگی کا آخری فتویٰ مکمل کرلوں۔

آپ انتہائی نگہداشت کے بستر پر اس طرح لیٹے ہوئے تھے کہ دونوں بازوؤں میں خون کی ڈرپیں لگی ہوئی تھی اور موت و زندگی کی کشمکش کے عالم میں آپ نے اپنی زندگی کا آخری فتویٰ ''مستحقین زکوٰۃ قرآن کی نظر میں'' لکھا۔

۱۴۲۰ھ بمطابق 19 جولائی 1999ء بروز پیر 53 برس کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔

مزار پُرانوار خواجہ آباد شریف ضلع میانوالی میں مرجع خاص و عام ہے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت صاحبزادہ سید محمد فاروق انور کاظمی صاحب سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ جو بڑی خوش اسلوبی سے آستانہ عالیہ اور آپ کے قائم کردہ مدارس دینیہ کو چلا رہے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

منقبت در شان حضرت پیر سید غلام محی الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

سلطان تو ہے زمانے کا ہو کے مہر علی کا غلام
کتنا اونچا ہے سید دہر میں ہر سو تیرا نام

شیخ حدیث و قرآن ہے کتنی اونچی شان تیری
تو ہے شب علمی میں اے میرے سید ماہ تمام

علم کے ہر گلشن میں تیرے علم کے دھارے چلتے ہیں
علم کے غنچوں پر تیرا سید ہے اک جدو عام

فخر زمانے کو ہے تیرے علم کی شان و شوکت پر
علم کی ہر اقلیم میں بھی رائج ہے تیرا ہی نظام

عبدالرحمٰن عالم بھی فاضل بھی ہے ایک اجل
تیری نگاہ الفت سے حسین جس کا عظیم الشان ہے مقام

یاد خدائے برتر میں رہتا ہے شہباالدین مگن
یادشہ دو عالم ﷺ سے شناسا اسے حاصل ہے دوام

وہ اک بیکس و بے بس ہے مضطر ہے وہ بیچارہ
اس کی جانب ایک نظر عرفان تم سب کا ہے غلام

حضرت مولانا پیر سید غلام محی الدین شاہ چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف ☆: آفتاب علم حکمت، بدر المشائخ، شیخ الحدیث والتفسیر والفقہ، مرشد العلماء وارث علوم حیدری، جامع معقول و منقول، امام المناطقہ، حضرت علامہ پیر سید غلام محی الدین شاہ مشہدی ثمہ سلطان پوری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اپنے وقت کے جیدّ اکابر میں ہوتا ہے آپ کی ولادت باسعادت ہروئی والا سلطان پور نزد حسن ابدال ضلع اٹک کے علمی و روحانی مرکز کے ماہ کامل حضرت فقیہ العصر علامہ سید ضیاء الدین شاہ صاحب کے گھر ۱۹۱۹ میں ہوئی۔

آپ کے آباؤ اجداد ایران کے مشہور شہر مشہد سے ہجرت کر کے افغانستان کے راستے آزاد کشمیر کے مختلف علاقوں مظفر آباد، پٹہکہ اور نوسیری کے مقام پر آباد ہوئے۔ آپ کے جداعلی حضرت پیر سید محمد نسیم شاہ علیہ الرحمۃ نے مظفر آباد سے اوپر وادی نیلم میں نوسیری کے مقام پر جلوہ افروز ہو کر اس خطے کو رونق بخشی اور مخلوق خدا کی رشد و ہدایت کا مرکز بنایا ان کا مزار پر انوار پاک فوج کے نوسیری کیمپ میں آج بھی مرجع خلائق عام ہے۔

آپ حسینی سید ہیں ۲۷ واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام حسین سے ملتا ہے۔ آپ نے ایسے علمی و روحانی گھرانے میں آنکھ کھولی جہاں ہر طرف تعلیم قرآن وحدیث فقہ، منطق اور علوم ظاہریہ و باطنیہ کا بسیرا تھا۔ آپ کے خاندان کے تمام افراد کئی پشتوں تک اپنے وقت کے بہترین عالم و فاضل اور شیخ طریقت گذرے ہیں۔

آپ کی عمر شریف جب ایک سال کی ہوئی تو والدہ ماجدہ آپ کو لے کر حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ نے آپ کو ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ یہ حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ ہی کی دعاؤں کا اثر تھا کہ آپ علم و عمل کا آفتاب بن کر اس دنیا میں چمکے اور ایک جہان کو اپنے علم فضل اور فیضان وعرفان سے نواز کر مالا مال کیا۔

تعلیم وتربیت ☆ جب آپ نے بولنا سیکھا تو کم سنی میں ہی اپنے چچا سید منور شاہ علیہ الرحمۃ سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی اور سکول کی تعلیم کے دوران آپ نے فارسی بھی پڑھی۔ اسکے بعد اپنے تایا حضرت سید حسن شاہ علیہ الرحمۃ سے باقاعدہ درس نظامی کی تعلیم کے سلسلہ میں کریما بوستان گلستان سے لے کر سکندر نامہ اور زلیخا تک تمام کتب فارسی انہی سے پڑھیں۔ کریما نام حق کے چند اسباق مولانا احمد دین علیہ الرحمۃ بھوئی شریف سے پڑھے۔ صرف ونحو قانونچہ کھیوالی ابواب الصرف اپنے والد گرامی سے پڑھیں۔ اس کے بعد

صرف نحو کی مزید تعلیم کے لئے اپنے والد گرامی کے شاگرد خاص علامہ عبدالحق غورغشتوی بانی دارالعلوم بن گی (بھنگی) حضرو کے ہاں صرف کی کتاب زنجانی وغیرہ ان سے پڑھیں۔ بعدازاں بھوئی شریف میں قانونچہ کھیوالی کے قوانین، دستور المبدی، خلاصہ کیدانی وغیرہ استاذ العلماء علامہ فرید الدین سے پڑھیں اس کے بعد باںڈی عطائی خان داخلی حویلیاں ہزارہ میں آپ نے نظم مائۃ شرح مائۃ عامل کا مرکی ترکیب کے ساتھ مراح الارواح اور فصول اکبری مولانا محمد حلیم سے پڑیں اسکے بعد جس زمانہ میں شیخ الجامعہ مولانا محب النبی علیہ الرحمۃ اپنے سسر محترم مولانا محمد عالم علیہ الرحمہ کی تیمار داری کی غرض سے چنبہ پنڈ ہزارہ میں قیام پذیر تھے۔ آپ نے وہاں پر ان سے اکتساب فیض کیا۔ اس کے بعد جب مولانا محب النبی علیہ الرحمۃ جب دارالعلوم مکھڈ شریف تشریف لے گئے تو آپ بھی اپنے برادر اصغر حضرت علامہ سید عبدالرحمٰن شاہ صاحب سلطان پوری علیہ الرحمۃ کے ہمراہ مکھڈ شریف کی علمی اور روحانی درسگاہ میں تشریف لے گئے اور شیخ الجامعہ علامہ محب النبی علیہ الرحمۃ سے اکتساب فیض کرتے رہے۔

شیخ الجامعہ علامہ محب النبی علیہ الرحمۃ کچھ عرصہ مکھڈ پڑھانے کے بعد جامعہ نعمانیہ لاہور میں مدرس کی حیثیت سے تشریف لے گئے تو آپ بھی اپنے برادر اصغر علامہ سید عبدالرحمٰن شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے ہمراہ جامعہ نعمانیہ لاہور میں داخلے کے لیے چلے گئے اور وہاں پر داخلہ حاصل کر کے اپنی بقایا کتابیں اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد ۱۹۴۳ء تک لاہور میں ہی تعلیم حاصل کرتے رہے آپ اپنے استاذی المکرّم علامہ محب النبی علیہ الرحمۃ سے والہانہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ اسی طرح شیخ الجامعہ صاحب بھی آپ پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔

بیعت طریقت☆: حضرت شیخ الجامعہ علامہ محب النبی علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ آپ کو اپنے ہمراہ دربا عالیہ گولڑہ شریف تشریف لے گئے اور مولانا محبوب عالم جو حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ کے خصوصی خادم تھے۔ ان کی وساطت سے آپ کو حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف کرایا۔ حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ پر ان دونوں عموماً استغراق کا غلبہ طاری اور آپ حالت سکر میں رہتے تھے۔ آپ کے بیعت ہونے کے کچھ ہی عرصے کے بعد حضور تاجدار گولڑہ علیہ الرحمۃ کا وصال باکمال ہو گیا تھا۔

تدریس کا باقاعدہ آغاز☆: جامعہ نعمانیہ لاہور میں حضرت شیخ الجامعہ علامہ محب النبی علیہ الرحمۃ کے پاس دوران تعلیم آپ نہ صرف چھوٹی کتابوں کے کے طلباء کو مشورہ دیتے۔ بلکہ تکرار بھی کروایا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں آپ نے صرف نحو منطق کے رسائل پڑھانے شروع کر دیئے تھے۔ جامعہ نعمانیہ لاہور میں دوران طالب علمی جب آپ پڑھایا کرتے تھے تو اس کے ساتھ ساتھ جامعہ کے نظم ونسق ڈسپلن صفائی وغیرہ کا بھی بہت خیال فرماتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جامعہ کے تمام اراکین وطلباء اکثر کہا کرتے تھے کہ شاہ صاحب حضرت شیخ الجامعہ کے نائب ہیں۔ بلکہ اکثر طلباء آپ کو مہتم استاد کے نام سے پکارتے تھے۔

اس دوران آپ کی ترقی کے لئے جامعہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ مدرسہ کے ایک سفیر نے جامعہ کے ایک سید زادے طالب علم کو غصے میں آکر گالی دی آپ کو اس سفیر کی بات پر غصہ آگیا اور اس مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہیں خاموش ہو جا اگر تو مجھے گالی دیتا تو تجھے پتہ چل جاتا۔ آپ کی بات سن کر اس نے آپ کی شان میں نازیبا جملے کا استعمال کیا۔ آپ چونکہ اس کی پہلی حرکت پر ہی غصے میں تھے۔ آپ

نے اس کی گردن پر زور سے مکا مارا مکا لگنے کی دیر تھی وہ بیہوش ہو کر گر گیا۔اس معاملہ کا جب حضرت شیخ الجامعہ کو پتہ چلا تو بہت پریشان ہوئے اور فرمانے لگے کہ وہ بے ہوش ہے اگر خدانخواستہ مر گیا تو پھر کیا ہوگا۔مگر خدا کا کرنا کہ وہ اگلے روز ہوش میں آ گیا جس کی وجہ سے وہ خطرہ تو ٹل گیا۔مگر ادارے کے ناظم نے آپ کو مدرسہ چھوڑنے کو نوٹس دے دیا۔اس لئے کہ سفیر مذکورہ ناظم جامعہ کا رشتہ دار تھا۔اس معاملہ کی وجہ سے آپ پر سخت قسم کی کاروائی عمل میں لائی گئی اس وجہ سے حضرت شیخ الجامعہ بہت پریشان ہوئے مگر چونکہ غلطی آپ کی تھی اس لئے کھل کر سامنے بھی نہ آ سکتے تھے۔اس دوران جامعہ کے ایک استاد جامعہ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ان کے زیر تعلیم طلباء کی تدریس کا کوئی سبب نہیں بن رہا تھا۔اس سلسلہ میں جامعہ کے ناظم اعلیٰ مفتی محمد عظیم صاحب نے جامعہ کے تمام مدرسین کو بلا کر مشورہ کیا کہ اس کلاس کے لئے حل تلاش کیا جائے۔حضرت شیخ الجامعہ نے موقع غنیمت جان کر حکمت عملی سے انہیں مشورہ دیا کہ اگر شاہ صاحب کی غلطی کو معاف کر دیا جائے تو وہ اس کلاس کے اسباق کو اچھی طرح پڑھا لیں گے۔تمام مدرسین نے اس بات کو تائید کی کی چنانچہ آپ کو باضابطہ طور پر اس کلاس کیلئے مدرس مقرر کر دیا گیا اس کے بعد آپ کافی عرصہ تک جامعہ نعمانیہ لاہور میں پڑھاتے رہے۔

وہاں سے پھر آپ کو اپنے گاؤں سلطان پور شریف میں آنا پڑا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے تایا جان اور والد گرامی علیہ الرحمۃ اپنے مدرسے میں تدریس امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دینے کے علاوہ زمینداری اور کھیتی باڑی کا کام بھی کرتے تھے۔کام چونکہ زیادہ تھا۔آپ نے لاہور کو خیر باد کیا اور سلطان پور تشریف لا کر اپنے والد گرامی کے مدرسے میں پڑھانا شروع کر دیا۔خاندان کے دونوں بزرگوں نے درس نظامی اور فنون کی تمام کتابیں آپ کے سپرد کر دیں۔مگر آپ درس تدریس کے ساتھ ساتھ کاشتکاری میں بھی اپنے تایا اور والد گرامی کا ہاتھ بٹایا کرتے تھے تا کہ اُن پر بوجھ کم ہو جائے۔

جب آپ نے سلطان پور میں تدریس کا کام شروع کیا تو ایک صدی سے زیادہ عرصہ پہلے قائم شدہ یہ ادارہ پوری آب وتاب سے علم کی روشنی بانٹ رہا تھا۔

آپ نے چونکہ شہری دیہاتی مدرسوں میں وقت گذارا تھا۔اس لئے آپ اس معاملہ میں بہت منتظم ثابت ہوئے۔آپ نے اپنے بزرگوں کے تعاون واجازت سے اس مدرسے کو با قاعدہ دارالعلوم کی شکل دینے کا فیصلہ کر لیا۔جس کا نام دارالعلوم حمیدیہ سلطان پور رکھا۔ آپ کے بزرگوں نے آپ کی اس معاملہ میں دلچسپی اور صلاحیت کو دیکھتے ہوئے اپنی ذاتی زمین مزید اس مدرسے کو با قاعدہ دارالعلوم کی شکل دینے کا فیصلہ کر لیا۔

آپ نے با قاعدہ سلیبس تیار کر کے پوری آب وتاب کے ساتھ پڑھانا شروع کر دیا۔طلباء کو جماعت کی پابندی اسباق پر سختی اور ان کی اخلاقی وروحانی تربیت کا خصوصی خیال رکھا۔جس کی وجہ سے یہ دارالعلوم تھوڑے ہی عرصے میں برصغیر کے مشہور اداروں میں شمار ہونے لگا آپ نے یہ معمول اور سلسلہ ۱۹۵۰ء تک جاری رکھا ۱۹۵۰ء میں جامعہ عزیزیہ بگویہ بھیرہ شریف ضلع سرگودھا کے مہتمم کے بار بار اصرار کرنے پر آپ بھیرہ شریف چلے گئے۔وہاں سات سال تک بحیثیت صدر مدرس فرائض سرانجام دیتے رہے۔اس موقع پر آپ کے برادر اصغر علامہ پیر سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ العالی بھی آپ کے ہمراہ تھے وہیں پر انہوں نے بھی آپ سے مختلف کتابیں پڑھیں

تھیں۔

۱۹۵۷ء میں جامعہ غوثیہ مظہرالاسلام بھابڑابازارراولپنڈی کے مہتمم حافظ الحدیث حضرت علامہ حافظ عبدالغفور صاحب مدظلہ آپ کے والدگرامی کے پاس سلطان پور تشریف لائے اوران سے گزارش کی کہ آپ شاہ صاحب کوراولپنڈی میں میرے مدرسے میں پڑھانے کی اجازت دیں۔آپ کے بزرگوں بخوشی اجازت دے دی۔اورآپ راولپنڈی تشریف لے آئے۔

(نوٹ) آپ کے والدین کی طرف سے آپ کوراولپنڈی میں پڑھانے کی بخوشی اجازت دینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حافظ الحدیث علامہ حافظ عبدالغفور صاحب آپ کے والدِ گرامی کے قابل ترین شاگردوں میں سے ہیں اورانہوں نے صرف نحواورفنون کی اکثر کتابیں آپ کے والدگرامی سے ہی پڑھیں تھیں۔

۱۹۵۷ءتا ۱۹۶۰ء آپ نے جامعہ غوثیہ بھابڑابازار میں بڑی جانفشانی سے کام کیااورجامعہ کو چارچاند لگادیئے۔جامعہ غوثیہ مظہرالاسلام بھابڑابازارراولپنڈی کے عوام اہل سنت کا سب سے پرانا مرکز ہے اوراس ادارے میں بڑے بڑے جید علمائے کرام پڑھا چکے ہیں۔مزید یہ کہ اس ادارے سے پڑھنے والے علماء آج بھی دنیا بھر میں اپنے علم کی روشنی سے عوام اہلسنت کے سینوں کو منورکررہے ہیں۔

جامعہ غوثیہ بھابڑابازارراولپنڈی میں آپ کے ہی کے دورمیں استاذی العلماء مفتی گل احمد خان صاحب عتیقی مدرس جامعہ نظامیہ لاہور صاحبزادہ فیض القادری مرحوم مناظر اہلسنت علامہ سید عباس علی شاہ صاحب رضوی جیسے دوسرے کئی علماء آپ سے اکتساب فیض کرتے رہے۔

اس دورمیں آپ کچھ عرصے تک جامعہ رحمانیہ ہری پورنزدکرتارپورہ راولپنڈی میں جمعہ کی خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

۱۹۶۰ء میں آپ دوبارہ پھراپنے گاؤں سلطان پور تشریف لے گئے اوردوبارہ درالعلوم حمیدیہ کے نظم ونسق کی ذمہ داریاں سنبھال لیں اورتقریباً ۴ سال تک اپنے فرائض سے عہدہ برآں ہوتے رہے۔

(نوٹ) ۱۹۵۷ اور ۱۹۶۰ء کے ادوار میں آپ کے برادار اصغر حضرت علامہ پیر سید حسین الدین شاہ صاحب جامعہ مسجد سبزی منڈی راولپنڈی کے خطیب تھے۔اس دوران جب جمعہ کے اجتماع اوردیگر مذہبی جلسوں میں مذاہب باطلہ اورعقائد باطلہ کا بھرپورانداز سے ردفرماتے تو مخالفین انگشت بدنداں رہ جاتے تھے۔اورسنیت کا دردعوام اہل سنت کے دلوں میں پیدا ہوا اورلوگوں میں اپنے اوربیگانے کی پہچان پیدا ہوئی۔دیگر مسالک باطلہ کے خلاف ایک تعصب ابھرا باشعورسنیوں نے رسالت مآب ﷺ کے اس عظیم خانوادے کے عظیم فرزندونورنظر حضرت علامہ سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ العالی کی بھرپور صلاحیتوں سے کام لینے کا فیصلہ کرتے ہوئے یکم جنوری ۱۹۶۴ بمطابق ۱۵ شعبان المعظم ۱۳۸۳ھ ہجری شب برأت کی مقدس رات کو جامعہ رضویہ ضیاء العلوم سبزی منڈی کا بورڈ مرکزی جامع مسجد سبزی منڈی میں آویزاں کردیا گیا اور ۹ مارچ ۱۹۶۴ء بمطابق ۲۴ شوال المکرم ۱۳۸۳ کو صبح ۹ بجے علم وفضل کے بحربیکراں علامہ فریدالدین علیہ الرحمۃ بھوئی شریف اورفقیہہ العصر ہمالہ علوم علامہ پیر سید ضیاء الدین شاہ صاحب سلطان پوری علیہ الرحمۃ نے جامعہ کے طلباء کو پہلا سبق پڑھا کر اس ادارے کو دین اسلام اورمسلک اہل سنت کے لئے ایک روشن آفتاب قراردیا۔

الحمدللہ آپ ۹ مارچ ۱۹۶۴ء سے ۲۶ جون ۱۹۹۹ء گیارہ ربیع الاول شریف ۱۴۲۰ ہجری تک جامعہ رضویہ ضیاء العلوم سبزی منڈی راولپنڈی کے ۳۵ سال تک نہ صرف مہتمم رہے بلکہ بیک وقت شیخ الحدیث والتفسیر والفقہ اور مفتی اس کے ساتھ ساتھ ایک بہترین منتظم کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔

جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی اگر آج پوری صلاحیتیں بروئے کار لاتے ہوئے پوری دنیا میں دین متین اور مسلک اہل سنت کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے تو یقیناً یہ آپ ہی کی محنت توجہ اور نگاہ کا ہی اثر ہے۔

آپ کی قلمی خدمات ☆: جس طرح آپ کو تدریس میں ایک خاص ملکہ حاصل تھا۔ اس طرح خدائے فضل وکرم سے آپ کو تحریر کا بھی ایک خاص انداز عطا فرمایا تھا۔ آپ کی تحریر نہایت عمدہ اور پر مغز کلمات کا مجموعہ ہوتی تھی۔

اگرچہ دارلعلوم کی ذمہ داریوں کی وجہ سے آپ تحریری شعبہ کو زیادہ وقت نہ دے سکے مگر باوجود اس کے آپ نے علمائے اہل سنت اور عوام اہلسنت کے لئے اپنی یادگار تصانیف چھوڑی ہیں جو کہ عنقریب ہی آپ کے قائم کردہ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی کے زیر اہتمام چھپ کر منظر عام پر آنے والی ہیں۔

آپ کی اولاد امجاد ☆: اللہ کریم نے آپ کو دو صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ سید غلام معین الدین شاہ صاحب کی شکل میں عطا فرمایا جو کہ آج کل جامعہ رضویہ کے نائب ناظم بھی ہیں۔

آپ ذات اور عشق رسول ﷺ ☆: آپ کشتہ عشق رسول ﷺ تھے۔ آپ نے ساری زندگی درس حدیث پڑھاتے ہوئے عشق رسول ﷺ کے موتی علمائے حق کی جھولی میں ڈالے تمام زندگی امام اہلسنت مجدد دین وملت حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کے طریقے پر عمل پیرا رہتے ہوئے ان کے مشن کے وارث ہونے کا حق ادا کر دیا۔ دورۂ حدیث کے دوران جب کبھی رسول کریم ﷺ کی عظمت وشان کی بات آجاتی تو آپ کے چہرے پر عجیب وغریب کیفیت طاری ہو جاتی اور ہونٹوں پر تبسم نگاہوں میں حسن رسول ﷺ اتر آتا اور جھوم جھوم کر درس حدیث دیتے اور بار بار سرکار علیہ السلام کی شان وعظمت محبت بھرے لہجے میں ذکر کرتے رہتے اسی طرح کسی محفل میں اگر کوئی ثنا خوان حضور ﷺ کی نعت پڑھتا تو آپ کا دل شاد اور باغ باغ ہو جاتا چہرہ کھل جاتا بالخصوص اپنے مرشد کامل فاتح قادیاں غوث زماں حضور تاجدار گولڑہ پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کی لکھی ہوئی نعت کا یہ مصرع

سبحان اللہ ما اجملک ما احسنک ما اکملک

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء　　　　گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

پڑھا جاتا تو آپ محفل میں کھڑے ہو جاتے اور جھوم جھوم کر اُس ثنا خوان پر انعام واکرام کی بارش کر دیتے اور اس مصرعہ کو بار بار پڑھواتے تھے۔

۱۹۹۸ء جب جماعت اہل سنت کے زیر اہتمام یا رسول ﷺ ریلی نکالی گئی تو اس موقعہ پر آپ کا جوش دیدنی تھا۔ آپ بنفس نفیس عاشقان رسول ﷺ ساتھ سڑکوں پر پیدل نکل آئے۔

جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب آپ کو جب عوام کے ساتھ اسٹیج کے نیچے کھڑا ہوا دیکھا تو آگے بڑھ کر انہوں نے عرض کیا کہ حضور آپ سٹیج پر تشریف لے آئیں تو آپ نے فرمایا کہ شاہ جی میں سٹیج پر بیٹھنے نہیں آیا ہوں۔ بلکہ رسول ﷺ کے پروانوں میں کھڑے ہو کر محبت رسول ﷺ کے نغمے سننے اور اپنے دل کا رانجھا راضی کرنے آیا ہوں۔

آپ نے لاتعداد مرتبہ حجاز مقدس اور حرمین شریفین کی حاضریاں دیں۔ اور اکثر حاضریوں میں ایسا اتفاق بھی ہوا کہ جب آپ مدینہ شریف میں داخل ہوتے تو پاؤں سے ننگے ہو کر چلتے آپ فرماتے کہ سرکار شہر ادب کا مقام ہے۔

عرب کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا

ارے سر کا موقع ہے اور جانے والے

اکثر و بیشتر مسجد نبوی میں نماز عصر کے بعد ایک مخصوص مقام پر بیٹھ کر اپنے ہمراہیوں کے ہمراہ نعت رسول ﷺ سنتے اور خوب روتے حتیٰ کہ حالت غیر ہو جاتی۔ گشتہ عشق رسول ﷺ کے عشق و محبت کو خدا کی بارگاہ میں جو قرب اور قبولیت کا درجہ عطاء ہوا وہ کسی کو نصیب نہیں بقول

این سعادت بزور بازو نیست

خداوند کریم نے آپ کی رحلت کا دن یوم وصال اپنے محبوب رحمۃ اللعلمین ﷺ کے دن پر رکھا۔ ۱۲۔ ربیع الاول شریف بعد فجر آپ کا وصال اور بعد عصر آپ کو لحد میں اتارا گیا۔

آپ کی تحریکات ☆: تحریک پاکستان کے لئے آپ نے اپنے تایا اور والد گرامی کے ہمراہ بہت کام کیا ہر جگہ پر محفل میں عوام و علماء صوفیاء اور مشائخ کو تحریک پاکستان کی کامیابی کے لئے فرماتے اسی طرح ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ اور اس کے بعد تحریک ناموس رسالت جس میں آپ کے جامعہ کا ایک طالب علم حافظ نوید بھی شہید ہوا تھا۔ ان تمام تحریکات میں آپ نے بنفس نفیس بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنے خاندان کے تمام افراد اور جامعہ کے طلباء اور علماء کو ان تحریکات کی کامیابی کے لئے تلقین فرماتے تھے۔

آپ کی دینی خدمات ☆: ویسے تو آپ کی پوری زندگی ہی دین اسلام کے لئے وقف تھی مگر اور جس طرح درس و تدریس میں مہارت تامہ رکھتے ہوئے اس شعبے میں انقلابی خدمات سرانجام دی ہیں وہاں آپ کے یہ کارہائے نمایاں بھی قیامت تک صدقہ جاریہ کے طور پر جاری رہیں گے (۱) ''دار العلوم حمیدیہ سلطان پور ضلع اٹک'' (۲) ''جامعہ رضویہ ضیاء العلوم سبزی منڈی راولپنڈی'' (۳)

''جامعہ رضویہ ضیاء العلوم ڈی بلاک سٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی'' (۴) ''جامعہ آمنہ ضیاء البنات ڈی بلاک راولپنڈی جامعہ آمنہ ضیاء لبنات کمپلیکس سہالہ ضلع اسلام آباد'' (۵) ''جامعہ رضویہ آئی ایٹ اسلام آباد'' (۶) ''بلدرہ شریف آزاد کشمیر جہاں آپ کے آباؤ اجداد کے مزارات ہیں ان کے ساتھ عظیم الشان جامع مسجد اور شعبہ حفظ کیلئے ایک دینی مدرسہ'' (۷) ''جامعہ محمدیہ غوثیہ انوار القرآن مولوی محلہ صدر راولپنڈی آپ ہی کی یادگار ہیں''۔

آپ نے اپنی ۸۲ سالہ زندگی میں سے ۲۲ سال دینی علوم سیکھنے میں اور ۶۰ برس دینی علوم پڑھانے اور دینی ادارے بنانے میں گزارے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دور حاضر کے تمام علماء، خطباء، فقہاء، صوفیا اور مشائخ عظام اور عوام اہلسنت آپ کی ان خدمات کو نہ صرف تسلیم کرتے ہیں بلکہ عقیدت ومحبت سے ہدیہ تبریک بھی پیش کرتے ہیں۔

تقویٰ اور پرہیزگاری☆: آپ ''ان اکرم مکم عند اللہ اتقکم'' کی عملی تفسیر تھے۔ آپ کی زندگی تقوی پرہیزگاری کا شاندار نمونہ تھی۔ سفر میں ہوں یا حضر میں ہر وقت باوضو رہتے تھے۔ اپنے درس کے دوران طلباء کو بھی خصوصی طور پر نصیحت فرماتے کہ سبق سے پہلے وضو کر لیا کرو اور ہر وقت باوضو رہنے کی کوشش کیا کرو۔ آپ کی زندگی منہیات ومنکرات سے بالکل پاک اور صاف تھی غیر شرعی باتوں سے خود بھی دور رہتے اور اپنے متعلقین کو بھی منع فرماتے تھے۔

معاملات میں اس قدر احتیاط فرماتے کہ خاندان کی مشترکہ زمین کی تمام آمدن آپ ہی کے پاس جمع ہوتی تھی۔ فصل کا سالانہ حساب آمدن وخرچ زمین کے ہر حصے دار کا روپیہ پیسہ جو بھی بنتا وہ الگ الگ ہر ایک کے لئے تحریر فرماتے اور جب متعلقہ حصے دار کے پاس اس کا حصہ اس کے پاس بھیجتے تو ساتھ ہی حساب والا رقعہ بھی بھیج دیتے۔

وصال سے ایک دن پہلے جناب علامہ سید رفیع الدین شاہ صاحب جو آپ کے بھتیجے ہیں کو بلایا اور ان کو ان کے حصے کے پیسے دیئے اور پرچہ بھی دیا اور فرمایا کہ اس کو اچھی طرح چیک کر لینا اور کوئی کمی بیشی ہو تو مجھ سے پورا کر لینا۔ سبحان اللہ گھر کے معاملے میں اس قدر احتیاط ہے تو باہر کے لوگوں کیساتھ کیسا سلوک ہوگا۔

سادگی اور فقر☆: سادگی اور انکساری شیوۂ پیغمبری ہے جو کہ آپ کو خاندانی طور پر ورثے میں ملی تھی۔ آپ نے تمام زندگی سادگی میں اس طرح گزاری کہ نام ونمود اور شان وشوکت کا آپ میں شائبہ تک نہ تھا۔ علوم وفنون میں یکتائے روزگار و بے مثل وبےمثال ہو کر بھی آپ میں غرور فخر تکبر نام کی کوئی شے نہ تھی۔ آپ کو پہلی نظر دیکھنے والا یہ اندازہ کر ہی نہیں سکتا تھا کہ آپ اتنے بڑے عالم اور محدث اور بہت سے دینی اداروں کے مہتمم ہو سکتے ہیں۔ بناوٹ اور تصنع سے پاک اس مرد قلندر سے جب کوئی نیا آدمی ملاقات کرتا اور تعارف کے بعد وہ حیرت زدہ ہو جاتا کہ اتنا سادہ مزاج شخص بھی آج کے دور میں نہ صرف علم وحکمت کا سلطان ہے۔ بلکہ اس عظیم شخصیت نے اپنے پاس بیٹھنے والے سینکڑوں افراد کو علم وحکمت کا آفتاب وماہتاب بھی بنا دیا ہے۔ آپ کو دیکھنے والا یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا کہ آپ قرون اولیٰ کی یاد تازہ کئے ہوئے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آج کے دور میں آپ سنت رسول ﷺ کا عملی نمونہ اور خلفاء راشدین کے اصولوں پر عمل پیرا اور اس کی مکمل تصویر تھے۔

دنیا اور اہل دنیا سے بے رغبتی اور خودداری کا عظیم مظاہرہ ☆:

آپ کی زندگی دنیاوی آلائشوں سے پاک اور اہل دنیا کے جھگڑوں جھیلوں سے بے نیاز تھی۔ تمام زندگی دنیا اور اہل دنیا کو اپنے نزدیک بھٹکنے بھی نہیں دیا۔ حالانکہ بڑے بڑے شاہان وقت امرأ وزراء جاگیردار سرمایہ دار وڈیرے آپ کے در دولت پر حاضری دیتے مگر استغناء کا عالم یہ تھا کہ ان کی طرف نظر بھر بھی کبھی نہیں دیکھا۔

ایک مرتبہ آپ کے ادارے جامعہ رضویہ ضیاء العلوم ڈی بلاک سٹلائٹ ٹاؤن میں علماء اہل سنت کے دینی اداروں کی ملکی تنظیم، تنظیم المدارس پاکستان کے اجلاس کے موقع پر اس وقت کے صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق شرکت کے لئے آئے تو اس موقع پر ملک بھر سے جید علمائے کرام مشائخ عظام اور تقریباً تمام ہی دینی مدارس کے مہتم صاحبان تشریف لائے ہوئے تھے۔ جن میں حضرت غزالی دوراں علامہ احمد سعید شاہ صاحب کاظمی، مفکر اسلام جسٹس علامہ پیر محمد کرم شاہ الازھری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسی عظیم ہستیاں بھی اس موقع پر موجود تھیں۔ اگرچہ آپ ادارے کے مہتمم ہونے کے ناطے آنے والے تمام مہمانوں کے میزبان تھے۔ مگر آپ آنے والے حکمرانوں کی وجہ سے اس مجلس سے الگ تھلگ رہے۔

اسی طرح ایک اور موقع پر سابق وزیر اعظم پاکستان جناب میاں محمد نواز شریف بھی آپ کے جامعہ میں تشریف لائے۔ آپ اس اجلاس میں بھی شریک نہ ہوئے۔

جب سابق صدر ضیاء الحق کا تعارف علمائے اہل سنت سے کرایا جارہا تھا۔ تو آپ علماء کی اس جگہ سے دور کھڑے ہوئے تھے۔ جب ضیاء الحق کو آپ کے مقام کے بارے میں پتہ چلا تو خود آپ پاس جا کر قدم بوس ہوا۔ تمام علماء اور اہل دنیا اور سرکاری اہلکاروں نے یہ منظر بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حاکم وقت آپ کے ہاتھوں کو نہ صرف بوسہ دے رہا ہے بلکہ سامنے جھک کر کھڑا رہا اور طالب دعا ہوا اور آپ بڑی شان بے نیازی سے اس کے سلام کا جواب دے رہے تھے۔ اس بات پر جامعہ کے طلباء علماء کے علاوہ ملک بھر سے آئے ہوئے علماء مشائخ اور اہل راولپنڈی نے بڑا تاثر لیا اور اپنی محافل میں اس بات کا چرچا کرنے لگے۔

بھائی عبدالرحمٰن جو جامعہ میں پڑھتے تھے مگر آپ سے بے تکلفی سے بات کر لیتے تھے ایک دن انھوں نے عرض کیا کہ حضور آپ نے اس دن ضیاء الحق کے ساتھ اتنی بے رخی کا انداز کیوں اپنایا تھا۔ تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ بھائی عبدالرحمٰن تم کس ضیاء کی بات کر رہے ہو ارے بھائی ہمارے ضیاء تو گولڑے والی سرکار اور مدینے کے تاجدار ہیں۔ ہمیں کسی ضیاء سے کیا لینا۔ آپ کا یہ جواب سنہری حروف سے لکھنے کے قابل اور موجودہ دور کے علماء کے لئے قابل تقلید اور بہت بڑی مثال ہے اسی طرح اعلیٰ حضرت عظیم ابرکت نے بھی ایسے ہی مقام پر فرمایا تھا۔

میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ نہیں

سخاوت وفیاضی ☆: آپ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان" ومما رزقنهم ينفقون "کی عملی تفسیر تھے۔آپ کی سخاوت کا سلسلہ انتہائی درجہ پر تھا۔جامعہ کے طلباء پردست سخاوت ہمیشہ کے لئے کھلا رہتا تھا۔اکثر طلباء جو آپ کی طبیعت سے واقف تھے وہ گھر جانے کے لئے چھٹی ہی آپ سے لیا کرتے وہ صرف اس لئے کہ آپ نہ صرف ان کو چھٹی دیا کرتے تھے بلکہ آنے جانے کا کرایہ بھی اپنی جیب خاص سے عنایت فرماتے تھے۔

آپ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ اکثر و بیشتر جامعہ رضویہ کے مین گیٹ کے سامنے والی جگہ پر کرسی پر تشریف فرما رہتے تھے۔جس دن آپ کا موج کرم جوش میں ہوتا تو طلباء کو اشاروں سے بلاتے اور جیب خاص سے ان کو پانچ پانچ اور دس دس روپے کے نوٹ عنایت فرماتے۔

(نوٹ) جامعہ کے طلباء کی تعداد ہر دور میں سینکڑوں کی تعداد پر مشتمل رہی ہے۔

آپ ہر آنیوالے طالب علم کو پیسے دیتے جاتے اور فرماتے کہ جاؤ قلفیاں کھالینا اسی طرح جب کبھی اپنے گاؤں سلطان پور شریف تشریف لے جاتے تو وہاں بھی دارلعلوم حمیدیہ کے طلباء اور اساتذہ اور اپنے پاس آنے والے تمام مستحقین اور متعلقین پر سخاوت کا دروازہ کھول دیتے۔جیب میں ہاتھ ڈالتے جاتے اور جتنا بڑا بھی نوٹ نکلتا وہ دیتے جاتے اور اس کے ساتھ خوش ہو کر دعاؤں سے بھی نوازتے۔

وصال با کمال سے قبل جب آپ آخری مرتبہ گاؤں تشریف لے گئے تو تمام اہل دیہہ کو اکٹھا کر کے کرم کی بارش کردی اور ہر ایک کو کم از کم پانچ سو اور کسی کو ہزار کا نوٹ دیتے جاتے اور دعاؤں سے نوازتے اور فرماتے جاؤ موج کرو۔

اسی طرح آپ خدمت گاروں کا بھی خصوصی خیال فرماتے ان کو کبھی بھی رنج میں مبتلا نہیں دیکھتے کسی کے چہرے پر ذرا برابر بھی پریشانی دیکھتے تو خود پریشان ہو کر پوچھتے کہ بھئی کیا تکلیف ہے کیوں پریشان ہو۔جامعہ کے منشی اور اپنے ڈرائیور اور خدمت گاروں کو بھی کبھی کچھ نہ کچھ نقد رقم سے نوازتے رہتے تھے۔

سال میں ایک مرتبہ جامعہ کے طلباء علماء مدرسین ملازمین اور معاونین کی دعوت آم منگوا کر فرماتے اور خود اپنی نگرانی میں تقسیم کرواتے دعوت میں آنے والے تمامی حضرات کا خصوصی خیال فرماتے اگر آپ کا بلایا ہوا کوئی مہمان کسی خاص وجہ سے نہ آیا ہوتا تو آپ اس کے متعلق دریافت فرماتے کہ کیوں نہیں آیا۔

(نوٹ) یہ دعوت آموں کی دعوت کے نام سے مشہور تھی۔تمام حضرات کو سال بھر انتظار رہتا تھا اور اس میں جو لطف حاصل ہوتا تھا اس کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔اس موقع پر آپ آم خریدنے کے لئے چوہدری عبدالرشید کو خصوصی تاکید فرماتے کہ آج اچھی قسم کے لیکر آنا۔

حضرت علامہ سید نذیر حسین شاہ گیلانی رئیس الجامعہ غوثیہ رضویہ سیٹھی باغ مظفر آباد آزاد کشمیر والے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ اپنے اجداد کے مزارات پر بلدرہ حاضری کے لئے تشریف لے گئے تو واپسی پر میرے مدرسے جامعہ غوثیہ میں بھی تشریف لائے دوران

گفتگو آپ نے مدرسہ کے حالات کے بارے میں پوچھا تو میں نے عرض کیا کہ مدرسہ کے مالکانہ حقوق دینے کے لئے مجھ سے ۱۵ پندرہ ہزار روپے مانگے ہیں جبکہ ہم سے تو مدرسہ کے روزانہ کے اخراجات بھی پورے نہیں ہو پاتے۔ اس سلسلہ میں سخت پریشان ہوں۔ آپ میری بات سُن کر کچھ کہے بغیر واپس راولپنڈی تشریف لے گئے۔

اور راولپنڈی سے قاری نذیر حسین کا رکہ والوں کے ہاتھ مبلغ سولہ ہزار روپے انتہائی رازداری سے مجھے بھجوا دیئے۔ اس طرح آپ نے میرے مدرسے کا الاٹمنٹ کا مسئلہ حل کیا۔

(نوٹ) یہ آپ کی صرف سخاوت ہی نہیں بلکہ دین کی خدمت کرنے والوں اور دینی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء اور دینی اداروں سے شدید ترین محبت کا مظہر بھی ہے۔

آپ کے نواسے سید حسام الدین شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ وصال سے چند یوم قبل آپ کے پاس اکتیس 31 ہزار روپے تھے۔ جو آپ نے چند ہی دنوں میں طلباء اور عوام و خواص میں سخاوت کے ذریعے ختم کر دیئے اور بوقت وصال اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھا۔

شفقت و محبت اور رواداری ☆: آپ کی ذات شفقت و محبت اور رواداری کا مکمل مجسمہ تھی۔ آنے والے پر شفقت اس انداز سے فرماتے کہ ہر شخص یہ سمجھتا آپ جتنی شفقت مجھ پر فرماتے ہیں شاید کسی اور پر نہ فرماتے ہوں گے۔ محبت کا یہ عالم کہ آنے والا آپ کا ہی ہو کر رہ جاتا تھا۔

ایک مرتبہ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم ڈی بلاک راولپنڈی کے سالانہ اسباق کے افتتاح کے موقع پر پورے شہر کے علمائے اہل سنت تشریف فرما تھے کہ اس تقریب میں جامعہ کے ساتھ رہائش پذیر سید نذیر حسین شاہ صاحب بھی پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کی نظر ان پر پڑ گئی فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور شاہ صاحب کو آگے بلایا اور اگلی صف میں علماء کے ساتھ بٹھا کر فرمایا کہ شاہ صاحب آپ کے بیٹھنے کی یہ جگہ ہے وہ نہیں۔

اپنے نواسے نواسیاں پوتا پوتیوں اور خاندان کے دیگر بچوں بچیوں اور جامعہ آمنہ ضیاء البنات ڈی بلاک کی طالبات پر بھی آپ خصوصی طور پر شفقت فرماتے اور ان سے محبت سے پیش آتے۔

آپ جب کبھی جامعہ کی طالبات کے کمرے میں تشریف لے جاتے تو پہلے اپنا عصاء مبارک دروازے پر مارتے اس طرح تمام طالبات سمجھ جاتیں کہ بڑے استاد جی تشریف لا رہے ہیں۔ وہ چوکس ہو کر کھڑی ہو جاتیں۔ آپ جب کمرے میں داخل ہوتے تو ہر بچی کو نظر رحمت اور شفقت سے دیکھتے۔

ساؤتھ افریقہ کے دورے سے واپسی پر تمام طالبات کے لئے تحفے خرید کر لائے اور اپنے دست مبارک سے ان میں تقسیم فرمائے۔ جب کبھی طالبات کے کمرے میں تشریف لے جاتے تو ہر طالبہ کو پانچ پانچ روپے اور کبھی دس دس روپے ضرور دیتے اور کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ ان کے لئے کچھ منگوا کر ساتھ لے جاتے اور اپنے دست مبارک سے تقسیم فرماتے اسی طرح رواداری اور وضع داری بھی آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

جامعہ نظامیہ لاہور کے مہتمم استاذی العلماء حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے استاد بھائی اور ہم عصر و ہم سبق بھی ہیں۔ آپ اس تعلق کی بنا پر ان سے خصوصی محبت فرماتے جب کبھی مفتی صاحب لاہور سے راولپنڈی اسلام آباد تشریف لاتے تو آپ کو ملنے کے لئے ضرور تشریف لاتے۔

اور آپ ان کی خصوصی توجہ کے ساتھ مہمان نوازی فرماتے تھے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ مفتی صاحب ہفتہ میں ایک دو بار بھی تشریف لاتے مگر آپ کی طرف سے محبت و مہمان نوازی میں کبھی فرق نہیں آیا۔

جب کبھی سال میں ایک مرتبہ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر آپ لاہور تشریف لے جاتے تو آپ مفتی عبدالقیوم ہزاروی صاحب کی پاس ہی بھاٹی دروازے لاہور میں قیام فرماتے۔ حالانکہ لاہور میں آپ کے شاگردوں کا ایک بہت بڑا حلقہ ہے مگر مفتی صاحب کے ساتھ دیرینہ تعلق کی بنا پر رواداری نبھاتے۔

ایک مرتبہ آپ حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ رسول کریم ﷺ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد واپس تشریف لائے تو آپ کو ملنے اور مبارک باد دینے کے لئے کافی تعداد میں علمائے کرام آئے۔ آپ کے دل میں خیال گزرا کہ کیا وجہ ہے کہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی لاہور سے تشریف نہیں لائے۔ آپ نے خود فون کر کے مفتی صاحب سے فرمایا کہ میں حج کر کے واپس آگیا ہوں اور آپ مجھے ملنے اور مبارکباد دینے کے لئے تشریف نہیں لائے۔ چنانچہ مفتی صاحب لاہور سے آپ کو ملنے اور مبارکباد دینے کے لئے روالپنڈی تشریف لائے تو آپ نے میزبانی کی انتہا فرمادی اور دوران گفتگو فرمایا کہ میں تمہارے لئے عرب شریف سے خاص تبرک لایا ہوں۔ اس کے بعد گھر تشریف لے گئے اور وہاں سے نہایت قیمتی جوڑا بمع ایک اعلیٰ قسم کا رومال اور کھجوریں آب زم زم شریف لائے اور انہیں عنایت فرمایا۔

راقم الحروف سے تعلق ☆: آپ راقم الحروف پر خصوصی توجہ اور شفقت فرماتے تھے۔ سبزی منڈی میں راقم الحروف کا اکثر و بیشتر آنا جانا ہوتا تھا۔ آپ جامع مسجد سبزی منڈی سے جامعہ کی عمارت واقع سبزی منڈی کی طرف تشریف لے جارہے ہوتے تو راستے میں اکثر و بیشتر ملاقات ہو ہی جاتی تھی۔ راقم الحروف آپ کے چہرے کے رعب اور جلال کی وجہ سے آپ سے ادباً چھپنے کی کوشش کرتا مگر جب کبھی آمنا سامنا ہو جاتا تو بڑی محبت سے فرماتے کہ میاں صاحبزادے کیسے ہو کہاں جارہے ہو کیا کرتے ہو اور پھر کبھی کبھی گھر والوں اور اہل خانہ کی خیریت دریافت فرماتے۔ راقم الحروف جب کبھی استاذی العلماء رازی دوراں علامہ پیر سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ العالی سے ملاقات کے لئے جامعہ میں گیا تو آپ سے بھی ملاقات ہو جاتی تو آپ بڑی شفقت و محبت سے پیش آتے۔

۱۹۹۵ء میں راقم الحروف کے والد گرامی حضرت قبلہ حافظ فیض میں چشتی صابری علیہ الرحمۃ کی تعمیر کردہ جامع مسجد رحمانی جھنگی محلہ میں جلسہ میلاد مصطفیٰ ﷺ کے موقع پر آپ اپنے دونوں برادران حضرت علامہ سلطان الواعظین پیر سید عبدالرحمٰن شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اور علامہ پیر سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ العالی کے ہمراہ چوہدری محمد رمضان چوہدری محمد رشید کی دعوت پر تشریف لے گئے۔ اس موقع پر چوہدری برادران نے راقم الحروف کو بھی جلسہ میں شرکت کی دعوت دی تھی۔ راقم الحروف چونکہ ۱۹۷۹ء میں جھنگی محلہ کا مکان بیچ

کرغوث اعظم روڈ (سابقہ چکری روڈ) پر آ گیا تھا اور اس روز کئی جلسوں میں شرکت کرنا تھی اس وجہ سے تاخیر سے پہنچا تو آپ چوہدری محمد رمضان اور چوہدری محمد رشید وغیرہ کی بیٹھک میں جلسہ ختم کر کے چائے وغیرہ کیلئے تشریف فرما تھے۔ راقم کے تاخیر سے پہنچنے پر سب سے پہلے آپ بڑی محبت وشفقت سے پیش آئے اور اپنے مخصوص انداز میں فرمایا کہ میاں صاحبزادے ٹھیک ہیں ناں پھر اپنے قریب بٹھا کر ڈھیروں دعاؤں سے نوازا حالانکہ راقم الحروف اس قابل نہیں کہ آپ کے قریب بیٹھتا مگر آپ کی یہ خصوصی شفقت ومحبت کی بھی ایک خاص وجہ سے تھی وہ یہ کہ راقم کے والد گرامی سے آپ کا پرانا اور دیرینہ تعلق تھا۔ اسی وضع داری اور رواداری کے پیش نظر رحمت سے دیکھتے تھے ۔راقم الحروف کے والد گرامی کا جب ۲۴ جون ۱۹۷۶ء کو وصال ہوا تو آپ کے برادر اصغر استاذ العلماء حضرت علامہ پیر سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ العالی نے ہی نماز جنازہ پڑھائی اور اسی طرح چہلم کی محفل میں بھی تشریف لائے تھے۔

مہمان نوازی ☆: آپ قرآن کی آیت "ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما وغیرہ" کی عملی تفسیر تھے۔ گھر ہو یا دارالعلوم جب بھی کبھی کوئی مہمان آ جاتا تو چہرہ کھل جاتا اور مہمان کو دیکھ کر ہشاش بشاش تر آنے لگتے اور مہمان کے پاس خود بیٹھتے اور طلباء وخدام کو حکم دیتے کہ ان کے قیام وطعام کا فوری انتظام کراتے بالخصوص اندرون ملک یا بیرون ملک سے اگر کوئی عالم دین آ جاتا تو آپ پھولے نہ سماتے خود اس مہمان کی تواضع پوری توجہ سے فرماتے اور اس کے ساتھ کھانے میں خود بھی شرکت فرما ہوتے۔

اسی طرح جب کبھی حج بیت اللہ شریف کی ادائیگی یا عمرے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے عرب شریف تشریف لے جاتے تو مدینہ شریف میں اپنے ہمراہیوں کی خوب خاطر تواضع فرماتے۔ بالخصوص رمضان المبارک میں جیب خاص سے سب کے لئے ایسا انداز اختیار فرماتے کہ ہمراہی سوچتے کہ آپ کے پاس جو کچھ تھا وہ خرچ ہو چکا ہے نہ جانے واپسی پر کیا بنے گا مگر آپ واپسی تک اسی طرح فیاضی کا مظاہرہ فرماتے اور فرماتے کہ مدینہ شریف میں آپ میرے مہمان ہیں۔ میں ہی سب کی مہمان نوازی کروں گا۔

مولانا ضیاء الحسن ضیائی جس محلّہ میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ وہاں کے حاجی محمود احمد اپنے دوستوں کے ہمراہ آپ کے گاؤں سلطان پور شریف کے قریب ہی دریائے ہرو پر مچھلی کا شکار کھیلنے کیلئے تشریف لے گئے۔ حسن اتفاق سے آپ اُس روز سلطان پور شریف میں اپنے گھر میں تشریف فرما تھے۔ گاؤں کے کسی آدمی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آج دریا پر راولپنڈی سے کچھ لوگ شکار کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ آپ اپنے گھر سے نکلے اور دریا پر پہنچے مہمانوں سے سلام دعا کے بعد فرمایا کہ میں گھر سے تمہارے لیے کھانا بھجوا رہا ہوں حاجی محمود احمد فرماتے ہیں کہ اس سے قبل آپ سے ہمارا کوئی تعارف یا ملاقات نہ تھی اس وجہ سے میں نے عرض کیا کہ ہم کھانا اپنے ساتھ راولپنڈی سے لے کر آئے ہیں۔ آپ نے اپنی فیاضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ راولپنڈی سے سلطان پور آئے ہیں اپنا کھانا واپس راولپنڈی لے جائیں۔

یہ ارشاد فرما کر آپ اپنے گھر واپس تشریف لے گئے۔ جب دوپہر ہوئی تو ان مہمانوں کی حیرانگی کی انتہا نہ رہی کہ ایک شخص نے بہت بڑا ٹوکرا لا کر ہمارے سامنے رکھ دیا۔ جس میں روٹیاں۔ دیسی گھی۔ تازہ لسی۔ ترکاری دیگر لوازمات کھانے کے موجود تھے۔ کھانا لانے والے نے آپ کا پیغام بھی ان کو دیا کہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ شام کو راولپنڈی جانے سے پہلے میرے گھر پر مجھے مل کر جانا۔

چنانچہ جب شام ہوئی ہم آپ کی خدمت اقدس میں پہنچے تو آپ نے چائے سے تواضع فرمائی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ آئندہ جب بھی کبھی سلطان پور آنا ہو تو میرے گھر پیغام بھیج دیا کرنا آپ کو اسی طرح کھانا پہنچ جایا کرے گا۔ حاجی محمود صاحب فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب کی اس شفقت و محبت اور مہمان نوازی نے مجھے ہمیشہ کے لئے آپ کا گرویدہ بنا دیا میں زندگی بھر آپ کی اس مہمان نوازی کے جذبے کو نہیں بھول سکتا۔

کشف و کرامات ☆: جامعہ رضویہ کے ایک طالب علم سید واجد علی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ قبل ایک دن ایسا بھی آیا کہ میرے پاس خرچے کے پیسے ختم ہو گئے حتیٰ کہ حجامت بنوانے کے علاوہ دیگر ضروریات اور آمد و رفت کے لئے بھی میرے پاس کچھ نہ تھا۔ میں اسی پریشانی کے عالم میں خدا کی بارگاہ میں دعا کر رہا تھا کہ خدا غیب سے کوئی امداد فرمادے ورنہ ہم طالب علموں کا یہاں پر کون ہے۔ آپ جامعہ رضویہ کے دفتر میں تشریف فرما تھے۔ آپ کو دفتر میں دیکھ کر میرے دل میں اچانک خیال پیدا ہوا کہ اگر آج مجھے شاہ صاحب ایک سو روپے دیں تو میرے بہت سے کام ہو جائیں گے۔ اسی پریشانی اور سوچ و بچار کے عالم میں قدم اٹھائے مدرسے کے مین گیٹ کی طرف چلا گیا۔

جب میں آپ کے قریب سے گزرا تو آپ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور حال وغیرہ پوچھنے کے بعد فرمایا کہ تم ڈاڑھی نہیں کٹواتے سنت طریقہ اپناتے ہو اس وجہ سے میں تم سے بہت خوش ہوں یہ فرما کر آپ نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور دو سو روپے مجھے عنایت فرما کر ارشاد فرمایا کہ جاؤ قلفیاں کھالینا اور یہ تمہارے بال بہت بڑھ گئے ہیں۔ انہیں بھی حجام کے پاس جا کر ٹھیک کروالو۔

کشف کرامت نمبر۲ ☆: کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے مدرسہ کے طلباء آپ کی خدمت عالیہ میں گزارش کرتے کہ استاد جی بارش نہیں ہو رہی آپ ہمیں حلوہ کھلائیں۔ طلباء کی فرمائش پر آپ حلوہ بنوا کر انہیں کھلاتے بس حلوہ کرنے کی دیر ہوتی تھی کہ فوراً آسمان سے بارش اس طرح اتر آتی کہ جیسے بھی آپ کے حلوے کے انتظار میں ہوتی ہے۔

کرامت نمبر۳ ☆: حاجی محمد ریاض صاحب اپنی جوانی کے دور کی بات سناتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۱۹۵۹ء میں عیدالفطر کے موقع پر میں پہلی مرتبہ قبلہ شاہ صاحب اور آپ کے والد گرامی کو عید ملنے کے لئے سلطان پور شریف گیا۔ آپ نے بڑی دعائیں دیں اور شفقتوں سے نوازا۔ اس کے بعد میں واپس راولپنڈی آ گیا۔ چونکہ مجھے فلم بینی کا بہت ہی شوق تھا۔ اگلے روز میں جب سینما پر فلم دیکھنے کے لئے پہنچا تو ٹکٹ خریدتے وقت میرے ضمیر نے مجھے جھنجوڑا کہ کل اتنی عظیم اور برگزیدہ و پاک ہستیوں سے محفل کرتا رہا اور آج فلم بینی کرنا چاہتے ہو۔ حاجی محمد ریاض فرماتے ہیں کہ بس آپ سے ملاقات کا خیال دل میں آتے ہی واپس چلا آیا پھر دوبارہ زندگی میں نہ فلم دیکھی اور نہ فلم کا خیال آیا۔

کرامت نمبر۴ ☆: جامع مسجد ضیاء العلوم سیٹلائٹ ٹاؤن کے مؤذن محمد صابر کا بھائی محمد ساجد کافی عرصہ پہلے گھر والوں سے ناراض ہو کر کراچی چلا گیا۔ ہزار کوشش کے باوجود واپس نہیں آ رہا تھا۔ آپ کے وصال باکمال سے چند روز قبل مؤذن محمد صابر کے والد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی دکھ بھری کہانی سنانے کے بعد کہنے لگے۔ حضرت دعا فرمائیں کہ میرا بیٹا واپس آ جائے۔ آپ

نے فرمایا کہ میں اس کو خط لکھوں کہ وہ گھر واپس آجائے انہوں نے عرض کی نہیں حضور خط نہ لکھیں آپ صرف دعا فرمادیں تا کہ میرا مسئلہ حل ہو جائے۔ آپ نے اپنے دست شفقت دعا کیلئے اٹھائے اس کے لئے دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مطمئن ہو کر جاؤ انشاء اللہ تمہارا بیٹا واپس آجائے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ لڑکا ساجد آپ کے وصال باکمال کے اگلے روز اپنے گھر واپس آ گیا تھا۔

کرامت نمبر ۵ ☆: جامعہ رضویہ کے ایک سینئر طالب علم محمود احمد مفتی فرماتے ہیں کہ چند سال قبل جلسہ دستار فضیلت کے موقع پر آپ نے خوش طبعی کے طور پر فرمایا کہ مفتی جب تمہاری دستار بندی ہوگی تو میں تجھے نوٹوں کا ہار ڈالوں گا۔ میں نے تھوڑی سی بے تکلفی سے عرض کیا کہ استاذ جی اگر آپ اس وقت مدرسہ میں نہ ہوئے تو پھر کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں میں انتظام کر کے جاؤں گا۔ محمود احمد مفتی فرماتے ہیں کہ میں تو اس بات کو بھول گیا تھا۔ لیکن آپ نہیں بھولے تھے۔ چنانچہ آپ کے وصال سے کچھ روز قبل جامعہ رضویہ میں تقریری مقابلہ ہو رہا تھا کہ آپ بھی مسجد میں تشریف لے گئے۔

اور سامعین کے عقب میں کرسی پر بیٹھ گئے میں بھی آپ کے قدموں میں بیٹھ گیا اور آپ کی ٹانگیں دبانے لگا تھوڑی دیر کے بعد آپ نے اپنی جیب سے ہزار روپے کا نوٹ نکالا اور مجھے عنایت کرتے ہوئے فرمایا یہ لو مفتی تیرے اور میرے درمیان جو وعدہ تھا وہ پورا ہوا مجھے تو اس وقت آپ کے وعدے والی بات سمجھ میں نہیں آئی لیکن آپ کے وصال کے بعد میں نے غور کیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس سال تو میری دستار بندی ہے اور آپ نے مجھ سے ہار ڈالنے کا وعدہ فرمایا تھا اور ساتھ یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر میں نہ ہوا تو انتظام کر کے جاؤں گا۔ تب سمجھ میں آیا کہ آپ نے بڑا پکا وعدہ کیا تھا جو جانے سے پہلے پورا کر دیا۔

کرامت نمبر ۶ ☆: قاری محمد یوسف چشتی خطیب جامع مسجد محمدی چک شہزاد نے ایک مرتبہ آپ کو خواب میں دیکھا تو آپ فرما رہے تھے کہ تجھے خوشخبری ملنے والی ہے۔ ان دنوں میں نے ایک امتحان دے رکھا تھا۔ جس میں اس سے پہلے کئی مرتبہ ناکام ہو چکا تھا۔ لیکن آپ سے خواب میں خوشخبری سننے کے کچھ دنوں بعد ہی میرا رزلٹ آ گیا جس میں میری کامیابی کی خبر تھی کہ میں اچھے نمبروں سے پاس ہو گیا ہوں قاری صاحب فرماتے ہیں کہ آپ نے خواب میں جو خوشخبری مجھے سنائی تھی وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔

کرامت نمبر ۷ ☆: سید نذیر حسین گیلانی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ہمارے دارالعلوم جامعہ غوثیہ رضویہ سیٹھی باغ مظفر آباد آزاد کشمیر تشریف تو آپ نے دارالعلوم میں کثیر تعداد طلباء کو دیکھا پھر جگہ کی کمی کو محسوس فرمایا اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور بڑے یقین سے فرمایا کہ شاہ صاحب اللہ آپ کو مزید جگہ عطا فرمائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ تھوڑے عرصے کے بعد خدا کے فضل و کرم سے مظفر آباد شہر کے مہنگے ترین علاقے جہاں کروڑوں کی قیمت پر جگہ کا ریٹ ہے۔ ایک سادات خاندان نے مظفر آباد سیکرٹریٹ کے بالکل قریب ہی تین کنال کا پلاٹ جامعہ کے نام کر دیا۔ الحمد للہ آج وہاں و مدرسہ کی تعمیر کا کام جاری ہے جو کہ آپ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

زندگی کے آخری ایام ☆: بڑھاپے اور ضعیفی کے عالم میں شب و روز انتھک محنت سے کام کرنے کی وجہ سے آپ کی طبیعت کمزور ہو چکی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ گھٹنوں کا درد اور کھانسی کی تکلیف بھی رہنے لگی اس دوران آپ کا علاج معالجہ جاری تھا۔ کہ ایک

دوائی سے ری ایکشن ہوگیا۔جس سے مرض خطرناک حدتک بڑھ گیا مگر خدا کی مہربانی اور نبی پاک ﷺ کی نگاہ پاک کے صدقے آپ صحت یاب ہوگئے۔

ستمبر ۱۹۹۹ء میں ساؤتھ افریقہ سے آپ کے ایک عقیدت منداپنی صاحبزادی کے ہمراہ حاضر خدمت ہوئے اور آپ کو ساؤتھ افریقہ کی دعوت دی اورعرض کیا کہ اس بچی کا نکاح آپ نے پڑھانا ہے۔

چنانچہ ان کے اصرار کرنے پر آپ اپنے عزیزان علامہ سید رفیع الدین شاہ اور سید انعام الحق اور راجہ ظہور الحق کے ہمراہ ساؤتھ افریقہ تشریف لے گئے جہاں ڈربن میں مدرسہ ضیاء العلوم کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت وتقسیم اسناد اور ڈربن ہی میں عرس ضیائیہ کی تقریب میں شرکت کی اوراس خاتون کے نکاح کی تقریب اور شادی میں شامل ہوئے۔

ان کے علاوہ بھی کئی مجالس اور محافل میں بھی شرکت کی دور دراز کا سفر اور بے آرامی کے سبب وہاں آپ کی طبیعت خراب ہوگئی۔ بخاری اور بدن میں درد سے بیقراری اور سانس میں تکلیف ہونے لگی وہاں پر فوری علاج پر خصوصی توجہ دی گئی مگر افاقہ نہ ہوا۔اسی تکلیف میں آپ وطن عزیز واپس تشریف لے آئے اور پھر باضابطہ علاج شروع کر دیا گیا جس سے آپ دن بدن رو بہ صحت ہونے لگے اور حسب معمول مدرسہ میں تشریف لانے لگے اور احباب سے بھی ملاقاتیں کرتے رہے۔

جامعہ رضویہ ضیاء العلوم ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت منعقدہ ۲۹۔۲۸ اکتوبر ۱۹۹۹ میں حسب معمول شرکت فرمائی اور تلامذہ میں اپنے دست مبارک سے اسناد تقسیم فرمائیں اور کرسی پر بیٹھ کر حسب معمول آخری خطبہ ارشاد فرمایا جس کو سننے کے بعد باشعور افراد سمجھ رہے تھے کہ آپ اپنا آخری خطبہ جس درد بھرے انداز میں دے رہے ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شاید آپ اگلے برس ادارے میں نہ ہوں گے شعبان المعظم کے آخری میں آپ کی طبیعت بگڑنا شروع ہوگئی اور ہر وقت بخار رہنے لگا ڈاکٹروں کے مشورے سے مختلف ٹیسٹ کرائے گئے جن سے معلوم ہوا کہ آپ کو ٹائیفیڈ ہوگیا تھا۔جس کی غور نہ کی گئی جس کی وجہ سے آپ کی طبیعت میں سخت اضطراب ہے۔رمضان المبارک کے مہینے میں طبیعت نے نازک صورت حال اختیار کر لی اہل خانہ پریشان رہنے لگے۔مگر عید الفطر کے بعد طبیعت میں افاقہ ہونے لگا اور دن بدن بہتر ہونے لگی مگر کمزوری نقاہت کی وجہ سے سہارا لے کر چلتے تھے۔آخری ایام میں آپ کے تلامذہ نے قابل رشک خدمت گذاری اور تیمارداری کا حق ادا کر کے اپنی سعادت مندی کا ثبوت دیا۔آخری ایام میں آپ کی طبیعت میں حیرت انگیز انقلاب برپا ہوگیا۔یعنی جلال جمال سے بدل گیا غصہ شفقت سے رعب محبت وشفقت سے بدل گئے محبتیں عام ہوگئیں۔اور ہمدردیوں اور شفقتوں کی نئی نئی داستانیں رقم ہونے لگیں۔وہ آنکھیں جن میں کبھی جلال وقہر کی چمک ہوا کرتی تھی۔اب ہمہ وقت محبت وہمدردی کا پیغام دے رہی تھیں وہ آواز جس سے بڑے بڑے لرزہ براندام ہو جاتے تھے۔وہ آواز پرکشش انداز سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔جامعہ کے طلباء اور خاندان کے بچوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرنا چھوڑ دی بلکہ اب ہر ایک کو اپنے قریب بٹھا کر بہت سی نصیحتیں فرماتے اہل خانہ اور خواتین کے پاس بڑے بے تکلف انداز میں گفتگو فرمانے لگے۔

زندگی کے آخری روز حاجی فیملی کے حاجی مشتاق احمد آپ کے پاس تشریف لائے اور عرض کرنے لگے کہ آج ۱۲ ربیع الاول شریف

کی رات ہے اور آپ نے جو محفل میلاد شریف کی ابتداً میری رہائش گاہ پر کی تھی۔ آج رات بعد نماز عشاء وہی محفل میلاد ہوگی۔ میں آپ کی خدمت میں دعوت دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں آؤں گا اور ضرور آؤں گا مگر چونکہ پوری رات بیٹھ نہیں سکتا اس لئے تھوڑی دیر کے لئے آؤں گا۔

اس کے بعد آپ نے درزی کو بلا کر دو جوڑے کپڑوں کے دیئے اور فرمایا کہ آج میلاد شریف کی محفل میں جانا ہے۔ لہٰذا دونوں جوڑے شام کو تیار چاہئیں تا کہ محفل میلاد میں پہن سکوں شام کے وقت خادم خاص حاجی محمد ہارون سے فرمایا کہ حاجی خیال رکھنا کہ رات گیارہ بجے اسلام آباد سے حاجی مشتاق احمد کی گاڑی آئے گی۔ اس کے لئے گیٹ کھول کر مجھے جگانا۔ اس نے عرض کیا حضور آپ کی طبیعت علیل ہے۔ تمام رات جاگنے سے مزید خراب ہوگی اس لئے آپ وہاں نہ جائیں۔ اس کی بات سن کر آپ نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا کہ نہیں میں وعدہ کر لیا ہے وہاں ضرور جاؤں گا اور وہاں سے گولڑے شریف میں بھی حاضری دے آؤں گا اور وہاں کی محفل میلاد میں بھی شرکت ہو جائے گی۔ بعد ازاں آپ نے نماز عشاء ادا فرمائی اور طلباء سے اپنے کمرے میں نعتیہ اشعار سنتے رہے اور صبح کے جلوس عید میلاد النبی جو کہ بزم ارشاد جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی شہر کے زیر اہتمام نکلتا ہے اس کے انتظامات کے بارے میں گفتگو فرماتے رہے۔

آپ کے عزیز جناب سید حبیب الحق شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ رات کو جب میں خلاف معمول زیادہ دیر گھر پر رہا اور سونے کے لئے گیارہ بجے کے بعد میں اپنے کمرے میں آیا تو میں نے دیکھا کہ مدرسے کی تمام لائیٹیں بند تھیں۔ مگر آپ کے کمرے کی لائٹ جل رہی تھی۔ میں نے جب آپ کی طرف جھانک کر دیکھا کہ آپ تیار ہو کر چارپائی سے نیچے لاتیں لٹکائے بیٹھے ہیں۔ جیسے کہیں جانے کی تیاری ہو۔ میں چپکے سے آپ کے کمرے کے سامنے سے گذر کر اپنے کمرے میں جا کر سو گیا۔ گیارہ ربیع الاول شریف کے دن آپ کے چہرے پر عجیب خوشی اور مسرت کے انوار نظر آ رہے تھے۔ چھوٹی عمر کے طلباء کو اپنے پاس بلا کر ان سے گفتگو فرماتے رہے اور ان کو پیسے دیئے اور فرمایا کہ جاؤ قلفیاں کھالو۔

حافظ محمد طیب جو نابینا ہیں کچھ دور تھے وہ قریب آنے سے جھجک رہا تھا آپ نے آواز دے کر بلایا اسے پیسے دیتے ہوئے فرمایا۔ جا حافظا قلفیاں کھا پھر کون کھلاسی آ ایہہ میری طرفوں آخری قلفی آ۔ اسی دن شام کو فاتحہ دلانے کے گھر پر بہت سا سامان منگوا کر بھجوایا اسی روز اپنی بیٹی کے گھر بھی تشریف لے کر گئے۔ اُن سے نہ صرف آخری ملاقات کی بلکہ ان تمام افراد نواسا نواسیوں کو ہمراہ لے کر اپنے گھر تشریف لے آئے اور فرمایا کہ کل ہمارے گھر اور بھی بہت سے مہمان آئیں گے۔ کسی کو کیا خبر تھی کہ آپ کیا اشارے دے رہے ہیں۔ اسی روز اپنے برادر اصغر رازی دوراں حضرت علامہ پیر سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ العالی کو مظفر آباد آزاد کشمیر میں جلوس عید میلاد النبی ﷺ کی قیادت اور بارہویں رات کے جلسہ میلاد مصطفیٰ ﷺ شرکت کے لئے روانہ فرمایا اور جلد آنے کی نصیحت وتاکید فرمائی۔

وصال باکمال☆: بارہ ربیع الاول شریف کی رات ایک بجے تک طلباء سے سرکار مدینہ علیہ السلام کی آمد آمد کے سلسلہ میں نعتیں سنتے رہے اور خود بھی ان کے سامنے میلاد پاک کے فضائل بیان فرماتے رہے۔ رات ایک بجے کے بعد ۳ بجے تک آرام کیا اور

حسب معمول نماز تہجد پڑھ کر اپنے اوراد و وظائف پورے کیئے اس کے بعد نماز فجر ادا کی۔ جب بارہ ربیع الاول شریف کی صبح کا سورج طلوع ہوا اور سرکار مدینہ ﷺ کی ولادت کا وقت آیا اور ارد گرد کی تمام مساجد سے درود و سلام کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ہر طرف شادیانے بج رہے تھے۔ ہر طرف خوشی اور مسرت کا سماں بندھا ہوا تھا۔ ہر مومن کے دل سے آواز آ رہی تھی۔

"یانبی سلام علیك یارسول سلام علیك"

تو اس وقت آپ نے اپنے خادم خاص حاجی محمد ہارون کو آواز دے کر اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ تمام طلباء کو قرآن خوانی کیلئے جمع کرو۔ اُسی روز جامعہ رضویہ میں دو تقریبات تھیں۔ (۱) عید میلاد النبی ﷺ کے سلسلے میں جلسہ و جلوس (۲) حاجی شیخ محمد اسحاق کی برسی کے موقع پر ایصال ثواب کی محفل حاجی محمد ہارون اور حافظ محمد اعجاز جو آخری رات تمام رات آپ کی خدمت اور تیمارداری میں مصروف تھے۔ آپ کے حکم کے مطابق دوسری منزل پر گئے اور تمام کمروں سے طلباء کو بلانے چلے گئے۔ تمام طلباء دوبارہ مسجد میں آئے اسی دوران آپ کی طبیعت بگڑ گئی۔ حاجی محمد ہارون نے دیکھا کہ کچھ طلباء آپ کی چارپائی کے چاروں طرف کھڑے ہوئے ہیں اور دوڑے اور آپ کے قریب پہنچ کر چہرے کے تاثرات دیکھ کر فوراً آپ کو چارپائی پر سیدھا کر کے لٹایا اور طلباء کو بلند آواز سے قرآن پاک پڑھنے کے لئے کہا۔ اس وقت آپ کا سر مبارک حافظ محمد اعجاز کی گود میں رکھا ہوا تھا۔ آپ کو ہسپتال لے جانے کیلئے آپ کے صاحبزادے سید غلام معین الدین شاہ صاحب المعروف مرشد سرکار کو گھر سے بلوایا گیا اس دوران آپ کو چارپائی پر برآمدے سے اٹھا کر کمرے میں لے گئے۔ لیکن کمرے میں جانے کے بعد دیکھا کہ علم و حکمت کا وہ آفتاب تقویٰ اور پرہیزگاری کا وہ مرکز علم و دانش کا کوہ ہمالیہ اور خانوادۂ رسالت کا وہ عظیم روشن چراغ اپنے نانا کے یوم اور وقت ولادت پر گل ہو گیا۔ ان اللّٰہ و انا الیہ راجعون ۔

صورت ازبے صورتے آمد برون
بازشد انا لله وانا اليه راجعون

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ خدا مجھے ایسا دن نصیب کرے گا جسے کوئی بھلا نہ سکے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کا وصال با کمال ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۴۲۰ھ بروز جمعۃ المبارک مورخہ ۲۷ جون ۱۹۹۹ء کو جامعہ رضویہ ضیاء العلوم ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی میں ہوا۔ آپ کے وصال با کمال کے بعد سب سے پہلے آپ کے برادر اصغر حضرت علامہ پیر سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ العالیٰ جو مظفر آباد آزاد کشمیر میں جلوس عید میلاد النبی کی قیادت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ ان سے رابطہ کر کے ان کو اطلاع کی گئی اور ہدایت طلب کی گئیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ راولپنڈی میں ہی غسل دے کر جنازہ سلطان پور شریف پہنچا دیا جائے اور شام ۶ بجے نماز جنازہ کا اعلان کرایا جائے۔

جب آپ کا جسد خاکی سلطان پور شریف پہنچا تو کچھ احباب نے مشورہ دیا کہ آج جلوس عید میلاد النبی ہے۔ جس کی وجہ سے کافی تعداد میں علمائے کرام نہیں پہنچ سکیں گے۔ اس لئے جنازہ ۱۳ ربیع الاول شریف بروز ہفتہ کو کیا جائے۔ مگر اہل دانش نے فیصلہ کیا کہ جب

قادر مطلق نے آپ کو بارہ ربیع الاول شریف کی تاریخ عنایت فرمائی ہے تو پھر اسی دن آپ کا جنازہ کیا جانا چاہیے۔

چنانچہ ۱۲ ربیع الاول بروز جمعہ ۱۴۲۱ ہجری ۲۷ جون ۱۹۹۹ شام ۶ بجے آپ کی نماز جنازہ آپ کے برادر اصغر رازی دوراں علامہ پیر سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ العالی کی اقتدا میں ادا کی گئی اور آپ کو آپ کے والد کے قدموں اور برادر اصغر علامہ سید عبدالرحمٰن شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ جہاں آپ کا مزار فیض آثار آپ کے آبائی گاؤں سلطان پور شریف موضع ہروئی والا نزد حسن ابدال ضلع اٹک میں مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں اہل عقیدت و محبت آج بھی حاضری دیکر آپ کے فیضان و عرفان سے مالا مال ہوتے ہیں۔ آپ کے بعد سلطان پور شریف سجادہ نشین رازیٔ دوراں اُستاد العلماء حضرت علامہ پیر سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ العالی ہیں۔ جن کی نگرانی و سرپرستی میں تمام عرس وغیرہ اور تمام جامعات کا انتظام و انصرام انتہائی خوش اسلوبی سے انجام پا رہا ہے۔ آنے والا ہر سائل اپنے اپنے مقدر کا حصہ اپنے ظرف کے مطابق حضرت شاہ صاحب سے وصول کر رہا ہے۔ دُعا ہے اللہ کریم آپ کی جلائی ہوئی اس شمع کو صبح قیامت تک فروزاں اور روشن رکھے۔

(نوٹ) فقیر راقم الحروف نے تادم تحریر دو مرتبہ آپ کے مزار پر انوار پر حاضری کی سعادت حاصل کی ہے۔

حضرت علامہ پیر سید عبدالرحمٰن شاہ چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عمدۃ السالکین، امام العاشقین، آفتاب علم و حکمت، مبلغ عالم اسلام، سلطان الواعظین، حضرت علامہ پیر سید عبدالرحمٰن شاہ مشہدی ثمہ سلطان پوری رحمۃ اللہ علیہ سادات مشہدی کے عظیم گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔آپ کے آباؤ اجداد ایران کے مشہور علاقہ مشہد سے ہجرت کر کے آزاد کشمیر کے مختلف علاقوں پٹھیکہ مظفر آباد، ہٹد درہ اور نوسیری میں آ کر آباد ہوئے اور ان علاقوں کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا آپ کے داداجان خاندان کے دوسرے افراد کے ہمراہ سلطان پور ہروئی والا نزد حسن ابدال ضلع اٹک کے مقام پر مستقلاً قیام پذیر ہو گئے اور دین مصطفیٰ ﷺ کی خدمت اس انداز سے کی کہ پورے علاقہ کے اطراف میں چاروں طرف آپ کے خاندان ہی کا چرچا تھا۔ دور دور سے لوگ آ کر علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔خاندان کے تمام افراد علمی رنگ میں رنگے ہوئے اور اپنے وقت کے بے مثل و بے مثال عالم و فاضل تھے۔ حیدری خون رگوں میں ہونے کی وجہ سے روحانیت کا فیضان بھی اس قدر تھا کہ کوئی بھی مایوس اور خالی نہ لوٹتا آپ داداجان اور خاندان کے دیگر افراد دین کی خدمت کے ساتھ ساتھ اپنی گزر بسر اور رزق حلال کے لئے کھیتی باڑی کو ذریعہ معاش بنائے ہوئے تھے۔ایسے روحانی علمی ماحول میں آپ کی ولادت باسعادت ۱۹۲۶ میں ہروئی والا سلطان پور نزد حسن ابدال ضلع اٹک میں خانوادۂ رسالت کے عظیم نیر تاباں فقیہہ العصر حضرت علامہ پیر سید ضیاء الدین شاہ مشہدی علیہ الرحمۃ کے گھر میں ہوئی۔

آپ کی پیدائش کے فوراً بعد ہی پورے خاندان کے بزرگوں کی توجہ آپ کی تعلیم و تربیت پر لگ گئی۔آپ بچپن میں عام بچوں کی طرح کھیل کود کی طرف راغب نہ تھے۔اس لئے کہ گھر کے دینی ماحول نے بچپن ہی سے آپ کی طبیعت میں انقلاب پیدا کر دیا تھا۔

تعلیم و تربیت ☆: آپ نے قرآن کی تعلیم اپنے گھر میں اپنے عم محترم جناب مولانا سید منور شاہ علیہ الرحمۃ سے حاصل کی اور سکول کی تعلیم بھی اپنے گاؤں کے مقامی سکول میں ہی حاصل کی۔سکول کی ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے اپنی خاندانی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے علوم دینیہ کا آغاز فارسی کتب سے شروع کیا۔چونکہ اس دور میں فارسی کتب پر بہت زیادہ توجہ دی جاتی تھی۔ہمیں اس تفصیل میں جانے کی قطعاً ضرورت نہیں کہ آپ نے فارسی کتب کہاں تک پڑھی ہیں مگر آپ کی تقریروں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے مثنوی شریف سبقاً پڑھی ہوئی تھی۔چونکہ آپ کی تقریریں مثنوی شریف سے مرصع ہوتی تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ سامعین کو محظوظ کرنے اور تقریروں میں مزید پختگی پیدا کرنے کے لئے شاہنامہ اسلام کے اشعار پڑھتے تھے۔آپ نے صرف نحو کی تعلیم کا آغاز بھوئی شریف

ضلع اٹک کی معروف درسگاہ میں استاذی العلماء مولانا فرید الدین ہاشمی علیہ الرحمۃ اور شیخ الجامعہ مولانا محبّ النبی علیہ الرحمۃ سے کیا۔

حصول علم کے لئے آپ کچھ عرصہ مکھڈ شریف کی معروف روحانی و علمی درسگاہ میں بھی داخل رہے۔ بعد ازاں اپنے برادر بزرگ شیخ الحدیث علامہ پیر سید غلام محی الدین شاہ علیہ الرحمۃ کے ہمراہ جامعہ نعمانیہ لاہور میں داخل ہو کر اپنے استاذ شیخ الجامعہ مولانا محبّ النبی علیہ الرحمۃ سے اکتساب فیض کرتے رہے۔

جامعہ نعمانیہ لاہور اہل سنت کا وہ عظیم ادارہ ہے کہ جس میں حضور تاجدار گولڑہ پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ اور حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمۃ نے تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ جبکہ امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ اور علامہ محمد اقبال علیہم الرحمۃ جیسی نابغہ روزگار اور قابل فخر ہستیاں جامعہ نعمانیہ کے اجلاسوں میں شرکت کرتی تھیں۔ اور ڈاکٹر علامہ محمد اقبال تو غالباً جامعہ نعمانیہ کے رکن بھی تھے۔

جامعہ نعمانیہ سے اکتساب فیض کے بعد امرتسر کے قصبہ رمداس میں ایک سال تک مولانا غلام نبی علیہ الرحمۃ سے استفادہ کرتے رہے اس کے بعد دوبارہ پھر اپنے استاذ شیخ الجامعہ مولانا محبّ النبی علیہ الرحمۃ کے پاس جو اُن دنوں قصبہ جنیدھڑ شریف نزد کڑیاں والا ضلع گجرات میں سائیں گوہر دین علیہ الرحمۃ کے مدرسہ میں پڑھا رہے تھے۔ آپ نے بقایا تعلیم وہاں پر حاصل کی۔

آپ کی تحریکی خدمات ☆: ۱۹۴۶ء میں جب تحریک پاکستان نے زور پکڑا تو آپ نے اپنے تایا جان جناب سیّد سید شاہ علیہ الرحمۃ کے ہمراہ صوبہ سرحد کا طوفانی دورہ کیا اور اپنے فن خطابت سے آپ نے لوگوں میں مسلم لیگ کی حمایت کا جذبہ پیدا کیا چونکہ آپ بلا کے ذہین اور اپنے وقت کے عظیم خطیب تھے جہاں بھی تشریف لے جاتے مسلم لیگ کے ہی نعرے بلند ہو جاتے صوبہ سرحد کے ریفرنڈم میں آپ کا نمایاں کردار شامل رہا ۱۹۴۷ء میں آپ باقاعدہ مسلم لیگ نیشنل گارڈ میں شامل ہو گئے اور اپنے علاقے کے سالار مقرر ہوئے جس کی وجہ سے آپ کو پورے علاقے بلکہ ضلع بھر میں نمایاں حیثیت حاصل ہو گئی آپ کی وجہ سے مسلم لیگ نیشنل گارڈ میں آپ کے والد گرامی کے کافی شاگرد و مریدین بھی شامل ہو گئے تھے۔

۲۷ رمضان المبارک ۱۴ اگست کو ۱۹۴۷ء کو حسن ابدال میں جب مملکت خداداد پاکستان کی پرچم کشائی کی تقریب منعقد ہوئی تو نیشنل گارڈ نے سلامی پیش کی تھی اس اسلامی دینے والے دستے میں آپ بھی بنفس نفیس شامل تھے۔

آغاز خطابت ☆: آپ کے استاذ المکرّم حضرت شیخ الجامعہ علامہ محبّ النبی علیہ الرحمۃ گجرات کے ایک گاؤں میں عرس مبارک کی تقریب میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں نے تقریر کے لئے فرمائش کی تاکہ لوگ مستفید ہو سکیں۔ حضرت شیخ الجامعہ نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ منا شاہ جی آج تقریر آپ کریں۔

(نوٹ) حضرت شیخ الجامعہ علیہ الرحمۃ آپ کو پیار سے منا شاہ کہا کرتے تھے۔

آپ حضرت شیخ الجامعہ کے حکم پر فوراً کھڑے ہو گئے۔ اس موقع پر آپ کے برادر بزرگ حضرت شیخ الحدیث علامہ سید غلام محی الدین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ بھی موجود تھے۔

آپ نے تقریر شروع کی اور خطابت کے جادو کو جب جگایا اور محفل کو گرمایا تو لوگ عش عش کر اٹھے اور آپ کی تقریر پر خوب داد دی اور نعرے لگائے اگر چہ یہ آپ کی پہلی مگر کامیاب ترین تقریر تھی۔ عوام کا جوش دیکھ کر حضرت شیخ الجامعہ جلسہ کے اختتام پر آپ سے بہت خوش ہوئے اور دعاؤں سے نوازا۔

اس تمام معاملہ کو دیکھ کر آپ کے برادر بزرگ حضرت علامہ سید غلام محی الدین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی دور اندیش نگاہوں نے آپ کا مستقبل جان لیا کہ یہ اپنے وقت کے عظیم خطیب ہی نہیں بلکہ سلطان الواعظین بنیں گے۔ اور فرمایا کہ اب تو یہ صرف تقریر ہی کرینگے تدریس پر توجہ نہیں دیں گے۔ اس لئے کہ عوام نے جس انداز سے پذیرائی کی ہے وہ انہیں اب دوسری طرف متوجہ نہیں ہونے دی گی۔ اور وقت نے ثابت کیا کہ آپ ملک سخن کے بے تاج بادشاہ اور عالم اسلام کے عظیم خطیب اور واقعتاً سلطان الواعظین ہو گذرے ہیں۔

آپ نے اپنی خطابت کا باقاعدہ آغاز ضلع سرگودھا کے معروف علاقہ ملکوال کی مرکزی جامع مسجد سے ۱۹۵۱ء میں شروع کیا۔ آپ کی خطابت کا یہ دورانیہ بہت طویل دورانیہ تھا اور اس طویل دور میں آپ نے ملکوال اور گرد انواح کے تمام دیہات اور پھر سرگودھا، خوشاب اور ہزارہ ڈویژن اور آزاد کشمیر میں مختلف جلسوں اور مذہبی تقریبات سے خطاب فرماتے رہے اور لوگوں کے دلوں میں عشق مصطفی ﷺ کی وہ شمع روشن کی جسے لوگ تا ابد یاد رکھیں گے۔ ملکوال کی مرکزی جامع مسجد میں خطابت کے موقع پر آپ کی تقریر سننے کے لئے سامعین جوق در جوق آتے اور مسجد کا یہ حال تھا کہ نمازیوں کو بمشکل جگہ ملتی تھی حالانکہ ملکوال کی جامع مسجد وسیع و عریض رقبے پر محیط ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ملکوال چھوڑے جانے کے بعد ابھی تک نہ صرف ملکوال بلکہ گرد و نواح کے لوگ آپ کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے اور یاد کرتے ہیں اور آپ کے مزار شریف پر بھی آکر حاضری دیتے ہیں وہ صرف اس لئے کہ آپ نے ملکوال اور گرد و نواح کے دیہاتوں کے بے دینوں کو دین دار بنایا بھٹکے ہوؤں کو راستے پر لا کھڑا کیا گمراہوں کو راہ دکھلائی، بے نمازیوں کو نمازی بنایا بے عملوں کو عامل و کامل بنایا اور ان کے سینوں کو نور ایمان سے منور کیا۔

خطابت کا دوسرا دور ہری پور☆: جس زمانے میں آپ کے والد گرامی حضرت فقیہہ العصر علامہ سید ضیاء الدین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ علیل ہو گئے تھے۔ آپ والدین کی خدمت اور گھر کے زمیندارہ اور دیگر کام کاج کا سنبھالنے کے لئے ملکوال کو خیر باد کہہ کر اپنے گاؤں سلطان پور آ گئے ابھی آپ کو سلطان پور تشریف لائے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ جامعہ رحمانیہ ہری پور کے ناظم اعلیٰ صاحبزادہ پیر طیب الرحمٰن صاحب چھوہروی علیہ الرحمۃ علماء کی ایک جماعت لے کر سلطان پور میں آپ کے والد گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔ آپ سید عبدالرحمٰن شاہ صاحب کو جامعہ رحمانیہ ہری پور میں جمعہ پڑھانے کی اجازت دے دیں ہم ان کو لینے کے لئے آئے ہیں۔ آپ کے والد گرامی نے ان کے پر زور اصرار اور بار بار مجبور کرنے پر آپ کو جامعہ رحمانیہ ہری پور میں جمعہ پڑھانے کی اجازت دی۔ اس کے بعد آپ کافی عرصہ تک ہری پور میں ہی جمعہ پڑھاتے رہے۔ ہری پور میں قیام کے دوران آپ نے دین اسلام اور مسلک اہلسنت کی بے مثال خدمت سرانجام دیں اور مسلک اہلسنت کے فروغ اور احیاء کے لئے پورے ضلع ہزارہ کے دورے کیئے

پہاڑی اور سنگلاخ راستوں کا پیدل سفر کیا۔

ہری پور میں جلوس عید میلاد النبی ﷺ کو پہلے سے زیادہ منظم اور مضبوط کیا جلوس کی کامیابی کے لئے پورے علاقے کے ہر دیہات میں جلسے کئے اور لوگوں کو سرکار علیہ السلام کے جلوس میں شرکت کے لئے نہ صرف تاکید فرماتے بلکہ پوری طرح تیار کرتے اور یہ وجہ تھی کہ آپ کے دور میں جامعہ رحمانیہ ہری پور سے نکلنے والا جلوس عید میلاد النبی ﷺ بہت شایان شان طریقے سے نکلتا تھا۔

۱۹۷۴ء میں جب جامعہ رضویہ ضیاء العلوم ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی کی مرکزی جامع مسجد تیار ہوگئی اور جامعہ رضویہ سبزی منڈی سے سیٹلائٹ ٹاؤن منتقل ہوا تو اہل راولپنڈی کے پرزور اصرار پر آپ راولپنڈی جامعہ رضویہ ضیاء العلوم ڈی بلاک میں تشریف لے آئے اور وہیں پر نماز جمعہ کی خطابت کے فرائض تادم آخر انجام دیتے رہے۔ جامعہ کے طلباء آپ کی تقریروں سے نکات حاصل کرتے اور عوام الناس اپنے عقیدے میں پختگی پاتے تھے۔

آپ کی تبلیغی اور تحریکی خدمات ☆: آپ کی تبلیغی خدمات قابل فخر ہیں۔ پچاس برس سے زیادہ آپ نے دین متین کی خدمت سرانجام دی۔ اندرون و بیرون ملک برطانیہ، ساؤتھ افریقہ، انڈیا اور دیگر کئی ممالک میں آپ نے مسلک حق اہل سنت جماعت کی حقانیت کا سکہ بٹھایا اور کئی دینی مراکز قائم کیے۔ ملکوال میں خطابت کے دوران آپ نے ایک دینی مدرسہ رفیع الاسلام کے نام سے قائم کیا جس میں طلباء کو دینی اور دنیاوی علوم پڑھائے جاتے تھے۔ بعد میں حکومت نے اس ادارے کو سرکاری تحویل میں لے لیا جو کہ گورنمنٹ رفیع الاسلام ہائی سکول ملکوال کے نام سے مشہور ہے۔ ملکوال کا یہ سکول آپ کی دینی و علمی خدمات کا آئینہ دار ہے۔ آپ تحریک پاکستان کی عظیم سپہ سالار تھے۔ تحریک ختم نبوت کے دوران آپ کو ملکوال سے گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔

اسی طرح تحریک نظام مصطفی ﷺ کے دوران آپ کو اپنے آبائی گاؤں سلطان پور سے گرفتار کر کے اٹک جیل بھیج دیا گیا اس طرح آپ دین متین کی خدمت کے صلہ میں پابند سلاسل بھی رہے مگر جوں جوں آپ کی عمر عزیز بڑھتی گئی آپ کا ذوق جنوں بھی بڑھتا رہا اس طرح تحریک ناموس رسالت کے لئے آپ کی خدمات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

آپ کی سماجی خدمات اور فیاضی ☆: آپ اپنے اردگرد میں بسنے والے اور اپنے پاس آنے جانے والوں اور اپنے متعلقین کا ہمیشہ خیال رکھا اور اپنے وابستگان کو شفقتوں سے نوازتے۔ آپ سے ملنے والا کبھی غیریت محسوس نہ کرتا آنے والے تمام حضرات یہ سمجھتے تھے کہ ہم اپنے محسن کے پاس آئے ہیں۔ اب ہمیں امان ہے آپ کی گفتگو میں اتنی چاشنی تھی کہ متعلقین کے لئے آپ کی ہر بات امر ہوتی تھی۔

بہت سے واقعات ایسے ہیں کہ آپس میں دست و گریباں رہنے والے جب آپ کے پاس پہنچ جاتے یا آپ ان کا تصفیہ کرانے کے لئے بطور مصنف چلے جاتے تو آناً فاناً دیرینہ دشمنیاں ختم ہو جاتیں بچھڑے مل جاتے بیگانے اپنے بن جاتے نفرتیں ختم اور محبتیں شروع ہو جاتیں خداوند قدوس نے جہاں آپ کو بہتر صلاحیتوں سے نوازا ہوا تھا اسی طرح آپ کو خدائے کریم نے ورثے میں سخاوت کا جذبہ بھی عطا فرمایا تھا۔ آپ نے تمام زندگی غریبوں، یتیموں، بیواؤں اور مساکین کا خیال رکھا کسی کو بھی مایوس اور خالی ہاتھ نہ لوٹاتے۔ آپ نے

بہت سے افراد کے ماہانہ اور سالانہ وظائف مقرر کیئے ہوئے تھے۔ بہت سے افراد کا گذر آپ کے ذاتی خرچ پر چل رہا تھا۔ عید کے روز گاؤں کے تمام چھوٹے بڑے امیر و غریب جتنے بھی افراد آپ کو عید ملنے کے لئے تشریف لاتے آپ سب کو عید دیتے تھے۔ تمام زندگی ملکوال ہو یا ہرپور، سلطان پور ہو سیٹلائٹ ٹاؤن کی جامع مسجد آپ کا لنگر وسیع اور دامان کرم دراز رہا علمائے کرام نعت خوان حضرات کی آؤ بھگت خدمت و خاطر اس قدر فرماتے کہ وہ آج بھی اس کے معترف ہیں کہ آج کے دور میں آپ جیسے فیاض اور سخی ہم نے نہیں دیکھا۔

آپ کے حلقہ احباب میں اگر کسی کے بیٹا بیٹی کی شادی ہوتی اور آپ اس کے حالات سے باخبر ہوتے تو خود اس کے گھر جا کر یا اسے بلوا کر خاموشی سے اس کی مالی امداد فرما دیتے اور پھر دوبارہ کبھی زندگی بھر اس سے اس بات کا تذکرہ بھی نہ فرماتے۔ غرض یہ کہ آپ جہاں جہاں سے گزرتے جہاں جہاں قیام فرماتے جس جس گھر تشریف لے جاتی اور اپنی خاندانی روایات کو زندہ کرتے جاتے آپ کے وصال کے بعد بہت سے افراد کو یہ کہتے سنا کہ اب کون ہے جو ہمارا خیال کرے گا۔ آ دنیا ہمارا سرپرست و پیشوا ہمیں روتا چھوڑ کر چلا آیا گیا ہے۔

کشف و کرامات ☆: جامعہ زہرا مصریال روڈ کی مہتم اور ممتاز علمی اور روحانی شخصیت علامہ سید ذاکر حسین شاہ مدظلہ العالی ممبر اسلامی نظریاتی کونسل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ڈنڈوٹ میں ایک مذہبی جلسہ میں آپ کی تقریر تھی اور اس میں منتظمین نے مجھے بھی ایک خطیب کی حیثیت سے بلایا ہوا تھا۔ ڈنڈوت پہنچنے پر معلوم ہوا کہ آپ تشریف لا چکے ہیں۔ میں نے ملاقات کی اور بعد ازاں ان سے گفتگو میں مصروف تھا کہ اچانک آپ نے فرمایا کہ شاہ صاحب آؤ باہر کی طرف سیر کرنے چلتے ہیں۔

چنانچہ میں اور شاہ صاحب جب سیر کے لئے نکلے تو آپ نے چلتے چلتے راستے میں فرمایا کہ شاہ صاحب میرا تجربہ کہتا ہے کہ ہمارا میزبان پرویزی خیالات اور عقیدے کا مالک ہے۔ اور وہ حدیث رسول ﷺ کا منکر ہے۔ لہٰذا رات کو جلسے میں حدیث رسول ﷺ کی اہمیت پر ضرور بیان ہونا چاہیے۔

چنانچہ رات کو جلسہ شروع ہوا تو آپ نے اپنے خطاب میں محبت رسول ﷺ اور حدیث شریف کی اہمیت پر ایسی شاندار اور مدلل تقریر کی کہ ہمارا میزبان جو حدیث شریف کا منکر تھا جلسہ کے بعد کہنے لگا کہ مجھے تو حدیث پاک کی اہمیت کا اندازہ آج ہوا ہے کہ جب تک ہم حدیث شریف کو نہیں مانیں گے۔ اس وقت تک مومن نہیں بن سکتے اس نے اپنے خیالات فاسدہ سے توبہ کی اور حدیث شریف کا پیروکار بن گیا۔

کرامت نمبر ۲ ☆ ۱۹۷۳ء میں غلام حسین سونی جو ملکوال کے رہنے والے تھے۔ ان کی بیٹی کی شادی تھی اور گھر میں صرف ۹ سو روپے تھے۔ بظاہر کوئی اسباب نظر نہیں آرہے تھے کہ شادی کیسے ہوگی۔ غلام حسین سونی اسی پریشانی کے عالم میں آپ کی خدمات میں حاضر ہوا اور رو کر تمام ماجرا گوش گزار کیا۔ آپ نے اس کی بات سن کر اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور اپنی طرف سے کچھ رقم اسے عنایت فرما کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دعا کے بعد فرمایا کہ غلام حسین گھبرانا نہیں انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا خدا فضل کرے گا۔

غلام حسین سونی کہتے ہیں کہ اس کے بعد میری پریشانی کی کیفیت بھی ختم ہوگئی اور میں مطمئن ہو کر واپس اپنے گھر چلا آیا۔ خدا نے

غیب سے ایسے ایسے اسباب پیدا کیئے اور میری دستگیری فرمائی کہ میری بچی کی شادی بھی ہوگئی اور جو رقم شاہ صاحب نے مجھے عنایت فرمائی تھی وہ ویسے ہی آج بھی میرے پاس برکت کے لئے موجود ہے۔

وصال باکمال ☆: ۱۰ فروری ۱۹۹۹ء بروز بدھ ۲۲ شوال المکرم کو آپ اپنے گاؤں سے راولپنڈی جامعہ رضویہ ضیاء العلوم میں ساؤتھ افریقہ سے آئے ہوئے ایک مہمان کو الوداع کرنے کے لئے تشریف لائے رات کو مہمان کے ساتھ کھانا کھایا۔ صبح کو اپنے صاحبزادے علامہ سید رفیع الدین شاہ صاحب سے فرمانے لگے کہ میں نے گاؤں جانا ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ آج جمعرات ہے آپ ویسے بھی جمعرات کو راولپنڈی سے واپس گاؤں کی طرف نہیں جاتے۔ اس لئے کہ اگلے روز جامعہ رضویہ ضیاء العلوم ڈی بلاک میں جمعہ پڑھانا ہوتا ہے اور آج گاڑی بھی فارغ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آج مختلف جگہوں پر چہلم کی دعاؤں میں تقریر اور شرکت کا وعدہ کر رکھا ہے۔ میں وعدے کی پاسداری کے لئے ضرور جاؤں گا۔ چنانچہ آپ گاڑی فارغ نہ ہونے کی وجہ سے بذریعہ بس واہ فیکٹری کے قریب لوسر شرفو میں ایک تقریب میں شامل ہوئے۔ مختصر خطاب کے بعد وہاں سے رخصت ہو کر گورا گاؤں کے لئے کرایہ کی گاڑی بک کر کے وہاں پر منعقدہ چہلم کی تقریب میں پہنچے اور وہاں شفاعت رسول ﷺ کے موضوع پر علمی رنگ میں بڑی ہی مدلل تقریر فرمائی۔ لوگ عش عش کر اٹھے کئی افراد پر رقت طاری ہوگئی ایک گھنٹے کے خطاب کے بعد وہاں سے گاڑی لے کر اپنے گاؤں سلطان پور شریف تشریف لائے اور نماز ظہر ادا فرمائی پھر کرایہ کی سوزوکی میں بیٹھ دوبارہ کسی گاؤں میں تشریف لے گئے۔ وہاں بھی تقریر کی اور پروگرام کے بعد کچھ احباب کے اصرار کرنے پر ان کے گھروں میں تشریف لے گئے۔ اس دوران دو بیماروں کی بیمار پرسی بھی کی اور عشاء کی نماز کے قریب اپنے گھر واپس سلطان پور شریف تشریف لائے نماز عشاء کے بعد اپنے اوراد و وظائف کا معمول پورا کیا اور اپنے سونے کے وقت سو گئے رات ساڑھے بارہ بجے کے قریب آپ کو طبیعت میں گھبراہٹ اور تکلیف محسوس ہوئی تو آپ نے اپنے اہل خانہ سے فرمایا کہ قہوہ بنایا جائے اور آپ بذات خود طہارت خانے میں تشریف لے گئے واپس آکر چارپائی پر بیٹھے تو تمام جسم پسینے سے شرابور تھا اسی دوران ذکر خدا کرتے ہوئے آپ کی روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر کے ہزاروں سوگواروں کو رلا کر چلی گئی۔ آپ نے مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۹۹ء ۲۴ شوال المکرم ۱۴۲۱ھ جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب کو داغ مفارقت دے کر داعی اجل کو لبیک کہا۔

نماز جنازہ مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۹۹ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر آپ کے برادر اصغر رازی دوراں شیخ الحدیث والتفسیر پیر طریقت علامہ سید حسن الدین شاہ صاحب صاحب مدظلہ العالی نے پڑھائی، جنازہ کے وقت ایک رقت آمیز منظر تھا ہر آنکھ اشکبار ہر دل غم سے نڈھال تھا۔

ملک بھر کے صوفیاء و مشائخ عظام علمائے کرام کہہ رہے تھے کہ ملک سخن کے بے تاج بادشاہ اور سلطان الواعظین اور علم و حکمت کے نیر تاباں آج داغ مفارقت دے کر زیر زمین چلے گئے۔

آپ کا مزار پر انوار آپ کے آبائی گاؤں ہروئی والا سلطان پور نزد حسن ابدال ضلع اٹک میں آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔ اہل عقیدت و محبت آپ کے دربار میں حاضری دے کر اپنے قلوب و اذھان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

46 فقیر راقم الحروف کو یہ سعادت حاصل ہے کہ زندگی کے تقریباً ۲۰ برس سے زیادہ آپ کی زیارت سے مشرف ہوتا رہا اور ایک سو سے زیادہ مرتبہ آپ کی تقاریر سننے کا اتفاق ہوا اور کئی مرتبہ فقیر کی دعوت پر آپ خطاب کے لیے بھی تشریف لائے۔ آپ راقم الحروف پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ اس کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ آپ کا تعلق راقم کے والد گرامی حافظ فیض محمد صابری علیہ الرحمۃ سے تھا۔ الحمد اللہ راقم الحروف نے وصال باکمال کے بعد چہلم کے موقع پر شرکت کی اور بعد ازاں کئی مرتبہ آپ کے مزار پر انوار پر حاضری کی سعادت حاصل کی ہے۔

حکیم محمد موسیٰ امرتسری چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: حکیم اہلسنت، ترجمان افکار رضا، صوفی باصفا، کشتۂ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، محقق العصر، آفتاب علم وحکمت، سپہر نیر افق ولایت، پیشوائے ارباب طریقت، شہباز میدان حقیقت ومعرفت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ حق گو حق سنج نظریہ کے حامل تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت 28 صفر المظفر 1344ھ ہجری بمطابق 27 اگست 1927ء کو امرتسر مشرقی پنجاب انڈیا میں فخر الاطبا حکیم فقیر محمد چشتی نظامی کے روحانی وعلمی گھر میں ہوئی۔

جب سن شعور کو پہنچے تو والد گرامی سے ناظرہ قرآن پاک پڑھا اور قاری کریم بخش سے قرأت سیکھی۔ اس کے بعد فارسی کی کتابیں کریما، سعدی سے سکندر نامہ نظامی تک دار العلوم نعمانیہ امرتسر میں پڑھیں۔ اس کے بعد عربی اور دیگر علوم متداولہ کی کتب مولانا محمد عالم آسی علیہ الرحمتہ سے پڑھیں اور مثنوی مولانا روم سبقاً اپنے والد گرامی سے پڑھیں۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد لاہور تشریف لائے۔

بیعت وخلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں پیر طریقت حضرت میاں علی محمد چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

خرقۂ خلافت مولانا فتح محمد چشتی نظامی علیہ الرحمتہ سے پاکر سرفراز وصاحب ارشاد ہوئے۔

حج بیت اللہ شریف وزیارت روضۂ رسول ﷺ ☆: 1993ء میں آپ کو حج بیت اللہ شریف کی حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اور سرکار عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیار ودربار میں کافی عرصہ تک قیام کا موقع ملا۔ مدینہ پاک کے قیام کے دوران آپ کو بہت سے پاکان امت اور دنیائے اسلام کے بڑے بڑے شیوخ اور علمائے کرام کی مجالس سے استفادہ کا موقع ملا۔ اس دوران شیخ العرب والعجم قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد قادری رضوی مدنی خلیفہ اعلیٰ حضرت محدث بریلی کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا۔ مولانا مدنی نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں خرقۂ خلافت عطا فرما کر مجاز وصاحب ارشاد کیا۔ اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے معمولات واوراد ووظائف کی اجازت دی۔

حضرت شیخ الدلائل شیخ محمد ہاشم علیہ الرحمتہ سے دلائل الخیرات اور قصیدہ بردہ شریف کی اجازتیں حاصل کیں۔

علمی میدان میں آپ کی خدمات ☆: آپ کی تصانیف ''مولانا غلام محمد ترنم'' ''ذکر مغفور'' ''اذکار جمیل'' چھپ کر منظر عام پر آئیں۔ اس کے علاوہ آپ نے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمتہ کی شہرہ آفاق کتاب کشف المحجوب کا دیباچہ اور مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی کا مقدمہ لکھا۔ جسے دنیائے تصوف میں بڑی شہرت ملی اور علمی حلقوں میں سراہا گیا۔

مجلس رضا کا قیام ☆: 1968ء میں آپ نے ''مرکزی مجلس رضا'' کی بنیاد رکھی اور اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کی تالیفات کونہایت دیدہ زیب انداز میں شائع کر کے تقسیم کرتے رہے۔ حضرت امام اہل سنت محدث بریلوی کو اکناف عالم بالخصوص برصغیر پاک وہند میں متعارف کرانے کے لیے دن ورات جدوجہد کی۔

محققین اہل سنت وقلم کاران رضویت سے بلند پایہ مقالات لکھوا کر گلستان رضویت کو مہکا دیا۔ آپ نے اپنی پوری زندگی میں اٹھارہ لاکھ کتابیں شائع کرا کے مفت تقسیم کیں۔

آپ نے ایک طرف افکار رضا کو عام کیا تو دوسری طرف عقائد پر بے شمار کتابیں لکھ کر تقسیم کرتے رہے۔ آج دنیا کے گوشے گوشے میں نغمات رضا سے بوستان علم وفضل گونج رہے ہیں۔

آج ''مرکزی مجلس رضا'' انہی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ اپنے ماہنامہ ''جہاں رضا'' کے صفحات پر افکار رضا کو دنیا کے کونے کونے تک پھیلانے میں مصروف ہے۔ اس کا تمام سہرا آپ ہی کے سر جاتا ہے۔

آپ نے جب ''مرکزی مجلس رضا'' کی بنیاد رکھی تو اپنی تمام تر توانائیاں اس کے لیے وقف کر دیں۔ مطب کے ساتھ ساتھ صبح و شام آپ نے افکار رضا کی ترجمانی وتشہیر کے لیے اہل قلم احباب کا ایک حلقہ قائم کیا۔ سُنی رائٹرز کا ایک گلڈ بنایا اور گمنام تحریروں کو گوشۂ تنہائی سے نکال کر زیور طبع سے آراستہ کیا۔ جب یہ روشن تحریریں ملک میں پھیلیں تو اہل سنت کا ایک علمی اور تحقیقی کارواں نکلا۔ جس نے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کی تحریروں کو نہ صرف پڑھا بلکہ اس کے مطالب ومعانی کو مرتب کر کے عوام الناس تک پہنچایا۔

آپ ہر سال امام اہل سنت مجدد دین وملت شاہ احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمتہ کا سالانہ عرس مبارک ''یوم رضا'' کے نام سے جامع مسجد نوری ریلوے اسٹیشن لاہور میں انعقاد کراتے تھے۔ ملک بھر سے مقتدر علمائے کرام مشائخ عظام اس عظیم الشان اجتماع سے خطاب فرماتے تھے۔ اور حاضرین دل وجان کے دامن پھیلا کر گوہر مراد سے جھولیاں بھر کے لے جاتے تھے۔ ''یوم رضا'' کے قد آدم اشتہار شائع ہوتے پورے لاہور کے در ودیوار پر لگائے جانے کے علاوہ ڈاک کے ذریعے پاکستان کے ہر شہر، ہر قصبہ، ہر گاؤں کی مساجد کے دروازوں پر چسپاں کرنے کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ اسی طرح یوم رضا کا پیغام دور دور تک عوام وخواص تک پہنچ جاتا تھا۔

جب ''یوم رضا'' کا پروگرام ختم ہو جاتا تو آپ ''مقالات رضا'' چھپوا کر اہل علم وفضل تک پہنچاتے۔ آپ کی عادت تھی کہ جہاں جہاں اعلیٰ حضرت کے مخالفین کے پراپیگنڈے سے لوگ متاثر تھے۔ وہاں ''مقالات رضا'' بھیجنے اور پہنچانے کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ اسمبلی کے اراکین، وزراء، وکلاء اور اعلیٰ عدالتوں کے جج صاحبان کی میزوں پر ''یوم رضا'' کے کتابچے پہنچتے۔ ان کے گھر جانے سے

پہلے ہر ایک کے گھر میں ان کے بیڈ روم میں "مقالات یوم رضا" موجود ہوتے تھے۔

آپ کی شبانہ روز کی کوششوں اور کارکردگی نے پاکستان بھر میں نغمات رضویت کی دھوم مچادی۔ لوگوں کے دلوں میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرارے پھوٹنے لگے۔ دل وجان وجد کرنے لگے۔ ہر مسجد کے منبر ومحراب سے صدائیں آنے لگیں:

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

دار العلوم حزب الاحناف کا ایک اہم واقعہ☆: دار العلوم حزب الاحناف لاہور کے سالانہ جلسے کے بارے ایک دن دوران گفتگو آپ نے فرمایا کہ حزب الاحناف کے سالانہ جلسے میں میرے شیخ طریقت حضرت میاں علی محمد چشتی نظامی علیہ الرحمۃ بسی شریف والے بھی تشریف لائے۔ ہم بھی اپنے شیخ کامل کے ہمراہ تھے۔

میاں صاحب کے ہمراہ ایک ماہر تعلیم کلین شیو بھی تھا۔ اس نے دوران جلسہ میاں صاحب سے عرض کیا کہ مجھے بھی تقریر کے لیے وقت لے دیں۔ میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ میں تو ایسا نہیں کر سکتا۔ تم خود سید صاحب علامہ ابوالحسنات رضوی صاحب سے بات کرلو اور اجازت لے لو۔ جب اس نے سید صاحب سے بات کی تو انہوں نے فرمایا کہ واہ میاں، نبی کی سنت کو مونڈتے اور نبی کے اسٹیج سے ہی نبی کی باتیں سنانا چاہتے ہو۔ لوگ کیا کہیں گے۔ لوگوں پر تمہاری باتوں کا کیا اثر ہوگا؟

آپ نے فرمایا کہ نہ تو میاں صاحب نے اس کی شخصیت کے پیش نظر سفارش کی اور نہ ہی سید صاحب نے اجازت تقریر دی۔ کیسے دیندار لوگ تھے۔

اب داڑھی منڈے لوگ اسٹیج سے بولتے ہیں جو اثر ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔

بھارت سے مولانا مختار الدین کی آپ کے پاس آمد☆: یوں تو دنیائے اہل سنت کے تمام زعماء علماء اور مشائخ کی آپ کے پاس آمد ورفت رہتی تھی۔ بلکہ لاتعداد علماء کے ساتھ آپ کے ذاتی تعلق تھے۔ ایک دوسرے کے کام بھی کرتے تھے اور آپ کے پاس بیٹھنے والوں نے دیکھا ہے کہ بیرونی ممالک سے علماء اور مشائخ تو الگ رہے بلکہ بڑے دانشور اور محقق ریسرچ اسکالرز حتیٰ کہ مختلف مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والی علمی ذوق کی حامل خواتین بھی آپ کے پاس دینی معلومات اور ان سے متعلق کتابوں کے حصول کے لیے آتی تھیں۔

آپ برصغیر میں دو صاحب علم حضرات کی علمی اور بالخصوص عربی زبان اور عربی دانی کے معترف تھے۔ ان میں ایک پاکستان کے حضرت پیر محمد حسن مرحوم اور دوسرے بھارت کے ممتاز عالم دین حضرت علامہ مختار الدین بن مولانا ظفر الدین بہاری جو اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کے خلفاء میں سے ہیں۔ بھارتی حکومت مولانا مختار الدین کی بہت قدر کرتی ہے اور ان سے علمی کام لیتی ہے۔

جنرل محمد ضیاء الحق کے دور میں جب مولانا مختار الدین پاکستان تشریف لائے تو صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے ان

کے لیے ہوائی جہاز بھیجا تھا۔اور جب وہ مری میں قیام پذیر تھے تو صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق بذات خود ان کا ناشتہ ہیلی کاپٹر میں لے کر مری گئے تھے۔اور مولانا کے لیے تحائف بذریعہ ایمبسی انڈیا بھجوائے۔ یہ ان کی قدر اور عزت افزائی تھی۔ باوجود یہ کہ وہ بریلوی تھے اور ہیں،لیکن علمائے اہل سنت و جماعت حنفی بریلوی ان کی آمد پر ٹس سے مَس نہ ہوئے۔

اسی طرح حضرت پیر محمد حسن علیہ الرحمتہ بھی گاہے بگاہے آپ سے ملتے رہتے تھے۔آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت پیر محمد حسن صاحب کو جامعہ نظامیہ لوہاری گیٹ لے گیا اور وہاں موجود علماء سے تعارف کرایا۔

اس موقع پر پیرزادہ علامہ محمد اقبال احمد فاروقی مدظلہ بھی موجود تھے چونکہ علامہ پیرزادہ محمد اقبال فاروقی علمی اور تحقیقی شخصیت ہیں۔ اس لیے پیر محمد حسن صاحب ان سے مصروف گفتگو ہو گئے۔اور کسی مولوی سے بات تک نہ کی۔

پروفیسر محمد اسلم مرحوم (سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور) کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ انہوں بھی کچھ کام کیا ہے۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال 8 شعبان المعظم ۱۴۲۰ ہجری بمطابق 17 نومبر 1999ء بروز بدھ کو ہوا۔مزار پُرانوار (مقابر چشتیاں) میاں میر صاحب مغلپورہ لاہور میں آپ کو آپ کے والد گرامی کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

جہاں آج بھی اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ پیر محبوب احمد چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: ولی ابن ولی، عارف ابن عارف، کامل ابن کامل، شیخ العصر، آفتاب طریقت حضرت خواجہ پیر محبوب احمد چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 1385ھ ہجری بمطابق 1929ء کو میرا شریف کی روحانی اور علمی بستی میں حضرت خواجہ فقیر محمد عبداللہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے گھر ہوئی۔ والد گرامی نے آپ کا نام نامی اسم گرامی محبوب احمد رکھا۔ جو کہ واقعی اہل دل اور اہل نظر کا محبوب بن گیا۔

ابھی آپ کی عمر عزیز پانچ برس کی تھی تو آپ کو میرا شریف کی روحانی خانقاہ میں قائم دینی مدرسہ میں ابتدائی تعلیم کے لیے بٹھا دیا گیا۔ جہاں آپ نے قرآن مجید مکمل کیا۔ اس کے علاوہ دین اسلام کے بنیادی مسائل بھی سیکھے۔ اس کے ساتھ ساتھ دینی علوم کی ابتدائی کتب بھی دو سال کے عرصے میں پڑھیں۔ اس کے بعد آپ کو آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ فقیر محمد عبداللہ چشتی نظامی نے گورنمنٹ ہائی سکول پنڈی گھیپ میں داخل کرا دیا۔ جہاں سے آپ نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ میٹرک کے بعد آپ کو مزید تعلیم کے حصول کا شوق دامن گیر ہوا۔ تو آپ نے گارڈن کالج راولپنڈی لیاقت روڈ میں داخلہ لے لیا۔ اور ایف اے کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ بعد ازاں منشی فاضل کا امتحان پاس کر کے علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے اور شب و روز عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔
اس کے ساتھ ساتھ درس نظامی کی تکمیل کے علوم متداولہ کی کتب متبحر علماء سے پڑھ کر علوم دینیہ اور دورۂ حدیث شریف میں تحصیل و تکمیل کی۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں اپنے عظیم والد گرامی حضرت خواجہ فقیر محمد عبداللہ چشتی نظامی علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے اجازت و خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

سیرت و کردار ☆: آپ شریعت و طریقت کے احکامات پر سختی سے عمل کرتے اور اپنے اسلاف کے اصولوں پر مکمل کاربند رہتے تھے۔ ساری عمر نماز پنجگانہ، دیگر نوافل، تلاوت قرآن اور تہجد کی ادائیگی اور اس کے بعد ذکر بالجہر آپ کا مستقل معمول تھا۔ اپنے شیخ کامل کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف کو ہر حال میں پورا فرماتے تھے۔

سیر و فی الارض ☆: سیر و فی الارض کے تحت مختلف شہروں میں بزرگان دین کے مزارات پر حاضری دے کران کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے رہے۔ مسند ارشاد پر بیٹھ کر پوری زندگی طالبان حق اور متوسلین کو حق وصداقت کا درس دیتے رہے۔ صبح سے شام تک دربار شریف میں رہ کر مخلوق خدا کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔

آپ کی محفل میں بیٹھنے والے اس قدر مؤدب ہو کر بیٹھتے کہ کسی دوسرے کو کان وکان خبر نہ ہوتی۔ اپنے مریدین کو نماز، روزہ اور شریعت وطریقت کے احکام پر پابندی کی سختی سے تلقین فرماتے تھے۔

اگر کسی سفر پر جاتے تو ایک دوروز سے زیادہ قیام نہ فرماتے تھے۔

وصال باکمال ☆: آپ کا وصال باکمال چندروزہ علالت کے بعد ۵ جمادی الاول ۱۴۲۴ ہجری بمطابق 6 جولائی 2003ء بروز پیر 64 برس کی عمر شریف میں ہوا۔

مزار پُر انوار دربار عالیہ میرا شریف تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک میں مرجعٔ خاص وعام ہے۔ جہاں اہل عقیدت ومحبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ نے اپنے وصال سے قبل اپنے نواسے محمد عاصم بن مظہر احمد کو اپنے قریب بلوایا اسے پیار کیا۔ اور اپنے دست شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور اپنی ٹوپی اس کے سر پر پہنا دی اور نیا عمامہ اس کے گلے میں ڈال دیا اور دعاؤں اور پیار بھری نظروں سے اسے رخصت کیا۔

فقیر راقم الحروف نے آپ کی ظاہری حیات مبارکہ میں دربار عالیہ میرا شریف کی حاضری کے موقع پر آپ کی زیارت وملاقات کی ہے، آپ بڑے ہی مہربان اور مہمان نواز شخصیت کے حامل بزرگ ہیں۔

رہے آستاں سلامت رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا شیخ سید احمد اشرف اشرفی جیلانی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عالم ربانی، مرشد لاثانی، لاڈلۂ غوث اعظم جیلانی شیخ طریقت، صاحب علم وفضل وکمال حضرت مولانا شیخ سیّد احمد اشرف جیلانی رحمتہ اللہ علیہ قدوۃ الاخیار ہیں۔

آپ حضرت ابومحمد سید احمد اشرف اشرفی جیلانی بن حضرت سید محمد طاہر اشرف اشرفی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت محلہ چوڑی والاں دہلی (انڈیا) میں ۱۷ محرم الحرام ۱۳۵۰ھ/ ۵ جون ۱۹۳۱ء بروز جمعہ کو ہوئی۔ ستائیسویں پشت میں سرکار غوث اعظم جیلانی بغدادی قدس سرۂ العزیز کی اولاد میں سے ہیں۔

تعلیم وتربیت ☆: ابتدائی تعلیم والد محترم ووالدہ محترمہ سے حاصل کی۔ حضرت حافظ بھورے سے قرآن مجید حفظ کیا۔ مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی سے درسِ نظامی سے فراغت حاصل کی۔

بیعت وخلافت ☆: اپنے والد محترم حضرت سید محمد طاہر اشرف اشرفی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ چشتیہ اشرفیہ میں دست بیعت ہوئے۔ حضرت نے اپنے لخت جگر کو خلافت اشرفیہ اور تمام سلاسل طریقت کی خلافت سے نوازا اور خرقہ کلاہ اشرفی پہنایا۔ ان کے علاوہ حضرت مخدوم المشائخ سید محمد مختار اشرف اشرفی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی خلافت اشرفیہ سے نوازا۔

تحریکِ پاکستان ☆: خاندان اشرفی نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس وجہ سے ہندوؤں بلوائیوں نے دہلی کے قطب روڈ پر آپ کے چچا سید سلطان اشرف کو نہایت بیدردی سے شہید کر دیا اور اس وقت مسلمان علاقوں پر ہندوؤں کا تشدد بڑھنے لگا تو آپ کا خاندان دہلی سے نقل مکانی کر کے پاکستان آ گیا۔ آپ نے پہلے لاہور پھر کراچی میں مستقل قیام فرمایا۔ تقریباً چار سال کم وبیش ملٹری ہسپتال میں مہاجرین کے ساتھ قیام فرمایا۔ پھر مسکن سادات فردوس کالونی میں مقیم ہو گئے۔ خانقاہ اشرفیہ قائم کر کے رُشد وہدایت کا سلسلہ والد صاحب کے ہمراہ جاری تھا کہ والد ماجد علیل ہو گئے اور تمام ذمہ داری اپنے جانشین یعنی آپ کے سپرد فرما دی۔ حضرت طاہر اشرف نے باقاعدہ علماء ومشائخ کی موجودگی میں آپ کو اپنا جانشین بنایا اور خود گوشہ نشین ہو گئے۔ آپ ان کے واحد خلیفہ تھے۔

مجاہدہ وریاضت ☆: آپ نے اپنے پیرومرشد حضرت سید طاہر اشرف کی زیر نگرانی صرف ''اللہ الصمد'' کے ستر (۷۰) چلّے مکمل کیے۔ اس کے علاوہ حزب البحر، سورۃ مزمل، دعائے سیفی، دعائے حیدری اور سورۂ اخلاص کے چلّے بھی کیے۔

سفرِ حرمین شریفین ☆: جب تک صحت نے ساتھ دیا آپ نے ہر سال حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا۔اس طرح سترہ بار حج بیت اللہ و مدینہ منورہ میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔

تصنیف و تالیف ☆: آپ کو لکھنے پڑھنے سے شغف رہا۔اسی کا نتیجہ ہے کہ ۱۹۷۹ء کو ایک علمی، روحانی اور ادبی مجلہ بنام "ماہنامہ الاشرف کراچی" کا اجراء فرمایا جو کہ گزشتہ ۲۶ سال سے اہل سنت و جماعت اور سلسلہ اشرفیہ کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہے۔اس کے علاوہ درج ذیل کتابچے ☆ پمفلٹ آپ کی یادگار ہیں۔

۱☆ روضۃ المحدثین
۲☆ حضرت قطب ربانی، علمائے اہلسنت کی نظر میں
۳☆ فضائلِ رمضان
۴☆ اظہارِ حقیقت
۵☆ صراطِ مستقیم
۶☆ نماز مترجم
۷☆ مقبول دعائیں
۸☆ سوانح داتا گنج بخش
۹☆ حیات و افکار اشرفی میاں
۱۰☆ حیات و افکار حضرت مخدوم سمنانی
۱۱☆ بے نمازی کی سزا
۱۲☆ اظہارِ حقیقت
۱۳☆ فضائل عیدین
۱۴☆ روحانی تربیت کورس
۱۵☆ معافی بخشش کرنے کا مسنون
۱۶☆ وظائف اشرفیہ
۱۷☆ تذکرہ مشائخ اشرفیہ
۱۸☆ حیات قطب ربانی، وغیرہ وغیرہ

آپ کے خلفائے نامدار ☆: آپ کے خلفاء کرام میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔خطیب اسلام علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی (انڈیا)۔۲۔شیخ الحدیث علامہ عبدالحکیم شرف قادری (لاہور)۔۳۔مناظر اہل سنت علامہ عبدالتواب صدیقی (لاہور)۔۴۔مناظر اہل سنت علامہ سعید احمد اسعد (فیصل آباد)۔۵۔علامہ پیر سید منور علی شاہ جیلانی (پیر آف نورائی شریف حیدر آباد سندھ)۔۶۔علامہ عبدالرشید اسماعیل اشرفی (موزمبیق افریقہ)۔۷۔علامہ محمد عباس قادری اشرفی (صدر سنی جمعیت علماء ساؤتھ افریقہ)

تبلیغی خدمات ☆: آپ نے پاکستان کے علاوہ بیرون ممالک مثلاً ہالینڈ، جرمنی، فرانس، بلجیم، بنگلہ دیش، ہندوستان، متحدہ عرب امارات وغیرہ کے متعدد بار تبلیغی و روحانی دورے کیے، ذکر و فکر کے حلقے برپا کیے، علماء اہلسنت کو مدعو کر کے جلسے انعقاد کیے۔اس سلسلہ میں درج ذیل مراکز بھی قائم فرمائے۔

۱۔مرکز اشرفیہ روٹرڈیم (ہالینڈ)۔۲۔مرکز اشرفیہ ڈربن (ساؤتھ افریقہ)۔۳۔مرکز اشرفیہ موزمبیق۔۴۔مرکز اشرفیہ (ملتان کینٹ)۔۵۔مرکز اشرفیہ سرگودھا روڈ فیصل آباد

آپ کی اس سعی بلیغ سے غیر مسلم مسلمان ہو کر آپ سے سلسلہ چشتیہ اشرفیہ میں بیعت ہوئے۔فسق و فجار میں گرفتار مسلمان آپ

کی صحبت سے مثالی انسان بنے۔اس طرح اسلام وسنیت کی خوب خدمت ہوئی۔

قاتلانہ حملے☆: ۱۹۷۴ء کو آپ پر درگاہ اشرفیہ فردوس کالونی کراچی میں قاتلانہ حملہ ہوا جس میں آپ شدید زخمی ہو گئے۔ناک کی ہڈی گئی اور سر پر چوٹ آئی۔اس کے علاوہ پان میں زہر دیا گیا جس سے آپ کو شدید تکلیف اٹھانی پڑی۔سفلی علم کے ذریعے بھی آپ کو جان سے مارنے کی کوشش کی گئی لیکن دشمنوں کے ان تمام حملوں کا آپ نے بہادری و جوانمردی سے مقابلہ کیا۔آپ کو قتل کی دھمکیاں بھی دی گئیں۔لیکن آپ کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہ آئی اور نہ ہی رشد وہدایت کا سلسلہ رُکا۔آپ بفضلہ تعالیٰ محفوظ رہے اور اپنے معمولات ومشغولیت میں مصروف ومشغول رہے۔

شادی واولاد☆: آپ کے آٹھ بیٹیاں اور پانچ بیٹے تولد ہوئے۔آپ کے صاحبزادے جدید وقدیم علوم سے سرفراز ہیں اور صاحبزادیاں بھی عالمہ فاضلہ ہیں۔

آپ کے صاحبزادگان میں (۱) حضرت ڈاکٹر مولانا حافظ سید محمد اشرفی جیلانی ایم اے، پی ایچ ڈی، سجادہ نشین، ایڈیٹر الاشرف۔(۲) حکیم مولانا سید اشرف اشرفی جیلانی۔(۳) سید اعراف اشرف اشرفی۔(۴) سید مصطفیٰ اشرف اشرفی۔(۵) حافظ جمال اشرف اشرفی

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال ۱۴ ذیقعد ۱۴۲۶ھ بمطابق ۱۷ دسمبر ۲۰۰۵ء شب ہفتہ رات سوا ایک بجے ہوا۔بروز ہفتہ بعد نماز ظہر امیر حمزہ مسجد شریف کے پارک میں آپ کی نمازِ جنازہ ڈاکٹر سید محمد اشرفی جیلانی (جانشین) کی امامت میں ادا ہوئی۔آپ کا مزار پُر انوار درگاہِ عالیہ اشرفیہ، اشرف آباد، فردوس کالونی، گولی مار ناظم آباد کراچی میں اپنے پیر ومرشد ووالد گرامی کے پہلو میں مرجع خاص وعام ہے۔

جناب مولانا ڈاکٹر کوکب نورانی اوکاڑوی خطیب گلزار حبیب جامع مسجد سولجر بازار کراچی نے مادۂ سن وصال کہے۔ان میں سے دو مادے درج ذیل ہیں ایک سے سن ہجری تو ایک سے سن عیسوی برآمد ہوتے ہیں۔

☆ محبّ اللہ، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۴۲۶ھ

☆ محبّ حبیب یکتا، مخدوم سید احمد اشرف جیلانی ۲۰۰۵ء

بشکریہ، تذکرہ انوارِ علمائے اہلسنت سندھ

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت خواجہ غلام محی الدین شاہ کاظمی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: پروردۂ نگاہ لطف، رسول مدنی، خواجہ باکمال عاشقِ پیر سیال، فخر السادات کاظمیہ، ولی العصر، فنافی المرشد، حضرت خواجہ غلام محی الدین شاہ کاظمی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ آپ مردِ کمال ہیں۔

ولادت باسعادت ☆: آپ کی ولادت باسعادت 6 مارچ 1933ء کو عظیم روحانی خانقاہ خواجہ آباد شریف (میانوالی) میں سادات کاظمی کے خانوادہ میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ غلام نظام الدین شاہ کاظمیؒ جو کہ حضرت خواجہ پیر بخش شاہ کاظمیؒ کے پوتے تھے اور ان کو حضرت خواجہ شمس العارفین پیر سیال لجپال علیہ الرحمۃ سے فیض حاصل تھا۔

سلسلۂ نسب وطریقت ☆: آپؒ کا سلسلۂ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ جبکہ سلسلۂ طریقت میں پیر سیال خواجہ شمس العارفین علیہ الرحمۃ کے واسطہ سے حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ لہٰذا آپ نسباً کاظمی اور طریقتاً چشتی نظامی تھے۔

تعلیم وتربیت ☆: آپ کے دادا جان غوثِ زماں حضرت خواجہ غلام نصیر الدین شاہ کاظمی علیہ الرحمۃ نے آپ کی پرورش فرمائی۔ آپ کی ذات منبع جود وسخا تھی۔ اپنے اور بیگانے برابر مستفید ہوتے تھے۔ شریعتِ محمدی پر سختی سے پابندی تھے۔ بے حد خوش اخلاق تھے۔ غیر بھی ملتا تو دیوانہ ہو جاتا۔ خود بھی صاحب علم وعرفان تھے اور علماء کرام اور مدارس کے طلباء سے بہت پیار ومحبت کیا کرتے تھے۔ ذکر واذکار، عبادت وریاضت، استغراق ومحویت اور وجد وکیف کا ایک خاص ذوق رکھتے تھے۔ فنافی الشیخ کے مقام پر فائز تھے۔

پیر سیال کی غلامی آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ پھر ایسی عظیم شخصیت کے زیر تربیت ہونا کوئی کم سرفرازی نہیں تھی۔ آپ کی تربیت ہی نے علمی ذوق، روحانی شوق عطا کیا۔ اور اپنے مرشد کامل کی محبت بھی عطا فرمائی۔ آپ ہی کے حکم پر فقہ وحدیث شریف کی تعلیم اپنے زمانے کے مقتدر عالم دین، استاد العلماء حضرت مولانا آدم خان صاحب (میلہ شہاب خیل لکی مروت) سے حاصل کی۔ مزید دینی تعلیم کے حصول کیلئے اپنے دور کی نابغۂ روزگار ہستی استاد العلماء والفقہاء جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ مولانا محمد حسین شوق صاحب رحمتہ اللہ علیہ (پپلاں میانوالی) کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنی علمی تشنگی کی سیرابی کا ساماں کیا۔

مدارج روحانی ☆: غوثِ زماں حضرت خواجہ غلام نصیر الدین شاہ کاظمیؒ کی عمدہ تربیت کے بعد روحانی مدارج کے حصول کے

ہو جاتے۔ جب تک سیال شریف میں قیام رہتا خواہ جتنی بھی گرمی سردی ہو جوتے نہیں پہنتے تھے۔ ہر ماہ میں سیال شریف کا دو بار چکر لگاتے۔ جب آپ کی محفل میں کوئی پیر سیال کا تذکرہ چھیڑ دیتا تو ہمہ تن گوش ہو جاتے۔ آنکھیں برسات کا منظر پیش کرنے لگتیں اور زبان پر ایک ہی ورد ہوتا تا کہ واہ پیر سیال واہ، واہ پیر سیال واہ۔ جب آپ پیر سیال کے ملفوظات میں سے بیان کرتے تو سننے والے کو سمجھ نہیں آتی تھی کہ آپ رو رہے ہیں یا ہنس رہے ہیں۔ یعنی بیک وقت روتے بھی تھے اور ہنستے بھی تھے۔

جب سیال شریف حاضر ہوتے تو تمام حضرات کی بارگاہ میں حاضر ہو کر قدم بوسی کرتے اور روضہ شریف میں حاضر ہو کر کئی گھنٹے گزارتے۔ سیال شریف کی ہر ہر چیز سے عقیدت و محبت رکھتے۔ غلاموں کے اور خادموں کے بھی ہاتھ چومتے۔

ایک دفعہ تیز بارش ہو رہی تھی بارش کے دوران سیال شریف حاضر ہوئے۔ سردیوں کی شدید بارش کے دوران حضور پیر سیال کے بنگلے پر پہنچے کپڑوں اور جسم سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ حضور امیر شریعت حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین آستانہ سیال شریف نے ملاحظہ فرمایا تو کرم فرماتے ہوئے بے ساختہ ارشاد فرمایا واہ پیر سیال لجپال کا دیوانہ آ گیا۔ دیکھو اسے نہ سردی لگتی ہے نہ گرمی لگتی ہے۔ دنیا و مافیہا سے بے نیاز یہی دیوانوں کی کیفیت ہوا کرتی ہے۔

عبادت و اخلاق ☆: آپ تہجد گزار تھے۔ اشراق وغیرہ تک بھی قضاء نہیں فرمایا کرتے تھے۔ اپنی تلاوت اور اوراد و وظائف باقاعدگی سے کرتے تھے۔ سفر و حضر میں یا لوگوں کے مجمع میں بھی ہوتے تو اپنے معمولات وظائف پر قائم رہتے اور انہیں ناغہ نہیں فرماتے تھے۔

حزب البحر کے عامل تھے۔ درود پاک کے کئی چلّے کاٹے اس وجہ سے درود پاک کے بھی عامل تھے۔ بیماری کی حالت میں بھی جب بیٹھ کر بھی نماز نہیں پڑھ سکتے تھے لیٹ کر اور اشاروں سے نماز ادا کرتے اور کئی کئی بار نماز پڑھتے اس نیت سے کہ ہو سکتا ہے میں نے نہ پڑھی ہو۔ ساتھی عرض کرتے کہ حضور آپ نے نماز پڑھی ہے پھر بھی اپنی تسلی کیلئے بیماری کی حالت میں دوبارہ نماز پڑھتے۔

جب سفر میں تشریف لے جاتے تو خواجہ آباد شریف کے اڈہ کی مسجد سے چندہ دینا شروع کرتے اس راستے میں جتنی مساجد آتیں تمام میں چندہ دیتے ہوئے اپنی منزل مقصود پر پہنچتے۔ جس نے بھی گاڑی پر سوار ہونے کے لئے ہاتھ ہلایا اس کو سوار فرمایا اور فرماتے یہ گاڑی کی زکوٰۃ ہے۔

مہمانوں کی خود خدمت فرمایا کرتے تھے اکثر خود لنگر میں تشریف لے جا کر مہمانوں کے لئے کھانا لاتے۔ جب کوئی مہمان نہ ہوتا تو رنجیدہ خاطر ہو جاتے کہ آج کوئی مہمان نہیں ہے۔

لوگوں کی تربیت فرماتے تھے۔ اگر کوئی دایاں ہاتھ دیتا تو اس پر غصہ ہوتے اور اس کی تربیت بھی فرماتے۔ اگر کوئی خلاف شریعت کام کرتے ہوئے نظر آتا تو اس کی بھی تربیت فرماتے۔

کشف و کرامات ☆: یوں تو شریعت مطہرہ کی پابندی ہی سب سے بڑی کرامت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بے حساب

کرامات کا ظہور بھی آپ سے ہے۔صرف چند پیش خدمت ہیں۔

1977,78 میں جب وقت خواجہ آباد شریف کے بڑے روضہ شریف کی تعمیر ہو رہی تھی، مٹی کی بھرائی ہو رہی تھی تو سید امیر اور اس کا والد پیر امیر بیان کرتے ہیں کہ آپ نے بیلچہ لیا اور ایک جگہ کی بھرائی کرنا شروع کر دی اس جگہ کو جب صحیح کر لیا تو فرمایا یہ میرا گھر ہے اسی جگہ پر آپ کا مزار واقع ہوا۔

کرامت نمبر۲☆: 2001ء میں لنگر شریف کی گائے اور بچھڑا چور لے گئے۔عقیدت مندوں نے اور برادری کے لوگوں نے عرض کی کہ رپورٹ درج کرائیں۔جب لوگ افسوس کے لئے آنے لگے تو آپ کہیں چلے گئے اور صاحبزادگان کو یہ بھی فرمایا کہ رپورٹ کرنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کرم فرمائے گا۔چند ایام کے بعد پولیس والے خود لنگر شریف میں حاضر ہوئے اور ان چوروں کو بھی ساتھ لے آئے اور ساتھ میں اس بندے کو بھی لے آئے جس کے ہاتھ انہوں نے گائے فروخت کی تھی۔چوروں نے اقرار کیا کہ ہم نے بڑی بڑی چوریاں کی ہیں آج تک نام نہیں آیا۔لیکن اس چوری کی وجہ سے ہم ذلیل وخوار ہو گئے۔

کرامت نمبر۳☆: سلطان خیل کا علاقہ جو کہ پہاڑی ہے۔جب بارش آتی ہے تو بڑے بڑے نالوں کی صورت میں پانی آتا ہے اور خس وخاشاک کو بہا کر لے جاتا ہے۔ان نالوں میں ایک نالے کا نام "شوکڑی" ہے۔آپ کی گاڑی بارش کے دوران اس نالے میں پھنس گئی دور دور تک کوئی انسان نظر نہیں آتا تھا۔ساتھیوں نے دعا کے لئے عرض کی اچانک چار پانچ آدمی ظاہر ہوئے انہوں نے گاڑی کو آدمیوں سمیت اٹھا کر محفوظ مقام پر منتقل کر دیا۔معلوم نہ ہو سکا کہ یہ لوگ کہاں سے آئے تھے اور کہاں چلے گئے تھے۔

کرامت نمبر۴☆: چوآسیدن شاہ کے علاقے سے واپسی پر تلہ گنگ کا راستہ اختیار کیا۔ایک کلومیٹر پر پٹرول پمپ آیا منشی عبدالرسول صاحب جو کہ آپ کے ڈرائیور بھی تھے اور دیرینہ عقیدت مند وخادم بھی تھے۔پٹرول پمپ کی طرف جب جانے لگا تو سختی سے اسے منع فرمایا کہ ڈیزل بھروانے کی کوئی ضرورت نہیں۔منشی صاحب نے عرض کی کہ حضور ڈیزل ڈالنے کی بڑی ضرورت ہے ابھی دو چار کلومیٹر پر ڈیزل ختم ہونے کی وجہ سے ہم ٹھہر جائیں گے۔اس کے باوجود بھی توجہ نہ مائی فرمایا چلتے جاؤ۔حتیٰ کہ گاڑی تلہ گنگ پہنچ گئی اور پھر خواجہ آباد شریف پہنچ گئی اور دیکھنے پر معلوم ہوا کہ اس کی ٹینکی پھر بھی بھری ہوئی تھی۔

وصال باکمال☆: بیماری کے ایام میں اشارے سے عبادت وریاضت کرتے اور جملہ اوقات ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔سخت تکلیف میں بھی اگر پیر سیال لجپال کا نام نامی لیا جاتا تو چہرے پر تازگی آجاتی تکلیف رفع ہو جاتی۔جس وقت آپ پر نزع کی کیفیت طاری تھی اور روح پرواز کر رہی تھی تو صاحبزادہ سید محمد علم الدین شاہ الازہری نے پیر سیال لجپال کا نعرہ بلند کیا جملہ ڈاکٹر حضرات بھی موجود تھے اور کئی عقیدت مند بھی موجود تھے۔پیر سیال لجپال کا نام مبارک سنتے ہی آنکھوں میں روشنی آگئی اور ایسا نور محسوس ہوا کہ جس کو بیان کرنا ناممکن ہے۔ پھر سے موت حیات بن گئی اور پھر کچھ دیر بعد مغرب کی اذان میں جب آخری لاالہ الا اللہ پڑھا جا رہا تھا تو زبان اقدس سے پڑھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔اور 15 جمادی الثانی 1430ھ بمطابق 9 جون 2009ء بوقت نماز مغرب جان جان آفرین کے حوالے کر دی۔

نشان مرد مومن باتو گوید
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

اولادِ پاک ☆: آپ علیہ الرحمۃ کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادگان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔
(۱) صاحبزادہ سید محمد علم الدین شاہ الازھری سیالوی (فاضل جامعۃ الازھر مصر) (۲) صاحبزادہ سید غلام حمید الدین شاہ سیالوی کاظمی (۳) صاحبزادہ سید محمد نجم الدین شاہ سیالوی کاظمی

خلافت وسجادگی ☆: ۶ رجب کو حضور خواجہ غوثِ زماں غلام نصیر الدین شاہ کاظمیؒ کے عرس پاک اور آپ کے چہلم مبارک کے موقعہ پر حضور امیر شریعت حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی دامت برکاتھم العالیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف خواجہ آباد شریف میں تشریف لائے۔ آپ نے دستارِ خلافت آپ کے نورِ چشم صاحبزادہ سید محمد علم الدین شاہ الازھری کو عطا فرمائی۔ ساتھ میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں تمہارے بابا جی کا تعارف کراؤں کہ وہ ایسی شخصیت تھے کہ کبھی سیال شریف کے آنے کے رستے میں ہوتے اور کبھی جانے کے رستے میں ہوتے۔ جہاں پر کوئی بھی خلیفہ نہیں پہنچ سکتا تھا وہاں پر یہ پہنچتے تھے۔

جہاں پر تمام خلفاء کی انتہا ہوتی تھی وہاں پر شاہ صاحب کی ابتداء ہوتی تھی۔ الحمدللہ صاحبزادہ سید محمد علم الدین شاہ الازھری سیالوی اسی عظیم روحانی مشن کو بڑی محنت ولگن سے چلا رہے ہیں۔ تشنگان، کی آبیاری کرتے ہیں۔ جامعۃ القمر (ٹرسٹ) کراچی میں دینی ودنیاوی تعلیمات کا عظیم الشان ادارہ سرکار کے دین کی خدمت میں رواں دواں ہے۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال 6, 7 رجب المرجب کو خواجہ آباد شریف ضلع میانوالی میں تزک واہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔

تاریخ وصال از میجر محمد اسلم خان سیالوی

السلام اے سید سادات ما السلام اے قبلہ حاجات ما
السلام اے محی الدیں، دین متین السلام اے حافظ آیات ما
السلام اے محسن خواجہ آباد السلام اے حسن کائنات ما
السلام اے عاشق شمس و قمر السلام اے مظہر جذبات ما
از طفیل مرتضیٰ مشکل کشا دافع رنج و غم و صدمات ما
دستگیری کن شہا! بہرِ خدا دور کن حزن و محن آفات ما

لئے حضور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے۔

حضور شیخ الاسلام نے بیعت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: تربیت کرنے والے نے کوئی تو کوئی کمی نہیں چھوڑی اب سونے پر سہاگا ہو جائے گا۔ ساتھ میں دینی خدمات اور عبادت و ریاضت کا بھی حکم فرمایا۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب بھی میں حضور شیخ الاسلامؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہر دفعہ اور ہر موقعہ پر میرے روحانی مدارج کو جلا بخشی۔ جب بھی حضور پیر سیالؒ سفر پر تشریف لے جاتے تو آپ کو ساتھ لے جاتے اور پھر سفر کی حالت میں امامت کے فرائض بھی آپ کے ذمہ ہوتے۔

حضور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو دستارِ خلافت عطا فرمائی اور آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ غلام نظام الدین شاہ سیالوی کاظمیؒ کے وصال کے موقع پر حضور امیر شریعت حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی مدظلہ العالی نے بھی آپ کو خلافت عطا فرمائی۔

علمی و دینی خدمات ☆: تحصیل علوم کے بعد آپ واپس اپنے گاؤں خواجہ آباد تشریف لائے۔ اور اسکول میں تدریس شروع کر دی۔ اس کے ساتھ ساتھ دربار عالیہ خواجہ آباد شریف کی جامع مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض بھی انجام دینا شروع کر دیئے یوں آپ کو خواجہ آباد شریف کی خانقاہی مسجد کا پہلا خطیب ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔

غوثِ زماں حضرت خواجہ غلام نصیر الدین شاہ کاظمیؒ کے زمانہ اقدس میں جو بھی پریشان حال اور مصیبت زدہ دم و دعا یا تعویذ کیلئے حاضر ہوتا تو آپ اس کو فرماتے کہ میرا بیٹا غلام محی الدین تعویز لکھ کر دے گا۔ اسی لئے حضور غوث زماں کے خطوط، اوراد و وظائف (حزب البحر) شجرہ جات اور دیگر ملفوظات آپ ہی کی قلم کے مرہون منت ہیں۔

آستانہ مرشد سے عقیدت و محبت ☆: مرشدِ کریم کے آستان پاک سے عقیدت و محبت آپ کو ورثے میں ملی تھی۔ وہاں حاضری کیلئے خصوصی طور پر تیاری فرماتے۔ اور ساتھ میں نئے نئے لوگوں کو بھی تیار کرتے تھے۔ جس رات سیال شریف حاضری کا پروگرام ہوتا پوری رات اشتیاق و سرور کی حالت میں ماہی بے آب کی طرح تڑپتے رہتے تھے۔ اور تہجد سے بھی پہلے ساتھیوں کو جگاتے کہ چلو سیال شریف جانے کا وقت ہو گیا ہے۔ جب عرض کی جاتی کہ حضور ابھی تو کافی وقت رہتا ہے، تو فرماتے کہ سیال شریف حاضری کیلئے کوئی وقت متعین نہیں۔

جب محوِ سفر ہوتے تو ساتھیوں سے پوچھتے کہاں جا رہے ہیں تو جواب دیا جاتا کہ سیال شریف تو خوب حظ لیتے، مسرور ہوتے، کھلکھلا اُٹھتے، بار بار پوچھتے، بار بار مزہ لیتے۔ جب سیال شریف سے واپس آنے لگتے تو پوچھتے کہاں سے آ رہے ہیں جب بتایا جاتا کہ سیال شریف سے تو آنسو موتیوں کی طرح ٹمٹما جاتے، رونے لگتے، آہیں بھرتے اور دعائیں کرتے کہ بار الٰہ جلد یہ موقع لا کر میں کہوں کہ سیال شریف جا رہا ہوں۔

سیال شریف سے پانچ میل پہلے ساہیوال پہنچتے تو جوتے گاڑی کے اندر اتار لیتے، ہاتھ باندھ لیتے پیر و مرشد کے خاص تصور میں گم

ہو جاتے۔ جب تک سیال شریف میں قیام رہتا خواہ جتنی بھی گرمی سردی ہو جوتے نہیں پہنتے تھے۔ ہر ماہ میں سیال شریف کا دو بار چکر لگاتے۔ جب آپ کی محفل میں کوئی پیر سیال کا تذکرہ چھیڑ دیتا تو ہمہ تن گوش ہو جاتے۔ آنکھیں برسات کا منظر پیش کرنے لگتیں اور زبان پر ایک ہی ورد ہوتا تا کہ واہ پیر سیال واہ، واہ پیر سیال واہ۔ جب آپ پیر سیال کے ملفوظات میں سے بیان کرتے تو سننے والے کو سمجھ نہیں آتی تھی کہ آپ رو رہے ہیں یا ہنس رہے ہیں۔ یعنی بیک وقت روتے بھی تھے اور ہنستے بھی تھے۔

جب سیال شریف حاضر ہوتے تو تمام حضرات کی بارگاہ میں حاضر ہو کر قدم بوسی کرتے اور روضہ شریف میں حاضر ہو کر کئی گھنٹے گزارتے۔ سیال شریف کی ہر ہر چیز سے عقیدت و محبت رکھتے۔ غلاموں کے اور خادموں کے بھی ہاتھ چومتے۔

ایک دفعہ تیز بارش ہو رہی تھی بارش کے دوران سیال شریف حاضر ہوئے۔ سردیوں کی شدید بارش کے دوران حضور پیر سیال کے بنگلے پر پہنچے کپڑوں اور جسم سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ حضور امیر شریعت حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین آستانہ سیال شریف نے ملاحظہ فرمایا تو کرم فرماتے ہوئے بے ساختہ ارشاد فرمایا واہ پیر سیال لجپال کا دیوانہ آ گیا۔ دیکھو اسے نہ سردی لگتی ہے نہ گرمی لگتی ہے۔ دنیا و مافیہا سے بے نیاز یہی دیوانوں کی کیفیت ہوا کرتی ہے۔

عبادت و اخلاق ☆: آپ تہجد گزار تھے۔ اشراق وغیرہ تک بھی قضاء نہیں فرمایا کرتے تھے۔ اپنی تلاوت اور اوراد و وظائف باقاعدگی سے کرتے تھے۔ سفر و حضر میں یا لوگوں کے مجمع میں بھی ہوتے تو اپنے معمولاتِ وظائف پر قائم رہتے اور انہیں ناغہ نہیں فرماتے تھے۔

حزب البحر کے عامل تھے۔ درودِ پاک کے کئی چلّے کاٹے اس وجہ سے درودِ پاک کے بھی عامل تھے۔ بیماری کی حالت میں بھی جب بیٹھ کر بھی نماز نہیں پڑھ سکتے تھے لیٹ کر اور اشاروں سے نماز ادا کرتے اور کئی کئی بار نماز پڑھتے اس نیت سے کہ ہو سکتا ہے میں نے نہ پڑھی ہو۔ ساتھی عرض کرتے کہ حضور آپ نے نماز پڑھی ہے پھر بھی اپنی تسلی کیلئے بیماری کی حالت میں دوبارہ نماز پڑھتے۔

جب سفر میں تشریف لے جاتے تو خواجہ آباد شریف کے اڈہ کی مسجد سے چندہ دینا شروع کرتے اس راستے میں جتنی مساجد آتیں تمام میں چندہ دیتے ہوئے اپنی منزل مقصود پر پہنچتے۔ جس نے بھی گاڑی پر سوار ہونے کے لئے ہاتھ ہلایا اس کو سوار فرمایا اور فرماتے یہ گاڑی کی زکوٰۃ ہے۔

مہمانوں کی خود خدمت فرمایا کرتے تھے اکثر خود لنگر میں تشریف لے جا کر مہمانوں کے لئے کھانا لاتے۔ جب کوئی مہمان نہ ہوتا تو رنجیدہ خاطر ہو جاتے کہ آج کوئی مہمان نہیں ہے۔

لوگوں کی تربیت فرماتے تھے۔ اگر کوئی دایاں ہاتھ دیتا تو اس پر غصہ ہوتے اور اس کی تربیت بھی فرماتے۔ اگر کوئی خلاف شریعت کام کرتے ہوئے نظر آتا تو اس کی بھی تربیت فرماتے۔

کشف و کرامات ☆: یوں تو شریعت مطہرہ کی پابندی ہی سب سے بڑی کرامت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بے حساب

سراج عالم سید غلام محی الدین شاہ

۲۰۰۹

عزو اقبال خواجہ آباد شریف

۱۴۳۰

از قلم نامور محقق و مدبر شاعر اہلسنت جناب صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی دامت برکاتھم العالیہ

ہو گئے رخصت غلام محی الدین	سر ارباب حق روشن جبین
دستگیر بے کساں۔ شیریں خصال	عظمت اسلاف کے تھے وہ امین
نور عرفان سے منور ان کا ظہور	ان کی دولت عشق ختم المرسلین
دہر میں تھا مغتنم ان کا وجود	سیرت و صورت تھی ان کی دلنشین
اک جہاں ان کے کرم سے فیضیاب	تھے وہ باغ سیال کے اک خوشہ چین
نو جمادی ثانوی سہ شنبہ روز	سو گئے وہ اوڑھ کر بردہ زمین
جس نے بھی ان کا جنازہ ہے پڑھا	پائے گا بخشش خدا سے بالیقین
جس جگہ پر ہے بنا ان کا مزار	وہ زمیں کا خطہ ہے خلد بریں
سال رحلت یوں کہو فیض الامین	ماہ ملک و دیں غلام محی الدیں
بہر سال عیسوی آئی ندا	برگزیدہ خلق فخر کاملین

رہے آستاں سلامت، رہے برقرار شاہی

حضرت مولانا نور محمد چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تعارف ☆: عالم ربانی، مرشدِ لاثانی، متعلم مکتب خانہ اُمّ الکتاب، معلم مدرسۃ یہدی بہ اللہ من اناب حضرت مولانا نور محمد چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کا شمار واصلان صاحب اسرار میں ہوتا ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم بستی لدھانہ میں حاصل کی، اس کے بعد اُس زمانے کے معروف محدث و مفسر حضرت علامہ مولانا زند علی سے فقہ، تفسیر القرآن اور دیگر علوم متداولہ کی کتب پڑھنے کے بعد دورۂ حدیث شریف بھی اُنہی سے مکمل کیا۔

آپ علوم ظاہری و باطنی سے مرصع اور یکتائے روزگار زمانہ تھے۔ حدیث شریف، فقہ اور تفسیر کے اُستاد مانے جاتے تھے، اول زمانے میں لیہ شہر کی قدیمی جامع مسجد مہرانوالی محلّہ چانڈیہ میں درس و تدریس تعلیم و تعلم میں مصروف و مشغول رہے، اور اس جگہ سے لاتعداد افراد ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل کر کے خدمت اسلام و خدمت قرآن میں مصروف ہیں۔

بیعت و خلافت ☆: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں غوث زماں، قطب الوقت حضرت خواجہ اللہ بخش چشتی نظامی تونسوی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ سلوک و تصوف کی منازل طے کرنے کے بعد مرشد کامل سے ہی خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے۔

سیرت و کردار ☆: آپ انتہا درجہ کے نیک متقی و پرہیزگار اور عبادت و ریاضت میں یگانۂ روزگار تھے، آپ کو بارگاہ رسالت کا قرب اور رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف بھی حاصل تھا۔

آپ کے علم و فضل، عرفان و فیضان کا دور دور تک شہرہ تھا، لوگ سینکڑوں میل کا سفر کر کے آپ کے درس میں داخل ہو کر علمی استفادہ کرتے تھے، آپ روحانیت کے اُس درجہ پر فائز تھے کہ آپ کی توجہ سے طالب حق، چند دنوں میں اُس جگہ پہنچ جاتے جہاں عام مبتدی سالوں کی محنت کے بعد بھی نہیں پہنچ پاتا تھا۔

آپ نے اپنے درس و تدریس، وعظ و نصیحت اور تبلیغ و حکمت سے لاکھوں بھٹکے ہوئے مسلمانوں کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا پیروکار بنایا، لاتعداد غیر مسلموں نے آپ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا اور آپ کے معتقد بن گئے۔

بہت سے لوگوں کی زبانی سینہ بہ سینہ یہ بات بہت مشہور ہے کہ آپ باطنی طور پر ہر سال حج کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ بہت سے حاجیوں نے آپ کو مکہ مکرمہ اور مدینہ شریف میں دیکھا، جب وہ لوگ حج مبارک سے واپس آ کر آپ سے پوچھتے تو آپ

ٹال جایا کرتے، اور آخری وقت تک اپنا بھید کسی پر عیاں نہ ہونے دیا، آپ اکثر و بیشتر لیہ شہر کے معروف بزرگ حضرت سید سخی شاہ حبیب گیلانی قادری علیہ الرحمۃ کے مزار پُر انوار حاضری دیتے کبھی وظائف مکمل کرتے اور کبھی چلّہ کشی فرماتے تھے۔

تقویٰ و توکل ☆: آپ اکثر و بیشتر اپنے گھر کا سودا سلف بچوں سے منگوایا کرتے تھے، ایک دن آپ نے محمد امین نامی اپنے شاگرد کو چار آنے دیئے اور بازار سے گھی لانے کو فرمایا، اُس زمانے میں گھی صرف چار آنے کا ایک سیر ملتا تھا، محمد امین نے حکم تعمیل کی اور گھی لاکر آپ کے گھر دے دیا۔ جب آپ دوپہر کا کھانا کھانے کے لئے اپنے گھر تشریف لے گئے تو آپ کی اہلیہ محترمہ نے عرض کی، آج تو آپ نے بڑی خاص مہربانی فرمائی کہ پورے دس سیر کا ٹپا منگوا دیا ہے۔

آپ نے فرمایا میں نے محمد امین کے ہاتھوں چار آنے کا گھی منگوایا تھا، آپ نے کھانا وہیں چھوڑا اور باہر آ کر محمد امین کو بلایا اور اُس سے پوچھا میں نے ایک سیر گھی منگوایا تھا تم دس سیر کہاں سے لائے ہو، محمد امین نے عرض کیا حضرت میں نے سوچا کہ روز روز گھی منگوانے کی بجائے کیوں نہ ایک دفعہ گھی لاکر دے دوں۔

آپ نے فوراً گھی محمد امین کو دیا کہ یہ گھی جہاں سے لے کر آئے ہو وہیں رکھ دو، آپ کا یہ شاگرد محمد امین قوم جنات سے تھا، اور گھی کا ٹپا جھنگ سے اُٹھا کر لایا تھا۔

رسول کائنات ﷺ کے حکم پر خانقاہ و مسجد کا قیام ☆: لیہ شہر میں جہاں آج کل گورنمنٹ گرلز ہائی سکول کی عمارت ہے، اس جگہ ایک ہندو تلوک چند رہا کرتا تھا۔ جو دولت و جائیداد کے لحاظ سے علاقہ بھر میں ممتاز تھا، وہ ہندو مذہب کے پرچار کرانے میں ہر ممکن طریقہ سے ہندوؤں کی مدد کرتا اور مسلمانوں اور دین اسلام سے بغض و عناد رکھتا تھا، اس نے اس جگہ ایک مندر اور سرائے بھی بنا رکھی تھی۔

ایک رات آپ کو رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ تلوک چند کے گھر کے سامنے خانقاہ قائم کر کے دین اسلام کی تبلیغ اور مسلمانوں کی اصلاح کی پوری کوشش کرو، آپ نے صبح کو بیدار ہونے کے بعد مذکورہ جگہ کا پتہ چلایا کہ اس زمین کا مالک کون ہے، معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ اس کا مالک ایک مسلمان احمد خان سیال ہے۔

آپ احمد خان سیال کے گھر پہنچے اور اس سے فرمایا کہ اپنی زمین میرے ہاتھ فروخت کر دو، ہندوؤں کو جب پتہ چلا کہ مولانا نور محمد یہ جگہ خرید کر مسجد تعمیر کرنا چاہتے ہیں، تو تلوک چند نے اس زمین کو حاصل کرنے کے لئے احمد خان سیال کو کئی گنا زیادہ پیسے لگا دیئے، اب احمد خان وہ جگہ آپ کو دینے کی بجائے تلوک چند کو دینے پر آمادہ ہو گیا۔

لیکن ہوا یہ کہ احمد خان جب رات کو سویا تو اُسے خواب میں بشارت ہوئی کہ اگر یہ جگہ مولانا نور محمد کو فروخت کرو گے تو جنت کے حقدار کہلاؤ گے، اگر تلوک چند ہندو کو فروخت کرو گے تو یہ جگہ کفر کا گڑھ بن جائے گی، جس کا تمام عذاب تمہاری گردن پر ہوگا، احمد خان بیدار ہوا تو اُسی لمحے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور زمین بغیر کسی قیمت آپ کو پیش کی، لیکن آپ نے جگہ مفت لینے سے انکار کر دیا۔ اور احمد خان سیال کو زمین کی موجودہ قیمت ادا کر کے وہ زمین آپ نے خرید لی۔

اس زمین پر آپ نے ایک مسجد تعمیر کرائی، جو آج جامع مسجد کہلاتی ہے، اس کے علاوہ اپنی رہائش کے لئے مکانات کی تجویز کی، اب مسجد اور مکانات کی تعمیر کے لئے پختہ اینٹوں کی ضرورت تھی، لیہ میں اُس وقت ایک ہندو نے بھٹہ لگا رکھا تھا، آپ نے اینٹوں کی فراہی کے لئے بات کی۔ اور بھٹے والے کو کچھ رقم نقد ادا کردی، چند دن تک اینٹیں آتی رہیں، کام جاری تھا کہ اس دوران اینٹوں کی کافی رقم آپ کے نام ادھار ہوگئی، ہندو تو یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح مسجد کا کام رُک جائے، بہت سے ہندوؤں نے بھٹہ کے مالک سے کہا کہ تم نے مولوی صاحب کو اینٹیں اُدھار دے دی ہیں جبکہ وہ غریب آدمی ہیں ان کے پاس رقم کہاں سے آئے گی، وہ کس طرح تمہاری رقم لوٹائیں گے۔

چنانچہ بھٹے کا مالک آپ کے پاس پہنچا اور رقم کا مطالبہ کیا آپ نے اُسے کچھ دیر ٹھہرنے کو کہا، اُنہی لحات میں میانوالی سے ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور مبلغ ایک ہزار روپیہ آپ کو نذر پیش کی، آپ نے وہ رقم بھٹہ کے مالک کو دی اور فرمایا لالہ تمہاری جتنی رقم بنتی ہے لو۔

وہ ہندو تو یہ سوچ کر آیا تھا کہ مولانا چونکہ غریب آدمی ہیں میرے مطالبے پر رقم ادا نہ کر سکیں گے، اس صورت میں اینٹوں کی فراہمی بند کردی جائے گی، اس طرح مسجد کی تعمیر کا جاری کام رُک جائے گا۔

لیکن قدرت کو ایسا منظور نہ تھا، اُس مسبب الاسباب نے ایسا سبب بنایا کہ ہندوؤں کو منہ کی کھانی پڑی، اس طرح اُن کی یہ سازش بھی ناکام ہوگئی۔

کشف و کرامات ☆: آپ کو چونکہ حکمت پر بھی مکمل عبور تھا، جہاں آپ مخلوق خدا کی خدمت خدا کے کلام اور دعا سے فرماتے تھے دوسری طرف آپ ایک ماہر نباض حکیم بھی تھے جسمانی بیماری کے لئے آپ دوا بھی استعمال کرایا کرتے تھے۔

لیہ کا ایک ہندو علاج کے لیے دہلی میں حکیم اجمل خان دہلوی مرحوم کے پاس گیا تو حکیم اجمل خان نے پوچھا کہاں سے آئے ہو، ہندو مریض نے جواب دیا کہ لیہ سے آیا ہوں، حکیم اجمل خان نے پوچھا لیہ میں حکیم مولانا نور محمد صاحب رہتے تھے کیا وہ وفات پا گئے ہیں، ہندو بولا نہیں وہ تا حال زندہ ہیں۔

حکیم اجمل خان صاحب نے اس مریض کا علاج کرنے سے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ جب تجھے گھر ہی میں ایک بلند درجہ کا حکیم میسر ہے تو پھر یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔

چنانچہ وہ ہندو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور علاج کرا کر شفایاب ہوا۔

کرامت نمبر۲ ☆: رائے تلوک چند کے رشتہ دار امرتسر میں رہتے تھے۔ جو بہت امیر کبیر تھے، ان کے خاندان کا ایک نوجوان ٹی۔ بی کے مرض میں مبتلا تھا۔ دولت کے بل بوتے پر برطانیہ تک کے ڈاکٹروں سے علاج معالجہ کرایا تمام ڈاکٹروں نے مریض کو لاعلاج قرار دے دیا، بالآخر تھک ہار کے بیٹھ گئے۔

رائے تلوک چند نے ان کو لیہ بلوایا، وہ لوگ امرتسر سے لیہ پہنچے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر علاج کی درخواست کی، آپ

نے مریض کی نبض دیکھ کر ایک کاغذ پر چند دیسی ادویات لکھیں اور مریض کے لواحقین سے فرمایا تین دن تک یہ نسخہ استعمال کریں اور پھر مریض کو لا کر دوبارہ دکھائیں۔

انہوں نے بجائے بازار سے وہ دوائیاں خریدنے کے، نسخہ والے کاغذ کو گھوٹ کر مریض کو پلانا شروع کر دیا، قدرت خداوندی سے وہی مریض جو نقاہت اور کمزوری کی بنا پر اُٹھنے بیٹھنے سے قاصر تھا، تیسرے دن وہ خود اپنے قدموں سے چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مریض کو دیکھ کر فرمایا کہ میں جو نسخہ پہلے لکھ کر دیا تھا ابھی چند دن وہی مزید بنوا کر استعمال کیا جائے۔

مریض کے والد نے کہا حضرت ہم نے ادویات بازار سے خریدنے کی بجائے نسخے والے کاغذ کو تعویذ سمجھ کر گھوٹ کر مریض کو پلا دیا تھا، آپ نے فرمایا کہ یہ تو خداوند کریم نے اپنے فضل سے میری لاج رکھ لی ورنہ فقیروں کو اس طرح نہیں آزمایا جاتا۔

وصال باکمال☆: آپ کا وصال باکمال............ھ بمطابق............ء کو ہوا۔ مزار پُرانوار محلہ............نزد گورنمنٹ گرلز ہائی سکول............روڈ لیہ شہر میں مرجع خاص و عام ہے۔

جہاں آج بھی اہل عقیدت و محبت حاضری دے کر اپنے قلوب واذہان کو نورِ ایمان سے منور کرتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے دربار کے سجادہ نشین ہیں جو آپ کے مشن پر قائم رہتے ہوئے خدمت دین اسلام میں مصروف ہیں۔

قطعہ تاریخ کتاب (از قلم)

معروف محقق ونقاد ومخدوم اہل سنت **جناب عبدالقیوم طارق سلطانپوری** مدظلہ

صابری مقصود احمد بالیقین ہے ہمایوں فطرت و میمون سَرِشت

اسکی تحریر عارفوں کا ذکرِ خیر اہل حق کا تذکرہ اسکی نوشت

حُب پاکاں اسکی پیشانی کا نجم اولیاء سے پیار اسکی سر نوشت

اس عجوبہ کار کی ہے ہر کتاب علم و عِرفان و حقیقت کی بہشت

دوستانِ حق کا ہے نغمہ سرا اس کتابِ نو میں وہ حق سرِشت

جاوِداں اُس کا تازہ شاہکار یہ نہیں کوئی جہانِ خشت

اس کی طارق نے رقم تاریخ کی یہ ہے "انور جوہرِ مقصودِ چشت" ۱۴۳۱ھ

اسکی تاریخِ طباعت اور بھی یوں کہی "عرفانی نبراسِ بہشت" ۱۴۳۱ھ

قطعہ تاریخ اشاعت کتاب انسائیکلوپیڈ اولیائے کرام

زبدہ دانشوراں مقصود احمد صابری — ہیں محبِ مصطفیٰ ﷺ سرمایہ اہل ذکاء
ذاتِ حق سے ہیں ودیعت خوبیاں اُن کو کئی — ملکِ قرطاس وقلم کے ہیں وہ اِک فرماں روا
آپ نے ترتیب دی ہے خوب یہ ارفع کتاب — لفظ ہے ایک ایک اس کا مثلِ نیّر پُر ضیاء
اُن نفوس قدسیہ کی ہے یہ سیرت کا بیاں — جن کی الفت ہے یقیناً توشہ روزِ جزا
نقشبندی قادری چشتی اویسی وارثی — سب سلاسل کے مشائخ کا ہے ذکرِ جاں فزا
لائق صد تحسین ہے یہ کار نامہ آپ کا — بہتریں گلدستہ ہے یہ دیدہ زیب و دلربا
اس کو رکھیں گے بنا کر اہل ایماں حرزِ جاں — فائدہ اس سے اٹھائے گا ہر اک شیخ و فتا
اہلِ سنت کا رہے گا بول بالا تا ابد — ان میں آتے ہی رہیں گے ایسے کامل اولیاء
مجھ کو تھی سالِ رسا کی جستجو فیض الامین — کہ دو ''مسعود التواریخ'' آئی یہ غیبی صدا
عیسوی سالِ اشاعت مجھ پہ یوں القا ہوا — '' ہے گراں مایہ یہ گلدستہ حسین و خوش نما ''

ازقلم، صاحبزادہ پیر فیض لاامین فاروقی سیالوی ایم اے، مونیاں شریف ضلع گجرات

اظہارِ تشکر

نسبت فریدی ہے تیری مقصود احمد صابری | نسبت سے ہے عزت ملی مقصود احمد صابری
اولیائے چشت کے جو تذکرے لکھتا رہا | اک فقیر صابری مقصود احمد صابری
مقبولیت اجمیر سے کلیر سے اور کلیام سے | لائی مسرت کی گھڑی مقصود احمد صابری
نقشبندی اور چشتی اولیا راضی ہوئے | سہروردی قادری مقصود احمد صابری
حق پرستوں کے لئے تو نے مزین کر دیئے | کتنے نشانِ حیدری مقصود احمد صابری
سعی قلم سے آج یہ قرطاس کو عظمت ملی | ظاہر حقیقت ہو گئی مقصود احمد صابری
پوچھیں ملائک مجھ سے جب دنیا سے کیا لایا ہے تُو | شانِ ولایت ہے لکھی مقصود احمد صابری
پہلے کبھی نہ بجھ سکی تو نے بجھائی ہے ابھی | اہلِ علم کی تشنگی مقصود احمد صابری
حاجی منیر صابری کا حکم تھا لکھتے رہو | میں نے تو بس تعمیل کی مقصود احمد صابری
پیر طریقت نے میرے جنت کا مژدہ دے دیا | مجھ کو بشارت مل گئی مقصود احمد صابری
میں تو فقیر بے نوا سگ ہوں درِ فرید کا | اوقات کیا ورنہ مری مقصود احمد صابری

ازقلم حضرت صاحبزادہ پیر مشتاق احمد صابری

سجادہ نشین دربارِ عالیہ چشتیہ ماڑی بگیال شریف تحصیل و ضلع راولپنڈی

مصادر و مراجعات

نمبر شمار	کتاب	مصنف
1	قرآن مجید	
2	ترجمہ کنزالایمان	اعلیٰ حضرت بریلوی
3	تفسیر ضیاء القرآن	پیر محمد کرم شاہ الازھری
4	تفسیر مظہری، کامل بارہ جلد	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی
5	تفسیر نعیمی	مفتی احمد یا خان نعیمی
6	تفسیر گوہر البیان	علامہ شاہد جمیل چشتی
7	بخاری شریف کامل	حضرت امام بخاری
8	تفہیم البخاری شرح بخاری کامل	محدث کبیر علامہ غلام رسول رضوی
9	مرآۃ شرح مشکوۃ۔ کامل (۸ جلد)	مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی
10	جواہر البحار شریف کامل	امام یوسف شبہائی
11	سعادت دارین	امام یوسف نجہانی
12	جامع کرامات اولیاء	امام یوسف شبہائی
13	برکات آل رسول	امام یوسف شبہائی
14	خصائص کبریٰ (جلد اول۔ دوم)	سیوطی امام جلال الدین
15	شرح تعرف	ابوبکر بن ابی اسحاق بخاری
16	نزہتہ المجالس	امام عبدالرحمٰن صفوری
17	ثمرۃ الفوائد	شاہ لطف اللہ صابری

18	مکتوبات قدوسی	شیخ عبدالقدوس گنگوہی
19	ہشت بہشت	مکتبہ نوریہ، لاہور
20	شواہد النبوت	علامہ عبدالرحمٰن جامی
21	نفحات الانس	علامہ عبدالرحمٰن جامی
22	تاریخ فرشتہ	محمد بن قاسم
23	لطائف علمیہ	امام ابن جوزی
24	مرآۃ السالکین، شرح مرآۃ العارفین	سیدنا امام حسین علیہ السلام
25	اخبار الاخیار	شاہ عبدالحق محدث دہلوی
26	مرآۃ الاسرار	حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی
27	اقتباس الانوار	حضرت شیخ محمد اکرم قدوسی
28	انیس الارواح	حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی
29	اسرار حقیقی	حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی
30	دلیل العارفین	حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی
31	فوائد السالکین	حضرت بابا فرید الدین گنج شکر
32	خیالات العشاق	حضرت قاضی حمید الدین ناگوری
33	اسرار الاولیاء	حضرت بدرالدین اسحاق چشتی
34	راحت القلوب	حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی
35	فوائد الفوائد	حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی
36	افضل الفوائد	حضرت امیر خسرو
37	راحت المحبین	حضرت امیر خسرو
38	نسب و نسبت فرید	مفتی ضیاء الحبیب صابری
39	آداب الطالبین	شیخ محمد بن قطب الاولیاء
40	انتباہ المریدین	شیخ محمد بن قطب الاولیاء
41	حقیقت گلزار صابری	شاہ محمد حسن رامپوری صابری
42	نور واحدیت	پیر غلام محمد صابری

43	تواریخ آئینہ تصوف	شاہ محمد حسن رامپوری صابری
44	وصل عرفان محمدی رسالہ فیضان حسینیہ	شاہ محمد حسن رامپوری
45	تذکرۃ الاولیاء	شیخ فریدالدین عطار
46	تحفۃ الابرار	مرزا آفتاب بیگ محمد نواب بیگ مرزا
47	تذکرہ فریدیہ	مولانا مشتاق احمد صابری انبیٹھوی
48	انوار العاشقین	مولانا مشتاق احمد صابری انبیٹھوی
49	تحفۃ السالکین	مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی
50	تحفۃ القادریہ	حضرت شاہ ابوالمعالی قادری
51	شجرۃ الکون	از شیخ اکبر محی الدین ابن عربی
52	تذکرہ مشائخ دکن	محمود علی قطبی
53	تاریخ الخلفاء	امام جلال الدین سیوطی
54	رودِ کوثر	شیخ محمد اکرم
55	تذکرہ مشائخ تو گیرہ شریف	خواجہ الٰہی بخش، خواجہ عبدالحلیم
56	تاریخ مشائخ چشت	خلیق احمد نظامی
57	آبِ کوثر	شیخ محمد اکرم
58	قوت القلوب	شیخ ابوطالب محمد حارثی المکی
59	سفینۃ الاولیاء	شہزادہ دارالشکوہ
60	رسائل تصوف	شاہ ولی اللہ دہلوی
61	مقام گنج شکر	کپتان واحد بخش سیال صابری
62	قصر عارفاں	حضرت شیخ مولوی احمد علی چشتی
63	فیضان علی	حضرت شیخ محمد صالح
64	انوار مولا علی	مترجم: پیر سیّد محمد امیر شاہ قادری
65	تذکرہ قطب الاقطاب	خلیفہ محمد یونس صابری
66	تذکرہ مشائخ چشت (حصہ اول، دوم، سوم)	خلیفہ محمد یونس صابری
67	ارشادِ الطالبین (از جلال الدین تھانیسری)	مترجم: خلیفہ محمد یونس صابری

68	شانِ قدرت	خلیفہ محمد الیاس صابری
69	ذکر پاکاں (حصہ اول، دوم)	محمد طفیل ناصری صابری
70	مفتاح العاشقین	حضرت خواجہ محب اللہ چشتی
71	سیر الاولیاء	حضرت سید محمد مبارک العلوی الکرمانی
72	سر العارفین	شیخ بہاؤ الدین محمود ناگوری چشتی
73	مجالس الحسنہ	حضرت خواجہ شیخ محمد چشتی
74	خزینۃ الاصفیاء (اول۔دوم۔سوم)	مفتی غلام سرور لاہوری
75	حدیقۃ الاولیاء	مفتی غلام سرور لاہوری
76	تذکرۃ العارفین فی حیات مظہریہ	شاہ غلام حسین صابری حیدر آباد دکنی
77	اخلاق صابری فی عرفان باری	شاہ غلام حسین صابری حیدر آباد دکنی
78	گلزار فضل	راجہ مولا بخش صابری
79	خیابانِ معرفت	محمد حنیف حنفی
80	تقوۃ الاولیاء	محمد صلاح الدین اویسی
81	شمشیر قہاری	مخدوم ابرار احمد خاں صابری
82	عرفان روحی	ایف ایم ظفر ایڈووکیٹ صابری حیدر آباد
83	اولیائے پاک و ہند کا انسائیکلوپیڈیا	مرزا محمد اختر دہلوی
84	تذکرۃ الاولیاء	ملک محمد اشرف نقشبندی
85	کرامات اولیاء	ملک محمد اشرف نقشبندی
86	تذکرہ حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر	میاں اخلاق احمد ایم۔اے
87	میرا شریف کے درخشاں آفتاب و مہتاب	پیر سیّد اجمل حسین مبشر ہمدانی
88	اولیائے ڈھوک قاضیاں	افتخار احمد حافظ قادری
89	فیضانِ میروی	خواجہ فخر الدین چشتی میروی
90	قصص الاولیاء	صوفی شرف الدین وارثی میرٹھی
91	بزم صوفیاء	صباح الدین عبد الرحمٰن
92	ملفوظات حیدری	ڈاکٹر عبد الغنی

نمبر	کتاب	مصنف
93	ذکر حبیب	ملک محمد الدین
94	امیر حزب اللہ	ڈاکٹر عبد الغنی
95	نذر عقیدت	اکرام الحق
96	شان اولیاء	احمد مصطفیٰ صدیقی
97	قدیم حالات کلیر	حضرت بابا غریب شاہ صابری
98	فیضان کلیام	صاحبزادہ راشد مسعود کلیامی صابری
99	تذکرہ علمائے اہل سنت	مفتی محمد صدیق ہزاروی
100	تذکرہ اکابرین اہل سنت	علامہ عبد الحکیم شرف قادری
101	تذکرہ محی الدین	سردار احمد حسن سعیدی
102	شاہکار صابر	پیر گلزار حسین صابری
103	دہلی کے بائیس خواجہ	ڈاکٹر ظہور الحسن شارب
104	تذکرہ اولیائے پاک و ہند	ڈاکٹر ظہور الحسن شارب
105	تذکرہ قطب دوراں	ملک محمد اشرف نقشبندی
106	ربیع المجالس	صوفی سید محمد ظہیر الحسن صابری
107	گلشن صابر	سید محمد زمان شاہ صابری
108	تذکرہ قطب العالم	عبد الستار گوہر میاں
109	شمیم ولایت	ابو مظہر علی اصغر صابری
110	شمیم جالندھر	ابو مظہر علی اصغر صابری
111	چراغ صابری	شبیر بزمی صابری
112	ارواح اربعہ	علی اصغر چشتی
113	تذکرہ مولانا غلام ربانی	محمد نذر صابری
114	لاہور میں اسلام کے سفیر	خواجہ عابد نظامی
115	گلزار قلندر	احمد بدر اخاق صابری
116	انوار قلندر	صاحبزادہ طارق علی احمد صابری
117	کلید السالکین	صاحبزادہ جمیل اختر صابری

118	صدائے جرس	خواجہ شمس الدین عظیمی
119	امداد المشتاق	مولوی اشرف علی تھانوی
120	تاریخ مشائخ چشت	مولوی محمد زکریا سہارنپوری
121	فتح مبین	ابوالطاہر محمد رمضان
122	المعجم المفہرس	محمد فولا دعبد الباقی
123	انوار لاثانی کامل	مفتی بشیر احمد نقشبندی
124	فیروز اللغات	مولوی فیروز الدین
125	اردو لغت	سعید اے شیخ
126	تذکرہ مفتی غلام فرید ہزاروی	میاں محمد سیفی
127	حیات و تعلیمات۔صوفی سیّد امور الحسن صابری	پروفیسر ڈاکٹر مظفر عالم جاوید
128	ثقافت سرحد تاریخ کے آئینہ میں	قاری جاوید اقبال
129	قطب اکبر گنج شکر	غنی سکندر شیخ
130	الفوز المقال فی خلفائے پیر سیال	حاجی مرید احمد چشتی
131	مقابیس المجالس	مولانا رکن الدین
132	زندہ صداقت	پروفیسر محمد اسماعیل سیٹھی
133	مرآۃ العاشقین	حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی
134	نقش اولیاء	پروفیسر بشیر احمد رضوی
135	ملفوظات حیدری	صوفی نور عالم
136	نظامی بنسری	خواجہ سید حسن نظامی
137	خواجہ فرید اور انکا خاندان	خواجہ طاہر محمود کوریجہ
138	سیرت فخر العارفین	حکیم سید سکندر شاہ
139	تاریخ لاہور	کنہیا لال
140	ہفت اقطاب	مولانا غلام جہانیاں معینی
141	بزرگان بہاولپور	محمد صلاح الدین اویسی
142	قرب الٰہی	محمد ارشاد ارائیں

143	جمالِ فقر	صاحبزادہ محمد عبدالمالک
144	قصص الاولیاء	امیر علی خان
145	تعارف وارثیہ	حضرت بیدم شاہ وارثی
146	نقشِ حیرت	فقیر حیرت شاہ وارثی
147	عکس وحدت	فقیر حیرت شاہ وارثی
148	کلیاتِ عنبر	خواجہ دہر علی شاہ وارثی
149	عین الیقین	سید عبدالآدمثل وارثی
150	سوز و گداز	حیدر علی بابر
151	بلوغ المرام	مرزا محمد ابراہیم بیگ وارثی
152	محبوب الوارثین	عطاءاللہ ساگر وارثی
153	تذکرہ مشائخ ہوشیار	عطاءاللہ ساگر وارثی
154	تذکرہ شعرائے وارثیہ	عطاءاللہ ساگر وارثی
155	حاجی سیّد وارث علی شاہ اور دیگر مذاہب عالم	از: ڈاکٹر فقیر قاضی تنویر وارث وارثی
156	مشکوٰۃ حقانیہ	مولانا فضل حسین وارثی
157	رشحات الانس	حاجی اوگھٹ شاہ
158	تذکرہ علماء مشائخ سرحد (جلد اول) (دوئم)	سید محمد امیر شاہ گیلانی پشاوری
159	تذکرہ حافظ سیّد محمد زمان قادری	سیّد محمد امیر شاہ گیلانی شاوری
160	تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ	سیّد محمد امیر شاہ گیلانی پشاوری
161	خوارق العادات	مترجم: سیّد محمد امیر شاہ گیلانی پشاوری
162	پیران چشت	صاحبزادہ محمد عرفان تو گیروی
163	الحسن (مولوی جی نمبر)	سید غلام الحسنین قادری
164	گلستان غازی قلندر	قاضی محبوب علی
165	جلا الخواطر	ڈاکٹر مولوی عبدالکریم طفلی
166	نزھة الخواط	علامہ سیّد عبدالحئی
167	انوار الاحسن	بابو عبدالقیوم

168	سفینۃ الاولیاء	شہزادہ دارالشکوہ
169	تذکرہ مشائخ قادریہ فاضلیہ	پروفیسر اسرارالحسنین قادری
170	زبدۃ الآثار	شاہ عبدالحق محدث دہلوی
171	نزہتہ الخاطر الفاطر	حضرت ملا علی قادری
172	بہجۃ الاسرار	امام ابوالحسن الشطنوفی
173	خوشبوئے فقر	مولانا محمد خلیل ثاقب
174	قصص الاولیاء	ملک محمد اشرف
175	سیدالاولیاء	علامہ طارق مجاہد جہلمی
176	مردخدا	آنسہ بلقیس چیمہ
177	لاڈلا پیار	صاحبزادہ سکندر حیات
178	حیات صدریہ	قاضی عبدالدائم
179	فیوضات باروبیہ	خواجہ فقیر محمد حسنی
180	سنہرے لوگ	ڈاکٹر محمد وسیم انجم
181	تاریخ کشمیر (جلد اول تا پنجم)	محمود آزاد
182	سردلبراں	علامہ ذوقی
183	گلزار ولایت	ملک محمد یوسف نقشبندی
184	مکتوبات قدوسیہ	سلطان الحاج واحد بخش سیال
185	مہر منیر	مفتی فیض احمد چشتی
186	دلی کے بائیس خواجہ	ظہورالحسن شارب
187	ظواہر السرائر	میاں محمد عمر چمکنی
188	فیضان چشتیہ قادریہ	سیّد نعیم عباس
189	حیات سالک	قاضی عبدالنبی کوکب
190	تذکرہ اولیاء جہلم خورد	انجم سلطان
191	تذکرہ اولیائے جہلم (کلام)	پروفیسر انجم سلطان
192	نذر عقیدت	اکرام الحق چشتی

193	قصص الاولیاء موہڑہ شریف	صوفی عرفان رضوی
194	تذکرہ قطب الاقطاب	صوفی سکندر شیخ
195	تذکرہ شیخ الاسلام	حافظ محمد یوسف چشتی
196	چراغ ولایت	سردار عابد حسین
197	نظام الدین اولیاء	خواجہ عابد نظامی
198	تحفۃ المرسلۃ	محمد یونس صابری
199	تذکرہ مولانا غلام ربانی	چوہدری نذر محمد صابری
200	جمال تصوف	جلامہ عبدالحلیم چکوالی
201	تذکرہ علمائے اہل سنت چکوال	علامہ حافظ عبدالحلیم چکوالی
202	پیکر عرفان و آگہی	حفیظ تائب
203	بہار چشت	ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
204	خطہ پوٹھوار کے صوفیائے کرام	غنی سکندر شیخ
205	تذکرہ حضرت دیوان حضوری	خلیل احمد
206	انوار لطیف	سیّد آلِ احمد رضوی
207	عباد الرحمٰن	سید مغفور القادری
208	تذکرہ مشائخ قادریہ	محمد دین کلیم قادری
209	جلوہ عشق	قمر محمود عبداللہ
210	تذکرہ شاہ محمد آغا	مرزا نذیر احمد نیازی
211	تذکرہ اولیائے ملتان	امتیاز حسین شاہ
212	اسرار گوہر	علامہ شاہد جمیل چشتی
213	لاہور میں اسلام کے سفیر	ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی
214	یہ پراسرار بندے	ڈاکٹر ابو اعجاز رستم
215	ریاض اولیاء	ریاض الرحمٰن ساغر
216	تذکرہ صوفیائے سندھ	محمد اعجاز الحق قدوسی
217	تذکرہ اولیائے سندھ	علامہ محمد اقبال نعیمی

نمبر	کتاب	مصنف
218	تذکرہ مشاہیر سندھ	مولانا دین محمد رفائی
219	تذکرہ وفیائے بلوچستان	ڈاکٹر انعام الحق کوثر
220	حیات قلندر	منیر احمد چشتی
221	قلندروں کا طریق	صدیق صابر ایاز
222	شہر خموشاں کے مکین	ایم آر شاہد
223	روح دارستہ	حنیف حنفی
224	عظمتوں کے پاسبان	علامہ عبدالحکیم شرف قادری
225	تذکرہ اولیاء جھنگ	بلال زبیری
226	تذکرہ اولیائے میانوالی	سید طارق مسعود کاظمی
227	تذکرہ اولیائے بھکر	مہر نور محمد تھند
228	تذکرہ اولیائے لیہ	مہر نور محمد تھند
229	جواہر فریدی	مولانا محمد علی اصغر چشتی
230	چراغ چشت راروشنائی	دیوان عظمت سید محمد چشتی
231	تاج الاولیاء	حضرت ذہین شاہ تاجی
232	ازکار تاج الاولیاء	فریدالدین شاہ کریم بابا
233	سیرت خواجہ معین الدین چشتی	وحید احمد مسعود
234	تذکار فیض الملت	قاری خان محمد خان قادری
235	مشائخ نقشبندیہ مجددیہ	مولوی محمد حسین نقشبندی
236	مخزن کرم	چوہدری مقبول احمد مقبول
237	تنبیہ الغافلین	عبدالعزیز ہزاروی
238	مظاہر چوراہیہ	محمد یوسف بی اے
29	فیوضات الحسنیہ	صاحبزادہ احمد حسن
240	تذکرہ مولانا یعقوب	ڈاکٹر ساجد الرحمٰن
241	تذکرہ مشائخ نقشبندیہ	علامہ نور بخش توکلی
242	تذکرہ نقشبندیہ خیریہ	محمد صادق قصوری

243	گلستان حیات	صوفی طالب حسین
244	لمحات نور	حافظ سلطان محمود
245	تذکرہ قطب دوراں	ملک محمد اشرف
246	مکتوبات مرزا مظہر جانِ جاناں	خلیق انجم
247	ملفوظات سائیں عبدالرزاق	بابو محمد رفیق احمد
248	رزاقیہ گلدستہ ذکر سعید	راؤ جمشید علی
249	مقامات محمود	غلام مصطفیٰ رزاقی
250	سیرت رزاقیہ	حاجی بابو محمد رفیق احمد
251	سرمایہ سہاگن	خواجہ محمد عبدالخالق
252	لمعات قادریہ خالقیہ	ناطق کلانوری
253	سفر بنگال	غلام مصطفیٰ رزاقی
254	بزم اسلاف	قاری محمد عبیداللہ
255	تجلیات خواجگان چشت	صاحبزادہ مقصود احمد صابری
256	تذکرۃ العارفین	صاحبزادہ مقصود احمد صابری
257	تذکرہ اولیائے پوٹھوار (جلد اول)	صاحبزادہ مقصود احمد صابری
258	تذکرہ اولیائے پوٹھوار (جلد دوم)	صاحبزادہ مقصود احمد صابری
259	صحبت با اولیاء	مولوی تقی الدین ندوی دیوبندی
260	جمال الاولیاء	مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی
261	ارواح ثلاثہ	مولوی اشرف علی تھانوی
262	حضرت امیر خسرو کی شاعری	شاہد مختار
263	دیوان حضرت شاہ خاموش	محمود علی قطبی
264	فیضان صابر	محمد امیر صابری
265	چشت اہل بہشت	ڈاکٹر ظفر پاتو آنہ
266	تقویم	پروفیسر عبدالقدوس ہاشمی۔ مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی
267	ضیائے حرم (ضیاء الامت نمبر)	

268	سیارۂ ڈائجسٹ (اولیاء کرام نمبر) (جلد اول تا چہارم)	
269	علاج روح	سیّد میر زمان شاہ تاجی صابری
270	گلستان چشت	قاضی محمد صدیق عاصم سلطانی
271	علم شریعت و طریقت	خوشی محمد عاصی
272	سندھ کے صوفیائے نقشبند (اول۔دوم)	ابوالخیر ڈاکٹر محمد زبیر
273	قرب الٰہی	محمد ارشاد آرائیں
274	حیات الامیر مع تذکرۃ الابرار	سیّد افضال حسین گیلانی
275	مجالس علماء	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
276	خیابان رضا	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
277	خوشبو آئے باتوں سے	محمد صلاح الدین سعیدی
278	گوجر خان روحانیت و تاریخ کے آئینے میں	حاجی ایم زمان کھوکھر
279	جنوبی پنجاب سندھ بلوچستان میں اولیائے کرام	حاجی ایم زمان کھوکھر
280	سیالکوٹ سے خیبر تک	حاجی ایم زمان کھوکھر
281	پشاور سے خیبر تک	حاجی ایم زمان کھوکھر
282	دُرُّ المعارف	شاہ رؤف احمد رامپوری
283	اولیائے ہند اور عظمتوں کے نشان	حاجی ایم زمان کھوکھر
284	کرامات سخی سلطان عبدالحکیم	صاحبزادہ میاں عبدالخالق چشتی
285	تذکرہ سخی سیدن شاہ شیرازی	محمد کعب شریف
286	گلدستہ محمدی	سیّد لیاقت علی گیلانی
287	انوار شکوری	منیر اختر شکوری
288	انوار پیر بخش	پروفیسر صاحبزادہ سید محمد علیم الدین شاہ الازھری
289	خزینۂ حق	مفتی محمد ریاض الدین اعوان
290	ارشادات ابوالفیض	قاری غلام محمد خان چشتی قادری
291	گھنڈ نامہ	محمد آفتاب سہیل شاہ
292	جلوۂ یزداں	سیّد صابر حسین شاہ صابری